

فتاویٰ رضویہ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ



رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہور

پاکستان (۵۴۰۰۰)

Contents

7	اجمالی فہرست
9	پیش لفظ
13	فہرست مضامین
49	فہرست ضمنی مسائل
67	کتاب الزکوۃ
79	تجلی المشکوۃ لاناارة اسئلة الزکوۃ ۱۳۰۷ھ
79	زکوۃ کے مسائل کو واضح کرنے کے لئے چراغ کی چمک
175	رسالہ
175	اعراض الاکتناہ فی رد صدقۃ مانع الزکوۃ ۱۳۰۹ھ
175	زکوۃ ادا نہ کرنے والے کے صدقہ نفلی کے رد کے متعلق نا در تحقیق حقیق
191	رسالہ
191	رأء التعسف عن الامام ابی یوسف ۱۳۱۸ھ
191	(حیلہ زکوۃ کے بارے میں امام ابو یوسف پر غیر مقلدین کے اعتراض کا رد)
217	افصح البیان فی حکم مزارع بندوستان ۱۳۱۸ھ
217	(ہندوستان کی زمینوں کے تفصیلی احکام)
246	جانوروں کی زکوۃ
275	رسالہ الزہر الباسم فی حرمة الزکوۃ علی بنی ہاشم ۱۳۰۷ھ (بنی ہاشم پر زکوۃ کی حرمت کے بارے میں کھلا ہوا شکوفہ)
295	صدقہ فطر کا بیان
309	صدقات نفل کا بیان
335	کتاب الصوم (روزے کا بیان)
	ازکی الاہلال بابطال ما احدث الناس فی امر الہلال ۱۳۰۵ھ (رویت ہلال کے بارے میں لوگوں کی ایجاد کردہ خبر (تار اور خط) کو
363	باطل کرنے میں عمدہ بحث)

Page 2 of 836

684.....	صیقل الزین عن احکام مجاورۃ الحرمین ^{۱۳۰۵ھ}
684.....	(حرمین شریفین میں سکونت کے احکام سے متعلق شبہات کا ازالہ)
706.....	شرائط حج
720.....	باب الجنایات فی الحج
720.....	(جنایات حج کا بیان)
732.....	انوار البشارة فی مسائل الحج والزيارة ^{۱۳۲۹ھ}
732.....	(حج و زیارت کے مسائل میں خوشی کی بہاریں)
778.....	النَّيْرَةُ النُّوْصِيَّةُ شرح الْجَوْهَرَةِ الْمُضِيَّةِ ^{۱۲۹۵ھ}
778.....	مع حاشیہ
778.....	الطَّرَةُ الرَّضِيَّةُ عَلَى النَّيْرَِةِ النُّوْصِيَّةِ
778.....	_____ متن _____
778.....	از عالم اجل مولانا سید حسین بن صالح جمل اللیل فاطمی حسینی امام و خطیب شافعیہ مکہ مکرمہ رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۹۱ھ)
778.....	_____ شرح و حاشیہ _____
778.....	از اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا شاہ احمد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہ العزیز
778.....	حج، عمرہ اور زیارت سراپا طہارت کے آداب و مسائل
819.....	تکملہ
819.....	حج و عمرہ کی ترکیب اور اول سے آخر تک ان کے افعال کی ترتیب اور آداب زیارت قبر حبیب علیہ صلوٰۃ القریب الحبيب میں

فتاویٰ رضویہ مع تختہ و ترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ
رضا فاؤنڈیشن
جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہور نمبر ۸
پاکستان (۵۴۰۰۰)



مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ (الحديث)
 الْعَطَايَا النَّبَوِيَّةُ فِي الْفَتَاوَى الرَّضَوِيَّةِ
 مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

جلد دہم

تحقیقات نادرہ پر مشتمل چودھویں صدی کا عظیم الشان
 فقہی انسائیکلو پیڈیا

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز

۱۲۷۲ھ _____ ۱۳۴۰ھ

۱۸۵۶ء _____ ۱۹۲۱ء

رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ، لاہور (۸)، پاکستان (۱۲۳۵۰)

فون: ۶۷۷۵۲

کتاب	فتاویٰ رضویہ جلد دہم
تصنیف	شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری، ریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
ترجمہ عربی عبارات	حضرت علامہ مفتی محمد خاں قادری، لاہور
پیش لفظ	حافظ عبدالستار سعیدی، ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور
ترتیب فہرست	حافظ عبدالستار سعیدی، ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور
تخریج و تصحیح	مولانا ندیر احمد سعیدی
باہتمام و سرپرستی	مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی ناظم اعلیٰ تنظیم المدارس اہلسنت، پاکستان
کتابت	محمد شریف گل، کڑیال کلاں (گوجرانوالہ)
پیسٹنگ	مولانا محمد منشا تابش قصوری معلم شعبہ فارسی جامعہ نظامیہ لاہور
صفحات	۸۳۲
اشاعت	ربیع الاول ۱۴۱۷ھ / اگست ۱۹۹۶ء
مطبع	
ناشر	رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
قیمت	روپے

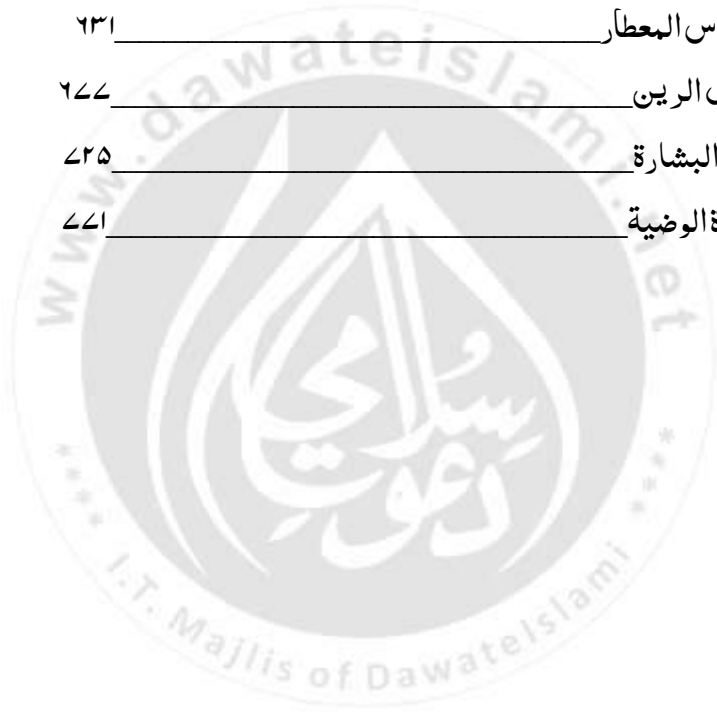
ملنے کے پتے

مکتبہ قادریہ، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
 مکتبہ تنظیم المدارس، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
 مکتبہ ضیائیہ، بوہڑ بازار، راولپنڈی
 ضیاء القرآن پبلیکیشنز گنج بخش روڈ، لاہور

اجمالی فہرست

۵	پیش لفظ
۶۳	کتاب الزکوٰۃ
۳۳۱	کتاب الصوم
۳۵۲	باب رؤیۃ الهلال
۵۱۳	باب القضاء والكفارة
۵۲۱	باب الفدیہ
۶۵۷	کتاب الحج
۷۱۳	باب الجنایات فی الحج
	فہرست رسائل
۷۵	تجلی المشکوٰۃ
۱۷۱	اعزالا کتناہ
۱۸۷	رادع التعسف
۲۱۳	افصح البیان
۲۷۱	الزہر الباسم
۳۵۹	ازکی الاہلال

- ۴۰۵ _____ ۵ طرق اثبات ہلال
- ۴۴۹ _____ ۵ البدور الاجلة
- ۴۸۹ _____ ۵ الاعلام بحال البخور
- ۵۲۳ _____ ۵ تفاسیر الاحکام
- ۵۶۷ _____ ۵ ہدایۃ الجنان
- ۶۱۷ _____ ۵ درء القبح
- ۶۳۱ _____ ۵ العروس المعطار
- ۶۷۷ _____ ۵ صیقل الرین
- ۷۲۵ _____ ۵ انوار البشارة
- ۷۷۱ _____ ۵ النيرة الوضیة



بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

الحمد للہ العلیٰ حضرت امام المسلمین مولانا الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خزانہ علمیہ و ذخائر فقہیہ کو جدید انداز میں عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق منظر عام پر لانے کے لیے دارالعلوم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں "رضا فاؤنڈیشن" کے نام سے جو ادارہ چند سال قبل قائم ہوا تھا وہ انتہائی برق رفتاری کے ساتھ مجوزہ منصوبہ کے ارتقائی مراحل کو طے کرتے ہوئے اپنے ہدف کی طرف بڑھ رہا ہے۔ کتاب الطہارت، کتاب الصلوٰۃ اور کتاب الجنائز پر مشتمل نوخو بصورت جلدیں آپ تک پہنچ چکی ہیں۔ اب بفضلہ تعالیٰ جل مجدہ و بعنا یتہ رسولہ الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دسویں جلد پیش کی جا رہی ہے۔

جلد دہم

یہ جلد فتاویٰ رضویہ قدیم جلد چہارم میں سے کتاب الزکوٰۃ سے آخر تک ۳۱۶ سوالوں کے جوابات پر مشتمل ہے، اس طرح قدیم چار جلدیں دس جدید جلدوں کی صورت میں مکمل ہو چکی ہیں، اس جلد کی عربی و فارسی عبارات کا ترجمہ فاضل شہیر مترجم کتب کثیرہ حضرت علامہ مفتی محمد خاں قادری نے فرمایا ہے جبکہ جلد ششم، ہفتم اور ہشتم کا ترجمہ بھی انہی کی رشحات قلم کا ثمر ہے۔

پیش نظر جلد میں شامل رسالہ البدور الاجلة فی امور الاہلۃ، اس کی شرح نور الادلة للبدور الاجلة اور اس کے حاشیہ رفع العلة من نور الادلة میں تقدم و تاخر اور عدم ترتیب کی وجہ سے خاصاً الجھاؤ تھا جس کی بناء پر اس سے استفادہ بہت دشوار تھا، موجودہ ایڈیشن میں متن، شرح اور متعلقہ حاشیہ کو انتہائی حسن ترتیب کے ساتھ باہم مربوط کر دیا گیا چنانچہ اب اس سے آسانی استفادہ کیا جاسکتا ہے، نیز رسالہ النيرة الوضیة شرح الجوہرۃ المضیة مع حاشیة الطرة الرضیة جو کہ پہلے فتاویٰ رضویہ میں شامل نہ تھا، موضوع کی مناسبت سے شامل اشاعت کر دیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں اس جلد میں شامل رسائل کے مندرجات کی مفصل فہرست راقم نے افادہ قارئین کے لیے تیار کر دی ہے متعدد ضمنی مسائل و فوائد کے علاوہ اس جلد میں مندرجہ ذیل سات عنوانات زیر بحث لائے ہیں:

(۱) کتاب الزکوٰۃ

(۲) کتاب الصوم

(۳) باب فی رؤیة الهلال

(۴) باب القضاء و الکفارة

(۵) باب الفدیہ

(۶) کتاب الحج

(۷) باب الجنایات فی الحج

مندرجہ بالا عنوانات کے علاوہ انتہائی دقیق اور گرانقدر تحقیقات و تدقیقات پر مشتمل مندرجہ ذیل سولہ رسائل بھی اس جلد میں شامل ہیں:

(۱) تجلی المشکوٰۃ لاناۃ اسئلة الزکوٰۃ (۱۳۰۷ھ)

ہر قسم کے مال کی زکوٰۃ کے حساب لگانے، ادا کرنے کے اوقات اور مصارف کا بیان

(۲) اعزالا کتناہ فی رد صدقة مانع الزکوٰۃ (۱۳۰۹ھ)

صاحب نصاب زکوٰۃ ادا نہ کرے اور دیگر صدقات و خیرات کرے یا ذمہ میں فرائض ہوں اور نوافل ادا کرے تو یہ مقبول نہیں۔

(۳) رادع التعسف عن الامام ابی یوسف (۱۳۱۸ھ)

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی جانب ایک مسئلہ کو غلط منسوب کر دیا گیا اس رسالہ میں اس کا جواب دیا گیا ہے۔

- (۴) افصح البیان فی حکم مزارع ہندوستان (۱۳۱۸ھ)
ہندوستان کی زمینوں کے تفصیلی احکام
- (۵) الزهر الباسم فی حرمة الزکوۃ علی بنی ہاشم (۱۳۰۷ھ)
بنی ہاشم پر زکوۃ اور صدقات واجبہ حرام ہیں اور ان کو دے ادا نہ ہوگی۔
- (۶) ازکی الالہلال بأبطال ما حدث الناس فی امر الہلال (۱۳۰۵ھ)
رؤیت ہلال میں تار کی خبر معتبر نہیں۔
- (۷) طرق اثبات ہلال (۱۳۲۰ھ)
اثبات ہلال کے صحیح اور غلط طریقے
- (۸) البدور الاجلۃ فی امور الالہلۃ مع شرح نور الادلۃ للبدور الاجلۃ مع حاشیۃ رفع العلة عن نور الادلۃ (۱۳۰۴ھ)
رؤیت ہلال کے تفصیلی احکام
- (۹) الاعلام بحال البخور فی الصیام (۱۳۱۵ھ)
اگر بتی لوہان وغیرہ کا دھواں منہ یا ناک میں کس طرح جانے سے روزہ ٹوٹتا ہے۔
- (۱۰) تفاسیر الاحکام لفدیۃ الصلوۃ والصیام (۱۳۱۶ھ)
بعد از موت نماز روزہ کے فدیہ کے مفصل مسائل
- (۱۱) ہدایۃ الجنان باحکام رمضان (۱۳۲۳ھ)
صبح صادق اور کاذب کی معرفت کرائی گئی ہے اور نقشوں سے صبح صادق سمجھایا گیا ہے نیز افطار و سحر کے مسائل بیان کیے گئے ہیں۔
- (۱۲) درء القبح عن درک وقت الصبح (۱۳۲۶ھ)
صبح صادق معلوم کرنے کا قاعدہ بیان کیا گیا ہے (سحری کے وقت کی تحقیق جلیل)
- (۱۳) العروس المعطّار فی زمن دعوة الافطار (۱۳۱۲ھ)
دعائے افطار بعد افطار پڑھنا
- (۱۴) صیقل الرین عن احکام مجاورۃ الحرمین (۱۳۰۵ھ)
حرمین طہین میں سکونت کرنے کا بیان

(۱۵) انوار البشارة فی مسائل الحج والزیارة (۱۳۲۹ھ)

آداب سفر، مقدمات حج، احکام حج، احرام، طواف اور طریقہ حج وغیرہ کا بیان۔

(۱۶) النيرة الوضیة شرح الجوهرۃ فی المضیة مع حاشیة الطرة الرضیة (۱۳۹۵ھ)

مسائل حج و زیارت کا بیان

حافظ عبدالستار سعیدی ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

ربیع الاول ۱۴۱۷ھ اگست ۱۹۹۶



ف: ماتن کا نام سید حسین بن صالح جمل اللیل فاطمی حسینی امام و خطیب شافعیہ رحمہ اللہ متوفی ۱۳۰۱ھ

شرح و حاشیہ از اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہ،

اعلیٰ حضرت نے یہ رسالہ بار اول کے حج میں مکہ معظمہ میں ایک دن میں تالیف کیا۔

فہرست مضامین

۷۳	مسروقہ مال کی قیمت چور سے معاف کر کے مالک زکوٰۃ میں محسوب کرے۔		کتاب الزکوٰۃ
۷۳	بلا اجازت مقروض اس کا قرض کوئی مال زکوٰۃ سے ادا کر دے۔ قرض میں دیئے ہوئے روپوں کی زکوٰۃ۔	۶۳	زکوٰۃ، نماز، روزہ اور عشر کا ثبوت۔
۷۵	رسالہ تجلی المشکوٰۃ لانتارة اسئلة الزکوٰۃ (ہر قسم کے مال کی زکوٰۃ کے حساب لگانے، ادا کرنے کے اوقات اور مصارف کے بیان)	۶۵	زکوٰۃ ادا ہونے کے لیے نیت شرط ہے عیدی یا انعام کے طور پر دینا۔ سحری جگانے والے، ڈالی لانے والے۔ خوشخبری سننے والے کو زکوٰۃ دینا۔
۷۵	زکوٰۃ سے متعلق سات سوالات۔	۶۷	فائدہ: شروط فاسدہ سے زکوٰۃ فاسد نہیں ہوتی۔
۷۵	مسئلہ اولیٰ: زکوٰۃ بتدریج دی جائے یا یکمشت۔	۶۹	مال زکوٰۃ سے غلہ وغیرہ خرید کر فقراء میں تقسیم کرنا۔
۷۵	زکوٰۃ پیشگی ادا کرنے کی صورت میں تفریق و تدریج کا کامل اختیار ہے۔	۷۰	مال زکوٰۃ سے کھانا کھلانا کپڑا پہنانا۔
۷۵	حولان حول سے پہلے زکوٰۃ واجب الادا نہیں ہوتی۔	۷۱	محتاجوں کو بٹھا کر کھانے کھلانے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔
		۷۲	قط کے زمانے میں چھ روپیہ من غلہ خرید کر چار روپیہ من محتاجوں کے ہاتھ بیچے اور دو روپیہ زکوٰۃ میں محسوب کرے زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں۔

۸۵	سونے اور چاندی کے نصاب کی تفصیل اور اس پر مقدار زکوٰۃ کا بیان۔	۷۶	زکوٰۃ کی پیشگی ادائیگی تبرع ہے اور تبرع پر جبر نہیں۔
۸۵	حولان حول سے قمری سال مراد ہے۔	۷۶	حولان حول کے بعد جب زکوٰۃ واجب الادا ہو چکی ہو تو اب تفریق و تدریج ممنوع ہوگی بلکہ فوراً تمام و کمال زر واجب الادا کرے۔
۸۶	حولان حول سے پہلے نصاب کی جنس سے وسط سال میں جتنے مال کا اضافہ ہوگا وہ بھی اصل نصاب میں شامل کر کے سب کی زکوٰۃ دی جائے گی بشرطیکہ کسی مال پر دوبارہ زکوٰۃ لازم نہ آئے۔	۷۶	مذہب صحیح و معتمد میں ادائے زکوٰۃ کا وجوب فوری ہے۔
۸۸	مسئلہ ثالثہ: اگر آئندہ زیور کم ہو جائے تو زکوٰۃ میں کس حساب سے کمی کی جائے۔	۷۶	وجوب زکوٰۃ کے بعد ادائیگی میں تاخیر باعث گناہ ہے۔
۸۸	زکوٰۃ صرف نصاب میں واجب ہوتی ہے نہ کہ غفو میں۔	۸۰	رج کا وجوب قول رائج پر فوری ہے لیکن تاخیر کی صورت میں بھی ادائی ہوگا نہ کہ قضاء۔
۸۹	نصاب میں نقصان اگر حولان حول سے قبل ہو تو دو حال سے خالی نہیں۔	۸۰	سجدہ تلاوت کا وجوب امام ابو یوسف کے نزدیک فوری اور امام محمد کے نزدیک مترانی ہے مگر جب بھی کرے گا بالاتفاق ادائی کملائے گا نہ کہ قضاء۔
۹۰	نصاب پر سال پورا ہو گیا اور زکوٰۃ واجب ہو چکی مگر ابھی ادائیگی نہیں کی تھی کہ مال کم ہو گیا، یہ تین حال سے خالی نہیں کہ کمی کا سبب استهلاك ہو گیا یا تصدق یا ہلاک۔	۸۰	ہمارے بہت ائمہ نے تصریح فرمائی کہ زکوٰۃ کی ادائیگی میں تاخیر کرنے والا مردود الشادۃ ہے، اور یہی منقول ہے حضرت امام محمد سے۔
۹۱	صورت اولیٰ یعنی استهلاك کا حکم۔	۸۳	بعد از وجوب زکوٰۃ ادائیگی کی تاخیر میں آفات ہیں۔
۹۱	صورت ثانیہ یعنی تصدق کا حکم۔	۸۴	امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایمان افروز واقعہ۔
۹۴	امام ابو السعود محمد آفندی مفتی دیار رومیہ صاحب بحر پر، صاحب بحر شربلی پر اور شربلی اس ابو السعود پر مقدم ہیں جو شربلی کی کتب کے محشی ہیں۔	۸۴	امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل۔
۹۵	صورت ثالثہ یعنی ہلاک کا حکم۔	۸۴	لوگوں کو زکوٰۃ کی ادائیگی میں تدریج پر رغب کرنے والی باتیں۔
		۸۵	مسئلہ ثانیہ: زید کے پاس زیور ہے وہ اس کی زکوٰۃ دیتا ہے، آئندہ کو زیور زیادہ ہو تو کس حساب سے زر زکوٰۃ زیادہ کرے۔

۱۰۵	اس زمانہ پُر آشوب میں سادات کرام کی مواسات کیونکر ہو!	۹۹	مسئلہ رابعہ: سادات محتاجین کو زکوٰۃ دینے کا بیان۔
۱۰۵	حضرات سادات اور اہل بیت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت و معاونت کے فضائل۔	۹۹	زکوٰۃ سادات کرام اور تمام بنی ہاشم پر حرام قطعی ہے۔
۱۰۵	قیامت کا دن سخت ضرورت و حاجت کا دن ہے۔	۹۹	سادات کرام پر صدقات مفروضہ کی حرمت ائمہ اربعہ کے اجماع اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے۔
۱۰۵	سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک نگاہ لطف جملہ مہمات دو جہاں کو بس ہے۔	۹۹	سادات کرام پر صدقات مفروضہ کے حرام ہونے سے متعلق ہیں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حدیثیں روایت فرمائی ہیں
۱۰۶	وہ تدبیر جس سے خدمت سادات بھی بجا ہو اور زکوٰۃ بھی ادا ہو۔	۱۰۰	سادات کے لیے تحریم صدقات کی علت ان حضرات عالیہ کی عزت و کرامت اور نظافت و طہارت ہے۔
۱۰۶	مال زکوٰۃ سے میت کو کفن دینا جائز نہیں۔	۱۰۰	زکوٰۃ مال کا میل اور گناہوں کا دھوون ہے۔
۱۰۶	مال زکوٰۃ سے کفن میت کے جواز کا حیلہ۔	۱۰۱	غنی استحقاق کرامت میں بنی ہاشم کے برابر نہیں۔
۱۰۶	تعمیر مسجد وغیرہ تمام نیک کاموں میں مال زکوٰۃ صرف کرنے کا حیلہ۔	۱۰۲	ہاشمی کے غلام مکاتب کو زکوٰۃ جائز نہیں۔
۱۰۶	نیک کام کی راہنمائی کرنے والے کو اتنا ہی ثواب ملتا ہے جتنا نیک کام کرنے والے کو۔	۱۰۲	بنی ہاشم کے لیے جواز زکوٰۃ کے فتویٰ کی بنیاد ایک مرجوح و مجروح روایت پر ہے۔
۱۰۶	نیک کام میں شریک ہونے والے تمام افراد کو کامل ثواب ملتا ہے شراکت کی وجہ سے کسی کے اجر میں کمی واقع نہیں ہوتی۔	۱۰۳	بوقت اختلاف ظاہر الروایہ ہی مرجح ہے۔
۱۰۷	نیک کاموں میں زکوٰۃ خرچ کرنے کے لیے کسی مستحق زکوٰۃ سے تملیک کرانے میں دونوں کو ثواب ملتا ہے۔	۱۰۳	جو کچھ ظاہر الروایہ کے خلاف ہے ہمارے ائمہ کا مذہب نہیں۔
۱۰۷	جس سے تملیک کرائی اس سے جبراً واپس نہیں لے سکتے کیونکہ وہ مستقل مالک ہو چکا ہے لہذا اسے اختیار ہے چاہے دے یا نہ دے۔	۱۰۴	قوت دلیل موجب تعویل ہے۔
۱۰۸	ہبہ و صدقہ شرط فاسد سے فاسد نہیں ہوتے۔	۱۰۴	روایت کی موافقت مانع عدول از درایت ہے۔
۱۰۸	مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک سید یا مسجد پر مال زکوٰۃ صرف کرنے کا ایک بے خلش طریقہ۔	۱۰۴	سادات کرام کے لیے نہ زکوٰۃ لینا جائز، نہ انہیں دینا جائز، اور نہ ان کو دینے سے زکوٰۃ ادا ہوتی ہے۔
		۱۰۴	قول مرجوح پر فتویٰ جہالت اور اجماع کے خلاف ہے۔

۱۰۸	دائن جب اپنے دین کی جنس سے مال مدیون پائے تو اس کی رضامندی کے بغیر لے سکتا ہے۔	۱۰۸	اپنے اصول وفروع، شوہر اور بیوی کے مملوک کو زکوٰۃ دینا ناجائز اگرچہ مکاتب ہو۔
۱۰۸	دائن اپنے مدیون فقیر کو زکوٰۃ دے کر دین کی وصولی کے طور پر واپس لے سکتا ہے، نہ دے تو چھین سکتا ہے۔	۱۰۹	غنی، اس کی نابالغ اولاد اور اس کے غیر مکاتب مملوک کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے۔
۱۰۸	اگر کچھ پیسے بعوض روپوں کے بیچے تو جامع صغیر سے بظاہر تقابض بدلیں کی شرط معلوم ہوتی ہے مگر روایت مبسوط پر ایک ہی جانب کا قبضہ کافی ہے۔	۱۰۹	ہاشمی کے آزاد کردہ غلام کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔
۱۰۹	کوئی صدقہ بے قبضہ تمام نہیں ہوتا۔	۱۰۹	کافر کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے۔
۱۰۹	مال زکوٰۃ کو اپنے خورد برد میں لانے کے لئے حیلوں کا سہارا لینا مقاصد شرع کے خلاف اور گویا رب تعالیٰ کو فریب دینا ہے۔	۱۰۹	ان سولہ اشخاص کا بطور خاص ذکر جنہیں زکوٰۃ دینا جائز ہے مگر عدم جواز کا وہم ہو سکتا تھا۔
۱۰۹	مسئلہ خامس: زکوٰۃ کن مصارف میں دینا جائز ہے۔	۱۰۹	جس کی ماں ہاشمیہ اور باپ غیر ہاشمی ہو کیا وہ ہاشمی کہلا سکتا ہے!
۱۰۹	مصرف زکوٰۃ کی تعریف۔	۱۰۹	شرع میں نسب باپ سے ہے۔
۱۰۹	سولہ اشخاص کو زکوٰۃ دینا ناجائز ہے باقی سب کو دینا جائز ہے۔	۱۰۹	جو فقط ماں کے سیدانی ہونے سے سید بن بیٹھے اور اس پر اصرار کرے وہ بحکم حدیث مستحق لعنت ہے۔
۱۰۹	ہاشمی کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔	۱۱۰	حوائج اصلہ سے فارغ نصاب پر دسترس نہ رکھنے کی چند صورتیں۔
۱۰۹	عورت اپنے شوہر کو اور شوہر اپنی بیوی کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے اگرچہ بیوی کو طلاق مغلطہ دے دی ہو جب تک عدت سے باہر نہ آئے۔	۱۱۰	نصاب مذکور پر دسترس رکھنے والا زکوٰۃ نہیں لے سکتا، چاہے غازی ہو یا حاجی ہو یا طالب علم۔
۱۰۹	اپنی اولاد اور اولاد کی اولاد کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔	۱۱۰	عامل زکوٰۃ بحالت غنا بھی بقدر عمل زکوٰۃ سے لے سکتا ہے۔
۱۰۹	اپنے والدین اور والدین کے والدین کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔	۱۱۰	زکوٰۃ دینے میں تملیک شرط ہے۔
۱۰۹	اپنی اصل وفروع کو زکوٰۃ دینا ناجائز اگرچہ یہ اصلی و فرعی رشتے بذریعہ زنا ہوں۔	۱۱۰	محتاجوں کو اپنے دسترخوان پر بٹھا کر بطور اباحت کھانا کھلا دینے، میت کے کفن و دفن میں لگانے یا مسجد، کتواں، خانقاہ، مدرسہ، پل اور سرائے وغیرہ بنوانے سے زکوٰۃ دانہ ہوگی۔
		۱۱۲	مسافر اپنی حاجت سے زائد زکوٰۃ نہیں لے سکتا جبکہ فقیر حاجت سے زائد بھی لے سکتا ہے۔

۱۲۰	ضروری قاعدہ عظیم الفائدہ واجب الحفظ۔	۱۱۳	مسئلہ ساومہ: اگر سٹھ تولے دو ماشے طلائی زیور اور تین سو اکتالیس تولے نقرئی زیور پر زکوٰۃ کتنی ہوگی اور آئندہ ہر سال کے لیے دستور العمل کیا ہے۔
۱۲۳	شرح ضابطہ ثانیہ۔	۱۱۳	جو شخص سونے اور چاندی دونوں مالوں کا مالک ہو اس پر وجوب زکوٰۃ سے متعلق بعض ضوابط ضروریہ کا بیان۔
۱۲۳	ضابطہ اولیٰ کی چوبیس ^{۲۲} صورتیں۔	۱۱۳	مال جب بشرائط معلومہ نصاب کو پہنچے تو بنفسہم وجوب زکوٰۃ کا سبب اور ایراث حکم میں مستقل ہے۔
۱۲۴	عالم میں کوئی اختلاط زرو سیم ۳۷ صورتوں سے خارج نہیں ہو سکتا۔	۱۱۳	اگر سونا اور چاندی الگ الگ نصاب نہ بنتے ہوں اور ملانے سے نصاب بن جاتے ہوں دونوں کو بطور تقویم ملا کر نصاب بنالیا جائے گا۔
۱۲۵	صورت جزئیہ مسئول عنہا کا حکم۔	۱۱۴	سونے اور چاندی کو آپس میں ملانا صرف بغرض تکمیل نصاب ہوتا ہے۔
۱۲۶	مسئلہ سابعہ: صحیح تعداد زکوٰۃ نہ معلوم ہونے کی وجہ سے جو ہر سال مقدار واجب سے کم زکوٰۃ میں دیا گیا ہے وہ محسوب زکوٰۃ ہوا یا نہیں !	۱۱۵	ضم سیم و زر سے مقصود تخصیل واجب ہے نہ کہ تبدیل واجب۔
۱۲۶	ادائے زکوٰۃ میں نیت ضروری ہے مقدار واجب صحیح معلوم ہونا شرائط صحت سے نہیں۔	۱۱۵	ذہب و فضہ کے کامل نصابوں میں حکم ضم نہیں بلکہ دونوں پر جہد زکوٰۃ واجب ہوگی۔
۱۲۶	دین عبد انسان کے حوائج اصلیہ سے ہے۔	۱۱۵	دونوں نصابوں کا مالک اگر چاہتا ہے کہ ایک ہی زکوٰۃ میں دوں توقیت لگا کر دونوں کو ضم کر لینے میں مضائقہ نہیں مگر ایسی تقویم واجب ہے جس میں فقراء کا نفع زائد ہو۔
۱۲۶	دین عبد سے کیا مراد ہے !	۱۱۶	غیر نصاب کو نصاب سے تقویم کر کے ملائیں گے نہ کہ نصاب کو غیر نصاب سے۔
۱۲۶	دین عبد منہا کر کے اگر نصاب باقی رہتا ہے تو باقی پر زکوٰۃ واجب ہوگی اگر نصاب باقی نہیں رہتا تو زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔	۱۱۷	اختلاط زر و سیم تین حال میں منحصر ہے۔
۱۲۷	جس شخص کے پاس دو سو چالیس درہم چاندی ہے اس پر چھ ^۱ درہم شرعی زکوٰۃ واجب ہے ایسا شخص اگر ہر سال پانچ درہم دیتا گیا تو کیا حکم ہوگا !	۱۱۸	جدول اختلاط زر و سیم مع اشارہ احکام۔
۱۲۸	چند سال کی زکوٰۃ ادا نہ کی ہو تو ادائیگی کا طریقہ۔	۱۱۸	شرح ضابطہ اولیٰ۔
		۱۱۸	ضابطہ اولیٰ کی بارہ صورتیں اور ان سب کی مثالیں۔

۱۳۳	عورت کا مہر مانع زکوٰۃ نہیں۔	۱۲۹	زکوٰۃ کے نصاب۔
۱۳۳	عورتوں کو دئے ہوئے زیوروں کی زکوٰۃ شوہر پر ہے۔	۱۳۰	چند سال کی زکوٰۃ ادا کرنا۔
۱۳۳	کمال نصاب کے بعد اضافہ شدہ مال پر بھی زکوٰۃ ہے۔	۱۳۲	صاحب نصاب عورت کی زکوٰۃ عورت کے ذمہ ہے، جو زیورات عورت کو پہننے کے لیے دئے گئے ان کی زکوٰۃ شوہر پر ہے۔
۱۳۴	شادیوں میں خرچ کرنے کے لیے رکھے ہوئے روپوں پر زکوٰۃ ہے۔	۱۳۳	مال تجارت، نقد، مال قرض کی صورت میں ہو تو زکوٰۃ کیسے ادا ہو۔
۱۳۴	نابالغ پر زکوٰۃ نہیں۔	۱۳۳	بازار کا نرخ جہاں معتبر ہے !
۱۳۴	نوٹ اور روپوں کا حکم۔	۱۳۴	مرہون زیوروں کی زکوٰۃ نہ راہن پر نہ مرہن پر۔
۱۳۴	نصاب و خمس نصاب پر زکوٰۃ۔	۱۳۴	سونے چاندی اور روپے کے نصاب۔
۱۳۴	فی سیکڑہ ڈھائی روپیہ زکوٰۃ۔	۱۳۶	مختلف قسم کی زکوٰۃ سے متعلق سوال۔
۱۳۴	مال نصاب سے کم نہ ہو جائے زکوٰۃ تو ہر سال واجب ہوگی۔	۱۳۹	سونے چاندی میں سال تمام ہونے پر جو بھاء ہو اس کا اعتبار ہے۔
۱۳۵	نابالغ لڑکیوں کو ہبہ شدہ زیوروں کی زکوٰۃ نہ باپ پر نہ لڑکیوں پر۔	۱۳۹	فی سیکڑہ ڈھائی روپیہ زکوٰۃ ہے۔
۱۳۵	نابالغ لڑکیوں کے مملوکہ زیوروں پر زکوٰۃ نہیں، نہ مرہون زیوروں پر۔	۱۳۹	زکوٰۃ کن چیزوں پر ہے۔
۱۳۵	کتے روپیہ پر آدمی صاحب نصاب ہوگا۔	۱۳۹	بغیر اجازت دوسرے کی زکوٰۃ ادا نہ ہوگی چاہے باپ بیٹے کی یا بیٹا باپ کی ادا کرے۔
۱۳۵	سال تمام تک اضافہ شدہ مال زکوٰۃ میں شامل ہوگا۔	۱۳۹	زکوٰۃ میں سال تمام کا نرخ معتبر ہے۔
۱۳۵	امانت اور قرض کے روپے نصاب میں شمار ہوں گے۔	۱۴۰	حج کے لئے پس انداز مال پر زکوٰۃ قربانی اور صدقہ فطر واجب ہوں گے۔
۱۵۳	تین سال تک عورت کے پاس زیورات تھے اور زکوٰۃ ادا نہ کی.....	۱۴۰	چند سال کی زکوٰۃ باقی ہو تو ان کی زکوٰۃ معلوم کرنے کا قاعدہ۔
۱۵۳	نصاب سے کم مال نہ ہو جائے ہر سال زکوٰۃ واجب ہوگی۔	۱۴۱	بینک، ڈاک خانہ یا امانت میں روپیہ ہوں تو ان پر زکوٰۃ واجب ہے۔
		۱۴۲	ڈاک خانہ کے پرائمیری نوٹوں کا حکم۔

۱۶۲	دین کے اقسام اور احکام۔	۱۵۴	سونے، چاندی، روپیہ کا نصاب۔
۱۶۶	روپے قرض میں ہوں یا کسی نے غصب کر لیے ہوں ان کی زکوٰۃ۔	۱۵۵	مال تجارت پر ہر سال زکوٰۃ واجب ہوگی۔
۱۶۷	قرض کے روپیہ پر زکوٰۃ۔	۱۵۶	منافع کے جزء حصہ کی خیرات کرنے کی کسی نے منت مانی اور زائد خرچ کر دیا تو زائد زکوٰۃ میں شمار نہ ہوگا۔
۱۶۸	شومہ مقروض ہو تو اس کی عورت کو مقروض قرار نہیں دیا جائے گا۔	۱۵۶	مال تجارت کے اصل اور منافع دونوں پر زکوٰۃ ہے۔
۱۶۸	عورت صاحب نصاب ہو تو اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔	۱۵۶	زکوٰۃ میں قمری مہینوں کا اعتبار ہے انگریزی مہینوں کا نہیں۔
۱۶۸	عورت قرض ادا کرنے کے لیے شومہ کور وپیہ دے تو شومہ پر قرض ہوگا یا نہیں۔	۱۵۷	پیروز و فنڈ میں زکوٰۃ کا حکم۔
۱۶۹	عورت پر مہر کی زکوٰۃ کب ہے۔	۱۵۸	ظاہر اور پوشیدہ طور پر زکوٰۃ دینا۔
۱۷۱	رسالہ اعزالا کتتناہ فی رد صدقۃ مانع الزکوٰۃ (صاحب نصاب زکوٰۃ ادا نہ کرے اور دیگر صدقات و خیرات کرے یا ذمہ میں فرائض ہوں اور نوافل ادا کرے تو یہ مقبول نہیں)	۱۵۸	پورے سال تجارت پر زکوٰۃ ہوگی صرف منافع پر نہیں۔
۱۷۲	زکوٰۃ عظیم فروض دین و اہم ارکان اسلام سے ہے۔	۱۵۸	زکوٰۃ ادا کرنے کا وکیل اپنے مصرف میں روپیہ خرچ کر سکتا ہے یا نہیں۔
۱۷۲	قرآن مجید میں بتیس جگہ نماز کے ساتھ زکوٰۃ کا ذکر فرمایا گیا۔	۱۵۹	زکوٰۃ کے روپے تجارت میں نہیں لگ سکتے ہیں۔
۱۷۲	زکوٰۃ ادا کرنے سے مال بڑھتا ہے جیسے اجزائے فاسدہ زائدہ کے کاٹنے سے درخت بڑھتا ہے۔	۱۶۰	مسکونہ مکان ہزاروں روپیہ کا ہو یا کرایہ کے ہزاروں روپے آتے ہوں مگر ضرورت سے زائد نہ ہوں وہ زکوٰۃ لے سکتا ہے۔
۱۷۲	زکوٰۃ دینے سے مال میں برکت اور نہ دینے سے بربادی ہوتی ہے اس پر چار احادیث کا ذکر۔	۱۶۱	مکان اور اسباب خانہ داری پر زکوٰۃ نہیں۔
۱۷۲	پہلی حدیث: زکوٰۃ کا مال جس مال میں ملا ہوگا اسے تباہ و برباد کرے گا۔	۱۶۱	زکوٰۃ والے مال کا بیان، بہ نیت زکوٰۃ مقدار زکوٰۃ الگ کر دی جائے تو فقیر کو دینے وقت نیت کی ضرورت نہیں۔
۱۷۲	دوسری حدیث: خشکی اور تری میں جو مال تلف ہوتا ہے وہ زکوٰۃ نہ دینے کی وجہ سے ہوتا ہے۔	۱۶۱	فقیر کے پاس دی ہوئی رقم موجود ہو تو اس وقت بھی نیت کر لینا کافی ہوگا۔

۱۷۹	کوئی نفل قبول نہیں ہو تا جب تک فرض ادا نہ کر لیا جائے۔	۱۷۲	تیسری حدیث: جس نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کر دی اللہ تعالیٰ نے اس کے مال سے شر کو دور کر دیا۔
۱۷۹	سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتاب مستطاب فتوح الغیب شریف سے چند جگہ شکاف مثالیں۔	۱۷۳	چوتھی حدیث: زکوٰۃ دے کر اپنے مالوں کو مضبوط قلعوں میں کر لو اور خیرات سے اپنے بیماروں کا علاج کرو۔
۱۸۱	اسلام کے فرائض اربعہ نماز، زکوٰۃ، روزہ رمضان اور حج میں سے اگر تین ادا کرے اسے کچھ کام نہ دیں گے جب تک چاروں کو نہ بجالائے۔	۱۷۳	زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے اس گنوار کسان سے بھی گزر گئے جو زیادہ غلے کے حصول کے لیے تخم گندم کو زمین میں ڈال دیتا ہے۔
۱۸۱	زکوٰۃ نہ دینے والے شخص نے جو خیرات کی، مسجد بنوائی اور گاؤں وقف کیا، یہ سب امور صحیح و لازم تو ہو گئے مگر جب تک زکوٰۃ پوری پوری ادا نہ کرے ان پر اُمیدِ ثواب و قبول نہیں۔	۱۷۳	عدم ادائیگی زکوٰۃ کی آفات سے متعلق اٹھارہ (۱۸) حدیثیں۔
۱۸۱	دی ہوئی خیرات فقیر سے واپس نہیں لے سکتا۔	۱۷۸	زکوٰۃ نہ دینے کی جائزہ آفتوں کی کوئی تاب نہیں لاسکتا۔
۱۸۱	وقف بعد تمام لازم و حتیٰ ہو جاتا ہے اس کے ابطال کا ہرگز اختیار نہیں رہتا۔	۱۷۸	ضعیف البنیان انسان کی کیا جان زکوٰۃ نہ دینے کی آفتیں اگر پہاڑوں پر ڈالی جائیں تو خاک میں مل جائیں۔
۱۸۲	وقف میں میراث جاری نہیں ہوتی۔	۱۷۸	سب سے بڑا حق وہ شخص ہے جو اپنا مال جھوٹے سچے نام کی خیرات میں صرف کرے اور اللہ تعالیٰ کا قرض اپنی گردن پر رہنے دے۔
۱۸۲	دکھاوے کے لیے پڑھی ہوئی نماز صحیح تو ہو گئی، فرض اُتر گیا مگر قبول نہ ہو گئی نہ ثواب پائے گا بلکہ گنہگار ہو گا کیونکہ کسی فعل کا صحیح ہونا اور بات ہے اور مقبول ہونا اور بات۔	۱۷۸	شیطان کا یہ بڑا دھوکا ہے کہ آدمی کو نیکی کے پردے میں ہلاک کرتا ہے۔
۱۸۲	اللہ تعالیٰ کو بندے کی بھلائی اور عذاب شدید سے اس کی رہائی منظور ہے۔	۱۷۸	نفل بے فرض نہ دھوکے کی ٹٹی ہے اس کے قبول کی اُمید تو مفقود، اور اس کے ترک کا عذاب گردن پر موجود۔
۱۸۲	زکوٰۃ ادا کئے بغیر وقف، مسجد اور خیرات وغیرہ مقبول کرانے کی ایک نیک تدبیر۔	۱۷۸	فرض خاص سلطانی قرض ہے اور نفل گویا تحفہ و نذرانہ۔
۱۸۲	مدت دراز گزرنے کے باعث اگر زکوٰۃ کا تحقیقی حساب معلوم نہ ہو تو کیا کرنا چاہئے۔	۱۷۹	حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بوقت وفات سیدنا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وصیت۔

۱۸۹	ثبوت شفعہ کے بعد اس کے اسقاط کا حیلہ کرنا مکروہ ہے البتہ دفع ثبوت کے لیے حیلہ امام ابو یوسف کے نزدیک مکروہ نہیں۔	۱۸۳	اپنوں کو زکوٰۃ دینے سے دوگنا ثواب ہے، ایک صلہ رحمی اور ایک تصدق کا۔
۱۹۰	اسقاط زکوٰۃ کے حیلہ کے عدم جواز پر فتویٰ ہے یہی طرفین کا مذہب ہے۔	۱۸۳	اگر کوئی شخص پچھلے تمام سالوں کی واجب الادا زکوٰۃ دے تو خالی ہاتھ رہ جاتا ہے تو اس کے چھٹکارے کا حیلہ۔
۱۹۲	حیلہ اسقاط زکوٰۃ کے بارے میں امام ابو یوسف نے اپنے سابق قول سے رجوع فرمالیا۔	۱۸۳	سال تمام پر نوگرا زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے اور پیشگی ادائیگی کے لیے ماہ رمضان بہتر۔
۱۹۲	امام دین جب ایک قول سے رجوع فرمالے تو وہ اب اس کا قول نہ رہا، نہ اس سے اس پر طعن روا ہے۔	۱۸۴	زکوٰۃ میں قیمت کا اعتبار ہے شمن کا نہیں۔
۱۹۲	ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جواز متعہ کے قائل تھے پھر حرمت متعہ کی طرف رجوع فرمایا۔	۱۸۵	مصرف زکوٰۃ کے ہاتھ کوئی چیز بیچ کر کے زکوٰۃ ادا کرنے کی صورت۔
۱۹۲	زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے سود کی بعض صورتوں کے جواز کے قائل تھے پھر رجوع فرمایا۔	۱۸۵	قرض کی ایک صورت۔
۱۹۲	امام ابو یوسف کی طرف منسوب کردہ حکایت کسی سند مستند سے ثابت نہیں۔	۱۸۶	مال تجارت وغیرہ پر سال تمام پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔
۱۹۳	مجتہد کے اجتہاد میں کسی فعل کا جواز آنا اور بات ہے اور خود اس کا مرتکب ہونا اور بات ہے۔	۱۸۶	اعزہ کون لوگ ہیں۔
۱۹۳	اساطین دین الہی بارہا عوام کے لیے رخصت بتاتے ہیں اور خود عزیمت پر عمل کرتے ہیں۔	۱۸۷	۵ رسالہ رَاجِعُ التَّعَسُّفِ عَنِ الْاِمَامِ ابِي يُوسُفَ (حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی جانب ایک مسئلہ کو غلط منسوب کر دیا گیا ہے اس رسالہ میں اس کا جواب دیا گیا ہے۔
۱۹۳	امام اعظم ابو حنیفہ اور ان کے شاگرد کے شاگرد محمد بن مقاتل رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم بنیہ تمر کی حرمت کا فتویٰ نہیں دیتے مگر اس کے باوجود اس کو پیٹے بھی نہیں ہیں۔	۱۸۸	امام ابو یوسف کے بارے میں جو حکایت امام بخاری کے حوالے سے بیان کی جاتی ہے وہ بخاری شریف میں کہیں نہیں۔
۱۹۳	کیلزید پر لعن کرنا جائز ہے؟	۱۸۸	سال تمام ہونے سے پہلے اگر کوئی زکوٰۃ ادا کرے تو جائز و روا ہے۔

۱۹۶	حق یہ ہے کہ امام ابو یوسف کا قول اس لیے نہیں کہ لوگ زکوٰۃ سے بچیں بلکہ وہ وقت ضرورت و حاجت پر محمول ہے۔	۱۹۴	طاعنین امام ابو یوسف پر مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کی مناظرانہ گرفت۔
۱۹۷	حیلہ گناہ سے بچنے کے لیے جائز ہے نہ کہ گناہ میں پڑنے کے واسطے۔	۱۹۴	مجتہد اپنی خطا پر بھی ثواب پاتا ہے اگرچہ صواب کا ثواب دونا ہے۔
۱۹۷	حیل شرعیہ کا جواز قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔	۱۹۴	اپنے فرض سے معاندت قطعاً گناہ کبیرہ ہے۔
۱۹۷	حضرت ایوب علیہ السلام کی قسم پوری کرنے کا حیلہ۔	۱۹۴	سخت کبیرہ بلکہ اکبر الکبائر کی نسبت امام المسلمین کی طرف بے سند کر دینا کسی طرح جائز نہیں ہو سکتا۔
۱۹۷	ایک کمزور شخص پر حد لگانے کا حیلہ۔	۱۹۵	مجر و استتباب و استبعاد بے دلیل شرعی مسموع نہیں۔
۱۹۷	سود سے بچنے کا ایک حیلہ شرعیہ۔	۱۹۵	احکام زہد، احکام شرع پر حاکم نہیں۔
۱۹۹	بقول امام شافعی تمام فقہاء امام ابو حنیفہ کے بال بچے ہیں۔	۱۹۵	جس نماز میں قلتِ خشوع ہو اہل سلوک اس کو باطل، مہمل، فاسد اور مختل سمجھتے ہیں۔
۱۹۹	امام بخاری کا اپنے زمانے میں حفظ حدیث، نقد رجال اور تنقیح صحت و ضعف روایات میں پایہ رفیع ہے۔	۱۹۵	فقہاء کا اجماع ہے کہ خشوع نہ نماز کا رکن ہے، نہ فرض، نہ شرط۔
۱۹۹	کتب احادیث میں امام بخاری کی کتاب پیشک چیدہ و منتخب ہے۔	۱۹۵	کرنے اور کیا کرتے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔
۱۹۹	بخاری کی تعلیق، متابعات اور شواہد کو چھوڑ کر اصول مسانید پر نظر کیجئے تو گنجائش کلام ہے۔	۱۹۵	کَانَ یَفْعَلُ تکرار میں نص نہیں۔
۱۹۹	امام ابو حنیفہ کے فضائل۔	۱۹۵	واقعہ حال، محتمل صدا احتمال ہوتا ہے۔
۱۹۹	امام بخاری نے امام اعظم ابو حنیفہ کے شاگردوں کے شاگردوں سے علم حاصل کیا۔	۱۹۵	مجتہد اپنے اجتہاد پر ملام نہیں۔
۱۹۹	امام بخاری کو اللہ تعالیٰ نے خدمتِ الفاظ حدیث کے لیے بنایا تھا، خدمتِ معانی ائمہ مجتہدین خصوصاً امام ابو حنیفہ کا حصہ تھا۔	۱۹۵	امام زین الملیہ والدین کے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھنے کا واقعہ۔
۱۹۹	محدث و مجتہد کی نسبت عطار و طیب کی مثل ہے۔	۱۹۶	بعد وجوب زکوٰۃ منع کا حیلہ بالاجماع حرام قطعی یہاں کلام منع وجوب میں ہے۔

۲۰۲	دوسرے شہروں میں مال زکوٰۃ بھیجنے کی صورت۔	۲۰۰	عطاری کا مل اگر طیب حاذق کے مدارک عالیہ تک نہ پہنچے معذور ہے۔
۲۰۳	منی آرڈر وغیرہ کی فیس زکوٰۃ میں محسوب نہیں ہوگی۔	۲۰۰	امام بخاری نہ تابعین میں سے ہیں نہ تبع تابعین میں سے بلکہ امام اعظم کے پانچویں درجے میں جا کر شاگرد ہیں۔
۲۰۳	سالی کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں۔	۲۰۰	امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امام اعش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خراج تحسین۔
۲۰۳	عشر کا شکار پر ہوگا اور بٹائی میں زمیندار پر۔	۲۰۰	حضرت امام عامر شعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل۔
۲۰۳	دسویں بیسویں کی صورتیں۔	۲۰۱	ہمارے نزدیک امام بخاری کو امام ابو حنیفہ سے وہ نسبت ہے جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔
۲۰۳	غلے میں زکوٰۃ نہیں اس میں عشر ہے۔	۲۰۱	فرق مراتب بے شمار حق بدست حیدر کرار، مگر معاویہ بھی ہمارے سردار، طعن ان پر بھی کارفجار۔
۲۰۴	ہندوستان کی زمینیں عشری ہیں یا خراجی۔	۲۰۱	جو حمایت معاویہ میں حضرت علی کی اولیت و عظمت و اکملیت سے آنکھ پھیرے وہ ناصبی زیدی، اور جو محبت علی میں حضرت معاویہ کی صحابیت و خدمت بارگاہ رسالت کو بھلا دے وہ شیعی زیدی ہے۔
۲۰۴	مالگزاری عشر میں داخل نہیں۔	۲۰۱	یہی نسبت مذکورہ ہی ہمارے نزدیک امام ابن الجوزی کو حضور سیدنا غوث اعظم اور مولانا علی قاری کو شیخ اکبر سے ہے۔
۲۱۳	۵ رسالہ افصح البیان فی حکم مزارع ہندوستان (ہندوستان کی زمینوں کے تفصیلی احکام)۔	۲۰۱	امام بخاری، ابن جوزی اور ملا علی قاری کے اعتراضوں سے مذکورہ ہستیوں کی عظمت شان میں فرق نہیں پڑتا۔
۲۱۳	ہندوستان کے مسلمانوں کی زمینیں خراجی نہ سمجھی جائیں گی جب تک کسی خاص زمین کی نسبت خراجی ہونا دلیل شرعی سے ثابت نہ ہو بلکہ وہ عشری ہیں، یا نہ عشری نہ خراجی، اور دونوں صورتوں میں ان کا وظیفہ عشر ہے۔	۲۰۱	ان معترضین حضرات پر اعتراض نہیں کرنا چاہئے کیونکہ ان کے اعتراضوں کا منشاء نفسانیت نہ تھا بلکہ ایچ اکبر محبوبانِ خدا کے مدارک عالیہ تک عدم رسائی تھا۔
۲۱۴	عدم رؤیت، رؤیت عدم نہیں۔	۲۰۱	اعتراض باطل، معترض معذور اور معترض علیہم کی شان ارفع و اعلیٰ۔
۲۱۴	عدم نقل، نقل عدم نہیں۔	۲۰۲	حولان حول کے معنی۔

۲۲۸	وضع مقدم سے وضع تالی پر استدلال کیا جاتا ہے۔	۲۱۴	جوزمین نہ عشری ہو نہ خراجی اس میں عشر واجب ہوتا ہے۔
۲۲۸	وضع تالی سے وضع مقدم پر استدلال نہیں کیا جاتا۔	۲۱۶	عشر مالک زمین پر ہو گا یا مزارع پر؟
۲۳۰	جوزمین ذمی نے احیاء کی بالاتفاق خراجی ہے۔	۲۱۶	لفظ "ناخذ" اکد الفاظ فتویٰ سے ہے۔
۲۳۲	خراج، آب خراجی کے ساتھ خاص نہیں۔	۲۱۷	صحت مزارعت کے بارے میں فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے۔
۲۳۲	مسلمان نے گھر کو باغیچہ بنالیا یا مردہ زمین احیاء کی تو اگر عشری پانی سے سیراب کرے گا تو عشر، اور اگر خراجی پانی سے سیراب کرے گا تو خراج واجب ہو گا۔	۲۱۷	خرج مدفوع بالنص ہے۔
۲۳۴	خراج کے لیے سبب وجوب، ارض نامیہ ہے۔	۲۱۸	جس زمین کی نسبت خراجی ہو نا ثابت ہو جائے اس کا وظیفہ خراج ہے۔
۲۳۵	خراج کسے دیں؟	۲۱۸	خراج شرعی سے ماگزارای انگریزی کو کوئی تعلق نہیں۔
۲۳۷	خراج میں کیا دیں؟	۲۱۸	مطالبہ خراج مشروط بہ تسلط ہے۔
۲۳۷	خراج دو قسم ہے: (۱) خراج مقاسمہ، (۲) خراج مؤظف	۲۱۸	جن بلاد پر جتنے دن تسلط، شرعی سلطنت کا نہ رہا بعد از تسلط بھی ان ایام کے خراج کا مطالبہ نہیں کیا جاسکتا۔
۲۳۷	خراج کتنا دیں؟	۲۱۹	خراج کا مصرف کیا ہے؟
۲۳۹	جریب اور صاع کی مقدار کیا ہے؟	۲۲۱	جس شئی کا مصرف نہ رہے اس کا مطالبہ عبث ہے۔
۲۴۱	آم کی بہار کا عشر کس پر ہے؟	۲۲۲	مطالبہ سلطنت اور وجوب دیانت میں فرق ہے۔
۲۴۱	بہار کب پہنچی جائے؟	۲۲۲	بہت چیزوں کا مطالبہ سلطان کو نہیں پہنچتا مگر شرعاً واجب ہیں۔
۲۴۲	جانوروں کی زکوٰۃ۔	۲۲۳	تسلط و حمایت شرط مطالبہ سلطانی ہے نہ کہ شرط نفس وجوب۔
۲۴۶	مصارف زکوٰۃ کون لوگ ہیں؟	۲۲۳	مصرف خراج صرف لشکر اسلام نہیں بلکہ تمام مصالح عامہ مسلمین ہیں۔
۲۵۰	مقروض کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں۔	۲۲۶	یہاں موجبہ کلیہ یوں ہے کہ حیثما وجدت الحمایۃ وجبت الجبایۃ، نہ یوں کہ حیثما وجبت الجبایۃ وجدت الحمایۃ، تاکہ اس کا عکس نقیض اس طرح آتا کہ کمال توجہ الحمایۃ لم تجب الجبایۃ۔
۲۵۱	چند اقارب کا بیان جنہیں زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔	۲۲۶	عبارت عنایہ میں لفظ یختص موہم واقع ہوا ہے اور وہ زائد و خلاف مقصود ہے۔

۲۶۱	طلبہ زکوٰۃ لے سکتے ہیں۔	۲۵۱	طلبہ کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں۔
۲۶۲	زکوٰۃ تنخواہ میں صرف نہیں ہو سکتی۔	۲۵۱	جو بظاہر مصرف زکوٰۃ ہوا اسے بھی دے سکتے ہیں۔
۲۶۲	یتیم کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔	۲۵۱	لحاف بنوائے جائیں تو دھنائی سلائی کے مصارف زکوٰۃ میں شمار نہ ہوں گے۔
۲۶۲	یتیم وغیرہ کو کھانے کھلانے، کپڑے پہنانے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ کھانے کپڑے کی قیمت زکوٰۃ میں محسوب ہوگی، پکوانی وغیرہ کے مصارف محسوب نہ ہوں گے۔	۲۵۱	نیاز یا میلاد مال زکوٰۃ سے کیا جائے تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔
۲۶۲	یتیم خانہ کے لیے مکان خریدنا یا اس کے مقدمہ میں زکوٰۃ خرچ کرنا۔	۲۵۲	صدقہ فطر کی مقدار اور اس کے مصارف، کس پر اور کب ادا کرنا واجب ہے؟
۲۶۳	ضرورت پر حیلہ شرعی کرنا چاہئے، اپنے صرف میں لانے کے لیے نہیں، بچوں کے اخراجات کے روپوں سے عورت زکوٰۃ ادا نہیں کر سکتی۔	۲۵۳	اپنے عزیز مقروض کو زکوٰۃ دینے میں دو ناوثاب ہے۔
۲۶۳	عیدی وغیرہ کے نام سے زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔	۲۵۳	علم دین پڑھنے والے طلبہ کو زکوٰۃ دینا افضل ہے۔
۲۶۳	بہن مصرف زکوٰۃ ہے بیٹی نہیں۔	۲۵۳	گدا گروں کو زکوٰۃ دینا۔
۲۶۵	باپ کو زکوٰۃ دینے کی صورت۔	۲۵۴	زکوٰۃ کے روپے طلبہ میں صرف کرنے کی صورتیں۔
۲۶۶	زکوٰۃ اور صدقہ فطرہ کے مصارف واحد ہیں۔	۲۵۴	تنخواہ یا تعمیر مدرسہ میں زکوٰۃ کے روپے صرف نہیں ہو سکتے، ان کاموں میں صرف کرنے کی صورتیں۔
۲۶۶	مال کی کفالت لڑکے پر اور بہن کی کفالت بھائی پر۔	۲۵۵	مال زکوٰۃ سے کتاب وغیرہ خرید کر وقف نہیں کر سکتے، ان میں صرف کرنے کی صورت۔
۲۶۷	مسجد میں زکوٰۃ خرچ کرنے کی صورت۔	۲۵۶	مسجد کے لیے دریاں خریدنے یا دینی کتاب طبع کرانے میں زکوٰۃ خرچ کرنے کی صورت۔
۲۶۷	حیلہ شرعی کے طریقے اور شرط۔	۲۵۷	چندہ کے روپے مخلوط کرنے میں کب ضمان ہے؟
۲۶۷	سادات کرام پر مال زکوٰۃ حرام ہے، زکوٰۃ سے ان کی مدد کرنے کی صورت۔	۲۵۸	دفاعی فنڈ میں زکوٰۃ دینا۔
۲۶۹	مدارس دینیہ میں زکوٰۃ خرچ کرنے کی صورت۔	۲۶۰	جنگ یا فساد زدہ مقامات کو زکوٰۃ بھیجنے کا طریقہ۔
۲۶۹	زکوٰۃ ہار کن تملیک فقیر ہے۔	۲۶۰	چندہ کی رقوم باذن مالک مخلوط کی جاسکتی ہیں۔
		۲۶۱	غنی صدقہ لے تو اس کا حکم۔

۲۴۱	۵ رسالہ الزهر الباسم فی حرمة الزکوٰۃ علی بنی ہاشم (بنی ہاشم پر زکوٰۃ اور صدقات واجبہ حرام ہیں)	۲۴۱	صعید طیب کی عدم موجودگی میں یتیم بھی ساقط ہو جاتا ہے۔
۲۴۱	کیا خمس الخمس کے سقوط کی وجہ سے بنی ہاشم کو زکوٰۃ و صدقہ واجبہ لینا جائز ہے۔	۲۴۱	تحریم صدقہ و تقریر سہم دونوں بنی ہاشم کے لیے مستقل کرامتیں ہیں۔
۲۴۲	صدقات واجبہ نہ بنی ہاشم کو دینا جائز، نہ انہیں لینا جائز۔	۲۴۲	خمس الخمس بنی ہاشم کے لیے عوض صدقات کس معنی میں ہے ؟
۲۴۲	بنی ہاشم کے لئے تحریم صدقات سے متعلق متواتر حدیثیں آئی ہیں۔	۲۴۵	معاوضت عرفیہ اور معاوضت مصطلحہ میں فرق۔
۲۴۲	علت تحریم صدقات برائے بنی ہاشم ان کی عزت و کرامت ہے۔	۲۴۵	خمس الخمس اور صدقات میں معاوضت مصطلحہ کا ہونا محل کلام ہے۔ (حاشیہ)
۲۴۲	زکوٰۃ مال کا میل ہے جس کا مال مستعمل کی طرح ہے۔	۲۴۵	خمس الخمس اور صدقات واجبہ میں انفصال حقیقی نہیں بلکہ منع الجمع ہے۔
۲۴۲	احادیث صحیحہ سے علت مذکورہ کی تصریح۔	۲۴۵	منفصلہ حقیقیہ کو منع خلوا لازم ہوتا ہے۔
۲۴۳	تقریر خمس الخمس، تحریم صدقات پر مبتنی ہے نہ کہ تحریم صدقات تقریر خمس الخمس پر۔	۲۴۵	بنی ہاشم کے لیے زکوٰۃ کا عدم جواز ظاہر الروایۃ ہے۔
۲۴۳	سقوط عوض سے رجوع معوض وہیں ہے جہاں زوال معوض، حصول عوض پر موقوف ہو۔	۲۴۶	جو کچھ ظاہر الروایۃ کے خلاف ہو وہ ہمارے ائمہ کا قول نہیں۔
۲۴۳	مشتری نے ثمن بائع کو دے دئے اور بیع بائع کے پاس ہی ہلاک ہو گیا تو مشتری ثمن کے لئے رجوع کرے گا۔	۲۴۶	قول مرجوع عنہ پر عمل ناجائز ہے۔
۲۴۴	زوال معوض اگر معوض کے علاوہ کسی اور علت سے معلل ہو تو جب تک وہ علت باقی رہے گی زوال معوض پیشک رہے گا۔	۲۴۷	امام طحاوی کی طرف روایت شاذہ کو اختیار کرنے کی نسبت مسلم نہیں۔
۲۴۴	مریض سے بعلت ضرر فریضت وضوء ساقط ہو جاتا ہے اور اس کے عوض اس پر یتیم لازم ہوتا ہے۔	۲۴۷	امام طحاوی کے کچھ اختیارات مفردہ ہیں کہ بترک مذہب ان پر عمل کے کوئی معنی نہیں۔
		۲۴۷	امام طحاوی کی جلالت شان مسلم مگر عظمت قاہرہ اصل مذہب چیزے دیگر است۔

۲۹۵	شرعی گز کی مقدار۔	۲۷۷	مصنف کی تحقیق کہ امام طحاوی کے نزدیک بھی ظاہر الروایۃ ہی مختار ہے اور وہ قطعاً ظاہر الروایۃ کو ہی "بہ نأخذ" فرما رہے ہیں۔
۲۹۶	نابالغ بچوں کا فطرہ باپ کے ذمہ ہے۔	۲۷۷	متعدد کتابوں میں امام طحاوی کی طرف خلاف ظاہر الروایۃ یعنی اختیار جواز کی نسبت غلط فہمی سے کی گئی ہے۔
۲۹۶	عورت کا فطرہ نہ باپ پر نہ شوہر پر۔	۲۸۱	امام طحاوی کے اپنے کلام کے محاذی ظاہرہ اور مطاوی باہرہ سے استدلال کی سترہ ۱۰ وجوہ کہ امام طحاوی کے نزدیک روایت تحریم مختار ہے نہ کہ روایت جواز۔
۲۹۶	مہمان کا فطرہ میزبان پر نہیں۔	۲۸۱	سباق کلام سے چھ قرینے۔
۲۹۶	فطرہ میں چاول دیا جائے تو قیمت کا اعتبار ہوگا وزن کا نہیں۔	۲۸۱	سیاق کلام سے چھ قرینے۔
۲۹۶	انگریزی روپے سے صاع کا تعین۔	۲۸۲	نفس عبارت سے قرآن و شواہد۔
۲۹۷	فطرہ کی احتیاطی مقدار۔	۲۸۸	بنی ہاشم کے لیے زکوٰۃ کی حرمت کا ثبوت احادیثِ کریمہ سے۔
۲۹۸	صاع کے وزن کی تحقیق۔	۲۹۰	کافر، مشرک، وہابی، رافضی، قادیانی وغیرہ کو زکوٰۃ دینا حرام ہے۔
۳۰۲	صاع میں سیر کا اعتبار نہیں۔	۲۹۰	صدقات واجبہ غنی کے لیے حرام اور صدقات نافلہ جائز۔
۳۰۲	انگریزی روپے سے صاع کا تعین۔	۲۹۰	سمرنا فنڈ میں زکوٰۃ یا قربانی کی قیمت دینا۔
۳۰۲	مسجدوں میں چندہ کرنا۔	۲۹۱	صدقہ فطر کا بیان۔
۳۰۳	ضرورت شرعیہ کے بغیر سوال کرنا حرام ہے۔	۲۹۱	امام کو زکوٰۃ، چرم قربانی یا تیل کے پیسے لینا،
۳۰۳	عام گداگروں کو دینا کیسا ہے؟	۲۹۲	صدقہ فطر میں چار چیزوں میں صاع کا اعتبار ہے باقی میں قیمت کا۔
۳۰۳	بے سوال کوئی دے تو لینے میں حرج نہیں۔	۲۹۳	نابالغ بچوں کا فطرہ باپ کے ذمہ
۳۰۴	سوال کرنے کی ایک صورت۔	۲۹۳	عورت کا فطرہ شوہر کے ذمہ نہیں۔
۳۰۵	حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام ہونے والے سالانہ فاتحہ کے پیسے محتاج کو دینا۔	۲۹۳	بالغ کی جانب سے باپ یا شوہر کا فطرہ عورت ادا کرے تو اذن کی ضرورت ہے۔
۳۰۷	گداگروں کو دینا، بھیک مانگنے کی مذمت۔	۲۹۴	صدقہ فطر اور زکوٰۃ کے نصاب میں فرق۔
۳۰۸	میلاد شریف کی شیرینی کا حکم۔	۲۹۵	صدقہ فطر کی مقدار۔
		۲۹۵	انگریزی روپوں سے صاع کا تعین۔

۳۵۱	رمضان شریف میں قرآن پاک کی تلاوت کی فضیلت۔	۳۱۱	کوئی کل آمدنی بچوں پر خرچ کرے، اور دوسرا بچوں پر خرچ اور خیرات بھی کرے ان میں کون افضل ہے؟
	بَابُ رُؤْيَةِ الْهَلَالِ	۳۲۷	فاتحہ کے روپے جنگی فنڈ میں دینے کی ایک صورت۔
۳۵۲	رؤیہ ہلال میں تاریکی خبر معتبر نہیں اور نہ اس کی خبر پر افطار جائز۔	۳۲۷	زکوٰۃ سے زمین خرید کر وقف کرنا۔
۳۵۹	o رسالہ ازکی الالہلال بابطل ماحدث الناس فی امر الالہلال (رؤیت ہلال میں تاریکی خبر معتبر نہیں)	۳۲۸	حدیث تَصَدَّقُوا عَلٰی الْاَدْيَانِ کُلِّهَا سے کفار حربی کو صدقہ دینے پر استدلال کا جواب۔
۳۶۰	تحقیق ہلال سے متعلق ایک تراشیدہ طریقہ کا پانچ تنبیہات پر مشتمل رد۔		کتاب الصوم
۳۶۰	تمبیہ اول: شریعت مطہرہ نے دربارہ ہلال دوسرے شہر کی خبر کو شہادت کافیہ یا تواتر شرعی پر بناء فرمایا اور ان میں کافی و شرعی ہونے کے لئے بہت قیود و شرائط لگائیں۔	۳۳۱	حرام چیزوں سے سحری اور افطار کرنا۔
۳۶۰	تار نہ تو کوئی شہادت شرعیہ ہے نہ خبر متواتر۔	۳۳۲	تراویح پڑھانے کے سبب حافظ سے روزہ ساقط نہیں ہوگا۔
۳۶۱	تمبیہ دوم: تاریکی حالت خط سے زیادہ ردی و سقیم ہے۔	۳۳۵	نابالغ حافظ نوافل میں قرآن پاک پڑھنے کے سبب روزہ نہ رکھ سکے۔
۳۶۱	امور شرعیہ میں خطوط و مراسلت کا اعتبار نہیں تو تار کا کیسے ہو سکتا ہے۔	۳۳۷	رمضان کو رؤیت کی خبر ملنے پر روزہ توڑ دیا گیا اور پھر خبر کی تکذیب ہو گئی۔
۳۶۱	خطوط کے غیر معتبر ہونے پر ائمہ دین کی عبارات۔	۳۳۷	سفر میں روزہ رکھنا۔
۳۶۳	تمبیہ سوم: اگر اصل خبر میں کوئی خلل شرعی نہ بھی ہو تو تار میں آکر کئی وجوہ سے اس کا دامن اعتبار یکسر تار تار ہو جاتا ہے۔	۳۳۹	مختلف موسموں میں رمضان شریف آنے کا سبب۔
۳۶۴	تمبیہ چہارم: علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ دوسرے شہر سے بذریعہ خط خبر شہادت دینا صرف قاضی شرع سے خاص جسے سلطان نے فصل مقدمات پر والی مقرر فرمایا ہو یہاں تک کہ حکم کا خط مقبول نہیں۔	۳۵۰	یوم الشک سے متعلق دو مسائل۔
۳۶۴	جو حکم خلاف قیاس مانا جاتا ہے وہ مورد سے آگے تجاوز نہیں کر سکتا۔	۳۵۱	پانچ دنوں میں روزہ کیوں ممنوع ہے؟

۳۶۵	جب مقبول الکتاب کا تارنا چیز ہے تو مردود الکتاب کا تار کیا چیز ہے؟	۳۶۵	ہلالِ رمضان کے بارے میں اکیلے شخص کی گواہی کب قول ہوگی؟
۳۶۵	تمہیہ پنجم: قاضی شرع کا نامہ بھی صرف اسی وقت مقبول ہے جب دومرد ثقہ یا ایک مرد دو عورتیں عادل دارالقضاء سے یہاں آکر شہادت شرعیہ دیں کہ یہ خط بالیقین اسی قاضی کا ہے اس نے ہمارے سامنے لکھا ہے ورنہ ہرگز قبول نہیں۔	۳۶۵	عقل جتنے شخصوں کا غلط خبر پر اتفاق محال جانے تو ایسی خبر مسلم و کافر سب کی مقبول ہے۔
۳۶۷	تار، ٹیلیفون، خط، جتڑی وغیرہ کے غیر معتبر ہونے کے بیان میں۔	۳۶۷	طریق دوم: شہادۃ علی الشادۃ یعنی گواہوں نے چاند خود نہ بدیکھا بلکہ دیکھنے والوں نے ان کے سامنے گواہی دی اور اپنی گواہی پر انہیں گواہ کیا۔
۳۷۲	عید کی نماز سے متعلق متعدد مسائل۔	۳۷۲	شہادۃ علی الشہادۃ کا طریقہ۔
۳۸۳	رویت ہلال میں پیشگوئی معتبر نہیں۔	۳۸۳	گواہ فرع کو چاہئے کہ گواہ اصل اور اس کے باپ اور دادا سب کا نام دے ذکر کرے یہاں تک کہ اگر اسے چھوڑ دے گا تو حاکم اس کی گواہی کو رد کر سکتا ہے۔ (حاشیہ)
۳۸۸	عید کا چاند ۳۰ رمضان کو دن میں نظر آئے۔	۳۸۸	طریق سوم: شہادۃ علی القضاء یعنی قاضی شرع کے فیصلہ پر گواہی دینا۔
۳۹۰	رویت ہلال میں اخبار کی خبریں اور خطوط معتبر نہیں۔	۳۹۰	شہادۃ علی القضاء کا طریقہ۔
۳۹۳	اختلاف مطالع سے متعلق دو مسائل۔	۳۹۳	طریق چہارم: کتاب القاضی الی القاضی یعنی ایک قاضی شرع کا دوسرے قاضی شرع کے نام خط لکھنا۔
۴۰۳	رویت ثابت ہونے پر روزہ رکھنا فرض ہوگا جہاں بھی رویت ہو۔	۴۰۳	کتاب القاضی الی القاضی کا طریقہ اور اس کے شرائط۔
۴۰۵	۵ رسالہ طرق اثباتِ ہلال (اثباتِ ہلال کے سات شرعی طریقوں کا بیان اور سات اختراعی طریقوں کا رد)۔	۴۰۵	طریق پنجم: استفاضہ
۴۰۵	ثبوتِ رویت ہلال کے لیے شرع میں سات طریقے ہیں۔	۴۰۵	استفاضہ کی صورت اور اس کے شرائط۔
۴۰۶	طریق اول: خود شہادتِ رویت یعنی چاند دیکھنے والے کی گواہی۔	۴۰۶	اثباتِ احکام میں تواتر بھی قائم مقام شہادت بلکہ اس سے اقویٰ ہے۔
			جو شہادت تواتر کے خلاف ہو وہ رد کر دی جاتی ہے۔

۴۴۱	فلاں شہر والوں نے چاند دیکھا، ایسی گواہی معتبر نہیں۔	۴۱۷	نفی پر تو اثر مقبول ہے اور شہادت نامسموع۔
۴۴۲	یوم صومکم یوم نحرکم کے معنی۔	۴۱۹	طریق ششم: اکمال عدت یعنی جب ایک مہینہ کے تیس دن پورے ہو جائیں تو ماہ متصل کا ہلال آپ ہی ثابت ہو جائے گا اگرچہ اس کے لیے رویت شہادت اور حکم استفاضہ وغیرہ کچھ نہ ہو۔
۴۴۲	قاضی کے حکم میں علماء ہیں یا نہیں۔	۴۲۰	طریق ہفتم: توپوں کی آواز حوالی شہر کے دیہات والوں کے لیے دلائل ثبوت ہلال سے ہے۔
۴۴۳	عید الاضحیٰ کی رویت سے متعلق سوال۔	۴۲۰	اسلامی شہر میں منادی پر عمل کب ہوگا؟
۴۴۴	چاند ٹرے ہونے کا اعتبار نہیں، یونہی جنتری اور موقتین کا۔	۴۲۱	تنبیہ: دربارہ ہلال غیر رمضان و شوال۔
۴۴۶	فاسق کی شہادت معتبر نہیں۔	۴۲۲	ثبوت ہلال کے غلط طریقے جو جہاں میں زیادہ رائج ہیں وہ سات ہیں۔
۴۴۷	اختلاف مطالع معتبر نہیں۔	۴۲۵	یکم: حکایت رویت
۴۴۹	رسالہ البدو والاجلة فی امور الاہلۃ (رویت ہلال کے تفصیلی احکام)	۴۲۵	دوم: افواہ
۴۴۹	فصل اول: رویت ہلال کے حکم اور اس کے متعلق مسائل و فوائد میں پندرہ ہلال پر مشتمل۔	۴۲۶	سوم: خطوط و اخبار
۴۵۰	فرض کفایہ کسے کہتے ہیں۔	۴۲۷	چہارم: تار جو کہ خط سے بھی زیادہ بے اعتبار ہے۔
۴۵۰	اگر چاند ہو گیا اور نہ دیکھا تو نادانستہ عید کے دن روزہ حرام میں مبتلا ہوں گے۔	۴۲۸	پنجم: جنتریوں کا بیان
۴۵۰	۲۹ ذی القعدہ کو ہلال ذی الحجہ کی تلاش ضروری ہے۔	۴۲۸	ششم: قیاسات و قرآن
۴۵۱	موصل الی الفرض فرض، اور موصل الی الواجب واجب ہوتا ہے۔	۴۲۹	ہفتم: کچھ استقرائی اور کچھ اختراعی قاعدے
۴۵۲	تنبیہ: لوگ تین قسم ہیں۔ (۱) عادل (۲) مستور (۳) فاسق	۴۲۹	رویت ہلال سے متعلق دو مسائل
۴۵۲	عادل، مستور اور فاسق کی تعریفات۔	۴۳۲	استفاضہ کی تعریف۔
۴۵۲	صغیرہ اصرار سے کبیرہ ہو جاتا ہے۔	۴۳۶	ابروغبار میں ایک شخص چاند دیکھے۔
۴۵۳	جہاں ریاست اسلامی ہے ان بلاد میں جو عالم دین سنی المذہب سب سے زیادہ علم فقہ رکھتا ہو وہ حکم شرع سردار مسلمانان ہے۔	۴۳۷	شعبان کے چاند میں اختلاف ہو اور رمضان اور عید میں ۲۹ کو اگر ہو تو کیا حکم ہے؟

۴۶۹	عادت اکثری یوں ہے کہ تیسری شب کا چاند غروب نہیں ہوتا جب تک عشاء کا وقت نہ آجائے۔	۴۵۵	تمہیہ: آج کل اسلامی ریاستوں میں بھی قضاۃ و حکام اکثر بے علم ہوتے ہیں تو عالم دین ان پر بھی مقدم اور وقت اختلاف فتوائے عالم پر ہی عمل واجب ہے۔
۴۷۱	تمہیہ: خط بعض صورتوں میں مقبول ہوتا ہے، کتاب القاضی الی القاضی، یعنی حاکم شرع حاکم شرع کو خط لکھے تو بشرائط کثیرہ حجت ملزمہ ہے۔	۴۵۵	امام الحرمین ابوالمعالی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے کی ایک حکایت۔
۴۷۱	بازاری افواہ اصلاً کوئی چیز نہیں۔	۴۵۵	تمہیہ: علم دین فقہ و حدیث ہے۔
۴۷۷	یقیناً دو قسم کا ہوتا ہے (۱۱) شرعی (۲۲) عرفی۔	۴۵۵	جہل مرکب، جہل بسیط سے بڑا درجہ بدتر ہے۔
۴۷۷	مدرک عرفی و شرعی میں فرق نہ کرنا صریح خطا ہے۔	۴۵۷	جس شام احتمال ہلال ہو جب تک حکم حاکم شرعی یا فتوائے عالم دین نہ ہو ہر گز ہرگز کسی وجہ سے بندوقیں یا آواز کی آتشبازی اپنے دنیوی کاموں کے لیے بھی نہ کریں۔
۴۷۸	حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادِ عالی "شہران لاینقصان" کا کیا مطلب ہے؟	۴۵۸	بغیر علم کے فتویٰ دینے والے بحکم حدیث ضال و مضل ہیں۔
	مفسدات صوم	۴۵۹	رویت ہلال کی دعائیں۔
۴۸۱	عورت شرمگاہ میں دوایا پتی ڈالے یا تلاعب سے مرد کو منی نکلے۔	۴۶۱	فصل دوم: ان امور میں جن کا دوبارہ تحقیق ہلال کچھ اعتبار نہیں، یہ بیس قمر پر مشتمل ہے۔
۴۸۵	صبح تک پان کا بیڑا منہ میں پڑا رہے۔	۴۶۱	اہل بیت کون لوگ ہیں؟
۴۸۵	پانی سے استنجا کرنے میں ریاخ خارج ہو۔	۴۶۱	صحیح مذہب میں اہل بیت کا اعتبار نہیں اگرچہ وہ ثقہ عادل ہوں۔
۴۸۶	روزہ کی حالت میں پان کھانا، تمباکو پینا، نسوار لینا۔	۴۶۳	تمہیہ: اس مسئلہ کے یہ معنی ہیں جو بات وہ بطور ہیأت کہیں قبول نہیں ورنہ اگر شہادت رویت ادا کریں تو مثل اور لوگوں کے ہیں جن شرائط سے اوروں کی گواہی سنی جاتی ہے ان کی بھی گواہی قبول ہوگی۔
۴۸۶	کھٹی دکار سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔	۴۶۸	بطور علم ہیأت بھی ثابت ہے کہ ۲۹ کا چاند بعض ۳۰ کے چاندوں سے بڑا ہو نا ممکن ہے۔
		۴۶۹	ازروئے ہیأت ثابت ہے کہ کبھی انتیس کا ہلال تیس کے بعض ہلالوں سے اونچا اور دیر پا ہونا متصور ہے۔

روزے کے نواقض۔	۴۸۶	تحقیق شے بے حقیقت شئی محال عقلی ہے۔	۴۹۴
فصد اور پچکاری کا حکم؟	۴۸۷	خارج سے جوفِ صائم میں داخل ہونے والی مختلف اشیاء کے احکام۔	۴۹۴
o رسالہ الاعلام بحال البخور فی الصیام (اگر بتی، لوبان وغیرہ کا دھواں منہ یا ناک میں کس طرح جانے سے روزہ ٹوٹتا ہے)	۴۸۹	تکلیف بالمحال اور تکلیف مالا یطاق باطل ہے۔	۴۹۵
دُھواں یا غبار حلق یا دماغ میں بلا قصد چلا جائے تو روزہ نہ جائے گا اگرچہ روزہ دار ہونا یاد ہو۔	۴۹۰	بقیہ شئی مع انتفاء حقیقت اور اجماع ذات و منافی ذات باطل ہیں۔	۴۹۵
صائم اگر دُھواں یا غبار اپنے حلق یا دماغ میں عمدًا، بے حالتِ نسیان صوم داخل کرے گا تو روزہ فاسد ہوگا۔	۴۹۲	بیمار قریب الموت نے مجبوراً دوائی پی تو روزہ ٹوٹ گیا۔	۴۹۵
مسئلہ غبار و دخان میں دخول بلا قصد اور ادخال بالقصد پر مدارِ کار ہے، اول غیر مفسد اور ثانی مفسد ہے۔	۴۹۳	کسی نے قتل کی دھمکی دے کر روزہ دار کو کچھ کھلادیا تو روزہ جاتا رہا۔	۴۹۵
حقیقتِ صوم، مفطراتِ شرعیہ سے امساک میں محصور ہے۔	۴۹۴	مخمضہ والے مفطر نے مجبوراً کچھ کھایا یا تو روزہ ٹوٹ گیا اگرچہ گنہگار نہ ہوگا۔	۴۹۵
تکالیفِ شرعیہ قدرِ وسع پر مقصور ہیں۔	۴۹۴	سوتے ہوئے حلق میں مفطر چلا جائے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔	۴۹۵
اشقائے حقیقت کو انتفائے شئی قطعاً لازم ہے۔	۴۹۴	کلی کرنے کے بعد جو تری منہ میں رہتی ہے مفطر نہیں۔	۴۹۷
حقیقتِ نکاح ایجاب و قبول ہے۔	۴۹۴	نکتہ دقیقہ	۴۹۷
کوئی عورت مجر دایجاب سے بغیر قبول کے کسی کی زوجہ نہیں بن سکتی۔	۴۹۴	سببِ مفضی الی الشئی دو قسم ہے، ایک مفضی کلیہ اور دوسرا مفضی نادراً۔	۴۹۷
حقیقتِ زکوٰۃ تمسکِ فقیر ہے۔	۴۹۴	کان میں پانی کا بالقصد ادخال، اصحُّ الاقوال پر مفسد صوم ہے۔	۴۹۸
زمانِ برکت نشانِ سیدنا مسیح کلمۃ اللہ صلوات اللہ وسلامہ علیہ میں زکوٰۃ کا کوئی مصرف نہ ملے گا۔	۴۹۴	نہاتے یا دریا میں داخل ہوتے ہوئے پانی اگر کان میں چلا جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔	۴۹۸
ارکانِ ساخطہ بضرورت، حقیقۃً ارکانِ سعت ہوتے ہیں نہ کہ ارکانِ اصل حقیقت۔	۴۹۴	نان پز اگر گرمی کے دنوں میں سارا دن کھانا پکائے تو ضعف کی وجہ سے روزہ میں خلل آتا ہے تو آدھا دن پکائے۔	۵۰۰

کنیز کو پکانے وغیرہ کی وجہ سے ایسا ضعف لاحق ہوا کہ مجبوراً روزہ توڑنا پڑا تو قضا کرے۔	۵۰۰	باب الغدیہ	
غلام و کنیز کن احکام میں اطاعت مولیٰ نہ کریں۔	۵۰۰	شیخ فانی کے لیے فدیہ ہے۔	۵۲۱
کون سے روزہ دار کو کن شرائط کے تحت سالن وغیرہ میں نمک چکھنے کی اجازت ہے۔	۵۰۱	o رسالہ تفاسیر الاحکام لغدیۃ الصلوۃ والصیام (نماز اور روزے کے فدیہ کی مقدار کا بیان)	۵۲۳
روزہ دار، بچے کو کوئی چیز چبا کر کب دے سکتا ہے؟	۵۰۱	نماز و روزہ کے فدیہ سے متعلق بارہ سوالات۔	۵۲۳
دھواں جب حلق میں جاتا ہے تو اس کی تکلیف محسوس ہوتی ہے اور طبیعت کی دافعہ فوراً دفع کرتی ہے اور جب دماغ میں جاتا ہے تو اس کی سوزش معلوم ہوتی ہے جو دماغ کو اذیت دیتی ہے۔	۵۰۳	وزن بلاد میں مختلف ہوتے ہیں۔	۵۲۵
پانی میں غوطہ لگانا، سرمہ لگانا، خوشبو سونگھنا، سریا بدن میں تیل لگانا، مسواک کرنا، منجن لگانا۔	۵۱۰	ایک نماز اور ایک روزہ کا فدیہ یا کفارہ کی مقدار کیا ہے؟	۵۲۵
باب القضاء والكفارة		صاع دو سو ستر ^{۲۷۰} تولے ۲۷ اور نیم صاع ایک سو پینتیس ^{۱۳۵} تولے ہے۔	۵۲۵
روزہ یا نماز کے کفارے میں قرآن دینا۔	۵۱۳	تولہ میں بارہ ماشے، اور ماشہ میں آٹھ رتی، اور رتی میں آٹھ چاول ہوتے ہیں۔	۵۲۵
سحری کھانے میں صبح ہونے کا علم نہ ہو۔	۵۱۶	انگریزی روپیہ سوا گیارہ ماشے کا ہے۔	۵۲۵
مرض کی وجہ سے روزہ توڑنے میں قضا ہے۔	۵۱۷	مشقال کا وزن پچیس ^{۲۵} رتی اور رتی کا پانچواں حصہ ہے۔	۵۲۵
۲۹ کے چاند ثابت ہونے پر ایک روزہ کی قضا واجب ہوگی۔	۵۱۸	سات مشقال دس درہم کے برابر ہوتے ہیں۔	۵۲۵
صبح ہونے کے بعد سحری کھائی، شبہ ہو جائے کہ جماع صبح صادق سے قبل ہوا یا بعد، بلا عذر شرعی روزہ توڑنا۔	۵۱۹	ہمارے نزدیک صاع عراقی معتبر ہے جو آٹھ رطل کا ہوتا ہے۔	۵۲۶
مریض روزہ رکھے یا نہیں۔	۵۲۰	ایک رطل بیس ^{۲۰} استار، ایک استار ساڑھے چار مشقال، ایک مشقال بیس ^{۲۰} قیراط، اور ایک قیراط (۱-۳/۵) رتی کا ہوتا ہے۔	۵۲۶
مرد کے عوض عورت روزہ نہیں رکھ سکتی۔	۵۲۰	دو سو درہم نصاب چاندی کے ساڑھے باون بیس مشقال نصاب سونے کے ساڑھے سات تولے ہوتے ہیں۔	۵۲۶

۵۳۴	قاعدہ شرعیہ ہے کہ ادائے کامل بہ کامل نہ کہ ادائے کامل بہ ناقص۔	۵۲۶	بریلی، لکھنؤ، دہلی اور رامپور میں رائج سیروں کے وزن میں فرق۔
۵۳۴	اوقاتِ ثلاثہ مکروہہ میں کوئی نماز جائز نہیں سوائے اسی دن کی عصر کے۔	۵۲۶	مذکورہ شہروں میں صاع کا وزن مختلف ہے۔
۵۳۴	جو جنازہ اوقاتِ مکروہہ ثلاثہ میں لایا گیا اس کی نماز ان اوقات میں جائز ہے۔	۵۲۶	فدیہ میں گندم اور جو کے علاوہ کوئی اور غلہ دیا جائے تو اس میں وزن کا لحاظ نہ ہوگا، بلکہ گندم و جو کی قیمت کا لحاظ ہوگا۔
۵۳۵	قضا نماز عموماً کامل ہیں لہذا اوقاتِ ثلاثہ میں ناجائز ہیں۔	۵۲۷	سوال پنجم کی چاروں صورتیں جائز ہیں یعنی دس روزوں کا فدیہ ایک ہی دن بیک وقت ایک شخص یا دس شخصوں یا دس دنوں میں ایک شخص یا دس شخصوں کو دینا۔
۵۳۵	جو مال کسی پر دین ہے جب تک وصول نہ ہو مالِ کامل نہیں ناقص ہے۔	۵۲۷	سوال چہارم کی تمام صورتیں جائز یعنی فدیہ بیک وقت بھی دے سکتا ہے اور متفرق طور پر بھی، مگر جس صورت میں فقیر کو نصف صاع سے کم دیتا ہو وہ صورت قولِ رائج کے مطابق ناجائز ہے۔
۵۳۵	لاکھوں روپے قرض میں پھیلے ہوئے ہیں اگر پاس کچھ نہیں تو قسم کھا سکتا ہے کہ میرا کچھ مال نہیں۔	۵۲۸	فدیہ نماز روزہ کا مصرف مثل کفارات و صدقات واجبہ کے ہے۔
۵۳۵	دین بہ نیت زکوٰۃ معاف کر دینے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی۔	۵۲۹	بعد مرگ زوج کا فدیہ زوج اور زوجہ کا فدیہ زوج کو دینے کا حکم۔
۵۳۵	جو نصاب کسی فقیر پر دین تھی وہ کل یا بعض اسے معاف کر دے تو قدر معاف شدہ کی زکوٰۃ ساقط ہو گئی۔	۵۳۰	فدیہ میں قیمت دینا افضل ہے مگر قسط سالی کی صورت میں کھانا دینا بہتر ہے۔
۵۳۵	ناقص ناقص سے ادا ہو سکتا ہے۔	۵۳۰	چار چیزیں جن میں نص شرعی وارد ہے یعنی گندم، جو، خرما اور کشمش ان میں قیمت کا اعتبار نہیں، وزن شرعی ہی معتبر ہے۔
۵۳۵	اداءِ دین دین سے، اور اداءِ عین دین عین سے جائز ہے۔	۵۳۱	جن اشیاء میں قیمت معتبر ہے ان میں روزِ وجوب کی قیمت کا اعتبار ہوگا نہ کہ روزِ ادا کی قیمت کا۔
۵۳۵	اداءِ دین، عین سے ناجائز ہے۔	۵۳۲	مدیون فقیر کو فدیہ میں دین چھوڑ دینے سے فدیہ ادا ہو جائے گا یا نہیں۔
		۵۳۳	کیا وصیت بالمال فقط عین کو متناول ہوتی ہے یا دین کو بھی۔

۵۳۵	شیخ فانی اگر اپنی زندگی میں روزہ کا فدیہ ادا کرے یا فدیہ روزہ کی وصیت کر جائے تو اس فدیہ کے کافی ہونے پر یقین کیا جائے۔	۵۳۶	دین معاف کر دینے سے فدیہ ادا نہ ہوگا۔
۵۳۶	شیخ فانی کے علاوہ کوئی شخص اپنی زندگی میں قضا شدہ روزہ کا فدیہ دے تو روزہ ساقط نہ ہوگا بلکہ قضا فرض ہے۔	۵۳۶	فدیہ کی ادائیگی کا جو حیلہ ہندوالوں میں متعارف ہے نا تمام و ناکافی ہے۔
۵۳۶	روزہ کی قضا سے پہلے موت آجائے تو فدیہ کی وصیت واجب ہے۔	۵۳۷	ادائیگی فدیہ کا حیلہ حیلہ۔
۵۳۶	کوئی شخص انتقال کر جائے اور اس کے ذمہ روزہ یا نماز باقی ہے تو اس کی طرف سے کسی اور کے ادا کرنے سے ساقط نہ ہوں گے۔	۵۳۹	متاخرین کی نصوص میں حیلہ کے لیے طریق دور مذکور ہے طریق دین کا کہیں ذکر نہیں۔
۵۳۷	۵۷ سالہ آدمی کے لیے فدیہ۔	۵۳۹	بہتر سال کی عمر میں مرنے والے شخص کا فدیہ کیسے ادا کیا جائے گا؟
۵۳۸	فدیہ کے مصارف۔	۵۳۹	سال قمری تین سو پچپن دن سے زائد نہیں ہوتا۔
۵۳۸	تولوں سے فدیہ اور صاع کی مقدار۔	۵۴۰	جوشی قطعی و یقینی ہو وہ احتیاط کی محتاج نہیں۔
۵۳۸	شیخ فانی کی تعریف۔	۵۴۰	ایک سال کی نمازوں کے دو ہزار ایک سو تیس فدیے ہوتے ہیں۔
	مکروہاتِ صوم	۵۴۰	فدیہ صوم و صلوٰۃ کے علاوہ بھی بہت سے فدیے لازم ہوتے ہیں جن میں سے دس کا ذکر۔
۵۵۱	مسواک کرنا، منجن لگانا۔	۵۴۲	بالجملہ دین سے فدیہ ادا کرنے کی دو صورتیں ہیں۔
۵۵۱	عورت سے مس کرنا یا شرمگاہ دیکھنا۔	۵۴۲	فائدہ: علماء نے حتی الامکان تقلیل دور پر نظر فرمائی ہے۔
۵۵۲	جنابت کی حالت میں روزہ رکھنا۔	۵۴۳	تخفیف دور یا دور سے بچنے کا حیلہ۔
۵۵۳	دن بھر جنابت کی حالت میں رہنے کی مذمت اور روزے کا حکم۔	۵۴۵	شیخ فانی اور موتی کے احکام فدیہ میں متعدد فرق ہیں۔
۵۵۹	صرف جمعہ کو روزہ رکھنا۔	۵۴۵	شیخ فانی اپنی حیات میں روزہ کا فدیہ دے سکتا ہے نماز کا نہیں۔
	سحر و انظار کا بیان	۵۴۵	شیخ فانی پر روزہ کا فدیہ حیات میں دینا واجب ہے۔ اگر قادر ہو، بعد مرگ وجوب نہیں جب تک اپنے مال میں وصیت نہ کرے۔
۵۶۱	آیہ کریمہ فالان بأشروہن سے متعلق سوال۔		

۵۶۹	مسلمانو! یہ دین ہے جس پر خدا کی دین ہے وہ جانتا ہے کہ اس کا کھٹنا مجھ پر دین ہے۔	۵۶۲	سحری میں تاخیر اور افطار میں تعجیل مستحب ہے۔
۵۶۹	وقت پہچاننا ہر مسلمان پر فرض عین ہے۔	۵۶۲	تعجیل و تاخیر کے معنی۔
۵۷۰	بقول امام غزالی صبح صادق و کاذب میں امتیاز کرنا ابتدا میں مشکل ہوتا ہے لیکن بغور مشاہدہ کرتے رہنے سے بعناہت الہی دونوں صبحیں خوب نگاہ میں بخج جاتی ہیں۔	۵۶۳	یہ غلط مشہور ہے کہ جب رات کاساتواں حصہ باقی رہے تو سحری نہ کھائی جائے، اس کا مدلل رد۔
۵۷۰	صبح صادق و کاذب میں اشتباہ پیدا کرنے والی پانچ وجوہ کا بیان۔	۵۶۷	o رسالہ ہدایۃ الجنان باحکام رمضان (صبح صادق اور کاذب کی معرفت کرائی گئی ہے اور نقشوں سے صبح صادق سمجھایا گیا ہے، افطار و سحر کے مسائل بیان کئے گئے ہیں)
۵۷۰	صبح کاذب کو حدیث میں مستطیل اور صبح کاذب کو مستطیر کہا گیا۔	۵۶۷	افطار و سحری رمضان المبارک اور چند مسائل روزہ پر مشتمل ایک اشہار کے بارے میں استفتاء اور اس کے صحیح و غلط ہونے کے متعلق استفسار۔
۵۷۰	صبح کاذب کی وجہ تسمیہ سے پیدا ہونے والا اشتباہ۔	۵۶۸	اوقات صحیح نکالنے کے فن کو علم توقیت کہتے ہیں۔
۵۷۰	صبح کاذب کی سپیدی جہاں شروع ہوتی ہے وہ اخیر تک بڑھتی ہی جاتی ہے وہاں ہر گز تاریکی نہیں آتی۔	۵۶۸	علم توقیت سے ہندوستان کے اکثر علماء غافل ہیں نہ یہ ہیئت کی درسی کتابوں سے آسکتا ہے۔
۵۷۰	بعض کتب ہیئت اور ان کی اتباع میں بعض کتب فقہ میں یہ بات غلط لکھ دی گئی کہ جب آفتاب افق سے پندرہ ^{۱۵} درجے نیچے ہوتا ہے تو صبح صادق ہوتی ہے، اور صبح کاذب اس سے صرف تین درجے پہلے ہوتی ہے۔	۵۶۸	مرزا خیر اللہ مخم کی دو حریف جدول سے ناواقف فن نفع نہیں پاسکتا۔
۵۷۱	صبح کی سفیدی افق سے بہت اونچی ہی ہماری نظروں میں پیدا ہوتی ہے نہ کہ زمین کے کنارہ سے اٹھتی ہوئی بلندی پر آتی ہے۔	۵۶۸	زجاج بہادر خانی کی جداولِ تعدیل سے سحری کو تو کچھ تعلق ہی نہیں اور افطار میں ناقص ہے۔
۵۷۱	یہ قول کہ صبح رات کاساتواں حصہ ہے ہر موسم اور ہر مقام کے لیے عام نہیں۔	۵۶۸	مصنف رحمۃ اللہ علیہ کے نقشہ سحر و افطار کا تعارف جس میں برہان و عیان کو مطابق کر دیا گیا۔
۵۷۱	صبح کاذب کے شروع سے صبح صادق کے انتشار تک سفیدی کو پیش آنے والی سات صورتوں کا بیان۔	۵۶۸	جو ہیئت کا علم رکھتا ہے وہ نقشہ مصنف کو برہان کے مطابق دیکھ کر صبح صادق و کاذب کو پہچان سکے والا اس کو مشاہدہ کے مطابق پائے گا۔

۵۷۷	فقہ میں بڑا کام قول متفق کا دراک ہے۔	۵۷۳	مسائل مذکورہ اشتہار میں تیس ۳۰ اغلاط کی نشاندہی
۵۷۷	جب رمضان دو عداولوں کی گواہی سے ثابت ہوا ہو اور تیس روزے پورے ہونے پر اکتیسویں شب مطلع صاف ہونے کے باوجود چاند نظر نہ آئے تو کیا حکم ہے۔	۵۷۳	ہلال رمضان میں بحالت لبر و غبار اجلہ ائمہ کی تصحیح کے مطابق مستور کی شہادت بھی مقبول ہے۔
۵۷۸	مذہب مفتی بہ کے مقابل بعض مشائخ کے قول پر اعتماد کرنا جہل و خرقہ اجماع ہے۔	۵۷۳	مستور سے مراد وہ ہے جس کی عدالت باطنی مجہول ہو
۵۷۹	یوم شک کون سادہ ہے۔	۵۷۳	ظاہر الروایۃ مصححہ بالتصریح سے عدول صریح جہل و نامقبول ہے۔
۵۷۹	شک استوائے طریفین کی حالت میں ہے۔	۵۷۳	قبول شہادت کے لیے مطابقت قواعد شرعیہ کے ساتھ مطابقت قواعد عقلیہ کی قید بڑھانا خلاف مذہب معتمد ہے۔
۵۸۱	ہمارے ائمہ کرام کے نزدیک اختلاف مطالع معتبر نہیں۔	۵۷۴	جو قواعد اہل بیعت نے دربارہ ہلال اپنے ظنون و تخمینات سے گھڑے ہیں شرع نے اصلاً ان کی طرف التفات نہ فرمایا۔
۵۸۱	ضروریات کے لیے گواہی کی حاجت نہیں۔	۵۷۵	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ معلوم ہونے کے باوجود کہ سیرتیرین عزیز علیم کے حساب مقدر پر ہے درباب رویت ہلال حساب کو یک لخت ابطال و اہمال کیوں فرمایا۔
۵۸۲	فتویٰ عدم اعتبار اختلاف مطالع پر ہے اور یہی احوط و اقویٰ ہے۔	۵۷۵	امام اہل بیعت بطیموس نے مجسطنی میں رویت ہلال کا ذکر کیوں نہیں کیا۔
۵۸۲	ظاہر الروایۃ کو اپنانا ہی احوط ہے۔	۵۷۵	متاخرین اہل بیعت کے تخمینات کا مختلف دشوار نہیں۔
۵۸۲	دو دلیلوں میں سے اقویٰ پر عمل کرنے میں ہی احتیاط ہے۔	۵۷۵	اہل بیعت رویت ہلال کے بارے میں کوئی ضابطہ صحیحہ نہیں بتا سکے۔
۵۸۳	جو ظاہر الروایۃ سے خارج ہو وہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب اور قول نہیں۔	۵۷۵	مستجمعین کے حسابات میں اکثر خطا پڑی ہے۔
۵۸۳	جو ظاہر الروایۃ سے خارج ہے وہ مرجوع عنہ ہے اور مرجوع عنہ امام صاحب کا قول نہ رہا۔	۵۷۶	ثقة عادل کی شہادت شرعیہ کو رد کرنے والے قواعد عقلیہ قابل لحاظ نہیں۔
۵۸۳	جو ظاہر الروایۃ کے مخالف ہے وہ ہمارے اصحاب کا مذہب نہیں۔	۵۷۶	مطلع صاف ہونے کی صورت میں ایک ثقة کی شہادت کب مردود اور کب مقبول ہے۔

۵۸۳	قول مرجوع پر فتویٰ دینا جہل و خرقِ اجماع ہے۔	۵۸۳	مولوی صاحب نے اپنے فتاویٰ کی تیسری جلد آپ ہی سوالات قائم کر کے لکھی ہے اور اس میں بہت جگہ پہلی جلدوں کے اغلاط کی اصلاح کردی لہذا ان کا فتاویٰ دیکھنے والوں کو اس کا لحاظ ضروری ہے۔
۵۸۴	اختلافِ مطالع کا اعتبار کرنے والے کتنی مسافت میں اس کو معتبر مانتے ہیں۔	۵۸۴	نیم صاع کا وزن انگریزی سیر سے کتنا بنتا ہے اور بریلی اور رامپور کے سیر سے کتنا بنتا ہے۔
۵۸۴	معتبرین اختلافِ مطالع کا تین وجوہ سے رد	۵۸۵	جس نے بعدِ شرعی روزہ نہ رکھا ہو اسے ماہِ رمضان کی حرمت کے پیش نظر حتیٰ الوسع چھپ کر کھانا چاہئے۔
۵۸۸	ہمارے ائمہ کا مذہب مہذب اس اعلیٰ درجہ تحقیقِ ائین پر ہوتا ہے کہ مدعیانِ تحقیق تک اس کی ہوا بھی نہیں آئی۔	۵۸۵	جوشیاء نہ غذا ہیں نہ دوا، اور نہ ہی مرغوبِ طبع ہیں، وہ پیٹ بھر کر بھی کھالینے سے فقط قضا لازم ہے کفارہ نہیں۔
۵۸۸	ہمارے ائمہ نے اختلافِ مطالع کا اعتبار کیوں نہیں کیا۔	۵۸۵	روزے توڑنے پر وجوب کفارہ کی شرائط۔
۵۸۹	رویت ہلال کے بارے میں اختلافِ مطالع کا دربارہ صلوات اختلافِ مطالع پر قیاس محض مع الفارق ہے۔	۵۸۵	کفارے میں ترتیبِ شرعی کا لحاظ ضروری ہے۔
۵۸۹	اختلافِ مطالع کے بارے میں مولوی عبدالح صاحب لکھنوی کے موقف کا رد۔	۵۹۱	جب تک انزال نہ ہو حلق سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔
۵۸۹	امام زبلی صاحبِ مذہب نہیں، نہ محدثینِ حنفیہ ان میں منحصر ہیں۔	۵۹۱	قے سے روزہ کب ٹوٹتا ہے۔
۵۸۹	امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے برابر کون سے محدثین ہوں گے۔	۵۹۱	مفطرات غیر مکفرات کا بار بار کرنا مطلقاً موجب کفارہ نہیں جب تک بد نیتِ معصیت نہ ہو۔
۵۸۹	حدیثِ کریب پر بحث۔	۵۹۷	حاملہ اور مرضعہ کو روزہ نہ رکھنے کی اجازت کب ہے۔
۵۹۱	مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی حدیثِ کریب کے بارے میں توجیہ صاحب فتح القدیر کی توجیہ سے اولیٰ ہے۔	۵۹۷	رکعات تراویح کی تعداد میں اختلاف ہو کہ بیس ^{۲۰} پڑھی ہیں یا اٹھارہ ^{۱۸} ، تو اس کی متعدد صورتیں ہیں۔
۵۹۱	مولوی عبدالح صاحب لکھنوی کو تاتارخانیہ کی عبارت سمجھنے میں غلطی لگی۔	۵۹۸	حافظ ایک بار تراویح میں سناچکا تو دوسری تاریخوں میں دوسری جگہ سنا سکتا ہے۔
۵۹۳	مولوی صاحب مذکور کا اختلافِ مطالع کے بارے میں حق کی طرف رجوع۔		

۶۰۳	جماعتِ نفل بہ تداویٰ مشروع نہیں۔	۵۹۸	تراویح میں ختم قرآن سنت ہے واجب نہیں۔
۶۰۳	تراویح جس طرح متنزل کے پیچھے ساقط نہ ہوں گی اسی طرح مفترض کے پیچھے بھی ادا نہ ہوں گی۔	۵۹۸	دوبارہ ختم قرآن تراویح میں اگرچہ حافظ کے لیے قبل ايقاع سنت مؤکدہ نہیں مگر بعد وقوع سنت تودرکنار جتنا پڑھے گا فرض واقع ہوگا۔
۶۰۵	نذر سے جو وجوب آتا ہے وہ عارضی ہوتا ہے۔	۵۹۸	نماز میں فرض ابتدائی اگرچہ ایک ہی آیت ہے مگر سارا قرآن عظیم اگر ایک ہی رکعت میں پڑھے تو سب فرض ہی واقع ہوگا۔
۶۰۵	وجوب عارضی وجوب اصلی سے اضعف ہوتا ہے۔	۵۹۸	ضم سورت واجب ہے تو اس کے لیے فرض رکوع سے عود کیوں۔
۶۰۵	اضعف پر اقویٰ کی بناء صحیح نہیں۔	۵۹۸	واجب کے لیے فرض فرض ناجائز جبکہ فرض کے لیے رفض فرض جائز ہے۔
۶۰۵	اختلاف سبب وجوب مانع صحت بناء ہے۔	۵۹۸	قعدہ اولی بھول کر سیدھا کھڑا ہو گیا تو اب اسے عود حلال نہیں۔
۶۰۵	ناذر ناذر کی اقتداء نہیں کر سکتا۔	۵۹۸	ضم سورت بھول کر رکوع میں جانے والا واپس کھڑا ہو کر سورت پڑھے تو دوبارہ رکوع لازم ہے۔
۶۰۵	ناذر مفترض کی اقتداء نہیں کر سکتا۔	۵۹۸	فرض کے لیے جو فرض چھوڑا وہ جائز رہا۔
۶۰۵	فرض جماعت سے اور تراویح تنہا پڑھنے والا وتر کی جماعت میں شریک ہو سکتا ہے۔	۵۹۹	جو ایک بار تراویح پڑھا چکا اسی رات دوسرے لوگوں کو نہیں پڑھا سکتا۔
۶۰۵	فرض تنہا اور تراویح جماعت سے پڑھنے والا وتر کی جماعت میں داخل نہیں ہو سکتا۔	۶۰۰	نفل محض میں بھی استماع قرآن فرض ہے۔
۶۰۷	نابالغ کے پیچھے بالغوں کی کوئی نماز جائز نہیں اگرچہ ایک دن کم پندرہ برس کا ہو۔	۶۰۱	تراویح سارے ماہ مبارک میں سنت مؤکدہ ہے۔
۶۰۷	نماز میں آیت سجدہ تلاوت کی تو سجدہ فوراً واجب ہے۔	۶۰۳	مولوی عبدالحق صاحب لکھنوی کے ایک فتویٰ کا چھ وجوہ سے رد۔
۶۰۷	حرمت نماز سے خروج جس طرح مانع سجدہ تلاوت ہے یوں ہی مانع سجدہ سہو بھی ہے۔	۶۰۳	سنن و نوافل میں اضعفیت مانع صحت بناء نہیں۔
۶۰۷	سجدہ تلاوت نماز میں کرنا بھول گیا اور حرمت نماز سے خارج نہ ہوا تھا کہ یاد آگیا تو سجدہ تلاوت پھر سجدہ سہو دونوں کرے۔	۶۰۳	عاری کے پیچھے لباس کی نماز نہیں ہو سکتی۔
۶۰۸	دوبارہ ہلال تار کی گواہی شرعاً محض باطل و نامعتبر۔	۶۰۳	کلاہ پوش کے پیچھے عمامہ بند کی نماز جائز ہے۔

۶۱۸	اور اک اوقات کے لیے شمس و قمر کے تقرر پر قرآن و حدیث سے دلائل۔	۶۰۹	تاراصلًا اہلیت شہادت نہیں رکھتا۔
۶۱۹	ہلال کے ظہور و خفا کے اسباب کثیر و نامنضبط ہیں۔	۶۱۰	جو استفاضہ شرع نے رؤیت ہلال کے بارے میں معتبر فرمایا اس کے معنی کی تحقیق۔
۶۱۹	بطلمیوس نے متحیرہ خمسہ و کواکب ثوابت کے ظہور و خفا کے لیے باب وضع کرنے کے باوجود رؤیت ہلال سے اصلاً بحث نہ کی۔	۶۱۱	استفاضہ بمنزلہ خبر متواتر ہے۔
۶۱۹	متاخرین ارباب ہیئت نے بلحاظ درجہ ارتفاع یا بعد معدل و قوس تعدیل الغروب وغیرہ کی کچھ باتیں رؤیت ہلال کے بارے میں کہیں لیکن وہ خود ان میں شدت مختلف ہیں۔	۶۱۲	در بارہ ہلال اضحیٰ علامہ شامی کو اشتباہ ہوا۔
۶۱۹	اہل ہیئت جدیدہ فضول باتوں میں نہایت تدقیق و تعمق کرتے ہیں اس کی چند مثالیں۔	۶۱۳	تمہیہ
۶۱۹	ہمارے علماء نے تصریح فرمائی کہ رؤیت ہلال کے بارے میں اہل توقیت کا قول منظر نہیں۔	۶۱۳	حج میں رد شہادت اختلاف مطالع کی بناء پر نہیں بلکہ دفع حرج کی وجہ سے ہے۔
۶۱۹	رؤیت کے تکرار سے تجربہ نے کچھ ضوابط کلیہ دیئے جن کی مدد سے وقت کو قوانین علم ہیئت و زج کے ضابطہ میں لے آنا میسر ہوا۔	۶۱۴	۵ رسالہ درع القبح عن درك وقت الصبح (صبح صادق معلوم کرنے کا قاعدہ بیان کیا گیا ہے)
۶۲۰	شہر کا عرض اور جزء شمس کا میل معلوم ہونا طلوع و غروب کا وقت بتانے کے لیے کافی و وافی ہے۔	۶۱۴	کیا شریعت میں صبح صادق معلوم کرنے کا کوئی قاعدہ کلیہ ہے یا آنکھوں سے دیکھنا ضروری ہے۔
۶۲۰	شرع مطہر میں طلوع و غروب عرفی معتبر ہے۔	۶۱۴	مفتاح الصلوٰۃ میں جو بحوالہ خزائنہ الروایات لکھا ہے کہ رات کا ساتواں حصہ فجر ہوتا ہے اس کا کیا مطلب ہے۔
۶۲۰	بالائے زمین ۴۴۵۵ سے ۵۲۵ میل تک علی الاختلاف بخارات و ہوائ غلیظہ محیط ہوتی ہیں۔	۶۱۴	شریعت مطہرہ نے نماز، روزہ اور حج وغیرہ کے لیے جو اوقات مقرر فرمائے ان کا مدار رؤیت پر ہے۔
۶۲۰	شعاع بصر پہلے ملاء غلیظہ پھر ملاء صافی میں گزر کر افق میں پہنچتی ہے۔	۶۱۸	شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام تمام جہان کے لیے اتنی ہے۔
۶۲۰	اکسار کیا ہے اور اس کی مقدار دریافت کرنے کا ضابطہ	۶۱۸	اوقات کے لیے حکیم رحیم جل جلالہ نے دو کھلی نشانیاں مقرر فرمادیں یعنی چاند اور سورج۔

۶۲۹	افطار کی دعا پڑھنے کا وقت۔	۶۲۱	صبح کاذب و صبح صادق کے وقت انحطاط شمس کے درجات میں اہل ہیئت کا اختلاف۔
۶۳۱	o رسالہ العروس المعطار فی زمن دعوة الافطار (دعائے افطار بعد افطار پڑھنا)	۶۲۱	صبح کاذب اور صبح صادق کی شرعی تعریف۔
۶۳۱	دعائے افطار "اللہم لك صبت الخ" کے بارے میں تین اقوال ہیں کہ قبل افطار پڑھی جائے یا وقت افطار یا بعد افطار ان اقوال ثلاثہ میں سے کون سا قول صحیح ہے۔	۶۲۱	صبح کاذب اور صبح صادق میں کتنے درجات کا فاصلہ ہے۔
۶۳۲	مقتضائے دلیل یہ ہے کہ یہ دلیل روزہ افطار کر کے پڑھی جائے، اس پر پانچ وجوہ سے استدلال۔	۶۲۲	امام اعظم کے نزدیک وقت مغرب شفق ابیض مستطیل تک ہے۔
۶۳۵	الفاظ احادیث "اذا افطر قال اللہم الخ" کا مفاد صریح یہی ہے کہ افطر شرط اوقال کذا اس کی جزا ہے۔	۶۲۳	صبح صادق کے لیے ۱۵ درجے انحطاط کے بطلان اور ۱۱۸ ۸ درجے انحطاط کی صحت کامؤید مشہور واقعہ۔
۶۳۵	مجرد قول، مقولے کے بغیر صلاحیت وقوع ہی نہیں رکھتا، ترتب جواز لزوم جزائیت ہے کہاں سے آئے گا۔	۶۲۳	امام شمس الانامہ حلوانی کا سن وفات کیا ہے۔ (حاشیہ)
۶۳۵	اللہم کو کلام متانف قرار دینا ایسی غلطی ہے کہ شرح مائتہ عامل خواں بھی قبول نہ کرے گا۔	۶۲۵	فرع جب تکذیب اصل کرے تو فرع باقرار خود کاذب ہے کیونکہ فرع اصل پر مبتنی ہے جب مبنی باطل تو مبتنی بھی باطل۔
۶۳۵	جزا شرط سے مقدم نہیں ہوتی بلکہ شرط سے مؤخر اور اس پر مرتب ہوتی ہے۔	۶۲۵	سحری کے لیے نفاہ بجانا جائز ہے۔
۶۳۵	دعائے کور اور افطار میں مقارنت حقیقیہ یہاں معقول نہیں۔	۶۲۵	الموڑہ اور ربیلی کے سحر و افطار کے وقت میں تفاوت۔
۶۳۵	قول ثانی و ثالث کا مال ایک ہی ہے۔	۶۲۶	سہادر کے افطار و سحر کے اوقات۔
۶۳۶	ادعیہ افطار میں ماضی کے صیغوں سے انشاء مقصود نہیں تو لاجرم اخبار متعین ہے۔	۶۲۶	غروب پر یقین ہونے پر فوراً افطار سنت ہے۔
۶۳۶	ارتکاب تجوز خلاف اصل ہے۔	۶۲۷	الموڑہ میں پہاڑی اور میدانی طلوع و غروب میں فرق۔
		۶۲۹	خرما، پانی سے افطار کرنا، حقہ اس طور پر پینا جس سے تفتیر ہو حرام ہے۔

۶۳۶	جب تک کوئی حاجت نہ ہو نصوص کو ظاہر پر محمول کرنا واجب ہے۔	۶۳۶	جس حدیث سے بظاہر افطار سے قبل دعاء کا وقوع ثابت ہے اس کی توجیہ۔
۶۳۶	اَفْطَرْتُ کاترجمہ "میں افطار کرتا ہوں" صحیح نہیں بلکہ صحیح یہ ہے کہ "میں نے افطار کیا"۔	۶۳۶	داؤد بن زرقان متروک ہے۔
۶۳۶	حدیث قدسی سے ثابت ہے کہ جلد افطار کرنے والا اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے۔	۶۳۶	صوم نفل
۶۳۷	تین حدیثیں جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے افطار قبل از دعا کا پتہ دیتی ہیں۔	۶۳۷	۲۷ رجب کاروزہ۔
۶۳۸	ملا علی قاری اور ابن الملک کی تصریح کہ دعاء افطار کے بعد ہے۔	۶۳۸	۲۷ رجب اور دوسرے نفلی روزے۔
۶۳۸	اللهم لك صُمتُ دعا ہے۔	۶۳۸	حضرت علی مشکل کشا کا روزہ۔
۶۳۹	احادیث کثیرہ میں ذکر کو بھی دعا قرار دیا گیا۔	۶۳۹	رمضان شریف کے اخیر عشرہ میں اعتکاف۔
۶۳۹	بہترین دُعائِ عرفہ ہے۔	۶۳۹	کتاب الحج
۶۴۰	افضل ذکر لا الہ الا اللہ اور افضل دعاء الحمد للہ ہے۔	۶۴۰	عورت پر حج فرض ہو تو اسے حج کے لیے جانا فرض ہے۔
۶۴۰	کنایہ تصریح سے الملق ہے۔	۶۴۰	حج فرض میں والدین کی اجازت کی حاجت نہیں۔
۶۴۱	وقت الافطار، عند الافطار، بعد الافطار، ہنگام افطار، نزدیک افطار اور پس افطار سب کا حاصل ایک ہی ہے۔	۶۴۱	والدین پر قرض ہونا لڑکے پر حج فرض ہونے میں مانع نہیں۔
۶۴۱	لفظ عند کے لغوی معنی کی تحقیق۔	۶۴۱	جس پر حج فرض ہو وہ حج کو نہ جائے اور دوسرے حاجیوں کی مدد کرے وہ گنہگار ہے۔
۶۴۱	مکانیات سے قرب مکانی اور زمانیات سے قرب زمانی ہوگا۔	۶۴۱	حج بدل
۶۴۱	اتحادِ جہت مستلزم قرب اور وہ ہنگام حقیقت قرب مکانی کہ جہت حقیقیہ مختص بکانات ہے۔	۶۴۱	حاجی راستہ میں مر جائے تو اس کا حج ادا ہو جاتا ہے۔
۶۴۲	کبھی افطار مقابلِ سحر اس کھانے کو کہتے ہیں جو صائم شام کو کھاتا ہے۔	۶۴۲	جس پر حج فرض ہو اس سے حج بدل کرانا مکروہ ہے۔

۶۵۹	جج بدل کے شرائط۔	۶۵۹	جج کے بعد مدینہ طیبہ نہ جائے تو کیا حکم ہے۔
۶۵۹	جس عجز کی وجہ سے بدل کرایا گیا ہے وہ مرتے دم تک باقی رہے۔	۶۶۲	جج سے قبل یا بعد مدینہ طیبہ جانا۔
۶۶۲	بدل کے لیے آدمی کیسا ہو، کہاں سے جائے، اور کہاں سے حساب لگائے۔ مکہ مکرمہ سے جج بدل کافی ہوگا یا نہیں۔	۶۶۲	رمضان اور غیر رمضان میں مکہ مکرمہ میں نماز، روزہ، عمرہ کے حکم۔
۶۶۳	بدل کے روپے اپنی ضرورتوں میں خرچ کرنے سے تاوان دینا ہوگا۔	۶۶۳	حجاز ریلوے کی امداد سے متعلق سوال۔
۶۶۳	بغیر سلاٹنوٹ باندھنا جائز ہے۔	۶۶۴	رسالہ صیقل الرین عن احکام مجاورۃ الحرمین (حرمین طیبین میں سکونت کرنے کا بیان)
۶۶۳	معاذ طور پر سلعے کپڑے پہننا۔	۶۶۴	جس مکلف شخص کے والدین زندہ ہوں اور معاشی طور پر اس کے محتاج نہ ہوں وہ ان سے اجازت لیے بغیر حرمین شریفین کی طرف ہجرت کر کے وہاں مجاورت اختیار کر سکتا ہے یا نہیں۔
۶۶۳	سریامو نچھ چھپانا احرام میں منع ہے۔	۶۶۸	والدین سے نیک سلوک اعظم واجبات اور اہم قربات سے ہے۔
۶۶۳	سرکھلے رہنے پر ضرر ہو تو اس کی تدبیر۔	۶۶۸	قرآن وحدیث سے والدین اور ان کے ساتھ حسن سلوک کے فضائل۔
۶۶۵	غسل ضرر کرے تو احرام کے لیے وضو کرے، تیمم نہ کرے۔	۶۸۳	حضرت اولیس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خیر التابعین ہیں۔
۶۶۶	منی سے عرفات اور مزدلفہ جانے کے اوقات۔	۶۸۳	ہجرت کا صحیح مفہوم کیا ہے۔
۶۶۶	ان اوقات میں کوئی مجبوری ہو تو کیا کرے۔	۶۸۵	فقیہ واحد شیطان پر ہزار عابد سے زیادہ بھاری ہے۔
۶۶۶	بارہویں کو قبل زوال رمی کرنا۔	۶۸۶	اگر جرج راہب عالم ہوتا تو جانتا کہ ماں کی پکار پر لبیک کہنا عبادت رب سے اولیٰ ہے۔
۶۶۶	عورت کی جانب سے دوسرا رمی کر سکتا ہے یا نہیں۔	۶۸۶	اطاعت والدین جج نفل سے اولیٰ ہے۔
۶۶۹	احرام کی قربانیاں۔	۶۸۹	سید جلیل ابو عبد اللہ الفاسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا واقعہ۔
۶۶۹	ایک اونٹ میں آٹھ آدمی شریک ہونا۔	۶۹۱	مجاورت مکہ مکرمہ کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔
۶۷۰	قربانی کے لئے حرم شرط ہے۔	۶۹۵	مدینہ منورہ میں رحمت اکثر، الطف اور اوفر ہے۔
۶۷۰	قربانی کی بجائے قیمت خیرات کرنا۔		

۶۹۸	بالجملہ ہمارے زمانے میں عدم جوازِ مجاورت کا حکم ہے۔	۷۱۳	سرچھپانے سے تاوان آئے گا۔ تاوان کی تفصیل۔
	شرائط حج	۷۱۵	احرام کے سلسلے ہوئے کپڑے۔
۶۹۹	حج کے لیے صحت شرط ہے۔	۷۱۵	احرام کی حالت میں عورتوں کا پٹیکھے وغیرہ سے منہ چھپانا
۶۹۹	مال جملہ حاجات سے فاضل ہو نا شرط وجوب ہے۔	۷۱۶	خوشبودار تمباکو پان میں کھانا۔
۷۰۱	عورت کے ساتھ محرم ہو نا ضروری ہے۔	۷۱۷	عورت پر حج فرض ہو اور محرم دستیاب ہو تو حج کو جائے اگرچہ شوہر اجازت نہ دے۔
۷۰۱	محرم نہ ہو تو نکاح کرنا۔	۷۱۸	قدرت کے باوجود زیارت شریف رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تارک اور منکر فضل کا حکم شرعی۔
۷۰۱	عورت کے ساتھ متقیہ عورت کا ہو نا کافی نہیں۔	۷۲۱	حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ۔
۷۰۱	فاسق کے ساتھ عورت نہ جائے۔	۷۲۵	۵ رسالہ انوار البشارہ فی مسائل الحج والزیارہ (آداب سفر، مقدمات حج، احکام حج احرام، طواف اور طریقہ حج وغیرہ کا بیان)
۷۰۳	محرم نہ ہو تو عورت نکاح کرے۔	۷۲۵	یہ مختصر اور جامع رسالہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد الحاج مولانا محمد تقی علی قادری رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب مستطاب "جوہر البیان" سے منسلک ہے اور اس میں صدہا مسائل مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسائل سے بھی بڑھائے جو کہ حضرت سید محمد احسن صاحب بریلوی کی فرمائش پر معرض تحریر میں آیا۔ یہ رسالہ سات فصلوں پر مشتمل ہے۔
۷۰۵	عورت کے ساتھ محرم ہو نا ضروری ہے اگرچہ عورت بوڑھی ہو۔	۷۲۶	فصل اول: آداب سفر و مقدمات حج میں۔
۷۰۵	بغیر محرم کے عورت حج کرے تو گنہ گار ہوگی۔	۷۲۶	اس فصل میں اڑتالیس مسائل مذکور ہیں۔
۷۰۸	حرام مال سے حج واجب نہیں ہوگا۔	۷۳۱	فصل دوم: احرام اور اس کے احکام اور داخلی حرم محترم و مکہ مکرمہ و مسجد الحرام کے بیان میں۔
۷۰۹	معذور حج بدل کرائے۔	۷۳۷	اس فصل میں بیس مسائل بیان کئے گئے ہیں۔
۷۱۰	کسی پر حج فرض تھا اور حج نہیں کیا اب اس کے پاس مال نہیں تو وہ کیسے حج کرے۔	۷۳۷	فصل سوم: طواف وسی صفا و رمہ کا بیان۔
۷۱۰	راستہ کا مامون ہونا حج کے لیے شرط ہے۔	۷۳۷	اس فصل میں چھتیس مسائل بیان کئے گئے ہیں۔
۷۱۱	قبر انور، کعبہ معظمہ اور عرش سے افضل ہے۔	۷۴۵	فصل چہارم: منی کی روانگی اور وقوف عرفہ کا بیان۔
۷۱۱	مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ میں کون افضل ہے۔	۷۴۵	اس فصل میں چوبیس مسائل بیان کئے گئے ہیں۔
	جنايات		

۴۶	یوم الترویہ یعنی آٹھ ذوالحجہ کو طلوع آفتاب کے بعد منی کے لیے روانہ ہوں اگر ہو سکے تو پیدل چلیں کیونکہ پیدل حج کرنے سے ہر قدم پر سات سو نیکیاں لکھی جائیں گے۔ سو ہزار کالاکھ، سولاکھ کا کروڑ، سو کروڑ کا عرب، سو عرب کا کھرب تو اس طرح مکہ مکرمہ واپس پلٹ کر آنے تک یہ نیکیاں تخمیناً اٹھتر کھرب چالیس عرب آتی ہیں۔	۴۶	اس فصل میں صدقہ سے کیا مراد ہوگی۔	۴۵۷
۴۸	موقف کیا ہے۔ (حاشیہ)	۴۸	جرم غیر اختیاری کا حکم۔	۴۵۵
۴۸	بطنِ عرنہ سے کیا مراد ہے۔ (حاشیہ)	۴۸	چار پہر سے کیا مراد ہے۔ (حاشیہ)	۴۵۷
۵۰	موقف میں بلا عذر چھتری لگانے یا کسی طرح سایہ چاہنے سے حتی المقدور بچنا چاہئے۔	۵۰	پوری ہتھیلی یا تلوے پر مہندی لگائی تو دم واجب ہے۔ (حاشیہ)	۴۵۸
۵۰	تنبیہ ضروری ضروری، اشد ضروری۔	۵۰	مسئلہ: سنگِ اسود پر ملی ہوئی خوشبو اگر بہت سی منہ کو لگ جائے تو دم اور اگر تھوڑی ہو تو صدقہ دینا ہوگا۔	۴۵۸
۵۰	فصل پنجم: منیٰ و مزدلفہ و باقی افعال حج کا بیان۔	۵۰	مسئلہ: جہاں ایک دم یا صدقہ ہے قارن پر دو ہیں۔	۴۶۲
۵۰	اس فصل میں ستاون مسائل کا ذکر ہے۔	۵۰	مسئلہ: کفارہ کی قربانی یا قارن و متمتع کے شکرانہ کی قربانی غیر حرم میں نہیں ہو سکتی۔	۴۶۲
۵۱	وادی محسر کیا ہے۔	۵۱	شکرانہ کی قربانی خود بھی کھا سکتا ہے اور غنی کو بھی کھلا سکتا ہے مگر کفارہ کی قربانی صرف محتاجوں کا حق ہے۔	۴۶۲
۵۲	محتاج محض اگر قرآن یا تمتع کی نیت کرے تو اس پر قربانی کے بدلے دس روزے واجب ہوں گے۔ (حاشیہ)	۵۲	نصیحت	۴۶۲
۵۵	جنۃ المعلیٰ اور وادی محصب سے کیا مراد ہے۔ (حاشیہ)	۵۵	وصل ہفتم: حاضری سرکارِ اعظم مدینہ طیبہ حضور حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بیان۔	۴۶۳
۵۷	فصل ششم: جرم اور ان کے کفارے کا بیان۔	۵۷	اس وصل میں چالیس مسائل ذکر کئے گئے ہیں۔	۴۶۳
۵۷	اس فصل میں ساٹھ مسائل بیان کئے گئے۔	۵۷	انبیاء علیہم السلام کی موت صرف ایک آن کے لیے ہوتی ہے۔	۴۶۳
۵۷	اس فصل میں دم سے مراد بھیڑ یا بکری اور بدنہ سے مراد اونٹ یا گائے ہوگی۔	۵۷	حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات و وفات میں کوئی فرق نہیں۔	۴۶۳
۵۷	دم اور بدنہ میں جانوروں کے شرائط وہی ہیں جو قربانی میں ہیں۔	۵۷		

۷۸۱	احرام کا مسنون و مستحب طریقہ۔	۷۶۴	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زائرین کی حاضری، کھڑے ہونے، سلام عرض کرنے بلکہ تمام افعال و احوال اور کوچ و مقام سے آگاہ ہیں۔
۷۸۲	وہ امور جو احرام میں حرام ہیں۔	۷۶۵	حضور علیہ السلام کے سامنے ایسے کھڑے ہو نا چاہئے جیسے نماز میں کھڑے ہوتے ہیں۔
۷۸۳	سیاہ خضاب ہمیشہ ناجائز ہے مگر جہاد میں۔	۷۶۵	روضہ کی جالی شریف کو بوسہ دینے یا ہاتھ لگانے سے بچنا چاہئے کہ خلاف ادب ہے۔
۷۸۵	نماز کا ایک اہم مسئلہ (حاشیہ)	۷۶۸	ہر مسجد میں جاتے ہوئے اعتکاف کی نیت کر لینی چاہئے۔
۷۸۶	حج و عمرہ کے ارکان۔	۷۶۸	ترک جماعت بلا عذر گناہ ہے، کئی بار ہو تو سخت حرام و گناہ کبیرہ ہے۔
۷۸۶	رکن، شرط اور فرض میں فرق۔	۷۶۹	روضہ انور کا طواف، سجدہ اور رکوع کے برابر جھکنا ممنوع ہے۔
۷۸۹	حج کے فرض	۷۶۹	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ان کی اطاعت میں ہے۔
۷۸۹	حج کے واجب۔	۷۷۱	o رسالہ النبیۃ الشریفة شرح الجوہرۃ المبینۃ (مسائل حج و زیارت کا بیان)
۷۹۲	حج کی سنتیں۔	۷۷۱	خطبہ الطرۃ الرضیۃ
۷۹۲	طواف قدوم، متمتع اور اہل مکہ کے لئے نہیں۔	۷۷۲	شرح خطبہ متن
۷۹۵	کھلا معجزہ (حاشیہ)	۷۷۲	ناسک کا معنی و مراد
۷۹۷	جرمانے کا بیان۔	۷۷۳	خطبہ النیرۃ الوضیۃ
۷۹۸	زیارت سراپا طہارت کا بیان۔	۷۷۳	ما تم و شارح رحمہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا واقعہ۔
۸۰۰	حدیث "لا تشد الرحال" کا جواب (حاشیہ)	۷۷۴	سبب شرح
۸۰۱	زائرین کے مستحق شفاعت ہونے کا ثبوت بیس احادیث سے۔	۷۷۵	شرائط وجوب حج۔
۸۰۲	عجیب لطیفہ (حاشیہ)	۷۷۶	مکاتب، مدیر اور ام ولد کی تعریف۔
۸۰۶	حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سلام عرض کرنے والے کو جواب دیتے ہیں۔	۷۷۶	کیا ایمان کے سوا عبادتیں کفار پر فرض ہیں۔
		۷۷۸	احرام کی کیفیت۔

۸۱۳	حج و عمرہ کی ترکیب۔	۸۰۶	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قیامت تک کے احوال کو ایسے دیکھ رہے ہیں جیسے اپنی پھیلی کو۔
۸۱۳	حاجیوں کا احرام تین طرح ہوتا ہے۔	۸۰۷	سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم وفات کے بعد بھی ایسا ہی ہے جیسا آپ کی زندگی میں۔
۸۱۳	مفرد، متمتع اور قارن کی تعریف۔	۸۰۷	حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات و وفات دونوں امت کے لیے بہتر ہیں۔
۸۱۳	زیادہ ثواب قارن کو حاصل کو ہوتا ہے۔	۸۰۷	ہمارے اعمال حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیے جاتے ہیں، نیکیوں پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شکر ادا کرتے ہیں اور گناہوں پر ہمارے لیے استغفار کرتے ہیں۔
۸۱۷	حج کے لیے منیٰ اور عرفات پیدل چلیں تو ہر قدم پر سات کروڑ نیکیاں ہیں۔	۸۰۷	زمین پر پیغمبروں کا جسم کھانا حرام ہے۔
۸۱۷	مکہ مکرمہ سے عرفات اور پھر عرفات سے واپس مکہ مکرمہ تک ۲۸ میل بنتے ہیں اور ایک میل میں چار ہزار قدم اور ہر قدم پر سات کروڑ نیکیاں، تو اس طرح کل نیکیاں تخمیناً اٹھتر کھرب چالیس ارب ہو جاتی ہیں۔ (حاشیہ)	۸۰۷	نبی زندہ ہوتے ہیں اور انہیں رزق دیا جاتا ہے۔
۸۲۱	قدرتِ الہی کا عجیب کرشمہ۔ (حاشیہ ۱)	۸۰۸	مسجد نبوی میں نماز کی فضیلت۔
۸۲۲	قدرتِ ربانی کا صریح نمونہ۔ (حاشیہ ۱)	۸۰۸	حرمین میں مرنے والے کے لیے قیامت میں امن۔
۸۲۳	حاضری مدینہ طیبہ۔	۸۰۹	مدینہ مکہ سے افضل ہے۔
۸۲۵	عبد بکعی غلام کا اطلاق و جواز (حاشیہ ۱)	۸۰۹	مدینہ منورہ میں مرنے والے کے لیے شفاعت کی ضمانت۔
۸۲۷	ہمیشہ جلوس مسجد میں نیت اعتکاف رکھے۔	۸۱۱	حسین کریمین میں سے کون افضل ہے (حاشیہ ۱)
۸۲۷	مسجد نبوی شریف کے سات ستونوں کی تفصیل۔ (حاشیہ)	۸۱۲	حضرات آل اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین کو خلاصہ مخلوق کہنا صحیح ہے۔
۸۲۸	فائدہ جلیلہ	۸۱۲	تکملہ
		۸۱۲	تکملہ لکھنے کی وجہ۔



فہرست ضمنی مسائل

۵۳۵	قضا نمازیں عموماً کامل ہیں لہذا اوقاتِ ثلاثہ میں ناجائز ہیں۔		تیمم
۵۴۰	ایک سال کی نمازوں کے دوہزار ایک سوتیں فدیے ہوتے ہیں۔	۲۷۴	مریض سے بعثتِ ضرر، فرضیتِ وضو ساقط ہو جاتا ہے اور اس کے عوض اس پر تیمم لازم ہوتا ہے۔
۵۹۸	ضم سورت واجب ہے تو اس کے لیے فرض رکوع سے عود کیوں۔	۲۷۴	صعیدِ یتیب کی عدم موجودگی میں تیمم بھی ساقط ہو جاتا ہے۔
۵۹۸	قعدہ اولی بھول کر سیدھا کھڑا ہو گیا تو اب اسے عود حلال نہیں۔		نماز
۶۲۲	امام اعظم کے نزدیک وقتِ مغرب شفقِ ایضِ مستطیر تک ہے۔	۱۸۲	دکھاوے کے لیے پڑھی ہوئی نماز صحیح تو ہوگی، فرض اُتر گیا مگر قبول نہ ہوگی نہ ثواب پائے گا بلکہ گنہ گار ہوگا۔
۷۸۵	نماز کا ایک اہم مسئلہ (حاشیہ)	۱۹۵	فقہاء کا اجماع ہے کہ خشوع نہ نماز کا رکن ہے، نہ فرض، نہ شرط۔
	جماعت	۵۳۴	اوقاتِ ثلاثہ مکروہہ میں کوئی نماز جائز نہیں سوائے اسی دن کی عصر کے۔
۶۰۳	جماعتِ نفل بہ تداعی مشروع نہیں۔		

۵۹۹	جو ایک بار تراویح پڑھا چکا اسی رات دوسرے لوگوں کو نہیں پڑھا سکتا۔	۶۰۵	فرض جماعت سے اور تراویح تنہا پڑھنے والا وتر کی جماعت میں شریک ہو سکتا ہے۔
۶۰۱	تراویح سارے ماہ مبارک میں سنتِ موکدہ ہے۔	۶۰۵	فرض تنہا اور تراویح جماعت سے پڑھنے والا وتر کی جماعت میں داخل نہیں ہو سکتا۔
۶۰۳	تراویح جس طرح متفل کے پیچھے ساقط نہ ہوں گی اسی طرح مفترض کے پیچھے بھی ادا نہ ہوں گی۔	۷۶۸	ترک جماعت بلا عذر گناہ ہے، کئی بار ہو تو سخت حرام و گناہِ کبیرہ ہے۔
	قراءت		امامت
۵۹۸	نماز میں فرض ابتدائی اگرچہ ایک ہی آیت ہے مگر سارا قرآن عظیم اگر ایک ہی رکعت میں پڑھے تو سب فرض ہی واقع ہوگا۔	۶۰۳	عاری کے پیچھے لڑس کی نماز نہیں ہو سکتی۔
۵۹۸	ضم سورت بھول کر رکوع میں جانے والا واپس کھڑا ہو کر سورت پڑھے تو دوبارہ رکوع لازم ہے۔	۶۰۳	کلاہ پوش کے پیچھے عمامہ بند کی نماز جائز ہے۔
۶۰۰	نفل محض میں بھی استماع قرآن فرض ہے۔	۶۰۵	ناذر ناذر کی اقتداء نہیں کر سکتا۔ ۶۰۵
	سجدہ سہو	۶۰۵	ناذر مفترض کی اقتداء نہیں کر سکتا۔
۶۰۷	حرمت نماز سے خروج جس طرح مانع سجدہ تلاوت ہے یونہی مانع سجدہ سہو بھی ہے۔	۶۰۷	نابالغ کے پیچھے بالغوں کی کوئی نماز جائز نہیں اگرچہ ایک دن کم پندرہ برس کا ہو۔
	سجدہ تلاوت		تراویح
۸۰	سجدہ تلاوت کا وجوب امام ابو یوسف کے نزدیک فوری اور امام محمد کے نزدیک مترجی ہے مگر جب بھی کرے گا بالاتفاق ادائی کسلائے گانہ کہ قضاء۔	۵۹۷	رکعات تراویح کی تعداد میں اختلاف ہو کہ بیس پڑھی ہیں یا اٹھارہ، تو اس کی متعدد صورتیں ہیں۔
۶۰۷	نماز میں آیت سجدہ تلاوت کی تو سجدہ فوراً واجب ہے۔	۵۹۸	حافظ ایک بار تراویح میں سنا چکا تو دوسری تاریخوں میں دوسری جگہ سنا سکتا ہے۔
۶۰۷	سجدہ تلاوت نماز میں کرنا بھول گیا اور حرمت نماز سے خارج نہ ہوا تھا کہ یاد آگیا تو سجدہ تلاوت پھر سجدہ سہو دونوں کرے۔	۵۹۸	تراویح میں ختم قرآن سنت ہے واجب نہیں۔
		۵۹۸	دوبارہ ختم قرآن تراویح میں اگرچہ حافظ کے لیے قبل اتمام سنتِ موکدہ نہیں مگر بعد وقوع سنت تو درکنار جتنا پڑھے گا فرض واقع ہوگا۔

۶۳۸	اللهم لك صبت دعا ہے۔		جنازہ
۶۳۹	احادیث کثیرہ میں ذکر کو بھی دعا قرار دیا گیا۔	۱۰۶	مال زکوہ سے میت کو کفن دینا جائز نہیں۔
۶۳۹	بہترین دعا دعا عارفہ ہے۔	۵۳۲	جو جنازہ اوقاتِ ثلاثہ مکروہہ میں لایا گیا اس کی نماز ان اوقات میں جائز ہے۔
	قرآنی علوم و تفسیر		عیدین
۱۷۲	قرآن مجید میں ۳۳ جگہ نماز کے ساتھ زکوہ کا ذکر فرمایا گیا ہے۔	۳۷۲	عید کی نماز سے متعلق متعدد سوال۔
۵۶۱	آیہ کریمہ فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ الْآیۃَ سے متعلق سوال۔	۳۸۸	عید کا چاند تیس ۳۰ رمضان کو دن میں نظر آئے۔
	حدیث و اصول حدیث	۴۳۳	عید الاضحیٰ کی رویت سے متعلق سوال۔
۱۸۸	امام ابو یوسف کے بارے میں جو حکایت امام بخاری کے حوالے سے بیان کی جاتی ہے وہ بخاری شریف میں کہیں نہیں۔		احکام مسجد
۱۹۹	بخاری کی تعالیق، متابعات اور شواہد کو چھوڑ کر اصول مسانید پر نظر کیجئے تو گنجائش کلام ہے۔	۲۶۷	مسجد میں زکوہ خرچ کرنے کی صورت۔
۳۲۸	حدیث تَصَدَّقُوا عَلٰی الْاٰدِیَانِ کَلَّهَا سے کفار حربی کو صدقہ دینے پر استدلال کا جواب۔	۳۰۲	مسجدوں میں چندہ کرنا۔
۴۷۸	حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادِ عالی "شهران لا ینقصان" کا کیا مطلب ہے؟	۸۲۷	ہمیشہ جلوس مسجد میں نیت اعتکاف رکھے۔
۵۷۰	صحیح کاذب کو حدیث میں مستطیل اور صحیح کاذب کو مستطیر کہا گیا۔		اعتکاف
۵۸۹	حدیث کریب پر بحث۔	۶۵۳	رمضان شریف کے آخری عشرہ میں اعتکاف۔
۵۹۱	مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث کریب کے بارے میں توجیہ صاحب فتح القدیر کی توجیہ سے اولیٰ ہے۔	۷۶۸	ہر مسجد میں جاتے ہوئے اعتکاف کی نیت کر لینی چاہئے۔
۶۳۵	الفاظِ احادیث "اذا افطر قال اللهم الخ" کا مفاد صریح یہی ہے کہ افطر شرط اور قال کن اس کی جزا ہے۔		دعا و استغفار
		۴۵۹	رویت ہلال کی دعائیں۔

۸۰۷	نیکوں پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شکر ادا کرتے ہیں اور سگناہوں پر ہمارے لیے استغفار کرتے ہیں۔	۶۳۴	جس حدیث سے بظاہر افطار سے قبل دعاء کا وقوع ثابت ہے اس کی توجیہ۔
	تاریخ و تذکرہ	۸۰۰	حدیث "لا تشد الرحال" کا جواب (حاشیہ ۱)
۸۴	امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایمان افروز واقعہ۔	۸۰۱	زائرین کے مستحق شفاعت ہونے کا ثبوت ہمیں احادیث سے۔
۹۴	امام ابوالسعود محمد آفندی مفتی دیار رومیہ صاحب بحر پر، صاحب بحر شرنبلالی پر اور شرنبلالی اس ابوالسعود پر مقدم ہیں جو شرنبلالی کی کتب کے محشی ہیں۔		اسماء الرجال
۱۹۵	امام زین الملک والدین کے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھنے کا واقعہ۔	۶۳۴	داؤد بن زبرقان متروک ہیں۔
۲۰۰	امام بخاری نہ تابعین میں سے ہیں نہ تبع تابعین میں سے بلکہ امام اعظم کے پانچویں درجے میں جا کر شاگرد ہیں۔		سیرت
۴۵۵	امام الحرمین ابوالمعالی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے کی ایک حکایت۔		
۶۲۳	صحیح صادق کے لئے ۱۵ درجے انحطاط کے بطلان اور ۱۸ درجے انحطاط کی صحت کا مؤید مشہور واقعہ۔	۸۰۶	حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سلام عرض کرنے والے کو جواب دیتے ہیں۔
۶۲۳	امام شمس الانامہ حلوانی کی سن وفات کیا ہے (حاشیہ)	۸۰۶	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قیامت تک کے احوال کو ایسے دیکھ رہے ہیں جیسے اپنی ہتھیلی کو۔
۶۸۹	سید جلیل ابوعبد اللہ الفاسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا واقعہ۔	۸۰۷	سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم وفات کے بعد بھی ایسا ہی ہے جیسا آپ کی زندگی میں۔
۷۲۱	حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ۔	۸۰۷	حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات و وفات دونوں امت کے لیے بہتر ہیں۔
۷۷۳	امام احمد رضا اور مولانا مکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات کا واقعہ۔	۸۰۷	ہمارے اعمال حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیے جاتے ہیں۔

عقائد و کلام	فضائل و مناقب	
سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک نگاہِ لطف جملہ مہماتِ دو جہاں کو بس ہے۔	۱۰۵	امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ کے فضائل۔
اللہ تعالیٰ کو بندے کی بھلائی اور عذابِ شدید سے اس کی رہائی منظور ہے۔	۱۸۲	سادات کے لیے تحریم صدقات کی علت ان حضراتِ عالیہ کی عزت و کرامت اور نفاذ و طہارت ہے۔
کیلزید پر لعن کرنا جائز ہے؟	۱۹۳	غنی استحقاقِ کرامت میں بنی ہاشم کے برابر نہیں۔
فرقِ مراتب بے شمار حق بدست حیدر کرار، مگر معاویہ بھی ہمارے سردار، طعن ان پر بھی کارِ فجار۔	۲۰۱	حضراتِ سادات اور اہل بیتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت و معاونت کے فضائل۔
جو حمایتِ معاویہ میں حضرت علی کی اولیت و عظمت و اہمیت سے آنکھ پھیرے وہ نا صمیمی زیدی، اور جو محبتِ علی میں حضرت معاویہ کی صحابیت و خدمتِ بارگاہِ رسالت کو بھلا دے وہ شیعہ زیدی ہے۔	۲۰۱	نیک کام کی راہنمائی کرنے والے کو اتنا ہی ثواب ملتا ہے جتنا نیک کام کرنے والے کو۔
ہجرت کا صحیح مفہوم کیا ہے۔	۶۸۳	اپنوں کو زکوٰۃ دینے سے دو گنا ثواب ہے ایک صلہ رحمی کا اور ایک تصدق کا۔
انبیاء علیہم السلام کی موت صرف ایک آن کے لیے ہوتی ہے۔	۷۶۳	بقول امام شافعی تمام فقہاء امام ابو حنیفہ کے ہاں بچے ہیں۔
حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات و وفات میں کوئی فرق نہیں۔	۷۶۳	امام بخاری کا اپنے زمانے میں حفظِ حدیث، نقدِ رجال اور تنقیحِ صحت و ضعفِ روایات میں پایہ رفیع ہے۔
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زائرین کی حاضری، کھڑے ہونے، سلام عرض کرنے بلکہ تمام افعال و احوال اور کوچ و مقام سے آگاہ ہیں۔	۷۶۳	کتبِ احادیث میں امام بخاری کی کتاب بیشک چیدہ و منتخب ہے۔
کیا ایمان کے سوا عبادتیں کفار پر فرض ہیں۔	۷۷۶	امام ابو حنیفہ کے فضائل۔
زمین پر پیغمبروں کا جسم کھانا حرام ہے۔	۸۰۷	امام بخاری نے امام اعظم ابو حنیفہ کے شاگردوں کے شاگردوں سے علم حاصل کیا۔
نبی زندہ ہوتے ہیں اور انہیں رزق دیا جاتا ہے۔	۸۸۰	

۶۷۸	قرآن وحدیث سے والدین اور ان کے ساتھ حسن سلوک کے فضائل۔	۱۹۹	امام بخاری کو اللہ تعالیٰ نے خدمتِ الفاظِ حدیث کے لیے بنایا تھا، خدمتِ معانی ائمہ مجتہدین خصوصاً امام ابوحنیفہ کا حصہ تھا۔
۶۸۳	حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خیر التابعین ہیں۔	۲۰۰	امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کاخراج تحسین۔
۶۸۵	فقیر واحد شیطان پر ہزار عابد سے زیادہ بھاری ہے۔	۲۰۰	حضرت امام عامر شعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل۔
۶۸۶	اگر جرتج راہب عالم ہوتا تو جانتا کہ ماں کی پکار پر لبیک کہنا عبادتِ رب سے اولیٰ ہے۔	۲۰۱	ہمارے نزدیک امام بخاری کو امام ابوحنیفہ سے وہ نسبت ہے جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔
۶۸۶	اطاعت والدین حج نفل سے اولیٰ ہے۔	۲۰۱	یہی نسبت مذکورہ ہی ہمارے نزدیک امام ابن الجوزی کو حضور سیدنا غوث اعظم اور مولانا علی قاری کو شیخ اکبر سے ہے۔
۶۹۵	مدینہ منورہ میں رحمت اکثر، الطف اور اوفر ہے۔	۲۵۳	اپنے عزیز مقروض کو زکوٰۃ دینے میں دونا ثواب ہے۔
۸۰۸	مسجد نبوی میں نماز کی فضیلت۔	۲۵۳	علم دین پڑھنے والے طلبہ کو زکوٰۃ دینا افضل ہے۔
۸۰۸	حرمین میں مرنے والے کے لیے قیامت میں امن۔	۲۷۳	تحریم صدقہ و تقریر سہم دونوں بنی ہاشم کے لیے مستقل کرامتیں ہیں۔
۸۰۹	مدینہ مکہ سے افضل ہے۔	۲۷۷	امام طحاوی کی جلالتِ شان مسلم مگر عظمتِ قاہرہ اصل مذہب چیزے دیگر است۔
۸۰۹	مدینہ منورہ میں مرنے والے کے لیے شفاعت کی ضمانت۔	۳۵۱	رمضان شریف میں قرآن پاک کی تلاوت کی فضیلت۔
۸۱۱	حسین کریمین میں سے کون افضل ہے (حاشیہ ۱)	۵۸۸	ہمارے ائمہ کا مذہب مہذب اس اعلیٰ درجہ تحقیقِ انیق پر ہوتا ہے کہ مدعیانِ تحقیق تک اس کی ہوا بھی نہیں آتی۔
۸۱۲	حضرات آل اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین کو خلاصہ مخلوق کہنا صحیح ہے۔	۵۸۹	امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے برابر کون سے محدثین ہوں گے۔
۸۱۷	حج کے لیے منیٰ اور عرفات پیدل چلیں تو ہر قدم پر سات کروڑ نیکیاں ہیں۔	۶۳۶	حدیث قدسی سے ثابت ہے کہ جلد افطار کرنے والا اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے۔
		۶۴۰	افضل ذکر لا الہ الا اللہ اور افضل دعاء الحمد للہ ہے۔

۵۷۱	صبح کی سفیدی افق سے بہت اونچی ہی ہماری نظروں میں پیدا ہوتی ہے نہ کہ زمین کے کنارہ سے اُٹھتی ہوئی بلندی پر آتی ہے۔		ہیئت و توقیت
۵۷۱	یہ قول کہ صبح رات کاساتواں حصہ ہے ہر موسم اور ہر مقام کے لیے عام نہیں۔	۴۶۸	بطور علم ہیئت بھی ثابت ہے کہ ۲۲ کا چاند بعض ۳۰ کے چاندوں سے بڑا ہونا ممکن ہے۔
۵۷۱	صبح کاذب کے شروع سے صبح صادق کے انتشار تک سفیدی کو پیش آنے والی سات صورتوں کا بیان۔	۴۶۹	از روئے ہیئت ثابت ہے کہ کبھی ۲۹ کا ہلال ۳۰ کے بعض ہلالوں سے اونچا اور دیر پا ہونا متصور ہے۔
۵۷۵	امام اہل ہیئت بطلموس نے مجسطی میں رویت ہلال کا ذکر کیوں نہیں کیا۔	۵۳۹	سال قمری تین سو پچپن دن سے زائد نہیں ہوتا۔
۵۷۵	متاخرین اہل ہیئت کے تخمینات کا تحلف و شوار نہیں۔	۵۶۸	اوقات صحیح نکالنے کے فن کو علم توقیت کہتے ہیں۔
۵۷۵	اہل ہیئت رویت ہلال کے بارے میں کوئی ضابطہ صحیحہ نہیں بتا سکے۔	۵۶۸	علم توقیت سے ہندوستان کے اکثر علماء غافل ہیں نہ یہ ہیئت کی درسی کتابوں سے آسکتا ہے۔
۵۷۵	صحیحین کے حسابات میں اکثر خطا پڑی ہے۔	۵۶۸	مرزا خیر اللہ منجم کی دو حریفی جدول سے ناواقف فن نفع نہیں پاسکتا۔
۶۱۸	اوقات کے لیے حکیم رحیم جل جلالہ نے دو کھلی نشانیاں مقرر فرمادیں یعنی چاند اور سورج۔	۵۶۸	زجاج بہادر خانی کی جداولِ تعدیل سے سحری کو تو کچھ تعلق ہی نہیں اور افطار میں ناقص ہے۔
۶۱۹	ہلال کے ظہور و خفا کے اسباب کثیر و نامضب ہیں۔	۵۶۹	وقت پہچاننا ہر مسلمان پر فرض عین ہے۔
۶۱۹	بطلموس نے متحیرہ خمسہ و کواکب ثوابت کے ظہور و خفا کے لیے باب وضع کرنے کے باوجود رویت ہلال سے اصلاً بحث نہ کی۔	۵۷۰	صبح کاذب کی سپیدی جہاں شروع ہوتی ہے وہ اخیر تک بڑھتی ہی جاتی ہے وہاں ہر گز تارکی نہیں آتی۔
۶۱۹	متاخرین ارباب ہیئت نے بلحاظ درجہ ارتفاع یا بعد معدل و قوس تعدیل الغروب وغیرہ کی کچھ باتیں رویت ہلال کے بارے میں کہیں لیکن وہ خود ان میں شدت مختلف ہیں۔	۵۷۰	بعض کتب ہیئت اور ان کی اتباع میں بعض کتب فقہ میں یہ بات غلط لکھ دی گئی کہ جب آفتاب افق سے پندرہ درجے نیچے ہوتا ہے تو صبح صادق ہوتی ہے، اور صبح کاذب اس سے صرف تین درجے پہلے ہوتی ہے۔

۵۲۵	مشقال کا وزن ۴-۲/۱ ماشے ہے۔	۶۱۹	اہل بیتِ جدیدہ فضول باتوں میں نہایت تدقیق و تعمق کرتے ہیں اس کی چند مثالیں۔
۵۲۵	درہم شرعی کا وزن پچیس رتی اور رتی کا پانچواں حصہ ہے یعنی ۲۵-۱/۵ رتی۔	۶۱۹	رویت کے تکرار سے تجربہ نے کچھ ضوابط کلیہ دیئے جن کی مدد سے وقت کو قوانین علمِ ہیئت و زجاج کے ضابطہ میں لے آنا میسر ہوا۔
۵۲۶	ایک رطل بیس استار، ایک استار ساڑھے چار مشقال، ایک مشقال بیس قیراط، اور ایک قیراط ۱-۴/۵ رتی کا ہوتا ہے۔	۶۲۰	شہر کا عرض اور جزءِ شمس کا میل معلوم ہونا طلوع و غروب کا وقت بتانے کے لیے کافی و دانی ہے۔
۵۴۸	تولوں سے فدیہ اور صاع کی مقدار۔	۶۲۰	اکسار کیا ہے اور اس کی مقدار مدت دریافت کرنے کا ضابطہ
	فلسفہ طبیعیات	۶۲۱	صبح کاذب و صبح صادق کے وقت انحطاطِ شمس کے درجات میں اہل بیت کا اختلاف۔
۵۰۳	دھواں جب حلق میں جاتا ہے تو اس کی تنگی محسوس ہوتی ہے اور طبیعت کی دافعہ فوراً دفع کرتی ہے اور جب دماغ میں جاتا ہے تو اس کی سوزش معلوم ہوتی ہے جو دماغ کو اذیت دیتی ہے۔	۶۲۱	صبح کاذب اور صبح صادق میں کتنے درجات کا فاصلہ ہے۔
۶۲۰	بالائے زمین ۴۵۴۵ سے ۵۲ ۵۲ میل تک علی الاختلاف بخارات و ہوا غلیظہ محیط ہوتی ہے۔		حساب
۶۲۰	شعاعِ بصر پہلے ملاءِ غلیظ پھر ملاءِ صافی میں گزر کر افاق میں پہنچتی ہے۔	۲۹۶	انگریزی روپے سے صاع کا تعین۔
۶۲۱	مکانیات سے قرب مکانی اور زمانیات سے قرب زمانی ہوگا۔	۵۲۵	سات مشقال دس درہم کے برابر ہوتے ہیں۔
۶۲۱	اشادِ جہت مستلزمِ قرب اور وہ ہنگام حقیقتِ قرب مکانی کہ جہت حقیقیہ مختص بمکانیات ہے۔	۵۲۵	صاع دوسو ستر (۲۷۰) تولے اور نیم صاع ایک سو پینتیس (۱۳۵) تولے ہے۔
	وصیت	۵۲۵	تولہ میں بارہ ماشے، اور ماشہ میں آٹھ رتی، اور رتی میں آٹھ چاول ہوتے ہیں۔
۱۷۹	حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بوقتِ نزع سیدنا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وصیت۔	۵۲۵	انگریزی روپیہ سوا گیارہ ماشے کا ہے۔

۵۶۹	مسلمانو! یہ دین ہے جس پر خدا کی دین ہے وہ جانتا ہے کہ اس کا کھنا مجھ پر دین ہے۔	۵۳۳	کیا وصیت بالمال فقط عین کو متناول ہوتی ہے یا دین کو بھی۔
	رسم المفتی	۵۳۶	روزہ کی قضا سے پہلے موت آجائے تو فدیہ کی وصیت واجب ہے۔
۱۰۳	بوقت اختلاف ظاہر الروایۃ ہی مرتج ہے۔		ترغیب و ترہیب
۱۰۳	جو کچھ ظاہر الروایۃ کے خلاف ہے ہمارے ائمہ کا مذہب نہیں۔	۸۳	بعد از وجوب زکوٰۃ ادائیگی کی تاخیر میں آفات ہیں۔
۱۰۴	قول مرجوع پر فتویٰ جہالت اور اجماع کے خلاف ہے۔	۸۴	لوگوں کو زکوٰۃ کی ادائیگی میں تدریج پر راغب کرنے والی باتیں۔
۱۹۰	استقاط زکوٰۃ کے حیلہ کے عدم جواز پر فتویٰ ہے یہی طرفین کا مذہب ہے۔	۱۰۵	قیامت کا دن سخت ضرورت و حاجت کا دن ہے۔
۱۹۲	حیلہ استقاط زکوٰۃ کے بارے میں امام ابو یوسف نے اپنے سابق قول سے رجوع فرمایا۔	۱۰۶	نیک کام میں شریک ہونے والے تمام افراد کو کامل ثواب ملتا ہے شراکت کی وجہ سے کسی کے اجر میں کمی واقع نہیں ہوتی۔
۱۹۳	مجتہد کے اجتہاد میں کسی فعل کا جواز آنا اور بات ہے اور خود اس کا مرتکب ہونا اور بات ہے۔	۱۰۷	نیک کاموں میں زکوٰۃ خرچ کرنے کے لیے کسی مستحق زکوٰۃ سے تملیک کرانے میں دونوں کو ثواب ملتا ہے۔
۱۹۳	اساطین دین الہی بارہا عوام کے لیے رخصت بتاتے ہیں اور خود عزیمت پر عمل کرتے ہیں۔	۱۰۸	زکوٰۃ ادا کرنے سے مال بڑھتا ہے جیسے اجزائے فاسدہ زائدہ کے کاٹنے سے درخت بڑھتا ہے۔
۲۱۶	لفظ "ناخذ" اکید الفاظ فتویٰ سے ہے۔	۱۰۸	زکوٰۃ نہ دینے کی جانکاہ آفتوں کی کوئی تاب نہیں لاسکتا۔
۲۱۷	صحیح مزارعت کے بارے میں فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے۔	۱۰۹	ضعیف البنیان انسان کی کیا جان زکوٰۃ نہ دینے کی آفتیں اگر پہاڑوں پر ڈالی جائیں تو خاک میں مل جائیں۔
۲۱۷	حرج مدفوع بالنص ہے۔	۱۰۹	سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتاب مستطاب فتوح الغیب شریف سے چند جگہ شکاف مثالیں۔
۲۷۵	بنی ہاشم کے لیے زکوٰۃ کا عدم جواز ظاہر الروایۃ ہے۔		

۲۱۸	مطالبہ خراج مشروط بہ تسلط ہے۔	۲۷۶	جو کچھ ظاہر الروایۃ کے خلاف ہو وہ ہمارے ائمہ کا قول نہیں۔
۲۲۱	جس شی کا مصرف نہ رہے اس کا مطالبہ عبث ہے۔	۲۷۶	قول مرجوع عنہ پر عمل ناجائز ہے۔
۲۲۲	مطالبہ سلطنت اور وجوب دیانت میں فرق ہے۔	۲۷۷	امام طحاوی کے کچھ اختیارات مفردہ ہیں کہ بترک مذہب ان پر عمل کے کوئی معنی نہیں۔
۲۲۲	بہت چیزوں کا مطالبہ سلطان کو نہیں پہنچتا مگر شرعاً واجب ہیں۔	۲۷۸	بغیر علم کے فتویٰ دینے والے بحکم حدیث ضال و مضل ہیں۔
۲۲۶	عبارت عنایہ میں لفظ یختص موہم واقع ہوا ہے اور وہ زائد و خلاف مقصود ہے۔	۵۷۸	مذہب مفتی بک کے مقابل بعض مشائخ کے قول پر اعتماد کرنا جہل و خرق اجماع ہے۔
۲۳۹	جریب اور صاع کی مقدار کیا ہے؟	۵۸۲	فتویٰ عدم اعتبار اختلاف مطالبہ پر ہے اور یہی احوط و اقویٰ ہے۔
۲۷۳	تقریر خمس الخمس، تحریم صدقات پر بنتی ہے نہ کہ تحریم صدقات تقریر خمس الخمس پر۔	۵۸۲	ظاہر الروایۃ کو اپنانا ہی احوط ہے۔
۲۷۵	معاوضت عرفیہ اور معاوضت مصطلحہ میں فرق۔	۵۸۲	دود لیلوں میں سے اقویٰ پر عمل کرنے میں ہی احتیاط ہے۔
۲۹۲	صدقہ فطر میں چار چیزوں میں صاع کا اعتبار ہے باقی میں قیمت کا۔	۵۸۳	جو ظاہر الروایۃ سے خارج ہو وہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب اور قول نہیں۔
۲۹۸	صاع کے وزن کی تحقیق۔	۵۸۳	جو ظاہر الروایۃ سے خارج ہے وہ مرجوع عنہ ہے اور مرجوع عنہ امام صاحب کا قول نہ رہا۔
۳۶۰	تار نہ تو کوئی شہادت شرعیہ ہے نہ خبر متواتر۔	۵۸۳	جو ظاہر الروایۃ کے مخالف ہے وہ ہمارے اصحاب کا مذہب نہیں۔
۳۶۵	جب مقبول الکتاب کا تار ناچیز ہے تو مردود الکتاب کا تار کیا چیز ہے؟	۵۸۳	قول مرجوع پر فتویٰ دینا جہل و خرق اجماع ہے۔
۴۱۴	استفادہ کی صورت اور اس کے شرائط۔		فوائد فقہیہ
۴۱۷	اثبات احکام میں تواتر بھی قائم مقام شہادت بلکہ اس سے اقویٰ ہے۔	۸۵	حولانِ حول سے قمری سال مراد ہے۔
۴۲۰	اسلامی شہر میں منادی پر عمل کب ہوگا؟	۸۸	زکوٰۃ صرف نصاب میں واجب ہوتی ہے نہ کہ عفو میں۔
۴۵۲	عادل، مستور اور فاسق کی تعریفات۔	۱۵۶	زکوٰۃ میں قمری مہینوں کا اعتبار ہے انگریزی مہینوں کا نہیں۔
		۲۰۲	حولانِ حول کے معنی۔

۷۸۶	رکن، شرط اور فرض میں فرق۔	۴۵۴	جہاں ریاست اسلامی ہے ان بلاد میں جو عالم دین سنی المذہب سب سے زیادہ علم فقہ رکھتا ہو وہ بحکم شرع سردار مسلمانان ہے۔
۸۲۵	عبد بمعنی غلام کا اطلاق و جواز (حاشیہ ۱)	۴۹۴	مسئلہ غبار و دخان میں دخول بلا قصد اور ادخال بالقصد پر مدار کار ہے، اول غیر مفسد اور ثانی مفسد ہے۔
	فوائد اصولیہ	۴۹۴	حقیقتِ صوم، مفطراتِ شرعیہ سے امساک میں محصور ہے۔
۷۶	تبرع پر جبر نہیں ہوتا۔	۵۲۶	ہمارے نزدیک صاع عراقی معتبر ہے جو آٹھ رطل کا ہوتا ہے۔
۷۶	مذہب صحیح و معتمد میں ادائے زکوٰۃ کا وجوب فوری ہے۔	۵۳۰	چار چیزیں جن میں نص شرعی وارد ہے یعنی گندم، جو، خرما اور کشمش ان میں قیمت کا اعتبار نہیں، وزن شرعی ہی معتبر ہے۔
۸۰	حج کا وجوب قول رائج پر فوری ہے لیکن تاخیر کی صورت میں بھی ادائی ہوگا نہ کہ قضاء۔	۵۳۱	جن اشیاء میں قیمت معتبر ہے ان میں روزِ وجوب کی قیمت کا اعتبار ہوگا نہ کہ روزِ ادائی کی قیمت کا۔
۱۰۴	قوتِ دلیل موجب تعویل ہے۔	۵۳۵	شیخ فانی اور موتی کے احکامِ فدیہ میں متعدد فرق ہیں۔
	روایت کی موافقت مانع عدول از درایت ہے۔	۵۳۸	شیخ فانی کی تعریف۔
۱۱۵	ضمیم وزر سے مقصود تحصیل واجب ہے نہ کہ تبدیل واجب۔	۵۷۷	فقہ میں بڑا کام قول متفق کا ادراک ہے۔
۱۷۸	فرض خاص سلطانی قرض ہے اور نفل گویا تحفہ و نذرانہ۔	۵۷۹	یوم شک کون سادن ہے۔
۹۱۷	کوئی نفل قبول نہیں ہوتا جب تک فرض ادانہ کر لیا جائے۔	۵۹۴	نیم صاع کا وزن انگریزی سیر سے کتنا بنتا ہے اور بریلی اور رامپور کے سیر سے کتنا بنتا ہے۔
۱۸۲	کسی فعل کا صحیح ہونا اور بات ہے اور اس پر ثواب ملنا اور مقبول بارگاہ ہونا اور بات ہے۔	۵۹۸	فرض کے لئے جو فرض چھوڑا وہ جاتا رہا۔
۱۹۲	امام دین جب ایک قول سے رجوع فرمائے تو وہ اب اس کا قول نہ رہا، نہ اس سے اس پر طعن روا ہے۔	۶۰۵	نذر سے جو وجوب آتا ہے وہ عارضی ہوتا ہے۔
۱۹۴	مجتہد اپنی خطا پر بھی ثواب پاتا ہے اگرچہ صواب کا ثواب دونا ہے۔	۶۱۱	استفاضہ بمنزلہ خبر متواتر ہے۔
۱۹۴	فرض سے معاندت قطعاً گناہ کبیرہ ہے۔		

۱۹۵	مجرد استتباح واستبعاد بے دلیل شرعی مسموع نہیں۔	۱۹۵	تکلیف بالاحمال اور تکلیف مالا یتطاق باطل ہے۔
۱۹۵	احکام زہد، احکام شرع پر حاکم نہیں۔	۲۹۷	سبب مفسی الی الشئی دو قسم ہے، ایک مفسی کلیہ اور دوسرا مفسی نادرا۔
۱۹۵	واقعہ حال، محتمل صد احتمال ہوتا ہے۔	۵۳۴	قاعدہ شرعیہ ہے کہ ادائے کامل بہ کامل نہ کہ ادائے کامل بہ ناقص۔
۱۹۵	مجتہد اپنے اجتہاد پر ملام نہیں۔	۵۳۵	ناقص ناقص سے ادا ہو سکتا ہے۔
۲۱۴	عدم رویت، رویت عدم نہیں۔	۵۳۵	اداء دین دین سے، اور اداء عین دین عین سے جائز ہے۔
۲۱۴	عدم نقل نقل عدم نہیں۔	۵۳۵	اداء دین، عین سے ناجائز ہے۔
۲۲۳	تسلط و حمایت شرط مطالبہ سلطانی ہے نہ کہ شرط نفس وجوب۔	۵۴۰	جو شئی قطعی و یقینی ہو وہ احتیاط کی محتاج نہیں۔
۲۳۴	خراج کے لیے سبب وجوب، ارض نامیہ ہے۔	۵۷۳	ظاہر الروایۃ مصححہ بالتقریح سے عدول صریح جہل و نامقبول ہے۔
۲۷۳	سقوط عوض سے رجوع معوض وہی ہے جہاں زوال معوض حصول عوض پر موقوف ہو۔	۵۸۱	ضروریات کے لیے گواہی کی حاجت نہیں۔
۲۷۳	زوال معوض اگر عوض کے علاوہ کسی اور علت سے معلل ہو تو جب تک وہ علت باقی رہے گی زوال معوض پیشک رہے گا۔	۵۹۱	مفطرات غیر مکفرات کا بار بار کرنا مطلقاً موجب کفارہ نہیں جب تک بنیت معصیت نہ ہو۔
۳۶۴	جو حکم خلاف قیاس مانا جاتا ہے وہ موردے آگے تجاوز نہیں کر سکتا۔	۵۹۸	واجب کے لئے فرض فرض ناجائز جبکہ فرض کے لیے رفض فرض جائز ہے۔
۴۱۷	نفی پر تو اثر مقبول ہے اور شہادت نامسموع۔	۶۰۳	سنن و نوافل میں اضعفیت مانع صحت بناء نہیں۔
۴۵۱	موصل الی الفرض فرض، اور موصل الی الواجب واجب ہوتا ہے۔	۶۰۵	وجوب عارضی وجوب اصلی سے اضعف ہوتا ہے۔
۴۷۷	مد رک عرفی و شرعی میں فرق نہ کرنا صریح خطا ہے۔	۶۰۵	اضعف پر اقویٰ کی بناء صحیح نہیں۔
۴۹۴	تکالیف شرعیہ قدر وسع پر مقصور ہیں۔	۶۰۵	اختلاف سبب وجوب مانع صحت بناء ہے۔
۴۹۴	ارکان ساقلہ بضرورت، حقیقۃً ارکان سعت ہوتے ہیں نہ کہ ارکان اصل حقیقت۔	۶۳۶	ارکانکاب تجوز خلاف اصل ہے۔
		۶۳۶	جب تک کوئی حاجت نہ ہو نصوص کو ظاہر پر محمول کرنا واجب ہے۔

۱۰۸	دائن اپنے مدیون فقیر کو زکوٰۃ دے کر دین کی وصولی کے طور پر واپس لے سکتا ہے، نہ دے تو چھین سکتا ہے۔		نکاح
۱۶۲	دین کے احکام اور اقسام۔	۴۹۴	حقیقت نکاح ایجاب و قبول ہے۔
۲۵۰	مقروض کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں۔	۴۹۴	کوئی عورت مجر دایجاب سے بغیر قبول کے کسی کی زوجہ نہیں بن سکتی۔
۵۳۲	مدیون فقیر کو فدیہ میں دین چھوڑ دینے سے فدیہ ادا ہو جائے گا یا نہیں۔		نسب
	شفعہ	۱۰۹	جس کی ماں ہاشمیہ اور باپ غیر ہاشمی ہو کیا وہ ہاشمی کہلا سکتا ہے۔
۱۸۹	ثبوت شفعہ کے بعد اس کے اسقاط کا حیلہ کرنا مکروہ ہے البتہ دفع ثبوت کے لیے حیلہ امام ابو یوسف کے نزدیک مکروہ نہیں۔	۱۰۹	شرع میں نسب باپ سے ہے۔
	وقف	۱۰۹	جو فقط ماں کے سیدانی ہونے سے سید بن بیٹھے اور اس پر اصرار کرے وہ محکم حدیث مستحق لعنت ہے۔
۱۸۱	وقف بعد تہائی، لازم و حتمی ہو جاتا ہے اس کے ابطال کا ہرگز اختیار نہیں رہتا۔		بیع
۱۸۲	وقف میں میراث جاری نہیں ہوتی۔	۱۰۸	اگر کچھ پیسے بعوض روپوں کے نیچے تو جامع صغیر سے بظاہر تقابض بدین کی شرط معلوم ہوتی ہے مگر روایت مبسوط پر ایک ہی جانب کا قبضہ کافی ہے۔
۲۵۵	مال زکوٰۃ سے کتاب وغیرہ خرید کر وقف نہیں کر سکتے، ان میں صرف کرنے کی صورت۔	۲۷۳	مشتری نے ثمن بائع کو دے دئے اور بیع بائع کے پاس ہی ہلاک ہو گیا تو مشتری ثمن کے لئے رجوع کرے گا۔
۳۲۷	زکوٰۃ سے زمین خرید کر وقف کرنا۔		مداینات
	رہن	۱۰۸	دائن جب اپنے دین کی جنس سے مال مدیون پائے تو اس کی رضامندی کے بغیر لے سکتا ہے۔
۱۳۴	مرہون زیوروں کی زکوٰۃ نہ راہن پر نہ مرہون پر۔		

۶۲۵	فرع جب تکذیب اصل کرے تو فرع باقرار خود کاذب ہے کیونکہ فرع اصل پر مبتنی ہے جب مبنی باطل تو مبتنی بھی باطل۔		ہبہ
	لُغَت	۱۰۸	ہبہ و صدقہ شرط فاسد سے فاسد نہیں ہوتے۔
۱۹۵	کرنے اور کیا کرنے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔	۱۸۱	دی ہوئی خیرات فقیر سے واپس نہیں لے سکتا۔
۱۹۵	كَانَ يَفْعَلُ تکرار میں نص نہیں۔		منطق
۶۳۶	أَفْطَرْتُ کا ترجمہ "میں افطار کرتا ہوں" صحیح نہیں بلکہ صحیح یہ ہے کہ "میں نے افطار کیا"۔	۲۲۶	یہاں موجبہ کلیہ یوں ہے کہ حیثما وجدت الحمایة وجبت الجبایة، نہ یوں کہ حیثما وجبت الجبایة وجدت الحمایة، تاکہ اس کا عکس نقیض اس طرح آتا کہ کمالہم توجد الحمایة لم تجب الجبایة
۶۴۱	وقت الافطار، عند الافطار، بعد الافطار، ہنگام افطار، نزدیک افطار اور پس افطار سب کا حاصل ایک ہی ہے۔	۲۲۸	وضع مقدم سے وضع تالی پر استدلال کیا جاتا ہے۔
۶۴۱	لفظ عند کے لغوی معنی کی تحقیق۔	۲۲۸	وضع تالی سے وضع مقدم پر استدلال نہیں کیا جاتا۔
۶۴۲	کبھی افطار مقابل سحور اس کھانے کو کہتے ہیں جو صائم شام کو کھاتا ہے۔	۲۷۵	خمس الحسن اور صدقات واجبہ میں انفصال حقیقی نہیں بلکہ منع الجمع ہے۔
	نحو	۲۷۵	منفصلہ حقیقیہ کو منع خلوا لازم ہوتا ہے۔
۶۳۵	مجرد قول، مقولے کے بغیر صلاحیت وقوع ہی نہیں رکھتا، ترتب جو لازم جزائیت ہے کہاں سے آئے گا۔	۲۹۴	اثقائے حقیقت کو انتقائے ثبی قطعاً لازم ہے۔
۶۳۵	اللهم کو کلام متناف قرار دینا ایسی غلطی ہے کہ شرح مائتہ عامل خواں بھی قبول نہ کرے گا۔	۲۹۴	تحقیق ثبی بے حقیقت ثبی محال عقلی ہے۔
۶۳۵	جزاء شرط سے مقدم نہیں ہوتی بلکہ شرط سے مؤخر اور اس پر مرتب ہوتی ہے۔	۴۹۵	بقاء ثبی مع انتفاء حقیقت اور اجماع ذات و منافی ذات باطل ہیں۔
		۵۷۹	شک استوائے طرفین کی حالت میں ہے۔

۲۶۱	طلبہ زکوٰۃ لے سکتے ہیں۔	۶۳۶	ادعیہ افطار میں ماضی کے صیغوں سے انشاء مقصود نہیں تو لاجرم اخبار متعین ہے۔
۲۶۲	زکوٰۃ تنخواہ میں صرف نہیں ہو سکتی۔		مناظرہ
۲۹۰	کافر، مشرک، وہابی، رافضی، قادیانی وغیرہ کو زکوٰۃ دینا حرام ہے۔	۱۹۴	طاعنینِ امام ابو یوسف پر مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کی مناظرانہ گرفت۔
۲۹۱	امام کو زکوٰۃ، چرم قربانی یا تیل کے پیسے لینا،	۵۸۴	معتبرین اختلافِ مطالع کا تین وجوہ سے رد
۳۰۳	ضرورتِ شرعیہ کے بغیر سوال کرنا حرام ہے۔	۵۸۹	اختلافِ مطالع کے بارے میں مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی کے موقف کا رد۔
۳۰۳	عام گداگروں کو دینا کیسا ہے؟	۶۰۳	مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی کے ایک فتویٰ کا چھ وجوہ سے رد۔
۳۰۳	بے سوال کوئی دے تو لینے میں حرج نہیں۔		بلاغت
۳۰۵	حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام ہونے والے سالانہ فاتحہ کے پیسے محتاج کو دینا۔	۶۳۰	کنایہ تصریح سے افضل ہے۔
۳۰۸	میلاد شریف کی شیرینی کا حکم۔		حظروا بابت
۳۳۱	حرام چیزوں سے سحری اور افطار کرنا۔	۱۰۴	ساداتِ کرام کے لیے نہ زکوٰۃ لینا جائز، نہ انہیں دینا جائز، اور نہ ان کو دینے سے زکوٰۃ ادا ہوتی ہے۔
۴۵۷	جس شام احتمالِ ہلال ہو جب تک حکمِ حاکمِ شرعی یا فتوائے عالمِ دین نہ ہو ہرگز ہرگز کسی وجہ سے بندوقین یا آواز کی آتشبازی اپنے دنیوی کاموں کے لیے بھی نہ کریں۔	۱۰۹	مالِ زکوٰۃ کو اپنے خورد و برد میں لانے کے لئے حیلوں کا سہارا لینا مقاصدِ شرع کے خلاف اور گویا رب تعالیٰ کو فریب دینا ہے۔
۵۹۵	جس نے بعدِ شرعی روزہ نہ رکھا ہو اسے ماہِ رمضان کی حرمت کے پیش نظر حتیٰ الوسع چھپ کر کھانا چاہئے۔	۱۹۴	سخت کبیرہ بلکہ اکبر الکبائر کی نسبت امام المسلمین کی طرف بے سند کر دینا کسی طرح جائز نہیں ہو سکتا۔
۶۲۵	سحری کے لیے نقارہ بجانا جائز ہے۔	۲۵۴	تنخواہ یا تعمیرِ مدرسہ میں زکوٰۃ کے روپے صرف نہیں ہو سکتے، ان کاموں میں صرف کرنے کی صورتیں۔
۷۵۰	موقف میں بلاعذر چھتری لگانے یا کسی طرح سایہ چاہنے سے حتیٰ المقدور بچنا چاہئے۔	۲۵۸	دفاعی فنڈ میں زکوٰۃ دینا۔
۷۶۲	شکرانہ کی قربانی خود بھی کھا سکتا ہے اور غنی کو بھی کھلا سکتا ہے مگر کفارہ کی قربانی صرف محتاجوں کا حق ہے۔	۲۶۰	چندہ کی رقوم باذنِ مالک مخلوط کی جاسکتی ہیں۔

۵۷۴	قبولِ شہادت کے لیے مطابقتِ قواعدِ شریعہ کے ساتھ مطابقتِ قواعدِ عقلیہ کی قید نہ رکھنا خلافِ مذہبِ معتد ہے۔	۷۶۵	حضور علیہ السلام کے سامنے ایسے کھڑے ہونا چاہئے جیسے نماز میں کھڑے ہوتے ہیں۔
۵۷۶	ثقہ عادل کی شہادتِ شریعہ کو رد کرنے والے قواعدِ عقلیہ قابلِ لحاظ نہیں۔	۷۶۵	روضہ کی جالی شریف کو بوسہ دینے یا باتھ لگانے سے بچنا چاہئے کہ خلافِ ادب ہے۔
۵۷۶	مطلع صاف ہونے کی صورت میں ایک ثقہ کی شہادت کب مردود اور کب مقبول ہے۔	۷۶۹	روضہ انور کا طواف، سجدہ اور رکوع کے برابر جھکنا ممنوع ہے۔
۶۰۸	در بارہ ہلالِ تار کی گواہی شرعاً محض باطل و نامعتبر۔	۷۸۴	سیاہ خضاب ہمیشہ ناجائز ہے مگر جہاد میں۔
۶۰۹	تار اصلاً اہلیتِ شہادت نہیں رکھتا۔		قضاء
۶۱۳	حج میں ردِ شہادتِ اختلافِ مطالع کی بناء پر نہیں بلکہ دفعِ حرج کی وجہ سے ہے۔	۴۱۳	کتاب القاضی الی القاضی کا طریقہ اور اس کے شرائط
	وکالت		شہادت
۱۵۸	زکوٰۃ ادا کرنے کا وکیل اپنے مصرف میں روپیہ خرچ کر سکتا ہے یا نہیں۔	۸۰	ہمارے بہت ائمہ نے تصریح فرمائی کہ زکوٰۃ کی ادائیگی میں تاخیر کرنے والا مردود الشادۃ ہے، اور یہی منقول ہے حضرت امام محمد سے۔
	کفالت	۴۰۶	ہلالِ رمضان کے بارے میں اکیلے شخص کی گواہی کب قول ہوگی؟
۲۶۶	ماں کی کفالت لڑکے پر اور بہن کی کفالت بھائی پر۔	۴۰۹	شہادۃ علی الشادۃ کا طریقہ۔
	حیل	۴۱۴	شہادۃ علی القضاء کا طریقہ۔
۱۰۵	اس زمانہ پُر آشوب میں ساداتِ کرام کی مواسات کیونکر ہو۔	۴۴۶	فاسق کی شہادت معتبر نہیں۔
۱۰۶	وہ تدبیر جس سے خدمتِ سادات بھی بچا ہو اور زکوٰۃ بھی ادا ہو۔	۵۷۳	ہلالِ رمضان میں بحالتِ ابرو و غبار اجلہ ائمہ کی تصحیح کے مطابق مستور کی شہادت بھی مقبول ہے۔
۱۰۶	مالِ زکوٰۃ سے میت کو کفن دینا جائز نہیں۔		

۵۴۲	بالجملہ دین سے فدیہ ادا کرنے کی دو صورتیں ہیں۔	۱۰۶	مالِ زکوٰۃ سے کفنِ میت کے جواز کا حیلہ۔
۵۴۳	تخفیفِ دُور یا دُور سے بچنے کا حیلہ۔	۱۰۶	تعمیرِ مسجد وغیرہ تمام نیک کاموں میں مالِ زکوٰۃ صرف کرنے کا حیلہ۔
	قربانی	۱۰۸	مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک سید یا مسجد پر مالِ زکوٰۃ صرف کرنے کا ایک بے غش طریقہ۔
۱۴۰	حج کے لئے پس انداز مال پر زکوٰۃ قربانی اور صدقہ فطر واجب ہوں گے۔	۱۸۳	اگر کوئی شخص پچھلے تمام سالوں کی واجب الادا زکوٰۃ دے تو خالی ہاتھ رہ جاتا ہے تو اس کے چھٹکارے کا حیلہ۔
۲۹۰	سمرنا فنڈ میں زکوٰۃ یا قربانی کی قیمت دینا۔	۱۹۶	بعد وجوب زکوٰۃ منع کا حیلہ بالا جماع حرام قطعی یہاں کلام منع وجوب میں ہے۔
۶۶۹	احرام کی قربانیاں۔	۱۹۷	حیلہ گناہ سے بچنے کے لیے جائز ہے نہ کہ گناہ میں پڑنے کے واسطے۔
۶۶۹	ایک اونٹ میں آٹھ آدمی شریک ہونا۔	۱۹۷	حیل شرعیہ کا جواز قرآن و حدیث سے ثابت ہے
۶۷۰	قربانی کے لیے حرم شرط ہے۔	۱۹۷	حضرت ابوب علیہ السلام کی قسم پوری کرنے کا حیلہ۔
۶۷۰	قربانی کی بجائے قیمت خیرات کرنا۔	۱۹۷	ایک کمزور شخص پر حد لگانے کا حیلہ۔
	عزق	۱۹۷	سود سے بچنے کا ایک حیلہ شرعیہ۔
۵۰۰	غلام و کنیز کن احکام میں اطاعتِ مولیٰ نہ کریں۔	۲۶۷	حیلہ شرعی کے طریقے اور شرط۔
۷۷۶	مکاتب، مدبر اور ام ولد کی تعریف۔	۲۶۹	مدارسِ دینیہ میں زکوٰۃ خرچ کرنے کی صورت
	تصوف	۵۳۶	فدیہ کی ادائیگی کا جو حیلہ ہندو الوں میں متعارف ہے نا تمام و ناکافی ہے۔
۱۹۵	جس نماز میں قلتِ خشوع ہو اہل سلوک کے ہاں اس کو باطل، مہمل، فاسد اور مختل سمجھتے ہیں۔	۵۳۷	ادائیگی فدیہ کا حیلہ جمیلہ۔
	قسم	۵۳۹	متاخرین کی نصوص میں حیلہ کے لیے طریقِ دور مذکور ہے طریقِ دین کا کہیں ذکر نہیں۔
۵۳۵	لاکھوں روپے قرض میں پھیلے ہوئے ہیں اگر پاس کچھ نہیں تو قسم کھا سکتا ہے کہ میرا کچھ مال نہیں۔		

متفرقات		صح کاذب اور صح صادق کی شرعی تعریف۔	۶۲۱
اعزہ کون لوگ ہیں۔	۱۸۶	موقف کیا ہے۔ (حاشیہ)	۷۴۸
مختلف موسموں میں رمضان شریف آنے کا سبب۔	۳۴۹	بطن عرنہ سے کیا مراد ہے۔ (حاشیہ)	۷۴۸
جہل مرکب، جہل بسیط سے ہزار درجہ بہتر ہے۔	۴۵۵	وادئ محسر کیا ہے۔	۷۵۱
بریلی، لکھنؤ، دہلی اور رامپور میں رائج سیروں کے وزن میں فرق۔	۵۲۶	جنۃ المعلیٰ اور وادی محضب سے کیا مراد ہے۔ (حاشیہ)	۷۵۵
مولوی صاحب نے اپنے فتاویٰ کی تیسری جلد آپ ہی سوالات قائم کر کے لکھی ہے اور اس میں بہت جگہ پہلی جلدوں کے اغلاط کی اصلاح کردی لہذا ان کا فتاویٰ دیکھنے والوں کو اس کا لحاظ ضروری ہے۔	۵۹۴	چارپہرے سے کیا مراد ہے۔ (حاشیہ)	۷۵۷
جو استفاضہ شرع نے رؤیت ہلال کے بارے میں معتبر فرمایا اس کے معنی کی تحقیق۔	۶۱۰	مسجد نبوی شریف کے سات ستونوں کی تفصیل۔ (حاشیہ)	۸۴۷

بسم الله الرحمن الرحيم

کتاب الزکوۃ

مسئلہ ۱: ازبکاجی والا علاقہ علاقہ جاگل ہری پور ڈاک خانہ کوٹ نجیب اللہ خاں مرسلہ مولوی شیر محمد خاں ۷ ربیع الاول شریف ۱۳۱۲ھ جناب عالی فیض بخش فیض رساہ امید گاہ جاویداں بندہ سے ایک مولوی امرت سر سے آئے ہیں وہ کسی بات کا جھگڑا کیا تھا تو بندہ نے کہا کہ نماز کا اللہ نے بہت بار قرآن شریف میں ذکر کیا ہے اور زکوۃ کا بھی بہت بار ذکر کیا ہے مگر روزہ کا ایک بار ذکر کیا ہے، جناب عالی یہ صحیح ہے یا نہیں؟ اور عشر کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے یا نہیں؟

الجواب:

فی الواقع نماز و زکوۃ کی فرضیت و فضیلت و مسائل تینوں قسم کا ذکر قرآن مجید میں بہت جگہ ہے یہاں تک کہ مناقب بزازی و بحر الرائق و نھر الفائق و منح الغفار و فتح المعین وغیرہا میں واقع ہوا کہ علاوہ اُن مواقع کے جن میں نماز و زکوۃ کا ذکر جدا جدا ہے دونوں کا ساتھ ساتھ ذکر قرآن عظیم میں بیسی^{۸۲} جگہ آیا ہے، مگر علامہ حلبی و علامہ طحاوی و علامہ شامی سادات کرام مشیان در مختار فرماتے ہیں: صحیح یہ ہے کہ اُن کا ساتھ ساتھ بتیس^{۸۳} جگہ فرمایا ہے۔ علامہ حلبی کے استاد نے وہ سب مواقع کنا دیئے در مختار میں ہے: قرنها بالصلوة فی اثنین و ثمانین موضعا^۱ (بیسی^{۸۲} مقامات پر زکوۃ کو نماز کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ ت) شرح مسکین وحاشیہ سید ازہری

^۱ در مختار کتاب الزکوۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۹/۱

میں ہے:

قرن الزکوٰۃ فی ای من القرآن اثنین و ثمانین موضعاً ^۱	ملخصاً آیات قرآنی میں بیاسی ^۲ جگہ زکوٰۃ کو نماز سے متصل بیان کیا گیا ہے اہ تلخیصاً (ت)

طحطاوی وردالمختار میں ہے:

واللفظ لظ قوله فی اثنین و ثمانین موضعاً تبع فیه صاحب النهر والمنح وتبعاً صاحب البحر معزياً الى المناقب البزازية وصوابه اثنین و ثلاثین کما عدها شیخنا السید اہ حلبی بزیادة ^۲ ۔	اس کی عبارت ط ہے کہ ان کا قول بیاسی ^۲ مقامات پر ایسا ہے، اس میں صاحب نہر اور منح نے اتباع کی ہے، اور ان دونوں نے صاحب بحر کی اتباع کی ہے، انہوں نے مناقب بزازیہ کی طرف نسبت کی ہے، اور درست یہ ہے کہ زکوٰۃ کو نماز سے متصل جن مقامات پر بیان کیا گیا ان کی تعداد بتیس ^۳ ہے جیسے کہ اس تعداد کو ہمارے شیخ سید نے شمار کیا اہ حلبی مع اضافہ۔ (ت)

اور فرضیتِ روزہ کا ذکر صرف ایک ہی جگہ ہے، ہاں عبارت و اشارۃً اس کی فضیلت اور مواقع پر بھی ظاہر فرمائی گئی ہے:

کقوله تعالى فی سورة الاحزاب إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ (الی قوله تعالى) وَالصَّالِحِينَ وَالصَّالِحَاتِ ^۳ (الی ان قال تعالى) ۝ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ^۴ وقوله تعالى فی سورة التوبة الَّذِينَ يُؤْنُوا الْعَمَلُونَ الْحَمْدُونَ السَّائِحُونَ ^۵ الآية وقوله تعالى فی سورة	مثلاً سورہ احزاب میں اللہ تعالیٰ کا قول ہے: بلاشبہ مسلمان مرد اور مسلمان خواتین (اللہ تعالیٰ کے اس فرمان تک) روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی خواتین (یہاں تک کہ فرمایا) اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے مغفرت اور اجرِ عظیم تیار رکھا ہے اور سورہ توبہ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: توبہ کرنے والے

^۱ فتح المعین علی شرح ملا مسکین کتاب الزکوٰۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳۶۹/۱

^۲ رد المحتار کتاب الزکوٰۃ مصطفیٰ البابی مصر ۲/۲

^۳ القرآن ۳۵/۳۳

^۴ القرآن ۳۵/۳۳

^۵ القرآن ۱۱۲/۹

التحریم "تَبَيَّنَتْ عِبَادَتُ سَبِيحَتِ السَّاحِ هُوَ الصَّائِمُ" ^۱۔ عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے، روزہ رکھنے والے آیۃ

اور سورہ تحریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: توبہ کرنے والیاں عبادت کرنے والیاں، روزہ رکھنے والیاں۔ السَّاحِ کا معنی روزہ رکھنے والا ہے (ت) عشر کا ذکر بھی قرآن عظیم میں ہے:

قَالَ تَعَالَى فِي سُورَةِ الْاِنْعَامِ وَاتَّوَحَّاهُ يَوْمَ حَصَادِهِ ^۲۔ قالہ ابن عباس و طاؤس والحسن و جابر بن زید و سعید بن المسيب ^۳۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کما فی المعالم وغیرہا، واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانعام میں فرمایا: کھیتی کٹنے کی دن اس کا حق ادا کرو۔ (اکثر مفسرین کے نزدیک اس حق سے مراد عشر ہے) (حضرت ابن عباس، طاؤس، حسن، جابر بن زید اور سعید بن المسيب رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان تمام حضرات نے اس سے عشر مراد لیا ہے جیسا کہ معالم التنزیل وغیرہ میں ہے۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم

۱۰ ذی قعدہ ۱۳۰۶ھ

مرزا بابی بیگ صاحب رامپوری

مسئلہ ۲:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چند مسلمانوں نے ایک صاحب کا کچھ ماہوار نقد بطور چندہ مد زکوٰۃ میں سے اور طعام شبانہ روز مقرر کر دیا اور کوئی کام خدمت یا بدل وغیرہ ان کے ذمہ نہیں کیا، غرض ان لوگوں کی ایک مسلمان بزرگ و مسکین کے ساتھ سلوک کرنا تھا اور ایسے شخص کا اپنے محلہ و مسجد میں رہنا موجب خیر و برکت سمجھا، اسی طور پر عرصہ قریب چار سال کی گزرا کہ یہ لوگ موافق اپنے وعدے اور یت کے خواہ وہ بزرگ اپنے وطن کو گئے یا یہاں رہے، دیتے اور ادا کرتے رہے، مگر بعض نے ان میں عذر کیا اور کہا ہم ایام غیر حاضری کا نہ دیں گے، تو اس صورت میں زکوٰۃ ان لوگوں کی ادا ہوئی یا نہیں؟ بینوا اتوجروا۔

الجواب:

اللهم هداية الحق والصواب: اصل یہ ہے کہ زکوٰۃ میں یت شرط ہے بے اس کے ادا نہیں ہوتی، فی الاشباہ ما الزکوٰۃ فلا یصح اداها الا بالنية ^۴ (اشباہ میں ہے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی نیت کی بغیر درست نہیں۔ ت) اور یت میں اخلاص

^۱ القرآن ۵/۶۶

^۲ القرآن ۱۳۲/۶

^۳ معالم التنزیل علی ہامش الحارثی تحت آیہ مذکورہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۹۱/۲

^۴ الاشباہ والنظائر القاعدة الاولى من الفن الاول ادارة القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۳۰/۱

شرط ہے بغیر اس کے یت مہمل، فی مجمع الانہر الزکوۃ عبادۃ فلا بد فیہا من الاخلاص¹ (مجمع الانہر میں ہے زکوۃ عبادت ہے لہذا اس میں اخلاص شرط ہے۔ ت) وراخلاص کے یہ معنی کہ زکوۃ صرف بہ یت زکوۃ وادائے فرض و بجا آوری حکم الہی دی جائے، اس کی ساتھ اور کوئی امر منافی زکوۃ مقصود نہ ہو۔ تنویر الابصار میں ہے:

الزکوۃ تمليك جزء مال عينه الشارع من مسلم فقير غير هاشمی ولا مولاه مع قطع المنفعة عن المملك من كل وجه لله تعالى ²	زکوۃ شارع کی مقرر کردہ حصہ کا فقط رضائے الہی کے لئے کسی مسلمان فقیر کو اس طرح مالک بنانا کہ ہر طرح سے مالک نے اس شے سے نفع حاصل نہ کرنا ہو بشرطیکہ وہ مسلمان ہاشمی نہ ہو اور نہ ہی اس کا مولیٰ ہو۔ (ت)

در مختار میں ہے:

لله تعالى بيان لا اشتراط النية ³	"الله کے لئے ہو" کے الفاظ نیت ہی کو شرط قرار دینے کیلئے ہیں۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

متعلق بتمليك ای لاجل امتثال امره تعالى ⁴	ان کلمات (لله تعالى) کا تعلق لفظ تمليك سے ہے یعنی یہ عمل فقط اپنے رب کریم کے حکم کی بجا آوری کے طور پر ہو۔ (ت)

پھر اس میں اعتبار صرف یت کا ہے اگرچہ زبان سے کچھ اور اظہار کرے، مثلاً دل میں زکوۃ کا ارادہ کیا اور زبان سے ہبہ یا قرض کہہ کر دیا صحیح مذہب پر زکوۃ ادا ہو جائیگی۔ شامی میں ہے:

لا اعتبار للتسمية فلو سبها هبة او قرضا تجزيه في الاصح ⁵	نام لینے کا اعتبار نہیں، اگر کسی نے اس مال کو ہبہ یا قرض کہہ دیا تب بھی اصح قول کے مطابق زکوۃ ادا ہو جائے گی (ت)

¹ مجمع الانہر شرح ملتقى الابحر کتاب الزکوۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۹۲/۱

² در مختار کتاب الزکوۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱۲۹/۱

³ در مختار کتاب الزکوۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱۲۹/۱

⁴ ردالمحتار کتاب الزکوۃ مصطفیٰ البابی مصر ۴/۲

⁵ ردالمحتار کتاب الزکوۃ مصطفیٰ البابی مصر ۴/۲

پھر نیت بھی صرف دینے والے کی ہے لینے والا کچھ سمجھ کر لے اس کا علم اصلاً معتبر نہیں،

فی غمزالعیون العبرة للذیة الدافع لالعلم المدفوع۔ ¹	غمزالعیون میں ہے کہ اعتبار دینے والے کی نیت کا ہے نہ کہ اس کے علم کا جسے زکوٰۃ دی جا رہی ہے (ت)

ولہذا اگر عید کے دن اپنے رشتہ داروں کو جنہیں زکوٰۃ دی جاسکتی ہے کچھ روپیہ عیدی کا نام کر کے دیا اور انہوں نے عیدی ہی سمجھ کر لیا اور اس کے دل میں یہ نیت تھی میں زکوٰۃ دیتا ہوں بلاشبہ ادا ہو جائیگی۔ اسی طرح اگر کوئی ڈالی لایا یا رمضان مبارک میں سحری کو جگانے والا عید کا انعام لینے آیا یا کسی شخص نے دوست کے آنے یا اور کسی خوشی کا خروہ سنایا اس نے دل میں زکوٰۃ کا قصد کر کے ان لوگوں کو کچھ دیا، یہ دینا بھی زکوٰۃ ہی ٹہرے گا، اگرچہ ان کے ظاہر میں ڈالی لانے یا سحری کو جگانے یا خوشخبری کو سنانے کا انعام تھا، اور انہوں نے اپنی دانست میں یہی جان کر لیا، خلاصۃ الفتاویٰ و خزائنہ المفتین وغیرہما معتبرات میں ہے:

لودفع علی صبیان اقرارہ در اہم فی ایام العید یعنی عیدی بنیۃ الزکوٰۃ اودفع الی من یبشرہ بقدم صدیق او یخبرہ بخبر او یهدی الیہ الباکورة او الی الطبال یعنی سحر خواں او الی المعلم بنیۃ الزکوٰۃ جائز۔ ²	اگر کسی نے ایام عید میں اپنے رشتہ داروں کے بچوں کو نیت زکوٰۃ سے عیدی دیدی یا اس شخص کو جس نے اس کے دوست کی آمد کی اطلاع دی یا کوئی خوشی والی خبر دی یا کسی کو عید مبارک پر دی یا سحری کے وقت بیدار کرنے والوں یا استاد کو دی تو زکوٰۃ ادا ہو جائیگی (ت)

پھر زکوٰۃ صدقہ ہے اور صدقہ شرط فاسد سے فاسد نہیں ہوتا بلکہ وہ شرط ہی فاسد ہو جاتی ہے، مثلاً زکوٰۃ دی اور یہ شرط کر لی کہ یہاں رہے گا تو دوں گا ورنہ نہ دوں گا اس شرط پر دیتا ہوں کہ تو یہ روپیہ فلاں کام میں صرف کرے اس کی مسجد بنادے یا کفن اموات میں اٹھادے تو قطعاً زکوٰۃ ادا ہو جائیگی اور یہ شرطیں سب باطل و مہمل ٹھہریں گی،

فی مصارف الزکوٰۃ من الدار المختار لا الی بناء مسجد او کفن میت و الحيلة ان يتصدق علی الفقیر ثم یا مرہ بفعل هذه الاشاء و هل له ان یخالف امرہ ولم ارہ والظاهر	در مختار کے مصارف زکوٰۃ میں ہے کہ مسجد کی تعمیر یا کفن میت پر زکوٰۃ نہیں لگتی اور حیلہ یہ ہے کہ فقیر کو زکوٰۃ دی جائے، پھر اسے ان کاموں میں خرچ کرنے کا کہا جائے، کیا اس فقیر کے لئے اس دینے والے کے حکم کی خلاف ورزی جائز ہے، میری نظر سے نہیں گزرا۔ ہاں ظاہر یہی ہے کہ

¹ غمزالعیون البصائر کتاب الزکوٰۃ، فن ثانی مصطفیٰ البانی مصر ۲۲۱/۱

² خلاصۃ الفتاویٰ کتاب الزکوٰۃ الفصل الثامن فی اداء الزکوٰۃ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۲۴۳/۱

نعم¹ ملخصاً قوله (والظاهر نعم) البحث لصاحب النهر وقال لانه مقتضى صحة التملك قال الرحمتي والظاهر انه لا شبهة فيه لا نه ملكه اياه عن زكوة ماله و شرط عليه شرطاً فاسداً او الهبة و الصدقة لا تفسدان بالشرط الفاسد² اهر رد المحتار۔	فقیر اس کے خلاف کر سکتا ہے اھ ملخصاً۔ قوله والظاهر نعم، صاحب نہر نے اس پر بحث کرتے ہوئے فرمایا کہ حرمت تملک کا تقاضہ یہی ہے کہ وہ خلاف ورزی کر سکتا ہے۔ رحمتی نے فرمایا: ظاہر یہی ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں اس لیے کہ اس نے فقیر کو اپنے مال کی زکوٰۃ دے کر اسے مالک بنادیا اور ساتھ شرط کا اضافہ کر دیا حالانکہ ہبہ اور صدقہ شرط فاسد سے فاسد نہیں ہوتے اھ رد المحتار (ت)

پھر جب صریح شرط باوجود خلوص نیت اداء زکوٰۃ میں خلل انداز نہیں تو ایسا برتاؤ جو بظاہر معنی شرط پر دلالت کرے مثلاً جب یہاں رہے تو دے اور نہ رہے تو نہ دے، بدرجہ اولی باعث خلل نہ ہوگا۔

اقول: وقد ظهر هذا من مسائل البشير والطبالب ومهدى البالكورة فانه انما يحصل الناس على الدفع اليهم افعالهم هذه ولو لم يفعلوا فلو بئالم يدفع اليهم شيئ ومن ذلك مسئلة دفع العیدی بنیة الزکوة الى خدامه من الرجال و النساء حيث يقع عن الزکوة کما فی المعراج وغیره مع العلم بانہ لو لم یخدموه لبا اعطاهم و با لجملة فهذه العلائق تكون بواعث للناس علی تخصیصهم بصرف الزکوة فدوران العطاء معها وجودا وعدما لا یعین معنی التعویض وانما المراجع النیة فاذا خلصت اجزت۔	اقول: بشارت دینے والے، سحر خواں (سحری کے وقت بیدار کرنے والا) اور نئے پھلوں کا ہدیہ دے والے کے مسائل سے بھی یہ بات واضح ہو گئی ہے کیونکہ لوگ ان کو ان کے عمل کی وجہ سے دیتے ہیں، اگر وہ یہ کام نہ کریں تو اکثر اوقات ان بیچاروں کو کچھ بھی نہیں دیا جاتا، اسی طرح یہ مسئلہ کہ خدام (خواہ مرد ہوں یا خواتین) کو نیت زکوٰۃ سے عیدی دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے، جیسا کہ معراج وغیرہ میں ہے، حالانکہ یہ بات مسلمہ ہے کہ اگر وہ خدمت نہ کرتے تو انھیں یہ رقم نہ ملتی، الغرض یہ وہ تعلقات ہیں جن وجہ سے لوگ ان مخصوص لوگوں کو زکوٰۃ دیتے ہیں تو اب عطا کا تعلقات کے ساتھ دوران وجوداً وعدماً عوض بنانے کے معنی کو معین نہیں کرتا، نیت پر مدار ہوگا جب نیت خالص ہوگی تو زکوٰۃ ادا ہو جائیگی۔ (ت)

¹ در مختار کتاب الزکوٰۃ باب المصرف مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۱۱ھ

² رد المحتار کتاب الزکوٰۃ باب المصرف مصطفیٰ البانی مصر ۱۲۹۲ھ

جب یہ امور ذہن نشین ہو لیے تو جواب مسئلہ بحمدہ تعالیٰ واضح ہو گیا، اگر وہ اگر دینے والے بقصد معاوضہ و بطور اجرت دیتے یا نیت زکوٰۃ کے ساتھ یہ نیت بھی ملا لیتے تو بیشک زکوٰۃ ادا نہ ہوتی۔

پہلی صورت (بقصد معاوضہ و اجرت) میں نیت زکوٰۃ ہی نہیں اور دوسری صورت یعنی (زکوٰۃ کے ساتھ معاوضہ کی نیت بھی ہو) تو اخلاص نہ ہونے کی وجہ سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی اور اس طرح نہیں جیسے بخار کی بناء پر رخصت کی نیت روزہ کی نیت کے ساتھ کہ یہ جائز ہے کیونکہ نیت اس صورت میں لازم کی نیت ہے منافی کی نہیں، جیسا کہ مولیٰ محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں افادہ فرمایا ہے اور یہاں ایسا نہیں ہے کیونکہ معاوضہ میں دینا صدقہ کہ منافی ہے۔ (ت)

امّا على الاول فلعدم النية واما على الثاني فلعدم الاخلاص ولا يكون كنية الحمية مع نية الصوم حيث تجزى لانها نية لازم لا نية منافع كما افاده المولى المحقق على الاطلاق في فتح القدیر ولا كذلك ما هنا فان التعويض يباثن التصديق۔

جبکہ تقریر سوال سے ظاہر کہ انہوں نے محض بنیت زکوٰۃ دیا اور اسے زکوٰۃ ہی خیال کیا، معاوضہ و اجرت کا اصل لحاظ نہ تھا تو بے شک زکوٰۃ ادا ہو گئی اگرچہ وہ شخص جسے زکوٰۃ دی گئی اپنے علم میں کچھ جانتا ہو، اگرچہ انہوں نے اس سے صاف کہہ بھی دیا کہ یہاں رہو گے تو دیں گے ورنہ نہ دیں گے، اگرچہ وہ عمل بھی اس کے مطابق کریں یعنی ایام حاضری میں دیں غیر حاضری میں نہ دیں کہ جب نیت میں صرف زکوٰۃ کا خاص قصد ہے تو ان میں کوئی امر اس کا نافی و منافی نہیں۔

جیسا کہ ہم نے تحقیق کی ہے، پس اب اس پر فتویٰ دینا کہ یہاں زکوٰۃ دینا اسلئے جائز نہیں کہ جس کو دی جا رہی ہے اس کے علم میں یہ نہیں ہے، جیسا کہ علم دین میں اپنے فوقیت کا اعلان کرنے والے بعض حضرات نے کیا، یہ قلت تدبر یا سوء فہم کی وجہ سے ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہی ازالہ وہم پر مددگار ہے والحمد للہ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم (ت)

كما حققنا فالافتاء ههنا بعدم الاجزاء بناء على مخالفة علم المدفوع اليه كما وقع عن بعض المدعين علوا الكعب في العلم الدينية ناش عن قلة التدبير او سوء الفهم والله المستعان وعلى ازالة الوهم والحمد لله والله سبحانه وتعالى اعلم۔

مسئلہ ۳: مسئلہ مولوی علی احمد صاحب مصنف تہذیب الصبیان ۱۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۴ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ان دنوں قحط میں بعض آدمی مد زکوٰۃ میں بھوکوں کو غلہ مکا وغیرہ تقسیم کرتے ہیں، یہ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:

زکوٰۃ میں روپے وغیرہ کہ عوض بازار کے بھاؤ سے اس قیمت کا غلہ مکا وغیرہ محتاج کو دے کر بہ نیت زکوٰۃ مالک

کردینا جائز و کافی ہے، زکوٰۃ ادا ہو جائیگی، جس قدر چیز محتاج کی ملک میں گئی بازار کے بھاؤ سے جو قیمت اس کی ہے وہی مجرا ہوگی بالائی خرچ محسوب نہ ہوں گے، مثلاً آج کل مکا کا نرخ نو سیر ہے نو من مکا مول لے کر محتاجوں کو بانٹی تو صرف چالیس روپیہ زکوٰۃ میں ہوں گے، اُس پر جو پلہ داری یا بار برداری دی ہے حساب میں نہ لگائی جائے گی، یا گاؤں سے منگا کر تقسیم کی تو کرایہ گھاٹ چوگنی وضع نہ کریں گے، یا غلہ پکا کر دیا تو پکوائی کی اجرت، لکڑیوں کی قیمت مجرانہ دیں گے، اس کی پکی ہوئی چیز کو جو قیمت بازار میں وہی محسوب ہوگی،

لان رکنھا التملیک من فقیر مسلم لو جه الله تعالى من دون عوض۔	کیونکہ اس کا رکن یہ ہے کہ کسی فقیر کو اللہ کی رضا کی خاطر اس کا مالک بنایا اور بطور معاوضہ نہ ہو۔ (ت)

در مختار میں ہے:

لو اطعم یتیماناً ویأ الزکوۃ لا یجزیہ الا اذا دفع الیہ المطعوم کما لو کسأہ۔ ¹	جب کسی نے یتیم کو نیت زکوٰۃ سے کھانا کھلایا زکوٰۃ ادا نہ ہوگی جب تک کھانا اس کے حوالے نہ کر دے، ایسے ہی لباس کا معاملہ ہے (ت)

عالمگیری میں ہے:

ماسواہ من الحبوب لا یجوز الا بالقیمة۔ ²	یہ دانوں کے علاوہ میں ہے کیونکہ وہاں قیمت ہی ضروری ہے (ت)

اسی میں ہے: الخبز لا یجوز الا باعتبار القیمة³ (روٹی کا اعتبار قیمت کے بغیر جائز نہیں۔ ت) واللہ سبحدہ وتعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۴: کیا فرماتے علمائے دین اس صورت میں کہ اگر کسی شخص نے عوض اس زر زکوٰۃ کو جو اس کے ذمہ واجب ہے محتاجوں کو کھانا کھلادیا یا کپڑے بنادے تو زکوٰۃ ادا ہو جائیگی یا نہیں؟ بینو اتوجروا۔

الجواب:

عوض زر زکوٰۃ کے محتاجوں کو کپڑے بنادینا، انھیں کھانا دے دینا جائز ہے اور اس سے زکوٰۃ ادا ہو جائیگی خاص روپیہ ہی دینا واجب نہیں مگر ادائے زکوٰۃ کے معنی یہ ہیں کہ اس قدر مال کا محتاجوں کو مالک کر دیا جائے

¹ در مختار کتاب الزکوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱۲۹۱ھ

² فتاویٰ ہندیہ الباب الثامن فی صدقۃ الفطر نورانی کتب خانہ پشاور ۱۹۲۱ھ

³ فتاویٰ ہندیہ الباب الثامن فی صدقۃ الفطر نورانی کتب خانہ پشاور ۱۹۲۱ھ

اسی واسطے اگر فقراء و مساکین کو مثلاً اپنے گھر بلا کر کھانا پکا کر بطریق دعوت کھلادیا تو ہر گز زکوٰۃ ادا نہ ہوگی کہ یہ صورت اباحت ہے نہ کہ تملیک، یعنی مدعو اس طعام کو ملک داعی پر کھاتا ہے اور اس کا مالک نہیں ہو جاتا اسی واسطے مہمانوں کو روانہ نہیں کہ طعام دعوت سے بے اذن دعوت میزبان گداؤں یا جانوروں کو دے دیں، یا ایک خوان والے دوسرے خوان والے کو اپنے پاس کچھ اٹھادیں یا بعد فراغ جو باقی بچے اپنے گھر لے جائیں۔

در مختار میں ہے کہ کسی نے یتیم کو نیت زکوٰۃ کھانا کھلایا تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی مگر اس صورت میں جب کھانا اس کے سپرد کر دیا گیا ہو، جیسا کہ اگر اسے لباس پہنایا گیا ہو انتہی قولہ "کمالو کساہ" یعنی اس صورت میں بھی زکوٰۃ ادا ہو جائیگی اھ طحاوی عن الحلبي اور حاشیہ طحاویہ کے باب المصرف میں یہ بھی ہے کھانا کھلادینا کافی نہیں البتہ اگر مالک کر دے تو پھر کافی ہے، اور اگر کسی نے نیت زکوٰۃ سے کھانا کھلایا تو کافی نہ ہوگا انتہی (ت)	فی الدر المختار لو اطعم یتیمًا ناویا الزکوٰۃ لا یجزیہ الا اذا دفع الیہ المطعوم کما لو کساہ¹ انتہی قولہ کما لو کساہ ای کما یجزیہ² طحاوی عن الحلبي وفي الحاشية الطحاوية ایضاً فی باب المصرف لا یکفی فیہا الاطعام الا بطریق التملیک ولو اطعمہ عندہ ناویا الزکوٰۃ لا یکفی³ انتہی۔

ہاں اگر صاحب زکوٰۃ نے کھانا خام خواہ پختہ مستحقین کے گھر بھجوا دیا یا اپنے ہی گھر کھلایا مگر بتصریح پہلے مالک کر دیا تو زکوٰۃ ادا ہو جائیگی،

کیونکہ اعتبار تملیک کا ہے اس میں اس کا کوئی دخل نہیں کہ زکوٰۃ دینے والے کی گھر کھانا کھایا یا مستحق لوگوں کے گھر بھیج دیا ہو۔ اور جو طحاوی نے ذکر کیا وہ دعوت معروفہ پر محمول ہے کیونکہ اس سے متبادر ہے کہ یہ دعوت بطور تملیک نہیں ہوتی بلکہ بطور اباحت ہوتی ہے، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)	فان العبرة للتملیک ولا مدخل فیہ لا کله فی بیت المزکی وارسالہ الی بیوت المستحقین وما ذکرہ الطحاوی محمول علی الدعوة المعروفة فانہا المتبادرة منه وانہا لا تكون الا علی سبیل الا باحة، واللہ تعالیٰ اعلم۔

¹ در مختار کتاب الزکوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱۲۹/۱

² حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار کتاب الزکوٰۃ دار المعرفۃ بیروت ۳۸۸/۱

³ حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار باب المصرف دار المعرفۃ بیروت ۳۲۵/۱

مسئلہ ۵: مرسلہ مولوی عبدالواحد صاحب متعلم مدرسہ اہلسنت وجماعت بریلی ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے زکوٰۃ کا روپیہ نکالا اور اس روپیہ سے غلہ خریدا اور تمام محتاجوں کو جمع کر کے
اور کھانا پکوا کر کھلوا یا تو آیا زکوٰۃ ادا ہو جائیگی کہ نہیں، کیا ضروری ہے کہ جو روپیہ نکالا وہی بعینہ دے؟

الجواب:

کھانا جمع کر کے کھلا دینے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوئی لہذا ابا حۃ و رکنہا التملیک (کیونکہ یہ اباحت ہے حالانکہ زکوٰۃ کارکن مالک
بنانا ہے۔ ت) نہ بعینہ روپیہ دینا ضرور، بلکہ اگر اس کا اناج یا کپڑا خرید کر محتاجوں کو دے دیتا یا کھانا پکا کر ان کے گھر بھیج دیتا یا
حصے انھیں تقسیم کر دیتا تو بازار کے بھاؤ سے جو اس کی قیمت ہوتی اس قدر زکوٰۃ ادا ہو جاتی پکوائی وغیرہ اجرت میں جو صرف ہوا وہ
محسوب نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶: از دھوراجی ملک کاٹھیاواڑ مسئلہ حاجی عیسیٰ خاں محمد صاحب ۲۱ صفر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قحط سالی میں مسلمان لوگ چندہ کر کے روپیہ جمع کر کے گندم چھ روپیہ کے بھاؤ سے
ایک من خرید کر کے چار روپیہ کے بھاؤ سے مسلمان غریب لوگوں کو دینا اور جو دو روپیہ کا نقصان ہوتا ہے وہ مال زکوٰۃ سے ادا ہو
جائے گا یا نہیں؟ اگر نہ ہوتا ہو تو کس صورت سے ادا ہو؟ مہربانی فرما کر جلدی عنایت فرمائیں، بہت ضروری ہے، یہاں پر بالکل
بارش نہیں ہوئی ہے، اور غریب مسلمان لوگوں کو بہت ضرورت ہے، اس مسئلہ کو سوال بنا کر جواب لکھ کر روانہ کر دینا۔

الجواب:

زکوٰۃ اس طرح ادا نہیں ہو سکتی،

فان البیع یبائن الصدقة والمحاباة لیست فی القدر الزائد المتروک من التملیک فی شیء فانک لم تملک حقی تملک۔	کیونکہ بیع، صدقہ کے مبادلہ چیز ہے، خریداری میں رعایت سودے سے کسی زائد چیز کی تملیک نہیں ہے کیونکہ رعایت تیری ملکیت نہیں، تاکہ تو کسی کو مالک بنائے۔ (ت)

بلکہ اس کا طریقہ یہ ہے کہ چھ^۱ روپے من ان کے ہاتھ بیچیں اور فی من دو روپے ان کو زکوٰۃ میں اپنے پاس سے دیں اور
قیمت میں چھ^۱ روپے ان سے وصول کریں، ان کے دو روپے زکوٰۃ میں محسوب ہوں گے اور ان کو من بھر گیہوں پر چار^۴ روپے
روپے اپنے پاس سے دینے پڑے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۷: ۱۲ رجب ۱۳۳۱ھ

چار پانچ آدمی بزاز کے یہاں کپڑا خریدنے گئے اُن میں سے ایک نے کوئی کپڑا پچرا لیا، بعد معلوم ہونے کے دکاندار نے اس کو معاف کر دیا اور تیت صدقہ یا زکوٰۃ کی کی، تو یہ نیت اس کی صحیح ہوگی یا نہیں؟ اور یہ کپڑا صدقہ یا زکوٰۃ میں محسوب ہوگا یا نہیں؟

الجواب:

اگر وہ کپڑا ہنوز موجود ہے تو نہ وہ صدقہ میں محسوب ہوگا، نہ زکوٰۃ میں، نہ اس کی معافی ہوگی فان الابرء عن الاعیان باطل (کیونکہ اعیان سے بری کرنا باطل ہے۔ ت) ہاں اگر اسے ہبہ کر دیا تو ہبہ ہو جائیگا، اور اگر ہبہ کرنے سے زکوٰۃ یا صدقہ کی تیت کی اور وہ شخص اس کا مصرف ہو تو زکوٰۃ و صدقہ ادا ہو جائیں گے، اور اگر وہ کپڑا اُس نے تلف کر دیا یہاں تک کہ اُس کا اُس پر تاوان لازم آیا اور اُس نے وہ تاوان معاف کر دیا تو معافی صحیح ہے اور نیت محمود ہو تو اجر پائے گا اور یہ خود ایک صدقہ نفل ہے مگر اس میں زکوٰۃ کی نیت صحیح نہیں، ہاں اس سے اتنے کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی جتنا تاوان اس پر واجب تھا مگر یہ اُس کے دیگر اموال کی زکوٰۃ ہو سکے یہ نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۵۸: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسئلوں میں:

(۱) زید نے اپنے برادرِ حقیقی یا بہنوئی یا بہن یا کسی دوست کو اپنی ضمانت سے مبلغ پچاس روپیہ سودی قرض دلادے، اب وہ روپیہ اصل و سود مل کر سو روپیہ ہو گئے، زید نے وہ روپے اپنی زکوٰۃ کے روپے سے ادا کر دے مگر شخص مذکور سے یہ نہیں کہا کہ روپیہ زکوٰۃ کا ہم نے تمہارے قرضہ میں دیا کیونکہ اگر اُس سے کہا جائیگا تو وہ شخص بوجہ برادری کے زکوٰۃ لینا پسند نہیں کرتا اس صورت میں زید سے زکوٰۃ ادا ہو گیا یا نہیں؟

(۲) زید نے مبلغ ہزار روپیہ کارس خرید اور روپیہ بموجب رواج کھنڈ سالیوں کے بالیوں کو دے دیا، وقت وصول رس کے، پانچ سو روپیہ کارس وصول ہوا، اور باقی روپیہ کے سال آئندہ پر وصول ہونے کی امید رہی، اب زید پر زکوٰۃ پانچ سو روپیہ کی چاہئے یا ہزار کی؟ اور اس بقیہ روپے کا یہ انتظام کیا کہ کچھ روپیہ اور دے کر دستاویز تحریر کرا لی اس دستاویز کا روپیہ بشرط پیداوار اس تحریر دستاویز سے دس ماہ بعد وصول ہوگا ورنہ سال آئندہ پر کیا قرضہ دستاویز پر زکوٰۃ چاہئے یا نہیں؟

(۳) کچھ قرضہ زید کا اس طور ہے کہ زید نے دستاویز تحریر کرا کے روپیہ قرض کر دیا، منجملہ اس کے کچھ روپیہ وصول ہوا اور کچھ باقی رہا، اس بقیہ کی نہ دستاویز ہے اور نہ کوئی شئی ایسی اس شخص کے پاس ہے کہ جس سے وہ قرضہ اپنا ادا کرے، اور اگر ہے تو بغرض بدیتی اُس شئی کو دوسرے کے نام کر دیا، اب زید کو صرف اُمید ہی امید

وصول کی ہے لہذا اس روپے پر زکوٰۃ دی جائے یا نہیں؟

(۴) زید نے پانچ سو روپیہ اپنے اور ہزار قرض لے کر دکان کے منجملہ پندرہ سو روپیہ کے ہزار روپیہ کا مال دکان میں ہے اور پانچ سو روپیہ قرضہ میں ہیں، اس صورت میں زکوٰۃ دی جائے یا نہیں اور دی جائے تو کس قدر کی؟

الجواب:

(۱) اگر زید نے وہ روپیہ اپنے اس عزیز کو دل میں یت زکوٰۃ کر کے دیا تو زکوٰۃ ادا ہو گئی خواہ کسی خرچ میں صرف کرے، اور اگر بطور خود بلا اجازت اس کے قرضہ میں دیا تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) زکوٰۃ کل روپیہ کی واجب ہوگی مگر مقدار قرضہ کے ابھی ادا کرنا لازم نہیں، بعد وصول ادا کر سکتا ہے۔

(۳) جبکہ اس کے پاس ثبوت نہیں اور نہ وہ ادا پر آمادہ اور نہ اس کے پاس جائیداد، تو اس قرضہ کی زکوٰۃ لازم نہیں۔

(۴) منجملہ پندرہ سو کے کسی قدر زکوٰۃ فی الحال واجب الادا نہیں جبکہ وہ وہی مال رکھتا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

تجلی مشکوٰۃ لانارۃ اسئلۃ الزکوٰۃ ۱۳۰۷ھ

(زکوٰۃ کے مسائل کو واضح کرنے کے لئے چراغ کی چمک)

مسئلہ ۱۸۶۱۲: از گوئدہ بہرائج، محلہ چھاؤنی، مکان مولوی اشرف علی صاحب مرسلہ حضرت سید حسین حیدر میاں صاحب دامت برکاتہم ۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۷ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین لطف اللہ بہم اجمعین، ان مسائل میں :
مسئلہ اولیٰ: زکوٰۃ بتدریج دی جائے یا یکمشت دینے میں کیا نقصان ہے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

اگر زکوٰۃ پیشگی ادا کرتا ہے یعنی ہنوز حولانِ حول نہ ہوا کہ وجوب ادا ہو جاتا، خواہیوں کہ ابھی نصاب نامی فارغ عن الحوانِ کا مالک ہوئے سال تمام نہ ہوا، یا یوں کہ سالِ گزشتہ کی دے چکا ہے اور سالِ رواں ہنوز ختم پر نہ آیا تو جب تک انتہائے سال نہ ہو بلاشبہ تفریق و تدریج کا اختیارِ کامل رکھتا ہے جس میں اصلاً کوئی نقصان نہیں کہ حولانِ حول سے پہلے زکوٰۃ واجب الادا نہیں ہوتی۔ درمختار میں ہے:

ادائیگی زکوٰۃ کے فرض ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ مال

شرط افتراض ادائها حولانِ الحول

وہو فی ملکہ۔ ¹	کی ملکیت پر سال گزرے۔ (ت)

تو ابھی شرع اس سے تقاضا ہی نہیں فرماتی، یکمشت دینے کا مطالبہ کہاں سے ہوگا، یہ پیشگی دینا تبرع ہے ولا جبر علی المتبرع وهذا ظاہر جداً (انفلاً دینے پر جبر نہیں اور یہ نہایت ہی واضح ہی۔ ت) اور اگر سال گزر گیا اور زکوٰۃ واجب الادا ہو چکی تو اب تفریق و تدریج ممنوع ہوگی بلکہ فوراً اتمام و کمال زر واجب الادا ادا کرے کہ مذہب صحیح و معتمد و مفتی پر ادائے زکوٰۃ کا وجوب فوری ہے جس میں تاخیر باعث گناہ۔ ہمارے ائمہ ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اس کی تصریح ثابت۔

رواہ الفقہ ابو جعفر عن الامام الاعظم و ذکرہ ابو یوسف فی الامالی کما فی الخلاصۃ و فی منتقی الامام ابی عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الحاکم الشہید رحمہ اللہ تعالیٰ کی منتقی الشہید رحمہ اللہ تعالیٰ علی ما نقل القہستانی عن المحيط انہ علی الفور عندہما وعن محمد لا تقبل شہادۃ من اخر، ² فہذا ظاہر فی انہ ہو المذہب المروی عن الشیخین فی ظاہر الروایۃ۔	یہی فقیہ ابو جعفر نے امام اعظم سے روایت کیا، امام ابو یوسف نے اسے امالی میں ذکر کیا جیسا کہ خلاصہ میں ہے اور امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الحاکم الشہید رحمہ اللہ تعالیٰ کی منتقی میں ہے جیسا کہ قہستانی نے محیط سے نقل کیا ہے وہ یہ ہے کہ شیخین کے نزدیک ادائیگی زکوٰۃ علی الفور لازم ہو جاتی ہے، اور امام محمد سے ہے کہ جس نے ادائیگی میں تاخیر کی اس کی شہادت قبول نہ ہوگی۔ یہ بات اس بارے میں واضح ہے کہ شیخین سے یہی مذہب ظاہر الرویۃ میں مروی ہے۔ (ت)

فتح القدیر میں ہے:

یلزم بتاخیرہ من غیر ضرورۃ الاثم کما صرح بہ الکرخی والحاکم الشہید فی المنتقی، وهو عین ما ذکرہ الفقہ ابو جعفر عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ یکرہ ان یؤخرہا من غیر عذر فان کراہۃ التحريم هی المحمل عند اطلاق اسمہا عنہم	بغیر مجبوری کے تاخیر سے گناہ لازم آتا ہے جیسا کہ امام کرخی اور حاکم شہید نے المنتقی میں تصریح کی ہے۔ یہ بعینہ وہی بات ہے جس کا تذکرہ فقیہ ابو جعفر نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کیا ہے کہ بغیر عذر ادائیگی کو مؤخر کرنا مکروہ تحریمہ ہے کیونکہ جب کراہت کا ذکر مطلقاً ہو تو اس وقت وہ مکروہ تحریمی پر محمول ہوتی ہے،

¹ در مختار کتاب الزکوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۰۱ھ

² جامع الرموز کتاب الزکوٰۃ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۳۰/۱۲

امام ابو یوسف سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ امام محمد فرماتے ہیں کہ تاخیر زکوٰۃ کی وجہ سے گواہی مردود ہو جائیگی کیونکہ زکوٰۃ فقراء کا حق ہے، تو تینوں بزرگوں سے یہ ثابت ہوا کہ زکوٰۃ کی ادائیگی فی الفور لازم ہوتی ہے (مخلصاً) (ت)	وكذا عن ابی یوسف وعن محمد تردد شہادتہ بتا خیر الزکوٰۃ حق الفقراء فقد ثبت عن الثلثہ وجوب فوریتہ الزکوٰۃ اھ مخلصاً۔

فتاویٰ امام قاضی خاں میں ہے:

آدمی قدرت کے بعد تاخیر زکوٰۃ کی وجہ سے گنہگار ہوگا یا نہیں؟ امام کرنی نے فرمایا: گنہگار ہوگا۔ اسی طرح حاکم شہید نے منتقی میں ذکر کیا ہے۔ امام محمد سے مروی ہے کہ جس شخص نے بغیر عذر زکوٰۃ کو مؤخر کیا اس کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی۔ ہشام نے امام ابو یوسف سے نقل کیا کہ وہ گنہگار نہ ہوگا (مخلصاً)۔ قلت: (میں کہتا ہوں کہ) گنہگار ہونا (امام ابو یوسف کے حوالے سے) پہلے ذکر کیا ہے اور وہی قاضی خاں کے ہاں رائج، اظہر اور اشہر ہے، جیسا کہ اس پر خود انہوں نے تصریح کی ہے، اور یہی معتمد ہے، جیسا کہ اس پر طحاوی، شامی اور دیگر لوگوں نے تصریح کی ہے، اسی طرح ہدایہ اور کافی میں اسی کو مقدم رکھا ہے (ت)	هل یأثم بتأخیر الزکوٰۃ بعد التمكن ذکر الکرخی انه یأثم وهكذا ذکر الحاکم الشہید فی المنتقی وعن محمد ان من اخر الزکوٰۃ من غیر عذرا تقبل شہادتہ وروی ہشام عن ابی یوسف لا یأثم² اھ مخلصاً۔ قلت: فقد قدم التأثیم و ما یقدمہ فهو الراجح الاظهر الاشهر عندہ كما نص علیہ بنفسہ ویكون هو المعتمد كما صرح به الطحاوی و الشامی وغیرہما وكذا قدمہ فی الہدایة والكافی۔

فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے:

سال پورا ہونے پر زکوٰۃ فی الفور لازم ہو جاتی ہے حتیٰ کہ بغیر عذر تاخیر سے گناہ ہوگا، رازی کی روایت کے مطابق فی الفور لازم نہیں (حتیٰ کہ مؤخر کرنے سے گناہ نہ ہوگا) البتہ اسی حالت میں موت آگئی تو	تجب علی الفور عند تمام الحول حتی یأثم بتأخیرہ من غیر عذر وفي رواية الرازی علی التراخی حتی یأثم عند الموت والاول اصح

¹ فتح القدر کتاب الزکوٰۃ مکتبہ نوریہ رضویہ شکر ۱۲/۱۱۳

² فتاویٰ قاضی خاں کتاب الزکوٰۃ فصل فی مال التجارۃ مطبع منشی نوکشتور لکھنؤ ۱۱۹/۱

کذا فی التہذیب۔ ¹	قریب موت گنہگار ہوگا، لیکن پہلا قول اصح ہے جیسا کہ تہذیب میں ہے۔ (ت)

جواہر اخلاطی میں ہے:

يجب الزکوة على الفور حتى يَأْثُم بتأخيرها بلا عذر وقيل على التراخي والاول اصح ² اھ ملخصاً۔	زکوٰۃ علی الفور واجب ہو جاتی ہے حتی کہ بغیر عذر مؤخر کرنے سے گناہ گار ہوتا ہے بعض کے نزدیک فی الفور نہیں ہوتی لیکن پہلا قول اصح ہے اھ ملخصاً (ت)

مجمع الانہر میں ہے:

قال محمد لا تقبل شهادة من لم يؤد زكواته وهذا يدل على الفور كما قال الكرخي و عليه الفتوى۔ ³	امام محمد نے فرمایا: جو شخص زکوٰۃ ادا نہ کرے اس کی شہادت مقبول نہ ہوگی، یہ بات دلالت کرتی ہے کہ زکوٰۃ فی الفور لازم ہو جاتی ہے۔ امام کرخی نے بھی یہی فرمایا ہے، اور اسی پر فتویٰ ہے (ت)

تنویر الابصار و در مختار میں ہے:

(وقيل فوري) اي واجب على الفور (وعليه الفتوى) كما في شرح الوهبانية (فيأثم بتأخيرها) بلا عذر (وترد شهادته) لان الامر بالصرف الى الفقير معه قرينة الفور وهي انه لرفع حاجته وهي معجلة فمتى لم تجب على الفور لم يحصل المقصود من الايجاب على وجه التمام وتامه	(بعض نے کہا کہ زکوٰۃ فوری ہے) یعنی زکوٰۃ فی الفور لازم ہو جاتی ہے (اور اسی پر فتویٰ ہے) جیسا کہ شرح وہبانیہ میں ہے (تو تاخیر ادا نیکی سے گناہ لازم لائے گا) جب تاخیر بغیر عذر ہو (اور ایسے شخص کی شہادت مردود ہے) کیونکہ حکم زکوٰۃ کے ساتھ مصرف زکوٰۃ فقراء کا ذکر کرنا اس پر قرینہ ہے کہ فی الفور ادا نیکی ہو کیونکہ زکوٰۃ دینا ضروریات فقیر کو پورا کرنے کیلئے ہوتا ہے اور اس میں تعیل مقصود ہے اور اگر یہ فی الفور لازم ہی نہ ہو تو کامل طور پر ایجاب زکوٰۃ کا مقصد حاصل نہ ہوگا۔ تفصیل اس کی

¹ فتاویٰ ہندیہ کتاب الزکوٰۃ فصل فی مال التجارة مطبع مئیش نوکسور لکھنؤ ۱۱۹/۱

² جواہر الاخلاطی کتاب الزکوٰۃ غیر مطبوعہ قلمی نسخہ ص ۴۳

³ مجمع الانہر ملتقى البحر کتاب الزکوٰۃ دار حیات التراث العربی بیروت ۱۹۲/۱

فتح میں ہے اھ اقول: جب دلیل کا معاملہ یہ ہے تو یہ مقصد شرع جلیل سے متصل اور قریب ہے اور یہی دین میں احوط اور شیاطین کے مکر کو دفع کرنے والا اور فقراء مسلمین کے لئے زیادہ نافع ہے، اسی پر ہمارے سربراہ فقیہ النفس قاضی الامت نے جزم فرمایا اور اسکو صحیح قرار دیا جس کا ذکر گزرا اور کبار ائمہ سے اس کی تصحیح آرہی ہے، اور ہمارے تینوں ائمہ جو مسلک کے سر تاج ہیں سے یہی ثابت ہے، اور کثیر فقہاء نے تصریح کی ہے کہ فتویٰ اسی پر ہے، اور یہ بات مسلمہ ہے کہ یہ الفاظ مؤکد اور قوی ہیں، لہذا اسی پر اعتماد ہونا چاہیے اگرچہ ان تینوں بزرگوں سے تراخی بھی منقول ہے اور اسے باقانی اور تاتارخانی نے صحیح کہا ہے بلکہ محقق علی الاطلاق نے فتح القدر میں فرمایا: ہمارے احناف میں سے ابن شجاع نے جو یہ کہا کہ زکوٰۃ فی الفور لازم نہیں اسے زکوٰۃ کی فرضیت کی دلیل سے منسلک کرنا ضروری ہے یعنی فرضیت کی دلیل فی الفور ادائیگی کو واجب نہیں کرتی جبکہ اس سے فوری ادائیگی کی علیحدہ دلیل کی نفی نہیں ہوتی۔ علامہ سید احمد مصری نے حاشیہ در مختار میں کہا کہ کمال کا مختار یہ ہے کہ زکوٰۃ فرض ہے اور فی الفور ادا کرنا واجب ہے، اس سے دونوں اقوال کے درمیان موافقت ممکن ہے اھ

قلت (میں کہتا ہوں): میرے نزدیک تطبیق یوں ہو سکتی ہے کہ جس نے تراخی کی

فی الفتح¹ اھ اقول: فاذا كان هذا هو افضلية الدليل والا لصق بمقصد الشرع الجليل وهو الا حوط في الدين والا دفع لكيد الشياطين والا نفع لفقراء المسلمين وقد جزم به المولى فقيه النفس قاضى الامّة وصححه كما مروى يأتى من كبار الائمة وقد ثبت عن ساداتنا الثلاثة ما لى الازمة وقد نص كثيرون ان عليه الفتوى ومعلوم ان هذا اللفظ اكد واغوى فعليه فليكن التعويل والاعتماد وان حكى التراخي ايضا عن الثلاثة الامجاد وصححه الباقي والتا تاريخاني بل قال المولى المحقق على الاطلاق في فتح القدير ما ذكر ابن شجاع عن اصحابنا ان الزکوٰۃ على التراخي يجب حمله على ان المراد بالنظر الى دليل الافتراض اى دليل الافتراض لا يؤجبهما وهولا ينفى وجود دليل الايجاب² اھ قال العلامة السيد احمد المصرى فى حاشية الدر المختار واختار الكمال ان الزکوٰۃ فرضية وفوريته واجبة ويصلح هذا توفيقاً بين القولين³ اھ قلت: وكان ظهري التوفيق بان من قال بالتراخي

¹ در مختار کتاب الزکوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۰۱ھ

² فتح القدر کتاب الزکوٰۃ مکتبہ نوریہ رضویہ کھر ۱۱۴۲ھ

³ حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار کتاب الزکوٰۃ دار المعرفۃ بیروت ۳۹۶ھ

بات کی ہے اس کی مراد یہ ہے کہ وقت ادا تمام عمر ہے، تو جس وقت بھی ادائیگی کریگا زکوٰۃ ادا ہی ہوگی اگرچہ تاخیر سے گنہگار ہوگا، اور جس نے کہا "فی الفور واجب ہے" اس کی مراد یہ ہے کہ تاخیر سے انسان گنہگار ہو جاتا ہے اگرچہ تاخیر سے قضا نہیں ہوگی، اور یہ کوئی نئی بات نہیں کیونکہ حج رائج قول کے مطابق فی الفور لازم ہے، حالانکہ اس پر اجماع ہے کہ اگر کسی نے دیر کے بعد حج کیا تو ادا ہی ہوگا، اس کی نظیر سجدہ تلاوت ہے جو امام ابو یوسف کے نزدیک فی الفور اور امام محمد کے نزدیک علی التراخی واجب ہے اور یہی مختار ہے جیسا کہ نہر، امداد اور در مختار میں ہے اگر کسی نے مدت کے بعد سجدہ کیا تو بالاتفاق ادا ہی ہوگا، اسے قضا کرنے والا نہ کہا جائیگا، جیسا کہ النہر الفائق وغیرہ میں ہے۔ اقول: ان دونوں تطبیقات کو خانیہ کی سابقہ عبارت مندوش کر دیتی ہے کہ وہاں عنوان مسئلہ ہی گنہگار ہونے کے بارے میں ہے، اور امام ابو یوسف سے روایت ہشام میں گنہگار نہ ہونے کی تصریح ہے لہذا اثبات اختلاف اور ترجیح رائج ضروری ہے یا یہ کہا جائے کہ ہشام نے تراخی سنا اور اسے نقل کر دیا جس نے ان سے روایت بالمعنی کی اس نے اپنی سمجھ کے مطابق نقل کر دیا، شاید اس میں بعد معلوم ہو اور اجنبی سمجھا جائے، تو غور کرو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)	فمراده ان وقته العبرفتكون اداء متى ادى وان اثم بالتأخير ومن قال بالفور اراد انه يأثم بالتأخير وان لم يصربه قضاء ولا بدع في ذلك فان الحج فوري على الراجح مع الاجماع على انه لو تراخي كان اداء ونظيره سجدة التلاوة وجوبها فوري عند ابی یوسف ومتراخ عند محمد و هو المختار كما في النهر والامداد والدر المختار واذا اداها بعد مدة كان مؤدياً اتفاقاً لا قاضياً كما في النهر الفائق وغيره. اقول: لكن يחדش التوفيقين ما قد منا عن الخانية حيث فرض المسئلة في التأثيم ونص رواية هشام عن ابی یوسف لا يأثم فلا بد من ابقاء الخلاف وترجيح الراجح او يقال ان هشاماً انما سيع التراخي فنقل هو او من روى عنه بالمعنى على ما فهم ولعل فيه بعداً يعرف وينكر فليتدبر، واللہ تعالیٰ اعلم۔

بلکہ ہمارے بہت ائمہ نے تصریح فرمائی کہ اس (زکوٰۃ) کی ادائیگی میں دیر کرنے والا مردود الشادۃ ہے، یہی منقول ہے محرر مذہب سیدنا امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے،

جیسا کہ فتح، خانیہ اور مجمع الانہر میں ہے۔ اسی طرح خزائن المفتین اور شرح نقایہ میں محیط سے اور جواہر الاخلاطی میں ہے، اور اسی پر تنویر اور در میں جزم	كما مر عن الفتحة والخانية ومجمع النهر ومثله في خزانة المفتين وفي شرح النقاية عن المحيط وفي جواهر الاخلاطى وبه جزم في

کیا ہے جیسا کہ آپ سُن چکے۔ امام خاصی، صاحب المضمرات شرح قدوری، طحطاوی اور شامی وغیرہ نے امام قاضی خاں سے نقل کیا کہ اسی پر فتویٰ ہے، اور فقیہ ابواللیث رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسے ہی لیا ہے۔ اقول: جس نے یہ کہا کہ "اس کی شہادت مردود ہے" اس نے ہماری تائید کی جیسا کہ مخفی نہیں، جس نے کہا "مردود نہیں" وہ ہمارے مخالف نہیں کیونکہ ہر وہ شی جس میں گنہگار ہونا رائج ہو اگرچہ گناہ صغیرہ ہی ہو ایسی نہیں جس سے شہادت رد ہو جائے جیسا کہ یہ اس پر واضح ہے (مخفی نہیں) جس نے کتاب الشہادۃ کا معاملہ کیا ہے۔ (ت)	التنوير والدركما سبعت ونقل الامام الخاصی وصاحب المضمرات شرح القدوری و الطحطاوی والشامی وغیرہم عن الامام قاضی خان ان علیہ الفتوی وبہ اخذ الفقیہ ابو الیث رحمہ اللہ تعالیٰ۔ اقول: وقول من قال ترد شہدته یؤید کا لا یخفی ومن قال لافقوله لا یخالفنا ذلیس کل ما یترجح فیہ الاثم وان صغیرۃ مبادر بہ الشہادۃ کمالیس بخاف علی من طالع کتاب الشہادۃ۔

اور شک نہیں کہ تدریج میں اگر کُل کی تاخیر نہ ہوئی تو بعض کی ضرور ہوگی حالانکہ اس پر واجب تھا کہ کل مطالبہ فی الفور ادا کرے،

کیونکہ قدوری واجب کرنا کُل کے لئے ہے نہ کہ بعض کے لئے، اور یہ نہایت ہی واضح ہے، پھر یہاں علامہ شامی قدس سرہ السامی کو معنی فور میں کلام ہے وہ کہتے ہیں مصنف کے قول "تاخیر زکوٰۃ سے گنہگار ہوگا" الخ اس سے ظاہر یہی ہے کہ تاخیر اگرچہ تھوڑی ہو مثلاً ایک یا دو دن، اس سے گنہگار ہوگا کیونکہ فقہاء نے فور کی تفسیر اول اوقات امکان سے کی ہے، اور کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ مراد یہ ہے کہ آئندہ سال تک تاخیر نہ ہو کیونکہ بدائع میں منتقی سے ہے کہ جب کئی سال گزر جائیں اور (زکوٰۃ کی) ادائیگی نہ کی ہو تو یہ بُرا اور گناہ ہے اھ فتا سمل۔ اقول: واضح رہے کہ یہ قول معتمد عام کتب میں لفظ فور اور عدم تاخیر سے منقول ہے اور	لان الا یجاب الفوری انما هو للکل لا للبعض و هذا ظاهر جدّا ثم فی معنی الفور ههنا بحث للعلامة الشامی قدس سرہ السامی حیث قال قوله فیأثم بتأخیرها الخ ظاهره الاثم بالتأخیر ولو قلّ کیومر او یومین لانهم فسروا الفور بأول اوقات الامکان وقد یقال المراد ان لا یؤخر الی العام المقابل لما فی البدائع عن المنتقی بأنون اذا لم یودحتی مضی حولان فقد اساء وأثم اھ فتأمل اھ¹ اقول: لا یخفی ان هذا القول المعتمد منقول فی عامۃ الکتب بلفظ الفور

¹ رد المحتار کتاب الزکوٰۃ دار حیا التراث العربی بیروت ۱۳/۲

اس کا معنی جیسا کہ فقہاء نے تصریح کی اور آپ خود افادہ کر چکے ہو کہ اول اوقات امکان میں بجالانا ہے لہذا عدم تاخیر کو سال کے ساتھ مقید کرنا تغیر (بدل دینا) ہے تفسیر نہیں، اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ معاملہ دلیل بھی اس کی مخالفت کر رہا ہے کیونکہ علماء مثلاً امام فقیہ النفس، امام محقق علی الاطلاق، امام حسین بن محمد سمعانی صاحب خزائن مفتیین اور علامہ برہان الدین ابو بکر بن ابراہیم الحسینی صاحب جواهر الاخلاطی وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ نے امام محمد کے زکوٰۃ کو فی الفور اور حج کو علی التراخی لازم قرار دینے کی علتوں میں فرق کرتے ہوئے کہا کہ زکوٰۃ فقراء کا حق ہے تو ان کے حق میں تاخیر کی وجہ سے وہ شخص گنہگار ہوگا بخلاف حج کے کہ وہ خالصہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا حق ہے، اور آپ جانتے ہیں کہ حق عبد وجود قدرت اور وجوب ادا کے بعد بالکل متاخر نہیں ہوتا، کیا آپ نے نہیں دیکھا جب قرض کی ادائیگی کا وقت مقررہ آجائے تو غنی کا ڈھیل و تاخیر کرنا ظلم ہوتا ہے اگرچہ وہ تاخیر تھوڑی ہی کیوں نہ ہو، اور اسی طرح مولیٰ محقق نے تحقیق کرتے ہوئے کہا کہ نص میں قرینہ فور ہے کہ زکوٰۃ حاجت فقراء کو دور کرنے کے لئے ہے اور اس میں تعجیل ہے جو فور حقیقی پر دال ہے، اب کامل طور پر مقصد کے عدم حصول میں سال یا متعدد سالوں کے اعتبار سے کوئی تفاوت نہیں ہوگا خصوصاً جبکہ مجمع الانہر میں فوریت زکوٰۃ کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا فتویٰ فور زکوٰۃ

وعدم التأخیر انما معناه كما نصواعليه وافدتم انتم هو الا تیان فی اول اوقات الامكان فالتقیید بعدم التأخیر عاماً تغیر لا تفسیر و یظهر لی ان قضیة الدلیل ایضاً تخالفه فان العلماء کالامام فقیہ النفس والامام المحقق علی الاطلاق والامام حسین بن محمد السمعانی صاحب خزائن المفتیین والعلامة برهان الدین ابی بکر بن ابراہیم الحسینی صاحب جواهر الاخلاطی وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ ذکر و تعلیل تفرقة محمد با یجاب الزکوٰۃ علی الفور و الحج متراخیان الزکوٰۃ حق الفقراء فیأثم بتأخیر حقهم¹ بخلاف الحج فانه خالص حق المولیٰ سبحانه وتعالیٰ وانت تعلم ان حق العبد بعد وجوب الداء والتمکن منه لا یتأخر اصلاً الا ترى ان الاجل اذا حل فبطل الغنی ظلم وان قل، وكذا ما حقق المولیٰ المحقق حیث اطلق من ان مع النص قرینة الفور وهو الشرع لدفع حاجة الفقراء وهي معجلة یدل علی الفور الحقیقی ولا یتفاوت التسویف بعام و اعوام فی عدم حصول المقصود علی وجه التمام لا جرم ان قال فی مجمع الانهر بعد ذكره الفتوى على فوریه الزکوٰۃ

¹ رد المحتار کتاب الزکوٰۃ ادارة الطباعة المصرية مصر ۱۳۱۲

پر ہے "يجب على الفور" کا معنی یہ بیان کیا کہ اوّل اوقات امکان میں فعل کو بجالانا واجب ہے اھ۔ اور آپ خانیہ کی اس تصریح پر بھی آگاہ ہیں کہ کیا تمکن کے بعد تاخیر زکوٰۃ سے انسان گنہگار ہوتا ہے یا نہیں اھ۔ اور خزانیۃ المفتین میں فرمایا: تمکن کے بعد تاخیر زکوٰۃ سے گنہگار ہوتا ہے، اور جس نے بغیر عذر ادائیگی مؤخر کی اس کی شہادت مقبول نہیں کیونکہ فقراء کا حق ہے، تو ان کے حق میں تاخیر کرنا گناہ ہوگا اھ ملخصاً، پس یہ صریح نصوص ہیں۔ اور جو کچھ المنتقیٰ میں ہے وہ مفہوم ہے باوجودیکہ دلیل کا تقاضا بھی یہی ہے، لہذا اسی پر اعتماد کرنا حق ہے، ہاں ردّ شہادت کو مدت کے گزرنے کے ساتھ مقید کرنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ دلیل فور ظنی ہے جس سے وجوب ثابت ہوگا، لہذا اس کا ترک صغیرہ گناہ ہے، اس سے شہادت مردود نہیں ہوگی، ہاں مگر اس صورت میں جب ترک پر اصرار ہو، لہذا اس کے لئے مدت کا گزرنا ضروری ہے جیسا کہ بحر میں مسئلہ تاخیر حج میں تفصیل مذکور ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)	معنی يجب على الفور انه يجب تعجيل الفعل في اوّل اوقات الامكان اه¹۔ قد سمعت نص الخانية اذ قال هل يأتى بتأخير الزكاة بعد التمكن اه² وقال في خزانة المفتين يأتى بتأخير الزكاة بعد التمكن ومن اخر من غير عذر لا تقبل شهادته لان الزكاة حق الفقراء فيأتى بتأخير حقهم اه³ ملخصاً فهذه نصوص صرائح ومافی المنتقى مفهوم مع انه هو الذى يقضى به الدليل فحق ان يكون عليه التعويل نعم لا غرو في تقييد رد الشهادة بمرور المدة فان دليل الفور ظنى والثابت به الوجوب فتكره صغيرة لا ترد به الشهادة الا بعد الاصرار ولا بد لذلك من مرور مدة كما افاد البحر في مسألة تاخير الحج، واللہ تعالیٰ اعلم۔

پھر بعد وجوب ادا تدریج کی مضرت اظہر من الشمس کہ مذہب صحیح پر ترک فور کرتے ہی گنہگار ہوگا اور مذہب تراخی پر بھی تدریج نامناسب کہ تاخیر میں آفات ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اپنے رب سے بخشش مانگنے میں جلدی کرو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: نیکیوں میں آگے بڑھو۔ (ت)	وقال تعالى "سَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ" وقال تعالى "فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ" ⁵

¹ مجمع الانهر كتاب الزكاة دار احياء التراث العربی بیروت ۱۹۲/۱

² فتاویٰ قاضی خان کتاب الزکوٰۃ منشی نوکسور لکھنؤ ۱۱۹/۱

³ خزانیۃ المفتین فصل فی مال التجارة قلمی نسخہ ۵۳/۱

⁴ القرآن ۱۳۳/۳

⁵ القرآن ۱۳۸/۲

فَانْ كُلُّ مَوْسِعٍ يَتَضَيَّقُ عِنْدَ الْمَوْتِ كَمَا نَصَّوْا عَلَيْهِ
وَلِذَا صَرَحَ الْقَائِلُونَ بِتَرَخِي الْوَجُوبِ اِنَّهٗ يَأْثُمُ
عِنْدَ الْمَوْتِ كَمَا قَدْ مَنَّا۔

اسی طرح تدریج میں اور دقتیں بھی محتمل، کمالاً یخفی علی خادم الفقہ (جیسا کہ کسی بھی خادم فقہ پر مخفی نہیں۔ ت) اور مالی و جانی حوادث سے محفوظ بھی رہا تو نفس پر اعتماد کسے ہے فان الشیطان یجرى من الانسان مجرى الدم^۱ (شیطان، اسی انسان میں نُحون کی طرح گردش کرتا ہے۔ ت) ممکن کہ بہکادے اور آج جو قصداً داہے کل یہ بھی نہ رہے۔ سیدنا امام ابن الامام کریم ابن الکرام حضرت امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ نے ایک قبائے نفیس بنوائی، طہارت خانے میں تشریف لے گئے، وہاں خیال آیا کہ اسے راہِ خدا میں دیجئے فوراً خادم کو آواز دی، قریب دیوار حاضر ہوا، حضور نے قبائے معلیٰ اتار کر دی کہ فلاں محتاج کو دے آ۔ جب باہر رونق افروز ہوئے خادم نے عرض کی: اس درجہ تعجیل کی وجہ کیا تھی؟ فرمایا: کیا معلوم تھا باہر آتے آتے نیت میں فرق آجاتا۔ سبحان اللہ! یہ اُن کی احتیاط ہے جو اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْہِمْ سُلْطٰنٌ^۲ (بلاشبہ میرے بندوں پر تیری حکومت نہیں چلے گی۔ ت) کی آغوش میں بیٹے اور اِنَّمَا یُرِیدُ اللّٰہُ لَیْذِہِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَہْلَ الْبَیْتِ

وَيُطَهِّرْ كَمَ تَطْهِيرًا ۝۳ (اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اے اہلبیت نبوی! تم سے پلیدی کو دور کرے اور تمہیں خوب پاک فرمادے۔ ت) کے دریا میں نہائے دُھلے صلی اللہ تعالیٰ علیٰ اہلہم الکرام و علیہم اجمعین و بَارک و سَلَم (ان کے والد گرامی پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہوں اور ان تمام پر بھی اور برکات و سلام۔ ت) پھر ہم کہ سخرہ دست شیطان ہیں، کس امید پر بے خوف و مطلق العنان ہیں و حسبنا اللہ و نعم الوکیل و لا حول و لا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ العَلِیِّ الْعَظِیْم۔ میرے نزدیک چند باتیں لوگوں کو تدریج پر حامل ہوتی ہیں، کبھی یہ خیال کہ اہم فالہم میں صرف کریں یعنی جس وقت جس حاجت مند کو دینا زیادہ مناسب سمجھیں اُسے دیں۔ کبھی یہ کہ سائل بکثرت آتے ہیں یہ چاہتا ہے مال زکوٰۃ اُن کے لئے رکھ چھوڑے کہ وقتاً فوقتاً دیا کرے کبھی یکمشت دینا ذرا نفس پر بار ہے اور تھوڑا تھوڑا نکلتا جائے گا تو معلوم نہ ہوگا۔ جنہیں یہ خیال ہوں اُن کے لئے راہ یہی ہے کہ زکوٰۃ پیشگی دیا کریں مثلاً ماہ مبارک رمضان میں اُن

² القرآن ١٥ / ٢٢

³ القرآن ۳۳ / ۳۳

پر حولان حول ہوتا ہے تو رمضان ۸ کے لئے شوال ۷ سے دینا شروع کریں اور ختم سال تک بتدریج حسبِ رائے و مصلحت دیتے رہیں کہ اس میں ان کے مقاصد بھی حاصل ہوں گے اور تدریج مذموم و ممنوع سے بھی بچیں گے واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ثانیہ: زید کے پاس زیور ہے وہ اُس کی زکوٰۃ دیتا ہے آئندہ کو زیور زیادہ ہو تو کس حساب سے زر زکوٰۃ زیادہ کیا جائے؟ بینواتوجروا

الجواب:

شریعتِ مطہرہ نے سونے کی نصاب پر کہ حوائجِ اصلیہ سے فارغ ہو خواہ وہ روپیہ اشرفی ہو، گہنا یا برتن یا ورق یا کوئی شے، حولان حول قمری کے بعد چالیسواں حصہ زکوٰۃ مقرر فرمایا ہے، سونے کی نصاب ساڑھے سات تولے ہے اور چاندی کی ساڑھے باون تولے، پھر نصاب کے بعد جو کچھ نصاب مذکور کے پانچویں حصہ تک نہ پہنچے معاف ہے اُس پر کچھ واجب نہیں ہذا ہو مذہب صاحب المذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ وهو الصحيح کما فی التحفة ثم مجمع الانهر (یہی صاحبِ مذہب (امام اعظم) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب ہے اور یہی صحیح ہے جیسا کہ تحفہ میں پھر مجمع الانهر میں ہے۔ ت) جب خمس کامل ہو جائے اس پر پھر اس خمس کا چالیسواں حصہ فرض ہوگا پونہ ایک خمس سے دوسرے تک غفواور ہر خمس کامل پر اس کا ربع عشر، مثلاً ایک شخص کے پاس ۷ تولے سونا اس پر ۲ ماشے سونا زکوٰۃ دیتا ہے اور اگر ایک تولے سے کم اس پر زائد ہے مثلاً ایک رتی کم ۹ تولے ہے جب بھی وہی ۲ ماشے ۲ سُرخ واجب ہے یہ رتی کم ایک تولے معاف ہے، ہاں اگر پورا چھ ۶ ماشے ایک تولے ہے کہ خمس نصاب ہے اور ہو تو اس کا بھی ربع عشر (۵/۳) سُرخ، اور واجب ہوگا کل ۹ تولے پر ۶ ماشے، (۵/۳) سُرخ ہے، پھر ایک تولے پورا ہونے تک کچھ نہ بڑھے گا، جب ۱۰ تولے ۶ ماشے کامل ہو وہی (۵/۳) سُرخ اور بڑھ کر ۳ ماشے (۵/۱) سُرخ واجب الادا ہوگا، و علیٰ ہذا القیاس۔ اسی طرح جس کے پاس (۵۳) تولے ۶ ماشے چاندی ہے اس پر ۱۰ تولے ۳ ماشے چاندی واجب ہے اور جب تک ۱۰ تولے چاندی کہ خمس نصاب ہے نہ بڑھے، یہی واجب رہے گا۔ جب (۶۳) تولے کامل ہو جائے تو اس کا ۱۰ تولے (۴۰/۱) یعنی ۳ ماشے (۵/۱) سُرخ، اور زائد ہو کر ایک تولے ۱۰ ماشے (۵/۲) سُرخ کا وجوب ہوگا و علیہ قس۔ در مختار میں ہے:

سونے کا نصاب بیس ۲۰ مثقال اور چاندی کا دو سو ۲۰۰ ایسے درہم ہے کہ ان میں سے دس ۱۰ درہم سات ۷ مثقال کا وزن رکھتے ہوں، ان کا وزن ادائیگی اور وجوب میں معتبر ہے، ان دونوں کی قیمت کا اعتبار نہیں، پھر ان

نصاب الذہب عشرون مثقالاً والفضة مائتاً درہم کل عشرة درہم وزن سبعة مثاقیل و المعتبر وزنہما اداءً و وجوباً لا قیمتہما واللازم فی مضروب کل منہما

دونوں سے بنی ہوئی اشیاء میں چالیسواں حصہ زکوٰۃ لازم ہے اگرچہ یہ ڈلی کی صورت میں یا زیورات کی صورت میں ہوں، خواہ ان کا استعمال مباح ہو یا ممنوع ہو (یعنی مردوں کیلئے) ہر خمس میں اس کے حساب سے زکوٰۃ ہوگی، پس ہر چالیس درہم میں ایک درہم اور ہر چار مثقال میں دو قیراط زکوٰۃ ہوگی جو خمس سے دوسرے خمس تک ہے، اس میں زکوٰۃ نہیں، صاحبین کے نزدیک جتنا اضافہ ہو اس میں اسی کے حساب سے زکوٰۃ ہوگی، یہی مسئلہ کسور کہلاتا ہے اھ ملخصاً (ت)	ومعمولہ ولو تبرًا وحلیًا مطلقًا مباح الاستعمال اولا ربع عشر، وفي كل خمس بضم الخاء بحسابه ففي كل اربعين درهما درهم وفي كل اربعة مثاقيل قيراطان وما بين الخمس الى الخمس عفو وقالوا ما زاد بحسابه وهي مسألة الكسور اه ملخصاً۔

پھر جو شخص مالک نصاب ہے اور ہنوز حوالان حول نہ ہوا کہ سال کے اندر ہی کچھ اور مال اسی نصاب کی جنس سے خواہ بذریعہ ہبہ یا میراث یا شریا وصیت یا کسی طرح اس کی ملک میں آیا تو وہ مال بھی اصل نصاب میں شامل کر کے اصل پر سال گزرنے سے سب پر حوالان حول قرار پائے گا اور یہاں سونا چاندی تو مطلقاً ایک ہی جنس ہیں خواہ ان کی کوئی چیز ہو اور مال تجارت بھی انہی کی جنس سے گنا جائیگا اگرچہ کسی قسم کا ہو کہ آخر اس پر زکوٰۃ یوں ہی آتی ہے کہ اس کی قیمت سونے یا چاندی سے لگا کر انہیں کی نصاب دیکھی جاتی ہے تو یہ سب مال زروسیم ہی کی جنس سے ہیں اور وسط سال میں حاصل ہوئے تو ذہب وفضہ کے ساتھ شامل کردئے جائیں گے بشرطیکہ اس ملانے سے کسی مال پر سال میں دوبار زکوٰۃ لازم نہ آئے پھر ملانے کے بعد عفو وایجاب کے وہی احکام ہیں جو اوپر گزرے، مثلاً ایک شخص یکم محرم ۱۲۰۰ھ کو تیس سو تالے سونے کا مالک ہو اور اس کے سوا جنس زروسیم سے اور کوئی چیز اس کی ملک نہیں تو اس پر ۹ ماشے سونا زکوٰۃ میں فرض ہے کہ سلخ ذی الحجہ ۱۲۰۰ھ کو واجب الادا ہوگا، ہنوز سال تمام نہ ہوا کہ مثلاً یکم رجب کو ایک تولہ اور یکم ذی الحجہ کو دو تولے سونا اسے اور ملا کہ اب کل ۳۳ تولے ہو گیا تو سلخ ذی الحجہ کو اس مجموع کی زکوٰۃ ۹ ماشہ (۵/۱) سُرخ سونا واجب الادا ہوگا، گویا اس سب پر سال گزر گیا اگرچہ واقع میں اس ایک تولے کو ہنوز چھ مہینے اور اس دو تولے کو ایک ہی مہینہ گزرا ہے اور اس تولہ بھر کے بعد اور نہ ملا کہ سال تمام پر صرف ۳۱ تولے تھا تو وہی ۹ ماشہ واجب رہیں گے کہ نصاب کے بعد خمس پورا ہونے تک زیادت معاف ہے، اسی طرح اگر تین ۳ تولے سونا تو نہ ملا مگر مثلاً ۲۰ ذی الحجہ کو اس نے اپنی زمین یا غلے یا اثاث البیت کے عوض اس قدر مال تجارت خریدا جس کی قیمت ۳ تولے سونے تک پہنچی تو اگرچہ اسے ملک میں آئے ابھی دس ماہ ہی دن گزرے مگر مجموع

¹ در مختار کتاب الزکوٰۃ باب زکوٰۃ المال مطبع مجتہبی دہلی ۱۳۵۱ھ - ۱۳۴۲ھ

۳۳ تو لے کی زکوٰۃ واجب ہوگی۔ ہاں اگر اس کے پاس مثلاً ایک نصاب بکریوں اور ایک دراہم کی تھی اس نے دراہم کی زکوٰۃ ادا کر دی اور اُن کے عوض اور بکریاں لیں، ان نئی بکریوں کے لئے آج سے سال شمار کیا جائے گا اگلی بکریوں میں ضم نہ کریں گے کہ آخر یہ اُسی روپے کے بدل میں جس کی زکوٰۃ اس سال کی بابت ادا ہو چکی اب اگر انھیں نصابِ شاة میں ملا تے ہیں تو ایک مال پر ایک سال میں دو بار زکوٰۃ لازم آئی جاتی ہے اور یہ جائز نہیں۔ تنویر الابصار و در مختار میں ہے:

سال کے وسط میں جو بھی حاصل شدہ ہو خواہ بصورت ہبہ ہو (یا شراء یا میراث یا وصیت کی صورت میں ہو اھ ش) اسے ہم جنس نصاب میں شامل کیا جائیگا بشرطیکہ اس میں کوئی مانع نہ ہو اور وہ تکرارِ زکوٰۃ ہے جس کی نفی سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں فرمائی کہ صدقہ میں تکرار نہیں اھ ش) تو حولِ اصل کی زکوٰۃ ادا کی جائے گی، اگر کسی نے نقدی کی زکوٰۃ ادا کی پھر اس نے سائمہ جانور خریدا تو وہ اسے نہ ملائے (اصلی سائمہ کے ساتھ) جن کو اس نے اس نقدی سے خریدا تھا جس کی زکوٰۃ ادا کر دی گئی یعنی امام کے نزدیک مانع مذکور کی وجہ سے حولِ سائمہِ اصلہ کے اختتام پر مذکورہ سائمہ پر زکوٰۃ نہیں ہوگی اھ ش) اھ بالتخصیص، ش میں یہ بھی ہے کہ دونوں نقدیں (سونے اور چاندی)	المستفاد ولو بهبة¹ (او شراء میراث او وصیۃ اھ ش²) وسط الحول یضم الی نصاب من جنسہ³ (مالم یمنع منه مانع هو الثنی المنفی بقوله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولا ثنی فی الصدقة اھ ش⁴) فیزکیہ بحول الاصل ولوادی زکوٰۃ نقدہ ثم اشتوی به سائبہ لاتضم⁵ (الی سائبۃ عندہ من جنس السائبۃ التی اشتواہا بذلک النقد المزکی ای لا یزکیہا عند تمام حول السائبۃ الاصلیۃ عند الامام للمانع المذكور اھ ش⁶) اھ بالتلخیص وفی ش ایضاً احد النقدین یضم الی الآخر و عروض التجارۃ الی النقدین للجنسیۃ باعتبار

¹ در مختار کتاب الزکوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۳/۱

² رد المحتار باب زکوٰۃ الغنم مصطفیٰ البابی مصر ۲۵/۲

³ در مختار باب زکوٰۃ الغنم مجتبائی دہلی ۱۳۳/۱

⁴ رد المحتار باب زکوٰۃ الغنم مصطفیٰ البابی مصر ۲۶/۲

⁵ در مختار باب زکوٰۃ الغنم مجتبائی دہلی ۱۳۳/۱

⁶ رد المحتار باب زکوٰۃ الغنم مصطفیٰ البابی مصر ۲۶/۲

کو ایک دوسری جنسیت کے اعتبار سے ملایا جائے، سامان تجارت کو قیمت کے اعتبار سے نقدین کے ساتھ ملایا جائے، بحر اہل حصّہ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)	قیمتہما بحر اہل ^۱ ملخصاً واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ثالثہ: اگر آئندہ زیور کم ہو جائے تو کس حساب سے کمی کی جائے؟ بینوا توجروا

الجواب:

زکوٰۃ صرف نصاب میں واجب ہوتی ہے، نہ عفو میں، مثلاً ایک شخص آٹھ تولے سونے کا مالک ہے تو دو ماشہ سونا کہ اس پر واجب ہوا، وہ صرف ۷ تولے کے مقابل ہے نہ کہ پورے آٹھ تولے کے، کہ یہ چھ ماشے جو نصاب سے زائد ہے عفو ہے۔ یوں ہی اگر ۱۰ تولے کا مالک ہو تو زکوٰۃ صرف ۹ تولے یعنی ایک نصاب کامل اور ایک نصاب خمس کے مقابل ہے، دسواں تولہ معاف۔ ملتقی الابحر میں ہے:

الزکوٰۃ تتعلق بالنصاب دون العفو فلو هلك بعد الحول اربعون من ثمانين شاة تجب شاة كاملة اہل ^۲ ملخصاً۔	زکوٰۃ تعلق نصاب سے ہوتا ہے عفو سے نہیں، اب اگر سال کے بعد اس کی بکریوں میں سے چالیس ^{۴۰} ہلاک ہو گئیں تو اب بھی ایک کامل بکری زکوٰۃ لازم ہوگی اہل حصّہ۔ (ت)

در مختار میں ہے:

لافي عفو وهو ما بين النصب في كل الاموال۔ ^۳	عفو میں زکوٰۃ نہیں اور یہ ہر حال میں وہ مقدار و حصّہ ہے جو نصابوں کے درمیان ہوتا ہے (ت)

پس اگر نقصان مقدار عفو سے تجاوز نہ کرے یعنی اسی قدر مال کم ہو جائے جتنا عفو تھا، مثلاً مثال اول میں ۶ ماشہ اور دوم میں ایک تولہ، جب تو اصل قابل لحاظ نہیں کہ اس قدر پر تو پہلے بھی زکوٰۃ نہ تھی کل واجب بمقابلہ مال باقی تھا وہ اب بھی باقی ہے تو زکوٰۃ اسی قدر واجب ہے اور کمی نظر سے ساقط کما مثل لہ فی المنتقی (جیسا کہ منتقی میں اس کی مثال دی گئی۔ ت) اور اگر مقدار عفو سے تجاوز ہو یعنی اُس کے باعث کسی نصاب میں نقصان آئے خواہ یوں کہ مال میں جس قدر عفو تھا نقصان اس سے زائد کا ہوا۔ جیسے امثلہ مذکورہ میں دو تولے یا یوں کہ ابتداءً

^۱ رد المختار باب زکوٰۃ الغنم مصطفیٰ البانی مصر ۲۶/۲

^۲ ملتقی الابحر فصل فی زکوٰۃ الخیل موسسة الرسالہ بیروت ۱۷۷/۱

^۳ در مختار باب زکوٰۃ الغنم مجتبائی دہلی ۱۳۳/۱

مال صرف مقادیر نصاب پر تھا غفوسرے سے تھا ہی نہیں جیسے ۱۵ یا ۳۰ یا ۵۰ تولے سونا کہ اس میں رتی چاول جو کچھ گھٹے گا کسی نہ کسی نصاب میں کمی کرے گا۔ ایسا نقصان دو احوال سے خالی نہیں یا حوالان حول سے پہلے ہے یا بعد، بر تقدیر اوّل دو احوال سے خالی نہیں، یا سال تمام پر رقم نصاب ہائے پیشین پھر پوری ہو گئی یا نہیں، اگر پوری ہو گئی تو یہ نقصان بھی اصلانہ ٹھہرے گا اور اس مجموعہ رقم پر حوالان حول سمجھا جائے گا، مثلاً ایک شخص یکم محرم ۱۵۰۰ تولے سونا کا مالک تھا بعدہ اس میں سے کسی قدر قلیل خواہ کثیر ضائع ہو گیا یا صرف کر دیا یا کسی کو دے ڈالا اور تھوڑا سا اگرچہ بہت خفیف باقی رہا، پھر جس قدر کم ہو گیا تھا سلخ ذی الحجہ سے پیشتر اگرچہ ایک ہی دن پہلے پھر آگیا تو پورے ۱۵۱۵ تولے دو نصاب کامل کی زکوٰۃ دینی ہو گی کہ ایک مثقال سونا ہے یونہی اگر مثلاً آٹھ تولے سونے کا مالک ہے اور وسط میں تولے پھر گھٹ گیا کہ نصاب بھی پوری نہ رہی، ختم سال سے پہلے چھ سات ماشے مل گیا تو وہی زکوٰۃ تمام وکمال لازم آئے گی کہ چھ ماشہ جو غفو تھا جس طرح اس کے ہلاک کا اعتبار نہیں یونہی بعد ہلاک اس کا عود در کار نہیں صرف اس قدر چاہئے کہ شروع سال میں ایک یا زائد جتنی نصابوں کا مالک ہوا تھا، ختم سال پر وہ نصابیں پوری ہوں تو جس قدر زکوٰۃ کا وجوب بحالت استمرار ہوتا اسی قدر پوری واجب ہو گی اور نقصان درمیانی پر نظر نہ کی جائے، ہاں اتنا ضرور ہے کہ اصل مال سے کوئی پارہ محفوظ رہے سب بالکل فنا نہ ہو جائے ورنہ ملک اوّل سے شمار سال جاتا رہے گا اور جس دن ملک جدید ہو گی اُس دن سے حساب کیا جائے گا، مثلاً یکم محرم کو مالک نصاب ہوا صفر میں سب مال سفر کر گیا، ربیع الاول میں پھر بہار آئی تو اسی مہینہ سے حول گنیں گے حساب محرم جاتا رہا۔ در مختار میں ہے:

شرط کمال النصاب فی طرفی الحول فی الابتداء للاعتقاد وفي الانتهاء للوجوب فلا يضر نقصانه بينهما فلو هلك كله بطل الحول ¹	سال کے دونوں اطراف میں کمال نصاب کی شرط ہے ابتداء میں انعقاد اور انتہاء میں وجوب کے لئے، درمیانی مدت میں کمی نقصان دہ نہیں۔ ہاں اگر سارا مال ہلاک ہو گیا تو سال باطل ہو جائے گا۔

ردالمحتار میں ہے:

فان وجد منه شيئاً قبل الحول ولو بيوم ضمه وزكى الكل ²	اگر کوئی شئی سال کے اختتام سے حاصل ہوئی خواہ ایک ہی دن پہلے ہوا سے ملایا جائے گا اور تمام کی زکوٰۃ داک کی جائے گی۔ (ت)

¹ در مختار باب الزکوٰۃ المال مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۵۱ھ

² ردالمحتار باب زکوٰۃ الغنم ادارة الطباعة المصرية مصر ۲۳/۲

اُسی میں ہے:

قوله هلك كله اى فى اثناء الحول حتى لو استفاد فيه غيره استأنف له حولا جديد ¹	قوله اگر سارا سال مال ہلاک ہو گیا، یعنی سال کے وسط میں، حتی کہ اگر اس مال کے علاوہ حاصل ہوتا ہے تو اس کے لئے نیا سال ہوگا۔ (ت)

اور اگر یہ نقصان مستمر رہا یعنی ختم سال پر وہ نصائیں پوری نہ ہوئیں تو اس وقت جس قدر موجود ہے اتنے کی زکوٰۃ واجب ہوگی اور وہی احکام حسابِ نصاب و لحاظِ عفو کے اس قدر موجود پر جاری ہوں گے، جو جاتا رہا گویا تھا ہی نہیں کہ حوالانِ حول اسی مقدار پر ہوا حتی کہ اگر یہ مقدار نصاب سے بھی کم ہے تو زکوٰۃ رائے ساقط۔

وذلك لان الحولان شرط الوجوب فاذا نقص عن النصاب لم يجب شئ والا وجب فيما حال عليه الحول۔	کیونکہ سال کا گزرنا شرط وجوب ہے، جب نصاب سے کم ہے تو کوئی شئی لازم نہ ہوگی اور اگر نصاب ہے تو جس پر سال گزرا ہے اس پر زکوٰۃ ہوگی۔ (ت)

حدیث میں ہے حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا زکوٰۃ فی مال حتى يحول عليه الحول ² اخرجه ابن ماجة عن ام المؤمنين الصديقة رضى الله تعالى عنها۔	مال پر زکوٰۃ سال گزرنے سے پہلے لازم نہیں ہوتی، اسے ابن ماجہ نے ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ (ت)

حاشیہ ثامی میں ہے:

لو استهلكه قبل تمام الحول فلا زکوٰۃ عليه لعدم الشرط۔ ³	اگر اس نے مال سال گزرنے سے پہلے ہلاک کر یا تو عدم شرط کی وجہ سے زکوٰۃ لازم نہ ہوگی۔ (ت)

بر تقدیر ثانی یعنی جبکہ مال پر سال گزر گیا اور زکوٰۃ واجب الاداء ہو چکی، اور ہنوز نہ دی تھی کہ مال کم ہو گیا، یہ تین حال سے خالی نہیں کہ سبب کمی استهلاك ہوگا یا تصدق یا ہلاک۔ استهلاك کے یہ معنی کہ اس نے اپنے فعل سے اُس رقم سے کچھ اتلاف، صرف کر ڈالا، پھینک دیا، کسی غنی کو ہبہ کر دیا۔ اور یہاں تصدق سے یہ مراد کہ بلا نیت زکوٰۃ کسی فقیر محتاج کو دی دیا۔ اور ہلاک کے یہ معنی کہ بغیر اس کے فعل کے ضائع و تلف ہو گیا، مثلاً

¹ رد المحتار باب زکوٰۃ المال ادارة الطباعة المصرية مصر ۳۳/۲

² سنن ابن ماجہ ابواب الزکوٰۃ باب استفاد مالاً بجمع سعید کمپنی کراچی ص ۱۲۹

³ رد المحتار باب زکوٰۃ الغنم ادارة الطباعة المصرية مصر ۱۲/۲

چوری ہو گئی یا زرو زیور کسی کو قرض و رعایت دے دیا وہ مکر گیا اور گواہ نہیں یا مر گیا اور ترکہ نہیں یا مال کسی فقیر پر دین تھا مدیون محتاج کو ابرا کر دیا کہ یہ بھی حکم ہلاک میں ہے۔

اب صورتِ اولیٰ یعنی استملاک میں جس قدر زکوٰۃ سال تمام پر واجب ہو لی تھی اُس میں سے ایک جہ نہ گھٹے گا یہاں تک کہ اگر سارا مال صرف کر دے اور بالکل نادار محض ہو جائے تاہم قرض زکوٰۃ بدستور ہے، سراجیہ و نہایہ وغیرہما میں ہے:

لو استهلك النصاب لا يسقط ¹	اگر نصاب کو کسی نے ہلاک کر دیا تو زکوٰۃ ساقط نہ ہوگی (ت)

نہر الفائق وحاشیہ طحطاوی میں ہے:

لو وهب النصاب لغنى بعد الوجوب ضمن الواجب وهو اصح الروايتين ²	اگر کسی نے نصاب کسی غنی کو وجوب کے بعد ہبہ کر دیا تو وہ واجب (مقدار) کا ضامن ہوگا اور یہی دونوں روایات میں اصح ہے۔ (ت)

محیط سرخسی و عالمگیریہ میں ہے:

في رواية الجامع يضمن قدر الزكاة وهو الاصح ³	روایۃ الجامع میں ہے کہ مقدار زکوٰۃ کا ضامن ہوگا اور یہی اصح (ت)

اور صورتِ ثانیہ یعنی تصدق میں اگر نذر یا کفارے یا کسی اور صدقہ واجبہ کی نیت کی تو بالاتفاق اس کا حکم بھی مثل استملاک ہے یعنی زکوٰۃ سے کچھ ساقط نہ ہوگا جو دیا اور باقی رہا سب کی زکوٰۃ لازم آئیگی۔ در مختار میں ہے:

اذنوی نذرًا او واجبًا آخر یصح ویضمن الزكاة ⁴	جب کسی نے نذر کی نیت کر لی یا کسی اور واجب کی تو صحیح ہے مگر زکوٰۃ کی ضمانت دینا ہوگی۔ (ت)

¹ فتاویٰ سراجیہ کتاب الزکوٰۃ مطبع منشی نوکسور لکھنؤ ص ۲۵

² حاشیہ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الزکوٰۃ دار المعرفۃ بیروت ۳۹۵/۱

³ فتاویٰ ہندیہ کتاب الزکوٰۃ الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۱۷۱/۱

⁴ در مختار کتاب الزکوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی ۳۰۰/۱

اور اگر تطوع یا مطلق تصدق کی نیت تھی اور سب تصدق کر دے تو بالاتفاق زکوٰۃ ساقط ہو گئی۔ ہندیہ میں ہے:

من تصدّق بجميع نصابه ولا ينوى الزکوّة سقط فرضها عنه وهذا استحسان كذا في الزاهدي ولا فرق بين ان ينوى النفل او لم تحضره النية۔ ¹	جس نے تمام مال صدقہ کر دیا اور زکوٰۃ کی نیت نہ کی تو اس سے فرض ساقط ہو جائے گا اور یہ استحسان ہے جیسا کہ زاہدی میں ہے اور اس میں کوئی فرق نہیں کہ اس نے صدقہ نفلی کی نیت کی یا ذہن نیت سے خالی تھا۔ (ت)

اور اگر بعض تصدق کیے تو امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جس قدر صدقہ کیا اُس کی زکوٰۃ ساقط اور باقی کی لازم، مثلاً دو سو ۲۰ درہم پر حوالان حول ہو گیا اور زکوٰۃ کے پانچ درہم واجب ہو لئے، اب اس نے سو درہم للہ دے دئے تو ان سو کی زکوٰۃ یعنی ڈھائی درہم ساقط ہو گئی دین رہے،

وهو رواية عن صاحب المذهب رضى الله تعالى عنه كما في الزاهدي والعناية وغيرهما وعن الامام ابى يوسف ايضا كما في القهستاني عن الخزانة - قلت وبه جزم القدوري في مختصره والسبعاني في خزانة المفتين عن شرح الطحاوي ولما قال الاكمل روى ان الامام مع محمد في هذه المسئلة ² قال الطحاوي عن ابى السعود عن شيخه وهذا كالتصريح با رجحيته ³ اه وقد نص في القهستاني والهندية اثرين عن الزاهدي انه الاشبه. ⁴	اور یہی صاحب مذهب (امام اعظم) رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے جیسا کہ زاہدی اور عنایہ وغیرہ میں ہے اور امام ابو یوسف سے بھی یہی مروی ہے، جیسا کہ قہستانی نے خزانہ سے نقل کیا ہے۔ قلت وبہ جزم القدوری نے مختصر میں، سبعانی نے خزانة المفتین میں شرح طحاوی سے جزم کیا ہے، اکمل نے کہا کہ امام صاحب اس مسئلہ میں امام محمد کے ساتھ ہیں، طحاوی نے ابو السعود سے انہوں نے اپنے شیخ سے نقل کیا کہ یہ رائج ہونے پر تصریح کی طرح ہے اہ قہستانی اور ہندیہ میں زاہدی سے یوں نقل کیا کہ یہی اشبہ ہے (ت)

¹ فتاویٰ ہندیہ کتاب الزکوٰۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱۷۱

² العنایہ علی ہامش فتح القدر کتاب الزکوٰۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱۲۶/۲

³ حاشیہ طحاوی علی در المختار کتاب الزکوٰۃ دار المعرفۃ بیروت ۳۹۵/۱

⁴ فتاویٰ ہندیہ کتاب الزکوٰۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱۷۱

مگر امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بعض کا تصدق مطلقاً مثل استملاک ہے کہ کسی نیت سے ہو اصلاً زکوٰۃ سے کچھ نہ گھٹے گا، تو صورت مذکورہ میں اگرچہ سو روپیہ خیرات کردے زکوٰۃ کے پانچ درہم بدستور واجب رہے، یہ مذہب زیادہ قوی و مقبول و شایان قبول ہے۔

اقول: اکثر متون نے اسی پر اعتماد کیا ہے مثلاً 'وقایہ'، 'نقایہ'، 'کنز'، 'اصلاح'، 'ہمتی'، 'تنویر وغیرہ'، حتیٰ کہ اکثریت نے اس میں کسی قسم کے اختلاف کا تذکرہ تک نہیں کیا اور شروحات نے بھی انھیں کے قول کو ثابت رکھا ہے مثلاً 'ذخیرۃ العقبی'، 'برجندی'، 'تبیین الحقائق'، 'ایضاح'، 'مجمع الانہر اور 'در مختار' وغیرہ۔ 'قاضی خان اور لبراہیم حلبی نے اپنے متن میں اسے مقدم رکھا ہے اور وہ دونوں حضرات اظہر، اشہر اور ارجح قول کو ہی مقدم ذکر کرتے ہیں جیسا کہ انھوں نے اپنی کتب کے خطبہ میں اس پر تصریح کی ہے، اور 'خلاصہ' میں بھی اسے مقدم رکھا اور یہ مسلمہ ہے کہ تقدیم مختار ہونے پر دال ہے جیسا کہ عنایہ، نہر اور در مختار کی کتاب الشریعت میں ہے، اور 'ہدایہ' میں اس قول کی دلیل کو مؤخر بیان کیا ہے اور وہ مختار قول کی دلیل ہی کو مؤخر ذکر کرتے ہیں تاکہ ما قبل دلیل کا جواب بن سکے۔ 'المحقق علی الاطلاق' نے بھی فتح القدیر میں اسی کو اشارۃً ثابت رکھا ہے، اسی طرح 'الزیلعی' نے تبیین میں دونوں اقوال کی دلیل بیان کی اور امام ابو یوسف کی دلیل کو مضبوط کرتے ہوئے امام محمد کی دلیل کا رد کیا، 'ایضاح'، 'ملتقی' اور 'در مختار' میں کہا کہ اس میں امام محمد کو اختلاف ہے اور وہ اس قول کے ضعیف ہونے پر دال ہے جیسا کہ محاورات فقہاء سے واضح ہے، امام شامی نے در کے قول کو اسی طرح ثابت رکھا اور بعض

اقول: فقد اعتمد عامة المتون كالوقاية، و النقاية و الكنز و الصلاح، و المنتقى و التنوير و غيرها حتى لم يتعرض كثير منهم لخلافه اصلا و اقرتهم عليه الشروح كذخيرة العقبی و البرجندی و تبیین الحقائق و الايضاح و مجمع الانهر، و الدر المختار و غيرها و قدمه 'قاضی خان و ابراہیم حلبی فی متنہ و ہما لا یقصد مان الا الاظهر الاظهر الارجح کما نصاً علیہ فی خطب الكتابین و کذا قدمہ فی 'الخلاصة و معلوم ان التقديم یشعر بالاختیار کما فی کتاب الشركة من العناية والنهر والدر المختار و آخر دلیلہ فی 'الهدایہ و ہو لایؤخر الادلیل ما هو المختار عندہ لیکون جواباً من دلیل ما تقدم و اقرہ علی هذا إشارة 'المحقق فی الفتح و کذا ذکر 'الزیلعی فی التبیین دلیل القولین و شید دلیل ابی یوسف و اجاب عن دلیل محمد و نسب فی الايضاح و الملتقى و الدر المختار الخلاف لمحمد و هو تضعیف له کما عرف من محاوراتهم و اقر الدر علی ذلك 'الشامی و قواہ ببعض ما ذکرنا هنا و هو صنیع الملتقى و

تقدیم قاضی خان و تاخیر الهدایۃ فقد ترجح هذا
 -اولاً بتظافر عامة المتون عليه- و ثانياً: بجلالة
 شان من اعتمد وه و اقروه كالامام فقيه النفس
 الذی قالو افیه انه لا یعدل عن تصحیحه و الامام
 المحقق صاحب الهدایة و عصریہما الامام صاحب
 الخلاصة و الامام النسفی صاحب الكنز فالامام
 برهان الدین محمود و حفیدہ الامام صدر
 الشریعة و الامام المحقق حیث اطلق و الامام
 الفخر الزیلعی و العلامة الامام ابن کمال الوزير
 و هم جمیعاً من ائمة الاجتهاد بوجه اقرلهم بذلك
 علماء معتمدون و لا كذلك من عددنا فی القول الاول
 الا القدوری و شارح الطحاوی اما السمعانی فلم
 ار من اعترف له بذلك و ابوا لسعود هذا لیس هو
 الامام المحقق علامة الوجود خاتمة المجتہدین
 محمد افندی مفتی الدیار الرومیه فانه متقدم علی
 صاحب البحر المقدم علی الشرنبلائی السابق علی
 السید ابی السعود هذا المتکلم علی کتب الشرنبلائی
 تحشیاً و تعلیقاً فتصحیح هؤلاء الجلة و لو التزاماً لا
 یقاومه قول المجروح المطروح ان غیره اشبه ثم ما
 فیهم و فی من تبعهم من اعظم المتأخرین من
 الکثرة کما عملت یقضى بترجیحه فانما العمل

ہمارے مذکورہ دلائل سے اس کو تقویت دی اور وہ ملتقی کا
 طریقہ ہے، تقدیم قاضی خان اور تاخیر طریقہ ہدایہ ہے، لہذا
 یہ قول ترجیح پائے گا۔ اولاً: تو اس لئے کہ اس پر اکثر متون
 ہیں۔ ثانیاً: اس پر بزرگ ترین شخصیات نے اس کی تصریح کی
 اور اسے ثابت رکھا ہے، مثلاً امام اقیہ النفس جن کے بارے
 فقہاء نے تصریح کی ہے کہ ان کی تصحیح سے عدول نہیں کیا
 جاسکتا امام محقق صاحب ہدایہ اور ان کے معاصرین امام
 صاحب الخلاصہ اور امام نسفی صاحب الكنز پھر امام برهان
 الدین محمود اور ان کے پوتے امام صدر الشریعة، امام محقق
 علی الاطلاق، امام فخر زیلعی اور علامہ ابن کمال الوزير اور یہ
 تمام بالوجہ ائمہ اجتہاد ہیں، جس کا اقرار کرنے والے علمائے
 معتمدین ہیں، اور قول اول میں ہمارے شارح کا معاملہ اس طرح
 نہیں ماسوائے قدوری اور شارح الطحاوی کے۔ رہا معاملہ سمعانی
 کا، تو میں ان کیلئے اجتہاد کا اعتراف کرتے ہوئے کسی کو نہیں
 دیکھا اور ابو سعود سے امام محقق علامۃ الوجود خاتمۃ المجتہدین
 محمد افندی مفتی دیار روم مراد نہیں کیونکہ وہ صاحب بحر سے
 پہلے گزرے ہیں اور صاحب بحر شرنبلائی سے مقدم اور شر
 نبلائی سید ابوالسعود سے مقدم ہیں جنہوں نے کتب شرنبلائی
 پر حواشی و تعلیقات تحریر کی ہیں، پس ان عظیم علماء کی تصحیح اگر
 چہ التزاماً ہو کا مقابلہ کوئی مجروح و مطروح قول نہیں کر سکتا
 اس بات میں کہ اس کا غیر مختار ہے، پھر ان علماء اور ان کے
 تابعین علماء متأخرین کی کثرت جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے بھی
 ترجیح کا تقاضا کرتی، کیونکہ عمل اس پر

بما علیہ الاکثر کما فی العقود الدریة وغیرہا۔ وثالثاً: بقوة دلیله کما یظهر بمراجعة التبیین وغیره ورابعاً: ان فرض تساوی القولین من جهة الترجیح فیترجح هذا بأنه قول ابی یوسف کما عرف ذلك فی رسم المفتی۔ وخامساً: بأنه الاحوط فان فیہ الخروج عن العہدة بیقین، و سادساً: بأنه الانفع للفقراء وقد علم ان للعلماء بذلك اعتناءً عظیماً فی الزکوة والاوقاف هذا ماظهر لی فانظر ماذا تری، والله تعالیٰ اعلم۔	ہوتا ہے جس پر اکثریت ہو جیسا کہ عقود الدریہ وغیرہ میں ہے۔ ثالثاً: اس کی دلیل قوی ہونے کی وجہ سے جیسا کہ تبیین وغیرہ کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ رابعاً: اگر جہت ترجیح کی وجہ سے دونوں اقوال میں مساوات فرض کر لیں تب بھی یہی قول ترجیح پا جائے گا کیونکہ یہ امام ابو یوسف کا قول ہے جیسا کہ رسم المفتی میں معلوم ہو چکا۔ خامساً: احوط یہی ہے کیونکہ اس صورت میں ذمہ داری سے بالیقین نکلا جاسکتا ہے، سادساً: یہ فقراء کیلئے زیادہ سود مند ہے اور یہ معلوم ہے کہ علماء زکوٰۃ و اوقاف میں اس کا بہت زیادہ اہتمام کرتے ہیں مجھ پر تو یہی واضح ہوا، آپ کی کیا رائے ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

رہی صورتِ ثالثہ یعنی ہلاک، اس میں بالاتفاق کم یا بہت جس قدر تلف ہو بحساب اربعہ متناسبہ اُتنے کی زکوٰۃ ساقط ہوگی اور جتنا باقی رہے اگرچہ نصاب سے بھی کم، اُتنے کی زکوٰۃ باقی، مثلاً دو سو بیس^{۲۰} درہم شرعی کا مالک تھا حوالان حول کے بعد ۵ درہم واجب الادا ہوئے، ابھی نہ دئے تھے کہ ۴۰ درہم ہلاک ہو گئے تو اب نیم درہم ساقط اور ۴ واجب کہ ۲۰ تو عفو تھے جن کے مقابل زکوٰۃ سے کچھ نہ تھا وہ تو بیکار گئے، نصاب میں سے صرف بیس^{۲۰} گھٹے، وہ نصاب کی عشر ہیں تو زکوٰۃ کا بھی دسواں حصہ یعنی آدھا درہم ساقط ہوگا باقی باقی، یلیوں دیکھ لیا کہ نصاب سے ۲۰ ہلاک ہوئے ہیں ان کا (۱/۴۰) نیم درہم ہے اُسی قدر ساقط ہو گیا، یلیوں خیال کر لیا کہ ایک سو اسی^{۱۸۰} باقی ہیں ان کا (۱/۴۰) ساڑھے چار ہیں اسی قدر واجب رہا، تینوں کا حاصل ایک ہے، اور اگر صورت مذکورہ میں ۲۱ درہم ضائع ہوئے ہیں تو زکوٰۃ سے درہم کا صرف بیسواں حصہ کہ کل واجب کا نصف عشر یعنی (۱/۲۰۰) ہے ساقط ہوگا باقی (۱۹/۲۱) واجب کہ نصاب سے فقط ایک درہم ہلاک ہوا ہے یہ نصاب کا (۱/۲۰۰) تھا، اور اگر (۲۱۹) تلف ہوئے تو درہم کا فقط (۱/۲۰) دینا آئے گا باقی ساقط کہ اسی حساب سے حصہ نصاب باقی ہے و علیٰ ہذا القیاس۔ در مختار میں ہے:

لا شیء فی عفو ولا فی ہالک بعد وجوبہا تعلقہا بآ لعین لا بالذمة وان ہلک بعضہ سقط حظه ویصرف	عفو میں کوئی شے لازم نہیں، وجوب زکوٰۃ کے بعد ہلاک ہو جانے والے مال پر زکوٰۃ نہیں کیونکہ زکوٰۃ کا تعلق اس مال سے تھا نہ کہ ذمہ کے ساتھ، اور اگر تھوڑا ہلاک

الہالك الى العفو او لا ثم الى نصاب يليه ثم و ثم بخلاف المستهلك لوجود التعدى والتوى بعد القرض والاعادة هلاك اھ'ملتقا۔	ہوا تو اس کے مطابق زکوہ ساقط ہوگی اور ہلاک ہونے والے کو پہلے عفو کی طرف پھر اس سے متصل نصاب کی طرف پھیرا جائے گا۔ اسی طرح آگے سلسلہ ہوگا بخلاف ہلاک کیے جانے والے کے، کیونکہ یہاں زیادتی ہے، قرض لینے والے کے انکار، اور دوبارہ ادا کرنے کا نقصان ہلاک کھلائے گا اھ'ملتقا (ت)

ردالمحتار میں ہے:

والتوى هنا ان يجحد ولا بينه عليه او يموت المستقرض لا عن تركۃ²	"توى" سے یہاں مراد یہ ہے کہ مقروض، گواہ نہ ہونے پر قرض سے انکار کر دے یا مقروض قرضہ کی ادائیگی کے لیے ترکہ چھوڑے بغیر فوت ہو جائے (ت)

اُسی میں ہے:

من الاستهلاك ما لوأبرأمدیونه الموسر بخلاف المعسر اھ³ اقول: وما اشار اليه في الدر من الترتيب في الصرف الى النصب فهو مذهب سيّدنا الامام الاعظم رضى الله تعالى عنه خلافاً للامام ابى يوسف رحمه الله تعالى فانه يصرف الهالك بعد العفو الى جبيع النصب شائعاً ولكنى لم اذكره ههنا لان الكلام في الذهب والفضة وفيهما لاثمرة لهذا لعدم تفاوت نصبها في الواجب اصلا فانه ربع العشر على الاطلاق وانما تظهر في السوائم	ہلاک کیے جانے والے مال کی ایک صورت یہ ہے کہ کوئی آدمی اپنے امیر مقروض کو معاف کر دے، بخلاف تنگدست کو معاف کر دینے کے۔ اقول: در میں نصاب کے مصارف کی جس ترتیب کی طرف اشارہ ہے وہ سیدنا امام اعظم رضى الله تعالى عنه کا مذہب ہے۔ اس میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کا اختلاف ہے کیونکہ وہ عفو کے بعد ہلاک ہونے والے حصّہ کو مشترکہ طور پر تمام نصابوں کی طرف لوٹاتے ہیں لیکن میں نے یہاں اسے ذکر نہیں کیا کیونکہ کلام سونے اور چاندی میں ہے اور ان دونوں میں اس کا کوئی فائدہ نہیں اس لیے کہ ان کے وجوبِ نصاب میں اصلاً تفاوت نہیں، وہ تو مطلقاً چالیسواں

¹ رد مختار باب زکوۃ الغنم مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۳۱ھ

² رد المحتار باب زکوۃ الغنم دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۱

³ رد المحتار باب زکوۃ الغنم دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۱

حصہ ہے، ہاں چار پايوں میں شمرہ (اختلاف) ظاہر ہوگا، یا تو اس میں اختلاف نصاب اختلاف واجب کی وجہ سے ہوگا، مثلاً کبھی بکریاں ہوں گی کبھی بنت مخاض اور کبھی بنت لبون، پس جو شخص چھتیس اونٹوں کا مالک بنا، ان میں سے گیارہ ہلاک ہو گئے، امام کے نزدیک یہاں بنت مخاض لازم ہے اور دوسرے کے نزدیک بنت لبون کا ۲۵/۳۶ یعنی بنت لبون کے چھتیس اجزاء میں سے پچیس اجزاء لازم ہوں گے، یا وہاں مثلث معدوم ہونے کی وجہ سے دونوں حسابوں میں تفاوت متصور ہوگا، مثلاً ایک شخص دو سواک ۲۰ بکری کا مالک ہے اب تین بکریاں لازم ہو گئیں مگر ان میں سے اسی ہلاک ہو گئیں تو امام کے نزدیک اقرب نصاب کی طرف لوٹنے کی وجہ سے یہاں دو بکریاں لازم ہوں گی اور امام ابو یوسف کے نزدیک تین بکریوں کا ۱۲۱/۲۰۱ یعنی تین بکریوں کے دو سواک ۲۰ اجزاء میں سے ایک سواک ۱۳ لازم ہوں گے اور اس کا دو بکریوں کی مانند ہونا لازم نہیں اور اس چیز کا اظہار قیمت لگانے کے وقت ہی ہوگا کیونکہ قیمت دینے سے زکوٰۃ بالیقین ادا ہو جاتی ہے، مثلاً ہم فرض کرتے ہیں کہ بکری کی قیمت سڑھ ۶ قرش ہے تو امام کے نزدیک ایک سو چونتیس ۳۲ قرش اور امام ابو یوسف کے نزدیک ایک سواک ۱۳ قرش زکوٰۃ لازم ہوگی، اسی طرح باقی قیاس کر لیں، لیکن زیر نظر مسئلہ میں تعیین اور اشتراک برابر ہیں ان میں کوئی تفاوت ہی نہیں، جو شخص مثلاً چوالیس ۴۴ مثقال سونے کا مالک بنا تو اس پر ایک مثقال اور دو قراط زکوٰۃ لازم ہے کیونکہ ہر مثقال بیس ۲۰ قیراط ہوتا ہے، مثلاً

املاً اختلاف الواجب فیہا بآختلاف النصب فقد یکون شاة و تارة بنت مخاض و اخرى بنت لبون و هكذا فمن ملك ستة و ثلاثين من الابل فهلك احدى عشرة فالواجب عند الامام بنت مخاض وعند الثاني (۲۵/۳۶) بنت لبون ای خمسة و عشرون جزء من ستة و ثلاثين جزء من اجزاء بنت لبون و املاً لعدم المثلية فيتصور تفاوت الحسابين كمن ملك مائتي شاة و شاة فالواجب ثلث شياه هلكت منها ثمانون فالواجب عند الامام شاتان صرفاً للهلاك الى اقرب النصب وعند ابی یوسف (۱۲۱/۲۰۱) ثلث شياه ای مائة واحد و عشرون جزء من مائتي اجزاء و جزء من ثلث شياه ولا يجب ان يكون هذا كمثل شاتين و يظهر ذلك عند التقويم فان دفع القليلة جائز في الزکوۃ قطعاً فلنفرض ان شاة بسبعة وستين قرشاً فقيمة الواجب عند الامام ۱۳۲ قرشاً و عند ابی یوسف ۱۲۱ و هكذا اما ههنا فالتعيين والشيوع سواء بلا تفاوت اصلاً فان من ملك مثلاً ۴۴ مثقالاً من ذهب فالواجب مثقال و قيراطان لان كل مثقال عشرون قيراطاً فاذا

هلك ۲۳ مثقالاً مثلاً وبقی ۲۰ فالواجب علی طریقة الامام نصف مثقال وعلی طریقة ابی یوسف (۵/۱۱) ۱۱ ی خمسة اجزاء من احد عشر جزء من اجزاء مثقال و قیراطین فاذا جنسنا حصل ۲۲ قیراطاً فحصبته المذکورة عشرة قیراط و ذلك نصف مثقال و کذا اذا ملك ۱۸ تولجة من ذهب وهو نصابان وخمسان فالواجب ۵ ماشه (۱/۵۳) سرخ فاذا هلك ۳ تولجات مثلاً بقى نصابان فالواجب علی طریقة الامام ۴ ماشه ۴ سرخ وعلی طریقة ابی یوسف ۵/۶ من الواجب الاول فاذا جعلنا الكل اخماس حبة كانت ۲۱۶ خساناً خذ منها ۵/۶ یحصل ۱۸۰ خمسا وهو ۴ ماشه ۴ سرخ سواء بسواء وان شککت فانظر الی هذا العمل:

۶) ۲۱۶ (۳۶

۵

۵) ۱۸۰ (۳۶

ماشه ۴) ۳۶ (۸

ثم اعلم ان ابراء المديون الغني ايضاً قد يكون هلاکاً وذلك اذا كان الدين ضعيفاً وهو الذي ليس في مقابلة ۴ سرخ مال كالمهر والدية و بدل الخلع و تمام الكلام عليه في رد المحتار والله سبحانه وتعالى اعلم۔

چوبیس ۲۳ مثقال ہلاک ہو گیا اور باقی بیس ۲۰ رہ گیا تو امام کے طریق پر نصف مثقال اور امام ابو یوسف کے مطابق ۵/۱۱ یعنی گیارہ "مثقال اور دو قیراط کے اجزاء میں پانچ اجزاء لازم ہوں گے، جب ہم انھیں ہم جنس قرار دیں تو یہ بائیس ۲۲ قیراط بن جائیں گے، اب ان میں حصہ مذکورہ دس ۱۰ قیراط ہوگا اور یہ نصف مثقال ہے۔ اسی طرح مثلاً کوئی شخص اٹھارہ تولے سونے کا مالک بنا تو یہ دو نصاب اور دو ۲ خمس ہیں تو اب پانچ ماشے (۳)۔ ۱۷۵) رتی بنے گا تو اب اگر تین ۳ تولے مثلاً ہلاک ہو گیا تو دو نصاب باقی رہ گئے۔ اب امام کے طریق کے مطابق چار ۴ ماشے اور چار رتی، اور امام ابو یوسف کے طریقہ پر ۵/۶ واجب اول کا ہوگا، تو اگر ہم سب کو حبة کے خمس بنائیں تو کل ۲۱۶ خمس ہوئے ان میں سے ۵/۶ لے لیں تو ۱۸۰ خمس حاصل ہوئے اور ۴ ماشے ۴ رتی ہوئے جو برابر برابر ہیں، اگر تمھیں شک ہو تو اس عمل کو دیکھو:

۶) ۲۱۶ (۳۶

۵

۵) ۱۸۰ (۳۶

ماشه ۴) ۳۶ (۸

پھر معلوم ہونا چاہئے کہ کسی غنی مقروض کو بری کرنا بھی کبھی ہلاک قرار پاتا ہے اور یہ جب ہوگا کہ قرض یا دین بہت کم ہو اور وہ یہ ۴ رتی سے کم ہو تو مال نہ قرار پائیگا جیسا کہ مہر، دیت، خلع کے بدل میں اس مقدار کو مال نہیں دیا جاتا، اس کی مکمل بحث رد المحتار میں ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ رابعہ: سادات محتاجین کو زکوٰۃ دینا جائز ہے یا نہیں، بہت سادات محتاج ایسے ملتے ہیں کہ خود مانگتے ہیں اور میں نے سنا ہے کہ علمائے رام پور نے جواز کا فتویٰ دیا ہے مگر میں نے اب تک یہ جرات نہ کی۔ اس بارہ میں آپ کیا حکم فرماتے ہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب:

اللہم ہدایۃ الحق والصواب، زکوٰۃ سادات کرام و سائر بنی ہاشم پر حرام قطعی ہے جس کی حرمت پر ہمارے ائمہ ثلاثہ بلکہ ائمہ مذاہب اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا اجماع قائم۔ امام شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ میزان میں فرماتے ہیں:

اتفق الائمة الاربعة على تحريم الصدقة المفروضة على بنی ہاشم و بنی عبد المطلب و هم خمس بطون آل علی و آل العباس و آل جعفر و آل عقیل و آل الحارث بن عبد المطلب هذا من مسائل الاجماع و الاتفاق اه ¹ ملخصاً۔	باتفاق ائمہ اربعہ بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب پر صدقہ فرضیہ حرام ہے، اور وہ پانچ خاندان ہیں: آل علی، آل عباس، آل جعفر، آل عقیل، آل حارث بن عبد المطلب۔ یہ اجماعی اور اتفاقی مسائل میں سے ہے اھ ملخصاً۔ (ت)

اول تا آخر تمام متون مذہب قاطبہ بے شد و شاذ و عامہ شروح معتمدہ و فتاوائے مستندہ اس حکم پر ناطق اور خود حضور پر نور سید السادات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر حدیثیں اس باب میں وارد، اس وقت جہاں تک فقیر کی نظر ہے بیس صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس مضمون کی حدیثیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیں:

حضرت سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روى عنه احمد و البخاری و مسلم (ان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امام احمد، بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔ ت) حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ روى عنه احمد و ابن حبان و رجال ثقات (ان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے احمد اور ابن حبان نے ثقہ رجال کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ت) حضرت سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روى الامام الطحاوی و الحاکم و ابو نعیم و ابن سعد في الطبقات و ابو عبيد القاسم بن سلام في کتاب الاموال و روى عنه الطحاوی^۵ حدیثاً أخر و الطبرانی حدیثاً ثالثاً (امام طحاوی، حاکم، ابو نعیم، ابن سعد نے طبقات اور

¹ المیزان الکبریٰ باب قسم الصدقات مصطفیٰ البابی مصر ۱۳/۱۳

ابو عبید قاسم بن سلام نے کتاب الاموال میں روایت کیا ہے اور طحاوی نے ان سے دوسری حدیث اور طبرانی نے تیسری حدیث روایت کی ہے۔ ت) حضرت عبدالمطلب بن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ روى عنہ احمد و مسلم والنسائی (ان سے احمد، مسلم اور نسائی نے روایت کیا ہے۔ ت) حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روى عنہ ابن حبان والطحاوی والحاکم وابو نعیم (ان سے ابن حبان، طحاوی، حاکم اور ابو نعیم نے روایت کیا ہے۔ ت) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روى عنہ الشیخان وله عند الطحاوی حدیثان^{۱۰} اخران (ان سے بخاری و مسلم نے روایت کیا اور انہی سے امام طحاوی نے دو^۲ اور احادیث نقل کی ہیں۔ ت) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روى عنہ البخاری و مسلم وله عند الطحاوی حدیث آخر (ان سے بخاری اور مسلم نے روایت کیا اور انہی سے طحاوی نے ایک اور حدیث روایت کی ہے۔ ت) حضرت معاویہ بن حیدہ قشیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روى عنہ الترمذی والنسائی وله عند الطحاوی حدیث آخر (ان سے ترمذی اور نسائی نے روایت کیا اور انہی سے طحاوی نے ایک اور حدیث بیان کی ہے۔ ت) حضرت ابو رافع مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روى عنہ احمد و داؤد و الترمذی والنسائی والطحاوی وابن حبان وابن خزیمہ والحاکم (ان سے امام احمد، داؤد، ترمذی، نسائی، طحاوی، ابن حبان، ابن خزیمہ اور حاکم نے روایت کیا ہے۔ ت) حضرت لہر مزیاکیسان مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روى عنہ احمد والطحاوی (ان سے احمد اور طحاوی نے روایت کیا ہے۔ ت) حضرت ابریدہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روى عنہ اسحاق بن راہویہ و ابو یعلیٰ الموصلی والطحاوی والبزاز و لطبرانی والحاکم (ان سے اسحاق بن راہویہ، ابو یعلیٰ الموصلی، طحاوی، بزاز، طبرانی اور حاکم نے روایت کیا ہے۔ ت) حضرت ابو یعلیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابو عمیرہ رشید بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ روى عنہما الطحاوی (ان دونوں سے طحاوی نے روایت کیا ہے۔ ت) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت عبد الرحمن بن علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقال صحابی (ان کو صحابی کہا گیا ہے۔ ت) حضرت عبد الرحمن بن ابی عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ علق عن الثعلبی الترمذی (امام ترمذی نے ان تینوں سے تعلیقاً حدیث بیان کی ہے۔ ت) حضرت ام المؤمنین صدیقہ بنت الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما روى عنہما الستة (ان سے اصحاب ستہ نے بیان کیا۔ ت) حضرت ام المؤمنین^{۲۳} ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روى عنہ احمد و مسلم (ان سے امام احمد اور مسلم نے روایت کیا۔ ت) حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روى عنہا احمد و البخاری و مسلم (ان سے امام احمد، بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔ ت) اور بیشک اس تحریم کی علت ان حضرات عالیہ کی عزت و کرامت و نظامت و طہارت کہ زکوٰۃ مال کا میل ہے اور گناہوں کا دھوون، اس ستھری نسل والوں کے مقابل نہیں خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم نے اس تغلیل کی تصریح فرمائی،

کما فی حدیث المطلب عند مسلم و ابن عباس عند الطبرانی و علی المرتضیٰ عند الطحاوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔	جیسا کہ مسلم کے ہاں حدیث مُطَلَّب، طبرانی کے ہاں حدیث ابن عباس اور طحاوی کے ہاں حدیث علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین میں ہے۔ (ت)

اسی طرح عامہ علماء مثل امام ابو جعفر طحاوی شرح معانی الآثار اور امام شمس الانمہ سرخسی محیط اور امام صدر شہید شرح جامع صغیر اور امام برہان الدین فرغانی ہدایہ اور امام حافظ الدین نسفی کافی اور امام انصر الدین زیلیعی تبیین اور امام عسکانی خزائنہ المفتین اور علامہ یوسف چلبی ذخیرۃ العقبیٰ اور محقق غزی منح الغفار اور مدقق علانی در مختار اور فاضل رومی مجمع الانہر اور سیّد حموی غمر العیون اور ان کے غیر میں اس حکم کی یہی علت بیان فرماتے ہیں اور شک نہیں کہ یہ علت تغیر زمانہ سے متغیر نہیں ہو سکتی تو دائماً ابقاء حکم میں کوئی شبہ نہیں، یہاں تک کہ جمہور علمائے کرام مثل امام ابوالحسن کرخی و امام ابو بکر جصاص و امام حسام الدین عمر صدر شہید و امام علی بن ابی بکر مرغنیانی صاحب ہدایہ و امام طاہر بخاری صاحب خلاصہ و امام اسغنائی صاحب نہایہ و امام نسفی صاحب کافی و امام زیلیعی شارح کنز و امام حسین بن محمد صاحب خزائنہ و امام اہمام محمد بن المہام صاحب فتح علامہ اتقانی صاحب غایۃ الیابان و علامہ برجندی شارح نقایہ و علامہ زین بن نجیم صاحب اشباہ و بحر و علامہ عمر بن نجیم صاحب نہر و علامہ ابراہیم حلبی صاحب ملتقی و علامہ محمد حصکفی صاحب در مختار و مصنفان اختیار شرح مختار و فتاویٰ ہندیہ و غیر ہم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم بنی ہاشم کو مال زکوٰۃ سے عمل صدقات کی اجرت لینا ناجائز ٹھہراتے ہیں حالانکہ یہ اغنیاء کے لیے بھی روا کہ من کل الوجوہ زکوٰۃ نہیں مگر آخر شبہ زکوٰۃ ہے اور بنی ہاشم کی جلالت شان شبہ لوٹ سے بھی برائت کی شایاں۔ تبیین الحقائق میں ہے

یستحقہ عمالۃ الا ان فیہ شبهۃ الصدقۃ بدلیل سقو ط الزکوٰۃ عن ارباب الاموال فلا یحل للعامل الهاشی تنزیہاً لقراۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن شبهۃ الوسخ و تحلل للغنی لا نہ لا یوازی الهاشی فی استحقاق الکرامۃ فلا تعتبر الشبہۃ فی حقہ ۱ ملخصاً۔	عالمین زکوٰۃ کے حقدار ہیں مگر چونکہ اس میں شبہ زکوٰۃ ہے کیونکہ اس سے صاحب اموال کی زکوٰۃ ساقط ہو جاتی ہے لہذا ہاشمی عامل کے لئے حلال نہیں تاکہ قرابت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو میل کے شبہ سے بھی محفوظ رکھا جا سکے البتہ غنی عامل کے لیے جائز ہے کیونکہ وہ مرتبہ کرامت میں ہاشمی کے برابر نہیں، لہذا ان کے حق میں اس شبہ کا اعتبار نہیں کیا جائے گا (ملخصاً ت)

¹ تبیین الحقائق باب المصرف مطبعۃ الکبریٰ الامیریہ بولاق مصر ۱۲۹۷ھ

محیط و بحر و در و غیر ہا میں ہے: زکوٰۃ ہاشمی کے غلام مکاتب کو بھی جائز نہیں حالانکہ مکاتب اغنیاء کیلئے حلال، اور وجہ وہی کہ ملک مکاتب من وجہ ملک مولیٰ ہے اور یہاں شبہ مثل حقیقت۔ ردالمحتار میں ہے:

بحر میں محیط سے ہے کہ علماء نے فرمایا ہے کہ ہاشمی کے مکاتب کے لیے زکوٰۃ جائز نہیں کیونکہ یہاں ایک لحاظ سے مولیٰ کی ملکیت باقی ہوتی ہے اور یہاں شبہ ہاشمیوں کے حق میں حقیقی طور پر برقرار ہوتا ہے اہ یعنی مکاتب اگرچہ آزاد متصور ہوتا ہے حتیٰ کہ جو کچھ اسے دیا جائے وہ اس کا مالک بن جاتا ہے لیکن گردن کے اعتبار سے مملوک ہوتا ہے لہذا اس صورت میں اس کے ہاشمی مولیٰ کی ملکیت کا شبہ ہے اور یہاں ہاشمی کی شرافت کی وجہ سے شبہ کا اعتبار ہوتا ہے بخلاف غنی کے، جیسا عامل میں گزرا ہے، اسی لیے مصنف نے حق بنی ہاشم کی قید لگائی ہے اہ (ت)

فی البحر عن المحيط وقد قالوا انه لا يجوز لمکاتب هاشمی لان المملک یقع للمولی من وجه و الشبهة ملحقه بالحقیقة فی حقهم اه ای ان المکاتب وان صار حراید احتی یملک ما یدفع الیه لکنه مملوک رقبة ففیه شبهة وقوع المملک لمولاه الهاشمی والشبهة معتبرة فی حقه لکرامة بخلاف الغنی کما مر فی العبد فلذا قید بقوله فی حق بنی هاشم اه¹

بالجملہ جب حدیث وہ اور فقہ یہ، پھر خلاف کی طرف راہ کہاں، اب جو صاحب جو از پر فتویٰ دیں ان کا منشاء غلط ایک مقدوح و مرجوح و مجروح روایت ہے جو ابو عصمہ نوح بن ابی مریم جامع نے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حکایت کی کہ ہمارے زمانے میں بنی ہاشم کو زکوٰۃ روا ہے کہ سبب حرمت مال غنیمت سے خمس خمس ملنا تھا اب کہ وہ نہیں ملتاز زکوٰۃ نے عود کیا۔
اقول: یہ حکایت نہ روایت ریح نہ درایۃ نصح، ہم ابھی بیان کر آئے کہ علت حرمت بنص صریح صاحب شرع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و تصریحات متظاہرہ حاملان شرع رحمۃ اللہ علیہم کثافت صدقات و نظامت سادات یعنی بنی ہاشم ہے، اور تبدل زمانہ سے متبدل نہیں ہو سکتی، اور جو دلیل اس ضعیف قیل پر بیان میں آئی، فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے اس کی کامل ناتمامی اپنے فتاویٰ یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۰۶ ہجریہ مندرجہ مجموعہ العطایا النبویۃ فی الفتاویٰ الرضویۃ میں بحمد اللہ تعالیٰ روشن بیانوں سے واضح کر دی اسی میں اٹھارہ^{۱۸} دلائل ساطعہ قائم کیے کہ امام اجل ابو جعفر طحاوی قدس سرہ کی طرف اس روایت مرجوحہ کے اخذ و اختیار کی نسبت میں بڑا دھوکا واقع ہوا

¹ در المختار باب المصرف وارجاء التراث العربی بیروت ۶۰/۲

جن میں سترہ^۱ خود کلام امام ممدوح کی شہادت سے ہیں بلکہ وہ بلاشبہ اسی مذہب حق و ظاہر الروایۃ کو بھذا ناخذ (ہم اسی کو لیتے ہیں۔ ت) فرماتے اور معتمد و مفتی بہ ٹہراتے ہیں، ایک سہل سی عام فہم بات یہ ہے کہ وہی امام ممدوح اپنی اسی کتاب شرح معانی الآثار کی اُسی کتاب، اُسی باب، اسی بحث میں جہاں ان سے اس ترجیح معکوس کا وقوع بتایا جاتا ہے خاص اسی بھذا ناخذ سے صاف صریح تصریح فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک بنی ہاشم کے غلام تو غلام، موالیٰ پر بھی زکوٰۃ حرام فرماتے ہیں۔ ہمارے ائمہ سے اس کا خلاف معلوم نہیں۔ سبحان اللہ جب ان کے نزدیک خود بنی ہاشم کے لیے زکوٰۃ حلال تھی تو ان کے غلاموں پر حرام ماننا کیونکر معقول تھا، طرفہ یہ کہ یہیں امام طحاوی نے اس مذہب کو اختیار فرمایا ہے کہ بنی ہاشم پر نہ صرف زکوٰۃ صدقات واجبہ بلکہ صدقہ نافلہ بھی حرام ہے۔ اور فرماتے ہیں ہمارے ائمہ ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہی قول ہے، پھر انھیں قائل جواز ماننا کیسا سخت قول بالحال ہے جسے اس مطلب جلیل کی تنقیح جمیل پر اطلاع منظور ہو فتاویٰ فقیر کی طرف رجوع کرے، اور جب یقیناً معلوم کہ وہ روایت شاذہ مذہب اجماعی ائمہ ثلاثہ کے خلاف واقعہ اور تمام متون کا اس کے خلاف پر اجماع قاطع^۱ اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احادیث متواترہ اس کی دافع، اور دلیل و درایت میں بھی اُس کا حصہ محض ذاہب و ضائع، اور فتویٰ امام طحاوی یقیناً جانب ظاہر الروایۃ راجع، تو اس پر فتویٰ دینا قطعاً مردود، جس سے شرع مطہر جڑتا مانع، کون نہیں جانتا کہ اطباق متون کی کسی شان جلیل ہے جس کے سبب بارہا محققین نے جانب خلاف کی تصحیحوں کو قبول نہ کیا نہ اس طرف تصحیح و ترجیح کا نام بھی نہ ہونہ کہ صراحۃً امام مجتہد نے اسی جانب پر فتویٰ دیا ہو بالہنمہ اسے چھوڑ کر اُدھر جانا کس قدر موجب عجب شدید ہے، درمختار میں ہے:

قال فی الخانیۃ وعلیہ الفتویٰ لکن المتون علی الاول فعلیہا المعول ^۱	خانہ میں ہے کہ فتویٰ اسی پر ہے لیکن متون میں پہلا قول ہے لہذا اسی پر اعتماد ہوگا۔ (ت)

کون نہیں جانتا کہ ہنگام اختلاف ظاہر الروایۃ ہی مرتجح ہے اگرچہ دونوں مدلل و بفتویٰ ہوں۔ بحر الرائق میں ہے:

إذا اختلف التصحیح وجب الفحص عن ظاہر الروایۃ والرجوع الیہا ^۲	جب تصحیح اقوال میں اختلاف ہو تو ظاہر الروایۃ کی تلاش اور اس کی طرف ہی رجوع کرنا چاہئے (ت)

علماء فرماتے جو کچھ ظاہر الروایۃ کے خلاف ہے ہمارے ائمہ کا مذہب نہیں۔ درالمختار کی کتاب

^۱ درمختار کتاب القسمۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱۲/ ۲۱۹

^۲ بحر الرائق باب الصرف ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۵۰/۲

احیاء الموات میں ہے:

ما خالف ظاهر الرواية ليس مذهبا لا صحابنا ¹	جو ظاہر روایت کے خلاف ہو وہ ہمارے اصحاب کا مذہب نہیں ہوتا۔ (ت)

پھر جبکہ خاص اسی طرف فتویٰ ہوا اور اُس جانب کچھ نہیں تو اُدھر چلنا روش فقہی سے کتنا بعید ہے، کون نہیں جانتا کہ قوتِ دلیل کس قدر موجب تعویل، یہاں تک کہ علماء فرماتے ہیں:

لا يعدل من دراية ما واقفها رواية كما في الغنية	اس عقلی دلیل سے اعراض نہیں کیا جائے گا جو نقلی دلیل کے مطابق ہو جیسا کہ منیہ شرح غنیہ اور رد المحتار وغیرہ میں ہے۔ (ت)

اس تنکیر روایت پر نظر کیجئے اور مانحن فیہ کی حالت دیکھئے، جب روایت کی موافق مانع عدول تو ماہی الروایۃ کا خلاف کیونکر مقبول، پھر اس طرف احادیث متواترہ، ان سب کے جن کے صحت پر ایسا یقین کہ گویا گوشِ خویش کلامِ اقدس حضورِ نور صلوٰۃ اللہ تعالیٰ و سلامہ علیہ سُن رہے ہیں، میں نہیں کہہ سکتا کہ ان کے وجوہ کے بعد بھی وہ روایت قبول تو قبول، التفات کے قابل ٹھرے۔ لاجرم ملاحظہ کیجئے کہ بکثرت علماء اصحاب متون و شروح و فتاویٰ اپنی تصانیف عظیمہ جلیلہ معتمدہ مثل قدوری و بدایہ و وافی و کنز و وقایہ و نقایہ و اصلاح و ملتی و بدایہ و تنویر و کافی و شرح و وقایہ و البیاض و اشباہ و در مختار و طریقہ محمدیہ و حدیقہ ندیہ و خانہ و خلاصہ و خزائنہ المفتین و جواهرِ اخلاطی و علمگیری وغیرہا میں اُس روایت کا نام تک زبان پر نہ لائے اور طبقہ فطریقہ منع و تحریم روشن تصریحیں کرتے آئے، کیا وہ اس روایت شاذہ سے آگاہ نہ تھے، یقیناً تھے، مگر اسے قابلِ التفات نہ سمجھے، اور بے شک وہ اسی قابل تھی۔ یہ باون عبارتیں اور ستائیس حدیثیں جن کی طرف فقیر نے اس تحریر میں اشارہ کیا، بحمد اللہ اس وقت فقیر کے پیشِ نظر ہیں، سب کی نقل سے بخوفِ تطویل دستِ کشی کی۔ بالجلہ اصلاً محلِ شک و ارباب نہیں کہ ساداتِ کرام و بنی ہاشم پر زکوٰۃ یقیناً حرام، نہ انھیں لینا جائز نہ دینا جائز، نہ ان کے دے زکوٰۃ ادا ہو تو اس میں گناہ کے سوا کچھ حاصل نہیں، اور اس کے جواز پر فتویٰ دینا محض غلطِ باطل، اور حیلہ صحت بلکہ قابلیتِ اغماض سے عاری و عاقل، کیا معلوم نہیں کہ علمائے کرام نے ایسے فتویٰ کی نسبت کیسے سخت الفاظ ارشاد کیے ہیں۔ در مختار میں ہے:

الحکم و الفتی بالقول بالرجوح جہل و خرق	قول مرجوح پر فیصلہ و فتویٰ جہالت اور اجماع کو توڑنا ہے اھ
للاجماع اھ ³ ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم۔	ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم (ت)

¹ رد المحتار کتاب احیاء الموات دار احیاء التراث العربی ۲۷۸/۵

² رد المحتار دار احیاء التراث بیروت ۳۱۲/۱ وغنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۹۵

³ در مختار خطبہ الکتاب مطبع مجتبائی دہلی ۱۵/۱

رہا یہ کہ پھر اس زمانہ پُر آشوب میں حضرات سادات کرام کی مواسات کیونکر ہو، **اقول**: بڑے مال والے اگر اپنے خالص مالوں سے بطور ہدیہ ان حضراتِ علیہ کی خدمت نہ کریں تو ان کی بے سعادتگی ہے، وہ وقت یاد جب ان حضرات کے جدِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سوا ظاہری آنکھوں کو بھی کوئی ملجا و ماویٰ نہ ملے گا، کیا پسند نہیں آتا کہ وہ مال جو انھیں کے صدقے میں انھیں کی سرکار سے عطا ہوا، جسے عنقریب چھوڑ کر پھر ویسے ہی خالی ہاتھ زیرِ زمین جانے والے ہیں، اُن کی خوشنودی کے لیے ان کے پاک مبارک بیٹوں پر اُس کا ایک حصہ صرف کیا کریں کہ اُس سخت حاجت کے دن اُس جواد کریم رؤف و رحیم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کے بھاری انعاموں، عظیم اکراموں سے مشرف ہوں۔ ابنِ عساکر امیر المومنین مولانا علی کرم اللہ وجہہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من صنع الى اهل بيته يداً كافاته عليها يوم القيامة ¹	جو میرے اہل بیت میں سے کسی کے ساتھ اچھا سلوک کرے گا میں روزِ قیامت اس کا صلہ اسے عطا فرماؤں گا۔

خطیب بغدادی امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من صنع صنيعه الى احد من خلف عبد المطلب في الدنيا فلي مكافاته اذ القيني ²	جو شخص اولادِ عبد المطلب میں سے کسی کے ساتھ دنیا میں نیکی کرے اس کا صلہ دینا مجھ پر لازم ہے جب وہ روزِ قیامت مجھ سے ملے گا۔

اللہ اکبر، اللہ اکبر! قیامت کا دن، وہ قیامت کا دن، وہ سخت ضرورت سخت حاجت کا دن، اور ہم جیسے محتاج، اور صلہ عطا فرمانے کو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صاحب التاج، خدا جانے کیا کچھ دیں اور کیسا کچھ نہال فرمادیں، ایک نگاہِ لطف اُن کی جملہ مہمات دو جہاں کو بس ہے، بلکہ خود یہی صلہ کروڑوں صلے سے اعلیٰ و انفس ہے، جس کی طرف کلمہ کریمہ اذ القینی (جب روزِ قیامت مجھ سے ملے گا۔ ت) اشارہ فرماتا ہے، بلفظ اذ القینی فرماتا ہے اللہ بجز اللہ روزِ قیامت وعدہ وصال و دیدارِ محبوبِ ذی الجلال کا مژدہ سُنانا ہے۔ مسلمانو! اور کیا درکار ہے دوڑو اور اس دولت و سعادت کو لو و بآلہ التوفیق اور متوسط حال والے اگر مصارف

¹ کنز العمال بحوالہ ابنِ عساکر حدیث ۳۳۱۵۲ موسیٰ الرسالہ بیروت ۹۵/۱۲

² تاریخ بغداد ترجمہ ۵۵۲۲۱ عبد اللہ بن محمد الفزاری دار الکتاب العربی بیروت ۱۰۳/۱۰

مستحب کی وسعت نہیں دیکھتے تو بھلا اللہ وہ تدبیر ممکن ہے کہ زکوٰۃ کی زکوٰۃ ادا ہو اور خدمت سادات بھی بجا ہو یعنی کسی مسلمان مصرف زکوٰۃ معتمد علیہ کو کہ اس کی بات سے نہ پھرے، مال زکوٰۃ سے کچھ روپے بہ نیت زکوٰۃ دے کر مالک کر دے، پھر اس سے کہے تم اپنے طرف سے فلاں سید کی نذر کر دو اس میں دونوں مقصود حاصل ہو جائیں گے کہ زکوٰۃ تو اس فقیر کو گئی اور یہ جو سید نے پایا نذرانہ تھا، اس کا فرض ادا ہو گیا اور خدمت سید کا کامل ثواب اسے اور فقیر دونوں کو ملا، ذخیرہ وہندیہ میں ہے:

اگر کوئی شخص زکوٰۃ سے میت کا کفن تیار کرنا چاہے تو جائز نہیں، ہاں یہ حیلہ کر سکتا ہے کہ خاندان میت کے کسی فقیر پر صدقہ کر دے اور وہ میت کا کفن تیار کر دے، تو اب مالک کے لیے صدقے کا اور اہل میت کے لیے تکفین کا ثواب ہوگا، اسی طرح کا حیلہ تمام امور خیر مثلاً تعمیر مساجد اور پلوں کے بنانے میں جائز ہے کہ مالک مقدار زکوٰۃ کے برابر کسی فقیر کو دے دے اور اسے کہے کہ تُو ان امور پر خرچ کر دے تو اب صدقہ کرنے والے کے لیے صدقہ کا اور بناء مسجد و پل کا ثواب فقیر کو ہوگا (ملخصاً) (ت) اقول: پھر یہ بات واضح ہوئی ہے کہ ان امور خیر کا ثواب دونوں کے لیے ہے کیونکہ جو کسی نیکی پر رہنمائی کرتا اسے بھی عمل کرنے والے کی طرح ثواب ملتا ہے، حضور علیہ السلام سے ایسے معاملات میں تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ کار خیر میں ہر شریک کو کامل ثواب ملتا ہے شرکت سے اجر شرکاء میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی، مجھے اس پر مذکورہ دلائل کی وجہ سے جزم تھا جسے تُو سن چکا، پھر میں نے درمختار

ذا اراد ان یکفن میتاً عن زکوٰۃ ماله لا یجوز والحیلة ان یتصدق بها علی فقیر من اهل المیت ثم ہو یکفن به فیکون له ثواب الصدقة ولاهل المیت ثواب التکفین وكذلك فی جمیع ابواب البر کعبارة المساجد و بناء القنابر والحیلة ان یتصدق بمقدار زکوٰۃ علی فقیر ثم یا مره بالصرف الی هذه الوجوه فیکون للتصدق ثواب الصدقة والفقیر ثواب بناء المسجد والقنطرة اه¹ ملخصاً۔ اقول: ویظهر لی ان ثواب تلك القرب لهما جیباً لان من دل علی خیر کان کفأ علیه وقد تو اتر عن البنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی نظائره تکامل الثواب لكل شریک فی الخیر لا تنقص الشریکة من اجورهم شیئاً فهذا الذی حدانی علی الجزم بما سمعت ثم رأیت فی الدر المختار

¹ فتاویٰ ہندیہ کتاب الحیل الفصل الثالث فی مسائل الزکوٰۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۶/۳۹۲

حيلة التكفين بها التصديق على الفقير ثم هو يكفن فيكون الثواب لهما اه اقال الشامي اى ثواب الزكاة للمزكى و ثواب التكفين للفقير وقد يقال ان ثواب التكفين يثبت للمزكى ايضا لان الدال على الخير كفعله وان اختلف الثواب كما وكيفما ط قلت و اخرج السيوطي في الجامع الصغير لو مَرَّت الصدقة على يدي مائة لكان لهم من الاجر مثل اجر المبتدئ من غير ان ينقص من اجره شئ اه² فهذا عين ما بحث والله الحمد۔	میں دیکھا کہ کفن کا حیلہ یہ ہے کہ پہلے مال فقیر پر صدقہ کیا جائے پھر فقیر اس سے کفن بنائے تو ثواب دونوں کے لیے ہوگا۔ امام شامی نے کہا کہ زکوٰۃ کا ثواب مزکی کے لیے اور تکفین کا ثواب فقیر کے لیے ہوگا، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ تکفین کا ثواب مزکی کے لیے بھی ہے کیونکہ خیر پر رہنمائی کرنے والا فاعل خیر کی طرح ہی ہوتا ہے اگرچہ کمیت و کیفیت کے اعتبار سے ثواب مختلف ہوگا، ط۔ قلت امام سیوطی نے جامع صغیر میں نقل کیا کہ اگر صدقہ سو ہاتھ بھی گزرے تو اجر میں بغیر کسی کمی کے ہر ایک کو اتنا ہی اجر حاصل ہوگا جتنا پہلے کو ہے، یہ بعینہ وہی ہے جو ہم نے ذکر کیا، والله الحمد (ت)

مگر اس میں دقت اتنی ہے اگر اس نے نہ مانا تو اسے کوئی راہ جبر کی نہیں کہ آخر وہ مالک مستقل ہو چکا اسے اختیار ہے چاہے دے یا نہ دے۔ در مختار میں ہے:

لحيلة ان يتصدق على الفقير ثم يأمره بفعل هذه الاشياء وهل له ان يخالف امره لم اره والظاهر نعم۔³	حیلہ یہ ہے کہ فقیر پر صدقہ کیا جائے پھر اسے ان امور کو بجالانے کا کہا جائے، کیا وہ فقیر اس کی مخالفت کر سکتا ہے یا نہیں؟ یہ میری نظر سے نہیں گزرا، ظاہر یہی ہے کہ مخالفت کر سکتا ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

البحث لصاحب النهر وقال لانه مقتضى صحة التمليك. قال الرحمتي والظاهر انه لا شبهة فيه لانه ملكه اياه عن زكاة ماله و شرط	صاحب نہر نے بحث کی ہے، اور کہا یہ مخالفت کر سکتا صحت تملیک کا تقاضا کرتا ہے۔ شیخ رحمۃ نے فرمایا یہی ظاہر ہے اس میں کوئی شبہ نہیں کیونکہ اپنی زکوٰۃ کا

¹ در مختار کتاب الزکوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۰۱

² ردالمحتار کتاب الزکوٰۃ مصطفیٰ الباب مصر ۱۳۱۲

³ در مختار باب الصرف مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۱۱

عليه شرط فاسد او الهبة والصدقة لا تفسدان بالشرط الفاسد ¹	مالک بنایا گیا ہے اور اس پر ایک فاسد شرط لگائی گئی ہے اور ہبہ اور صدقہ شرط فاسد سے فاسد نہیں ہوتا۔ (ت)

لہذا فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ کے نزدیک اس کا بے خلش طریقہ یہ ہے کہ مثلاً مالِ زکوٰۃ سے بیس ۲۰ روپے سید کی نذر یا مسجد میں صرف کیا چاہتا ہے کسی فقیر عاقل بالغ مصرف زکوٰۃ کو کوئی کپڑا مثلاً ٹوپی یا سیر سوا سیر غلہ دکھائے کہ یہ ہم تمہیں دیتے ہیں مگر مفت نہ دیں گے بیس روپے کو بیچیں گے، یہ روپے تمہیں ہم اپنے پاس سے دیں گے کہ ہمارے مطالبہ میں واپس کر دو وہ خواہ مخواہ راضی ہو جائے گا، جانے گا کہ مجھے تو یہ چیز یعنی کپڑا یا غلہ مفت ہی ہاتھ آئے گا، اب بیع شرعی کر کے بیس ۲۰ روپے بنیت زکوٰۃ اسے دے، جب وہ قابض ہو جائے اپنے مطالبہ ثمن میں لے لے۔ اول تو وہ خود ہی دے دے گا کہ سرے سے اسے ان روپوں کے اپنے پاس رہنے کی امید ہی نہ تھی کہ وہ گرہ سے جاتا سمجھے اسے تو صرف اس کپڑے یا غلہ کی امید تھی وہ حاصل ہے تو انکار نہ کرے گا اور کرے بھی تو یہ جبراً چھین لے کہ وہ اس قدر میں اس کامدیون ہے اور دائن جب اپنے دین کی جنس سے مال مدیون پائے تو بالاتفاق بے اس کی رضامندی کے لے سکتا ہے، اب یہ روپے لے کر بطور خود نذر سید یا بناء مسجد میں صرف کر دے کہ دونوں مرادیں حاصل ہیں۔ در مختار میں ہے:

يعطى مديونه الفقير زكوة ثم ياخذها من دينه ولو امتنع المديون مديده واخذها لكونه ظفر بجنس حقه اه ²	اپنے مدیون فقیر کو زکوٰۃ دی پھر اس سے دین وصول کرے، اگر مدیون نہ دے تو اس سے چھین لے کیونکہ یہ اپنے حق کی جنس کو پاتا ہے (ت)

اور فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے اُس مصرف زکوٰۃ کے عاقل بالغ ہونے کی شرط اس لیے لگائی کہ اس کے ساتھ یہ غبن فاحش کی مباحثت بلا تکلف روا ہو اور کپڑے غلے کی تخصیص اس لیے کی کہ اگر کچھ پیسے بعوض روپوں کے بیچنا چاہے گا تو ظاہر مفاد جامع صغیر پر تقابض البدلین شرط ہو گا وہ یہاں حاصل نہیں اگرچہ روایت اصل پر ایک ہی جانب کا قبضہ کافی اور اکثر علماء اسی طرف ہیں اور یہی قول منقح،

كما بيناه في البيوع من فتاونا بل حققنا فيها ان لا دلالة لكلام الجامع الصغير ايضاً على اشتراط التقابض وان ظن	جیسا کہ ہم نے اپنے فتاویٰ کی بیوع میں بیان بلکہ اس کی تحقیق کی ہے کہ جامع صغیر عبارت میں بھی تقابض کے شرط ہونے پر کوئی دلالت نہیں

¹ رد المختار باب مصرف مصطفیٰ البابی مصر ۱۹/۲

² در مختار کتاب الزکوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۰۱ھ

العلامة الشامي مآظن۔	اگرچہ علامہ شامی کا گمان کچھ ہو۔ (ت)

بہر حال اس حتی الوسع محل خلاف سے بچنا احسن اور زر زکوٰۃ پر اُس کا قبضہ کرا کر اپنے مطالبے میں لینے کی قید اس لیے کہ کوئی صدقہ بے قبضہ تمام نہیں ہوتا کما نص علیہ العلماء (جیسا کہ علماء نے اس پر نص فرمائی ہے۔ ت) اور یہ تو پہلے بیان میں آچکا کہ اغنیاء کثیر المال شکر نعمت بجالائیں۔ ہزاروں روپے فضول خواہش یا دیوبی آسائش یا ظاہر آرائش میں اٹھانے والے مصارف خیر میں ان حیلوں کی آڑ نہ لیں۔ متوسط الحال بھی ایسی ہی ضرورتوں کی غرض سے خالص خدا ہی کے کام صرف کرنے کے لیے ان طریقوں پر اقدام کریں نہ یہ کہ معاذ اللہ اُن کے ذریعہ سے اداے زکوٰۃ کا نام کر کے روپیہ اپنے خرد برد میں لائیں کہ یہ امر مقاصد شرع کے بالکل خلاف اور اس میں ایجاب زکوٰۃ کی حکمتوں کا یکسر ابطال ہے تو گویا اس کا برتنا اپنے رب عز وجل کو فریب دینا ہے۔

والعیاذ باللہ رب العالمین واللہ یعلم المفسد من المصلح، نسئلہ تعالیٰ ان یصلح اعمالنا ویحصل اماننا والحمد للہ رب العالمین واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتم واحکم۔	رب العالمین سے پناہ چاہتا ہوں، اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے مفسد کو مصلح سے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمارے اعمال کی اصلاح فرمائے اور ہماری امیدیں بر لائے، والحمد للہ رب العالمین واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتم واحکم۔ (ت)

مسئلہ خامسہ: زکوٰۃ کن مصارف میں دینا جائز ہے بینو اتو جروا۔

الجواب:

مصرف زکوٰۃ ہر مسلمان حاجتمند ہے جسے اپنے مال مملوک سے مقدار نصاب فارغ عن الحوائج الاصلیہ پر دسترس نہیں بشرطیکہ نہ ہاشمی ہو نہ اپنا شوہر نہ اپنی عورت اگرچہ طلاق مغلطہ دے دی ہو، جب تک عدت سے باہر نہ آئے نہ وہ اپنی اولاد میں ہے جیسے بیٹا بیٹی، پوتا پوتی، نواسا نواسی، نہ وہ جن کی اولاد میں یہ ہے جیسے ماں باپ، دادا دادی، نانائانی، اگرچہ یہ اصلی و فرعی رشتے عیاداً باللہ بذریعہ زنا ہوں، نہ اپنا یا ان پانچواں قسم میں کسی کا مملوک اگرچہ مکاتب ہو، نہ کسی غنی کا غلام غیر مکاتب، نہ مرد غنی کا نابالغ بچہ، نہ ہاشمی کا آزاد بندہ، اور مسلمان حاجتمند کہنے سے کافر و غنی پہلے ہی خارج ہو چکے۔ یہ سولہ شخص ہیں جنہیں زکوٰۃ دینی جائز نہیں، ان کے سوا سب کو روا، مثلاً ہاشمیہ بلکہ فاطمیہ عورت کا بیٹا جبکہ باپ ہاشمی نہ ہو کہ شرع میں نسب باپ سے ہے۔ بعض مشہورین کہ ماں کے سیدانی ہونے سے سید بن بیٹھے ہیں اور وہ باوجود تفہیم اس پر اصرار کرتے ہیں بلکہ حدیث صحیح مستحق لعنت الی

ہوتے ہیں والعیاذ باللہ وقد اوضحنا ذلك في فتاؤنا (اللہ تعالیٰ بچائے، ہم نے اپنے فتاویٰ میں اس کی وضاحت کر دی ہے۔ ت) اسی طرح غیر ہاشمی کا آزاد شدہ بندہ اگرچہ خود اپنا ہی ہو یا اپنے اور اپنے اصول و فروع و زوج و زوجہ و ہاشمی کے علاوہ کسی غنی کا مکاتب یا زن غنیہ کا نابالغ بچہ اگرچہ یتیم ہو یا اپنے بہن، بھائی، چچا، پھوپھی، خالہ، ماموں، بلکہ انھیں دینے میں دُونا ثواب ہے زکوٰۃ وصلہ رحم یا اپنی بہو یا داماد یا ماں کا شوہر یا باپ کی عورت یا اپنے زوج یا زوجہ کی اولاد ان سولہ ۱۶ کو بھی دینا واجبکہ یہ سولہ اُن سولہ سے نہ ہوں از انجا کہ اُنھیں اُن سے مناسبت ہے جس کے باعث ممکن تھا کہ ان میں بھی عدم جواز کا وہم جاتا، لہذا فقیر نے انہیں بالتخصیص شمار کر دیا، اور نصاب مذکورہ پر دسترس نہ ہونا چند صورت کو شامل: ایک یہ کہ سرے سے مال ہی نہ رکھتا ہو اسے مسکین کہتے ہیں۔ دوم مال ہو مگر نصاب سے کم، یہ فقیر ہے۔ سوم نصاب بھی ہو مگر حوائجِ اصلیہ میں مستغرق، جیسے مدیون۔ چہارم حوائج سے بھی فارغ ہو مگر اسے دسترس نہیں، جیسے ابن السبیل یعنی مسافر جس کے پاس خرچ نہ رہا، تو بقدرِ ضرورت زکوٰۃ لے سکتا ہے، اس سے زیادہ اُسے لینا روا نہیں، یا وہ شخص جس کا مال دوسرے پر دین مؤجل ہے ہنوز میعاد نہ آئی اب اُسے کھانے پہننے کی تکلیف ہے تو میعاد آنے تک بقدرِ حاجت لے سکتا ہے یا وہ جس کا مدیون غائب ہے یا لے کر مگر گیا اگرچہ یہ ثبوت رکھتا ہو، کہ ان سب صورتوں میں دسترس نہیں۔ بالجملة مدار کار حاجتمند بمعنی مذکور پر ہے، تو جو نصاب مزبور پر دسترس رکھتا ہے ہر گز زکوٰۃ نہیں پاسکتا اگرچہ غازی ہو یا حاجی یا طالب علم یا مفتی مگر عامل زکوٰۃ جسے حاکم اسلام نے اربابِ اموال سے تحصیل زکوٰۃ پر مقرر کیا وہ جب تحصیل کرے تو بحالتِ غنا بھی بقدرِ اپنے عمل کے لے سکتا ہے اگر ہاشمی نہ ہو۔ پھر دینے میں تملیک شرط ہے، جہاں یہ نہیں جیسے محتاجوں کو بطورِ اباحت اپنے دستِ خوان پر بٹھا کر کھلا دینا یا میت کے کفن و دفن میں لگانا یا مسجد، کنواں، خانقاہ، مدرسہ، پُل، سرائے وغیرہ بنوانا ان سے زکوٰۃ دانا نہ ہوگی، اگر ان میں صرف کیا چاہے تو اس کے وہی حیلے ہیں جو مسئلہ رابعہ میں گزرے۔

تمام گفتگو خلاصہ ہے اس چیز کا، جس پر تنویر الابصار، در مختار اور ردالمحتار جیسی معتبر کتب میں استقرار ہے اور اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہم نے خوب تلخیص کر دی ہے شاید ہمارے علاوہ کہیں اور اس کا وجود نہ ہو واللہ الحمد اور جس کو اس بارے میں شک ہو وہ کتبِ اصول

هذا كله ملخص ما استقرا عليه الامر في تنوير
الابصار والدر المختار وردالمحتار وغيرها من
معتبرات الاسفار وقد لخصناه بتوفيق الله
احسن تلخيص لعله لا يوجد من غيرنا والله
الحمد فمن شك في شئ من هذا فليراجع الاصول

عہ: اگر دین مجل ہے خواہ ابتداءً یوں کہ جو اجل مقرر ہوئی تھی گزر چکی اور مدیون غنی حاضر ہے تو یہ صورت دسترس کی ہے ۲ امنہ

(۲)

کی طرف رجوع کر کے دیکھ لے خواہ ہم نے ان کا نام لیا ہو یا نہ۔ ہاں اس میں کوئی حرج نہیں کہ اگر بعض ایسی تصریحات کا ذکر کریں جو مخفی ہیں یا غریب۔ ردالمحتار میں ہے: یہ نکاح اور زنا دونوں کی اولاد کو شامل ہے۔ پس اس کے ولد زنا کو نہیں دیا جائے گا الخ اور اسی میں "او بینہما زوجیۃ" کے تحت ہے اگرچہ وہ تین طلاقیں کی عدت بسر کر رہی ہو۔ نہر میں معراج الدراریہ سے ہے اہ اور اسی میں ماتن کے قول "ولا الی مملوک المزکی" کے تحت ہے اگرچہ مکاتب ہو اور اسی طرح وہ مملوک کہ مالک اور اس کے درمیان اولاد یا زوجیت والا رشتہ ہو، جیسا کہ بحر اور فتح میں ہے۔ اور اسی میں ماتن کے قول "بخلاف طفل الغنیۃ فیجوز" کے تحت ہے تو جائز ہے یعنی اگر اس کا والد نہ ہو۔ بحر میں قنیہ سے ہے اہ۔ اور اسی میں ہے کہ اولاد کے ساتھ مقید اس لیے کیا ہے کہ بقیہ اقارب کے لیے جائز ہے مثلاً فقراء بھائی، بچے اور خالو بلکہ اولیٰ ہیں کیونکہ یہاں صلہ اور صدقہ دونوں ہیں زکوٰۃ سوتیلی والدہ، سوتیلے بھائی اور اپنے داماد کو دی جاسکتی ہے تاہر خانہ اہ ملخصاً اور اسی کے کتاب الوصایا میں ماتن کے قول "الشرف من الامر فقط غیر معتبر" کے تحت ہے کہ اس کی تائید ہندیہ میں بدائع کے حوالے سے یہ قول کرتا ہے کہ یہ بات ثابت ہے کہ حسب و نسب والد کے ساتھ مخصوص ہے نہ کہ ماں کے ساتھ اہ اور اس پر زکوٰۃ حرام نہ ہوگی اور نہ وہ ہاشمی کے لیے کفو ہوگا اور وہ وقف علی الاشراف میں داخل نہ ہوگا اہ۔ اور اسی میں ہے	القی سمیناً او لم یسم نعم لا بأس ان نورد نصوص بعض مایکاد یخفی او یستغرب۔ ففی رد المحتار شمل الولاد بالنکاح والسفاح فلا یدفع الی ولده من الزنا الخ وفیہ تحت قوله او بینہما زوجیۃ ولو مباینة ای فی العدة ولو بثلاث نہر عن معراج الدراریۃ اہ¹ وفیہ تحت قوله ولا الی مملوک المزکی ولو مکاتباً وکذا مملوک من بینہ و بینہ قرابة ولاد او زوجیۃ لما قال فی البحر والفتح اہ² وفیہ تحت قوله بخلاف طفل الغنیۃ فیجوز ای ولو لم یکن له اب بحر عن القنیۃ اہ³ وفیہ وقید بالو لاد لجوازه لبقیۃ الاقارب کا لا خوة والا عمام والا خوال الفقراء بل ہم اولی لانہ صلة وصدقہ و یجوز دفعها لزوجۃ ابیہ وابنہ وزوج ابنتہ تأثر خانۃ اہ⁴ ملخصاً وفیہ من کتاب الوصایا تحت قوله الشرف من الامر فقط غیر معتبر، یؤیدہ قوله قول الہندیۃ عن البدائع فثبت ان الحسب والنسب یختص بالاب دون الامر اہ فلا تحرم علیہ الزکوۃ ولا یكون کفواً للہاشمیۃ ولاید خل فی الوقف علی الاشراف ط اہ⁵ وفیہ قال

¹ ردالمحتار باب المصرف مصطفیٰ البابی مصر ۱۹۰/۲

² ردالمحتار باب المصرف مصطفیٰ البابی مصر ۱۹۰/۲

³ ردالمحتار باب المصرف مصطفیٰ البابی مصر ۱۹۰/۲

⁴ ردالمحتار باب المصرف مصطفیٰ البابی مصر ۱۹۰/۲

⁵ ردالمحتار باب الوصیۃ للاقارب وغیر ہم مصطفیٰ البابی مصر ۱۹۰/۲

کہ فتح میں بھی کہا اور مسافر کے لیے جائز نہیں کہ وہ حاجت سے زائد ہے قلت اور یہ بخلاف فقیر ہے کہ اس کے لیے حاجت سے زائد لینا حلال ہے اور اسی سے فقیر اور مسافر میں فرق ہو گیا جیسا کہ ذخیرہ میں ہے اہ اور اس میں ماتن کے قول "منہ ما لو کان مالہ مؤجلاً" (اس کا مال مؤخر ہو جائے) کے تحت ہے یعنی جب نفقہ کا محتاج ہو تو آنے کی مدت تک بقدر کفایت زکوٰۃ کا حصول جائز ہے، یہ نہر میں خانیہ سے ہے اہ اور اسی میں ماتن کے قول "او علی غائب" (یا غائب پر) کے تحت ہے یعنی اگرچہ یہ اس حال پر ہو کہ جس سے لینے پر قدرت نہ رکھتا ہو، ط اہ۔ اور اسی میں ماتن کے قول "او معسر او جاحد الخ" یا تنگدست یا منکر ہو، اگرچہ اصح قول کے مطابق اس کے لیے گواہ ہوں تو اس کے لیے اصح قول کے مطابق زکوٰۃ لینا درست ہے کیونکہ یہ مسافر کی مانند ہے اور اگر امیر و معترف ہے تو اب جائز نہیں کما فی الخانیہ اہ اور اسی میں ماتن کے قول "فی سبیل اللہ" کے تحت ہے یعنی وہ غازی جس کا خرچہ و اسلحہ ختم ہو گیا ہے بعض کے نزدیک اس سے حاجی اور بعض کے نزدیک طالب علم مراد ہے، اور بدائع میں اس سے تمام امور خیر کے مصارف بیان کئے ہیں۔ نہر میں ہے کہ یہ اختلاف لفظی ہے کیونکہ اس پر اتفاق ہے عامل کے سوا تمام اصناف کو بشرط فقر زکوٰۃ دی جاسکتی ہے الخ اور اسی میں ماتن کے قول "وبهذا التعلیل یقوی الخ" اس تعلیل کے ساتھ وہ قوی ہو گیا جو واقعات کی طرف منسوب ہے کہ طالب علم کے زکوٰۃ کا لینا جائز ہے

فی الفتح ایضاً ولا یحل لہ ای لا بن السبیل ان یاخذ اکثر من حاجتہ قلت وهذا بخلاف الفقیر فأنہ یحل لہ ان یاخذ اکثر من حاجتہ وبهذا فارق ابن السبیل کما افادہ فی الذخیرۃ اہ¹ وفیہ تحت قولہ ومنہ ما لو کان مالہ مؤجلاً ای اذا احتاج الی النفقۃ یجوز لہ اخذ الزکوٰۃ قدر کفایتہ الی حلول الاجل نہر عن الخانیۃ اہ² فیہ تحت قولہ او علی غائب ای ولو کان حالاً لعدم تمکنہ من اخذہ³ ط اہ وفیہ تحت قولہ او معسر او جاحد ولو بینۃ فی الاصح فیجوز لہ الاخذ فی اصح الاقاویل لانہ بمنزلۃ ابن السبیل ولو موسراً معترفاً لا یجوز کما فی الخانیۃ اہ⁴ وفیہ تحت قولہ وفی سبیل اللہ وهو منقطع الغزاة وقیل الحاج وقیل طلبۃ العلم وفسرہ فی البدائع بجبیع القرب قال فی النہر والخلاف لفظی للاتفاق علی ان الاصناف کلہم سوی العامل یعطون بشرط الفقر⁵ الخ وفیہ تحت قولہ وبهذا التعلیل یقوی ما نسب للواقعات من ان طالب العلم یجوز لہ اخذ الزکوٰۃ، ولو غنیاً اذا فرغ نفسہ

¹ رد المحتار باب المصرف مصطفیٰ البابی مصر ۶۷۲

² رد المحتار باب المصرف مصطفیٰ البابی مصر ۶۷۲

³ رد المحتار باب المصرف مصطفیٰ البابی مصر ۶۷۲

⁴ رد المحتار باب المصرف مصطفیٰ البابی مصر ۶۷۲

⁵ رد المحتار باب المصرف مصطفیٰ البابی مصر ۶۷۲

لا فائدة العلم واستفادته، هذا الفرع مخاف لا طلاقهم الحرمة في الغنى ولم يعتمد احد ط قلت وهو كذلك والوجه تقييده بالفقير¹ الى آخر ما افاده عليه رحمة الجواد والله سبحانه و تعالى اعلم۔	اگرچہ وہ غنی ہو بشرطیکہ اس نے افادہ و استفادہ علم کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیا ہو، یہ جزئیہ فقہاء کے اس اطلاق کے خلاف ہے جو انہوں نے کہا کہ اگر غنی ہے تو زکوٰۃ لینا حرام ہے اور اس پر کسی نے اعتقاد نہیں کیا، ط۔ قلت وہ اسی طرح ہے، اور اوجہ یہ ہے کہ اسے بھی فقر کے ساتھ مقید کر دیا جائے جیسا کہ انہوں نے افادہ کیا ان پر رحمت جواد ہو۔ واللہ سبحانہ، و تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ سادہ: میرے کل زیور طلائی سادے اور جڑاؤ میں سونے کا وزن، موتی اور نگینے اور لاکھ وغیرہا منہا کر کے اڑسٹھ ۶۸ تولے ہے اور زیور نقرئی تین سو اکتالیس تولے، اس صورت میں جو سالانہ زکوٰۃ ہو اس سے مشرح مطلع کیا جاؤں، اور ایک دستور العمل ایسا ہو کہ آئندہ جس قدر اور بنے اس پر زکوٰۃ بڑھالی جائے۔ بینو اتو جروا۔

الجواب:

سونے چاندی کا نصاب اور ان پر واجب و عفو کا حساب مسئلہ ثانیہ میں مشرعا گزرا اور زیادت و نقصان کے تمام احکام بتفصیل تمام مسئلہ ثانیہ و ثالثہ میں مبین ہوئے۔ وہ دونوں مسئلے بجائے خود دستور العمل تھے مگر اختلاط زر و سیم یعنی دونوں مال کا مالک ہونا البتہ بعض نئے احکام کا موجب ہوتا ہے جن کا بیان اوپر نہ گزرا لہذا فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ بعض ضوابط ضروریہ اور ذکر کر کے دستور العمل کی تکمیل کرتا اور حضرت مستفتی دامت برکاتہ، و دیگر ناظرین منتفعین سے اس کے صلے میں دعائے عفو عافیت داریں کی تمنا رکھتا ہے۔ فاقول: وبالله التوفیق مال جب بشرائط معلومہ نصاب کو پہنچے تو بنفسہ وجوب زکوٰۃ کا سبب اور ایراث حکم میں مستقل ہے جسے اپنے حکم میں دوسری شئی کی حاجت نہیں اور نصاب کے بعد جو خمس نصاب ہو وہ بھی نصاب و سبب ایجاب ہے، ہاں جو خمس سے کم ہے وہ اپنے نوع میں مثلاً چاندی یا سونا، سونے میں موجب زکوٰۃ نہیں ہو سکتا کہ شرع مطہر نے اسے عفو رکھا ہے کما قد منافی المسئلة الثانية (جیسا کہ ہم مسئلہ ثانیہ میں پیچھے بیان کر آئے۔ ت) اسی طرح جو راسا نصاب کو نہیں پہنچا بنفسہ سببیت وجوب کی صلاحیت نہیں رکھتا مگر جب اس نوع کے ساتھ دوسری نوع بھی ہو یعنی زر و سیم مخلط ہوں تو از انجا کہ وجہ سببیت ثمنیت تھی اور وہ دونوں میں یکساں، تو اس حیثیت سے

¹ ردالمحتار باب المصرف مصطفیٰ البابی مصر ۶۵/۲

ذہب وفضہ جنس واحد لہذا ہمارے نزدیک جو ایک نوع میں موجب زکوٰۃ نہ ہو سکتا تھا خواہ اس لیے کہ نصاب ہی نہ تھا یا اس لیے کہ نصاب کے بعد عفو تھا اس مقدار کو دوسری نوع سے تقویم کر کے ملا دیں گے کہ شاید اب اس کا موجب زکوٰۃ نہ ہو ناظر ہو پس اگر اس ضم سے کچھ مقدار زکوٰۃ بڑھے گی (بایں معنی کہ نوع ثانی قبل ضم نصاب نہ تھی اسکے ملنے سے نصاب ہو گئی یا اگر نصاب خمس کی تکمیل ہو گئی) تو اسی قدر زکوٰۃ بڑھا دیں گے اور اب اگر کچھ عفو بچا تو وہ حقیقتہً عفو ہو گا ورنہ کچھ نہیں اور اگر ضم کے بعد بھی کوئی مقدار زکوٰۃ زائد نہ ہو تو ظاہر ہو جائے گا کہ یہ اصلاً موجب زکوٰۃ نہ تھا۔ ہدایہ میں ہے:

تضم قيمة العروض الى الذهب و الفضة حتى يتم النصاب و يضم الذهب الى الفضة للمجانسة من حيث الثبوتية و من هذا الوجه صار سبباً ثم يضم بالقيمة عند ابی حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ¹	سامان کی قیمت کو سونے اور چاندی کی قیمت کے ساتھ ملایا جائے گا تاکہ نصاب مکمل ہو جائے اور ثمن کی بنا پر ہم جنس ہونے کی وجہ سے سونے کو چاندی کے ساتھ ملایا جائے گا اور اسی وجہ سے یہ سبب وجوب ہو گا پھر امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک قیمت کے لحاظ سے ملایا جائے گا۔ (ت)

فتح القدیر میں ہے:

النقدان يضم احدهما الى الآخر في تکمیل النصاب عندنا۔ ²	ہمارے نزدیک تکمیل نصاب کے لیے دونوں نقد (سونے و چاندی) کو ایک دوسرے کے ساتھ ملایا جائے گا۔ (ت)

تبیین الحقائق میں ہے:

يضم الذهب الى الفضة بالقيمة فيکمل به النصاب لان الكل جنس واحد۔ ³	سونے کو چاندی کے ساتھ قیمت کے اعتبار سے ملایا جائیگا تاکہ نصاب مکمل ہو جائے کیونکہ یہ آپس میں ہم جنس ہیں (ت)

خلاصہ میں ہے:

اصل هذا ان الذهب يضم الى فضة	ہمارے نزدیک تکمیل نصاب کی خاطر سونے کو چاندی

¹ الہدایہ کتاب الزکوٰۃ فصل فی العروض مکتبۃ العربیہ کراچی ۱۷۶/۱

² فتح القدیر فصل فی العروض مکتبۃ نوریہ رضویہ سکھر ۱۶۹/۲

³ تبیین الحقائق باب زکوٰۃ المال مطبعتہ کبریٰ امیریہ بلاق مصر ۲۸۱/۱

فی تکمیل النصاب عندنا و هذا استحسن۔ ¹	کے ساتھ ملانا یہ اصل ہے اور یہ بطور استحسن ہے۔ (ت)

نقائے میں ہے:

يضم الذهب الى الفضة بالقيمة لاتمام النصاب۔ 2	اتمام نصاب کے لیے سونے کو قیمت کے اعتبار سے چاندی کے ساتھ ملایا جائے گا۔ (ت)

ان عبارتِ ائمہ و تقریر فقیر سے واضح ہوا کہ یہ ملانا صرف بغرض تکمیل نصاب ہوتا ہے، نصاب کہ بنفہ کامل ہے محتاج ضم نہیں کہ خود سبب مستقل ہے تو شرح مطہر اُس کے سبب ایک مقدار واجب فرما چکی اب نصاب کو دوسری چیز سے ضم کرنے کا ایجاب تکمیل نصاب نہیں تعطیل نصاب ہے، یا یوں کہئے کہ اس ضم سے مقصود تحصیل واجب ہے نہ تبدیل واجب۔ ولہذا ہمارے علماء تصریح فرماتے ہیں کہ ذہب و فضہ کا کامل نصابوں میں حکم ضم نہیں بلکہ نصابِ ذہب پر جُدا زکوٰۃ واجب ہوگی اور نصابِ فضہ پر جُدا ہاں اگر کوئی یہ چاہے کہ میں ایک ہی نوع زکوٰۃ میں دوں اور وہ قیمت لگا کر ضم کر لے تو ہمارے نزدیک کوئی مضائقہ بھی نہیں، مگر اس وقت واجب ہوگا کہ تقویم ایسی کرے جس میں فقراء کا نفع زائد ہو مثلاً ایک نقد زیادہ رائج ہے دوسرا کم، تو جو رائج تر ہے اُس سے تقویم کرے۔ امام ملک العلّاء ابو بکر مسعود کا شانی قدس سرہ الربانی بدائع میں فرماتے ہیں:

اذا كان كل واحد منهما نصاباً تاماً ولم يكن زائداً عليه لا يجب الضم بل ينبغى ان يؤدى من كل واحد منهما زكوة ولو ضم احدهما الى الآخر حتى يؤدى كله من الفضة او من الذهب فلا بأس به عندنا ولكن يجب ان يكون التقويم بما هو انفع للفقراء رواجاً والا فيؤدى من كل واحد منهما ربع عشرة۔ ³	اگر دونوں (سونا و چاندی) کا نصاب بلا اضافہ کیے کامل ہے تو اب ایک دوسرے کے ساتھ ملانا واجب نہیں بلکہ ہر ایک کی زکوٰۃ ادا کی جائے اور اگر کسی نے ملا کر سونے چاندی میں سے ہر ایک کی زکوٰۃ ادا کر دی تو بھی ہمارے ہاں کوئی حرج نہیں لیکن یہ لازم ہے کہ قیمت اس کے ساتھ لگائی جائے جو رواجاً فقراء کے لیے زیادہ نافع ہو، ورنہ ہر ایک میں سے چالیسواں حصہ ادا کر دیا جائے۔ (ت)

اس نفیس تقریر سے یہ فائدے حاصل ہوئے کہ اگر ایک جانب نصاب تام بلا عفو ہے اور دوسری

¹ خلاصۃ الفتاویٰ الفصل الخامس فی زکوٰۃ المال مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۲۳۷/۱

² النقایہ کتاب الزکوٰۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۴

³ بدائع الصنائع فصل و اما مقدار الواجب فیہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۰/۲

طرف نصاب سے کم، تو یہاں بھی طریقہ ضم متعین ہوگا کہ اس غیر نصاب کو اس نصاب سے تقویم کر کے ملا دیں، یہ نہ ہوگا کہ نصاب کو تقویم کر کے غیر نصاب سے ملائیں۔ مثلاً چاندی نصاب ہے اور سونا غیر نصاب، تو اس سونے کو چاندی کریں گے چاندی کو سونا نہ کریں گے، اور عکس ہے تو عکس۔ اسی طرح اگر ایک طرف نصاب تام بلا عفو ہے اور دوسری جانب نصاب مع عفو، تو صرف اس عفو کو اس نصاب سے ملائیں گے نصاب مع العفو مجموع کو ضم نہ کریں گے کہ محتاج تکمیل صرف وہی عفو ہے نہ کہ نصاب، مثلاً ۷ یا ۹ یا ۱۲ تولے سونا اور ۶۰ تولے چاندی ہے جس میں ۷ تولے چاندی عفو ہے تو صرف اس ۷ تولے چاندی کو سونا کریں گے نہ کہ مجموع ۶۰ تولے کو۔ یونہی اگر دونوں جانب عفو ہے تو صرف ان عفو کو باہم ملائیں گے، دونوں طرف کے نصاب الگ نکال لیں گے۔ ہندیہ میں ہے:

لو فضل من النصابین اقل من اربعة مثاقیل و اقل من اربعین درہماً فانہ تضم احدی الزیادتین الی الاخری حتی یتم اربعین درہماً او اربعة مثاقیل ذہب کذا فی المضمرات۔ ¹	اگر دونوں نصابوں پر چار مثقال سے کم اور چالیس درہم سے کم اضافی ہو تو ایک اضافہ کو دوسرے کے ساتھ ملایا جائے حتی کہ چالیس درہم کامل ہو جائیں یا چار مثقال سونا مکمل ہو جائے، جیسا کہ مضمرات میں ہے۔ (ت)

پس ثابت ہوا کہ قابل ضم وہی ہے جو خود نصاب نہیں، پھر اگر یہ قابلیت ایک ہی طرف ہے جب تو طریقہ ضم آپ ہی متعین ہوگا کما سبق (جیسا کہ پیچھے گزرا۔ ت) اور دونوں جانب ہے تو البتہ یہ امر غور طلب ہوگا کہ اب ان میں کس کو کس سے تقویم کریں کہ دونوں صلاحیت ضم رکھتے ہیں، اس میں کثرت وقت کی وجہ سے ترجیح نہ ہوگی کہ خواہی نخواہی قلیل ہی کو کثیر سے ضم کریں کثیر کو نہ کریں کہ جب نصابیت نہیں تو قلیل و کثیر دونوں احتیاج تکمیل میں یکساں۔ ردالمحتار میں ہے:

لا فرق بین ضم الاقل الی الاکثر و عکسہ۔ ²	اقل کو اکثر ساتھ ملانا یا اس کے برعکس کرنے میں کوئی فرق نہیں۔ (ت)

بلکہ حکم یہ ہوگا جو تقویم فقیروں کے لیے نفع ہوا اسے اختیار کریں، اگر سونے کو چاندی کرنے میں فقراء کا نفع زیادہ ہے تو وہی طریقہ برتیں، اور چاندی کو سونا ٹھہراتے ہیں تو یہی ٹھہرائیں، اور دونوں صورتیں نفع میں یکساں تو مزکی کو اختیار۔ رد مختار میں ہے

¹ فتاویٰ ہندیہ الفصل الاول فی زکوۃ الذہب والفضہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱۷۹۱

² ردالمحتار باب زکوۃ المال مصطفیٰ البانی مصر ۱۳۵۱

اگر ایک کو ضم کرنے نصاب بنتا ہے دوسری سے نہیں، تو جس سے بنتا ہو وہ ضم کے لیے متعین ہوگا، اور اگر ایک کو ضم کرنے سے نصاب اور خمس بنتا ہے اور دوسرے سے کم بنتا ہے تو فقیر کے لیے زیادہ فائدہ مند ہو اس سے قیمت بنائے، سراج اھ۔ اور ردالمحتار میں بحوالہ نہر، فتح سے منقول ہے کہ نصاب کو پہنچانے والے کی قیمت ضم کے لیے متعین ہوگی دوسرے کی نہیں، اگر دونوں سے نصاب پورا ہو جبکہ ایک رواج سے زائد ہے تو جو زیادہ رائج ہو اس کے ساتھ قیمت لگانا متعین ہوگا اھ اور شرح نقایہ للقمستانی میں ہے: اگر دونوں برا ہوں تو مالک کو اختیار ہے۔ (ت)	لو بلغ باحد هما نصاباً دون الاخر تعین ما یبلغ به ولو بلغ باحد هما نصاباً و خمساً وبالا خراقل قومه بالا نفع للفقیر سراج اھ^۱ وفي ردالمحتار عن النهر عن الفتح یتعین ما یبلغ نصاباً دون مالا یبلغ فان بلغ بكل منهما واحد هما اروج تعین التقویم بالا رواج اھ^۲ وفي شرح النقایہ للقمستانی وان تسا یا فالها لك مخیر۔^۳

جب یہ امور مہم ہو لیے تمام صورتوں کے احکام معلوم ہو گئے کہ اختلاطِ زروسیم انہی تین حال میں منحصر:

- (۱) یا کسی کی طرف کوئی مقدار قابلِ ضم نہ ہوگی اور یہ جب ہی ہوگا کہ دونوں نصاب ہوں اور دونوں بے عفو، اس کا حکم، اول ہی گزر کہ ہر ایک کی زکوٰۃ جدا واجب ہوگی اور ایک ہی نوع سے دینا چاہیے تو نفع فقراء کا لحاظ واجب۔
- (۲) یا صرف ایک طرف مقدار قابلِ ضم ہوگی یہ یونہی ہوگا کہ ایک نصاب بلا عفو ہو اور دوسرا سرائی غیر نصاب یا نصاب مع العفو، تو اس کی دو صورتیں نکلیں، ان کا ضابطہ^۱ بھی معلوم ہو چکا کہ خاص اسی قابلِ ضم کو دوسرے کے ساتھ تقویم کریں گے۔
- (۳) یا دونوں طرف مقدار قابلِ ضم ہو یہ اس طرح ہوگا کہ دونوں نصاب سے کم یا ایک کم اور ایک میں عفو یا دونوں میں عفو، اس کی تین صورتیں ہوں، ضابطہ^۲ بھی مذکور ہوا کہ جو مقداریں دونوں طرف قابلِ ضم ہیں انہی کو آپس میں ملائیں گے اور نفع فقراء کا لحاظ رکھیں گے یعنی جس تقویم میں زیادہ مالیت واجب الادا ہو وہی اختیار کریں گے اور مالیت برابر ہو تو جس کا رواج زیادہ ہے اسے لیں گے اور قدر رواج سب یکساں ہوں تو اختیار دیں گے۔

^۱ در مختار باب زکوٰۃ المال مطبع مجتہائی دہلی ۱۳۵۱ھ

^۲ ردالمحتار باب زکوٰۃ المال مصطفیٰ البانی مصر ۳۴/۲

^۳ جامع الرموز کتاب الزکوٰۃ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۳۱۳/۲

جدول اختلافات زروسم مع اشارہ احکام

نصاب سے کم	نصاب بے عفو	نصاب با عفو
نصاب کم	چاندی کو سونا کریں	سونے کا عفو اور چاندی کا کل بلحاظ انفع ملائیں
نصاب بے عفو	ہر ایک کی جدا زکوٰۃ اور ملا ہی ہو تو ملحق انفع	سونے کے عفو کو چاندی کریں
نصاب با عفو	چاندی کے عفو کو سونا کریں	دونوں عفو کو بلحاظ انفع ملائیں

ہر چند اس بیان و جدول نے مسئلہ واضح کر دیا، مگر بوجہ پیچیدگی عام مسلمان کے لیے ان دونوں ضابطوں میں ایضاح امثلہ کی بیشک ضرورت۔ لہذا فقیر غفرلہ المولیٰ القدير پھر جانب تفصیل عنان گردانی کرتا ہے، وباللہ التوفیق

شرح ضابطہ اولی: چاندی سونے میں جب ایک نصاب تام بلا عفو ہو اور دوسرا نصاب نہ ہو خواہ کما یعنی سرے سے نصاب تک پہنچا ہی نہ ہو یا بعضاً، یعنی نصاب کے بعد جو عفو بچا ہو، اس غیر نصاب کل یا بعض کو اس دوسرے کے ساتھ ضم کریں گے، مثلاً چاندی کل بعض غیر نصاب ہے تو اسے بلحاظ قیمت سونا قرار دے کر سونے کے نصاب سے ملائیں گے اور سونا کل یا بعض غیر نصاب ہو تو اسے چاندی سے تو ضابطہ اولے کی دو صورتیں بعد بسط چار^۱ ہو گئیں جیسا کہ مطالعہ جدول سے واضح ہوا ہوگا۔ اب ہم بعد ضم دیکھیں گے کچھ زکوٰۃ بڑھی یا نہیں، اگر اب بھی نہ بڑھی تو وہ غیر نصاب عفو مطلق تھا کہ کسی طرح موجب زکوٰۃ نہ ہوا اور بڑھی تو یا کچھ عفو نہ بچے گا اس صورت میں ظاہر ہوگا کہ غیر نصاب اپنی نوع میں نہ موجب زکوٰۃ نظر آتا تھا حقیقۃً بالکل موجب تھا یا قدرے بچے گا تو ثابت ہوگا کہ واقع میں اسی قدر عفو ہے باقی پر زکوٰۃ، تو یہ تین^۲ حالتیں ہوئیں جنہیں ان چار میں ضرب دیے سے بارہ^۳ صورتیں نکلیں، اب ہر ایک کی مثال لیجئے اور حساب کے لیے فرض کیجئے کہ تولہ بھر سونے کی قیمت چوبیس^۴ تولے چاندی ہے

عہ: اس مثلثانہ خانہ احکام کا خانہ قطب وہ صورت ہے جس میں اصلاً حکم ضم نہیں اور اس کے چاروں خانہ آتش بادی آبی خاکی متعلق ضابطہ اولیٰ اور باقی چاروں خانے کے چاروں گوشوں پر ہیں متعلق ضابطہ ثانیہ ۱۲ منہ (م)

اور تولہ بھر چاندی کا چار ۴ رتی سونا۔

مثال ۱: ایک شخص کے پاس ۵۲ - ۲/۱ تولے چاندی اور سوا پانچ ماشے سونا ہے تو چاندی نصاب تام بلا عفو ہے اور سونا گنا غیر نصاب۔ لہذا سونے کو چاندی کر کے چاندی سے ملا یا یعنی بلحاظ قیمت دیکھا کہ اس قدر سونے کی کتنی چاندی ہوئی، نرخ مذکور پر یہ سونا دس ۱۰ تولے چاندی کا ہوا تو گویا وہ ۵۲ - ۲/۱ تولے چاندی ۵ ماشے سونے کا مالک نہیں بلکہ ۶۳ تولے چاندی کا مالک ہے، یہ چاندی ایک نصاب کامل اور ایک نصاب خمس پورا ہوا جس پر عفو کچھ نہ بچا۔

مثال ۲: اسی صورت میں ۱۰ ماشے سونا فرض کیجئے جس کے ۲۰ تولے چاندی، تو گویا ۲۲ - ۲/۱ تولے چاندی کا مالک ہے جس میں وہی نصاب کامل و نصاب خمس نکل کر ۹ تولے چاندی عفو پکی کہ خمس نصاب سے کم ہے یہ عفو حقیقی ہوا یعنی سونے کو چاندی سے ضم نہ کرتے تو بوجہ عدم نصاب بالکل عفو نظر آتا تھا ضم کرنے سے کھل گیا کہ اس میں صرف ۴ - ۲/۱ ماشے جس کی ۹ تولے چاندی ہوئی عفو پر زکوٰۃ واجب۔

مثال ۳: صورت مسطورہ میں صرف ۵ ماشے سونا مانے تو کل عفو رہے گا کہ اس کی دس ۱۰ ہی تولے چاندی ہوئی اور مال جب تک نصاب کے بعد خمس نصاب تک نہ پہنچے عفو اور چاندی میں خمس ۱۰ - ۲/۱ تولے ہے۔

مثال ۴: اسی صورت میں ۷ تولے ۱۱ ماشے سونا لیجئے تو ۷ - ۲/۱ تولے سونا تو نصاب کامل ہے اُس کے بعد ۵ ماشے عفو نظر آتا ہے، بس اسی قدر کو چاندی سے ضم کرینگے، اور ایک نصاب زر اور ایک نصاب و خمس نصاب سیم کی زکوٰۃ واجب مانیں گے جس میں عفو کچھ نہ رہا۔

مثال ۵: اسی صورت میں ۸ تولے ۴ ماشے سونا ہے تو بدلیل مثال دوم وہی ۴ - ۲/۱ ماشے سونا عفو رہے گا۔

مثال ۶: ۷ تولے ۱۱ ماشے سونا ہے تو نصاب زر سے جتنا یعنی ۵ ماشے، سب عفو مطلق ہے کہ بعد ضم بھی زکوٰۃ نہیں بڑھاتا۔ ان چھ مثالوں میں چاندی نصاب تام بلا عفو تھی اور سونا قابل ضم، پہلی تین میں رائے نصاب سے کم اور پچھلی تین میں عفو۔ اب وہ مثال لیجئے کہ سونا تام بلا عفو اور چاندی انہی دو وجوہ پر قابل ضم۔

مثال ۷: ایک شخص ۷ - ۲/۱ تولے سونا ۳۶ تولے چاندی کا مالک ہے گنا غیر نصاب ہے۔ اسے بحساب قیمت سونا کیا تو ۱ - ۲/۱ تولے ہوا، یہ پورا نصاب خمس ہے تو سونے کا ایک نصاب کامل اور ایک نصاب خمس ہوا اور عفو اصلانہ بچا۔

مثال ۸: اسی صورت میں چاندی ۵۰ تولے رکھے تو ۱۴ تولے عفو رہے گی کہ ۳۶ تولے کا نصاب خمس ہو گیا ۴ تولے کا ۷ ماشے سونا ہوا کہ خمس سے کم ہے وہ عفو رہا۔

مثال ۹: اسی صورت میں چاندی ۳۰ تولے فرض کیجئے تو کل عفو ہے کہ اس کا سوا ہی تولے سونا ہوا بعد

ضم بھی کچھ نہ بڑھا۔

مثال ۱۰ و ۱۱: اب ہمیں وہ تین صورتیں بیان کرنا ہیں جن میں سونا نصاب بے غفو ہو اور چاندی نصاب با غفو، جس کے غفو کو سونے سے ملائیں تو جب بھی غفور ہے یا کچھ زکوٰۃ واجب کرے، کچھ غفونچے یا بالکل زکوٰۃ واجب کرے۔ یہ پچھلی دو صورتیں بظاہر محال عادی نظر آتی ہیں کہ نصاب میں غفو ہی ہوتا ہے جس خمس سے کم ہو اور نصاب کے بعد زکوٰۃ واجب کرتا ہے جو خمس تک پہنچے، تو ان صورتوں کا وقوع جب ہی ہوگا کہ ۱۰ تولے کم چاندی ۱-۲ تولے سونے کے برابر یا اس سے بھی زائد ہو مگر یہ عادی ہو نہیں سکتا بلکہ ۱۰ تولے یا اس سے کچھ زیادہ چاندی تولہ بھر سونے کی قیمت کو بھی نہیں پہنچی، تو بادی النظر میں یہاں صرف صورت اولیٰ ہی قابل وقوع ہے یعنی غفو سیم کو نصاب ذہب سے جب ملائے غفو ہی رہے، مگر ایک نفیس و شریف و جلیل و لطیف قاعدہ معلوم کرنے سے کھل جائیگا کہ دو صوتیں بھی قابل وقوع ہیں، اُس با عظمت قاعدے کا جاننا نہ صرف انہی صورتوں کے لیے ضرور ہے بلکہ جو اہل زکوٰۃ زرو سیم دونوں قسم کے مالک ہوں اور عموماً ایسے ہی ہوتے ہیں اُن سب پر اُس کا علم فرض عین ہے کہ اس کے نہ جاننے میں بہت غلطیاں اور خرابی و زیاں واقع ہوتے ہیں لوگ اکثر سمجھ لیتے ہیں ہم زکوٰۃ ادا کر چکے اور واقع میں مطالبہ باقی ہوتا ہے، وہ ضروری قاعدہ عظیم الفائدہ واجب الحفظ یہ ہے کہ اگرچہ زرو سیم کی قیمت و وزن با ہم اکثر مختلف ہوتے ہیں خصوصاً جبکہ صنعت کا قدم در میان ہو، مثلاً ممکن کہ تولہ بھر سونے کا کوئی گہنا صنعتی کے سبب پچاس^{۲۵} روپے کی قیمت کا ہو اگرچہ ایک تولہ سونے کی قیمت پچیس^{۲۵} ہی روپیہ ہو یا تولہ بھر چاندی کی چیز چار روپے کو بکے اگرچہ چاندی ایک ہی روپیہ تولہ ہو، دہلی کی سودا کاریوں میں یہ بات خوب واضح ہے یونہی جب مال ہارتا ہو تو قیمت وزن گھٹ جاتی ہے کما (لا یخفی) جیسا کہ مخفی نہیں۔) مگر شرع مطہر نے سونے چاندی میں وجوہاً و اداء ہر طرح وزن ہی کا اعتبار فرمایا ہے نہ کہ قیمت کا، مثلاً کسی کے پاس صرف ۷ تولے سونے کا گہنا ہے کہ قیمت میں ۷-۲/۱ تولے سونے تک پہنچا ہے یا اس سے بھی زیادہ ہوتا ہے اس پر زکوٰۃ واجب نہیں کہ وزن ۷-۲/۱ تولے کامل نہ ہو یا ۷-۲/۱ تولے ہارتے سونے کا مال ہے کہ قیمت ۷ تولے سے بھی کم ہے اس پر زکوٰۃ واجب، کہ وزن نصاب پورا ہے یا ایک شخص کے پاس ۷-۲/۱ تولے سونے کا زیور ہے جو بوجہ صنعت ۱۵ تولے سونے کی قیمت ہے اس پر صرف ۲ ماشے سونا واجب ہوگا کہ وزن کا چالیسواں حصہ ہے نہ چار ماشے کی قیمت کا ۴۰/۱ ہے، ۱۵ تولے وزن کی چیز قیمت میں ۷-۲/۱ تولے کے برابر ہے، تو باعتبار وزن ہوا اور ادا کی یہ صورت کہ مثلاً اس پر ۶ ماشے سونا واجب الادا تھا اس نے اُس کے بدلے ۲ ماشے نفیس کُنْدَن کی قیمت میں ۶ ماشے سونے کے برابر بلکہ زائد تھا ادا کیا تو عہدہ برآ نہ ہوا کہ واجب کا وزن پورا نہ ہوا اور ہارتا سونا ۲ ماشے دے دیا جو قیمت میں دو^۲ ہی ماشے کے برابر تھا تو ادا ہو گیا اگرچہ اس میں کراہت ہے لقلولہ عزوجل:

لَسْتُمْ بِأَخِيَّةٍ إِلَّا أَنْ تُغَيِّضُوا فِيهِ ¹	تمہیں ملے تو نہ لوگے جب تک اس میں چشم پوشی نہ کرو۔ (ت)

رد مختار میں ہے:

المعتبر وزنهما اداءً ووجوباً لا قيمتهما ²	اداء ووجوب میں ان دونوں کے وزن کا اعتبار ہے نہ کہ قیمت کا۔ (ت)

رد المختار میں ہے:

يعني يعتبر في الوجوب ان يبلغ وزنها نصاباً، نهر، حتى لو كان له ابريق ذهب او فضة وزنه عشرة مثاقيل او مائة درهم وقيمته لصياغته عشرون او مائتان لم يجب فيه شيء اجمالاً قهستاني ³	وجوب کے لیے یہ معتبر ہے کہ وہ وزن کے اعتبار سے نصاب کو پہنچیں، نہر۔ اگر کسی کے پاس سونے یا چاندی کا کوزہ تھا جس کا وزن دس مثقال یا سودرہم کے برابر تھا اور زیور کی صورت میں اس کی قیمت بیس ۲۰ یا دو سو ۲۰۰ ہے تو اب اس میں بالاجماع کوئی شی لازم نہیں، قہستانی۔ (ت)

اسی میں ہے:

لوله ابريق فضة وزنه مائة وقيمته بصياغته مائتان لا تجب الزكاة باعتبار القيمة لان الجودة والصناعة في اموال الربا لا قيمة لها عند افرادها ولا عند المقابلة بجنسها ⁴	اگر کسی پاس چاندی کا ایسا کوزہ تھا جس کا وزن سودرہم ہو اور اس کی زیور کی صورت میں قیمت دو سودرہم ہے تو اب قیمت کے اعتبار سے زکوٰۃ واجب نہ ہوگی، کیونکہ اموالِ ربا میں جو جودت اور صنعت ہوتی ہے اس کی انفرادی صورت میں کوئی قیمت نہیں ہوتی نہ ہی اس وقت کوئی قیمت ہے جب کسی، بجنس کے مقابل ہو۔ (ت)

اسی میں ہے:

يعتبر يكون المؤدى قدر الواجب وزناً	جس کی زکوٰۃ ادا کی جائے اس کا وزن کے اعتبار سے

¹ القرآن ۲/۲۶

² رد مختار باب زکوٰۃ المال مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۴۱ھ

³ رد المختار باب زکوٰۃ المال مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۳۲ھ

⁴ رد المختار باب زکوٰۃ المال مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۷۲ھ

فلوادی عن خمسة جیدة خمسة زیوفاً قیمتہا اربعة جیدة جاز وکرة ولو اربعة قیمتہا خمسة ردیئة لم یجزاھ ^۱ ملخصاً۔	نصاب ہونا ضروری ہے، اگر کسی نے پانچ جید دراہم کی جگہ پانچ زیوف سے ادا کی جن کی قیمت چار جید دراہم تھی تو جائز مگر مکروہ ہے، اور ان چار کی قیمت پانچ ردی درہم تھے تو جائز ہی نہیں اھ ملخصاً (ت)

مگر جب ان میں ایک کو دوسرے سے تقویم کریں مثلاً چاندی کو سونے یا سونے کو چاندی سے جیسا کہ ضم کی صورتوں میں دیکھتے آتے تو بالاجماع قیمت کا اعتبار ہے کہ جودت وصنعت خلاف جنس کے مقابلہ میں بالاجماع قیمت پانا ہے، مثلاً بارہ^۲ تولے چاندی کا وزنی گہنا اور قیمت میں ۲۴ تولے چاندی کے برابر، اب اس کی قیمت سونے سے لگائے گا تو بہ لحاظ قیمت پورا تولہ بھر سونا ہوگا، نہ بلحاظ وزن چھ ماشہ ولہذا جس کہ پاس ۲۰۰ تولے چاندی کا زیور چار سو روپے کا قیمتی ہو جس ۵ تولے چاندی واجب، وہ اگر ۵ تولے چاندی دے دے گا ادا ہو جائے گا اور ۵ تولے چاندی کی قیمت کا سونا دے گا ہر گز ادا نہ ہوگا بلکہ ۱۰ تولے چاندی کا قیمتی سونا دینا آئے گا۔ ردالمحتار میں ہے:

عدم اعتبار الجودة انما هو عند المقابلة بالجنس اما عند المقابلة بخلافه فتعتبر اتفاقاً ^۲	جید ہونے کا اعتبار، جنس کے ساتھ مقابلہ وقت نہیں کیا جاسکتا اور اگر غیر جنس سے مقابلہ ہو تو بالاتفاق معتبر ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

لو كان له ابريق فضة وزنه مائتان وقيمته ثلث مائة ان أدى خمسة من عينه او من غيره جاز واجبوا انه لو أدى من خلاف جنسه اعتبرت القيمة حتى لو أدى من الذهب ما تبلغ قيمته خمس دراهم من غير الاناء لم یجز في قولهم لتقوم الجودة عند المقابلة	اگر کسی کے پاس چاندی کا کوزہ ہے دو صد درہم وزنی اور قیمت تن سو درہم ہے تو اب وہ اس میں سے یا اس کے غیر سے پانچ درہم ادا کرتا ہے تو جائز ہے اور اس پر اتفاق ہے کہ اگر اس کی مخالف جنس سے ادا کرے تو قیمت کا اعتبار ہوگا حتیٰ کہ اگر اتنا سونا جسکی قیمت پانچ درہم ہو غیر مصنوعہ سے ادا کیا تو ان کے نزدیک جائز نہیں کیونکہ مقابلہ کے وقت جودت

^۱ ردالمحتار باب زکوۃ المال مصطفیٰ البانی مصر ۳۳/۲

^۲ ردالمحتار باب زکوۃ المال مصطفیٰ البانی مصر ۳۷/۳

بخلاف الجنس کذا فی لامعراج نہر اہ ^۱ ملخصاً۔	کی قیمت اعتبار ہوتا ہے بخلاف جنس کے، معراج میں اسی طرح ہے، نہراہ ملخصاً (ت)

جب یہ قاعدہ معلوم ہو لیا تو اب ان دو صورتوں کی مثالیں بھی واضح ہو گئیں مثلاً ایک شخص کے پاس ۷-۲/۱۱ تولے سونا اور ۶۱-۲/۱۱ تولے چاندی کا گہنا ہے جو بوجہ صنائی چوگنی قیمت کا ہے اس میں ۵۲-۲/۱۱ تولے چاندی تو نصاب کامل ہو گئیں ۹ تولے بچی وہ عفو نظر آتی ہے، اسے بلحاظ قیمت سونے سے ملایا تو یہ ۹ تولے بہ سبب صنعت ۳۶ تولے کی قیمت میں ہے جس کا ۱۱-۲/۱۱ تولے سونا ہوا کہ خمس نصاب زر ہے تو ایک نصاب سیم اور ایک نصاب و خمس نصاب زر کی زکوٰۃ واجب ہوئی اور عفو کچھ نہ بچا، اور اسی صورت میں ۶۲ تولے چاندی ہے تو ماشہ بھر سونا کہ اس ۶ ماشے چاندی کی قیمت ہوا اور عفو رہے گا کما لا یخفی (جیسا کہ مخفی نہیں۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

شرح ضابطہ ثانیہ: ملاحظہ جدول سے یہ بھی کھلا ہو گا کہ دونوں جانب مقدار قابلِ ضم ہونے کی تین صورتیں بھی عند البسط چار ہو گئیں یعنی چاندی سونا دونوں غیر نصاب یا دونوں نصاب مع العفو یا چاندی غیر نصاب اور سونے میں عفو یا سونا غیر نصاب اور چاندی میں عفو۔ پھر ہر صورت چھ ۶ حال سے خالی نہیں:

(۱) یہ کہ بعد ضم بھی اصلًا زکوٰۃ نہ بڑھے یعنی خواہ قابلِ ضم چاندی کو سونا کیجئے یا قابلِ ضم سونے کو چاندی، کسی طرح یہ مقدار موجب زکوٰۃ نہ ہو، اس صورت میں وہ عفو حقیقی رہے گا، مثلاً ایک شخص ۲۰ تولے چاندی اور ایک تولے سونے کا مالک ہے، چاندی کو سونا کیجئے تو کل سونا ایک تولہ ۱۰ ماشے ہو، اور سونے کو چاندی تو کل چاندی ۴۴ تولے، نہ اتنا سونا موجب زکوٰۃ نہ اتنی چاندی۔

(۲) سونے کو چاندی کیجئے تو نصاب بنے اور چاندی کو سونا کیجئے تو نہ بنے، مثلاً ۱۰ تولے چاندی ۵۱ تولے سونا ہے، سونے کو چاندی کیا تو کل چاندی ۱۳۰ تولے ہوئی کہ دو نصاب کامل اور دو نصاب خمس، اور ۴ تولے عفو ہے، اور چاندی کو سونا کیا تو کل ۵ تولے ۵ ماشے سونا ہوا کہ نصاب تک بھی نہ پہنچا، لہذا سب کو چاندی ہی ٹھہرائیں گی۔

(۳) اس کا عکس کہ چاندی کو سونا کرنے سے نصاب بنے اور سونے کو چاندی کرنے سے نہ بنے، مثلاً ۷ تولے ۷ ماشے سونا اور ۵۰ تولے چاندی ہے ۷-۲/۱۱ تولے سونا تو نصاب کامل ہو کر الگ ہو گیا، بچا ماشہ سونا، ادھر وہ عفو ہے اور ادھر ۵۰ تولے چاندی یہ بے نصاب ہے، انھیں دونوں کا باہم میل ہونا ہے، اب اگر ماشہ بھر سونے کو چاندی کرتے ہیں تو کل چاندی ۵۲ تولے آتی ہے، یہ نصاب بھی نہ ہوئی اور چاندی

^۱ ردالمحتار باب زکوٰۃ المال مصطفیٰ البانی مصر ۳۳/۲

سونا کرتے ہیں تو یہ کل سونا ۲ تولے ۲ ماشے ہوتا ہے کہ ۱-۲/۱ تولہ نصاب خمس ہو کر موجب زکوٰۃ ہوگا اور باقی ۸ ماشے عفو رہے گا۔

(۴) دونوں سے نصاب بنے مگر چاندی فقراء کے لیے انفع ہو، مثلاً ۷ تولے سونا ۴۲ تولے چاندی کہ سونا کیجئے ۸ تولے ۹ ماشے ہوا، ۷-۲/۱ تولے پر زکوٰۃ اور ۱ تولہ عفو، تو صرف ۲ ماشے سونا دینا ہوگا جس کی قیمت ۴-۲/۱ تولے چاندی، اور چاندی کیجئے تو دو سودس ۲۱۰ تولے ہوئی کہ پورے چار نصاب بلا عفو ہے جس پر ۵ تولے چاندی واجب، تو چاندی کرنے میں فقراء کو ۹ ماشے چاندی زیادہ ملے گی۔

(۵) سونا انفع ہو، جیسے ۷ تولے سونا ۴۸ تولے چاندی کہ چاندی کیجئے تو چار نصاب کامل کے بعد ۶ تولے عفو رہے گی اور صرف ۵ تولے چاندی دینا ہوگی جس کی قیمت ۲ ماشے ۵/۳ سرخ سونا، اور سونا کیجئے تو پورا ۵ تولے ہوا، ایک نصاب کامل اور ایک نصاب خمس بلا عفو ہے جس پر ۲ ماشے ۵/۳ سرخ واجب، تو سونا کرنے میں فقراء کو ۵/۳ سرخ زیادہ جائے گا۔

(۶) دونوں یکساں ہوں، مثلاً فرض کیجئے تولہ بھر سونے کی قیمت ۲۱ تولے چاندی ہے اور یہ ۴۲ تولے چاندی ۰۵ تولے سونے کا مالک ہے اگر چاندی کو سونا کرتے ہیں تو ۷-۲/۱ تولے یعنی ایک نصاب کامل ہوا جس پر ۳-۲/۱ ماشے سونا قیمتی ۳ تولے ۱۱ ماشے ۲ سرخ چاندی کا واجب ہوا، اور سونے کو چاندی کیجئے تو ۱۵ تولے ۶ ماشے چاندی یعنی تین نصاب کامل ہوئی جس پر ۳ تولے ۱۱ ماشے ۲ سرخ چاندی قیمتی ۲ ماشے سونے کی واجب ہوئی، ہر طرح حاصل ایک ہی رہتا ہے، اس صورت میں مزکی کو اختیار ہوگا کہ دونوں میں جس سے چاہے تقویم کرے بشرطیکہ دونوں رواج میں یکساں ہوں ورنہ رائج تر متعین ہوگا۔

اس ضابطہ کی چار ۴ صورتوں میں ان چھ حالتوں کو ضرب دیجئے تو چوبیس ۲۴ ہوتی ہیں جس کے امثلہ کی پوری تفصیل موجب تطویل، اور جبکہ ہم ہر صورت کی ایک مثال لکھ چکے، وضوح مسئلہ بحمد اللہ اپنے منتہی کو پہنچا جس کے بعد زیادہ اطالت کی حاجت نہیں، اب بحمد اللہ یہ دستور العمل کامل و مکمل ہو گیا کہ عالم میں کوئی اختلاف زر و سیم ان ۳ صورتوں سے خارج نہیں ہو سکتا۔ ایک صورت دونوں جانب کمال نصاب بلا عفو کی اور ۱۲ صورتیں ضابطہ اولیٰ، اور ۲۴ ضابطہ ثانیہ کی، اور دو صورتیں کہ صرف چاندی کا مالک ہو یا صرف سونے کا، ان کے احکام مسئلہ ثانیہ میں واضح ہو چکے، انتالیس ۳۹ ہوئیں۔ چالیسویں صورت کہ سونا چاندی کچھ نہ رکھتا ہو اس کا حکم خود واضح۔ اب یہ مسائل بحمد اللہ تعالیٰ تمام صورت کے بیان احکام کو کافی و وافی ہو گئے انھیں سے آئندہ کی زیادت و نقصان کے احکام نکل آئیں گے کہ آخر بڑھ کر انھیں سینتیس ۳۷ صورتوں میں سے ایک میں رہے گا، غایت یہ کہ تبدیل صورت ہو جائے، مثلاً پہلے جو مال تھا ضابطہ اولیٰ کی صورت یکم پر تھا، اب بڑھ کر ضابطہ ثانیہ یا اولیٰ کی دوم یا اول الصور پر ہو گیا،

و علیٰ هذا القياس، یوں ہی گھٹ کر ۴۰ صورتوں سے باہر نہ جائے گا تو کوئی حکم ایسا نہیں جسے یہ مسائل نہ بتائیں، زیادت و نقصان میں کہاں زکوٰۃ گھٹے بڑھے گی کہاں نہیں، یہ مسئلہ ثانیہ و ثالثہ سے دیکھ لیجئے، امید کرتا ہوں یہ شرح و ایضاح بحول الفتاح اسی تحریر فقیر کا حصہ خاصہ ہو، والحمد للہ رب العالمین۔

اب صورتِ جزئیہ مسئول عنہا کا حکم: نکالنا کتنی بات ہے، ۶۸ تولے ۲ ماشے سونا اور ۳۴۱ تولے چاندی، اول ہر ایک نصاب الگ نکال لیجئے، ۶۸ تولے ۲ ماشے میں سونے ۹ نصاب کامل ہوئے جن پر ایک تولہ ۸ ماشے ۲ سُرخ سونا واجب ہوا اور ۸ ماشے فاضل بچا کہ اپنے نصاب میں عفو ہے، ۳۴۱ تولے میں ۳۱۵ تولے کے چھ ۶ نصاب کامل جن پر ۷ تولے ۱۰ ماشے ۴ سُرخ چاندی واجب، اور ۲۱ تولے کے ۲ نصاب خمس ہوئے جن پر ۶ ماشے ۲ - ۵/۲ سُرخ واجب، ان کا مجموعہ ۸ تولے ۴ ماشے ۶ - ۵/۲ سُرخ ہوا اور مال میں پانچ تولے چاندی فاضل رہی کہ اپنی نوع میں عفو ہے، اب یہ صورت ضابطہ ثانیہ کی ہوئی کہ دونوں جانب ایک رقم عفو قابلِ ضم موجود ہے، اس میں اُن چھ ۶ حالتوں کی جانچ باقی رہی، چاندی کو سونا کیجئے تو ۵ تولے چاندی عام نرخ سے اس قابل نہیں کہ ۱۰ ماشے سونے کی قیمت پہنچے جو اس ۸ ماشے سے مل کر خمس نصاب ذہب یعنی ۱ - ۲/۱ تولے سونا بنائے اور زکوٰۃ واجب کرے۔ اب سونے کو چاندی کیجئے تو آج کل کے بھاء ۸ ماشے سونا بیشک ۱۶ تولے چاندی سے کچھ زیادہ ہی کا ہے تو وہ اس پانچ تولے چاندی سے مل کر ۲۱ تولے چاندی مع شے زائد ہو گا یہ دو نصاب خمس اور حاصل ہوئے جب پر ۶ ماشے ۲ - ۵/۲ سُرخ چاندی، اور بڑھی تو یونہی کریں گے اور ۶۸ تولے سونے ۳۴۱ تولے چاندی پر ایک تولہ ۸ ماشے دو سُرخ سونا، اور ۸ تولے ۱۱ ماشے ۵/۴ سُرخ چاندی واجب مانیں گے ۵/۴ سُرخ کے معنی رتی کے چار خمس، جسے تقریباً ایک رتی چاندی کہیے، یہ عام بھاء کے اعتبار سے ہے، اور اگر بوجہ صنعت نفس مال کے کوئی قیمت بڑھ گئی ہو تو اس کا حساب مالک کو معلوم ہو گا اُس کے لیے وہ قاعدہ ضروریہ واجب الحفظ ہم اوپر لکھ ہی چکے، غرض للہ الحمد والمنة فقیر غفرلہ المولیٰ القدر نے بتوفیق المولیٰ سبحانہ و تعالیٰ ان مسائل کو ایسی شرح و تکمیل و بسط جلیل کے ساتھ بیان کیا ہے کہ شاید اُن کی نظیر کتب میں نہ ملے امید کرتا ہوں جو شخص ان سب کو بغور کامل خوب سمجھ لے وہ ہزار ہا مسائل زکوٰۃ کا حکم ایسا بیان کر گا جیسے کوئی عالم محقق بیان کرے، جن مسائل میں فقیر نے آج کل کے بعض مدعیانِ فقہت و تحدیث بلکہ امامتِ فنون فقہ و حدیث کو فاحش غلطیاں کرتے دیکھا، کم علم آدمی جو ان تحریراتِ فقیر کو ہنج احسن سمجھ لے گا ان شاء اللہ تعالیٰ بے تکلف صحیح و صاف ادا کرے گا، مگر

عہ: نرخ باختلافِ امصار بھی مختلف ہوتا ہے، اگر وہاں ۸ ماشے سونا ۱۶ تولے چاندی سے کم کا ہو تو نصبِ فضہ میں ایک خمس کم ہو جائیگا جس کے سبب مقدار واجب سے ۳ ماشے ۱ - ۵/۴ سُرخ چاندی گھٹا دیں گے ۱۲ منہ (م)

حاشا ہر گزار دو عبارت جان کر اپنی فہم پر قناعت نہ کرے کہ نازک یا غور طلب بات جو آدمی کی اپنی استعداد سے ورا ہو کسی زبان میں کیسی ہی واضح ادا کی جائے پھر نازک ہے بلکہ واجب کہ کسی عالم کامل سے ان مسائل کو پڑھ لے تاکہ بحول اللہ تعالیٰ اس باب میں خود عالم کامل ہو جائے۔

قلم سے جو لکھا گیا اس پر عظیم واعظم اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوں ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد نبی اکرم پر اور آپ آل و اصحاب پر برکتیں اور سلام بھی۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ خوب جانتا ہے، اور اسی کا علم کامل اتم اور مستحکم ہے۔ (ت)	واستغفر اللہ العظیم الاعظم مما جرى على لسان القلم و صلى الله تعالى عليه سيدنا و مولانا محمد ن النبي الاكرم و صحبه و بآرك و سلم و الله سبحانه و تعالى اعلم و علمه جل مجدده اتم و احكم۔

مسئلہ سابعہ: صحیح تعدادِ زکوٰۃ نہ معلوم ہونے کی وجہ سے جو ہر سال مقدار واجب سے کم زکوٰۃ میں دیا گیا ہے وہ محسوب زکوٰۃ ہوا یا نہیں؟ بیّنوا تو جروا۔

الجواب:

بیشک محسوب ہوا کہ ادائے زکوٰۃ کی نیت ضرور ہے مقدار واجب کا صحیح معلوم ہونا شرائطِ صحت سے نہیں، غایت یہ کہ ایک جزء واجب کے ادا میں تاخیر ہوئی اس سے مذہبِ رائج پر گناہ سہی زکوٰۃ مؤدی کی نفی صحت تو نہیں والا امر بین غنی عن التبیین (معاملہ واضح ہے مزید وضاحت کا محتاج نہیں۔ ت) پس ہر سال جتنا زکوٰۃ میں دیا وہ قطعاً ادا ہوا اور جو باقی رہتا گیا وہ اس پر دین ہوا حتیٰ کہ اگر کسی نصاب سے معارض ہو جائے گا تو اسی قدر مقدار واجب گھٹ جائے گی۔ تشریح اس کی یہ ہے کہ دین عبد (یعنی بندوں میں جس کا کوئی مطالبہ کرنے والا ہوا اگرچہ دین حقیقۃً اللہ عزوجل کا ہو جیسے دین زکوٰۃ جس کا مطالبہ بادشاہ اسلام اعز اللہ نصرہ کو ہے) انسان کے حوائجِ اصلیه سے ہے ایسا دین جس قدر ہو گا اتنا مال مشغول بحالتِ اصلیه قرار دے کر کالعدم ٹھہرے گا اور باقی پر زکوٰۃ واجب ہوگی اگر بقدر نصاب ہو، مثلاً ہزار روپے پر حوالانِ حول ہو اور اس پر پانسو قرض ہیں تو پانسو پر زکوٰۃ آئے گی اور ساڑھے نو سو دین ہے تو اصلاً نہیں کہ باقی قدر نصاب سے کم ہے۔ در مختار میں ہے:

لا زکوٰۃ علی مدیون للعبد بقدر دینہ فی ذی الزائدان	بندہ کے قرضدار پر قرض کی مقدار پر زکوٰۃ نہیں، ہاں اگر قرض سے زائد نصاب کو پہنچ جائے تو پھر اس کی زکوٰۃ ادا کرے۔ (ت)

بلغ نصاباً۔¹

¹ در مختار کتاب الزکوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۹۱ھ

اُسی میں ہے:

فَارِغْ عَنْ دِينَ لَهُ مَطَالِبٌ مِنْ جِهَةِ الْعِبَادِ سِوَاكَ كَانَ لِلَّهِ تَعَالَى كَزَكَاةٍ وَخَرَجٍ أَوْ لِلْعَبْدِ ^۱ الْخ-	اس دین سے فارغ ہو جس کا مطالبہ بندوں کی طرف سے ہے خواہ وہ اللہ کے لیے ہو مثلاً زکوٰۃ و خراج یا بندے کے لیے الخ (ت)

در المختار میں ہے:

الْمَطَالِبُ هُنَا السُّلْطَانُ تَقْدِيرُ الْإِنِّ الْطَلْبِ لَهُ فِي زَكَاةِ السَّوَامِ وَكَذَا فِي غَيْرِهَا لَمْ يَبْطُلْ حَقُّهُ عَنْ الْإِخْذِ ^۲ مَخْصَصًا وَإِضَاحَهُ فِيهِ-	یہاں مطالبہ کرنے والا سلطان کو تسلیم کیا جائیگا کیونکہ چار پایوں کی زکوٰۃ وہی طلب کر سکتا ہے اور اس طرح ان کے علاوہ میں اس کے لیے اخذ زکوٰۃ کا حق باطل نہیں ہوگا اھ ملخصاً اور اس کی وضاحت اس میں ہے (ت)

یونہی دو سو چالیس^{۲۴۰} درہم شرعی کہ ایک نصاب کامل و ایک خمس ہے (دو سو درم کی ۵۲-۲/۱۰ تو لے چاندی ہوئی اور چالیس کی ۱۰-۲/۱۰ تو لے) ان پر چھ^۱ درم شرعی زکوٰۃ کے واجب، اگر مالک جہلاً یا سہوً یا عمدً ہر سال پانچ درہم دیتا گیا^۲ تو سال اول ایک درم زکوٰۃ کا اس پر دین رہا، دوسرے سال وہ گویا دو سو انتالیس^{۲۳۹} ہی درہم کی جمع رکھتا ہے کہ ایک درہم مشغول بہ دین ہے تو نصاب خمس کہ دو سو کے بعد چالیس کامل تھا جاتا رہا اور اس سال تمام صرف دو سو^{۲۴۰} درہم کی زکوٰۃ یعنی پانچ ہی واجب ہوئے، پس وہ جب تک ایک درہم مذکور ادا نہ کرے یا سال تمام پر اس کی حاجت سے فارغ ایک درہم اور جمع نہ ہو جائے جب تک ایک درہم مذکور ادا نہ کرے یا سال تمام پر اس کی زکوٰۃ کی تاخیر سے گنہگار ہوگا اور یہ گناہ اصرار کے بعد کبیرہ ہو جائے گا والعیاذ باللہ تعالیٰ، اور اگر صورت مذکورہ میں فرض کیجئے کہ وہ ہر سال ایک ہی درم دیتا رہا تو سال اول اس پر پانچ درم زکوٰۃ کے دین رہے، سال دوم میں گویا صرف دو سو پینتیس^{۲۳۵} جمع ہیں اس سال وہی پانچ ہوئے اور دیا ایک ہی 'تو اب چار اور قرض ہو کر نو درم دین ہو گئے تیسرے سال تیرہ^۳، چوتھے سال ۱۷، یونہی ہر سال دین زکوٰۃ میں چار چار بڑھتے جائیں گے اور واجب وہی پانچ پانچ

عہ: یعنی اپنی آمدنی سے دیتا رہا اور جمع اُسی قدر قائم رہی نہ کم ہوئی نہ زائد ۱۲ منہ (م)

^۱ در مختار کتاب الزکوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱۲۹/۱

^۲ رد المختار کتاب الزکوٰۃ مصطفیٰ البانی مصر ۵/۲

ہوتے رہیں گے دو سو ۲۰۰ دو سو اسی ۲۱۰ تک پانچ ہی درم ہیں، جب سالِ دہم میں اکتالیس^۱ درہم دین ہو جائیں گے تو گیارہویں سال اس پر زکوٰۃ ہی نہ ہوگی کہ جمع صرف ایک سو ننانوے^{۱۹۹} ٹھہریں گے کہ نصاب سے کم میں سالِ یازدہم بھی اگر اس نے ایک درہم حسب دستور دے دیا تو پھر پانچ درہم واجب ہو جائیں گے کہ اب دین میں صرف چالیس درہم رہے اور دو سو پورے جمع قرار پائے و علیٰ ہذا القیاس۔ غرض سنینِ ماضیہ میں کم دینے والا اس نفیس حساب کو خوب سمجھ کر جتنا دین اس کے ذمے نکلے فی الفور ادا کرے۔ ردالمحتار میں ہے:

لو کان له نصاب حال علیہ حولان ولم یزکیہ فیہما لا زکوٰۃ علیہ فی الحول الثانی - ۱۵ ^۱ واللہ تعالیٰ اعلم۔	اگر کسی کے پاس ایک ہی نصاب ہے جس پر ۲ سال گزرے حالانکہ اس نے ان میں زکوٰۃ نہیں دی تو اب دوسرے سال اس پر زکوٰۃ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۸: از شہر بریلی محلہ ملوکپور مولوی شفاعت اللہ صاحب طالب علم مدرسہ اہلسنت وجماعت بریلی ۳ ربیع الآخر ۱۳۳۱ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرعی متین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ ہندہ عرصہ تین سال سے زیور طلائی و نقرئی کی حسب تفصیل ذیل اور نقد روپے کی عرصہ تین سال سے مالک ہے، اس کے علاوہ اثاث البیت ضروری خرچ کا بھی رکھتی ہے اور روپیہ مذکور میں سے چار روپے ماہوار عرصہ تین سال سے متواتر خرچ ہوتا رہا ہے اب مسماۃ مذکورہ اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرنا چاہتی ہے کس طرح سے ادا کرے، بیان فرمائے، زیور طلائی ۴ تولے ۱۰ ماشے ۳ سرخ، زیور نقرئی (معہ) نقد روپیہ (صمامہ)۔

الجواب:

بیان سائل سے معلوم ہوا کہ زیور ہر سال اتنا ہی رہا کم و بیش نہ ہوا تو ہر سال جو سونے کا خرچ تھا اُس سے ۴ تولے ۶ ماشے ۳ سرخ کی قیمت لگا کر زیور نقرہ کے وزن میں شامل کی جائے گی اور ہر ساڑھے باون تولے چاندی پر اس کا چالیسواں حصہ، پھر ہر ساڑھے دس تولے چاندی پر اس کا چالیسواں حصہ واجب آئے گا، اخیر میں جو ساڑھے دس تولے چاندی سے کم بچے معاف رہے گی، ہر دوسرے سال اگلے برسوں کی جتنی زکوٰۃ واجب ہوتی آئی مال موجود میں سے اتنا کم ہو کر باقی پر زکوٰۃ آئے گی، تین سال سے یہ نقد روپیہ بھی بدستور حساب میں شامل کیا جائیگا اور ہر دوسرے سال جتنے روپے خرچ ہو گئے کم کر لئے جائیں گے، یوں تین سال کا مجموعی حساب کر کے جس قدر زکوٰۃ

^۱ ردالمحتار کتاب الزکوٰۃ مصطفیٰ البانی مصر ۵/۲

فرض نکلی سب فوراً فوراً ادا کر دینی ہوگی اور اب تک جو ادا میں تاخیر کی بہت زاری کے ساتھ اُس سے توبہ فرض ہے اور آئندہ ہر سال تمام پر فوراً ادا کی جائے۔ یہ اگلے تین برسوں میں اس کے سال تمام ہونے کے دن سونے کا بھاؤ دریافت کرنے میں وقت ہو تو احتیاطاً زیادہ سے زیادہ نرخ لگالے کہ زکوٰۃ کچھ رہ نہ جائے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۹: از درو ضلع نینی تال مرسلہ عبد اللہ صاحب دکاندار ۵ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ پورا نصاب کتنا ہوتا ہے جیسا کہ علمی خطبہ کے اندر تحریر کر چکے ہیں وہ ٹھیک ہے اُن کا قول یہ ہے کہ ساڑھے سات تولے سونا ہو یا ساڑھے باون تولے چاندی ہو، دونوں میں سے ایک چیز ہو وہ اہل زکوٰۃ اہل نصاب ہو گیا علمائے دین کو غور کرنا چاہئے کہ ساڑھے باون تولے چاندی ہے اور گھر میں چار چھ آدمی کھانے والے اور خرچ کرنے والے ہیں تو وہ شخص اہل نصاب اہل زکوٰۃ ہو گیا، دوسری گزارش یہ ہے کہ مالابدمنہ میں لکھا ہوا ہے کہ کارروائی سے زیادہ ہو سال بھر اُس پر گزر جائے، یعنی حاجت سے زائد ہو تو جس قدر ایک شخص کے پاس پچاس روپے کا کپڑا تجارت کا ہے اور اس سے اس کی اوقات بسری ہوتی ہے ساڑھے روپیہ کا زیور ہر وقت کے پہننے کا ہے اور اتنی روپے اس کے پاس نقد ہیں اور گھر میں کھانے کو کل ایک مہینہ کا ہے اور بچانوں روپے مہر عورت کا ہے یعنی قرضدار ہے وہ مال نصاب کا ہو گیا یا نہیں، حضور! ہم لوگوں کا آپ پر یقین کامل ہے جب تک کوئی حکم حضور کے یہاں سے نہ ملے گا ہم کچھ نہیں کر سکتے اور ایک تحریر پیشتر حضور کی خدمت میں روانہ کر چکا ہوں اس کا کوئی جواب نہیں ملا، حضور کو غور کرنا چاہئے، یہاں پر حضور مولوی کبھی کبھی فرماتے ہیں کبھی کچھ۔ شرع کے اندر رخنہ بازی ہے ہم لوگوں کا یقین آپ پر ہے آپ جیسا لکھیں گے ویسا ہم مانیں گے آپ کے خلاف نہیں کر سکتے، ایک مسئلہ کو چار جگہ دریافت کرو علیحدہ علیحدہ راہ ہوگی اس کی کیا وجہ ہے، رائے کا اتفاق کیوں نہیں ہے ہم لوگوں کو بہت پریشانی ہوتی ہے کوئی مطلب ٹھیک نہیں ہم لوگوں پر عنایت فرمائیے اور دلی مراد پوری کیجئے۔

الجواب:

فی الواقع سونے کا نصاب ساڑھے سات تولے اور چاندی کا ساڑھے باون تولے ہے ان میں سے جو اُس کے پاس ہو اور سال پورا اس پر گزر جائے اور کھانے پہننے مکان وغیرہ ضروریات سے بچے اور قرض اسے نصاب سے کم نہ کر دے تو اُس پر زکوٰۃ فرض ہے اگرچہ پہننے کا زیور ہو زیور پہننا کوئی حاجت اصلیہ نہیں، گھر میں جو آدمی کھانے والے ہوں اس کا لحاظ شریعت مطہرہ نے پہلے ہی فرمایا، سال بھر کے کھانے پینے پہننے تمام مصارف سے جو بچا اور سال بھر رہا اُسی کا تو چالیسواں حصہ فرض ہوا ہے اور وہ بھی اس لیے کہ تمہیں آخرت میں بھی عذاب سے نجات ملے جس سے آدمی تمام جہان دے کر چھوٹے کو غنیمت سمجھے اور دنیا میں تمہارے مال میں ترقی ہو برکت ہو یہ خیال کرنا کہ زکوٰۃ سے مال گھٹے گا نہ اضعاف ایمان ہے۔ مولیٰ تعالیٰ قرآن عظیم میں ارشاد فرماتا ہے کہ وہ زکوٰۃ کو ترقی و افزونی دیتا رہے جسے وہ بڑھائے وہ کیونکر گھٹ سکتا ہے، یہ

خیال کہ اس وقت سو روپیہ سے ڈھائی روپے حکم ماننے میں اٹھادیں گے تو آئندہ بال بچے کیا کھائیں گے، محض شیطانی وسوسہ ہے۔ زکوٰۃ سے اگر برکت بھی ملتی تو ڈھائی روپیہ سو میں سے کم ہو جاتا رزق نہ چھینتا، آئندہ سال اگر مال بڑھ گیا کہ سال بھر کا بال بچوں سب کا خرچ ہوا وہ روپیہ بدستور رکھے رہے جب تو اس وسوسہ کا جھوٹ ہونا علانیہ ظاہر ہو جائے گا اور اگر ان میں سے کھانے پینے کی حاجت پڑی یہاں تک کہ نصاب سے کم رہ گیا تو اب آپ سے کوئی زکوٰۃ نہ مانگے گا مگر بال بچوں کی فکر اگلے سال کے لیے کیا ہوگی، وہ جو جمع تھے کھانے پینے میں اٹھ گئے اور اب زکوٰۃ بھی نہیں جس کے سر الزام دھرو، آگے کیونکر جیو گے، ایسی کمزوریاں شیطان سکھاتا ہے، عورت کا مہر جس کا مطالبہ بعد موت یا طلاق ہوتا ہے اور عمر بھرا داکا خیال تک نہیں آتا اُسے زکوٰۃ نہ دینے کا حیلہ نہ بنانا چاہیے۔ وہو تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۰: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ۴۴ برس ہوئے جو میں ۱۳ تولے ۶ ماشے سونے اور بھر چاندی کی مالک ہوئی، چاندی نو دس برس تک بدستور رہی، گیارہویں سال خرچ ہو گئی، اور سونا دو ۲ برس تک اُسی قدر رہ کر تیسرے سال پانچ تولے خرچ ہو گیا کہ سال تمام میں صرف ۸ تولے ۶ ماشے تھا پانچویں سال ڈھائی تولے اور خرچ ہوا کہ سال تمام میں صرف ۶ تولے تھا اور وہی بیالیس برس تک رہا، پھر وہ بھی اپنے دختر کو بہہ کر دیا، جن برسوں تک وہ چاندی میرے پاس تھی بلکہ اُس کے بعد بھی سونے کا بھاؤ (تولہ رہا اور چاندی روپیہ کی روپیہ بھر، اس صورت میں مجھ پر زکوٰۃ کس قدر واجب ہے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب ظاہر ہے کہ:

سالِ اوّل میں سونا بقدرِ نصاب بلکہ زائد ہوا اور چاندی نصاب تک بھی نہ پہنچی تو اُسی کے سونے سے قیمتاً ضم کریں گے اُس وقت کے نرخ سے ۳ ماشہ ۴ سرخ سونا ہوا تو گویا اُس سال ۱۶ تولے، ۷ ماشہ ۴ سرخ سونا تھا جس میں ۵ تولے دو نصاب کامل ہیں اُن پر واجب ۴ ماشہ ۴ سرخ سونا اور ڈیڑھ تولے نصاب خمس ہے جس پر واجب ۳-۵/۳ سرخ، کل واجب ۴ ماشے ۷-۵/۳ سرخ، باقی ایک ماشہ ۴ سرخ عفو رہا۔

سالِ دوم بعد اخراج دین زکوٰۃ گویا ۱۶ تولے ۲ ماشہ ۷-۵/۲ سرخ سونا تھا جس میں دو ۲ نصاب کامل کا واجب ۴ ماشہ ۴ سرخ، باقی ایک تولے ۲ ماشہ ۴-۵/۱ سرخ عفو، مجموع واجبین ۹ ماشہ ۳-۵/۳ سرخ۔

سال سوم صرف ۸ تولے ۶ ماشے سونا تھا بعد ضم فقہ ۱۱ تولے ۷ ماشے ۴ سرخ ہوا اس سے مجموع واجبین منہا کیا تو ۱۰ تولے ۱۰ ماشہ ۵/۲ سرخ سونا بچا کہ ایک نصاب کامل ہے واجب ۲ ماشہ ۲ سرخ، اور دو نصاب خمس واجب ۷-۵/۱ سرخ، کل واجب ۳ ماشہ ۱-۵/۱ سرخ، باقی ۱۰ تولے سے جو زائد تھا عفو ہوا۔ کل واجبات ایک تولے ۴-۵/۴ سرخ۔

سال چہارم بھی اُتنا ہی سونا یعنی ۱۱ تولے ۷ ماشے ۴ سرخ تھا بعد اخراج واجبات ۱۰ تولے ۶ ماشے ۵/۱ سرخ بچا کہ اس پر بھی وہی نصاب کامل و دو ۲ نصاب خمس کا ۳ ماشے ۱-۵/۱ سرخ واجب ہوا، زیادہ کی رتیاں عفو ہیں، کل واجبات ایک تولہ ۳ ماشے ۶ سرخ۔

سال پنجم صرف ۶ تولے سونا تھا کہ بعد اخراج واجبات ۴ تولہ ۸ ماشے ۲ سرخ رہا، یہ بھی نصاب نہیں اور اُدھر چاندی بھی نصاب نہیں، اب اگر سونے کو چاندی کرتے ہیں تو اس کی قیمت ہو کر ملے کی چاندی ٹھہرتی ہے جس میں دو نصاب کامل ملے، ایک نصاب خمس لے ۲-۵/۲ پائی، کل ملے ۲-۵/۲ پائی، باقی ۱۲/۹-۵/۳ عفو، اور اگر چاندی کو سونا کرتے تو ۳ تولے ۱ ماشے ۴ سرخ سونا مل کر کل سونا ۷ تولے ۹ ماشے ۶ سرخ قرار پاتا ہے جس میں صرف ایک نصاب کامل، باقی ۳ ماشے ۶ سرخ سونا معاف رہے گا۔ ظاہر ہے کہ عصہ اُس عفو سے کہیں زیادہ ہے تو اس صورت میں نفع فقراء چاندی ہی کرنے میں ہے لہذا وہی کریں گے اور ۲ تولہ ۱۰ ماشے ۵-۵/۱ سرخ چاندی واجب مانیں گے۔

سال ششم سونا وہی ۴ تولہ ۸ ماشے ۲ سرخ ہے مگر چاندی بوجہ دین سال پنجم گھٹ گئی کی چاندی کا وزن ۶ تولے ۱۰ ماشے ۴ سرخ ہے جس سے واجب سال پنجم گھٹا کر ۴۳ تولے ۱۱ ماشے ۶-۵/۴ سرخ چاندی بچی۔ کل کو چاندی کرتے ہیں تو سونے کے ۷ روپیہ کے ۷ تولے ۳ ماشے ۶ سرخ چاندی مل کر کل چاندی ۱۱ تولے ۳ ماشے ۴-۵/۴ سرخ ہوتی ہے جس میں ۱۰ تولے کے صرف دو ۲ نصاب کامل، باقی ۹ تولے ۳ ماشے ۴-۵/۴ سرخ عفو رہے گی، اور کل کو سونا کرتے ہیں تو ۴۳ تولے ۱۱ ماشے ۶-۵/۴ سرخ چاندی کا سونا ۲ تولے ۱۱ ماشے ۱-۲۵/۱۳ سرخ ملا کر کل سونا ۷ تولے ۷ ماشے ۳-۲۵/۱۳ سرخ ہوا جس میں ۷-۲ تولے نصاب کامل اور صرف ایک ماشہ ۳-۲۵/۱۳ سرخ عفو بچا، پُر ظاہر ہے کہ یہ عفو عفوِ سیم سے بہت کم ہے لہذا اس سال سونا ہی کریں گے اور ۲ ماشہ ۲ سرخ طلا واجب مانیں گے، کل واجبات ذہب ایک تولہ ۶ ماشے، فضہ ۲ تولے ۱۰ ماشے ۵-۵/۱ سرخ۔

سال ہفتم چاندی تو وہی ۴۳ تولے ۱۱ ماشے ۶-۵/۴ سرخ رہی مگر سونا صرف ۴ تولے ۶ ماشے رہا کہ واجب سال ششم نکل گیا جس کا ۷ تولے ۶ ماشے چاندی کرنے میں کل فضہ ۱۱ تولے ۵ ماشے ۶-۵/۴ سرخ جس میں وہی دو ۲ نصاب کامل نکل کر ۶ تولے ۵ ماشے ۶-۵/۴ سرخ عفو ہوگی، اور سونا کرنے میں کل ذہب ۷ تولے ۵ ماشے ۱-۲۵/۱۳ سرخ ہوتا ہے کہ نصاب سے بھی گھٹ کر سب عفو ہوا جاتا ہے، لہذا اس سال سب چاندی ہی کریں گے اور وہی ۲ تولے ۱۰ ماشے ۵-۵/۱ سرخ سیم واجب مانیں گے، اب کل واجبات ذہب وہی ایک تولہ ۶ ماشے، اور فضہ ۵ تولے ۹ ماشے ۲-۵/۲ سرخ۔

سال ہفتم سونا وہی ۴ تولے ۶ ماشے، اور چاندی ۴۱ تولے ایک ماشہ ۱-۵/۳ سرخ رہی کہ واجب سال ہفتم

خارج ہو گیا، ظاہر ہے کہ اب کبھی سونا نہیں کر سکتے کہ جب سال ہفتم چاندی ۲ تولے ۵-۱۱/۵ سرخ اس سے زائد تھی وہ اس سونے میں مل کر تو نصاب ذہب نہ بٹاتی تھی اب اتنی گھٹ کر کس طرح نصاب بنا سکے گی، لہذا اس سونے کے وہی ۶ تولے ۶ ماٹھے چاندی ملا کر کل چاندی ۸-۱۰ تولے ۷ ماٹھے ۱-۵/۳ سرخ مانی، اس میں بھی ۱۰۵ تولے پر وہی ۲ تولے ۱۰ ماٹھے ۵-۵/۱ سرخ سیم واجب ہوئی، باقی معاف، وہی کل واجبات ذہب ایک تولہ ۶ ماٹھے، فضہ ۸ تولے ۷ ماٹھے ۷-۵/۳ سرخ۔

سال نہم واجب سال ہشتم گھٹ کر مع سیم ذہب کل چاندی ۱۰۵ تولے ۸ ماٹھے ۴-۵/۲ سرخ بچی جس پر تولوں کے ۷ تولے کی کسریں عفو ہو کر واجب مذکور لازم آتا، کل واجبات ذہب بدستور فضہ ۱۱ تولے ۶ ماٹھے ۴-۵/۴ سرخ۔

سال وہم واجب سالِ نہم گھٹ کر کل چاندی ۱۰۲ تولے ۹ ماشے ۷-۱۱ سرخ بچی، اب دوسرا نصاب کامل نہ رہا بلکہ صرف ایک نصاب کامل اور چار نصابِ خمس ہیں جب پر واجب ۲ تولے ۷ ماشے ۴ سرخ، کل واجباتِ ذہب بدستور۔ فضہ ۱۳ تولے ۲ ماشے ۱۴ سرخ۔

سال یازدہم میں چاندی نہ رہی اور سونا کہ باقی رہا قابلِ نصاب نہیں لہذا دس سال کے بعد آج تک کچھ واجب نہ ہوا اور کل مطالبہ سونا ڈیڑھ تولہ، چاندی ۱۴ اتولے ۲ ماشے ۵۱/۴ سرخ لازم آیا۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۱: از مفتی گنج ضلع پٹنہ ڈاک خانہ ایگمگر سرائے مرسلہ محمد نواب صاحب قادری و دیگر سکاں مفتی گنج ۲۷ رمضان شریف

٥١٣١٨

زید کی بیوی ہندہ صاحبہ نصاب ہے اور مال از قسم زیورات ہے جو خاص ہندہ کی ملکیت ہے یعنی وہ اپنے میکے سے لائی ہے زید اس کو ہدایت ادائے زکوٰۃ کی کرتا ہے مگر اس کی سمع قبول میں نہیں آتی ہے تو یہ فرمائیے کہ شوہر سے اُس کے عصیاں پر مواخذہ ہے یا نہیں اور اس کی طرف سے درانحالیکہ اس کی آمدنی وجہ کفاف سے بیش نہیں، ادائے زکوٰۃ کا مکلف شرعاً ہو سکتا ہے یا نہیں اور اُس عورت پر زجر اور فہمائش کی ضرورت ہو تو کس حد تک، اور اگر زید نے اپنے روپیہ سے کچھ زیور بنوا کر ہندہ کو دیا ہو تو اس زیور پر کیا حکم ہے؟

الجواب:

زیور کہ ملک زن ہے اس کی زکوٰۃ ذمہ شوہر ہر گز نہیں اگرچہ اموال کثیرہ رکھتا ہو، نہ اس کے دینے کا اس پر کچھ وبال لَآتِ مَرْوَاۤءَ سَآۃٍ وَّزَارَ اُخْرٰی^{۱۷} (کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائیگی۔ ت)

¹ القرآن ٦/١٦٢

اس پر تفہیم و ہدایت اور بقدر مناسب تنبیہ و تاکید (جس کی حالت اختلاف حالات مرد و زن سے مختلف ہوتی ہے) لازم ہے
 قَوْلَا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا^۱ (اپنے آپ اور اپنے اہل کو آگ سے بچاؤ۔ ت) اور وہ زیور کہ عورت کو دیا اور اس کی ملک کر دیا اُس پر
 بھی یہی حکم ہے، اور اگر ملک نہ کیا بلکہ اپنی ہی ملک میں رکھا اور عورت کو صرف پہننے کو دیا تو بیشک اس کی زکوٰۃ مرد کے ذمہ ہے
 جبکہ خود دیا یا دوسرے مال سے مل کر قدر نصاب فاضل عن الحاجة الاصلیہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۲: مرسلہ عبدالصبور صاحب سوداگر ۶ ذی الحجۃ ۱۳۲۱ھ

ایک شخص نے ایک ہزار روپے کسی روز کار میں لگائے، بعد سال ختم ہونے کے اُس کے پاس مال دو سو ۲۰۰ روپیہ کار ہا اور قرض
 میں پانچ سو روپیہ رہا اور نقد چار سو روپیہ مع منافع ایک سو رہا، آیا کل گیارہ سو روپیہ کی زکوٰۃ نکالی جائے یا کس قدر کی؟
 الجواب سال تمام پر کل گیارہ سو کی زکوٰۃ واجب ہے مگر چار سو نقد اور دو سو کا مال، ان کی زکوٰۃ فی الحال واجب الادا ہے اور پانچ سو کو
 قرض میں پھیلا ہوا ہے جب اس میں سے بقدر گیارہ روپے تین آنے ۵/۲ پائی کے وصول ہوتا جائے اُس کا چالیسواں حصہ ادا
 کرتا ہے اور اگر فی الحال سب کی زکوٰۃ دے دے تو آئندہ کے بار بار محاسبہ سے نجات ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۳: از شہر مسوئلہ منشی شوکت علی صاحب محرر چوگی ۱۸ ذی الحجۃ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ حساب قیمت کا جس وقت زیور بنوایا تھا وہ رہے گا یا نرخ بازار جو بروقت دینے زکوٰۃ
 کے ہے۔ بینوا تو جروا۔

الجواب:

سونے کے عوض سونا، چاندی کے عوض چاندی زکوٰۃ میں دی جائے جب تو نرخ کی کوئی حاجت ہی نہیں، وزن کا چالیسواں حصہ دیا
 جائے گا، ہاں اگر سونے کے بدلے چاندی یا چاندی کے بدلے سونا دینا چاہیں تو نرخ کی ضرورت ہوگی، نرخ نہ بنوانے کے وقت کا
 معتبر ہونہ وقت ادا کا، اگر ادا سال تمام کے پہلے یا بعد ہو جس وقت یہ مالک نصاب ہوا تھا وہ ماہ عربی و تاریخ وقت جب عود کریں
 گے اس پر زکوٰۃ کا سال تمام ہوگا اس وقت نرخ لیا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۴: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں زید کے پاس تخمیناً ۵۲ تولے حبہ ماشہ زیور طلائی موجود ہے اور علاوہ اس کے تخمیناً ۱۵ تولے زیور نقرئی و ۲ تولے زیور طلائی بالعوض مبلغ روپیہ کی رہن ہے اور روپے نقد بھی موجود ہیں اور مال تجارت میں کہ جو فروخت سے باقی رہ گیا ہے وہ تخمیناً ۱۴۶ اے ۲۰ اکا ہے تو اس میں زکوٰۃ کس طور سے ادا کی جائے گی۔

الجواب:

انتاز زیور رہن ہے، اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں، ایک یہ کہ انتاز زیور دوسرے شخص کا اس کے پاس پر رہن ہے، دوسرے یہ کہ انتاز اس کو دوسرے کے پاس پر رہن ہے، پہلی صورت میں وہ زیور اس کا نہیں اس کی زکوٰۃ اس پر نہیں ہو سکتی، بلکہ اُس چھپن ۵۶ پر زکوٰۃ ہوگی جو اس نے اس راہن کو قرض دے دیں اور اس تقدیر ہر اس کے پاس مال زکوٰۃ یہ ہوادو ماشہ سونا ۵۲ چاندی اور روپیہ اور ۱۲ اکا مال تجارت ۲ ماشہ سونا ہونے کا نصاب نہیں اسے بھی چاندی میں شامل کیا جائے گا، اگر لعل ۲ تولے کا ہے تو چار روپے اس کے پڑیں گے اور ۵۲ تولے ۶ ماشہ وزن کے ہوئے تو کل مال ۱۲۷۲ بھر چاندی ہو، جس میں چار نصاب کامل مال لعل ہیں اور چار خمس نصاب لعل ۱۲ - ۵/۳ پائی اُس پر واجب ۶ تولے ۳ ماشہ ۴ - ۵/۴ رتی چاندی ہوئی باقی عفو ہے، دوسری صورت میں وہ زیور اُسی کا ہے مگر اس کی زکوٰۃ اس پر واجب نہیں جب تک وہ قبضہ مرہن میں رہے، اس تقدیر پر فی الحال اس کے پاس مال زکوٰۃ یہ ہوادو ۲ ماشہ سونا ۵۲ تولے اور چھ ۶ ماشہ چاندی اور ملے ۱۲ نقد و مال تجارت جس میں سے دین کے نکل کر ایک سو روپیہ بارہ آ۱۲ نے رہے، سونا چار روپے کا ہو تو کل ملے ۱۲ ہوئے جس میں دو نصاب کامل ملے ہیں اور چار خمس نصاب لعل لعل ۵/۳ پائی، اُس پر واجب ۳ تولے ۸ ماشہ ۴ - ۵/۴ رتی چاندی ہوئی باقی عفو ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۵: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ادائے زکوٰۃ کے واسطے چاندی کا نصاب کس قدر روپیہ یا کس قدر وزن ہے اور ایسے ہی سونے کا کس قدر ہے؟ رانی کھیت میں چند دنوں سے ایک عالم واعظ وارد ہیں، انہوں نے وعظ میں فرمایا کہ پانچ کم دو سو پر زکوٰۃ فرض نہیں، جس وقت دو سو روپے ہو جائیں اور ایک سال اُن پر گزر جائے اس وقت زکوٰۃ دینا فرض ہوگی اور روپیہ رائج الوقت گورنمنٹ انگلشیہ کا، جس کا وزن سوا گیارہ ماشہ ہے۔ بینوا توجروا

الجواب:

اللهم هداية الحق والصواب (اے اللہ حق اور صواب کی ہدایت عطا فرما۔ ت) چاندی کا نصاب ساڑھے باون تولے ہے جس کے سکہ رائج سے چھپن ۵۱ روپے ہوئے، اور سونے کا نصاب ساڑھے سات تولے۔

در مختار میں ہے:

نصاب الذہب عشرون مثقال والفضة مائتا درهم كل عشرة دراهم وزن سبعة مثاقيل ¹	سولے کا نصاب بیس ۲۰ مثقال اور چاندی کا دو سو درہم جن سے ہر دس ۱۰ درہم کا وزن سات مثقال ہو کے (ت)

ثقال ساڑھے چار ماشے ہے تو درہم کہ اس کا ۱۰/۷ ہے تین ماشے ایک رتی اور پانچواں حصہ رتی کا ہوا۔ کشف الغطاء میں ہے:

مثقال بیست قیراط وقیراط ایک حبه و چہار خمس حبه و حبه کہ آنر ابفارسى سرخ گویند ہشتم حصہ ماشہ است پس مثقال چہار و نیم ماشہ باشد ²	مثقال بیس قیراط، اور قیراط ایک رتی اور رتی کے خمس کی چوتھائی ہوتا ہے، رتی جسے فارسی میں سرخ کہا جاتا ہے ماشہ کا آٹھواں حصہ ہوتا ہے، تو ایک مثقال ساڑھے چار ماشے کا ہوگا۔ (ت)

جوامع الاخلاطی میں ہے:

الدرهم الشرعی خمس و عشرون حبة و خمس حبة ³	یعنی درہم شرعی پچیس رتی اور پانچواں حصہ رتی کا ہے۔

اب حساب سے واضح ہو سکتا ہے کہ دو سو درہم نصاب فضہ کے ۵۲ تولے ۶ ماشے اور بیس مثقال، نصاب ذہب کے ۷ تولے ۶ ماشے ہوئے اور یہاں کاروبہ کہ الماشہ ہے اس سے روپے دو سو درہم کے برابر ہوئے، یہی وزن معین متون مذہب و عامہ شروع و فتاویٰ میں ہے، ردالمحتار میں فرمایا:

عليه الجم الغفيرة والجمهور الكثير و اطباق كتب المتقدمين والمتأخرين ⁴	جم غفیر اور جمهور اسی پر ہیں اور کتب متقدمین و متأخرین کا اسی پر اتفاق ہے۔ (ت)

تو اس کے خلاف پر عمل جائز نہیں، عقود الدریہ وغیرہا کتب کثیرہ میں ہے: العمل بما علیہ الاکثر⁵ (عمل اسی پر ہوگا

¹ در مختار کتاب الزکوۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۴۱ھ

² کشف الغطاء فصل در احکام دعاء و صدقہ مطبع احمدی دہلی ص ۶۸

³ جوامع الاخلاطی کتاب الزکوۃ غیر مطبوعہ قلمی نسخہ ص ۴۴

⁴ ردالمحتار کتاب الزکوۃ مصطفیٰ البابی مصر ۳۲/۲

⁵ ردالمحتار کتاب الزکوۃ مصطفیٰ البابی مصر ۱۶۶/۱

جس پر اکثریت ہو۔ (فقیر نے اپنے تعلیقات حاشیہ شامی میں لکھا:

اقول: اس عبدِ ضعیف پر واضح ہوا ہے کہ یہی مختار ہے کیونکہ شریعتِ مطہرہ نے غنا کی حد بندی کرتے ہوئے ایسے نصاب کا اعتبار کیا ہے جو زکوٰۃ کے وجوب کا سبب ہو اور غنا مالیتِ نامیہ کی وجہ سے ہے نہ کہ تعداد کی وجہ سے، پس جو شخص ایسے سو کا مالک ہو جو دو سو درہم کے برابر ہے تو وہ موجب میں غنائے شرعی کے برابر ٹھہرا۔ بتائیے اگر کسی شہر میں ایک ایسا درہم رواج پائے جس کا وزن دو سو درہم کے برابر ہو، تو کیا اس پر زکوٰۃ صرف اس صورت میں واجب ہوگی جب وہ اس درہم جیسے دو سو درہم کا مالک بنے، تو حاصل یہ ہوگا کہ کوئی عرب دو سو درہم کے برابر چاندی کا مالک بن جائے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہو جائے کیونکہ وہ نصاب کا مالک ہو کر غنی ہو گیا، اور جو شخص اس بھاری درہم والے شہر میں اس چاندی کے دو سو گنا کے قریب کا مالک بنے وہ فقیر رہے اور نصاب کا مالک نہ ہونے پر زکوٰۃ لے سکے، تو گویا عد کے اعتبار سے بات یوں ہوئی کہ جو شخص ایک روپے کی مقدار کا مالک ہو اسے شریعتِ حکم دے رہی ہے کہ وہ اپنے ایک روپے سے اس شخص کو زکوٰۃ دے جو ایک کم دو سو روپے کا مالک ہے تاکہ اس کی حاجت پوری ہو سکے کیونکہ یہ قلتِ مال کی وجہ سے فقیر ہے اور ایک روپے والا غنی ہے، اور یہ ایسی چیز ہے جسے عقل قبول نہیں کرتی، غور کیجئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

اقول: ويظهر للعبد الضعيف انه الا وجه فان الشرع المطهر انما اعتبر النصاب تحديدا لغنى يوجب الزكاة والغنى بالمالية النامية دون العدد فمن ملك مائة ساوت مائتي درهم فقد ساوى الغنى الشرعى في الموجب ارايت لو تعرف في بلد درهم يساوى في الوزن مائتي درهم ولم يوجب عليه الا بعد ما يملك مائتين من هذا كان حاصله ان من ملك في العرب مثلاً هذا القدر من الفضة كان غنياً قد انعقد عليه النصاب ومن ملك في ذلك البلد قريباً من مائتي امثال تلك الفضة يكون فقيراً لا يخاطب بالزكاة بل يحل له اخذ الزكاة فيؤل الى ان من ملك قدر ربية ياً مرة الشرع بان يعطى من ربيته لمن يملك مائتي ربية الا واحدة مسد الخلته. فانه لقله ماله فقير وهذا غنى، هذا مما لا يقبله العقل فافهم، واللہ تعالیٰ اعلم اھ! ما کتبته۔

۴ ربیع الاول شریف ۱۳۲۷ھ

مسئلہ ۲۷/۲۶: از انا وہ کچھری کلکٹری مرسلہ مولوی وصی علی صاحب

ماقولکم رحمکم اللہ تعالیٰ فی ہاتین المسألتین (اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے ان دو مسئلوں میں

¹ جد المبتار باب زکوٰۃ المال مطبع مبارکپور (بھارت) ۱۲۸/

آپ کا کیا ارشاد ہے۔ ت):

(۱) زید اس وقت ۸ تولے ۶ ماشے زیور طلائی اور ۹ ماشے زیور نقرئی کا مالک ہے۔

(۲) عمرو سو تولے چھ ماشے زیور طلائی اور ۲۵ تولے ۳ ماشے زیور نقرئی کا مالک ہے، دونوں کو کس قدر زکوٰۃ ادا کرنی چاہئے۔
المستفتی عبدالودود

بموجب ضوابط مندرجہ تحفہ حنفیہ میں نے اس کو یوں نکالا ہے: (۱) ۸ تولے ۶ ماشے جس میں سے ۷-۲ تولے نصاب سونے کے بعد خمس ڈیڑھ تولہ تک نہیں پہنچا لہذا دو ماشے ۲ رتی واجب الادا زکوٰۃ ہوئی اور ایک تولہ عفو ہوا، ۹ تولے ۶ ماشے میں ایک نصاب چاندی ۵۲ تولے اور ۲ خمس ۲۱ تولے، کل ۷۳ تولے پر ایک تولہ ۱۰ ماشے ۵/۲ رتی واجب الادا اور ۶ تولے چاندی عفو ہوئی۔ اب دونوں عفو بلحاظ النفع للفقراء ایک تولہ سونے کی ۷۳ تولے ۶ ماشے چاندی اس طرح ہوئی کہ ایک تولہ سونا بحساب نرخ حال برابر ہے روپے کے اور کی چاندی ۶۔۔۔۔۔ چاندی میں ۶ تولے چاندی جو عفو تھی شامل کی گئی تو ۴۱ تولے ۶ ماشے ہوئی جس میں ۶ ماشے کم چار خمس ہیں:

(۱) پورے چار خمس کا ربع عشر ۱۲ ماشے ۴-۵/۳ سرخ لیے جو ایک تولہ ۱۰ ماشے ۵/۴ واجب پر بڑھائے ۲ تولے ۱۰ ماشے ۵-۵/۴ سرخ واجب الادا ہوا۔

(ب) اگر تین نصاب خمس ۳۱-۲/۱ تولہ اضافہ کیا جائے تو ۹ ماشے ۳-۵/۳ اضافہ ہوا اور دس ۱۰ تولے پھر فاضل ہوگا اور ۲ تولے ۷ ماشے ۴ رتی واجب ہوگا، اگر یہ حساب صحیح ہے تو کون سا اختیار کیا جائے، الف یا ب؟

(۲) عمرو والے معاملہ اسی طریقہ سے ۱۶-۲/۱ تولہ سونے میں ۲ نصاب ۵ تولے اور ایک خمس ۱-۲/۱ تولہ ہے تو دو نصاب کے ۴ ماشے ۴ سرخ اور خمس کا ۳-۵/۳، کل ۴ ماشے ۷-۵/۳ سرخ واجب الادا ہوتا ہے اور عفو کچھ نہیں، اور ۲۵ تولے ۳ ماشے چاندی میں ۴ نصاب ۲۱۰ تولے اور تین خمس ۳۱-۲/۱ تولے مجرا ہو کر ۹ تولے ۹ ماشے عفو رہتا ہے اور ۴ نصاب کے ۵ تولے ۳ ماشے اور تین خمس کا ربع عشر ۹ ماشے ۳-۵/۳ سرخ ہمگیں ۶۰ تولے ۳-۵/۳ سرخ واجب الادا ہوتا ہے اب ایک جانب عفو نہیں اور دوسری جانب ہے اس صورت میں ۹ تولے ۹ ماشے عفو کو چھوڑ دیا جائے یا اس کو سونا کیا جائے، اگر سونا کیا جائے تو اس کے خمس کا ربع عشر لے کر ۴ ماشے ۷-۵/۳ سرخ اضافہ کیا جائے یا کیا؟ بینو اتوجروا

الجواب:

زکوٰۃ عمرو کا حساب صحیح ہے مگر ۹ تولے ۹ ماشے چاندی جبکہ سونا کرنے سے ۱-۲/۱ تولہ سونے کی قدر نہ ہو تو اسے

نصاب ذہب میں ملانے کی کوئی وجہ نہیں بلکہ صورتِ مذکورہ میں وہ مطلقاً عفو رہے گی، ہاں اگر اپنی صنعت کی وجہ سے اُس مقدار تک پہنچ جائے یا بڑھ جائے تو جتنے غم نصاب ذہب اس میں پیدا ہوں گے اُن کا ربع عشر زکوٰۃ ذہب پر زیادہ کر لیا جائے گا باقی جو خمس کامل سے کم رہا چھوڑا دیا جائے گا، حساب زکوٰۃ زید میں تین سہو واقع ہوئے:

(۱) تولہ بھر سونا کہ اپنی نوع میں عفو تھا جبکہ نرخ حال سے پچیس روپے کا ہے تو اُسے پچیس ہی روپیہ بھر چاندی قرار دیں گے جس کی تیس ۲۳ تولے پانچ ماشے دو رتی چاندی ہوئی کہ روپیہ سوا گیارہ ماشے کا ہے نہ یہ کہ تولہ بھر سونے کی قیمت روپیہ لے کر پھر ان روپے کی چاندی خریدیں اور ۳ تولے چاندی قرار دیں سکہ ہی سے لگائی جاتی ہے نہ کہ پتھر یا اینٹ سے۔ فتح القدیر میں ہے:

التقویم فی حق اللہ تعالیٰ یعتبر بالتقویم فی حق العباد متی قومنا المغضوب او المستهلک نقوم بالنقد الغالب کذا ہذا۔ ^۱	اللہ تعالیٰ کے حق میں قیمت لگانے کا اعتبار اسی طرح ہوگا جو بندوں کے حق میں مفید ہو جب ہم کسی مغضوب یا ہلاک شدہ چیز کی قیمت لگائیں گے نقد غالب سے لگائیں گے، اسی طرح یہ ہے۔ (ت)

فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے:

یقوم بالمضروبة کذا فی التبیین۔ ^۲	مضروبہ سے قیمت لگائی جائے گی، جیسا کہ تبیین میں ہے۔ (ت)

پس مقدار مذکور ۶ تولے عفو سیم میں ملانے سے ۲۹ تولے ۵ ماشے ۲ رتی چاندی ہوئی جس میں صرف ۲ غم ہیں جن پر ۶ ماشے ۲-۵/۲ سرخ اور واجب ہو کر کل واجب ذمہ زید سونا ۲ ماشے ۲ سرخ، چاندی ۲ تولے ۴ ماشے ۲-۵/۳ سرخ۔
(۲) ۲۵ روپوں کے پھر ۳ تولے چاندی اگر کی جائے تو ۶ تولے عفو سے مل کر ۴۳ تولے ہوتی نہ کہ ۴۱، یہ لغزش قلم تھی۔
(۳) اگر بالفرض ۳ تولے اور ملاتے اور حاصل جمع ۴۱ ہی تولے ہوتا حساب متعین تھا الف کی طرف کوئی راہ نہ تھی جو خمس سے چاول بھر بھی کم ہے وہ خمس کامل ہر گز نہ مانا جائے گا، یہ ہمیشہ یاد رکھا جائے اور فائدہ اولے خوب سمجھ لیا جائے کہ فقیر کا ضابطہ جو تحفہ حقیقہ میں چھپا اس میں اس کی صاف تصریح کی گئی تھی اس کا جاننا اس کے

^۱ فتح القدیر فصل فی العروض مکتبہ نوریہ رضویہ سکر ۱۶۸/۲

^۲ فتاویٰ ہندیہ الفصل الثانی فی العروض نورانی کتب خانہ پشاور ۱۷۹/۱

ضوابط کے اجراء پر معین ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۱/۲۸ : از شہر ملوک پور مرسلہ جناب سید محمد علی صاحب نائب ناظر فرید پور ۳۰ رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل ذیل میں :

(۱) زکوٰۃ زیور طلائی و نقرئی پر کس حساب سے دی جائے، آیا قیمت خرید پر یا جو قیمت اس کی خرید کرنے سے ملتی ہے؟

(۲) زر نقد پر زکوٰۃ ۸ سیکڑہ ہے یا اس سے کم و بیش؟

(۳) زکوٰۃ کن کن اشیاء پر واجب ہے؟ (۴) صدقہ فطر و زکوٰۃ والدین کی جانب سے اولاد اور اولاد کی جانب سے والدین جبکہ خور و نوش یک جا ہو دے سکتے ہیں؟

الجواب:

(۱) سال تمام پر بازار کے بھاؤ سے جو قیمت ہو اس کا لحاظ ہوگا، اگر مختلف جنس سے زکوٰۃ دینا چاہیں مثلاً سونے کی زکوٰۃ میں چاندی، ورنہ سونے چاندی کی خود اپنی جنس سے زکوٰۃ دیں تو وزن کا اعتبار ہے قیمت کا کچھ لحاظ نہیں۔

(۲) صاحبین کا یہی مذہب ہے اور اس میں فقیر کا نفع زیادہ ہے اور دینے والے کو بھی حساب کی آسانی ہے۔

(۳) سونا چاندی اور مال تجارت اور چرائی پر چھوٹے ہوئے جانور۔

(۴) خور و نوش یکجا ہو یا ان میں دوسرے کی طرف سے کوئی فرض و واجب مالی ادا کرنے کے لیے اس کی اجازت کی حاجت ہے، اگر بالغ اولاد کی طرف سے صدقہ فطر یا اس کی زکوٰۃ ماں باپ نے اپنے مال سے ادا کر دی یا ماں باپ کی طرف سے اولاد نے اور اصل جس پر حکم ہے اس کی اجازت نہ ہوئی تو ادا نہ ہوگی واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

مسئلہ ۳۲: ایک شخص کے پاس گیارہ تولے سونا اور دوسیر چاندی ہے تو اس کو کس قدر زکوٰۃ دینا چاہئے، یعنی ان دونوں کی مقدار تحریر فرمائیے کہ اس قدر سونے کی زکوٰۃ کے روپے ہوئے اور اس قدر چاندی کی زکوٰۃ کے۔ بینوا تو جروا

الجواب:

ایک بات لکھئے، چاندی کا ٹھیک وزن کتنا ہے صاحبین علیہا الرضوان کے مذہب پر تو حساب سب اتنا ہے تین ماشے دورتی ۳۔

۵۱ چاول بھر سونا اور پانچ روپے بھر چاندی دے۔ اگر امام اعظم علیہم الرضوان کے مذہب

پر چاہیں جس دن سال تمام ہو اُس دن وہ سونا اور چاندی جو اس کے پاس ہیں بازار کے بھاؤ میں کس نرخ کے تھے اس کے معلوم ہونے پر حساب موقوف ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۳: مسئلہ سید ایوب علی صاحب ساکن بریلی محلہ بہاری پور کا سگر

زید بشوق زیارت حرمین طیسین کچھ پس انداز کرتا جاتا ہے، اس طرح پر اب وہ صاحب نصاب عرصہ ڈیڑھ سال سے ہو گیا تو اس کو صدقہ فطر و زکوٰۃ قربانی عید الاضحیٰ کرنا چاہئے یا نہیں؟ بینو اتوجروا
الجواب:

اس پر زکوٰۃ فرض ہے اور صدقہ قربانی واجب۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۴: از خواجہ قطب ۲ ذی القعدة الحرام ۱۳۲۱ھ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے پاس انیس اشرفیاں بے پوری وزنی ۷ تولہ ۵ ماشہ اور چار اشرفیاں انگریزی وزنی ۳ تولہ ۹ ماشہ جملہ ۱۱۲۳ اشرفیاں وزنی ۲۱ تولہ ۲ ماشہ ہیں اور پچیس سال سے اُس نے زکوٰۃ نہ دی اور ان کے سوا کوئی مال زکوٰۃ نہ اس کے پاس تھا، نہ ہے، تو اس صورت میں اس پر کس قدر زکوٰۃ واجب ہے۔ بینو اتوجروا۔

الجواب:

۹ تولہ ۷ ماشہ ایک رتی چاول سونا اور ایک چاول کے چار خمس ۵/۴، تفصیل یہ ہے کہ نصاب ذہب ۷ تولہ ۶ ماشہ ہے، واجب ۲ ماشہ ۲ سرخ، اور خمس نصاب ایک تولہ ۶ ماشہ واجب ۳-۵/۳ سرخ خمس نصاب سے زائد بچے معاف ہے، ہر سال گزشتہ کی زکوٰۃ سال آئندہ دین ہو کر اس قدر مال کم ہوتا جائیگا یہاں تک کہ اگر دیون زکوٰۃ جمع ہوتے ہوتے باقی مال نصاب سے کم رہ جائے تو اب کچھ تازہ واجب نہ ہوگا واجب مجموع سنین گزشتہ معلوم کرنے کا قاعدہ یہ ہے کہ جو کچھ سال اخیر میں بعد منہائے دیون زکوٰۃ باقی ہے اسے اصل مال اول سے تفریق کر کے باقی میں اس اخیر کا واجب جوڑ دیں حاصل جمع برسوں کا مجموعہ واجبات ہوگا۔ طریقہ استخراج اس جدول سے واضح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(جدول اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو)

مسئلہ ۳۵: ۲۱ ربیع الاول ۱۳۲۳ھ

الجواب:

مسئله ۳۶/۳: ۲ ذی الحجه ۱۳۳۱ هـ

(۱) میں نے مبلغ سو روپیہ سیونگ بینک میں جمع کر رکھا ہے وہ پورا سال بھر میرے قبضہ میں نہیں رہا، اس پر زکوٰۃ

واجب ہے یا جب دو یا تین سال وغیرہ میں برآمد کر کے قبضہ لیا جائے اس وقت زکوٰۃ دی جائے اور جب قبضہ میں آئے تو ہر سال کی بابت زکوٰۃ دی جائے یا صرف اسی سال قبضہ والے کی بابت؟

(۲) میں نے مبلغ دو سو روپے کے پرامیسری نوٹ ڈاک خانے سے خرید کئے اب اگر مجھ کو روپے کی خواہ کسی قدر سخت ضرورت ہو تو فوراً وصول نہیں ہو سکتا تاوقتیکہ کوئی خریدار غیر ان پرامیسری نوٹ کا پیدا نہ ہو تب تک وہ روپیہ مجھ کو وصول نہیں ہو سکتا خواہ دو روز میں پیدا ہو جائے یا سال بھر میں پیدا ہو تو اس رقم پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟

الجواب:

(۱) وہ جب تک بینک میں ہے اپنے قبضے میں سمجھا جائے گا اور ہر سال اُس پر زکوٰۃ واجب ہوگی خواہ سال بسال ادا کرتا رہے یا جب اس میں سے گیارہ روپے سواتین آنے کی وصول ہو اُس میں سے چالیسواں حصہ دے اور جتنے برس رہا ہے سب برسوں کی زکوٰۃ واجب ہوگی، ہاں ہر سال اگلے برسوں کی زکوٰۃ کی قدر اس پر دین سمجھ کر اتنا زکوٰۃ سے جُدا رہے گا، مثلاً دو سو روپیہ جمع ہیں تو پہلے سال دو سو پانچ روپیہ تقریباً واجب ہوئے، دوسرے سال پانچ روپیہ سال گزشتہ کی زکوٰۃ کے اُس پر واجب ہیں لہذا اس سال ایک سو پچانوے پر زکوٰۃ واجب ہوگی تقریباً چار روپے چودہ آنے۔ تیسرے سال اُس پر دو سال کی زکوٰۃ کے نو روپے چودہ آنے قرض ہیں یہ مستثنیٰ ہو کر ایک سو توے روپے دو آنے پر زکوٰۃ واجب ہوگی و علیٰ ہذا القیاس، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) پرامیسری نوٹوں کا یہ قاعدہ ہے کہ روپیہ گورنمنٹ کو دے دیا جاتا ہے جس پر وہ یہ نوٹ دیتی ہے اب یہ روپیہ کبھی واپس نہ ملے گا نہ خود اصل مالک لے سکتا ہے نہ اس کا وارث نہ اس کا کوئی قائم مقام، ہاں گورنمنٹ اس روپے چھ آنے فیصدی ماہوار کے حساب سے ہمیشہ سود دے گی تو یہ نوٹ نوٹوں کی طرح خود مال نہیں بلکہ سند قرض ہیں لہذا اس پر گورنمنٹ سود دیتی ہے اور عام نوٹ خزانے سے خریدے جائیں تو ایک پیسہ سود نہ دے گی کہ وہ بیع تھی معاوضہ تمام ہو گیا ہے اور یہاں قرض ہے اور عام نوٹ خزانے سے خریدے جائیں تو ایک پیسہ قرض رہا اور وہ قرض کسی طرح واپس نہیں مل سکتا تو قرض مردہ ہوا اور قرض مُردہ پر زکوٰۃ نہیں، نہ ان نوٹوں کا بیچنا جائز کہ وہ حقیقتہً غیر مدیون کے ہاتھ دین کی بیع ہے اور وہ جائز نہیں تو ان کو بیچ کر جو روپیہ لے گا اس کے لیے خبیث ہوگا اور اس پر فرض ہوگا کہ جس سے لیا تھا اسے واپس دے اور اس بیع فاسد کو فسخ کرے تو زکوٰۃ ان نوٹوں پر ہے کہ یہ مال نہیں، نہ اس روپیہ پر جو انھیں بیچ کر ملے گا یہ تمام وکمال خبیث ہے، نہ اس روپیہ پر جو گورنمنٹ کو قرض دے کر یہ نوٹ لیے تھے کہ وہ قرض مردہ ہے جو کبھی واپس نہ ملے گا۔ درمختار میں ہے:

اس میں اصل علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے

الاصل فیہ حدیث علی، لا زکوٰۃ فی مال

الضمار وهو مالا يمكن الانتفاع به مع بقاء الملك ^۱ واللہ تعالیٰ اعلم۔	کہ مالِ ضمار پر زکوٰۃ نہیں، مالِ ضمار وہ کہ ملکیت ہونے کے باوجود اس سے انتفاع ممکن نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۳۸: از مقام درو ضلع میننی تال، مسئولہ عبداللہ دکاندار صاحب ۲ ربیع الاول شریف ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کے پاس ساٹھ روپے نقد ہیں اور پچاس روپے کا اس کی عورت پر زیور ہر وقت پہننے کا اور پچاس روپے کی دکانداری کرتا ہے کل یہی اسباب ہے اور اس میں پچانوے روپے مہر عورت کا قرض ہے اور جو دکان کرتا ہے وہ ایسا سمجھنا چاہئے کہ جیسے کاشتکار کے بل جو تنے کے نیل اور گھوڑا بچیس ۲۵ روپے کی قیمت کا ہے دکانداری کا سوت لادنے کے واسطے، اس حالت میں اول مال پر زکوٰۃ ہونی چاہئے یا نہیں؟ جیسا کہ شرع شریف کا حکم ہو عمل کیا جائے، اور سال بھر کے کھانے کا اناج بھی اس کے گھر میں نہیں ہے۔ بیٹو اتو جروا۔

الجواب:

آج کل عورتوں کا مہر عام طور پر مہر مؤخر ہوتا ہے جس کا مطالبہ بعد موت یا طلاق ہو گا مرد کو اپنے تمام مصارف میں کبھی خیال بھی نہیں آتا کہ مجھ پر یہ دین ہے ایسا مہر مانع وجوب زکوٰۃ نہیں ہوتا، سال تمام پر اس کے پاس اگر یہ ساٹھ روپے بچے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی، زکوٰۃ کا نصاب ۵۶ روپے (۵۲-۲/۱ تولہ چاندی) ہے، اور وہ زیور اگر شوہر کی ملک ہے تو وہ بھی شامل کیا جائے گا ایک سودس پر زکوٰۃ واجب ہوگی، اور اگر وہ مال تجارت بھی بچا تو وہ بھی شامل ہو گا ایک سو ساٹھ پر ہوگی، غرض ان تینوں مالوں میں سے سال تمام پر اگر ۵۶ روپے کی قدر ہو گا تو زکوٰۃ واجب ہے ورنہ نہیں، اور اگر زیور عورت کی ملک ہے تو اس کی زکوٰۃ اس پر واجب ہوگی جبکہ وہ خود یا اس کی ملک کا اور سونا چاندی ملا کر ساڑھے باون تولے چاندی ہو ورنہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۹: از میننی تال کاشی پور مسئولہ ڈاکٹر اشتیاق علی، ۱۸ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

متعلق زکوٰۃ پار سال میرے پاس ایک سو پچاس روپے رمضان میں جمع تھے اور زکوٰۃ میں نے ایک سو پچاس روپے پردی تھی، دو ماہ بعد ۲۰۰ ہو گئے اور ۶ ماہ بعد ۲۵۰ ہو گئے اور اب رمضان میں پورے تین سو ہو گئے، اور میں ہر سال رمضان میں زکوٰۃ نکالا کرتا ہوں تو اب مجھ کو تین سو روپے پر دینا ہوگی یا صرف ۱۵۰ پر کیونکہ ۱۵۰ کے بعد جو روپے بڑھے ہیں ان کو پورے ایک سال نہیں گزرا ہے۔

الجواب:

نصاب جبکہ باقی ہو تو سال کے اندر اندر جس قدر مال بڑھے اسی پہلے نصاب کے سال تمام پر اس کل کی

^۱ در مختار، کتاب الزکوٰۃ مطبع مجتہبی دہلی، ۱۲۹/۱

زکوٰۃ فرض ہوگی، مثلاً یکم رمضان کو سال تمام ہوگا اور اس کے پاس صرف سو روپے تھے تیس شعبان کو دس ہزار اور آئے کہ سال تمام سے چند گھنٹے بعد جب یکم رمضان آئے گی اس پورے دس ہزار ایک سو پر زکوٰۃ فرض ہوگی، واللہ تعالیٰ اعلم۔

۴ شعبان ۱۳۳۷ھ

مسئلہ ۴۰: از شہر بریلی محلہ جسولی مسئلہ حافظ علی شاہ صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنے تین لڑکیوں کی شادی کے واسطے روپیہ علیحدہ کر دیا ہے جس میں سے دو لڑکیاں نابالغ ہیں اور ایک قابل ہے شادی کے، اب اس روپیہ کی زید پر زکوٰۃ دینا واجب ہے یا نہیں؟

الجواب:

ضرور واجب ہے مگر اس حالت میں ہر نابالغ کا حصہ جدا کر کے یہ کہہ دے کہ میں نے اسے اس کا مالک کیا، اس کی زکوٰۃ ان کے بلوغ تک کسی پر واجب نہ ہوگی، بعد بلوغ اگر شرائط زکوٰۃ پائے گئے تو ان لڑکیوں پر واجب ہوگی اور بالغ کا حصہ جدا کر کے اسے مالک کر دے اور اس کے قبضے میں دے دے اگرچہ پھر اس سے لے کر اپنے پاس رکھ لے، اس حصہ کی زکوٰۃ حسب شرائط اس بالغ پر ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۴ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

مسئلہ ۴۱ تا ۴۳: از شہر بریلی مسئلہ شوکت علی فاروقی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) کیا نوٹ اور روپیہ کا ایک ہی حکم ہے، نوٹ تو چاندی سونے سے علیحدہ کاغذ ہے۔

(۲) فی صدی زکوٰۃ کیا دینا ہوتا ہے۔

(۳) جس روپیہ سے زکوٰۃ پہلے سال میں دے دی اور باقی روپیہ بدستور دوسرے سال تک رکھا رہا اب دوسرے سال آنے پر کیا پھر اسی روپیہ میں سے جس میں پہلے سال زکوٰۃ دے چکا ہے زکوٰۃ دینا ہوگی بینو اتوجروا۔

الجواب:

(۱) نوٹ اور روپیہ کا حکم ایک نہیں ہو سکتا، روپیہ چاندی ہے کہ پیدائشی ثمن ہے اور نوٹ کاغذ کہ اصطلاحی ثمن ہے تو جب تک چلے اس کا حکم پیسوں کے مثل ہے کہ وہ بھی اصطلاحی ثمن ہے۔

(۲) زکوٰۃ ہر نصاب و خمس پر چالیسواں حصہ ہے اور مذہب صاحبین پر نہایت آسان حساب اور فقراء کے لیے نافع ہے کہ فی صدی ڈھائی روپے۔

(۳) دس برس رکھا، ہر سال زکوٰۃ واجب ہوگی جب تک نصاب سے کم نہ رہ جائے، یہ اس لیے کہ جب پہلے سال کی زکوٰۃ نہ دی دوسرے سال اس قدر کامدیون ہے تو اتنا کم کر کے باقی پر زکوٰۃ ہوگی، تیسرے

سال اگلے دونوں برسوں کی زکوٰۃ اس پر دین ہے تو مجموع کم کر کے باقی پر ہوگی۔ اگلے سب برسوں کی زکوٰۃ منہا کر کے جو بچے اگر خود یا اس کے اور مال زکوٰۃ سے مل کر نصاب ہے تو زکوٰۃ ہوگی ورنہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۴: مسئلہ شمس الدین احمد از فرخ آباد ۱۲ شوال ۱۳۳۴ھ

وہ زیور جو کسی نے اپنے بچوں یعنی لڑکیوں کو بنوایا اور ان کی ملک میں کر دیا اور وہ سچھے ابھی نابالغ ہیں زکوٰۃ دینے کے لائق ہی نہیں یعنی اپنی بی بی کے زیور اور نقد دیتے وقت بچوں کا زیور حساب میں شامل کرے یا نہیں؟ بیٹنوا تو جروا۔

الجواب:

جو زیور بچوں کو ہبہ کر دیا اس کی زکوٰۃ نہ اس پر نہ بچوں پر، اُس پر اس لیے نہیں کہ یہ ملک نہیں، اُن پر اس لیے نہیں کہ وہ بالغ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۴۵: ۲۲ شوال ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ:

(۱) جو لڑکیاں ناکتہ ہیں اور نابالغ، ان کے زیور کی بھی زکوٰۃ ہونے چاہئے یا نہیں؟

(۲) میں نے لڑکی کی شادی کی ضرورت سے اپنا زیور رہن کیا، شوہر اس وقت میں بیکار تھے، باقی زیور جو میرے پاس تھا اس کی زکوٰۃ تو میں ادا کرتی رہی، جو رہن تھا اس کی زکوٰۃ نہ دی، سات آٹھ برس رہن رہا، اب میں نے چھڑایا تو اس سات آٹھ برس کی زکوٰۃ چاہئے یا نہیں؟

(۳) شوہر نے جس وقت قرض لیا تھا تو زیور میرا بطور رہن کے رکھ دیا تھا میری والدہ کے پاس، تو اور تھوڑا زیور جو اُس وقت میں بھی رہن نہ رکھا تھا جب سے اب تک میرے پاس ہے اور زکوٰۃ جب سے نہیں دی گئی قرضے کا خیال کر کے۔

الجواب:

(۱) نابالغ لڑکیوں کا جو زیور بنایا گیا اگر ابھی انھیں مالک نہ کیا گیا بلکہ اپنی ہی ملک پر رکھا اور ان کے پہننے کے صرف میں آتا ہے اگر چہ نیت یہ ہو کہ بیاہ ہوئے پر ان کے جہیز میں دے دیں گے، جب تو وہ زیور ماں باپ جس نے بنایا ہے اُسی کی ملک ہے، اگر تنہا یا اُس کے اور مال سے مل کر قدرِ نصاب اُسی مالک پر اس کی زکوٰۃ ہے اور اگر نابالغ لڑکیوں کی ملک کر دیا گیا تو اس کی زکوٰۃ کسی پر نہیں، ماں باپ پر تو یوں نہیں کہ اُن کی ملک نہیں، اور لڑکیوں پر یوں نہیں کہ وہ نابالغہ ہیں، جب جوان ہوں گی اُس وقت سے ان پر احکام زکوٰۃ

وغیرہ کے جاری ہوں گے۔

(۲) ان برسوں کی زکوٰۃ واجب نہیں کہ جو مال رہن رکھا ہے اس پر اپنا قبضہ نہیں، نہ اپنے نائب کا قبضہ ہے، بحر الرائق میں ہے:

ملک کا ذکر مطلق کیا ہے لہذا اس سے ملکیتِ کاملہ مراد ہوگی اور وہ رقبۂ اور ید اور یَدِ دونوں طرح مملوک ہونا ہے لہذا مشتری پر قبض سے پہلے اس شئی پر زکوٰۃ نہ ہوگی جو اس نے بطور تجارت خریدی، غایۃ البیان میں اسی طرح ہے۔ اس پر مسافر کے ساتھ اعتراض لازم نہیں آتا کیونکہ اس کے نائب کا قبضہ اس کے اپنے قبضے کی طرح ہے، معراج الدراية میں ایسے ہی ہے۔ اور موانع وجوب میں رہن بھی ہے جبکہ وہ مرہن کے قبضہ میں ہو کیونکہ اس صورت میں ملکیت نہیں بخلاف عشر کے، وہاں واجب ہے، الغایۃ (ت)	اطلق الملك فانصرف الى الكامل وهو المملوك رقبۃ وید افلا يجب على المشتري قبضاً اشتراہ للتجارة قبل القبض كذا في غاية البيان ولا يلزم عليه ابن السبيل لان ید نائب كیده كذا في معراج الدراية ومن موانع الوجوب الرهن اذا كان في ید المرتهن لعدم ملك اليد بخلاف العشر حيث يجب فيه كذا في العناية اه¹ مختصراً۔

در مختار میں ہے: ولا في مرهون بعد قبضه² قبضہ کے بعد مرہونہ شئی میں زکوٰۃ نہیں۔ (ت) طحطاوی میں ہے:

یعنی مرہن پر زکوٰۃ اس لیے نہیں کہ وہاں ملکیت نہیں، نہ ہی راہن پر ہے کیونکہ اس کا قبضہ نہیں جب راہن اس شئی کو واپس لے گا تو گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ نہیں دے گا، شارح کے قول "قبضہ کے بعد" کا یہی معنی ہے اور اس پر بحر کی یہ عبارت دال ہے، موانع وجوب میں سے رہن ہے اھ حلبی، اس کا ظاہر بتا رہا ہے کہ اگرچہ رہن قرض سے زائد ہو اھ۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)	ای علی المرتهن لعدم الملك ولا علی الراهن لعدم اليد واذا استرده الراهن لا یزکی من السنین الماضیة وهو معنی قول شارح بعد قبضه ویبدل علیہ قول البحر ومن موانع الوجوب الرهن اھ حلبی وظاہرہ ولو كان الرهن ازید من الدین اھ³ واللہ تعالیٰ اعلم۔

¹ بحر الرائق کتاب الزکوٰۃ ایچ ایم سعید کراچی ۲۰۳/۲

² در مختار کتاب الزکوٰۃ، مطبع مجتبائی دہلی ۱۲۹/۱

³ حاشیہ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الزکوٰۃ دار المعرفۃ بیروت ۳۹۱-۹۲

(۳) اظہار سائلہ سے واضح ہوا کہ یہ زیور بغرض رہن اس نے خود اپنے شوہر کو دیا اس نے اس کی اجازت سے رہن کیا تھا تو یہ رہن بھی رہن بالحق تھا، تو ظاہر یہاں بھی یہی ہے کہ اُس مدت کی زکوٰۃ واجب نہ ہو،

لعدم الملك الكامل فانه ليس مملوكا يدا لان قبض الرهن قبض استيفاء، كما في الهداية ¹	ملکیت کاملہ نہ ہونے کی بنا پر کیونکہ وہ قبضہ کے لحاظ سے مملوک نہیں ہے کیونکہ رہن کا قبضہ وصولی کا قبضہ ہے جیسا کہ ہدایہ میں ہے۔ (ت)

اور بعد تعلق حق مذکور کے کچھ یہ ضرور نہیں کہ وہ دین خود اسی پر ہو لہذا اگر کوئی شخص کسی کی طرف سے اُس کے دین کی ضمانت کر لے تو بمقدار دین اس کا مال مشغول سمجھا جائیگا کہ دائن کو حق استیفاء اس سے حاصل ہے اگرچہ دین اصالتاً اس پر نہیں۔ در مختار میں ہے:

فارغ عن دين مطالب من جهة العباد سواء كان لله تعالى كزكوة وخراج او للعبد ولو كفالة ² الخ	ایسے دین سے فارغ ہو جس کا مطالبہ بندوں کی طرف سے ہو خواہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہو مثلاً زکوٰۃ، خراج یا بندے کا حق ہو اگرچہ بطور کفالت ہو۔ الخ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قال في المحيط لو استقرض الفاً فكفل عنه عشرة ولكل الف في بيته وحال الحول فلا زكوة على واحد منهم لشغله بدين الكفالة لان له ان يأخذ من ايهم شاء بحر الخ ³	محیط میں ہے اگر کسی نے ہزار روپیہ قرض لیا اور اس کی طرف سے دس آدمی کفیل بنے اور ہر ایک کے پاس ایک ایک ہزار روپیہ ہے جس پر سال گزرا تو ان میں سے کسی پر زکوٰۃ نہیں کیونکہ وہ قرض کفالت میں مشغول ہے کیونکہ قرضخواہ ان میں سے کسی سے بھی قرض لے سکتا ہے، بحر الخ (ت)

ہدایہ میں ہے:

لو كانت العارية عبدا فاعتقه المعير جاز لقيام ملك الرقبة ثم المرتهن بالخيار ان شاء رجع بالدين	اگر عاریہ غلام تھا اسے معیر نے آزاد کر دیا تو جائز ہے کیونکہ وہ اس کی گردن کا مالک ہے پھر مرتہن کا اختیار ہے اگر وہ چاہے تو راہن سے دین وصول کرے کیونکہ اس نے

¹ الهدایہ کتاب الرهن مطبع یوسفی لکھنؤ ۱۳۵۷ھ

² در مختار کتاب الزکوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۹۱ھ

³ ردالمحتار کتاب الزکوٰۃ مصطفیٰ البانی مصر ۶/۲

علی الراهن لانه لم يستوفه و ان شاء ضمن المعير قيمته لان الحق قد تعلق برقبته وقد اتلفه بالاعتاق الخ ¹	بدل حاصل نہ کیا اگر وہ چاہے تو معیر سے اس کی قیمت وصول کر سکتا ہے کیونکہ حق کا تعلق گردن سے اس کی رضا مندی سے ہے جو اس نے آزاد کر کے ضائع کیا ہے الخ (ت)

ہاں جو زیور رہن نہ تھا اور جب سے پاس ہے اگر وہ خود یا اور مال زکوٰۃ سے مل کر نصاب تھا تو جب تک نصاب پورا رہا اُس مدت کی زکوٰۃ واجب ہے اور قرضے کا خیال باطل خیال ہے کہ قرض شوہر پر تھا اور زیور عورت کا زکوٰۃ عورت پر ہے نہ کہ شوہر پر، البتہ یہ زکوٰۃ جو چڑھتی گئی ہر سال اس کا حساب لگانے سے جس سال اُسے مجرا کر کے مال بقدرے نصاب نہ رہے اس سال کی زکوٰۃ واجب نہ ہوگی، مثلاً زیور وغیرہ اموال زکوٰۃ ملا کر پہلے سال دو سو دس¹ درہم کا ملا تھا اُس سال پانچ درہم زکوٰۃ کے واجب ہوئے، دوسرے سال یہ پانچ درہم کا کہ زکوٰۃ کا قرضہ کے مجرا کر کے گویا دو سو² کمال تھا اب بھی پانچ واجب ہوئے، چوتھے سال پندرہ مجرا کر کے پانچ کم دو سو کمال رہا، یہ نصاب نہیں اب زکوٰۃ نہیں، وہی پندرہ ہی واجب الاداء رہے، مگر یہ کہ ختم سال پر اور کہیں سے پانچ درہم مل گئے ہوں کہ دو سو درہم پورے ہو کر پھر پانچ درہم لازم آئیں گے اور بیس واجب ہو جائیں گے، یہی حساب ہر سال میں خیال کر لینا لازم ہے، دو سو درہم شریعت میں چھپن روپے کے ہوتے ہیں اور پانچ درہم کا ایک روپیہ سوا چھ آنے ایک دھیلا اور پیسے کا دو سو اں حصہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۴۸: از فرید پور شرقی مرسلہ منشی محمد علی صاحب نائب ناظر تحصیل فرید پور ۵ رجب ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ زید کے پاس چار سو روپیہ علاوہ خرچ روز مرہ کے اس تفصیل سے ہیں کہ دو سو روپیہ بابت خرید مکان مسکونہ کے مالک مکان کو دے چکا ہے اور دو سو روپے نقد رکھے ہیں، اب زید کو زکوٰۃ ادا کرنا چار سو روپے پر چاہیے یا دو سو پر، جو اس کے پاس نقد رکھے ہیں، کب اور کس حساب سے اُس کو ادا کرنا چاہیے، مثلاً اگر اسی مہینہ جمادی الثانی سے اُس کے پاس دو سو روپے نقد جمع ہو گئے، تو اب زید کو کس مہینہ میں اور کس قدر ادا کرنا چاہئے، اور در صورت نہ ادا کرنے کے کیا مواخذہ اس کے ذمے ہوگا، امید کہ اللہ تعالیٰ جواب بالتفصیل مرحمت فرمایا جائے تاکہ عام فہم ہو کر سب کو فائدہ دارین عطا فرمائے۔

¹ الہدایۃ باب التصرف فی الرہن مطبع یوسفی لکھنؤ ۵۴۵/۴

الجواب:

بیان سائل سے واضح ہوا کہ ہنوز اُس مکان کی بیع نہیں ہوئی، وعدہ خرید و فروخت درمیان آیا ہے، اور اسی بناء پر زید نے مالک مکان کو دو سو روپے پیشگی دے دئے اور اُسے اجازت دی کہ خرچ کر لے، یہ صورت فرض کی ہوئی شمن کہہ نہیں سکتے کہ ابھی بیع ہی نہیں ہوئی امانت نہیں کہہ سکتے کہ خرچ کی اجازت دی لاجرم قرض ہے

فی لسان الحکام والعقود الدریة وغیرہا دفع الیہ دراهم فقال له انفقها ففعل فهو قرض کما لو قال اصر فها لی حوائجک ¹	لسان الحکام اور عقود الدریہ وغیرہ میں ہے کہ کسی کو دراهم دیئے گئے اور کہا گیا کہ انھیں خرچ کر، اس نے خرچ کر دئے تو یہ قرض ہے جیسا کہ اگر کسی نے یہ کہا ہو کہ انھیں اپنی ضروریات پر خرچ کر لے۔ (ت)

تو دو سو کو اس کے پاس رکھے ہیں اور دو سو جو مالک مکان کو دئے ہیں چاروں سو اسی کی ملک میں اور مال زکوٰۃ ہیں، زکوٰۃ کا نصاب ان روپوں سے چھپن روپے ہے، جس تاریخ چھپن ۵۶ روپے یا زائد کا مالک ہوا اسی تاریخ سے مالک نصاب سمجھا گیا، جب ہی سے سال زکوٰۃ کا حساب ہوگا، سال کے اندر جو مال اور ملتا گیا اسی کے ساتھ ملتا رہے گا، تمام پر دیکھیں گے سب خرچوں سے بچ کر حوائج اصلیہ سے فاضل کتنا روپیہ اس کی ملک میں ہے خواہ اس کے اپنے پاس رکھا ہو یا کسی کے پاس امانت ہو یا کسی کو قرض دے دیا ہو اُس قدر پر زکوٰۃ واجب آئے گی، اور جو سال تمام ہونے سے پہلے صرف ہو گیا ہو وہ حساب زکوٰۃ میں محسوب نہ ہوگا مثلاً یکم محرم ۱۵۰ کو چھپن روپے کا مالک ہوا تھا، ربیع الاول میں سو اور ملے، جمادی الآخر میں دو سو اور ملے، یہ دو سو مالک مکان کو قرض دے دئے تو اُس پر اسی یکم محرم سے سال چل رہا ہے اور ابھی کہ سال تمام نہ ہوا کچھ نہیں کہہ سکتے کہ کس قدر پر زکوٰۃ واجب ہوگی اب اگر یکم محرم ۱۶ کے آنے سے پہلے مکان کی بیع واقع ہو گئی اور وہ دو سو کے قرض دئے تھے سال تمام سے پہلے قیمت مکان میں محسوب ہو گئے تو یہ دو سو حساب زکوٰۃ سے خارج ہو گئے کہ ان پر سال نہ گزرا، اسی طرح اگر بیع نہ ٹھہری اور روپیہ واپس لے لیا اور سال تمام سے پہلے کل یا بعض خرچ ہو گیا تو اُس سے بھی تعلق نہ رہا تمامی سال پر جو باقی رہے اُسے دیکھیں گے کہ روپیہ زائد ہے تو اُس پر ایک سال کی زکوٰۃ واجب ہوگی، اور اگر سال تمام پہلے سے بھی کم رہے تو کچھ نہیں کہ اگرچہ ابتداء میں نصاب بلکہ نصاب سے زائد کا مالک تھا مگر سال نہ گزرنے پایا کہ نصاب سے کم ہو گیا تو وہ جو زکوٰۃ کا محل نہ رہا اور اگر سال تمام تک یعنی جب سے یہ شخص مالک نصاب ہوا سال پورا ہونے تک نہ بیع ٹھہری نہ روپیہ واپس ہوا

¹ العقود الدریة کتاب الهبة حاجی عبدالغفار وپیران تاجران کتب ارگ بازار قندھار ۹۱/۲

بلکہ مالک مکان پر قرض ہی رہا تو اب اس پر کہ خود نصاب بلکہ چند نصاب ہیں اور اس کے سوا اور جو نقد اُس وقت موجود ہو، غرض جس قدر روپیہ سونا یا چاندی حاجاتِ اصلہ سے فاضل ملک میں ہے خواہ شروع سال زکوٰۃ سے تھا خواہ بیچ میں ملا اُس سب پر زکوٰۃ واجب ہوئی، جو نقد ہے اس پر تو واجب کے ساتھ وجوبِ ادا بھی ہو گا فی الحال دی جائے، اور جو قرض ہے اس پر ہنوز وجوبِ ادا نہیں وصول پانے پر ہو گا خواہ روپیہ ہی وصول ہو یوں کہ بیع نہ ٹھہری اور روپیہ واپس ملے خواہ بیع ہو کر قیمت میں مجرا ہو جائے کہ یہ بھی وصول پالینا ہے، پھر از انجا کہ قرض دین قوی ہے، اور صورتِ مسئلہ میں ابتدائے نصاب مال نقد سے ہے کہ اسی پر سال زکوٰۃ شروع ہوا، اس سال تمام پر یا اُس کے بعد جو رقم قرض سے وصول ہو گی اُسے دیکھا جائے گا کہ خمس نصاب یعنی کے پانچویں حصے لہ ۲۳-۵۱۲ پائی سے کم ہے یا نہیں، اگر کم ہے اور کوئی مال نقد نہ اس وقت موجود نہ سال رواں کے ختم پر آ کر ایسا ملا جو اس رقم وصولی سے مل کر خمس نصاب ہو جاتا تو اس کی زکوٰۃ دینی اصلًا واجب نہ ہو گی، نہ سال گزشتہ کے کیے، نہ رواں کے لیے، اور اگر ایسا مال نقد پایا جائے تو اسے اُس کے ساتھ ملا دیں گے، پھر اگر عین سال تمام کے وقت وصول ہوا تو خود روز وصول، ورنہ سال تمام رواں پر جو باقی ہو گا اس پر یہ حکم لگائیں گے کہ ہر خمس نصاب پر اُس کا چالیسواں حصہ واجب الادا، اور خمس سے کم پر کچھ نہیں، اور اگر رقم وصول مذکور خمس نصاب سے کم نہیں تو جس قدر برس اس پر، حالت دین میں گزرے ہوں اُن سب کی زکوٰۃ دینا آئے گی جب تک زکوٰۃ نکالتے نکالتے خمس نصاب سے کم نہ رہ جائے۔ پھر بہر حال جس قدر خمس سے کم رہے گا اُس کا وہی حکم ہے اور مال نقد ہو تو اس کے ساتھ ملا کر تمام رواں پر حکم دیکھا جائے گا، ورنہ کچھ نہیں، سب صورتوں کی مثال لیجئے، مثلاً ۲۵ ذی الحجۃ کو تین سو درہم شرعی کا مالک ہو اس وقت سے سال زکوٰۃ شروع ہو گیا، یہ سب روپے وسط سال میں کسی کو قرض دے دیئے خاص سال تمام کے دن اُن سے انتالیس درہم شرعی وصول ہوئے اور آج کچھ نقد اس کی ملک نہیں تو ان لہ درہم پر بھی کچھ دینا نہ آئے گا کہ یہ خمس نصاب یعنی چالیس درہم سے کم ہیں اور اگر سال تمام سے پہلے مثلاً ۲۴ ذی الحجۃ کو یا شروع سال میں مالکیت دن کے بارہ "بجے ہوئی تھی اب ۲۵ ذی الحجۃ کو بارہ بجے سے ایک لمحہ پہلے انتالیس لہ درہم کہیں اور سے مل گئے اور اُسی وقت ایک درہم اس قرض میں سے وصول ہوا تو اسے اُن انتالیس لہ درہم میں ملا دیں گے، اب یہ چالیس درہم ہو گئے کہ خمس کامل ہے تو ایک درہم دینا واجب آیا اور اگر اسی صورت میں مثلاً قرض میں سے بھی انتالیس درہم وصول ہوئے کہ نقد موجود سے مل کر اٹھتر مع درہم ہو گئے تو بھی ایک ہی درہم کہ ایک خمس کامل یعنی چالیس درہم کی زکوٰۃ ہے واجب الادا ہوگا، باقی اڑتیس درہم زائد کہ خمس سے کم ہیں سال تمام آئندہ کے انتظار میں رہیں گے، اور اگر سرے سے فرض کیجئے کہ شروع سال زکوٰۃ کو پانچ سال کامل گزر گئے اُس وقت تک کچھ نہ ملا اُس کے بعد چالیس درہم

قرض سے وصول ہوئے اور اُن کے سوا اور کچھ نقد نہیں تو اس رقم میں صرف ایک خمس نصاب ہے اُوپر کے چار درہم زیادہ ہیں، یہ خمس پانچ برس تک فرض تھا تو ہر سال کی بابت ایک درہم دینا واجب ہو پانچ درہم زکوٰۃ دے اور اگر اُسی صورت میں تینتالیس درہم وصول ہوئے تو چار درہم زکوٰۃ دینا واجب ہوگی جب بابت سال اول ایک درہم زکوٰۃ کا ان للہ پر ڈالا تو سال دوم کے لیے للہ رہے ان پر ایک درہم اس سال کا ڈالا، سوم کے لیے لہ للہ رہے، چہارم کے لیے، تو یہ چار درہم واجب الادا ہوئے، پنجم کے لیے صرف لہ ہی رہ گئے کہ خمس سے کم ہیں ان پر کچھ نہیں، اسی طرح اگر للہ وصول ہوتے تو تین ہی درہم دینے آتے اور لہ للہ تو دو اور للہ تو ایک ہی اور للہ للہ سے زیادہ پانچ ہی دینے ہوں گے جب تک پورے اسی نہم تک نہ پہنچیں اسی لہ پر چھ لازم آئیں گے، پہلے سال دو خمس کے دو درہم، اب سال دوم اٹھتر لہ رہ گئے کہ ایک ہی خمس کامل ہے، تو باقی چار سال میں ایک ایک لازم آیا، یوں ہی بیاسی^{۸۲} وصول ہوں تو سات دے گا کہ دو سال تک دو خمس کامل رہے، چوہر اسی^{۸۳} پر آٹھ، چھیاسی^{۸۴} پر نو، اٹھاسی^{۸۵} سے زیادہ سب پر دس، جب تک ایک سو بیس^{۸۶} کامل نہ ہوں۔ پھر ایک سو بیس^{۸۷} پر گیارہ و علیٰ ہذا القیاس۔ یہ اس صورت میں ہے کہ کچھ نقد نہ ہو، ورنہ اس کے ساتھ ملا کر حساب لگائیں گے، مثلاً تینتالیس^{۸۸} وصول ہوں پر چار درہم لازم آتے تھے، اگر نقد ایک درہم بھی موجود ہے تو پورے پانچ آئیں گے کہ اُس کے ساتھ مل کر چوالیس^{۸۹} ہو گئے اور چوالیس پر پانچ لازم تھے و قس علیٰ ہذا۔ پھر ہر صورت جو فاضل بچا وہ سال تمام آئندہ کا انتظار کرے گا، یہ ہے جو کلمات علماء سے فہم فقیر میں آیا،

میں امید وار ہوں کہ یہ ان شاء اللہ تعالیٰ صواب ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے احکام کو خوب جاننے والا ہے۔ (ت)

وارجو ان یکون صواباً ان شاء اللہ تعالیٰ واللہ تعالیٰ باحکامہ علیم۔

تنویر الابصار ودر مختار ودر المختار میں ہے:

قرضوں پر زکوٰۃ لازم ہے جب خود نصاب ہوں یا اپنے پاس جو کچھ ہے اس سے مل کر نصاب بن جائیں اور اس پر سال گزر جائے اگرچہ قوی اور متوسط میں قبضہ سے قبل گزرے لیکن فی الفور نہیں بلکہ قوی میں چالیس درہم کے قبضہ پر جیسے قرض قوی ہے پس جب بھی چالیس درہم پر قبضہ ہوگا ایک درہم لازم ہوگا، اور متوسط میں دو سو درہم کے قبضہ پر۔

الديون تجب زكوتها اذا تم نصاباً بنفسه او بغيره عند يتم به النصاب وحال الحول ولو قيل قبضه في القوي والمتوسط لكن لا فوراً بل عند قبض اربعين درهماً من القوي كقرض فكلما قبض اربعين درهماً يلزمه درهم عند قبض مائتين من متوسط، و

فِي الْبَدَائِعِ قَالَ الْكَرْخِيُّ هَذَا إِذَا لَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ سِوَى الدِّينِ وَالْأَفْئِدَةِ قَبْضُ مَنْهُ فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ الْمُسْتَفَادِ فَيُضْمَرُ إِلَى مَا عِنْدَهُ وَكَذَلِكَ فِي الْمَحِيطِ أَهْلًا¹ مُلْتَقَطًا۔	بدائع میں ہے امام کرخی نے فرمایا: یہ تب ہے جب دین کے علاوہ اس کے پاس مال نہ ہو، اور اگر مال ہو تو جتنے حصے پر قبضہ ہوگا وہ بمنزلہ منافع ہوگا اپنے پاس موجود مال سے اسے ضم کیا جائے گا، اور محیط میں بھی اسی طرح ہے اھ ملتقطاً (ت)

نیز ردالمحتار میں ہے:

ذَكَرَ فِي الْمُنْتَقَى رَجُلٌ لَهُ ثَلَاثَةُ دَرَاهِمٍ دِينَ حَالٍ عَلَيْهَا ثَلَاثَةُ أَحْوَالٍ فَقَبْضُ مَائَتَيْنِ فَعِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ يَزْكِي لِلْسَّنَةِ الْأُولَى خَمْسَةٌ وَلِلثَّانِيَةِ وَالثَّلَاثَةِ أَرْبَعَةٌ أَرْبَعَةٌ عَنْ مِائَةٍ وَسَتِّينَ وَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ فِي الْفَضْلِ لِأَنَّهُ دُونَ الْأَرْبَعِينَ²	منتقی میں ہے کہ ایک شخص کا تین سو درہم دین ہے اور اس پر تین سال گزر گئے اُسے دو سو درہم وصول ہوئے تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک پہلے سال کے پانچ اور دوسرے و تیسرے سال کے چار چار درہم ایک سو ساٹھ درہم پر ہونگے اور چالیس سے کم زائد پر کچھ نہیں۔ (ت)

اسی میں محیط سے ہے:

لَوْ كَانَ لَهُ الْفُ عَلَى مَعْسَرٍ فَاشْتَرَى مِنْهُ بِهَادِيْنَارًا ثُمَّ وَهَبَهُ مِنْهُ فَعَلِيْهِ زَكَاةُ الْآلِفِ لِأَنَّهُ صَارَ قَابِضًا لَهَا بِالْدِينَارِ أَهْـ³	اگر کسی تنگ دست پر ہزار درہم قرض ہے تو اس سے ایک دینار خرید کر پھر اسے ہبہ کر دیا تو اب زکوٰۃ ہزار ہی کی ہے کیونکہ وہ دینار کی وجہ سے ہزار ہی کا قایض متصور ہوگا اھ (ت)

شرح نقایہ تستانی میں ہے:

يُضْمَرُ الْحَادِثُ وَلَوْ قَبِيلٌ آخِرَ الْحَوْلِ لِأَنَّهُ قَبْلَ وَقْتِ الْوَجوبِ أَهْـ⁴	نئے مال کو شامل کیا جائیگا اگرچہ سال کے آخر سے تھوڑا سا پہلے ملا ہو کیونکہ یہ وقت وجوب سے پہلے ہے اھ (ت)

¹ ردالمحتار مع در مختار شرح تنویر الابصار باب زکوٰۃ المال مصطفیٰ البانی مصر ۲/ ۳۸ تا ۴۰

² ردالمحتار مع در مختار شرح تنویر الابصار باب زکوٰۃ المال مصطفیٰ البانی مصر ۲/ ۳۸

³ ردالمحتار مع در مختار شرح تنویر الابصار باب زکوٰۃ المال مصطفیٰ البانی مصر ۲/ ۴۰

⁴ جامع الرموز کتاب الزکوٰۃ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۲/ ۳۱۶

ادانہ کرنے کی حالت میں جو مواخذہ زکوٰۃ دینے پر ہے اس کا سر اوار ہوگا معاذ اللہ معاذ اللہ، وہ نہ ہلکا ہے نہ قابل برداشت، اس کے بارے کچھ آیات و احادیث فقیر کے رسالہ اعزالا کتنا فی رد صدقۃ مانع الزکوٰۃ (۱۳۰۹ھ) میں مذکور ہوئیں، اُن میں بعض کا خلاصہ یہ کہ جس سونے چاندی کی زکوٰۃ نہ دی جائے روز قیامت جہنم کی آگ میں تپا کر اُس سے اُن کی پیشانیاں، کروٹیں، پیٹھیں داغی جائیں گی۔ اُن کے سر، پستان پر جہنم کا گرم پتھر رکھیں گے کہ چھاتی توڑ کر شانے سے نکل جائے گا اور شانے کی ہڈی پر رکھیں گے کہ ہڈیاں توڑتا سینے سے نکل آئے گا پیٹھ توڑ کر کروٹ سے نکلے گا، گڈی توڑ کر پیشانی سے ابھرے گا۔ جس مال کی زکوٰۃ نہ دی جائے گی روز قیامت پُرانا خبیث خونخوار اژدہا بن کر اُس کے پیچھے دوڑے گا، یہ ہاتھ سے روکے گا، وہ ہاتھ چبالے گا، پھر گلے میں طوق بن کر پڑے گا، اس کا منہ اپنے منہ میں لے کر چبائے گا کہ میں ہوں تیرا مال، میں ہوں تیرا خزانہ۔ پھر اس کا سرا بدن چبا ڈالے گا۔ والعیاذ باللہ رب العالمین، واللہ سبحانہ، وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۹: ۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کی رخصت جمادی الاولیٰ ۱۳۱۵ھ میں ہوئی اور اُس وقت وہ جہیز کی مالک ہوئی، اس سے پہلے مالک نہ تھی، اس وقت اس کی ملک میں زیور طلائی لے ۰۹ مہ تولے تھا اور زیور نقری ملے روپیہ بھر، اس قدر اخیر عمر تک اس کے پاس رہا، تین سال دس ماہ تینیس دن کے بعد ربیع الآخر شریف ۱۳۱۹ھ میں ہندہ نے انتقال کیا، اُس وقت اُس کے پاس چار عدد طلائی اور تھے، ایک سات مہ تولے گیارہ امانشہ کا جس کی دس ماہ پیش از مرگ مالک ہوئی، دوسرا دو تولے کا کہ موت سے ڈیڑھ سال پہلے ملا تھا، تیسرا چار تولے کا دو سال پہلے، چوتھا پانچ تولے کا تین سال پہلے، اس صورت میں ہندہ پر زکوٰۃ کس قدر ہوئی؟ بیّنوا تو جروا۔

الجواب:

ہندہ پر تین سال زکوٰۃ واجب ہوئی کہ چوتھے سال میں ایک ماہ سات روز باقی تھے کہ اس نے وفات پائی مال کہ وقت رخصت ملا اُس پر تینوں برسوں کی زکوٰۃ ہے، یوں ہی چوتھا عدد پانچ تولے کا جب مرگ سے تین سال پہلے ملا تو رخصت کے ۱۰ ماہ ۲۳ دن بعد، بالجملہ پہلے سال تمام سے پہلے پایا تو وہ بھی مالِ اول میں شامل ہوا اور تینوں سال کی زکوٰۃ اس پر آئی، اور یہیں سے واضح ہوا کہ تیسرے عدد پر دو سال اخیر کی زکوٰۃ ہے اور دوسرے پر ایک ہی برس کی، اور پہلے پر اصلاً نہیں تو سونے میں حاصل ملک ہندہ باعتبار ہر سہ سال یہ ہو سالِ اول (۰۹/ما) دوم (۰۹/ما) سوم للہ (۰۹/ما) صورت مسئلہ میں جبکہ ہندہ اسی قدر مال کی مالک تھی اور زکوٰۃ تینوں سال نہ دی تو ہر پہلی زکوٰۃ کا دین سال کے مال سے مجرا ہوتا رہا واجب سال اول طلائی امانشہ ۷ سرخ نقرہ تین روپیہ بھر اور

تین ماشے تین سرخ، مال سال دوم سے استثناء کیا تو سال دوم طالعہ (۱۰ امہ) ۲ سرخ رہا، واجب ۱۱ ماشہ ۷ سرخ ۵/۱-۵ چاول، اور نقرہ ماعصہ (۷ مہ ۷ سرخ رہا، واجب تین روپے بھر ۲۲ سرخ ۲-۴ سرخ ۵/۳-۴ چاول، سال سوم طلا واجب دو سال ایک تولہ ۱۱ ماشہ ۵ سرخ ۵/۱-۵ چاول، نقرہ واجب دو سال سے روپے بھر ۵ ماشہ ۶ سرخ ۴-۵ سرخ ۵/۳-۴ چاول منہا کر کے، باقی طالعہ (۱۰ امہ) ۲ سرخ ۵/۲-۵ چاول، واجب ایک تولہ دو سرخ ۷/۴-۱۰ چاول نقرہ ماعصہ روپیہ بھر ۵ ماشہ تین سرخ ۳-۵/۲، واجب ۳ روپیہ بھر ایک ماشہ ۴ سرخ ۷-۲/۱۳ چاول جمع واجب سہ سالہ طلا ۲ تولے ۱۱ ماشہ ۳ سرخ ۵-۷/۴ چاول یعنی دو تولے ۱۱ ماشہ ۳ سرخ ۵ چاول کے سو حصوں سے سڑ سٹھ ۶ حصے، نقرہ لے تولہ ۷ ماشہ ۲ سرخ ۷-۷/۵ یعنی نو روپیہ بھر اور ۷ ماشہ ۲ رتی ۷ چاول اور چاول کے دو حصوں سے ستاون ۵ حصے، یہ سب مذہب صاحبین پر ہے اور مذہب امام پر کچھ کمی خفیف ہو جائے گی، سائل اس پر راضی نہ ہوا اور تخفیف ہی چاہے تو یہ ضرور ہے کہ تینوں برس ہر سال تمام کے صحیح تاریخ پر سونے اور چاندی کا صحیح نرخ بازار دریافت کر کے بتائیے نیز یہ کہ کس کس عدد کے قیمت بوجہ صنعت اپنے وزن سے کس کس قدر زائد ہے بے اس کے حساب ناممکن ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۰: از بنگالہ ضلع سلہٹ پر گنہ بیواڑہ موضع ناران گولہ ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی ایک سو روپے کی زکوٰۃ دے کر مدفون کیا پھر دوسرے سال میں زکوٰۃ دینا ضروری ہے یا نہیں؟ بینوا بحوالہ کتاب توجروا یوم الحساب۔ فقط

الجواب:

ہر برس ضرور ہے جب تک کل مال زکوٰۃ جو اُس کی ملک ہے حقیقتاً حکماً نصاب یعنی ساڑھے سات تولہ سونے یا ساڑھے باون تولہ چاندی یعنی انگریزی چھپن ۵۶ روپے سے کم نہ ہو جائے، حقیقتاً کم ہو جانا یہ کہ زکوٰۃ وغیرہ میں صرف کرتے کرتے خواہ کسی اور طور سے گھٹ جائے اور حکماً یہ کہ ہر برس زکوٰۃ واجب ہوتی رہی اور ادا نہ کی کہ ہر سال زکوٰۃ کا دین اس پر چڑھتا رہا یہاں تک کہ مال زکوٰۃ قدر نصاب نہ رہا مثلاً صرف یہی سو روپے، مگر اس کے پاس مال زکوٰۃ تھا اور یہی رہا اور مال زیادہ نہ ہوا تو اب پہلے سال تمام پر رہنا مذہب صاحبین ڈھائی روپے واجب ہوئے مگر اس نے ادا نہ کی، دوسرے سال تمام پر زکوٰۃ صرف ۹ روپے ۸ آنے رہی کہ ۲ روپے ۸ آنے دین زکوٰۃ سال گزشتہ میں مشغول ہیں اس سال ۲ روپے ۷ آنے واجب ہوئے، تیسرے سال تمام پر دو سال گزشتہ کا دین زکوٰۃ ۴ روپے ۱۵ آنے مستثنیٰ ہو کر فقط پچانوے روپے ایک آنہ پر زکوٰۃ آئی کہ ۲ روپیہ چھ آنے اور ایک پیسے کی چاندی کا سوال حصہ ہوا، علیٰ هذا القیاس جب گھٹتے گھٹتے ۵۶ روپے سے کم رہ جائے تو زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔

در مختار میں ہے کہ زکوٰۃ کی فرصت کا سبب ایسے نصاب کا مالک ہونا ہے جس پر سال گزرا ہو اور وہ ایسے دین سے فارغ ہو جس کا مطالبہ بندوں کی طرف سے ہو مثلاً زکوٰۃ، خراج وغیرہ ۱ ملخصاً وفي الهندية رجل له الف درهم لا مال له غيرها استأجر بها دارا عشر سنين لكل سنة مائة فدفع الالف ولم يسكنها حتى مضت السنون والدار في يد الأجير في السنة الأولى عن تسع مائة وفي الثانية عن ثمان مائة إلا زکوٰۃ السنة الأولى ثم يسقط لكل سنة زکوٰۃ مائة أخرى وما وجب عليه بالسنين الماضية الخ² والله تعالى اعلم۔	در مختار میں ہے کہ زکوٰۃ کی فرصت کا سبب ایسے نصاب کا مالک ہونا ہے جس پر سال گزرا ہو اور وہ ایسے دین سے فارغ ہو جس کا مطالبہ بندوں کی طرف سے ہو مثلاً زکوٰۃ، خراج وغیرہ ۱ ملخصاً وفي الهندية رجل له الف درهم لا مال له غيرها استأجر بها دارا عشر سنين لكل سنة مائة فدفع الالف ولم يسكنها حتى مضت السنون والدار في يد الأجير في السنة الأولى عن تسع مائة وفي الثانية عن ثمان مائة إلا زکوٰۃ السنة الأولى ثم يسقط لكل سنة زکوٰۃ مائة أخرى وما وجب عليه بالسنين الماضية الخ² والله تعالى اعلم۔

مسئلہ ۵۱: ۶ شعبان المعظم ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے جس مال تجارت پر ایک مرتبہ زکوٰۃ ادا کر دی پھر دوسرے سال اس پر زکوٰۃ دینا نہ چاہیے بلکہ اس کے نفع پر زکوٰۃ دینا چاہیے۔ بینوا توجروا

الجواب:

مال تجارت جب تک خود یا دوسرے مال زکوٰۃ سے مل کر قدر نصاب اور حاجتِ اصلیہ مثل دین، زکوٰۃ وغیرہ سے فاضل رہے گا ہر سال اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی زید کا بیان محض غلط ہے، تشهد بہ الکتب قاطبة۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۲: ۵۲: مسؤلہ محمد صبور سوداگر میز کرسی بریلی متصل سڑہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) ایک شخص نے اپنی تجارت کے آغاز کے وقت یہ قرار دیا کہ جو منافع ہوگا اس کا سولہواں حصہ اللہ تعالیٰ نام

¹ در مختار کتاب الزکوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱۲۹/

² فتاویٰ ہندیہ الفصل الثانی فی الفروض نورانی کتب خانہ پشاور ۱۸۱-۸۲/۱

صرف کرنا شروع کیا، وقت کرنے حساب کے، منافع کی تعداد کا سولھواں حصہ کم نکلا اُس صرف سے جو وہ کارِ خیر میں صرف کر چکا، یہ فاضل روپیہ بجز زکوٰۃ داخل ہو سکتا ہے یا نہیں؟

(۲) ایک شخص حق الحث کے ساتھ ایک تجارت میں شریک ہے، قبل حاصل ہونے منافع کے اس تجارت سے بتدریج اپنے صرف کے واسطے لیتا رہا، وقت معلوم ہونے منافع کے وہ قرضدار تجارت کا تھا، جو منافع اس کے نامزد ہوا وہ قرضہ میں داخل کیا، اس حالت میں اس منافع کی زکوٰۃ اس کے ذمہ عائد ہے یا نہیں؟

(۳) ایک شخص وقت شروع کرنے تجارت کے دیگر شخص سے جو اُس کی تجارت میں شرکت روپے کے ساتھ دینا چاہتا تھا ظاہر کیا کہ میں وقت چھٹہ کے (معلوم کرنا منافع کا) پہلے زکوٰۃ نکال دیتا ہوں بعدہ منافع تقسیم کیا جاتا ہے، اُس دیگر شخص نے اس بات کو پسند کیا اور روپیہ کے ساتھ منافع میں برابر کا شریک ہوا، اس بات کے ظاہر کرنے سے کیا اس کے ذمہ اس کے روپیہ کی بھی زکوٰۃ عائد ہوگی یا صرف منافع کی رقم رہی جو طرفین کے حصہ سے خرچ میں داخل ہوتی ہے۔ بینوا تو جروا

الجواب:

(۱) جبکہ بہ تیت زکوٰۃ دینا نہ تھا تو جو زائد دیا گیا زکوٰۃ میں محسوب نہیں ہو سکتا، ہاں آئندہ سال کے اُس سولھویں حصہ میں مجرا ہو سکتا ہے جو اس نے اللہ عزوجل کے لیے دینا ٹھہرا رکھا ہے، مثلاً اس وقت دس روپیہ زیادہ پہنچے اور آئندہ سال منافع کا سولھواں حصہ سو روپے ہو تو اُسے اختیار ہے کہ یہ دس ۱۱۰ اس میں محسوب کر کے تو لے روپے دے۔

(۲) نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) دوسرے کی زکوٰۃ اس کے ذمہ عائد نہیں ہو سکتی، ایک پر اُس کے حصہ کی زکوٰۃ لازم ہے، اور زکوٰۃ صرف منافع مال تجارت پر نہیں ہوتی، جس طرح مکان زمین دکان کے صرف منافع پر ہوتی ہے یہاں ایسا نہیں بلکہ کل مال تجارت پر لازم ہوتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۵: از محلہ چاہ بائی مسؤلہ حافظ محمد صادق مختار عام منشی رحیم دادخاں صاحب تحصیلدار ۲۵ شعبان ۱۳۳۰ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مالک ہے جلد از مینداری وغیرہ کا اور اس کی آمدنی مختلف اوقات میں وصول ہوتی رہتی ہے اور مالگزاری و نیز دیگر اخراجات میں خرچ ہوتی رہتی ہے اور ایسی صورت میں حساب سالانہ انگریزی ماہ کتوبر سے شروع ہوتا ہے اور ماہ ستمبر میں ختم کیا جاتا ہے لہذا جو رقم بعد اخراجات کے آخر سال پر باقی رہتی ہے اس پر زکوٰۃ کب واجب ہوگی؟ کس وقت اس کو ادا کرنا چاہئے؟ بینوا تو جروا

الجواب:

ستمبر اکتوبر کا اعتبار حرام ہے، نہ اس کے اوقات آمدنی پر لحاظ، بلکہ سب میں پہلی جس عربی مہینے کی جس تاریخ جس گھنٹے منٹ پر وہ ۵۶ روپیہ کا مالک ہوا اور ختم سال تک یعنی وہی عربی مہینہ وہی تاریخ وہی گھنٹہ منٹ دوسرے سال آنے تک اُس کے پاس نصاب باقی رہا وہی مہینہ تاریخ منٹ اس کے لیے زکوٰۃ دینا فرض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۶: از شہر بریلی اسٹیشن ریلوے سٹی آر، کے، آر نعت حسین دراپور ۱۵ ربیع الآخر ۱۴۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علما دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید عرصہ تخمیناً بیس سال سے ریلوے کمپنی کے یہاں ملازم ہے اور ریلوے اپنے قاعدے کے موافق بشمول دیگر ملازمان کے زید کی تنخواہ ماہوار سے ایک آنہ چار پائی فی روپیہ بطور ضمانت مجرا کر لیتی ہے اور بعد چھ ماہ کے اُس روپے کو کسی دوسری تجارت وغیرہ میں لگا دیتی ہے، در صورت نفع و نقصان کے رسدی کمی بیشی کر کے پھر ششماہی پر رسید دے دیتی ہے، ابتدا میں ایک روپیہ دو آنہ مجرا ہوتا تھا جوں میں ترقی ہوتی گئی اُس میں بھی اضافہ ہوتا گیا، چنانچہ اب مبلغ تین روپے ماہوار مجرا کیا جاتا ہے اور اب اصل تعداد مبلغ پانچ سو کی ہو گئی ہے اور کل تعداد ایک ہزار سے زائد ہو گئی ہے، جس وقت زید ملازمت سے علیحدہ ہوگا اُس وقت اُس کو اور اُس کے ورثا کو وصول ہوگا بشرطیکہ میعاد ملازمت اچھے طریقہ پر ختم ہو جائے اور کوئی قصور وغیرہ واقع نہ ہو، مگر پانچ سو روپے جو اصلی ہے اُس میں کسی طرح اندیشہ نہیں ہے سو اس کے کہ درمیان ملازمت کے روپے کا وصول ہونا ناممکن ہے جب تک ملازمت سے مستعفی نہ ہو، از روئے شریعت اُس روپے پر زکوٰۃ دینا فرض ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کس وقت سے دی جائے گی؟ اصلی تعداد پر دی جائے گی یا کل روپے پر؟ اور نصاب زکوٰۃ کس قدر اور اس پر مقدار زکوٰۃ کیا ہے؟ بینوا تو جروا

الجواب:

جب سے وہ اصلی روپیہ خود یا مع اور زکوٰۃ مال کے جو زید کے پاس ہے، قدر نصاب یعنی ۵۶ روپے تک پہنچا اور حوائج اصلیہ سے بچ کر اُس پر سال گزرا اُس وقت سے اُس پر زکوٰۃ واجب ہوئی اور سال بسال جدیدہ زکوٰۃ واجب ہوتی رہی، ہاں اگلے سال کی جتنی زکوٰۃ واجب ہوئی ہے اس سال جمع میں سے اتنا کم کر لیں گے کہ اتنا اس پر اللہ عز و جل کا دین ہے باقی مع جدید مقدار سال حال پر زکوٰۃ آئے گی، تیسرے سال کی جمع میں سے دو برس گزشتہ کی زکوٰۃ واجب شدہ مجرا کریں گے اور سال حال کا اضافہ شامل کریں گے اس قدر پر زکوٰۃ آئے گی چوتھے سال کی جمع میں سے تین سال کی زکوٰۃ مذکور مجرا کریں گے اور سال حال کا اضافہ شامل کریں گے اس قدر پر زکوٰۃ آئے گی، چوتھے سال کی جمع میں سے تین سال کی زکوٰۃ مذکور مجرا اور امسال کا اضافہ شامل ہوگا، اخیر تک یونہی کریں گے،

تجارت میں وہ روپیہ اگر اس کی اجازت سے لگایا جاتا ہے تو اس کا منافع شامل ہوگا اس طور پر زکوٰۃ سال بہ سال واجب ہوا کرے گی، مگر اس روپیہ کی زکوٰۃ ادا کرنا اس وقت لازم ہوگا جب وہ وصول ہوگا، اور جو اضافہ کمپنی سود کے طریقے پر کرتی ہے اُس پر کبھی زکوٰۃ نہ ہوگی، نہ وہ اس کی ملک ہے نہ اُسے سود کی نیت سے کسی طرح جائز ہے، ہاں بعد ختم اگر کمپنی بطور خود اس کو وہ اضافہ دے اور کمپنی میں کوئی مسلمان شریک نہ ہو تو یہ اُس اضافہ کو اس نیت سے لے سکتا ہے کہ ایک غیر مسلم جماعت ایک مال بخوشی دیتی ہے، یوں مال مباح سمجھ کر لے سکتا ہے سود کی نیت نہ ہو، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۷: از کسی کلاں ضلع متھرا مرسلہ اللہ مہر ۲۱ رمضان المبارک ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ اس میں کہ زکوٰۃ اعلان سے دینا بہتر ہے یا خفیہ طور سے؟ بینو اتوجروا

الجواب:

زکوٰۃ اعلان کے ساتھ دینا بہتر ہے اور خفیہ دینا بھی بے تکلف روا ہے، اور اگر کوئی صاحبِ عزت حاجتمند ہو کہ اعلانیہ نہ لے گا یا اس میں سبکی سمجھے گا تو اُسے خفیہ بھی دینا بہتر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۸: از سید پور ڈاک خانہ وزیر گنج ضلع بدایوں مرسلہ آغاز علی خاں ۱۶ بیج الاول شریف ۱۳۳۷ھ

تجارت کے سرمایہ اصلی پر یعنی اس کی لاگت پر زکوٰۃ دینا واجب ہے یا منافع پر؟

الجواب:

تجارت کی نہ لاگت پر زکوٰۃ ہے نہ صرف منافع پر، بلکہ سال تمام کے وقت جو زر منافع ہے اور باقی مال تجارت کی جو قیمت اس وقت بازار کے بھاؤ سے ہے اُس پر زکوٰۃ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۹: مسئولہ حافظ محمود حسین صاحب ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۰۸ھ

زید نے بکر کو کچھ دیا اور کہا اس کو مساکین کو جہاں مناسب سمجھو دے دیجیو، اگر زید خود اس کا مصرف ہوا اپنے اوپر اس کو صرف کر سکتا ہے یا نہیں؟ بینو اتوجروا

الجواب:

جس کے مالک نے اُسے اذنِ مطلق دیا کہ جہاں مناسب سمجھو، دو، تو اسے اپنے نفس پر بھی صرف کرنے کا اختیار حاصل ہے، جبکہ یہ اس کا مصرف ہو۔ ہاں اگر یہ لفظ نہ کہے جاتے اُسے اپنے نفس پر صرف کرنا جائز نہ ہوتا مگر اپنی یا اولاد کو دے دینا جب بھی جائز ہوتا اگر وہ مصرف تھے۔ در مختار میں ہے:

لوکیل ان یدفع لولدہ الفقیر وزوجتہ لا لنفسہ	وکیل کو جائز ہے کہ اپنے نابالغ فقیر بچے اور اپنی بیوی مستحق کو
الاذا قال ربہا	زکوٰۃ دے دے جبکہ خود نہیں لے سکتا،

ضعہا حیث شئت۔ ^۱ واللہ تعالیٰ اعلم۔	ہاں اگر مال والے نے یہ کہا ہو کہ جہاں مناسب سمجھو خرچ کرو، تو اپنے لیے بھی جائز ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۶۲۵۶۰: از اندور سیانج مرسلہ طاہر محمد عبدالغنی صاحب الاذی الحج ۷۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں:

(۱) اگر چند اشخاص دولت مند کئی ہزار روپے زکوٰۃ کا جمع کر کے چند معتبر لوگوں کے سپرد اس غرض سے کریں کہ وہ روپیہ حقدار ان زکوٰۃ حسب ضرورت ان کے دیا جائے۔

(۲) وہ لوگ جن کی سپردگی میں مال زکوٰۃ دیا گیا ہے وہ اس مال کو بڑھانے کی غرض سے تجارت میں لگا سکتے ہیں یا نہیں، یا کسی تاجر کی شرکت میں شامل کر سکتے ہیں یا نہیں؟

(۳) ایک ایسا شخص کہ جس کے نزدیک اپنا ذاتی مکان ہے اور اس مکان کی سالانہ آمدنی سو روپے تھی مگر بوجہ عیالدار ہونے کے اُس کا خرچ تین سو روپے سالانہ ہے تو ایسے شخص کو زکوٰۃ کے مال سے امداد دینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب:

(۱ و ۲) ان لوگوں پر فرض ہے کہ وہ روپیہ مستحقین زکوٰۃ پر تقسیم کر دیں اُس سے تجارت کرنا ان کو حرام ہے جب تک اذنِ جملہ مالکان نہ ہو، اور مالکوں کو بھی جائز نہیں کہ اگر اُن پر زکوٰۃ کا پورا سال ہو چکا ہو تو زکوٰۃ روکیں اور تجارت کے منافع حاصل ہونے پر ملتوی کریں۔ سال تمام پر زکوٰۃ فوراً فوراً ادا کرنا واجب ہے، ہاں جس نے پیشگی دیا ہوا بھی سال تمام اُس پر نہ آیا ہو وہ سال تمام آنے تک ٹھہرے سکتا ہے، پھر اگر یوں کرے کہ مثلاً ہزار روپے سال آئندہ کی زکوٰۃ کی نیت سے تجارت میں لگا دے کہ ان سے جو نفع ہو وہ بھی مع ان ہزار کے فقراء کو دے گا تو یہ نہایت محبوب عمل ہے،

وفیہ حدیث من زرع شعیر اجرة الاجیر و حصل منه اموالاً فلما جاء الاجیر سلم کلہا الیہ ففرج اللہ بہ منه و ہم اصحاب الرقیم رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ ^۲	اس بارے میں وہ حدیث ہے کہ جس نے مزدور کی اجرت جو کو بویا اور اس سے جو اموال حاصل ہوئے جب مزدور آیا تو وہ تمام اموال اسے دے دے، تو اللہ تعالیٰ نے انھیں (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کو راستہ دیا جب وہ غار میں پھنس گئے تھے اور وہ اصحاب کہف ہیں (ت)

^۱ در مختار کتاب الزکوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۰/۱

^۲ صحیح مسلم باب قصہ اصحاب الغار الاثنی عشر الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۵۳

مگر یہ ضرور ہے کہ اگر تجارت میں نقصان ہو تو نقصان فقراء پر نہیں ڈال سکتا، اُن کو سال تمام پر پورے ہزار دینے لازم ہوں گے۔

(۳) ہاں اُسے زکوٰۃ دے سکتے ہیں اگرچہ اُس کی حاجت سکونت کا مکان ہزار روپے کا ہو یا کرائے پر چلا لے کہ مکان سے ہزار روپے سالانہ آتا ہو اور اُس کا ضروری مصارف و نفقہ اہل و عیال سے اتنا نہ بچتا ہو کہ وہ اپنی حاجت اصلہ سے فارغ ۵۶ روپے کا مالک ہو۔ عالمگیر یہ میں ہے:

لوکان له حوانيت او دارغلة تساوى ثلاثة الاف درهم وغلته لا تكفى لقوته وقوت عياله يجوز صرف الزكوة اليه في قول محمد رحمه الله تعالى ولو كان له ضيعة تساوى ثلاثة الاف ولا تخرج مايكفى له ولعياله اختلفوا فيه قال محمد بن مقاتل يجوز له اخذ الزكوة هكذا في فتاوى قاضيخان¹ والله تعالى اعلم۔	اگر کسی شخص کی دکانیں اور کرایہ کی جگہ ہے جو تین ہزار درہم کے مساوی ہیں لیکن کرایہ اس کے اور اس کے عیال کے لیے کافی نہیں تو امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس پر زکوٰۃ خرچ کرنا جائز ہے، اور اگر اس کی زمین ہے جو تین ہزار کے مساوی ہے لیکن اس سے اتنی پیداوار نہیں ہوتی جو اُس کے اور اس کے اہل و عیال کے لیے کافی ہو تو اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے محمد بن مقاتل کہتے ہیں کہ اس کے لیے زکوٰۃ لینا جائز ہے۔ اسی طرح فتاویٰ قاضی خاں میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

۱۲ ذیقعدہ ۱۳۳۳ھ

مسئلہ ۶۳۶۳: مرسلہ محمد قاسم صاحب از مقام گونڈل علاقہ کاٹھیارواڑ

کیا فرماتے علمائے دین و شرع متین ذیل کے مسئلوں میں:

(۱) ایک شخص نے چالیس یا پچاس ہزار کے مکانات اپنی حاجت سے زیادہ صرف کرایہ وصول کرنے کی غرض سے خرید کیے، آیا

اس صورت میں حاجت سے زیادہ مکانات میں ان کی قیمت کے اوپر زکوٰۃ فرض ہے یا جو کرایہ آتا ہے اس کے اوپر ہے؟

(۲) جو صاحب مکان کی زینت کے لیے تانبے، میتل، چینی وغیرہ کے برتن خرید کر کے مکان کو سجاتا ہے اور کبھی وہ برتن استعمال

میں بھی آتے ہیں اور کبھی نہیں بھی آتے ہیں، اس صورت میں کیا حکم ہے؟ بینوا تو جروا

¹ فتاویٰ ہندیہ الباب السابع فی المصارف، نورانی کتب خانہ پشاور ۱۸۹/۱

الجواب:

(۱) مکانات پر زکوٰۃ نہیں اگرچہ پچاس کروڑ کے ہوں کرایہ سے جو سال تمام پر پس انداز ہوگا اس پر زکوٰۃ آئے گی اگر خود یا اور مال سے مل کر قدر نصاب ہو۔

(۲) برتن وغیرہ اسباب خانہ داری میں زکوٰۃ نہیں اگرچہ لاکھوں روپے کے ہوں، زکوٰۃ صرف تین چیزوں پر ہے: سونا، چاندی کیے ہی ہوں، پہننے کے ہوں یا برتنے کے، سکہ ہو یا ورق۔ دوسرے چرائی پر چھوٹے جانور۔ تیسرے تجارت کا مال۔ باقی کسی چیز پر نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۵: از بدایوں خانہ اسٹنٹ کمشنر ۷ ربیع الاول شریف ۱۳۰۸ھ

ایک شخص کے پاس مال زکوٰۃ کے قابل ہے، اُس نے سال گزشتہ کے بعد یکمشت روپیہ مسلمان محتاج کو دیا لیکن اس نے زکوٰۃ کی نیت بروقت دینے کے نہ کی، نہ اس کے دل میں خیال آیا کہ زکوٰۃ ادا کرتا ہوں، بعد کو خیال آیا ہو تو یہ دیا ہوا روپیہ زکوٰۃ میں داخل ہوا یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب:

اگر یہ مال محتاج کو دیا خالص بہ نیت زکوٰۃ الگ رکھا تھا یعنی اس نیت سے جدا کر کے رکھ چھوڑا کہ اسے زکوٰۃ میں دیں گے تو جس وقت اس میں سے محتاج کو دیا گیا زکوٰۃ ادا ہو گئی اگرچہ دیتے وقت زکوٰۃ کا خیال نہ آیا اور ایسا نہ تھا وہ مال جب تک محتاج کے پاس موجود ہے اب اس میں زکوٰۃ کی نیت کر لے صحیح ہو جائے گی، اور اگر اس کے پاس نہ رہا تو اب نہیں کر سکتا، یہ مال خیرات نفل میں گیا زکوٰۃ مجدا ادا کرے۔ در مختار میں ہے:

صحت ادائیگی زکوٰۃ کے لیے ادا کے وقت نیت کا متصل ہونا ضروری ہے خواہ اتصال حکمی ہو، مثلاً کسی نے بلا نیت زکوٰۃ ادا کر دی اور ابھی مال فقیر کے قبضہ میں ہو تو نیت کر لی یا کل یا بعض مال برائے زکوٰۃ جدا کرتے وقت نیت کر لی جائے، باقی جدا کرنے سے ذمہ داری پوری نہیں ہوتی بلکہ فقراء تک پہنچانے سے ہوگی اھ تلخیصاً واللہ تعالیٰ اعلم (ت)	شرط صحة ادا ئهائیة مقارنة للاداء ولو كانت بالمقارنة حکماً کما لو دفع بلانیة ثم نوى والمال قائم فی ید الفقیر او مقارنة بعزل ما وجب کله او بعضه ولا یخرج عن العهدة بالعزل بل بالاداء للفقراء اھ ملخصاً واللہ تعالیٰ اعلم۔

¹ در مختار کتاب الزکوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۰/۱

مسئلہ ۶۶:

از مونگیر محلہ بیٹن بازار مرسلہ شیخ امداد علی صاحب

۲۱ صفر ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو روپیہ قرض و دین میں لوگوں پر پھیلا ہو اور زر و صولی ہو تو اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ اگر واجب ہوگی تو فی الحال یا بعد وصول، اور کتنے وصول پر واجب ہوگی اور اس پر سال تمام کب سے لیا جائے گا؟ بینوا تو جروا

الجواب:

دین تین ۳ قسم ہے:

اول: قوی یعنی قرض، جس عرف میں دست گردان کہتے ہیں اور تجارتی مال کا ثمن یا کرایہ، مثلاً اُس نے بہ نیت تجارت کچھ مال خریدا وہ قرضوں کسی کے ہاتھ بیچا تو یہ دین جو خرید پر آیا دین قوی ہے، یا کوئی مکان یا دکان یا زمین بہ نیت تجارت خریدی تھی اب اسے کسی کے ہاتھ سکونت یا نشست یا زراعت کے لیے کرایہ پر دیا، یہ کرایہ اگر اس پر دین ہوگا تو دین قوی ہوگا۔
دوم: متوسط کہ کسی مال غیر تجارتی کا بدل ہو، مثلاً گھر غلہ یا اثاثہ البیت، یا سواری کا گھوڑا کسی کے ہاتھ بیچا، یونہی اگر کسی پر کوئی دین اپنے مورث کے ترکہ میں ملا تو مذہب قوی پر وہ بھی دین متوسط ہے۔

سوم: ضعیف کہ کسی مال کا بدل نہ ہو، جیسے عورت کا مہر کہ منافع بضع کا عوض ہے، یا وہ دین جو بذریعہ وصیت اسے پہنچا یا بسبب خلع عورت پر لازم آیا، یا مکان زمین کہ بہ نیت تجارت نہ خریدی تھی اُن کا کرایہ چڑھا قسم سوم کے دین پر، جب تک دین رہے اصلاً زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی اگرچہ دس برس گزر جائیں، ہاں جس دن سے اس کے قبضہ میں آئے گا شمار زکوٰۃ میں محسوب ہوگا یعنی اس کے سوا اور کوئی نصاب زکوٰۃ اسی کی جنس سے اس کے پاس موجود تھا اس پر سال چل رہا تھا تو جو وصول ہوا اس میں ملا لیا جائے گا اور اسی کے سال تمام پر کل کی زکوٰۃ لازم ہوگی، اور اگر ایسا نصاب نہ تھا تو جس دن سے وصول ہوا اگر بقدر نصاب ہے اُسی وقت سے سال شروع ہوا اور نہ کچھ نہیں اور دو قسم سابق میں تجارت دین ہی سال بسال زکوٰۃ واجب ہوتی رہے گی مگر اس ادا کرنا اُسی وقت لازم ہوگا جبکہ اُس کے قبضہ میں دین قوی سے بقدر خمس نصاب یا متوسط سے بقدر کامل نصاب آئیگا یہاں کے روپے میں نصاب کامل روپیہ ہے اور اس کا خمس لمے ۲۳-۵۲ پائی، پھر اگر دین کئی سال کے بعد وصول ہو تو ہر سال متقدم کی زکوٰۃ جو اس کے ذمہ دین ہوتی رہی وہ پچھلے سال کے حساب میں اسی وصولی رقم پر ڈالی جائے گی، مثلاً عمر و پر زید کے تین سو درہم شرعی دین قوی تھے، پانچ برس بعد چالیس درہم سے کم وصول ہوئے تو کچھ نہیں اور چالیس ہوئے تو صرف ایک درہم دینا آئے گا اگرچہ پانچ برس کی زکوٰۃ واجب ہے کہ سال اول کی بابت ان چالیس درہم سے ایک درہم دینا آیا یا اب انتالیس رہ گئے کہ خمس نصاب سے کم ہے لہذا باقی برسوں کی بابت ابھی

کچھ نہیں، اور اگر تین سو درہم دین متوسط تھے تو جب تک دو سو وصول نہ ہوں کچھ واجب الادا نہیں اور دو سو درہم اگر پانچ برس بعد وصول ہوئے تو اکیس درہم دینے ہوں گے، سال اول کے پانچ درہم، اب سال دوم میں مالہ رہ گئے تو کہ خمس سے کم تھے عفو ہو کر ملے درہم سال سوم میں مالہ رہے اب بھی چار درہم، چہارم میں مامعہ، پنجم میں مالمعہ، ان پر بھی چار چار اکل لے درہم واجب الادا ہوئے، یونہی جب دین قوی سے خمس نصاب اور متوسط سے پورا نصاب ہوتا جائے گا اسی حساب سے اتنے کی زکوٰۃ سنین گزشتہ کی زکوٰۃ واجب الادا ہوتی جائے گی، اگر کل وصول ہو گا کل کی، پھر دین ہونے کی تاریخ سے سال اول حالت میں مانا جائے گا جبکہ اس سے پہلے اس کی کسی جنس کے نصاب کا سال رواں نہ تھا ورنہ جو دین وسط سال میں اس کا یا فقیہی ہوا وہ اسی مال موجود میں ملا کر اس کے سال سے حساب رہے گا مثلاً یکم محرم کو دو سو درہم کا مالک ہوا، یکم رجب کو اس کا کوئی دین قوی یا متوسط کسی پر لازم آیا تو اس دین کا سال بھی یکم محرم سے لیں گے نہ کہ یکم رجب سے، تنویر الابصار و در مختار میں ہے:

امام صاحب کے نزدیک دیون کی تین اقسام ہیں: قوی، متوسط، ضعیف۔ دیون پر زکوٰۃ ہوتی ہے بشرطیکہ وہ خود یا مالک کے پاس موجودہ مال سے مل کر نصاب کو پہنچیں اور ان پر سال گزرا ہوا اگرچہ قوی اور متوسط قبضہ سے پہلے ہو لیکن فوراً نہیں بلکہ قوی میں چالیس درہم کے قبضہ پر ایک درہم ہوگا جیسا کہ قرض اور بدل مال تجارت میں ہوتا ہے تو جب بھی چالیس درہم پر قابض ہوگا ایک درہم لازم ہوگا، غیر تجارت کے بدلے میں جو دین ہوتا ہے اسے متوسط کہا جاتا ہے اس میں سے دو سو درہم کے قبضہ کے بعد زکوٰۃ ہوگی مثلاً سائتمہ کے قیمت، خدمت والے غلاموں کے قیمت، اصح قول کے مطابق قبضہ سے قبل گزشتہ سالوں کا بھی اعتبار کیا جائیگا، اسی کی مثل وہ صورت ہے جب کوئی دین میں کسی کا وارث بنا، اور ضعیف میں دو سو کے

الديون عند الامام ثلاثة قوی، متوسط ضعیف، فتجب زکوٰۃهما اذا تم نصاباً (بنفسه او بما عنده مبايتم به) وحال الحال (ای ولو قبل قبضه في القوی و المتوسط) لكن لا فوراً بل عند قبض اربعين درهماً من القوی كقرض و بدل مال تجارت فكلما قبض اربعين درهماً يلزمه درهم و عند قبض مائتين من بدل مال لغیر تجارت وهو المتوسط كثمن سائمة و عبید خدمة و يعتبر ماضی من الحال قبل القبض في الاصح و مثله ما لو ورث دیناً علی رجل و عند قبض مائتين مع حوّلان الحال بعده من ضعیف و

قبضہ کے وقت زکوٰۃ ہوگی بشرطیکہ اسکے بعد سال گزرے اور دین ضعیف غیر مال کا بدل ہوتا ہے مثلاً مہر، بدل خلع، مگر ایسی صورت میں جب دین ضعیف کے ساتھ مالک کے پاس موجود مال ہو تو ملایا جائے (بہتر یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ دین ضعیف کو اس مال کے ساتھ ملایا جائے، حاصل یہ ہے کہ اس میں سے جب کسی شئی پر قبضہ ہوا حالانکہ مالک کے پاس نصاب بھی تھا تو اب مقبوض کو نصاب سے ملا کر سال کی زکوٰۃ دی جائے اس میں قبضہ کے بعد سال کا گزرنا شرط نہیں) اھ تلخیصاً، اضافی عبارت ردالمحتار کی ہے، اقول، ضعیف کی تعریف یوں کرنا بہتر ہے کہ جو مال کا بدل نہ ہوتا اسے بھی شامل ہو جائے جو اصلاً بدل ہی نہیں مثلاً وہ دین جس کی وصیت کی گئی ہو۔ ردالمحتار میں محیط سے ہے وہ دین جس کی وصیت کی گئی ہو وہ قبض سے پہلے نصاب نہیں بن سکتا کیونکہ موصی لہ بغیر عوض کے ابتداءً مالک بن رہا ہے اور یہ ملکیت میں وصیت کرنے والے کا قائم مقام بھی نہیں یہ ایسے ہوگا جیسے وہ ہبہ کا مالک بنا ہوا ہ۔ خانیہ، فتح اور بحر میں ہے، اور الفاظ قاضی خاں کے ہیں جب کسی نے دار یا غلام دو سو دراہم کے عوض اجرت پر دیا تو امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کے مطابق قبضہ کے بعد سال گزرنے سے پہلے زکوٰۃ لازم نہ ہوگی، اگر دار اور غلام تجارت کے لیے تھے اور سال کے

ہو بدل غیر مال کمہر و بدل خلع الا اذا كان عنده ما يضم الى الدين الضعيف (الاولى ان يقول ما يضم الدين الضعيف اليه و الحاصل انه اذا قبض منه شيئاً وعنده نصاب يضم المقبوض الى النصاب و يزكيه بحوله ولا يشترط له حول بعد القبض)¹ اھ ملخصاً۔ مزید امن رد المحتار اقول والاولى في رسم الضعيف ما ليس بدل يشتمل ما ليس بدلا اصلاً كالدين الموصى به في ردالمحتار عن المحيط اما الدين الموصى به فلا يكون نصاباً قبل القبض لان الموصى له ملكه ابتداءً من غير عوض ولا قائم مقام الموصى في الملك فصار كما لو ملكه بهبة اھ² هذا۔ وفي الخانية والفتح والبحر واللفظ لقاضي خان اذا اجر داره او عبده ببائتي درهم لا تجب الزکوٰۃ ما لم يحل الحول بعد القبض في قول ابي حنيفة رحمة الله تعالى عليه فان كانت الدار و العبد للتجارة وقبض

¹ در مختار شرح تنویر الابصار کتاب الزکوٰۃ باب زکوٰۃ المال مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۶/۱

² ردالمحتار کتاب الزکوٰۃ باب زکوٰۃ المال مصطفیٰ البانی مصر ۲۰۳۸/۲

بعد چالیس درہم پر قبضہ ہوا تو اب ایک درہم لازم اس سال کی وجہ سے ہوا جو قبضہ سے پہلے گزرا ہے کیونکہ صحیح روایت مطابق دار تجارت اور عبد تجارت کی اجرت مال تجارت کے ثمن کی مثل ہوتی ہے اھ قلت: پہلے ایک روایت میں گزرا ہے کہ یہ دین ضعیف یا متوسط سے ہے اگرچہ محیط میں دوسری روایت کو اختیار کیا ہے، اسی طرح مال موروثہ بھی متوسط میں سے ہے اور یہی رائج ہے، اگرچہ ہندیہ میں زاہدی سے اس کے ضعیف ہونے پر جزم کیا ہے، خانیہ میں اسے کمزور قرار دیا ہے۔ اسی طرح فتح اور بحر میں اس کے ضعف کی طرف اشارہ ہے۔ ردالمحتار میں منتقی سے ہے کہ کسی شخص کا تین سو درہم دین تھا اور اس پر تین سال گزرے تو اس کا دو سو پر قبضہ ہوا تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک پہلے سال پانچ، دوسرے و تیسرے میں ایک سو ساٹھ میں سے، چار چار درہم زکوٰۃ دے، فضل میں کوئی شئی لازم نہ ہوگی کیونکہ وہ چالیس سے کم ہیں اھ۔ ہندیہ میں امام سرخسی کی شرح مبسوط سے ہے کہ دین اس مال کی طرف لوٹے گا جس پر قبضہ ہوا رائج ردالمحتار میں ہے کہ جب دین قوی مثلاً بدل سامان تجارت، ہزار درہم ہوں تو سال کی ابتداء حول اصل سے ہوگی نہ کہ وقت بیع سے اور نہ وقت قبضہ سے، تو جب اس نے دین سے نصاب یا چالیس درہم پر قبضہ کیا تو اس سال کا

اربعین درہم بعد الحول کان علیہ درہم بحکم الحول الماضی قبل القبض لان اجرة دارالتجارة وعبد التجارة بنزلة ثمن مال التجارة في الصحيح من الرواية اھ قلت: فتقدم علی رواية انها من الضعیف او الوسیط وان مشی علی الاخری فی محیط وكذلك كون الموروث من المتوسط هو الرجیح وان جزم فی الهندیة عن الزاہدی انه من الضعیف، فقد مرضها فی الخانیة و اخر و هكذا اشار الی تضعیفه فی الفتح والبحر وفی ردالمحتار عن المنتقی رجل له ثلثمائة درهم دین حال علیها ثلثة احوال فقبض مائتین عند ابی حنیفة یزکی للسنة الاولى خمسة وللثانیة والثالثة اربعة اربعة من مائة وستین ولا شئ ولیه فی الفضل لانه دون الاربعین اھ² وفی الهندیة عن شرح المبسوط للامام السرخسی ان الدین مصروف الی المال الذی فی یدہ الخ³ وفی ردالمحتار اذا كانت لالف، من دین قوی کبدل عروض تجارة فان ابتداء الحول هو حول الاصل الا من حین البیع ولا من حین القبض فاذا قبض منه نصاباً واربعین

1 فتاویٰ قاضی خاں فصل فی مال التجارة نوکشتور لکھنؤ ۱۹/ ۱۱۸

2 ردالمحتار باب زکوٰۃ المال مصطفیٰ البانی مصر ۲/ ۳۸

3 فتاویٰ ہندیہ کتاب الزکوٰۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۱۷۳

اعتبار کرتے ہوئے گزشتہ عرصہ کی زکوٰۃ دے اگر کوئی شخص تجارت کے لیے سامان کا مالک ہوا پھر اس نے نصف سال کے بعد سامان بیچ ڈالا اور ڈیڑھ سال کے بعد اس کے ثمن پر قبضہ کیا تو اب اس پر دو سال گزر چکے ہیں تو اب بلا اختلاف وقت قبض سے اس کی زکوٰۃ دی جائے گی اھا قول: دین کے ساتھ کلام مخصوص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا اصل اموال زکوٰۃ سے ہوتا ہے بخلاف دین متوسط کہ وہاں اس کے اصل پر سال شرط نہیں ہے اب اگر اس کی جنس سے پہلے نصاب نہ تھا تو اب سال کی ابتداء بیچ کے وقت سے ہی ہوگی کیونکہ اس کی وجہ سے وہ مال زکوٰۃ بنا ہے جیسا کہ اس مقام پر محیط سے منقول ہوا ہے اور یہ مراد نہیں کہ متوسط میں وقت بیچ سے پہلے ابتداء نہیں ہو سکتی اگرچہ سال پہلے اس کی جنس سے نصاب ہو کیونکہ یہ مسئلہ مستفاد اور اس متفق علیہ مسئلہ کے خلاف ہے جس پر ہمارے علماء نے تمام کتب کے متون، شروحات اور فتاویٰ میں تصریح کی ہے، پس اسے اچھی طرح سمجھ لو اور اس پر قائم رہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

درہمًا زکاہ عما مضیٰ بانیاً علی حول الاصل فلو ملک عرضاً للتجارة ثم بعد نصف الحول باعه ثم بعد حول و نصف قبض ثمنه فقد تم علیه حولان فیزکیہما وقت القبض بلا خلاف^۱ اھ^۱ اقول: وانما خص الکلام بالقوی لان اصله من اموال الزکوٰۃ بخلاف المتوسط فلا حول لاصله فلو لم یکن له قبله نصاب من جنسه لا یبتدأ الحول الا من حین البیع لانه به صار مال الزکوٰۃ کما نقله ههنا عن المحيط ولیس یرید ان فی الوسیط لا یبتدأ الا من وقت البیع وان وجد قبله نصاب یجانسه تحت حولان الحول فانه خلاف مسئلة المستفاد والمتفق علیها عند علماء ثنائی المصرح بها فی جمیع کتب المذهب متونا وشرحا وفتاویٰ فافهم وثبت۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۷: ۲۲ شوال ۱۳۱۴

جب قرضہ کے ادا کی شکل نہ ہوئی تو شوہر نے والدہ کو رقعہ لکھ دیا اور وہ زیور ان سے واپس لے کر فروخت کر ڈالا اور روپیہ تجارت میں لگایا، بیچنا مجھے منظور نہ تھا مگر مجبوری تھی کہ روزگار نہ تھا، شوہر کی بیکاری تھی، قرضہ ابھی ادا نہ ہوا اور وہ تجارت بھی نقصان ہو کر چھٹ گئی، مالک تجارت شوہر ہی سمجھے جاتے تھے، اس کی آمد گھر میں سب بال بچوں کے خرچ میں صرف ہوتی تھی، تجارت چھٹنے کے بعد جو روپیہ بچا وہ سب گھر کے خرچوں میں صرف ہوا، کبھی یہ ذکر درمیان نہ آیا کہ میرے زیور کاروپیہ ہے کیونکہ معاملہ ایک سمجھا جاتا تھا اب وہ روپیہ بھی نہیں اور

^۱ ردالمحتار باب وجوب الزکوٰۃ فی دین المرصد مصطفیٰ البانی مصر ۳۹/۲

نہ شوہر کار و زگار ٹھیک ہے اور قرضہ بدستور ہے، بیٹو اتوجرو۔

الجواب:

اگر زیور تمھاری اجازت سے بیچ کر شوہر نے اپنی تجارت میں لگایا اگرچہ وہ اجازت اسی مجبوری سے تھی کہ شوہر کی بیکاری ہے تو اس کی قیمت شوہر پر قرض رہی، اور اگر بے تمھاری اجازت کے بطور خود بیچ ڈالا اگرچہ تم نے سکوت کیا تو حکم غصب میں تھا بہر حال سال بسال اُس کی زکوٰۃ تم پر واجب ہوتی رہی اور واجب ہوا اگرگی جب تک نصاب باقی ہے مگر اس زکوٰۃ کا دینا تم پر واجب نہ ہوگا، جب تک شوہر اس میں سے بقدر گیارہ روپے سوا تین آنہ کچھ کوڑیاں کم کے تمھیں ادا نہ کرے یعنی لے ۵/۲-۲/۳ پائی جس وقت اس قدر اس میں سے تمھارے قبضہ میں آئے گا اُس وقت اس مقدار کا چالیسوں حصہ دینا واجب ہوگا اور اگر کچھ قبضہ میں نہ آئے گا تو اس زکوٰۃ کا ادا کرنا تو واجب نہ ہوگا،

مغضوب میں فرمایا کہ ظاہر وجوب کا قول ہی ہے کیونکہ یہی دین قوی کا حکم ہے اھ یعنی چالیس درہم کے قبض پر ایک درہم لازم۔ (ت)	قال الشامی فی مسئلۃ المغضوب قال والظاهر علی القول بالوجوب ان حکم الدین القوی اھ ای فتجب عند قبض اربعین درہماً ^۱

ہاں اگر تم نے وہ زیور انھیں دے ہی دیا تھا اس کی قیمت کبھی لینے کا خیال نہ تھا تو تم پر اس کی زکوٰۃ واجب ہی نہیں کہ ایسی حالت میں تمھیں استحقاقِ واپسی نہ رہا جبکہ کسی قرینہ سے شوہر کو مالک کر دینا سمجھا گیا ہو، واللہ تعالیٰ اعلم۔
مسئلہ ۶۸: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی شخص کا روپیہ اگر قرض میں پھیلا ہو تو اس کی زکوٰۃ اس کے ذمہ فرض ہے یا نہیں؟ بیٹو اتوجرو

الجواب:

جو روپیہ قرض میں پھیلا ہے اس کی بھی زکوٰۃ لازم ہے مگر جب بقدر نصاب یا خمس نصاب وصول ہوا اُس وقت ادا واجب ہوگی جتنے برس گزرے ہوں سب کا حساب لگا کر۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۶۹: ۸ شوال ۱۳۱۴ھ

(۱) شوہر میرا قرضدار ہے اور میرے پاس زیور ہے زکوٰۃ کے لائق، اور میرا شوہر کا معاملہ ایک ہے، اور میرے پاس جو کچھ روپیہ ہوا تو شوہر کے قبضہ میں دے دیا یہ سمجھ کر کہ میرا اور اُن کا معاملہ واحد ہے بلکہ شوہر کو معلوم بھی

^۱ ردالمحتار باب وجوب الزکوٰۃ فی دین المرصد مصطفیٰ البانی مصر ۳۹/۲

بعد کو ہوا، اب میرا نہ شوہر پر تقاضا ہے نہ یہ گفتگو ہوئی کہ میں نے معاف کر دیا بلکہ اپنا ان کا معاملہ ایک سمجھ کر قرضہ میں دے دیا، اب جو زیور ہے وہ قرضہ سے بہت کم ہے لیکن زکوٰۃ کے لائق ہے اس صورت میں زکوٰۃ دینا فرض ہے یا نہیں؟ اور خرچ بال بچوں کا بہت ہے آمد بہت کم ہے، اگر زکوٰۃ فرض ہو تو کچھ ایسی صورت بتائے کہ جس میں زکوٰۃ بھی ادا ہو جائے اور خرچ کو تکلیف نہ ہو۔

(۲) جو روپیہ میری والدہ کے پاس سے مجھ کو ملا تھا میں نے شوہر کے قرضہ میں دے دیا یا گھر میں بال بچوں کے خرچ میں صرف ہوا زکوٰۃ کا حال معلوم نہ تھا مجھ پر فرض ہے۔ بینوا تو جو را۔

الجواب:

(۱) عورت اور شوہر کا معاملہ دنیا کے اعتبار سے کتنا ہی ایک ہو مگر اللہ عز و جل کے حکم میں وہ جدا جدا ہیں، جب تمہارے پاس زیور زکوٰۃ کے قابل ہے اور قرض تم پر نہیں شوہر پر ہے تو تم پر زکوٰۃ ضرور واجب ہے اور ہر سال تمام پر زیور کے سوا جو روپیہ یا اور زکوٰۃ کی کوئی چیز تمہاری اپنی ملک میں تھی اس پر بھی زکوٰۃ واجب ہوئی، جو روپے تم نے بغیر شوہر کے کچے بطور خود ان کے قرضہ میں دے دیا وہ تمہارا احسان سمجھا جائے گا اس کا مطالبہ شوہر سے نہیں ہو سکتا بال بچوں کا خرچ باپ کے ذمہ ہے تمہارے ذمہ نہیں، زکوٰۃ دینے سے خرچ کی تکلیف نہ سمجھوں بلکہ اس کا نہ دینا ہی تکلیف کا باعث ہوتا ہے نحوست اور بے برکتی لاتا ہے اور زکوٰۃ دینے سے مال بڑھتا ہے اللہ تعالیٰ برکت و فراغت دیتا ہے، قرآن مجید میں اللہ کا وعدہ ہے، اللہ تعالیٰ سچا اور اس کا وعدہ سچا، والسلام۔

(۲) اگر روپیہ تم نے شوہر کو دیا کہ اس سے اپنا قرض ادا کر لو اور اُسے دے ڈالنا مقصود نہ تھا تو وہ روپیہ تمہارا شوہر پر قرض ہے۔

في العقود الدرية عن لسان الحكماء دفع اليه دراهم فقال له انفقها ففعل فهو قرض كما لو قال اصرفها الى حوائجك¹	عقود الدرية میں لسان الحكماء سے ہے کہ اگر کسی کو یہ کہتے ہوئے دراہم دے گئے کہ تم انھیں خرچ کرو اب اس نے خرچ کر لیے تو یہ قرض ہے جیسا کہ کہا ہو کہ تو اسے اپنی ضروریات میں خرچ کرے (ت)

اس صورت میں تو وہی حکم ہے کہ اس کی زکوٰۃ تم پر سال بسال واجب جب تک نصاب باقی رہے، مگر یہ زکوٰۃ دینا اسی وقت لازم ہوگا جب شوہر سے بقدر لے ۱۳ کے وصول پاؤ گی، اُس وقت اس زکوٰۃ میں سے ساڑھے چار آنے دینے واجب ہوں گے کچھ کوڑیاں کم یعنی ۱۳/۵-۲۵ پائی، اور اگر شوہر کو دے ڈالا یا بطور خود شوہر کی

¹ العقود الدرية كتاب الهبة حاجي عبدالغفار وپسران تاجران کتب ارگ۔ بزار قدھار افغانستان ۹۱/۲

درخواست کے اُن کے قرضہ دے دیا تو یہ روپیہ اور نیز وہ جو بچوں کے خرچ میں صرف ہوا اُن میں یہ دیکھا جائے گا کہ زکوٰۃ کا سال تمام ہونے سے پہلے یہ روپیہ دے ڈالا اور صرف ہو گیا جب تو کچھ نہیں، اور اگر بعد زکوٰۃ واجب ہونے کے دے دیا اور اُٹھ گیا تو جب تک باقی تھا اتنی مدت کی زکوٰۃ واجب رہے جب سے دے ڈالا خرچ ہو گیا زکوٰۃ لازم نہ ہوئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۷: ۲۱ صفر ۱۳۳۲ھ

عورت پر مہر کی زکوٰۃ کون سی صورت سے واجب ہوگی مثلاً مہر غیر معجل ہے یا کہ معجل اور غیر معجل دونوں میں عورت نے معاف کر دیا یا کہ معجل اور غیر معجل دونوں شوہر نے ادا نہ کیا، عورت پر جب بھی کیا زکوٰۃ واجب؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

معجل مہر سے جب بقدر خمس نصاب ہو اُس وقت عورت پر زکوٰۃ واجب الادا ہوگی اور پہلے دینی رہے تو بہتر ہے اور یہ مہر جو عام طور پر بلا تعین وقت باندھا جاتا ہے جس کا مطالبہ عورت قبل موت و طلاق نہیں کر سکتی اس پر زکوٰۃ کی صلاحیت بعد وصول ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔



رسالہ

اعزالا کتناہ فی رد صدقہ مانع الزکوۃ
(زکوۃ ادا نہ کرنے والے کے صدقہ نفلی کے رد کے متعلق نادر تحقیق حقیق)

مسئلہ ۷۲: از پبلی بھیت مرسلہ عبدالرزاق خاں ذیقعدہ الحرام ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنے روپیہ کی زکوۃ نہیں دیتا ہے مگر روپیہ مصرفِ خیر میں صرف کرتا ہے یعنی ہر روز فقراء کو زر نقد و غلہ تقسیم کرتا ہے، اور ایک مسجد بنوائی ہے، اور ایک گاؤں اس روپیہ سے خرید کر واسطے خیرات کے ہبہ کر دیا ہے اور تاحیات خود زر توفیر اس کا صرف کرتا رہے مصرفِ خیر میں۔ اب ایک اور شخص یہ کہتا ہے کہ جس روپیہ کی زکوۃ نہیں دی گئی ہے، اس روپیہ سے کسی قسم کی خیرات جائز نہیں ہے ہر روز کی خیرات اور بنانا مسجد کا اور گاؤں کا ہبہ کرنا سب اکارت ہے۔ فلہذا فتویٰ طلب کیا جاتا ہے کہ جس روپیہ کی زکوۃ نہیں دی گئی ہے اس روپیہ کو مصرفِ خیر میں صرف کرنا جیسا کہ بالامذکور ہے درست ہے یا نہیں؟ اور اگر درست نہیں تو اس موضع کو ہبہ سے واپس لے کر دوبارہ اس قصد سے ہبہ کرے کہ اس موضع کی توفیر ہو جو ہر سال وصول ہوا کرے گی بالعوض اس زر زکوۃ کے جو اس کے ذمہ زمانہ ماضیہ کی دین ہے، صرف ہوا کرے۔ بینوا توجروا

المکلف: عبدالرزاق خاں ولد نھو خاں کھنڈ ساری ساکن پبلی بھیت محلہ اشرف خاں

الجواب:

زکوٰۃ اعظم فروض دین و اہم ارکان اسلام سے ہے ولہذا قرآن عظیم میں بتیس^{۳۲} جگہ نماز کے ساتھ اس کا ذکر فرمایا اور طرح طرح سے بندوں کو اس فرض اہم کی طرف بلایا، صاف فرمادیا کہ زہار نہ سمجھنا کہ زکوٰۃ دی تو مال میں سے اتنا کم ہو گیا، بلکہ اس سے مال بڑھتا ہے۔

يَمْحَقُ اللَّهُ الْرِّبَا وَ يُزِيْ بِرِي الصَّدَقَاتِ ^۱	اللہ ہلاک کرتا ہے سود کو اور بڑھاتا ہے خیرات کو (ت)

بعض درختوں میں کچھ اجزائے فاسدہ اس قسم کے پیدا ہو جاتے ہیں کہ پیڑ کی اٹھان کو روک دیتے ہیں، احمق نادان انھیں نہ تراشے گا کہ میرے پیڑ سے اتنا کم ہو جائے گا، پر عاقل ہوشمند تو جانتا ہے کہ ان کے چھانٹنے سے یہ نو نہال لہلہا کر درخت بنے گا ورنہ یوں ہی مرجھا کر رہ جائے گا، یہی حساب زکوٰۃ کی مال کا ہے۔ حدیث میں حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مَا خَالَطَتِ الصَّدَقَةُ او مَالِ الزَّكَاةِ مَالًا اِلَّا اَفْسَدَتْهُ ^۲ رَوَاهُ الْبِزَارُ وَ الْبَيْهَقِيُّ عَنْ اَمْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ الصَّدِيقِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا۔	زکوٰۃ کا مال جس میں ملا ہو گا اسے تباہ و برباد کر دے گا۔ اسے بزار اور بیہقی نے ام المؤمنین الصدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا۔

دوسری حدیث میں ہے حضور والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مَاتْلَفٌ مَّالٌ فِيْ بَرٍّ وَّ لَا بَحْرٍ اِلَّا بِحَبْسِ الزَّكَاةِ ^۳ اَخْرَجَهُ الطَّبْرَانِيُّ فِي الْاَوْسَطِ عَنْ ابْنِ هُرَيْرَةَ عَنْ اَمِيرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عُمَرَ الْفَارُوقِ الْاَعْظَمِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا۔	خسکی و تری میں جو مال تلف ہوا ہے وہ زکوٰۃ نہ دینے ہی سے تلف ہوا ہے۔ اسے طبرانی نے اوسط میں ابو ہریرہ سے امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔

تیسری حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ اَدٰى زَكَاةً مَّالَهُ فَقَدْ اَذْهَبَ اللّٰهُ شَرَّهُ ^۴ ۔ اَخْرَجَهُ ابْنُ خَزِيْمَةَ فِيْ صَحِيْحِهِ وَ الطَّبْرَانِيُّ	جس نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کر دی بیشک اللہ تعالیٰ نے اس مال کا شر اس سے دور کر دیا۔ اسے ابن خزیمہ

^۱ القرآن ۲/ ۲۷۶

^۲ شعب الایمان للبیہقی حدیث ۳۵۲۲ فصل الاستغفار عن المسئلة دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/ ۲۷۳

^۳ مجمع الزوائد بحوالہ معجم اوسط باب فرض الزکوٰۃ دار الکتب العربیہ بیروت ۳/ ۶۳

^۴ صحیح ابن خزیمہ حدیث ۲۲۵۸ المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۱۳

جس نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کر دی بیشک اللہ تعالیٰ نے اس مال کا ثمر اس سے دُور کر دیا۔ اسے ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں، طبرانی نے معجم اوسط میں اور حاکم نے مستدرک میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔	فی الاوسط والحاکم فی المستدرک عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

چوتھی حدیث میں ہے حضور علیٰ صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ فرماتے ہیں:

اپنے مالوں کو مضبوط قلعوں میں کر لو زکوٰۃ دے کر، اور اپنے بیماروں کا علاج کرو خیرات سے۔ اسے ابوداؤد نے اپنی مراسیل میں امام حسن بصری سے اور طبرانی و بیہقی اور دیگر محدثین نے صحابہ کی ایک جماعت سے نقل کیا ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔	حَصَّنُوا اَمْوَالَكُمْ بِالزَّكَاةِ وَادَاوُوا مَرْضَاكُمْ بِالصَّدَقَةِ ۱ رواہ ابوداؤد فی مراسیلہ عن الحسن والطبرانی و البیہقی وغیرہما من جماعۃ من الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

اے عزیز! ایک بے عقل گنوار کو دیکھ کہ تخم گندم اگر پاس نہیں ہوتا بہزار دقت قرض دام سے حاصل کرتا اور اسے زمین میں ڈال دیتا ہے، اس وقت تو وہ اپنے ہاتھوں سے خاک میں ملادیا مگر امید لگی ہے کہ خدا چاہے تو یہ کھونا بہت کچھ پانا ہو جائے گا۔ تجھے اس گنوار کے برابر بھی عقل نہیں، یا جس قدر ظاہری اسباب پر بھروسہ ہے اپنے مالک جل وعلا کے ارشاد پر اتنا اطمینان بھی نہیں کہ اپنے مال بڑھانے اور ایک ایک دانہ ایک ایک پیڑ بنانے کو زکوٰۃ کا بیج نہیں ڈالتا۔ وہ فرماتا ہے: زکوٰۃ دو تمہارا مال بڑھے گا۔ اگر دل میں اس فرمان پر یقین نہیں جب تو کھلا کفر ہے، ورنہ تجھ سے بڑھ کر احمق کون کہ اپنے یقینی نفع دین و دنیا کی ایسی بھاری تجارت چھوڑ کر دونوں جہانوں کا زیاں مول لیتا ہے۔

حدیث: میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

تمہارے اسلام کا پورا ہونا یہ ہے کہ اپنے مالوں کی زکوٰۃ ادا کرو۔ اسے بزار نے حضرت علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔	ان تمام اسلامکم ان تؤدوا زکوٰۃ اموالکم۔ ^۲ رواہ البزار عن علقمہ۔

حدیث: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

جو اللہ اور اللہ کے رسول پر ایمان لاتا ہو اسے لازم	من کان یؤمن باللہ ورسولہ فلیؤد زکوٰۃ

^۱ کتاب المرسل باب الصائم یصیب اھلہ (۲۰) مکتبہ علمیہ لاہور ص ۶۲

^۲ کشف الاستار عن زوائد البزار باب وجوب الزکوٰۃ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱/ ۴۱۶

مآلہ۔^۱ رواہ الطبرانی فی الکبیر عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔	جو اللہ اور اللہ کے رسول پر ایمان لاتا ہو اسے لازم ہے کہ اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرے۔ اسے طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔

حدیث ۳: حضورِ نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جس کے پاس سونا یا چاندی ہو اور اس کی زکوٰۃ نہ دے قیامت کے دن اس زروسیم کی تختیاں بنا کر جہنم کی آگ میں تپائیں گے، پھر ان سے اس شخص کی پیشانی اور کروٹ اور پیٹھ پر داغ دیں گے، جب وہ تختیاں ٹھنڈی ہو جائیں گی پھر انھیں تپا کر داغیں گے قیامت کے دن کہ پچاس ہزار برس کا ہے، یونہی کرتے رہیں گے، یہاں تک کہ تمام مخلوق کا حساب ہو چکے۔^۲ اخرجہ الشیخان عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بخاری و مسلم نے اسے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت) مولیٰ تعالیٰ فرماتا ہے:

اور جو لوگ جوڑتے ہیں سونا چاندی اور اسے خدا کی راہ میں نہیں اٹھاتے یعنی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے انھیں بشارت دے دکھ کی مار کی، جس دن تپا یا جائے گا وہ سونا چاندی جہنم کی آگ سے، پس داغی جائیں گی اس سے ان کی پیشانیاں اور کروٹیں اور پیٹھیں، یہ ہے جو تم نے اپنے لیے جوڑ کر رکھا تھا اب چکھو مزاس جوڑنے کا۔	وَالَّذِينَ يَكْنُزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يَنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ فَبِئْسَ لَهُم مَّوَدِعَ آلِيمٍ ۚ ۝ يَوْمَ يُخْفَىٰ عَلَيْهِمْ نَارُ جَهَنَّمَ فَيُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَأُخْفُورُهُمْ ۖ هَٰذَا مَا كُنْتُمْ لَا تَفْسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْنُزُونَ ۝ ۳

پھر اس داغ دینے کو بھی نہ سمجھے کہ کوئی چہکا لگا دیا جائے گا یا پیشانی و پشت و پہلو کی چربی نکل کر بس ہوگی بلکہ اس کا حال بھی حدیث سے سُن لیجئے:

حدیث ۴: سیدنا ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ان کے سر، پستان پر وہ جہنم کا گرم پتھر رکھیں گے کہ سینہ توڑ کر شانہ سے نکل جائے گا اور شانہ کی ہڈی پر رکھیں گے کہ ہڈیاں توڑتا سینہ سے نکلے گا۔^۴ اخرجہ الشیخان

^۱ المعجم الکبیر حدیث ۱۳۵۶۱ عن عبد اللہ ابن عمر مکتبہ فیصلیہ بیروت ۲۲۴/۱۲

^۲ صحیح مسلم باب اثم مانع الزکوٰۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۳۱۸/۱

^۳ القرآن ۹/۳۴

^۴ صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ باب ما دی زکوٰۃ فلیس بمنز قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۸۹/۱

عن الاحنف بن قیس (اسے امام بخاری و مسلم نے حضرت احنف بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت) اور فرمایا: میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ پیٹھ توڑ کر کروٹ سے نکلے گا اور گڈی توڑ کر پیشانی سے۔^۱ رواہ مسلم (اسے امام مسلم نے روایت کیا۔ ت) اور اس کے ساتھ اور بھی ایک کیفیت سن رکھئے:

حدیث ۵: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کوئی روپیہ دوسرے روپے پر نہ رکھا جائے نہ کوئی اشرفی دوسری اشرفی سے چُھو جائے گی بلکہ زکوٰۃ دینے والے کا جسم اتنا بڑھا دیا جائے گا کہ لاکھوں کروڑوں جوڑے ہوں تو ہر روپیہ جدا داغ دے گا۔^۲ رواہ الطبرانی فی الکبیر (اسے طبرانی نے معجم کبیر میں نقل کیا ہے۔ ت) اے عزیز! کیا خدا و رسول کے فرمان کو یونہی ہنسی ٹھٹھا سمجھتا ہے یا پچاس ہزار برس کی مدت میں یہ جانکاہ مصیبتیں جھیلنی سہل جانتا ہے، ذرا یہیں کی آگ میں ایک آدھ روپیہ گرم کر کے بدن پر رکھ دیکھ، پھر کہاں یہ خفیف گرمی کہاں وہ قہر آگ، کہاں یہ ایک ہی روپیہ کہاں وہ ساری عمر کا جوڑا ہوا مال، کہاں یہ منٹ بھر دیر کہاں وہ ہزار دن برس کی آفت، کہاں یہ ہلکا سا چمکا کہاں وہ ہڈیاں توڑ کر پار ہونے والا غضب۔ اللہ تعالیٰ مسلمان کو ہدایت بخشنے، آمین!

حدیث ۶: مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جو شخص اپنے مال کی زکوٰۃ نہ دے گا وہ مال روز قیامت گنجلے اڑدے کی شکل بنے گا اور اس کے گلے میں طوق ہو کر پڑے گا۔ پھر سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کتاب اللہ سے اس کی تصدیق پڑھی کہ رب عزوجل فرماتا ہے:

جس چیز میں بخل کر رہے ہیں قریب ہے کہ طوق بنا کر ان کے گلے میں ڈالی جائے قیامت کے دن۔
اسے ابن ماجہ، نسائی اور ابن خزیمہ نے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے (ت)

سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ^۳
رواہ ابن ماجہ والنسائی وابن خزیمہ عن ان مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حدیث ۷: فرماتے ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: وہ اڑدہا منہ کھول کر اس کے پیچھے دوڑے گا، یہ بھلے گا، اس سے فرمایا جائے گا: لے اپنا وہ خزانہ کہ چمپا کر رکھا تھا کہ میں اس سے غنی ہوں۔ جب دیکھے گا کہ

۱ صحیح مسلم باب اثم مانع الزکوٰۃ نور محمد اصح المطابع کراچی ۳۲۱/۱

۲ کشف الاستار عن زوائد البراز باب فین منع الزکوٰۃ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱/۲۱۸، المعجم الکبیر مروی از ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث ۱۳۰۸

مکتبہ فیصلیہ بیروت ۲/۹۱

۳ صحیح البخاری باب اثم مانع الزکوٰۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۸۸/۱

۴ مجمع الزوائد بحوالہ معجم اوسط باب فرض الزکوٰۃ دار الکتاب العربی بیروت ۳/۶۲

اس اژدہا سے کہیں مفر نہیں، ناچار اپنا ہاتھ اس کے منہ میں دے دے گا، وہ ایسا چبائے گا جیسے نراونٹ چباتا ہے۔^۱ رواہ مسلم عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اسے مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

حدیث^۸: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: جب وہ اژدہا اس پر دوڑے گا یہ پوچھے گا تو کون ہے؟ کہے گا میں تیرا وہ بے زکوٰتی مال ہوں جو چھوڑ مرا تھا جب یہ دیکھے گا کہ وہ پیچھا کیے ہی جا رہا ہے ہاتھ اس کے منہ میں دے دے گا وہ چبائے گا، پھر اس کا سارا بدن چبا ڈالے گا۔^۲ اخرجه البزار والطبرانی وابنا اخزيمة وحبان عن ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اسے بزار، طبرانی، ابن خزیمہ اور ابن حبان نے حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث^۹: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: وہ اژدہا اس کا منہ اپنے پھن میں لے کر کہے گا: میں تیرا مال ہوں میں تیرا خزانہ ہوں۔^۳ رواہ البخاری والنسائی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اسے بخاری اور نسائی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

حدیث^{۱۰}: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: فقیر ہر گز ننگے بھوکے ہونے کی تکلیف نہ اٹھائیں گے مگر اغنیاء کے ہاتھوں، سُن لو ایسے تو نگروں سے اللہ تعالیٰ سخت حساب لے گا اور انھیں دردناک عذاب دے گا۔^۴ رواہ الطبرانی عن امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ (اسے طبرانی نے امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث^{۱۱}: عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: زکوٰۃ نہ دینے والا ملعون ہے زبانِ پاک محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر۔^۵ رواہ ابن خزیمہ واحمد وابو یعلیٰ وابن حبان (اسے

۱ صحیح مسلم باب اثم مانع الزکوٰۃ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۳۲۱

۲ کشف الاستار عن زوائد البزار باب فین منع الزکوٰۃ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱/۱۰۴۱۸، المعجم الکبیر مروی از ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث ۱۳۰۸

۳ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۲/۹۱

۴ صحیح البخاری باب اثم مانع الزکوٰۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۸۸

۵ مجمع الزوائد بحوالہ معجم اوسط باب فرض الزکوٰۃ دار الکتب العربیہ بیروت ۶/۳، صحیح ابن خزیمہ باب ذل عن لادی الصدقۃ المکتب الاسلامی بیروت

۹/۴

۵ صحیح ابن خزیمہ باب ذل عن لادی الصدقۃ المکتب الاسلامی بیروت ۴/۹، کنز العمال بحوالہ عن ابن مسعود حدیث ۹۷۵۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۴

۱۰۴/

ابن خزیمہ، احمد، ابویعلیٰ اور ابن حبان نے روایت کیا۔ (ت)

حدیث ۳: "مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ فرماتے ہیں: رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سُود کھانے والے اور کھلانے والے اور اس پر گواہی کرنے والے اور اس کا کاغذ لکھنے والے، زکوٰۃ نہ دینے والے ان سب کو قیامت کے دن ملعون بتایا۔¹ رواہ الاصبہانی (اسے اصبہانی نے روایت کیا۔ (ت)

حدیث ۳: "کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: قیامت کے دن تو گمروں کے لیے محتاجوں کے ہاتھ سے خرابی ہے۔ محتاج عرض کریں گے اے رب ہمارے! انہوں نے ہمارے وہ حقوق جو تُو نے ہمارے لیے ان پر فرض کیے تھے ظلماً نہ دے اللہ عزوجل فرمائے گا: مجھے قسم ہے اپنے عزت کی وجلال کی کہ تمہیں اپنا قُرب عطا کروں گا اور انہیں دُور رکھوں گا۔² رواہ الطبرانی و ابو الشیخ عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اسے طبرانی اور ابو شیخ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

حدیث ۳: "کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کچھ لوگ دیکھے جن کے آگے پیچھے غرق لنگوٹیوں کی طرح کچھ جیتھڑے تھے اور جہنم کی گرم آگ پتھر اور تھوہر اور سخت کڑوی جلتی بدبو گھانس چوپایوں کی طرح چرتے پھرتے تھے۔ جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ عرض کی: یہ زکوٰۃ نہ دینے والے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم نہیں فرماتا۔³ رواہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اسے بزار نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

حدیث ۱۵: دو عورتیں خدمت والا میں سونے کے کنگن پہنے ہوئیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کی زکوٰۃ دوگی؟ عرض کی؟ نہ۔ فرمایا: کیا چاہتی ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں آگ کے کنگن پہنائے؟ عرض کی: نہ۔ فرمایا: زکوٰۃ دو۔⁴ رواہ الترمذی والدارقطنی واحمد وابوداؤد والنسائی عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما (اسے ترمذی، دارقطنی، احمد، ابوداؤد اور نسائی نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ (ت)

حدیث ۱۶: ایک بی بی چاندی کے چھلے پہنے تھیں، فرمایا: ان کی زکوٰۃ دوگی؟ انہوں نے کچھ انکار سا کیا۔

¹ کنز العمال بحوالہ ہب عن علی حدیث ۹۷۸۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰۴/۴

² مجمع الزوائد بحوالہ المنعم الاوسط باب فرض الزکوٰۃ دارالکتب العربیہ بیروت ۲۲/۳

³ کشف الاستار عن زوائد البرزبار باب من فی الاسراء حدیث ۵۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۳۸/۱

⁴ جامع الترمذی باب ماجاء فی زکوٰۃ الحلی آفتاب عالم پریس لاہور ۸۱/۱

فرمایا: تو یہ ہی جہنم میں لے جانے کو بہت ہیں۔^۱ رواہ ابو داؤد والدارقطنی عن امر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا (اسے ابو داؤد اور دارقطنی نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا۔ ت) حدیث ۱۷: کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: زکوٰۃ نہ دینے والا قیامت کے دن دوزخ میں ہوگا۔^۲ رواہ الطبرانی عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اسے طبرانی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت) حدیث ۱۸: فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: دوزخ میں سب سے پہلے تین شخص جائیں گے، ان میں ایک وہ توکر کہ اپنے مال میں عزوجل کا حق ادا نہیں کرتا۔^۳ رواہ ابن خزیمہ وابن حبان فی صحیحہما عن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اسے ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اپنی اپنی صحیح میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت)

غرض زکوٰۃ نہ دینے کی جانکاہ آفتیں وہ نہیں جن کی تاب آسکے، نہ دینے والے کو ہزار سال ان سخت عذابوں میں گرفتاری کی امید رکھنا چاہئے کہ ضعیف البنیان انسان کی کیا جان، اگر پہاڑوں پر ڈالی جائیں سُرمہ ہو کر خاک میں مل جائیں، پھر اس سے بڑھ کر احمق کون کہ اپنا مال جھوٹے سچے نام کی خیرات میں صرف کرے اور اللہ عزوجل کا فرض اور اس بادشاہ قہار کا وہ بھاری قرض گردن پر رہنے دے، شیطان کا بڑا دھوکا ہے کہ آدمی کو نیکی کے پردے میں ہلاک کرتا ہے، نادان سمجھتا ہی نہیں، نیک کام کر رہا ہوں، اور نہ جانا کہ نفل بے فرض نہ دھوکے کی ٹٹی ہے، اس کے قبول کی امید تو مفقود اور اس کے ترک کا عذاب گردن پر موجود۔ اے عزیز! فرض خاص سلطانی قرض ہے اور نفل گویا تحفہ و نذرانہ۔ قرض نہ دیجئے اور بالائی بیکار تحفے بھیجئے وہ قابل قبول ہوں گے خصوصاً اس شہنشاہ غنی کی بارگاہ میں جو تمام جہان و جہانیاں سے بے نیاز؟ یوں یقین نہ آئے تو دنیا کے جھوٹے حاکموں ہی کو آزمالے، کوئی زمین دار مال گزاری تو بند کر لے اور تحفے میں ڈالیاں بھیجا کرے، دیکھو تو سرکاری مجرم ٹھہرتا ہے یا اس کی ڈالیاں کچھ بہبود کا پھل لاتی ہیں! ذرا آدمی اپنے ہی گریبان میں منہ ڈالے، فرض کیجئے آسامیوں سے کسی کھنڈساری کارس بندھا ہوا ہے جب دینے کا وقت آئے وہ رس تو ہر گز نہ دیں مگر تحفے میں آم خر بوزے بھیجیں، کیا یہ شخص ان آسامیوں سے راضی ہو گیا آتے ہوئے اس کی نادہندگی پر جو آزار انھیں پہنچا سکتا ہے ان آم خر بوزے کے بدلے اس سے باز

1 سنن ابی داؤد باب الکفر ماہود زکوٰۃ الحلی آفتاب عالم پریس لاہور ۲۱۸/۱

2 مجمع الزوائد بحوالہ المعجم الصغیر باب فرض الزکوٰۃ دارالکتب العربی بیروت ۱۲/۳

3 صحیح ابن خزیمہ باب لذكر اذخال مانع الزکوٰۃ الخ المکتب الاسلامی بیروت ۸/۴

آئے گا۔ سبحان اللہ! جب ایک کھنڈ ساری کے مطالبہ کا یہ حال ہے تو ملک الملوک احکم الحاکمین جل وعلا کے قرض کا کیا پوچھنا! لاجرم محمد بن المبارک بن الصباح اپنے جزء الما اور عثمان بن ابی شیبہ اپنی سنن اور ابو نعیم حلیۃ الاولیاء اور ہٹا د فوائد اور ابن جریر تہذیب الآثار میں عبد الرحمن بن سابط وزید وزبید پسران حارث و مجاہد سے راوی:

یعنی جب خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نزع کا وقت ہوا امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر فرمایا: اے عمر! اللہ سے ڈرنا اور جان لو کہ اللہ کے کچھ کام دن میں ہیں کہ انھیں رات میں کرو تو قبول نہ فرمائے گا اور کچھ کام رات میں کہ انھیں دن میں کرو تو مقبول نہ ہوں گے، اور خبردار رہو کہ کوئی نفل قبول نہیں ہوتا جب تک فرض ادا نہ کر لیا جائے الحديث (اسے علامہ ابراہیم بن عبد اللہ الیمنی المدنی الشافعی نے القول الصواب فی فضل عمر بن الخطاب "وفی الباب التاسع عشر من کتاب التحقیق فی فضل الصدیق" وهو اول کتب کتابہ "الاکتفاء فی فضل الابعۃ الخلفاء" ورواه الامام الجلیل الجلال السیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ فی الجامع الکبیر فقال عن عبد الرحمن بن سابط و زید و زبید بن الحارث و مجاہد قالوا لما حضر الخ²	لما حضر ابابکر بن الموت دعا عمر فقال اتق الله يا عمر واعلم ان له عملا بالنهار لا يقبله بالليل وعملا بالليل لا يقبله بالنهار واعلم انه لا يقبل نافلة حتى تؤدى الفريضة¹ الحديث۔ ذكره العلامة ابراهيم بن عبد الله اليميني المدني الشافعي في الباب الثالث عشر من كتاب "القول الصواب في فضل عمر بن الخطاب" وفي الباب التاسع عشر من كتاب "التحقيق في فضل الصديق" وهو اول كتب كتابه "الاكتفاء في فضل الابعۃ الخلفاء" ورواه الامام الجليل الجلال السیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ فی الجامع الکبیر فقال عن عبد الرحمن بن سابط و زید و زبید بن الحارث و مجاہد قالوا لما حضر الخ²

حضور پرنور سیدنا غوث اعظم مولائے اکرم حضرت شیخ محی الملک والدین ابو محمد عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی کتاب مستطاب فتوح الغیب شریف میں کیا کیا جگر شکاف مثالیں ایسے شخص کے لیے ارشاد فرمائی ہیں جو فرض چھوڑ کر نفل بجالائے۔ فرماتے ہیں: اس کی کہادت ایسی ہے جیسے کسی شخص کو بادشاہ

¹ حلیۃ الاولیاء، ذکر المهاجرین نمبر ۱۱ ابو بکر الصدیق دار لکتاب العربی بیروت ۱/ ۳۶

² المسانید والمرامیل من الجامع الکبیر حدیث ۱۸۹ سند ابو بکر الصدیق دار الفکر بیروت ۱۳/ ۵۳

اپنی خدمت کے لیے بلائے، یہ وہاں تو حاضر نہ ہوا اور اس کے غلام کی خدمتگاری میں موجود رہے۔ پھر حضرت امیر المومنین مولیٰ المسلمین سیدنا مولیٰ علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے اس کی مثال نقل فرمائی کہ جناب ارشاد فرماتے ہیں: ایسے شخص کا حال اس عورت کی طرح ہے جسے حمل رہا جب بچہ ہونے کے دن قریب آئے اسقاط ہو گیا اب وہ نہ حاملہ ہے نہ بچہ والی۔ یعنی جب پورے دنوں پر اگر اسقاط ہو تو سخت توپوری اٹھائی اور نتیجہ خاک نہیں کہ اگر بچہ ہوتا تو شمرہ خود موجود تھا حمل باقی رہتا تو آگے امید لگی تھی، اب نہ حمل نہ بچہ، نہ اُمید نہ شمرہ اور تکلیف وہی جھیلی جو بچہ والی کو ہوتی۔ ایسے ہی اس نفل خیرات دینے والے کے پاس روپیہ تو اٹھا مگر جبکہ فرض چھوڑا یہ نفل بھی قبول نہ ہوا تو خرچ کا خرچ ہوا اور حاصل کچھ نہیں۔ اسی کتاب مبارک میں حضور مولیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ:

فَانِ اشْتَغَلَ بِاللِّسَنِ وَالنَّوَافِلَ قَبْلَ الْفَرَائِضِ لَمْ يَقْبَلْ مِنْهُ وَاهِيْنٌ۔ ¹	یعنی فرض چھوڑ کر سنت و نفل میں مشغول ہو گا یہ قبول نہ ہوں گے اور خود کیا جائے گا۔

یوں ہی شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ، نے اس کی شرح میں فرمایا کہ:

ترک آنچہ لازم و ضروری ست و اہتمام بآنچہ نہ ضروری است از فائدہ عقل و خرد و راست چہ دفع ضرر اہم ست بر عاقل از جلب نفع بلکہ بحقیقت نفع دریں صورت منتفی است۔ ²	لازم اور ضروری چیز کا ترک اور جو ضروری نہیں اس کا اہتمام عقل و خرد میں فائدہ سے دور ہے کیونکہ عاقل کے ہاں حصول نفع سے دفع ضرر اہم ہے بلکہ اس صورت میں نفع منتفی ہے۔ (ت)

حضرت شیخ الشیوخ امام شہاب الملوٰۃ والدین سسروردی قدس سرہ العزیز عوارف شریف کے باب الثامن والتشہین میں حضرت خواص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل فرماتے ہیں:

بلغنا ان الله لا يقبل نافلة حتى يؤدى فريضة يقول الله تعالى 'مثلکم کمثل العبد السوء بداء بالهداية قبل قضاء الدين'۔ ³	ہمیں خبر پہنچی کہ اللہ عزوجل کوئی نفل قبول نہیں فرماتا یہاں تک کہ فرض ادا کیا جائے، اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے فرماتا ہے کہ اوت تمہاری بد بندہ کی مانند ہے جو قرض ادا کرنے سے پہلے تحفہ پیش کرے۔

خود حدیث میں ہے: حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

¹ فتوح الغیب مع شرح عبدالحق الدہلوی المتقاۃ الثابۃ والاربعون منشی نوکشتور لکھنؤ ص ۷۳

² فتوح الغیب مع شرح عبدالحق الدہلوی المتقاۃ الثابۃ والاربعون منشی نوکشتور لکھنؤ ص ۷۳

³ عوارف المعارف ملحق باحیاء العلوم باب ۳۸ فی ذکر آداب الصلوٰۃ الخ مکتبہ ومطبعہ المشد الحسینی قاہرہ ص ۱۶۸

چار ۴ چیزیں اللہ تعالیٰ نے اسلام میں فرض کی ہیں جو ان میں سے تین ادا کرے وہ اسے کچھ کام نہ دیں جب تک پوری چاروں نہ بجالائے نماز، زکوٰۃ، روزہ رمضان، حج کعبہ (اسے امام احمد نے اپنی مسند میں سند حسن کے ساتھ حضرت عمارہ بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت)	اربع فرضهن الله في الاسلام فمن جاء بثلاث لم يغنين عنه شيئاً حتى يأتي بهن جميعاً الصلوة والزكاة وصيام رمضان وحج البيت¹ رواه الامام احمد في مسنده بسند حسن عن عمارة بن حزم رضي الله تعالى عنه۔

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

ہمیں حکم دیا گیا کہ نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں اور جو زکوٰۃ نہ دے اس کی نماز قبول نہیں (اسے طبرانی نے المعجم الکبیر میں صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ت)	امرنا باقام الصلوة وايتاء الزكاة ومن لم يترك فلا صلوة له² رواه الطبراني في الكبير بسند صحيح۔

سبحان اللہ! جب زکوٰۃ نہ دینے والے کی نماز، روزے، حج تک مقبول نہیں تو اس نفل خیرات نام کی کائنات سے کیا امید ہے بلکہ انہی سے اصحابی کی روایت میں آیا کہ فرماتے ہیں:

جو نماز ادا کرے اور زکوٰۃ نہ دے وہ مسلمان نہیں کہ اسے اس کا عمل کام آئے۔	من اقام الصلوة ولم يؤت الزكاة فليس بمسلم ينفعه³

الہی! مسلمان کو ہدایت فرما آمین! بالجملہ اس شخص نے آج تک جس قدر خیرات کی، مسجد بنائی، گاؤں وقف کیا، یہ سب امور صحیح و لازم تو ہو گئے کہ اب نہ دی ہوئی خیرات فقیر سے واپس کر سکتا ہے نہ کئے ہوئے وقف کو پھیر لینے کا اختیار رکھتا ہے، نہ اس گاؤں کی توفیر ادائے زکوٰۃ، خواہ اپنے اور کسی کام میں صرف کر سکتا ہے کہ وقف بعد تمامی لازم و حتمی ہو جاتا ہے جس کے ابطال کا ہر گز اختیار نہیں رہتا۔

در مختار میں ہے کہ وقف صاحبین کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں چلے جانے کی وجہ سے لازم ہو جاتا ہے	في الدر المختار الوقف عند هما هو حبسها على ملك الله تعالى فيلزم فلا يجوز

¹ مسند احمد بن حنبل حدیث زیاد بن نعیم دار الفکر بیروت ۲۰۱/۴، کنز العمال بحوالہ ہب عن عمارہ بن حزم حدیث ۳۳ موسیٰ الرسالہ بیروت ۱

² مجمع الزوائد بحوالہ المعجم الکبیر باب فرض الزکوٰۃ دار الکتب العربی بیروت ۱۲/۳

³ الترغیب والترہیب بحوالہ اصحابی الترہیب من منع الزکوٰۃ مصطفیٰ البابی مصر ۱۳۵۰ھ

له ابطاله ولا يورث عنه وعليه الفتوى،¹ ملخصاً۔	در مختار میں ہے کہ وقف صاحبین کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں چلے جانے کی وجہ سے لازم ہو جاتا ہے لہذا اس کا ابطال جائز نہیں، اور نہ ہی اس کا کوئی وارث ہو سکتا ہے، اسی پر فتویٰ ہے۔ (ت)

مگر بائیں ہمہ جب تک زکوٰۃ پوری پوری نہ ادا کرے ان افعال پر امیدِ ثواب و قبول نہیں کہ کسی فعل کا صحیح ہو جانا اور بات ہے اور اس پر ثواب ملنا مقبول بارگاہ ہونا اور بات ہے، مثلاً اگر کوئی شخص دکھاوے کے لیے نماز پڑھے نماز صحیح تو ہو گئی فرض اُتر گیا، پر نہ قبول ہو گئی نہ ثواب پائے گا، بلکہ الٹا گناہگار ہوگا، یہی حال اس شخص کا ہے۔ اے عزیز! اب شیطان لعین کہ انسان کا عدو مبین ہے بالکل ہلاک کر دینے اور یہ ذرا سا ڈور جو قصد خیرات کا لگا رہ گیا ہے جس سے فقراء کو تو نفع ہے اسے بھی کاٹ دینے کے لیے یوں فقرہ سُجھائے گا کہ جو خیرات قبول نہیں تو کرنے سے کیا فائدہ، چلو اسے بھی دُور کرو، اور شیطان کی پوری بندگی بجالاؤ، مگر اللہ عزوجل کو تیری بھلائی اور عذاب شدید سے رہائی منظور ہے، وہ تیرے دل میں ڈالے گا کہ اس حکم شرعی کا جواب یہ نہ تھا جو اس دشمن ایمان نے تجھے سکھایا اور رہا سہا بالکل ہی متمرّد و سرکش بنایا بلکہ تجھے تو فکر کرنے تھی جس کے باعث عذابِ سلطانی سے بھی نجات ملتی اور آج تک کہ یہ وقف و مسجد و خیرات بھی سب قبول ہو جانے کی اُمید پڑتی، بھلا غور کرو وہ بات بہتر کہ بگڑتے ہوئے کام پھر بن جائیں، اکارت جاتی محنتیں از سر نو شمرہ لائیں یا معاذ اللہ یہ بہتر کہ رہی سہی نام کو جو صورتِ بندگی باقی ہے اسے بھی سلام کیجئے اور کھلے ہوئے سرکشوں، اشتہاری باغیوں میں نام لکھالیتجئے، وہ نیک تدبیر یہی ہے کہ زکوٰۃ نہ دینے سے توبہ کیجئے، آج تک جتنی زکوٰۃ گردن پر ہے فوراً دل کی خوشی کے ساتھ اپنے رب کا حکم ماننے اور اسے راضی کرنے کو ادا کر دیجئے کہ شہنشاہ بے نیاز کی درگاہ میں باغی غلاموں کی فہرست سے نام کٹ کر فرماں بردار بندوں کے دفتر میں چہرہ لکھا جائے۔ مہربان مولا جس نے جان عطائی، اعضا دئے، مال دیا، کروڑوں نعمتیں بخشیں، اس کے حضور منہ اُجالا ہونے کی صورت نظر آئے اور مژدہ ہو، بشارت ہو، نوید ہو، تہنیت ہو کہ ایسا کرتے ہی اب تک جس قدر خیرات دی ہے وقف کیا ہے، مسجد بنائی ہے، ان سب کی بھی مقبولی کی اُمید ہوگی کہ جس جرم کے باعث یہ قابلِ قبول نہ تھے جب وہ زائل ہو گیا انھیں بھی باذن اللہ تعالیٰ شرف قبول حاصل ہو گیا۔ چارہ کار تو یہ ہے آگے ہر شخص اپنی بھلائی بُرائی کا اختیار رکھتا ہے، مدتِ دراز گزرنے کے باعث اگر زکوٰۃ کا تحقیقی حساب نہ معلوم ہو سکے تو عاقبت پاک کرنے کے لیے بڑی سے بڑی رقم جہاں تک خیال میں آ سکے فرض کر لے کہ زیادہ جائے گا تو ضائع نہ جائے گا، بلکہ تیرے رب مہربان کے پاس تیری بڑی حاجت کے وقت کے لیے جمع رہے گا

¹ در مختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۷۷

وہ اس کا کامل اجر جو تیرے حوصلہ و کمان سے باہر ہے عطا فرمائے گا، اور کم کیا تو بادشاہ قہار کا مطالبہ جیسا ہزار روپیہ کا ویسا ہی ایک پیسے کا۔ اگر بیدیں وجہ کہ مال کثیر اور قرون کی زکوٰۃ ہے یہ رقم وافر دیتے ہوئے نفس کو درد پہنچے گا، تو اول تو یہ ہی خیال کر لیجئے کہ قصور اپنا ہے سال بہ سال دیتے رہتے تو یہ گھڑی کیوں بندھ جاتی، پھر خدائے کریم عزوجل کی مہربانی دیکھئے، اس نے یہ حکم نہ دیا کہ غیروں ہی کو دیجئے بلکہ اپنوں کو دینے میں دونا ثواب رکھا ہے، ایک تصدق کا، ایک صلہ رحم کا۔ تو جو اپنے گھر سے پیارے، دل کے عزیز ہوں جیسے بھائی، بھتیجے، بھانجے، انھیں دے دیجئے کہ ان کا دینا چنداں ناگوار نہ ہوگا، بس اتنا لحاظ کر لیجئے کہ نہ وہ غنی ہو نہ غنی باپ زندہ کہ نابالغ سمجھے، نہ اُن سے علاقہ زوجیت یا ولادت ہو یعنی نہ وہ اپنی اولاد میں نہ آپ انکی اولاد میں۔ پھر اگر رقم ایسی ہی فراواں ہے کہ گویا ہاتھ بالکل خالی ہوا جاتا ہے تو دئے بغیر تو چھٹکارا نہیں، خدا کے وہ سخت عذاب ہزاروں برس تک جھیلنے بہت دشوار ہیں، دُنیا کی یہ چند سانسیں تو جیسے بنے گزر ہی جائیں گی، تاہم اگرچہ یہ شخص اپنے ان عزیزوں کو بہ نیت زکوٰۃ دے کر قبضہ دلائے پھر وہ ترس کھا کر بغیر اس کے جبر و اکراہ کے اپنی خوشی سے بطور ہبہ جس قدر چاہیں واپس کر دیں تو سب کے لیے سراسر فائدہ ہے، اس کے لیے یہ کہ خدا کے عذاب سے چھوٹا اللہ تعالیٰ کا قرض و فرض ادا ہوا اور مال بھی حلال و پاکیزہ ہو کر واپس ملا، جو رہا وہ اپنے جگر پاروں کے پاس رہا، ان کے لیے یہ فائدہ ہیں کہ دنیا میں مال ملاعتبے میں اپنے عزیز مسلمان بھائی پر ترس کھانے اور اسے ہبہ کرنے اور اس کے ادائے زکوٰۃ میں مدد دینے سے ثواب پایا، پھر اگر ان پر پورا اطمینان ہو تو زکوٰۃ سالہا سال حساب لگانے کی بھی حاجت نہ رہے گی، اپنا کل مال بطور تصدق انھیں دے کر قبضہ دلا دے پھر وہ جس قدر چاہیں اسے اپنی طرف سے ہبہ کر دیں، کتنی ہی زکوٰۃ اس پر تھی سب ادا ہو گئی اور سب مطلب بر آئے اور فریقین نے ہر قسم کے دینی و دنیوی نفع پائے، مولیٰ عزوجل اپنے کرم سے توفیق عطا فرمائے آمین آمین یا رب العالمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ اتم۔

مسئلہ ۷۳: از شہر ملوک پور مرسلہ جناب سید محمد علی صاحب نائب ناظر فرید پور ۳۰ رمضان المبارک ۱۳۲۹ھ زکوٰۃ کس ماہ میں دینا اولیٰ ہے یا یہ کہ زیور اور روپیہ تو جب پور سال گزر جائے؟

الجواب:

جب سال تمام ہو فوراً فوراً پورا ادا کرے، ہاں اولیت چاہے تو سال تمام ہونے سے پہلے پیشگی ادا کرے، اس کے لیے بہتر ماہ مبارک رمضان ہے جس میں نفل کا ثواب فرض کے برابر اور فرض کا ستر فرضوں کے برابر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۷۴: از بنارس مسجد نبی بی راجی متصل شفا خانہ مرسلہ مولوی حکیم عبدالغفور صاحب ۱۳۱۲ھ بقولکم ایہا العلماء (اے علماء کرام! آپ کا کیا ارشاد ہے) دریں مسئلہ کہ زید پیشہ طبابت کرتا ہے اور کچھ گولیاں اس کے پاس ہیں کہ بحساب فی روپیہ ۴ گولیاں علی العموم بیماروں کو دیتا ہے لیکن لاگت اصل چار گولیوں کے چار پیسے ہے، جب مطب میں کوئی غریب مصرف زکوٰۃ آجاتا ہے تو ۴ گولی مذکور الصدر جس کی قیمت اصلی ۴ پیسے ہے دے کر ایک روپیہ ادائے زکوٰۃ میں شمار کرتا ہے، اس صورت میں بموجب اس کے خیال کے ایک روپیہ زکوٰۃ میں سے ادا ہو گا یا ایک آنہ جو لاگت اصلی ہے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

ہر چند شخص کو اختیار ہے کہ اپنے پیشہ کی چیز برضائے مشتری ہزار روپے کے بیچے جبکہ اس میں کذب و فریب و مغالطہ نہ ہو، مگر زکوٰۃ وغیرہا صدقات واجبہ میں جہاں واجب شئی کی جگہ اس کی غیر کوئی چیز دی جائے تو صرف بلحاظ قیمت جانہیں ہی دی جاسکتی ہے،

تبيين میں ہے کہ اگر شئی کے غیر جنس سے زکوٰۃ ادا کرنا ہو تو بالاتفاق قیمت کا اعتبار ہو گا اھ اور تاتارخانیہ میں تحفہ سے ہے کہ اونٹوں میں اگر مؤنث لازم ہے تو اب مذکور سے ادائیگی جائز نہیں مگر بطور قیمت اھ امام سرخسی کی محیط کے صدقۃ الفطر میں ہے کہ گندم و جو کا آنا اور ان کے سنتو ایک دوسرے کی مثل ہیں لیکن روٹی نہیں دی جاسکتی، ہاں قیمت کے اعتبار سے، اور یہی اصح قول ہے اھ، مکمل تفصیل ہندیہ میں ملا حظہ کیجئے۔ (ت)	فی التبيين لو ادى من خلاف جنسه تعتبر القيمة با لا جماع اھ^۱ وفي التتار خانية عن التحفة، الواجب في الابل الا نوثة حتى لا يجوز الذکور الا بطريق القيمة اھ^۲ وفي محیط الامام السرخسی فی صدقة الفطر ان دقيق الحنطة والشعير و سويقهما مثلهما والخبز لا يجوز الا با اعتبار القيمة وهو الاصح اھ^۳ الكل فی الهندية۔

اور قیمت وہ کہ نرخ بازار سے جو حیثیت شئی کی ہو، نہ وہ کہ بائع اور مشتری میں ان کی تراضی سے قرار پائے کہ وہ ثمن ہے،

^۱ تبیین الحقائق باب زکوٰۃ المال مطبعہ کبریٰ امیریہ بولاق مصر ۱ / ۲۷۸

^۲ فتاویٰ ہندیہ بحوالہ تاتارخانیہ الفصل الثانی فی الفروض نورانی کتب خانہ پشاور ۱ / ۱۸۱

^۳ فتاویٰ ہندیہ محیط السرخسی الباب الثامن فی صدقۃ الفطر نورانی کتب خانہ پشاور ۱ / ۱۹۱

ردالمحتار میں ہے کہ ثمن اور قیمت میں فرق ہے، جس پر متعاقدان راضی ہو جائیں وہ ثمن ہوں گے خواہ قیمت شئی سے زائد ہو یا کم، بغیر کسی کمی و زیادتی کے شئی کے معیاری عوض کا نام قیمت ہے۔ (ت)	فی ردالمحتار الفرق بین الثمن والقیمة ان الثمن ما تراضى عليه المتعاقد ان سواء زاد على القيمة او نقص والقيمة ما قوم به الشئ بمنزلة الميعاد من غیر زیادة ولا نقصان۔ ¹

تو ان گولیوں کی بہ لحاظ نرخ بازار جس قدر مالیت ہو اسی قدر زکوٰۃ میں مجرا ہوں گے اُس سے زائد دین الہی رہا کہ فوراً واجب الادا ہے، ہاں اگر زیادہ محسوب کرنا چاہے تو اس کی سبیل یہ نہیں بلکہ یوں ہے کہ مصرف زکوٰۃ کو گولیاں ہیبت نہ دے اس کے ہاتھ بیچ کر لے، اب بیچ میں اختیار ہے جو ثمن چاہے اس کی رضامندی سے ٹھہرا لے اگرچہ شئی کی حیثیت سے کتنا ہی زائد ہو بشرطیکہ مشتری عاقل بالغ ہو، اور اسے سمجھا دے کہ اگر اگر تیرے پاس قیمت نہیں تو اس کا اندیشہ نہ کر میں خود اپنے پاس سے تجھے دے کر سبکدوش کر دوں گا، اب مثلاً ۴ گولیاں ایک روپیہ کو اس کے ہاتھ بیچے وہ خریدے اس کا ایک روپیہ اس پر دین ہو گیا پھر ایک روپیہ بہ نیت زکوٰۃ اسے دے کر قبضہ کرادے پھر اپنے آتے میں روپیہ اس سے واپس لے، اگر وہ عذر کرے تو جبراً لے سکتا ہے کہ اتنی میں وہ اس کا مدیون ہے، یوں اسے ۴ گولیاں مفت ملیں گی اور اس کی زکوٰۃ سے ایک روپیہ ادا ہو جائے گا،

در مختار میں ہے کہ حیلہ جوازیہ ہے کہ آدمی اپنے مقروض فقیر کو زکوٰۃ دے پھر اس سے قرضہ وصول کرے، اگر مقروض نہ دے تو چھین لے کیونکہ وہ اپنے حق کی جنس پر قادر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)	فی الدر المختار حيلة الجواز ان يعطى مديونه الفقير زكواته ثم يأخذها من دينه ولو امتنع المديون مديده واخذها لكونه ظفر بجنس حقه، ² واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۷۷۷: از بمبئی نمبر ۹ ہوٹل آسکریم مسئلہ شیخ امام علی صاحب رضوی ۱۵ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) ایک شخص نے کچھ زمین کسی زمیندار سے ٹھیکہ میں لی اس کے پاس دس ہزار روپیہ جمع کیا، میعاد ٹھیکہ مقرر نہیں، یہ طے ہوا کہ جس وقت روپیہ واپس کریں گے زمین ٹھیکہ سے نکال لیں گے اور اس شخص نے زمین سے نفع حاصل کرنے کی اجازت دی، اس روپیہ کی زکوٰۃ کیا حکم ہے اور کس طریقہ سے اس کی زکوٰۃ دی جائے؟

(۲) اگر ایک شخص کے پاس دس بیگھ زمین کاشتکاری کی ہے اور وہ پانچ بیگھ زمین میں بارش سے غلہ

¹ ردالمحتار باب خيار الشرط مصطفیٰ البابی مصر ۵۷/۴

² در مختار کتاب الزکوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۰/۱

اگاتا ہے اور پانچ بیگھ زمین کو کُنویں یا دریائی پانی سے سینچ کر غلہ پیدا کرتا ہے اور غلہ صرف اتنا ہی ہوتا ہے کہ جو خاندان کے لیے کافی ہوتا ہے بچت نہیں، اس صورت میں اس کے عشر اور زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟

(۳) اگر کسی نے ایک دکان میں دس ہزار روپیہ کا سامان یعنی میز کرسی اور برتن وغیرہ خرید کر گاہکوں کے استعمال کے لیے لگا دیا اور دکان میں فروخت کی اشیاء روزانہ یا دوسرے تیسرے دن لاکر فروخت کرتا ہے تو اس دس ہزار روپیہ کی زکوٰۃ کا کیا حکم ہے، اور روزانہ جو آمدنی ہوتی ہے اس کو اپنے خرچ میں لاتا ہے؟

الجواب:

(۱) یہ کوئی صورت ٹھیکہ کی نہیں، ٹھیکہ میں نفع کے مقابل روپیہ ہوتا ہے نہ یہ کہ نفع لیا جائے اور واپسی زمین پر روپیہ واپس ہو جائے، یہ صورت قرض کی ہے اور زمین رہن اور اس سے نفع لینا جائز نہیں اور اس کی زکوٰۃ اس روپے والے پر واجب، اگرچہ واجب الادا اس وقت ہوگی جب وہ قرض بقدر نصاب یا خمس نصاب اُس کو وصول ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) زکوٰۃ تو نہ غلہ پر ہے نہ زمین پر، اگر سونا یا چاندی تمام حاجاتِ اصلیہ سے فارغ بقدر نصاب ہو اور سال گزرے تو زکوٰۃ واجب ہوگی اور عشر بہر حال واجب ہے، مینہ کی پیداوار پر دسواں حصہ اور پانی دی ہوئی پر بیسواں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) جس دن وہ مالک نصاب ہوا تھا جب اُس پر سال پورا گزرے گا اُس وقت جتنا سونا چاندی یا تجارت کا مال میز کرسی وغیرہ جو کچھ بھی ہو بقدر نصاب اس کے پاس تمام حاجاتِ اصلیہ سے فارغ موجود ہوگا اس پر زکوٰۃ فرض ہوگی، روزمرہ کے خرچ میں جو خرچ ہو گیا ہو گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۷۸: از کانپور محلہ فیل خانہ کہنہ مسئلہ سید محمد آصف صاحب ۹ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

حضور کے فتاویٰ جلد اول مطبوعہ کے حاشیہ پر یہ عبارت ہے کہ: "جس کے عزیز محتاج ہوں اسے منع ہے کہ انھیں چھوڑ کر غیروں کو اپنے صدقات دے، حدیث میں فرمایا: ایسے کا صدقہ قبول نہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اس کی طرف نظر نہ فرمائے گا۔" عزیز سے کون کون شخص مراد ہیں؟

الجواب:

عزیزوں میں ذرِ حم محرم مقدم ہیں پھر باقی ذرِ حم، ان سے پھر کراچی کو صدقہ نہ دے پھیرنے کے معنی کا صدق چاہئے، مثلاً گدازوں کو جو ایک آدھ پیسہ یا روٹی کا ٹکڑا جاتا ہے کہ اپنے اعزاء کو نہیں دے سکتا، اور دے تو وہ نہ لیں گے، وہ ان سے پھر کر دینا نہ ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

رسالہ

رأدع التعسف عن الامام ابی یوسفؒ

(حیلہ زکوٰۃ کے بارے میں امام ابو یوسف پر غیر مقلدین کے اعتراض کا رد)

مسئلہ ۷۹: از گوئذہ ملک اودھ مدرسہ اسلامیہ مرسلہ حافظ عبد اللہ صاحب مدرس مذکور ۱۶ جمادی الآخر ۱۳۱۸ھ

کتاب غفر المبین مؤلفہ محی الدین غیر مقلد میں لکھا ہے کہ جناب قاضی ابو یوسف صاحب آخر سال پر اپنا مال اپنی بی بی کے نام ہبہ کر دیا کرتے تھے اور اس کا مال اپنے نام ہبہ کر لیا کرتے تھے تاکہ زکوٰۃ ساقط ہو جائے، یہ بات کسی نے امام ابو حنیفہ صاحب سے نقل کی انہوں نے فرمایا کہ یہ اُن کے فقہ کی جہت سے ہے اور درست فرمایا، چنانچہ اس امر کو ایک عالم مقلد نے بھی تصدیق کیا بلکہ یہ کہا اس معاملے کو امام بخاری صاحب نے بھی درج کتاب کیا ہے اور بہت نفرت کے ساتھ لکھا ہے اس کی تشریح و توضیح مدلل ارشاد فرمائی جائے۔

الجواب:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اے اللہ تیرے ہی لیے حمد ہے۔ تمام انبیاء علیہم السلام کے سربراہ پر صلوٰۃ و سلام، ان کی آل و اصحاب اور باقی تمام اصفیاء پر بھی۔ اے اللہ! میں آپ سے آپ کی

اللهم لك الحمد صل وسلم على سيد انبيائك
واله وصحبه وسائر اصفياك اسألك حبك وحب

احبائک وحسن الادب مع جميع اولیائک و اعوذک من غضبک وسخطک وسوء بلائک۔	محبت، آپ کے محبوبوں کی محبت اور آپ کے تمام دوستوں کے ساتھ حسن ادب کا سوال کرتا ہوں، اور آپ کے غضب، ناراضگی اور گرفت سے پناہ مانگتا ہوں (ت)

اؤٹا: صحیح بخاری شریف میں اول تا آخر کہیں اس حکایت کا پتا نہیں کہ امام ابو یوسف اس کے عامل تھے امام اعظم مصدق ہوئے، امام بخاری نے صرف اس قدر لکھا کہ بعض علماء کے نزدیک اگر کوئی شخص سال تمام سے پہلے مال کو ہلاک کر دے یا دے ڈالے یا بیچ کر بدل لے کہ زکوٰۃ واجب نہ ہونے پائے تو اس پر کچھ واجب نہ ہوگا، اور ہلاک کر کے مر جائے تو اس کے مال سے کچھ نہ لیا جائے گا، اور سال تمام سے پہلے اگر زکوٰۃ ادا کر دے تو جائز و روا۔ اُن کی عبارت یہ ہے:

وقال بعض الناس في عشرين ومائة بعير حقتان فان اهلكها متعمدا او هبها او احتال فيها فرار من الزكاة فلا شئ عليه ¹	بعض لوگوں نے کہا ہے کہ ایک سو بیس ^{۱۰} اونٹوں میں دو حقہ ہیں اور اگر انھیں عمدہ ہلاک کر دیا یا انھیں کسی کو ہبہ کر دیا یا زکوٰۃ سے بھاگنے کے لیے کوئی حیلہ کر لیا تو اب مالک پر زکوٰۃ نہیں ہوگی (ت)

پھر کہا:

وقال بعض الناس في رجل له ابل فخاف ان تجب عليه الصدقة فباعها بابل مثلها او بغنم او ببقر او بدرهم فرار من الصدقة بيوم واحتيا لا فلا شئ عليه وهو يقول ان زكي ابله قبل ان يحول الحول بيوم او بسنة جازت عنه ²	بعض لوگوں نے اس شخص کے بارے میں کہا جس کے پاس اونٹ ہوں وہ ڈرتا ہے کہ کہیں اس پر صدقہ لازم نہ ہو جائے پس وہ زکوٰۃ سے فرار اور حیلہ کرتے ہوئے ایک دن پہلے اس کی مثل اونٹوں سے بیچ دیتا ہے یا بکری یا گائے یا درہم کے عوض بیچ دیتا ہے تو اب اس پر کوئی شے لازم نہیں، اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر مالک نے اپنے اونٹ کی زکوٰۃ سال گزرنے سے ایک دن یا سال پہلے زکوٰۃ دے دی تو ادا ہو جائیں گی۔ (ت)

پھر کہا:

وقال بعض الناس اذا بلغت الابل عشرين	بعض لوگوں نے کہا جب اُنٹ بیس ^{۲۰} ہو جائیں تو اس

¹ صحیح البخاری کتاب الحیل باب فی الزکوٰۃ والافرق الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۰۲۹/۲

² صحیح البخاری کتاب الحیل باب فی الزکوٰۃ والافرق الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۰۲۹/۲

ففيها اربع شياه فان وهبها قبل الحول او باعها فرارا واحتياالا لاسقاط الزكاة فلاشئ عليه وكذلك ان اتلفها فبات فلاشئ في ماله¹	بعض لوگوں نے کہا جب اُونٹ بیس ۲۰ ہو جائیں تو اس میں چار بکریاں لازم ہوں گی، اب اگر اسقاطِ زکوٰۃ کیلئے حیلہ کرتے ہوئے سال گزرنے سے پہلے ان اونٹوں کو ہبہ کر دیا تو اب کوئی شئی لازم نہ ہوگی، اسی طرح اگر مالک نے ہلاک کر دیا اور مالک فوت ہو گیا تو اس کے مال میں کوئی شئی لازم نہ ہوگی۔ (ت)

کیا ہے کہ کوئی ایسا کرے تو اس پر کچھ واجب نہ ہوگا۔

تاجی: ہمارے کتبِ مذہب نے اس مسئلہ میں امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کا اختلاف نقل کیا اور صرف لکھ دیا کہ فتویٰ امام محمد کے قول پر ہے کہ ایسا فعل جائز نہیں۔ تنویر الابصار و درر مختار و درر و غرر و جوہرہ وغیرہا میں ہے:

واللفظ للاولين (تكره الحيلة لاسقاط الشفعة بعد ثبوتها وفاقا) كقوله للشفيع اشتريه مني ذكره البزازي (واما الحيلة لدفع ثبوتها ابتداء فعند ابى يوسف لا تكره وعند محمد تكره. ويفتق بقول ابى يوسف في الشفعة) قيده في السراجية بما اذكان الجار غير محتاج اليه و استحسنة محشى الاشباة (وبضده) وهو الكراهة (في الزكاة) والحج وأية السجدة جوهرية²	پہلی دونوں کتب کی عبارت یہ ہے (ثبوتِ شفعہ کے بعد اسقاط کے لیے حیلہ کرنا بالاتفاق مکروہ ہے) مثلاً شفیع کے لیے یہ کہنا کہ وہ چیز آپ مجھ سے خرید لیں۔ اسے بزازی نے ذکر کیا (لیکن ابتدا عدم ثبوت کے لیے حیلہ کرنا امام ابو یوسف کے نزدیک مکروہ نہیں۔ اور امام محمد کے ہاں مکروہ ہے۔ شفعہ میں امام ابو یوسف کے قول پر فتویٰ ہے) سراجیہ میں اس قید کا اضافہ ہے کہ بشرطیکہ پڑوسی اس کے محتاج نہ ہو محشیٰ اشباہ نے اسے پسند کیا ہے اور زکوٰۃ، حج اور آیتِ سجدہ میں (اس کی ضد) بھی کراہت پر فتویٰ ہے۔ جوہرہ (ت)

ردالمحتار میں شرح درر البحار سے ہے: هذا تفصيل حسن³ (یہ تفصیل خوبصورت ہے۔ ت) غمر العیون

¹ صحیح البخاری کتاب الخلیل باب فی الزکوٰۃ والافرق بین مجتمع الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۰۲۹/۲

² در مختار کتاب الشفعۃ کتاب ما یبطلها مطبع مجتبائی دہلی ۱۲۶/۲

³ ردالمحتار کتاب الشفعۃ کتاب ما یبطلها مصطفیٰ البابی مصر ۱۷۳/۵

میں ہے:

فتویٰ حیلہ اسقاط زکوٰۃ کے عدم جواز پر ہے اور یہی امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے، اور اسی پر اعتماد ہے (ت)	الزکوٰۃ علی عدم جواز الحيلة لاسقاط الزکوٰۃ وهو قول محمد رحمہ اللہ تعالیٰ وهو المعتمد۔ ¹

مجمع الانہر میں شرح الکنز للعینی سے ہے:

میرے نزدیک مختاریہ ہے کہ شفعہ میں حیلہ مکروہ نہیں لیکن زکوٰۃ میں مکروہ ہے۔ (ت)	المختار عندی ان لا تکرہ فی الشفعة دون الزکوٰۃ۔ ²

وقایہ واصلاح واليضاح میں ہے:

ان دونوں کی عبارت یہ ہے: اسقاط شفعہ زکوٰۃ کے لیے حیلہ امام ابو یوسف کے نزدیک مکروہ نہیں لیکن امام محمد کو اس میں اختلاف ہے پہلے (شفعہ) میں پہلے امام (ابو یوسف) کے قول پر اور دوسرے (زکوٰۃ) میں دوسرے امام (محمد) کے قول پر فتویٰ ہے۔ (ت)	واللفظ لهذين لا يكره حيلة اسقاط الشفعة الزکوٰۃ عند ابی یوسف خلافاً لمحمد و يفتی فی الاول بقول الاول وفي الثاني بقول الثاني۔ ³

امام الائمہ سراج الامہ حضرت سیّدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب بھی یہی مذہب امام محمد ہے کہ ایسا فعل ممنوع و بد ہے۔ غمز العیون میں تاتار خانیہ سے ہے:

یہ (حیلہ) امام اعظم اور امام محمد دونوں کے نزدیک مکروہ ہے۔ (ت)	كان ممنوع مکروہا عند الامام ومحمد۔ ⁴

تو امام کے طرف وہ نسبت تصویب کہ انہوں نے فرمایا (ابو یوسف نے درست فرمایا) خود مذہب امام کے صریح خلاف ہے۔
 ۱۔ غمز عیون البصائر الفن الخامس من الاشباه والنظائر الخ ادارة القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲ / ۲۹۲

۱۔ غمز عیون البصائر الفن الخامس من الاشباه والنظائر الخ ادارة القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲ / ۲۹۲

۲۔ مجمع الانہر شرح ملتقى الابحر فصل وتبطل الشفعة بتسليم الكل او بعض دار احیاء التراث العربی بیروت ۲ / ۳۸۶

۳۔ شرح الوقایہ کتاب الشفعة باب ما هی فیہ الخ مطبع یوسفی لکھنؤ ۴ / ۷۰

۴۔ غمز عیون البصائر الفن الخامس من الاشباه والنظائر وهو فن الخلیل ادارة القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲ / ۲۹۲

الحيلة في ابطال الشفعة بعد ثبوتها يكره لانه ابطال لحق واجب واما قبل الثبوت فلا باس به وهو المختار والحيلة في منع وجوب الزكاة تكره بالاجماع¹	ثبوت کے بعد ابطال شفہ کے لیے حیلہ کرنا مکروہ ہے کیونکہ یہ حق واجب کو باطل کرنا ہے لیکن ثبوت سے پہلے حیلہ میں کوئی حرج نہیں اور یہی مختار ہے اور وجوب زکوٰۃ میں رکاوٹ کے لیے حیلہ کرنا بالاجماع مکروہ ہے۔ (ت)

یہاں سے ثابت کہ ہمارے تمام ائمہ کا اس کے عدم جواز پر اجماع ہے، حضرت امام ابو یوسف بھی مکروہ رکھتے ہیں ممنوع و ناجائز جانتے ہیں کہ مطلق کراہت کراہت تحریم کے لیے ہے خصوصاً نقل اجماع کہ یہاں ہمارے سب ائمہ کا مذہب متحد بتا رہی ہے اور شک نہیں کہ مذہب امام اعظم و امام محمد اس حیلہ کا ناجائز ہونا ہے، غمز العیون کے لفظ سن چکے کہ صاف عدم جواز کی تصریح ہے اقول: اگر بتظار نقول خلاف، بغرض توفیق اس روایت اجماع میں کراہت کو معنی اعم پر حمل کریں،

فربما تجئى كذا كقولهم فى الصلوة كره كذا وكذا وادوا به المكروهات من القسمين۔	تو کبھی یوں بھی آتا ہے جیسا کہ فقہاء کا نماز کے باب میں کہنا کہ فلاں فلاں چیز مکروہ ہے اور مکروہات کی دونوں قسموں کو مراد لیتے ہیں (ت)

تو حاصل یہ ہوگا کہ اس حیلہ کے مکروہ و ناپسند ہونے پر ہمارے ائمہ کا اجماع ہے، خلاف اس میں ہے کہ امام ابو یوسف مکروہ تنزیہی فرماتے ہیں اور امام اعظم و امام محمد مکروہ تحریمی۔ اور فقیر نے پچشم خود امام ابی یوسف رضی اللہ عنہ کی متواتر کتاب مستطاب الخراج میں یہ عبارت شریفہ مطالعہ کی (مطبع میری بلاق مصر صفحہ ۴۵):

قال ابو يوسف رحمه الله لا يحل لرجل يؤمن بالله واليوم الآخر منع الصدقة ولا اخراجها من ملكه الى ملك جماعة غيره ليفرقها بذلك فتبطل الصدقة عنها بان يصير لكل واحد منهم من الابل والبقر والغنم مالا يجب فيه الصدقة ولا يحتال في ابطال الصدقة بوجه ولا سبب بلغنا عن ابن مسعود رضى الله تعالى عنه	یعنی امام ابو یوسف فرماتے ہیں کسی شخص کو جو اللہ و قیامت پر ایمان رکھتا ہو یہ حلال نہیں کہ زکوٰۃ نہ دے یا اپنی ملک سے دوسروں کی ملک میں دے دے جس سے ملک متفرق ہو جائے اور زکوٰۃ لازم نہ آئے کہ اب ہر ایک کے پاس نصاب سے کم ہے اور کسی طرح کسی صورت ابطال زکوٰۃ کا حیلہ نہ کرے، ہم کو ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث پہنچی ہے کہ انہوں نے فرمایا زکوٰۃ نہ دینے والا مسلمان نہیں رہتا، اور جو زکوٰۃ نہ دے اس کی

انہ قال ما مأنع الزکوة بمسلم ومن لم یؤدها فلا صلوة له ¹	نماز مردود ہے۔

فتاویٰ کبریٰ و خزائنہ المفتیین کی نقل اجماع عبارت اطلاق کی تائید کر رہی ہے اور اس کا اطلاق اُس اجماع کی، امام ابو یوسف نے یہ کتاب مستطاب خلیفہ ہارون کے لیے تصنیف فرمائی ہے جبکہ امام خلافت ہارونی میں قاضی القضاۃ و قاضی الشرق والغرب تھے اُس میں کمال اعلان حق کے ساتھ خلیفہ کو وہ ہدایات فرمائی ہیں جو ایک اعلیٰ درجے کے امام ربانی کے شایان شان تھیں کہ اللہ کے معاملے میں سلطان و خلیفہ کسی کا خوف و لحاظ نہ کرے اور خلیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان ہدایات کو اسی طرح سنا ہے جو ایک خدا پرست سلطان و امیر المؤمنین کے لائق ہے کہ نصائح ائمہ و علماء اگرچہ بظاہر تلخ ہوں گوش قبول سے سُننے اور اُن کے جہور فروتنی کرے، یہ زمانہ امام کا آخر زمانہ تھا، حاضرین مجلس مبارک سیدنا امام اعظم یا اُس کے بعد کا قریب زمانہ جس میں خلافت ائمہ ثلاثہ منقول ہوئی ہیں، اس سے متقدم تھا، تو اس تقدیر پر نقل اجماع کو ظاہر سے پھیرنے کی حاجت نہیں، تطبیق یوں ہوگی کہ امام ابی یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس قول سے رجوع فرمایا اور اُن کا آخر قول یہی ٹھہرا جو ان کے استاذ اعظم امام الائمہ اور شاگرد اکبر امام محمد کا ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، اور ایک امام دین جب ایک قول سے رجوع فرمائے تو اب وہ اس کا قول نہ رہا، نہ اس پر طعن روا، نہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر طعن کیا کہ وہ ابتداء میں جوازِ متعہ مدتوں قائل رہے ہیں یہاں تک کہ عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے زمانہ خلافت میں اُن سے فرمایا کہ اپنے ہی اوپر آزمادیکھئے، اگر متعہ کرو تو میں سنگسار کروں، آخر زمانہ میں اس سے رجوع کیا اور فرمایا: اللہ عزوجل نے زوجہ و کنیز شرعی بس ان دو کو حلال فرمایا ہے فکل فرج سواہما حرام^۲ ان دو کے سوا جو فرج ہے حرام ہے، رواہ الترمذی (اسے ترمذی نے روایت کیا۔) زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر طعن کیا جائے کہ وہ پہلے سُود کی بعض صورتیں حلال بتاتے ہیں یہاں تک ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ زید کو خبر دے دو کہ اگر وہ اس قول سے باز نہ آئے تو انہوں نے جو حج و جہاد رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ کیا اللہ تعالیٰ اسے باطل فرمادے گا۔^۳ رواہ الدارقطنی (اسے دارقطنی نے روایت کیا۔) رابعا: یہ حکایت کسی سند مستند سے ثابت نہیں، اور بے سند مذکور ہونا طعن کے لیے کیا نفع دے سکتا ہے

¹ کتاب الخراج باب فی الزیادۃ والنقصان الخ مطبوع بولاق مصر ص ۸۶

² جامع الترمذی ابواب النکاح باب ما جاء فی نکاح التتبع امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/ ۱۳۴

³ سنن الدارقطنی کتاب البیوع حدیث ۲۱۱ نشر النہد ملتان ۳/ ۵۲

وہ بھی ایسی کتاب میں خصوصاً جس میں تو وہ حدیثیں خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف ایسی منسوب ہیں جن کی نسبت ائمہ حدیث نے جزم کیا کہ باطل و موضوع و مکذوب ہیں۔

ولکل فن رجال و لکل رجال مجال و یا بی اللہ العصبۃ الا للکلامہ و للکلام رسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔	ہر فن کے ماہرین ہیں اور تمام ماہرین میں خطا کا امکان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عصمت صرف اپنے کلام اور اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کلام ہی کو عطا فرمائی ہے۔ (ت)

مجتہد کے اجتہاد میں کسی فعل کا جواز آنا اور بات اور خود اس کا مرتکب ہونا اور بات، یہ اساطین دین الہی بار باعوام کے لئے رخصت بتاتے اور خود عزیمت پر عمل کرتے۔ سیدنا امام اعظم امام الانمہ سراج الامہ کاشف الغمر مالک الازمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

لا احرم النبیذ الشدید دیانۃ ولا اشربہ مروعۃ۔	میں نبیذ کو دیانۃ حرام نہیں کہتا لیکن مردگتا اسے پیتا نہیں ہوں۔ (ت)

اُن کے شاگرد کے شاگرد محمد بن مقاتل رازی کہتے ہیں:

لو اعطیت الدنیا بحذا فیرھا ما شربت المسکر یعنی نبیذ التمر والزبیب ولو اعطیت الدنیا بحذا فیرھا ما فتیت بآنہ حرام، ذکرہ الامام البخاری فی الخلاصۃ۔	اگر تمام دنیا مجھے دے دی جائے تو میں نشہ آور چیز یعنی تمر اور زبیب کا نبیذ نہ پیوں گا، اور اگر مجھے تمام دنیا عطا کر دی جائے تو میں اس کے حرام ہونے کا فتویٰ نہیں دے سکتا، امام بخاری نے خلاصہ میں اس کا ذکر کیا ہے۔ (ت)

خامساً: امام حجة الاسلام غزالی قدس سرہ الشریف احیاء العلوم شریف فرماتے ہیں:

فان قيل هل يجوز لعن يزيد لانه قاتل الحسين وأمر به قلنا هذا لم يثبت أصلاً فلا يجوز ان يقال انه قتل او أمر به مالم يثبت فضلاً عن اللعنة لانه	اگر سوال کیا جائے کہ کیا یزید پر لعنت کرنا جائز ہے کیونکہ وہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قاتل ہے یا اس نے آپ کے قتل کا حکم دیا ہے، تو ہم کہتے ہیں کہ یہ اصلاً ثابت نہیں جب تک یہ ثابت نہ ہو جائے تو اسے

¹ خلاصۃ الفتاویٰ کتاب الاشرہ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۲۰۵/۴

لانہ لاتجوز نسبة مسلم الى كبيرة من غير تحقيق نعم يجوز ان يقال قتل ابن ملجم علياً وقتل ابو لؤلؤ عمر رضي الله تعالى عنه فان ذلك ثبت متواتر افلا يجوز ان يرمى مسلم بفسق وكفر من غير تحقيق¹	قاتل یا اس کا آمر نہ کہا جائے چہ جائیکہ اس پر لعنت کی جائے کیونکہ بغیر تحقیق کسی مسلمان کی طرف کبیرہ گناہ کی نسبت کرنا جائز نہیں، ہاں یہ کہنا جائز ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ابن ملجم اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ابو لؤلؤ نے شہید کیا کیونکہ یہ تواتر سے ثابت ہے تو بغیر تحقیق کسی مسلمان کی طرف فسق یا کفر کی نسبت کرنا ہرگز جائز نہیں۔ (ت)

اقول: یہ فعل امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے حکایت کیا جاتا ہے آیا خطاء اجتہادی ہے یا اس کی قابلیت نہیں رکھتا بلکہ معاذ اللہ عمدہ کفریضہ اللہ سے معاندت ہے، بر تقدیر اول اس سے طعن کے کیا معنی مجتہد اپنی خطا پر ثواب پاتا ہے اگرچہ صواب کا ثواب دونا ہے۔ اور اگر عیاداً باللہ شق ثانی فرض کی جائے فرض خود سے معاندت قطعاً کبیرہ ہے خصوصاً وہ بھی بر سبیل عادت جو (کردیا کرتے تھے) کا مفاد ہے خصوصاً اس زعم کے ساتھ کہ آخرت میں اس کا ضرر ہر گناہ سے زائد ہے تو معاذ اللہ اکبر الکبائر ہوا پھر کیونکر حلال ہو گیا کہ ایسے سخت کبیرہ شدید نہ کبیرہ بلکہ اکبر الکبائر کو ایک مسلمان نہ صرف مسلمان بلکہ امام المسلمین کی طرف بلا تواتر نہ فقط بے تواتر بلکہ محض بلا سند صرف کھکی کی بنا پر نسبت کر دیا جائے۔ سبحان اللہ! یزید پلید کی طرف تو یہ نسبت ناجائز و حرام ہو کہ اس نے امام مظلوم سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کرایا اس لیے کہ اس کا حکم دینا اس خبیث سے متواتر نہیں اور سیدنا امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ایسی شدید عظیم بات نسبت کرنا حلال ٹھہرے حالانکہ تواتر چھوڑ کر ا صلاً کوئی ٹوٹی پھوٹی سند بھی نہیں۔

فقد تمت الحجة بالحجة على الحجة و طهر به ذيل امام المحجة والله الحجة البالغة ولكل جواد كبوة ولكل صارم نبوة ولكل عالم هفوة ولقد صدق امام دارالهجرة عالم المدينة سيّدنا الامام مالك بن انس رحمة الله تعالى اذ يقول كل ماخوذ من قوله ومردود عليه الا صاحب هذا القبر صلى الله تعالى عليه وسلم الا	اب حجت پر حجت کے ساتھ حجت تام ہو گئی اور امام المحجة کا دامن پاک ہو گیا اور کامل حجت اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہے ہر شہسوار کو گرنا اور ہر تلوار کُند ہونا ہے اور ہر عالم کو لغزش کا سامنا ہے۔ امام دار الهجرة عالم مدینہ سیدنا امام مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سچ فرمایا کہ ہر ایک کا قول ماخوذ بھی ہو سکتا ہے اور مردود بھی ماسوائے اس قبر کے مکین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

¹ احیاء العلوم الافیاء الثابتة للعن مکتبہ ومطبعة المشهد الحسین القاہرہ ۱۲۵/۳

ان الذین فی قلوبہم زیغ فیتبعون ہفوات بدرت مہمّا ندرت یبتغون الفتنة فی الدین وایذاء قلوب المسلمین واللہ المستعان علی الطّاعین والمردة البّاعین ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم۔	_____ بلاشبہ وہ لوگ جن کے دلوں میں ٹیڑھ ہے وہ ان ہفوات کی اتباع کرتے ہیں جیسے بھی وہ ظاہر ہوں اور اس سے دین میں فتنہ برپا کر کے مسلمانوں کے دلوں کو ایذا دیتے ہیں، ان سرکشوں اور مردود باغیوں کے خلاف اللہ تعالیٰ مدد فرمانے والا ہے۔ (ت)

سادً: مجرد استقبح واستعابہ دلیل شرعی مسموع نہیں، نہ احکام زہد احکام شرع پر حاکم نماز میں قنّت خشوع کو اہل سلوک کیا کیا سخت و شنیع مذمتیں نہیں کرتے، ایسی نماز کو باطل و مہمل و فاسد و مختل سمجھتے ہیں۔ اور فقہاء کا اجماع ہے کہ خشوع نہ رکن نماز ہے نہ فرض نہ شرط، مانحن فیہ کا محل اجتہاد نہ ہونا مخالف نے نہ بتایا نہ قیامت تک بتا سکتا ہے، پھر اجتہاد مجتہد پر طعن کیا معنی رہا، فعل اگر بفرض غلط ایک آدھ بار وقوع بسند معتمد ثابت بھی ہو جائے تو کرنے اور کیا کرنے میں زمین آسمان کا بل ہے، نہ کان یفعل تکرار میں نص، کہا بیتناہ فی التاج المکمل فی انارة مدلول کان یفعل (جیسا کہ ہم نے اس بات کو اپنے رسالہ التاج المکمل فی انارة مدلول کان یفعل^۱ میں بیان کیا ہے۔ ت) واقعہ حال محتمل صد احتمال ہوتا ہے عروض ضرورت یا امر اہم یا کچھ نہ سہی تو بیان جواز ہی کہ فعلاً تو گنا سے اکمل واتم اور (یہ اُن کی فقہ سے ہے) تصویب نہیں، اس کے معنی اس قدر کہ یہ اُنکا اجتہاد ہے جس کا حاصل صرف منع طعن ہے کہ مجتہد اپنے اجتہاد پر ملام نہیں، جس طرح حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے عکرمہ کو جب انھوں نے امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شکایت کی کہ وتر کی ایک رکعت پڑھی، جواب دیا دعه فأنه فقیہ^۱ انھیں کچھ نہ کہہ کہ وہ مجتہد ہیں رواہ البخاری (اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔ ت)۔ ہاں دربارہ تصویب و تصدیق یہ حکایت کتب میں منقول ہے کہ امام زین الملتہ والدین ابوبکر خواب میں زیارت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے کسی شافعی المذہب نے امام ابویوسف کا یہ قول حضور کے سامنے عرض کیا، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ابویوسف کی تجویز حق ہے، یا فرمایا درست ہے۔ شرح نقایہ میں ہے:

وقد ایدہ ما صح عندنا ان افضل العلماء فی زمانہ واکمل العرفاء فی اوانہ زین الملتہ والدین ابوبکر والدین	اس کی تائید وہ واقعہ کرتا ہے جو ہمارے نزدیک صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ اپنے وقت کے افضل العلماء اکمل العرفاء، زین الملتہ والدین

ف: بخاری کے مقام مذکور پر دو حدیثیں منقول ہیں ایک کے الفاظ یہ ہیں دعه فأنه صحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسری کے الفاظ یوں قال اصاب انه فقیہ۔ المحضرت علیہ الرحمۃ نے دونوں حدیثوں کا اختیار نقل کیا ہے۔ (نذیر احمد)

¹ صحیح بخاری باب ذکر معاویہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۳۱

التائب ادى قدر اى فى المنام ان شافعى المذهب قال فى مجلس النبى صلى الله تعالى عليه وسلم ان ابا يوسف جوز حيلة فى اسقاط الزكوة فقال صلى الله تعالى عليه وسلم ان ماجوزه ابو يوسف حق او صدق¹	اس کی تائید وہ واقعہ کرتا ہے جو ہمارے نزدیک صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ اپنے وقت کے افضل العلماء اکمل العرفاء، زین الملت والدین ابو بکر التائب ادى نے خواب میں دیکھا کہ شافعی المذهب شخص نے مجلس نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں عرض کیا کہ ابو یوسف نے اسقاط زکوٰۃ میں حیلہ کو جائز رکھا ہے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ابو یوسف نے جو تجویز کیا ہے وہ حق یا درست ہے (ت)

سابقاً: بعد وجوب، منع کا حیلہ بالا جماع حرام قطعی ہے، یہاں کلام منع وجوب میں ہے یعنی وہ تدبیر کرنی کہ ابتداءً زکوٰۃ واجب ہی نہ ہو۔ امام
ابو یوسف فرماتے ہیں اس میں کون سے حکم کی نافرمانی ہوئی، اللہ عزوجل نے سال تمام ہونے پر زکوٰۃ فرض کی جو بعد وجوب ادا نہ کرے
بالاجماع عاصی ہے، یہ کہاں فرض کیا ہے کہ اپنے مال پر سال گزر بھی جانے دو، جس طرح یہ فرض فرمایا ہے کہ جو زادور احلہ و قدرت
رکھتا ہو حج کرے یہ کب فرض کیا ہے کہ زادور احلہ و استطاعت کے قابل مال جمع بھی کرے، یونہی ہر گز واجب کیا مستحب بھی نہیں کہ قدر
نصاب مال جوڑ کر سال بھر رکھ چھوڑتا کہ زکوٰۃ واجب ہو، ائمہ دین کو تعلیم غل کی طرف منسوب کرنا بدگمانی ہے جو عوام مسلمین پر بھی
جائز نہیں، اور حق یہ ہے کہ امام مدوح کا یہ قول بھی اس لیے نہیں کہ لوگ اسے دستاویز بنا کر زکوٰۃ سے بچیں بلکہ وہ وقت ضرورت و
حاجت پر محمول ہے، مثلاً کسی پر حج فرض ہو گیا تھا، مال چوری ہو گیا، مصارف حج و نفقہ عیالی کے لیے ہزار درہم کی ضرورت ہے اس سے
کم میں نہ ہوگا محنت و کوشش سے جمع کئے، آج قافلہ جائے کو ہے کل سال زکوٰۃ تمام ہوگا، اگر بچیس درہم نکل جائیں گے مصارف میں کمی
پڑے گی، یہ ایسا حیلہ کرے کہ حج فرض سے محروم نہ رہے، یا کوئی شخص اپنے حال کو جانتا ہے کہ زکوٰۃ اُس سے ہر گز ہر گز قطعاً نہ دی جائے
گی، اُس کا نفس ایسا غالب ہے کہ کسی طرح اس فرض کی ادا پر اصلاً قدرت نہ دے گا، یہ اس خیال سے ایسا کرے کہ بعد فرضیت ترک ادا
وار تکاب گناہ سے بچوں تو از قبیل من ابتلی ببلیتین اختار اھو نہما (جو شخص دو مشکلات میں گھر جائے ان میں سے آسان کو
اختیار کرے۔ ت) ہوگا۔ سراجیہ میں ہے:

اذا اراد ان يحتال لامتناع وجوب الزكوة لما انه خاف ان لا يؤدى فيقع في المأثم فاسبيل ان يهب النصاب قبل تمام الحول من يثق به	جب کوئی امتناع وجوب زکوٰۃ کے لیے حیلہ کرتا ہے کہ وہ اس بات سے ڈرتا ہے کہ اگر اس نے زکوٰۃ ادا نہ کی تو گناہگار ہوگا، تو اس کے لیے راستہ یہ ہے کہ سال گزرنے سے پہلے نصاب کسی با اعتماد آدمی کے

و یسلبہ الیہ ثم یستوہبہ۔ ¹	جب کوئی امتناع وجوب زکوٰۃ کے لیے حیلہ کرتا ہے کہ وہ اس بات سے ڈرتا ہے کہ اگر اس نے زکوٰۃ ادا نہ کی تو مٹنا ہوگا، تو اس کے لیے راستہ یہ ہے کہ سال گزرنے سے پہلے نصاب کسی با اعتماد آدمی کے حوالے کر دے پھر اس سے بطور ہبہ واپس لے لے۔ (ت)

دیکھو تصریح ہے کہ یہ حیلہ گناہ سے بچنے کے لیے، نہ کہ معاذ اللہ گناہ میں پڑنے کے واسطے۔ حیل شرعیہ کا جواز خود قرآن و احادیث سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے، ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قسم کھائی تھی کہ اپنی زوجہ مقدسہ کو سو کوڑے ماریں گے، رب العزت عز جلالہ نے فرمایا:

وَحُدَّ بِبِدِكَ ضَعْفًا ضَرْبُ بَيْتِهِ وَلَا تَحْتَضُ ²	یعنی سو پتھریوں کی ایک جھاڑو بنا کر اُس سے ایک دفعہ مار لو اور قسم جھوٹی نہ کرو۔

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک کمزور شخص پر حد لگانے میں اسی حیلہ جمیلہ پر عمل فرمایا ارشاد ہوا:

خذوا له عثكلا فيه مائة شبر اخ ثم اضربوه به ضربة واحدة۔ ³ رواه احمد وابن ماجة وابو داؤد و بمعناه البغوي في شرح السنة الاولان عن ابى امامة بن سهل عن سعيد بن سعد بن عبادۃ والثالث عن ابى امامة بن سهل عن بعض الصحابة من الانصار والرابع عن سعيد بن سعد بن عبادۃ رضى الله تعالى عنه اتى النبى صلى الله تعالى عليه وسلم برجل، الحديث ⁴ ، هذا حديث حسن الاسناد ورواه الرؤياني في مسنده فقال حدثنا محمد بن المثنى نا عثمان بن عمر نا فليح عن سهل بن سعد ان وليدة في عهد رسول الله	شاخمائے خرما کا ایک کچھالے کر جس میں سوٹا نہیں ہوں اُس سے ایک بار مار دو (اسے امام احمد، ابن ماجہ، ابو داؤد نے اور معنًا بغوی نے شرح السنۃ میں روایت کیا ہے، پہلے دونوں محدثین نے حضرت ابو امامہ بن سہل اور انہوں نے سعید بن سعد بن عبادۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے اور تیسرے نے حضرت امامہ بن سہل سے، انہوں نے ایک انصاری صحابی سے روایت کی ہے، اور چوتھے نے حضرت سعید بن سعد بن عبادۃ سے روایت کیا کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک شخص کو لایا گیا، الحدیث۔ اس حدیث کی سند حسن ہے اور اسے رؤیانی نے اپنی سندوں میں روایت کیا کہ ہمیں محمد بن شعیب نے انھیں

¹ فتاویٰ سراجیہ کتاب الخلیل والخوارج منشی نوکشتور کتبہ ص ۱۵۳

² القرآن ۳۸/۴۴

³ مسند امام احمد بن حنبل حدیث سعید بن سعد بن عبادۃ رضی اللہ عنہ دار الفکر بیروت ۲۲۲/۵

⁴ شرح السنۃ باب حد المریض حدیث ۲۵۹۱ المکتب الاسلامی بیروت ۳۰۳/۱۰

صلی اللہ تعالیٰ وسلم حبلت من الزنا، فسئلت من احبلک؟ فقالت احبلنی بالمقعد، فسئل عن ذلك فاعترف فقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انه لضعیف عن الجلد فامر بمائة عثکول فضر به بها ضربة واحدة اهـ^۱ هكذا وقع فیما رأیت انما المعروف ابن سهل سعید بن سعد وفي اخرى لابن ماجة عن ابن سهل عن سعد بن عبادۃ- واللہ تعالیٰ اعلم۔	عثمان بن عمر نے انھیں فلیح نے حضرت سہل بن سعد سے بیان کیا کہ ایک لڑکی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں زنا سے حاملہ ہو گئی، پوچھا گیا یہ حمل کس کا ہے؟ اس نے کہا یہ اس لڑکے کا ہے، پوچھا گیا تو اس نے اعتراف کر لیا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا یہ کمزور ہے سو کوڑوں کی سزا نہیں جھیل سکتا، لہذا آپ نے سوشاخوں والے خرما کی شاخ سے اسے ایک ضرب لگوائی اھ دیکھا تو میں نے، یہی ہے مگر معروف ابن سہل سعید بن سعد ہیں، اور ابن ماجہ کی دوسری روایت میں ابن سہل نے حضرت سعد بن عبادہ سے بیان کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے (ت)

خود صحیح بخاری شریف بلکہ صحیحین میں حضرت ابو سعید و حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک صاحب کو خیبر پر عامل بنا کر بھیجا، وہ عمدہ خرما وہاں سے لائے، فرمایا: کیا خیبر کے سب خرما ایسے ہی ہیں؟ نہیں یا رسول اللہ! واللہ کہ ہم چھ سیر خرماؤں کے بدلے یہ خرما تین سیر، اور نو سیر دے کر اس کے چھ سیر خریدتے ہیں۔ فرمایا:

لا تفعل بع الجمع بالدر اھم ثم ابتع بالدر اھم جینباً^۲	ایسا نہ کرو بلکہ ناقص یا پچھیل خرما پہلے روپوں کے عوض بیچو پھر ان روپوں سے یہ عمدہ خرما خریدو۔

اور ہر موزوں کے بارے میں یہی حکم فرمایا، نیز صحیحین میں ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ برنی چھوہارے کے عمدہ قسم ہیں خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر لائے، فرمایا: یہ کہاں سے آئے ہیں؟ عرض کی: ہمارے پاس ناقص چھوہارے تھے ان کے چھ سیر دے کر یہ تین سیر لیے، فرمایا:

أَوْعَيْنَ الرِّبَالَ لَا تَفْعَلْ ذَلِكَ وَلَكِنْ	أَفْ خَاصُّ سُودٍ هِيَ أَيْسَانُهُ كَرُو، هَا جَبْ بَدَل

^۱ مسند الروایانی حدیث نمبر ۱۰۵۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ص/۱۳۸، کنز العمال بحوالہ ابن الجار حدیث ۱۳۵۰۴ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۲۶/۵

^۲ صحیح البخاری کتاب السیوع باب اذا اراد بیع تمر بتمر خیر منه قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۹۳/۱

اذا اردت ان تشتري فبيع التمر ببيع آخر ثم اشترو به ¹	ناچاہو تو اپنے چھوہارے اور چیز سے پہلے بیچ پھر اس سے اچھے چھوہارے مول لے لو۔

یہ شرعی حیلے نہیں تو اور کیا ہیں، باب حیل واسع ہے، اگر کلام کو وسعت دی جائے تطویل لازم آئے۔ اہل انصاف کو اسی قدر بس ہے، پھر جب اللہ و رسول اجازت دیں تعلیمیں فرمائیں تو ابو یوسف پر کیا الزام آ سکتا ہے، ہاں ہمارے امام اعظم و امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے یہ خیال فرمایا کہ کہیں اس کی تجویز عوام کے لیے مقصد شنیع کا دروازہ کھولے، لہذا امانت فرمادی، اور ائمہ فتویٰ نے اسی منع ہی پر فتویٰ دیا، امام بخاری بھی اگر امام محمد کا ساتھ دیں اور یہ قول امام ابی یوسف پسند نہ کریں تو امام ابی یوسف کی شانِ جلیل کو کیا نقصان، وہ کون سا مجتہد ہے جس کے بعض اقوال دوسروں کو مرضی نہ ہوئے، یہ رد و قبول تو زمانہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بلا تکلیف رائج و معمول ہے، نہ بخاری کے اقوال مذکورہ میں کوئی کلمہ سخت نفرت کا ہے، اُن سے صرف اتنا نکلتا ہے کہ یہ قول انھیں مختار نہیں، اور ہو بھی تو ان کی نفرت امام مجتہد کو کیا ضرر دے سکتی ہے خصوصاً ائمہ حنفیہ لا سیما امام ائمہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عنہم کہ امام بخاری کے امام و متبوع سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کی نسبت شہادت دیتے ہیں کہ تمام مجتہدین امام ابو حنیفہ کے بالِ سنجے ہیں، حفظِ حدیث و نقدِ رجال و تنقیحِ صحت و ضعفِ روایات میں امام بخاری کا اپنے زمانے میں پایہ رفیع والا، صاحبِ رتبہ بالا، مقبولِ معاصرین و مقتدائے متاخرین ہونا مسلم۔ کتبِ حدیث میں ان کی کتاب بیشک نہایت چیدہ و انتخاب جس کے تعالیق و متابعات و شواہد کو چھوڑ کر اصولِ مسانید پر نظر کیجئے تو ان میں گنجائش کلام تقریباً شاید ایسی ہی ملے جیسے مسائل ثانیہ امام اعظم میں، اور یہ بھی بحمد اللہ حنفیہ و شاگردانِ شاگرد ابو حنیفہ مثل امام عبد اللہ بن المبارک و امام یحییٰ بن سعید قطان و اما فضیل بن عیاض و امام مستنیر بن کرام و امام وکیع الجراح و امام لیث بن سعد و امام معلیٰ بن منصور رازی و امام یحییٰ بن معین و غیر ہم ائمہ دین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کا فیض تھا کہ امام بخاری نے اُن کے شاگردوں سے علم حاصل کیا اور اُن کے قدم پر قدم رکھا اور خود امام بخاری کے استاذ اجل امام احمد بن حنبل، امام شافعی کے شاگرد ہیں، وہ امام محمد کے، وہ امام ابو یوسف کے، وہ امام ابو حنیفہ کے، رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، مگر یہ کارِ اہم ایسا نہ تھا کہ امام بخاری اس میں ہمہ تن مستغرق ہو کر دوسرے کارِ اجل و اعظم یعنی فقاہت و اجتہاد کی بھی فرصت پاتے، اللہ عز و جل نے انھیں خدمتِ الفاظِ کریمہ کے لیے بنایا تھا، خدمتِ معانی ائمہ مجتہدین خصوصاً امام ائمہ ابو حنیفہ کا حصہ تھا۔ محدث و مجتہد کی نسبت عطار و طبیب کی مثل ہے، عطار دوا شناس ہے اُس کی دکان عمدہ عمدہ دواؤں سے مالا مال ہے مگر تشخیصِ مرض و معرفتِ علاج و فرائقِ استعمالِ طبیب کا کام ہے،

¹ صحیح البخاری کتاب الوکالت باب اذباع الوکیل شیاً فاسداً الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۱۰

عطار کامل اگر طبیب حادق کے مدارک عالیہ تک نہ پہنچے معذور ہے خصوصاً ملک اطباء حدائق امام ائمہ آفاق جو ثریا سے علم لے آیا، جس کی دقت مقاصد کو اکابر ائمہ نے نہ پایا، بھلا امام بخاری تو نہ تابعین سے ہیں نہ تبع تابعین سے، امام اعظم کے پانچویں درجے میں جا کر شاگرد ہیں، خود حضرت امام اجل سلیمان اعمش کہ اجلہ تابعین و امام ائمہ محدثین سے ہیں حضرت سید نانس بن مالک انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ خادم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شاگرد اور ہمارے امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے استاد، ان سے کچھ مسائل کسی نے پوچھے اس وقت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی وہاں تشریف فرما تھے امام اعمش نے ہمارے امام سے فتویٰ لیا، ہمارے امام نے سب مسائل کا فوراً جواب دیا، اعمش نے کہا یہ جواب آپ نے کہاں سے پیدا کیے؟ فرمایا ان حدیثوں سے جو میں نے خود آپ سے سُنیں اور وہ احادیث مع اسانید پڑھ کر بتادیں، امام اعمش نے کہا:

حسبك ما حدثك به في ساعة واحدة. ما علمت انك تعمل بهذه الاحاديث. يا معشر الفقهاء انتم الاطباء ونحن الصيادلة وانت ايها الرجل بكلا الطرفين. ¹	یعنی بس کچھ میں نے جو حدیثیں سَوَدَن میں بیان کیں آپ نے گھڑی بھر میں مجھے سنا دیں، مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ احادیث میں یہ کام کرتے ہیں اے مجتہد! تم طبیب ہو اور ہم محدثین عطار۔ اور اے ابو حنیفہ! تم نے دونوں کنارے گھیر لیے۔

یہ روایت امام ابن حجر مکی شافعی وغیرہ ائمہ شافعیہ وغیرہم نے اپنی تصانیف خیرات الحسان وغیرہم میں بیان فرمائی، یہ تو یہ خود ان سے بدرجہا اجل واعظم ان کے استاذ اکرم و اقدم امام عامر شعبی جنہوں نے پانسو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو پایا حضرت امیر المومنین مولیٰ علی وسعد بن ابی وقاص وسعید بن زید وابو ہریرہ والنس بن مالک وعبد اللہ بن عمرو وعبد اللہ بن عباس وعبد اللہ بن زبیر وعمران بن حصین وجریہ بن عبد اللہ ومغیرہ بن شعبہ وعدی بن حاتم وامام حسن وامام حسین وغیرہم بکثرت اصحاب کرام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شاگرد اور ہمارے امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے استاذ جن کا پایہ رفیع، حدیث میں ایسا تھا کہ فرماتے ہیں بیس سال گزرے ہیں کسی محدث سے کوئی حدیث میرے کان تک ایسی نہیں پہنچی جس کا علم مجھے اس محدث سے زائد نہ ہو۔ ایسے مقام والا مقام باآں جلالت شان فرماتے ہیں:

انالسنا بالفقهاء ولكننا سبنا الحديث فروينا للفقهاء من اذا	ہم لوگ فقیہ و مجتہد نہیں ہم نے تو حدیثیں سُن کر فقیہوں کے آگے روایت کر دی ہیں جو ان پر مطلع ہو کر

¹ الخیرات الحسان الفصل اثلاثون فی سندہ فی الحدیث ایم ایچ سعید کمپنی کراچی ص ۱۳۴

علم عمل۔ ^۱ نقلہ الزین فی تذکرۃ الحفاظ۔	ہم لوگ فقیہ و مجتہد نہیں ہم نے تو حدیثیں سُن کر فقیہوں کے آگے روایت کر دی ہیں جو ان پر مطلع ہو کر کارروائی کریں گے۔ (اسے شیخ زین نے تذکرۃ الحفاظ میں نقل کیا ہے۔ ت)

کاش امام اجل سیدنا امام بخاری علیہ رحمۃ الباری اگر فرصت پاتے اور زیادہ نہیں دس بارہ برس امام حفص کبیر بخاری وغیرہ ائمہ حنفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ سے فقہ حاصل فرماتے تو امام ابو حنیفہ کے اقوال شریفہ کی جلالتِ شان و عظمتِ مکان سے آگاہ ہو جاتے، امام ابو جعفر طحاوی حنفی کی طرح ائمہ محدثین و ائمہ فقہاء دونوں کے شمار میں یکساں آتے مگر تقسیم ازل جو حصہ دے

ہر کسے را بہر کارے ساختند

میل او اندر دلش انداختند

(جس کو کسی کام کے لیے تیار کرنا ہوتا ہے اس کام کی محبت اس کے دل میں ڈال دیتے ہیں)

اور انصافاً یہ متنا بھی عبث ہے، امام بخاری ایسے ہوتے تو امام بخاری ہی نہ ہوتے، ان ظاہر بینوں کے یہاں وہ بھی ائمہ حنفیہ کی طرح معتب و معیوب قرار پاتے فالی اللہ المشتکی و علیہ التکان (اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہی درخواست ہے اور اسی پر بھروسہ ہے۔ ت)

بالجملہ ہم اہل حق کے نزدیک حضرت امام بخاری کو حضور پُر نور امام اعظم سے وہی نسبت ہے جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور پُر نور امیر المومنین مولیٰ المسلمین سیدنا و مولانا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنی سے کہ فرق مراتب بے شمار اور حق بدست حیدر کرار، مگر معاویہ بھی ہمارے سردار، طعن اُن پر بھی کارِ فجار، جو معاویہ کی حمایت میں عیاذ باللہ اسد اللہ کے سبقت و اولیت و عظمت و اکملیت سے آنکھ پھیر لے وہ ناصبی زیدی، اور جو علی کی محبت میں معاویہ کی صحابیت و نسبت بارگاہِ حضرت رسالت مہلادے وہ شیعہ زیدی، یہی روشِ آدابِ بجد اللہ تعالیٰ ہم اہلِ توسط و اعتدال کو ہر جگہ ملحوظ رہتی ہے، یہی نسبت ہمارے نزدیک امام ابن الجوزی کو حضور سیدنا غوثِ اعظم اور مولانا علی قاری کو حضرت خاتمِ ولایت محمدیہ شیخ اکبر سے ہے، نہ ہم بخاری و ابن جوزی و علی قاری کے اعتراضوں سے شانِ رفیعِ امامِ اعظم و غوثِ اعظم و شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر کچھ اثر سمجھیں نہ ان حضرات سے کہ بوجہ خطائی الفہم معترض ہوئے الجبیں، ہم جانتے ہیں کہ ان کا منشاءِ اعتراض بھی نفسانیت نہ تھا بلکہ ان اکابرِ محبوبانِ خدا کے مدارکِ عالیہ تک درس اور اک نہ پہنچنا لاجرم اعتراضِ باطل اور معترضِ معذور، اور معترضِ علیہم کی شانِ ارفع و اقدس، والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین

^۱ تذکرۃ الحفاظ ترجمہ ۷۷ الشیعی علامۃ التالیین دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن ۱/ ۷۹

محمد وآلہ وصحبہ واولیائہ وعلمائہ واهلہ وحبزہ اجمعین، آمین، واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۸۰: از مرزا پور بنگہ نابالغ مرسلہ شجاعت حسین بیگ صاحب بریلوی

بنظر اشرف عالم المعنی فاضل لوزعی مجدد مائتہ حاضرہ جناب مفتی صاحب زاد اللہ فیوضہ، بعد سلام مسنون گزارش ہے مجھ پر عرصہ قرض تھا، یکم رمضان ۱۳۳۸ھ کو اپنی دکان بیع کر کے قرضہ دے دیا، بے حد و بے شمار شکر ہے کہ اُس نے مجھے اُس بار عظیم سے اپنے فضل و کرم سے سبکدوش فرمایا، بعد ادائے کل قرضہ دو ہزار دو سو پچانوے زائد علی الاحتیاج باقی رہے، دوسری ماہ مبارک کو بابتال رب عزوجل قبل گزرنے حولانِ حول کے روپے علیحدہ کر دئے باقی رہے اُن روپے کی زکوٰۃ بحکم شریعت مطہرہ ہوئے بقیہ میں ایک کا اضافہ کر کے بہ نیت زکوٰۃ علیحدہ کر دئے، یہ طریقہ بحکم شریعت مطہرہ صحیح ہو یا نہیں؟ ۲۳ رمضان تک میں بریلی رہا جب تک زر زکوٰۃ طلباء و فقراء کو دیتا رہا باقی تھے کہ مجھے بضرورت ۲۴ کو مرزا پور آنا پڑا، اب یہاں یہ بقیہ اہل حاجت کو دیا جائے تو خلاف حکم شرعی تو نہ ہوگا؟ میرے ایک سالے ہیں جو کٹرہ میران پور ضلع تلمس میں منسوب ہیں قلیل آمدنی ہے اور کثیر اولاد ہیں اگر اُن کو کچھ بھیجا جائے تو صلہ رحم بھی ہوگا مگر یہ ارشاد ہو کہ جس قدر ان کو بذریعہ ڈاک روانہ کیا جائے، مثلاً پانچ روپے بھیجے اور ڈاک کی فیس ایک آنہ یاد و آنے ہوئی تو یہ پیسے انھیں ص سے دئے جائیں یا علیحدہ اپنے پاس سے۔

الجواب:

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، جس دن تاریخ وقت پر آدمی صاحبِ نصاب ہو واجب تک نصاب رہے وہی دن تاریخ وقت جب آئے گا اُسی منٹ حولانِ حول ہوگا اس بیچ میں جو اور روپیہ ملے گا اُسے بھی اسی سال میں شامل کر لیا جائے گا اور اسی حولان کو اُس کا حولان مانا جائے گا اگرچہ اسے ملے ہوئے ابھی ایک ہی منٹ ہوا، حولانِ حول کے بعد ادائے زکوٰۃ میں اصلگتا خیر جائز نہیں، جتنی دیر لگائے گا گنہ گار ہوگا، ہاں پیشگی دینے میں اختیار ہے کہ بتدریج دیتا رہے سال تمام پر حساب کرے اس وقت جو واجب نکلے اگر پورا دے چکا بہتر، اور کم ہو گیا ہے تو باقی فوراً اب دے، اور زیادہ پہنچ گیا تو اُسے آئندہ سال میں مُجرا لے۔ آپ پر حولانِ حول جس دن تاریخ وقت پر ہوتا ہے اُسے اس بیچ میں جو یہ روپے ملے سب زکوٰۃ میں شامل کیے جائیں گے وہ چھین بھی جو بہ نیت زکوٰۃ علیحدہ رکھے، اور ان سب کو ملا کر ۴۰ لیں گے، ہاں اسے پہلے نصاب نہ ہوتا تو جس وقت یہ روپے ملے اُسی وقت سے شروع سال لیتے اور اس وقت آپ نے ادا کیے یا بیش و کم کا اعتبار نہ ہوتا سال تمام پر دیکھیے کہ کیا باقی ہے اتنے کی زکوٰۃ کا مطالبہ ہوتا وہ مطالبہ نکلتا یا بیش و کم، بقیہ زکوٰۃ وہاں کے مساکین کو دیتے

خرج نہیں سالے سے اگر نسبی رشتہ نہیں تو رحم میں شامل نہیں، دوسرے شہر کو وہ زکوٰۃ بھیج سکتے ہیں جو ابھی واجب الادا نہ ہوئی، حوالانِ حول نہ ہوا، اس کے بعد نہیں، جتنا روپیہ زکوٰۃ گیرندہ کو ملے گا اتنا زکوٰۃ میں محسوب ہوگا، بھیجنے کی اجرت وغیرہ اس پر جو خرچ ہو شامل نہ کی جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸۲۸۱:

(۱) اگر زمیندار زمین بٹائی پر جتوئے یا کاشتکار دیگر کاشت کار سے کاشت کرائے اور نصف پیداوار کے مستحق ہوں تو دونوں پر زکوٰۃ فرض ہوگی؟

(۲) فصل ربیع میں جس کھیت کو پانی نہ دیا اس کا دسواں حصہ، پانی دے ہوئے کا بیسواں اور فصل خریف میں دسواں کیوں کہ بارش کے پانی سے پیدائش ہے یونہی صحیح ہے؟

الجواب:

(۱) صاحبین کا مذہب یہ ہے کہ عشر صرف کاشتکار پر ہے اس پر فتویٰ دینے میں کوئی حرج نہیں بلکہ ان ملکوں میں جہاں اجرت میں نقدی ٹھہری ہوتی ہے وہاں اسی پر فتویٰ ہونا چاہئے اور بٹائی میں حسبِ قولِ امام فقط زمیندار پر ہے۔

(۲) جسے بارش یا نہر یا تالاب کا پانی دیا گیا اُس میں دسواں حصہ ہے، اور جسے چر سے یا ڈھکلی سے پانی دیا گیا اس میں بیسواں حصہ اور جسے مول کا پانی دیا گیا اس میں بھی بیسواں حصہ چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸۳: از سرنیاں ضلع بریلی مرسلہ امیر علی صاحب قادری ۲ رجب ۱۳۳۱ھ

زید دریافت کرتا ہے کہ کاشت کار نے زکوٰۃ کی پیداوار میں سے دسواں حصہ بلا پانی دیا ہوا اور بیسواں حصہ پانی دے ہوئے میں سے دیا اگر کاشت کار کے بعد سال تمام کے اسی پیداوار میں سے جس کی زکوٰۃ دسواں یا بیسواں حصہ دے چکا تھا، بچ رہے تو زکوٰۃ چالیسواں حصہ دینا ہوگا کہ نہیں؟

الجواب:

کھیت کی پیداوار پر زکوٰۃ نہیں، وہی عشر ہے، اس کے سوا سال تمام پر اور کوئی زکوٰۃ نہیں آتی، زکوٰۃ صرف تین مالوں پر ہے: اسونا، چاندی یا وہ مال جو تجارت کی تیت سے خریدا یا جنگل میں چرتے ہوئے جانور۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸۴: از درو ضلع نینی تال ڈاکخانہ کچھار مرسلہ عبدالعزیز خاں ۶ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ

زمین نہری عشری ہے یا خراجی؟ اور جو روپے کہ انگریز زمینداروں سے بطور قسط ہیں وہ محسوب زکوٰۃ عشر یا خراج؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

زمین بہت صورتوں میں عشری ہوتی ہے بہت میں خراجی، بعض میں نہ عشری نہ خراجی، جن کی تفصیل کتب فقہ باب العشر و الخرج میں مذکور ہندوستان کہ ایک ملک وسیع ہے اس کی مختلف زمینوں میں غالباً وہ سب یا اکثر صورت تحقیق، تو اس کی زمین کو نہ مطلقاً عشری کہہ سکتے ہیں نہ مطلقاً خراجی، عشر و خراج جو محاصل شرعیہ کے اقسام ہیں جن کے لیے شرع مطہر نے اصول و ضوابط و مواقع و مقادیر کی تقدیر فرمائی، انگریز اپنی قسٹیں لینے میں اُس اصول کے پابند نہیں بلکہ اُن کا قانون مالگزاری جدا ہے کما لا یخفی (جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔ ت)

مسئلہ ۸۵: از لودھیانہ محلہ گرچو منگلی مرسلہ شیخ محمد مقبول صاحب تاجر ۲۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۶ھ

ما قول الفقهاء الحنفية في ان اراضي الهندية التي في ايدي المسلمين خراجية ام عشرية۔ بينوا توجروا۔	فقہاء احناف کا ہندوستان کی اس زمین کے بارے میں کیا موقف ہے جو مسلمانوں کے قبضہ میں ہے، کیا وہ خراجی ہیں یا عشری؟ بینوا توجروا۔ (ت)

الجواب:

الارض كثيرا ما تكون عشرية كما فتح 'وقسم بيننا، وما اسلم 'اهله طوعاً قبل ان تظفر بهم و عشرية اشتراها ذمي من مسلم فاخذها مسلم بشفعة 'اوردت على البائع لفساد البيع 'او بخيار 'اوروية' مطلقاً او عيب 'بالقضاء وما احياء' مسلم بقرب العشريات او لتساوي القرب 'اليها والى الخراجيات على قول ابي يوسف المفتي به وسقاه بماء عشري وحده او مع خراجي على قول الطرفين و كالا حياء جعله "داره بستاناً او مزرعة، كثير اما تكون خراجية كما	زمین بہت سی صورتوں میں عشری ہوتی ہے جیسا کہ ان صورتوں میں ہے مثلاً (۱) زمین مفتوحہ اور مسلمانوں میں تقسیم شدہ ہے (۲) وہاں کے باشندوں نے مسلمانوں کے غلبہ سے پہلے پہلے خوشی سے اسلام قبول کر لیا (۳) زمین عشری تھی اسے کسی ذمی نے مسلمان سے خرید لیا پھر کسی مسلمان نے بذریعہ شفعہ حاصل کر لی (۴) یا فساد بیع کی وجہ سے (۵) یا بخیار شرط (۶) یا بخیار رؤیت ہر حال میں (۷) یا عیب کی صورت میں قاضی کی قضا سے وہ زمین بیچنے والے مسلمان کی طرف واپس لوٹ آئی ہے (۸) جو مسلمان نے آباد کی ہو عشری زمین کے قریب (۹) یا اس زمین کا قرب خراجی اور عشری زمین کے مساوی ہے امام ابو یوسف کے مفتی بہ قول کے مطابق، اور اسے صرف عشری پانی یا عشری اور خراجی دونوں پانی سیراب کرتے ہوں طرفین کے

فتح' ومن علی اہلہا او نقل الیہ کفار أخر وما فتح صلحا' و عشریة اشتراھا ذمی من مسلم و خراجیة اشتراھا مسلم وما احیاء ذمی باذن الامام او رضخ له مطلقا او مسلم بقرب الخراجیات، او سقاہ بماء خراجی صرفا علی القولین ومثله مسئلة الدار فی المسلم والذمی جبیعا، وقد تكون لا عشریة ولا خراجیة کما فتحناه وابقیناه لنا الی یوم القیمة اومات ملا کھا' والت لبیت المال علی نزاع فی هذا قال فی ردالمحتار عن الدر المنقی شرح الملتقی، هذا نوع ثالث یعنی لا عشریة ولا خراجیة من الاراضی تسبی ارض المملکة وارضی الحوز و هو ما مات اربابه بلا وارث وال لبیت المال او فتح عنوة ابقی للمسلمین الی یوم القیامة وحکمہ علی ما فی التاتارخانیة انه یجوز للامام دفعه للزارع باحد طریقین اما باقامتهم مقام الملاك فی الزراعة واعطاء الخراج

قول کے مطابق (۱۱، ۱۰) اور دار کی زمین کو باغ یا زرعی بنانا، آباد بنانے کی طرح ہے اور بہت سی صورتوں میں زمین خراجی ہوتی ہے (۱) زمین فتح کر لی گئی مگر اس کے باشندوں کو ہی بطور حسن سلوک واپس کر دی گئی (۲) ایسی زمین کی طرف دوسرے کفار کی منتقلی کی گئی ہو (۳) وہ زمین بطور صلح فتح کی گئی ہو (۴) زمین عشری تھی مگر کسی ذمی نے مسلمان سے خرید لی۔ (۵) ایسی زمین خراجی جسے کسی مسلمان نے خرید لیا۔ (۶) ایسی زمین جسے اذن امام سے کسی ذمی نے آباد کیا۔ (۷) جو زمین ذمی کو بطور عطیہ دے دی گئی (۸) کسی مسلمان نے اس زمین کو خراجی زمین کے قریب آباد کیا یا اسے دونوں قولوں کے مطابق محض خراجی پانی سے سیراب کیا (۹) اسی کی مثل مسئلہ دار ہے مسلمان اور ذمی کے حق میں کہ ذمی کیلئے خراجی ہے بعض اوقات زمین نہ شرعی ہوتی ہے اور نہ ہی خراجی، مثلاً ہم نے زمین فتح کی اور تا قیامت اسے مسلمانوں کے لیے وقف رکھا یا اس زمین کے مالک فوت ہو گئے اور وہ زمین بیت المال کی طرف لوٹ آئی، اس میں نزاع ہے۔ ردالمحتار میں در المنقی شرح الملتقی سے ہے کہ یہ زمین کی تیسری نوع ہے یعنی نہ وہ عشری ہے اور نہ وہ خراجی زمینوں میں سے ہے، ایسی زمینوں کو ارض مملکت اور اراضی حوز کہا جاتا ہے، اور یہ ایسی زمینیں ہیں جن کے مالک بلا وارث فوت ہو جائیں اور وہ زمین بیت المال کی طرف لوٹ آئے یا وہ زمین بطور غلبہ مفتوحہ ہو اور وہ تا قیامت مسلمانوں کیلئے باقی رکھ دی ہو، تاتارخانیہ کے مطابق اس کا حکم یہ ہے کہ حاکم وقت اسے دو طریقوں

میں سے کسی ایک کے مطابق زراعت کیلئے دے سکتا ہے یا زراعت اور خراج دینے میں مالکوں کے قائم مقام بنادے یا بقدر خراج اجارہ پر دے دے اب اس زمین سے حاصل شدہ حاکم کے حق میں خراج اور کرایہ پر لینے والوں پر سوائے اجرت کے کچھ نہ ہوگا، تو ان پر نہ عشر ہے نہ خراج اہ اختصار۔ اسی طرح اس وقت حکم ہے جب وقف نہ کرے جیسا کہ میں نے شرح الممتقی میں ذکر کیا ہے۔ شامی کہتے ہیں کہ بحر میں عشر کا ذکر نہیں، انہوں نے اس کی تحقیق کے بعد کہا کہ اراضی مصر کے مالک فوت ہونے اور ان کے بیت المال کی طرف لوٹنے کی وجہ سے خراج ختم ہو گیا، تو اب کوئی انسان امام سے ایسی زمین خریدتا ہے تو وہ مالک بن جائیگا اور خراج نہیں ہوگا کیونکہ امام نے اس کا بدل مسلمانوں کے لیے حاصل کر لیا ہے، اس کی تفصیل تحفہ مرضیہ میں ہے اہ ہاں اس رسالہ میں عشر کا ذکر ہے کہ عشر بھی واجب نہیں کیونکہ اس میں نقل نہیں پائی گئی۔ میں کہتا ہوں یہ محل نظر ہے کیونکہ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ فرضیت عشر کتاب اللہ، سنت، اجماع اور قیاس سے ثابت ہے، اور اس بات کی بھی تصریح کی ہے کہ عشر اس زمین میں واجب ہے جو نہ عشری ہو اور

واما بما جارتها بقدر الخراج فيكون المأخوذ في حق الامام خراجا وفي حق الاكورة اجرة لا غير لا عشر ولا خراج اها باختصار. و قال في الدر المختار المشتراة من بيت المال اذا وقفها مشترىها فلا عشر ولا خراج، شرنبلالية معزيا للبحر، وكذا لو لم يوقفها كما ذكرته في شرح الملتقى اه² قال الشامي لم يذكر في البحر، العشر وانما قال بعد ما حقق ان الخراج ارتفع عن اراضى مصر لعودها الى بيت المال بهوت ملاكها فاذا اشتراها انسان من الامام، ملكها ولا خراج عليها لان الامام قد اخذ البديل للمسلمين و تمامه في التحفة المرضية اه نعم ذكر العشر في تلك الرسالة فقال انه لا يجب ايضا لانه لم ير فيه نقلا - قلت ولا يخفى ما فيه لانهم قد صرحوا بان فرضية العشر ثابتة بالكتاب و السنة والاجماع والمعقول وبانه يجب فيما ليس بعشرى ولا خراجى كالمفاوز والجبال وبان الملك غير شرط

¹ رد المحتار باب العشر والخراج والجزية مصطفیٰ البابی مصر ۲۸۰/۳

² در مختار باب العشر والخراج والجزية مطبع مجتبائی دہلی ۳۲۸/۱

نہ خراجی، مثلاً جنگل اور پہاڑ کی زمین، اور یہ بھی تصریح ہے کہ ملکیت اس پر شرط نہیں بلکہ زمین سے حاصل ہوئی چیز کی ملکیت شرط ہے اور اس لیے بھی کہ عشر حاصل شدہ میں لازم ہوتا ہے نہ کہ زمین میں، لہذا زمین کی ملکیت اور عدم ملکیت برابر ہے البدائع، سقوط خراج سے سقوط عشر لازم نہیں آتا، علاوہ ازیں سقوط خراج میں بھی اختلاف ہے جبکہ وہ زمین خراجی ہو یا خراجی پانی سے سیراب ہو الخ اختصاراً۔ باقی مسائل در مختار اور دیگر کتب میں معروف ہیں۔ ہندوستان کی زمین نہایت وسیع ہے اس میں مذکورہ تمام صورتوں یا اکثر کا پایا جانا بعید نہیں لہذا یہ حکم لگانے کے لیے کہ یہ عشری ہے یا خراجی، یا نہ عشری ہے نہ خراجی۔ زمین کا تعین ضروری ہے کہ کون سی زمین کا معاملہ درپیش ہے، تحقیق کے بغیر یقینی طور پر ایک حکم نہیں لگایا جاسکتا۔ اور جو یہ وہم کیا گیا ہے کہ قاسم بن محمد الثقفی نے ۹۳ھ کو ہندوستان کی زمین بطور غلبہ حاصل کی تھی۔ جیسا کہ فتح اور بنایہ میں ہے اور یہ معلوم نہیں کہ اس کا خراجی ہونا ضروری ہے، یہ وہم نہ کافی ہے اور نہ قوی، اور یہ ہو بھی کیسے سکتا ہے کیونکہ قاسم نے بہت تھوڑا سا حصہ فتح کیا تھا جو ہندوستان کے ایک گوشہ ملتان کے ساتھ متصل تھا، اور بطور غلبہ حصول زمین اس کے خراجی ہونے کو مستلزم نہیں جیسا کہ آپ نے جان لیا ہے تو جس طرح

فيه بل الشرط ملك الخارج ولان العشر يجب في الخارج لا في الارض فكان ملك الارض وعدمه سواء كما في البدائع ولا يلزم من سقوط الخراج سقوط العشر على انه قد يناع في سقوط الخراج حيث كانت من ارض الخراج او سقيت بمائه الخ¹ ملتقطاً وبواقى المسائل معروضة في الدرر وغيره من الاسفار الغرور ارض الهند على سعتها لا يبعد ان يوجد فيها تلك الصور كلها اوجلاً فالمصير الى التبين فأي ارض ثبتت فيها صورة اجري عليها حكمها من كونها خراجية او عشرية او لا ولا سبيل الى الجزم بحكم واحد من دون تحقيق وما يتوهم من ان القاسم بن محمد الثقفی افتتحها عنوة سنة ثلث وتسعين² كما في الفتح والبنایة ولم يعلم قسمتها بين المسلمين فوجب كيف وان قاسم لم يفتح منها الا شيئاً نذر ايسير امن احدى نواحيها مما يلي ملتان والافتتاح عنوة لا تستلزم الخراجية كما

¹ رد المحتار باب العشر والخراج والجزية مصطفیٰ البابی مصر ۲۷۹/۳

² فتح القدير باب العشر والخراج مكتبة نورية رضوية سكر ۲۸۰/۵

مسلمانوں کے درمیان تقسیم کرنا معلوم نہیں اسی طرح ان باشندوں کو بطور حسن سلوک دینا بھی تو ثابت نہیں، تو عدم ثبوت مقتضی کے باوجود مسلمانوں پر وجوب اخراج کا حکم کیسے لگایا جاسکتا ہے البتہ ایسا ممکن بلکہ مسلمان سلاطین سے زیادہ ظاہر یہی ہے کہ انہوں نے یہ زمین مسلمانوں کے لیے رکھی ہو تو اب اصل مصرف کے اعتبار سے نہ یہ عشری ہے اور نہ خراجی، اور جو زمین مسلمانوں کے قبضہ میں ہو وہی اس کے مالک و وارث ہوں تو وہاں اس زمین کو انہی کی مملوکہ کہا جائے گا اور یہی سمجھا جائے گا ان میں سے کچھ زمین غیر آباد تھی اسے مسلمانوں نے آباد کر لیا اور کچھ انکی طرف بیت المال سے بطریق صحیح آئی، اس کے بعد تو وہ قطعاً خراجی نہ ہوگی کیونکہ ابتداءً وہ خراجی نہیں ہو سکتی اور نہ ہی کسی مسلمان پر ابتداءً خراج لازم ہو سکتا ہے اور وہ عشری ہوگی جیسا کہ اس کی تفصیل ردالمحتار میں ہے، اور وہ دوسری صورت میں دونوں وظیفوں (عشر و خراج) سے فارغ ہوگی جیسا کہ تحفہ مرضیہ، غنیہ ذوی الاحکام اور درمختار میں ہے: ابن عابدین کہتے ہیں کہ ہمیں قری اور وقف شدہ کھیتوں کے علاوہ عدم ملک زراعت کا علم نہیں یا ہمیں معلوم ہے کہ یہ زمین بیت المال کی ہے، اس کے علاوہ زمین کے مسلمان ہر دور میں وارث بنتے اور خرید و فروخت کرتے چلے آ رہے ہیں، خیر یہ میں ہے کہ قبضہ کرنے والا جب کوئی دعوٰی کرے کہ یہ زمین مجھے شرائاً یا وراثتاً یا دیگر کسی

علمتو کہ مالہ یعلم قسمتها بیننا کذلک لم یثبت المن بها علی اهلها فکیف یحکم با یجاب الخراج علی المسلمین مع عدم ثبوت موجبہ، الا یمکن ان تكون الارض مما ابقى للمسلمین بل لعله الظاهر من صنیع السلاطین فاذن لا تكون فی اصل الوضع عشریة ولا خراجیة وما کان منها با یدی الناس یتملکونها ویتوارثونها، یحکم بانها مملوكة لهم و یحمل علی ان منها ما کان موثلاً فاحییة و منها ما انتقل الیهم بوجه صحیح من بیت المال وبعد هذا لا تكون خراجیة قطعاً لانها لم تکن فی بدء امرها منها ولا یوضع الخراج علی مسلم بدأ تكون عشریة علی ما حققه فی ردالمختار وفارغة الوظیفین فی الصورة الثانیة علی ما فی التحفة المرضیة وغنیة ذوی الاحکام والدرالمختار، قال ابن عابدین عدم ملک الزراعت غیر معلوم لنا الا فی القرى و المزارع الموقوفة او المعلوم کونها لبیت المال اما غیرها فنراهم یتوارثونها جیلاً بعد جیل و فی الخیریة اذا ادعی واضع الید الذی تلقاها شراءً أو ارثاً و غیرها من اسباب

سبب ملک کے ذریعے حاصل ہوئی ہے تو وہ اس کی ملک ہوگی اور اسی کا قول معتبر ہوگا یا جو اس کے ساتھ ملکیت میں مختصمت کرے اس پر دلیل کا لانا ہوگا اور فقہاء نے تصریح کی ہے کہ قبضہ اور تصرف، ملکیت پر قوی دلیل بنتے ہیں یہی وجہ ہے کہ اس کے مالک ہونے پر شہادت دینا صحیح ہوتا ہے۔ امام ابو یوسف کی کتاب الخراج میں ہے کہ کسی حاکم کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی کے قبضہ سے کوئی شے خارج کرے ماسوائے اس صورت کے جب دوسرے کا حق ثابت و معروف ہو، اور انہ نے ان گرجوں کے بارے میں تصریح کی ہے جو کفار کی خاطر بنائے گئے وہ ایسے بیابان میں تھے جو شہر کی عمارتوں سے متصل ہے تو یہاں اولیٰ یہی کہنا ہے کہ زمین انہی کی ملکیت میں باقی رہے گی جن کے وہ قبضہ میں ہے کیونکہ ممکن وہ زمین غیر آباد ہو اور ان لوگوں نے اسے آباد کیا یا وہ ان لوگوں کی طرف بطریق صحیح منتقل ہوئی ہو اور یہ ان کی طویل، خوبصورت اور صواب کو واضح کرنے والی عبارت کا خلاصہ ہے، اور اس کے آخر میں یہ جو کہا کہ شام، مصر اور ان کی طرح دیگر علاقوں کی اراضی کے بارے میں اگر یہ علم ہو کہ بطریق شرعی بیت المال کو حاصل ہوئی ہیں تو ان کا حکم وہی ہے جس کا ذکر شارح نے فتح سے کیا (یعنی خراج ساقط ہو جائے گا اور جو حاصل کیا جائے گا وہ اجرت ہوگی) اور جن زمینوں کا علم نہیں وہ ان کے مالکوں کی ہی ہوں گی اور اس سے خراج

الملك انہا ملكه فالقول له او على من يخاصمه في الملك البرهان اهـ وقد قالوا ان وضع اليد والتصرف من اقوى ما يستدل به على الملك ولذا تصح الشهادة بانه ملكه - وفي رسالة الخراج لابن يوسف ليس للامام ان يخرج شيئاً من يد احد الا بحق ثابت معروف اهـ والائمة اذا قالوا في الكنائس المبنية للكفر انها كانت في برية فاتصلت بها عبارة المصنف فاولى ان يقولوا ابقاء تلك الاراضى بيد من هي تحت ايديهم با حتمال انها كانت مواتاً فاحييت او انها انتقلت اليهم بوجه صحيح اهـ¹ ملتقطاً الى آخره اطال واطاب ووضح الصواب، اما ما قال في آخره والحاصل في الاراضى الشامية والمصرية ونحوها ان ما علم منها كونه لبیت المال بوجه شرعی فحكمه ما ذكره الشارح عن الفتح (اي سقط الخراج وماخوذ اجرة) وما لم يعلم فهو ملك لاربابه والماخوذ منه خراج لا اجرة

¹ رد المحتار باب العشر والخراج والجزية مصطفی البانی مصر ۲۸۰/۳

و صولہ کیا جائے گا نہ کہ اُجرت، کیونکہ اصلاً یہ زمین خراجی ہے اہل توابع واضح کیا کہ ابتداءً ان کے خراجی ہونے کی وجہ وہی ہے جس کو پہلے بیان کیا جو امام ثانی کی دلیل ہے کہ عراق، شام اور مصر کی زمینیں بطور غلبہ حاصل ہوئی ہیں اور خراجی ہیں کیونکہ انھیں اس کے ان سابقہ باشندوں کو دے دیا گیا جن سے بطور غلبہ حاصل کی گئی تھی اہل اور اس سے پہلے لکھا کہ امام ابو یوسف نے کتاب الخراج میں فرمایا اگر حاکم نے انھیں لوگوں کے پاس زمین رہنے دی جن سے بطور غلبہ حاصل کی تھی تو یہ بہت اچھا کیا کیونکہ مسلمانوں نے عراق، شام اور مصر کی زمینیں حاصل کیں تو انھیں تقسیم نہ کیا بلکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان زمینوں پر خراج لگایا اور ان میں خمس نہ رکھا گیا یہ وہی ہے جس کے بارے میں آپ نے فرمایا کہ یہ اصل کے اعتبار سے خراجی ہیں مگر وہ جس میں ہم گفتگو کر رہے ہیں جب تک ثابت نہ ہو ان کا احتمال کی بنیاد پر خراجی قرار دینا اور مسلمانوں پر ایسی چیز کا وجوب جس کے وہ بقول صاحب کمال کے اہل نہیں، ممکن نہیں، یہ مجھ پر ظاہر ہوا ہے اور حقیقت حال سے اللہ تعالیٰ زیادہ واقف و آگاہ ہے، پھر میں نے فتاویٰ عزیزہ میں دیکھا کہ انہوں نے مولانا شیخ جلال الدین تھانی سری قدس سرہ السری کے رسالہ

لأنه خراجی فی اصل الوضع اھ فقد بان ان الوجه كونها خراجیة فی بدء الامر لما قدم فی هذا البیان مستندا للامام الثانی ان ارض العراق والشام ومصر عنویة خراجیة تركت لاهلها الذین قهر و اعليها اھ² وقال قبله قال ابو یوسف فی کتاب الخراج ان تركها الامام فی ایدی اهلها الذین قهر و اعليها فهو حسن فان المسلمين افتتحو ارض العراق والشام ومصر ولم یقسوا شیئاً من ذلك بل وضع عمر رضی اللہ تعالیٰ عنه علیها الخراج و لیس فیها خمس اھ³ فهذا ما قال انه خراجی فی اصل الوضع اما نحن فیہ اذ لم یثبت ذلك لا یمكن جعلها خراجیة بالاحتمال وایجابہ علی المسلمین الذین لیسو امن اهلہ بتصریح ذوی الکمال هذا ما ظہری واللہ تعالیٰ اعلم بحقیقة الحال ثم رأیت فی الفتاویٰ العزیزية، نقل عن رسالة مولانا الشیخ الجلیل جلال التھانی سری

¹ رد المختار باب العشر والخراج والجزية مصطفیٰ البابی مصر ۲۸۲/۳

² رد المختار باب العشر والخراج والجزية مصطفیٰ البابی مصر ۲۸۱/۳

³ رد المختار باب العشر والخراج والجزية مصطفیٰ البابی مصر ۲۷۹/۳

سے نقل کیا جو فارسی الفاظ میں یوں ہے: ہندوستان کی زمین درابتداءً فتح ہوئی جس طرح عراق کی زمین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں فتح ہوئی تھی، یہ بیت المال کی ملکیت میں بطور وقف رہے گی اور زمینداروں کا اس سے زیادہ دخل نہیں کہ وہ ان زمینوں کے متولی، منتظم، مزارعین و اعانت و زراعت و حفظ دخلے نیست چنانچہ لفظ زمیندار نیز اشعارے بآں می کند و تغیر و تبدل زمینداری عزل و نصب زمینداران و اخراج بعضے از آنہا و اقرار بعضے و عطائے آراضی بافغاناں و بلوچاں و سادات و قدوائیاں بصیغہ زمینداری دلالت صریحہ بریں می کند پس دریں صورت جمیع اراضی ہندوستان مملوک بیت المال گشت و بعقد مزارعت علی النصف اواقل منہ در دست زمینداران¹ فہذا صریح فیما استظہرنا ہ من ان الفاتحین لم یقسموہا ملکا للمسلمین و الحکم فیہ ما بیناہ و ذکر رحمہ اللہ تعالیٰ فی سواد العراق فمختار الائمة الشافعیۃ کما بینہ فی رد المحتار اما عندنا فممنون بہا علی اہلہا ولا یضرنا الکلام فی التمثیل فعلی هذا ما بایدی المسلمین

نقل کیا جو فارسی الفاظ میں یوں ہے: ہندوستان کی زمین درابتداءً فتح ہوئی جس طرح عراق کی زمین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں فتح ہوئی تھی، یہ بیت المال کی ملکیت میں بطور وقف رہے گی اور زمینداروں کا اس سے زیادہ دخل نہیں کہ وہ ان زمینوں کے متولی، منتظم، مزارعین و اعانت و زراعت و حفظ دخلے نیست چنانچہ لفظ زمیندار نیز اشعارے بآں می کند و تغیر و تبدل زمینداری عزل و نصب زمینداران و اخراج بعضے از آنہا و اقرار بعضے و عطائے آراضی بافغاناں و بلوچاں و سادات و قدوائیاں بصیغہ زمینداری دلالت صریحہ بریں می کند پس دریں صورت جمیع اراضی ہندوستان مملوک بیت المال گشت و بعقد مزارعت علی النصف اواقل منہ در دست زمینداران¹ فہذا صریح فیما استظہرنا ہ من ان الفاتحین لم یقسموہا ملکا للمسلمین و الحکم فیہ ما بیناہ و ذکر رحمہ اللہ تعالیٰ فی سواد العراق فمختار الائمة الشافعیۃ کما بینہ فی رد المحتار اما عندنا فممنون بہا علی اہلہا ولا یضرنا الکلام فی التمثیل فعلی هذا ما بایدی المسلمین

¹ فتاویٰ عنہری مسئلہ اراضی عطائے سلطانی مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۱۱ھ

ہمیں نقصان دہ نہیں تو اب اس ضابطہ پر جو زمین مسلمانوں کے قبضہ میں ہوگی وہ عشری ہی ہوگی مگر اس صورت میں جب اس کے خراجی ہونے پر کوئی وجہ شرعی موجود ہو واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ واتم احکم (ت)	من الاراضی لا تجعل الا عشریة مالم یثبت فی شئی منها کو نہا خراجیۃ بوجہ شرعی واللہ سبحانہ وتعالیٰ وعلیہ جل مجدہ اتم واحکم۔



افصح البیان فی حکم مزارع ہندوستان (ہندوستان کی زمینوں کے تفصیلی احکام)

مسئلہ ۸۶: از بہار شریف مدرسہ اسلامیہ مرسلہ مولوی عبداللہ صاحب طالب علم ۱۲ ربیع الآخر ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ وہ سب زمین ہندوستان کی جس کی مالگزاری زمیندار نقد دیتے ہیں آیا عشری ہے یا خراجی، اگر عشری ہے تو بعد منہائی مالگزاری کے واجب ہے یا بلا منہائی، اور یہ بھی کہ اس صورت میں کہ زمیندار سب اپنی رعایا کے ساتھ زمین کو بند و بست کرتے ہیں اس صورت میں عشر کس پر واجب ہے زمیندار پر یا رعایا پر؟ اور بصورت خراجی ہونے کے وہ مال گزاری جو نقد دیتے ہیں وہی خراج تصور کیا جائیگا اور کوئی دوسرا، اور جب دوسرا ہوگا تو مالگزاری منہا دے کر خراج شرعی دینا ہوگا یا بغیر منہا، اور کس قدر اور کس حساب سے دینا ہوگا، اور بصورت عدم عشری و عدم خراجی ہونے کے ہم زمینداروں کو کیا کرنا چاہیئے جو مواخذہ سے بری ہوں۔ بینوا تو جروا۔

الجواب:

بسم اللہ الرحمن الرحیم والصلوة والسلام علی رسول اللہ۔
ہندوستان میں مسلمانوں کی زمینیں خراجی نہ سمجھی جائیں گی جب تک کسی خاص زمین کی نسبت خراجی ہونا دلیل

شرعی سے ثابت نہ ہو۔ کما حقہ توفیق اللہ تعالیٰ فی فتاؤنا بما لا يتجاوز الحق عنه (جیسا کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اپنے فتاویٰ میں اس کی تحقیق کی ہے جس سے حق متجاوز نہیں۔ ت) بلکہ وہ عشری ہیں یا نہ عشری نہ خراجی، اور دونوں صورتوں میں ان کا وظیفہ عشر ہے۔

پہلی صورت میں تو معاملہ واضح ہے اور دوسری صورت میں بھی عشر ہے جیسا کہ ردالمحتار میں اس کی تفصیل ہے البتہ تحفہ مرضیہ پھر شرنبلالیہ پھر درمختار کا اس میں اختلاف ہے اور صاحب درمختار کی تحقیق نہایت نفیس ہے، در نے شرنبلالی اور شرنبلالی نے صاحب تحفہ سے اور وہاں علامہ صاحب بحر کی طرف منسوب ہے، اور معاملہ کی بنیاد یہاں یہی ہے اور مذکور شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اور جو کچھ تحفہ میں ہے اس کے نقل پر کوئی دلیل نہیں، اس پر اعتماد صرف اس وجہ سے کیا گیا ہے کہ ایسی زمین میں عشر کے لازم ہونے پر کوئی روایت ہماری نظر سے نہیں گزری اور آپ جانتے ہیں کہ عدم روایت، روایت عدم نہیں ہوتی۔ عدم نقل، نقل عدم نہیں۔ حالانکہ نصوص مطلق ہیں، اور جو زمین نہ عشری ہو اور نہ خراجی وہاں عشر لازم ہوتا ہے جیسا کہ جنگل اور پہاڑ۔ اقول: اس عبارت کہ "ہم نے زمین کی فتح کی اور اسے تاقیامت اپنے لیے رکھا" کا معنی یہ ہے کہ اسے مالکوں کو واپس نہ دیا یا دیگر کفار کو نہ دی یا بطور غنیمت اسے لشکریوں میں تقسیم نہ کیا اسی طرح وہ زمین جس کا مالک فوت ہو گیا اور وہ بیت المال کی ہو گئی کیونکہ عشر اور خراج مسلمانوں کے حق کی وجہ سے لازم ہوتا ہے۔ یہ مذکورہ زمین یا تو ہے ہی مسلمانوں کی یا ان کی طرف لوٹ آئے گی، لہذا مسلمانوں کے لیے ان پر کوئی

اماعلی الاول فظاہر و اماعلی الثانی فکما حققہ فی ردالمحتار خلافاً لہا فی التحفہ المرضیۃ ثم الشرنبلالیۃ ثم الدرالمختار وما حققہ واضح نفیس، والدر، انما عزاہ للشرنبلالی و الشرنبلالی لصاحب التحفۃ عن العلامة صاحب البحر، فالیہ دار فیہ الامر، وهو رحمہ اللہ تعالیٰ وما فی التحفۃ لم یستند فیہ النقل انما اعتمد علی عدم رؤیتہ نقلاً بلزوم العشر فیہ وانت تعلم ان عدم الرویۃ لیست رؤیۃ العدم ولا عدم النقل نقل العدم والنصوص مطلقة، والعشر یجب فیما لیس بعشر ولا خراجی کا لمفاوز والجبال۔ اقول: ومعنی کون ما فتحنہا فاقبینہا لنا الی یوم القیامۃ من دون ان نعطیہا ملاکھا او کفار اخرین او نقسمہا بین الغنمین وکذا مامات ملاکھا فالت لبیت المال، ان العشر والخراج انما یوجب حقاً للمسلمین وھذہ قد کانت اوصارت لھم فلا وجہ لان یوجب شئ لھم

عليهم ففراغ الوظيفة لعدم من يوظف عليه
 كارض خربة لم تزرع اصلا اما اذا وجدنا من
 نوجب عليه فلا معنى للفراغ وقد نص المحقق
 على الاطلاق في فتح القدير "واخر باب زكاة
 الزروع" في تعليل قول الامام رضى الله تعالى
 عنه، ان الذمى اذا اشترى عشرية من مسلم
 تصير خراجية،¹ ما نصه وجه قول ابى حنيفة انه
 تعذر العشر لان فيه من معنى العبادة والارض لا
 تخلوا فيه من معنى العبادة والارض لا تخلوا عن
 وظيفة مقررة فيها شرعا² مختصرا، فهذا
 بحمد الله نص فيما عولنا عليه والله الحمد -
 وبالجملة ما لبيت المال فارغة ما دامت لها فاذا
 انتقلت لملك احد بوجه صحيح كما هو المحمل
 في الاراضى التى بايدى الناس يتوارثونها
 ويتصرفون فيها تصرف الملاك كما حققه في
 ردالمحتار وبيناه في فتاؤنا فلا محيد عن
 التوظيف الا ترى ان الموات تكون لبيت المال

شئى واجب کرنے کی کوئی وجہ نہیں، یہاں عشر و خراج کا نہ
 لازم ہونا اس لیے ہے کہ یہاں کوئی ایسا شخص ہی نہیں جس پر
 کچھ لازم کیا جائے جیسے کہ بنجر زمین جو بالکل ہی کاشت نہ کی گئی
 ہو اور اگر ہم یہاں ایسے شخص کو پالیں جس پر کوئی شئ لازم
 کریں تو فراغ کا کوئی معنی نہ ہوگا۔ محقق علی الاطلاق نے فتح
 القدير میں باب زكاة الزروع کے آخر میں امام صاحب رضى
 الله تعالى عنه کے قول کی علت بیان کرتے تصریح کی ہے کہ
 ذمى نے جب عشری زمین کسی مسلمان سے خریدی تو وہ خراجی
 ہو جائے گی۔ امام ابو حنیفہ کے قول کی وجہ یہ بیان کی کہ یہاں
 عشر نہیں ہو سکتا کیونکہ عشر میں عبادت کا پہلو ہے اور زمین
 شرعی طور پر کسی مقرر وظیفہ سے خالی نہیں ہو سکتی اھ
 اختصاراً بحمد الله یہ ہمارے مختار پر تصریح ہے والله الحمد۔
 الغرض بیت المال کی زمین جب تک بیت المال کی ہے وہ ہر
 وظیفہ سے فارغ رہے گی حتی کہ وہ کسی طریق صحیح سے کسی
 کی ملکیت میں چلی جائے جیسا کہ معاملہ ان اراضی کا ہے جو
 لوگوں کے پاس بطور وراثت منتقل ہوتی ہیں اور ان میں وہ
 مالکوں جیسا تصرف کرتے ہیں جیسا کہ ردالمحتار میں ہے اور
 ہم نے اسے اپنے فتاویٰ میں بیان کیا ہے پس ان میں وظیفہ
 سے چھٹکارا نہیں، کیا تمہارے علم میں نہیں کہ جب بے آباد
 زمین

¹ فتح القدير باب زكاة الزروع الثمار مکتبہ نوریہ رضویہ ستمبر ۲ / ۱۹۶

² فتح القدير باب زكاة الزروع الثمار مکتبہ نوریہ رضویہ ستمبر ۲ / ۱۹۷

وہی فارغة فاذاھی تحییٰ بأذن الامام فتصیر ذات وظیفۃ کذا ہذا۔	بیت المال کی ملکیت ہو تو وہ وظیفہ سے فارغ ہوتی ہے توجہ وہ حاکم کی اجازت سے وہ آباد ہو جائے تو وہ زمین صاحب وظیفہ کی ہو جائیگی یہاں بھی یہی معاملہ ہے۔ (ت)

اور عشر پوری پیداوار کا لیا جائے گا۔

فی تنویر الابصار یجب العشر بلا رفع مؤن الزرع۔ ^۱ فی الدر المختار لتصریحهم بالعشر فی کل الخراج ^۲	(تنویر الابصار میں ہے کہ کھیتی کے تمام اخراجات نکالے بغیر عشر لازم ہے۔ در مختار میں اس کی دلیل یہ دی ہے کہ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ عشر تمام پیداوار پر ہے۔ (ت)

قلت: ومن یظلم لا یظلم (میں کہتا ہوں ظلم کے بدلے ظلم نہ کیا جائے گا۔) زمین اگر بٹائی پر دی جائے یعنی مزارع سے پیداوار کا حصہ مثلاً نصف یا ثلث غلہ قرار دیا جائے تو مالک زمین پر بقدر حصہ کا عشر آریگا مزارعت بالمناصفہ کی صورت میں سو^{۱۰۰} من غلہ پیدا ہوا تو زمیندار پانچ من عشر میں دے، اور اگر اجارہ میں دی گئی جسے لوگ نقشہ کہتے ہیں مثلاً سو^{۱۰۰} روپیہ بیگھ پر اٹھائی تو سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک کل عشر مالک زمین پر ہے اور صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک کل مزارع پر ہے زمیندار سے کچھ مطالبہ نہیں۔ امام قاضی خاں نے قول اول کے اظہار ہونے کا اشارہ کیا،

وعلیہ اقتصر الامام الخصاف وبہ جزم فی منظومة النسفی والا سعا ف واعتده المتأخرون كالخیر الرملى واسلعيل الحائك وحامد آفندی وغیر هم رحمهم الله تعالى۔	امام خصاف نے اسی پر اکتفاء کیا ہے اور منظومہ نسفی اور اسعاف میں اسی پر جزم کیا ہے اور متاخرین مثلاً خیر رملى، اسلعيل حائك، حامد آفندی وغیر ہم رحمہم اللہ تعالیٰ نے اسی پر اعتماد کیا ہے (ت)

مگر حاوی قدسی میں قول دوم پر فتویٰ اور وہ بھی لفظ ناخذ (ہم اسی کو لیں گے۔) کہ اکد الفاظ فتویٰ سے ہے وہ تصحیح التزامی تھی اور یہ صریح ہے،

فی الدر المختار العشر علی الموجد كخراج موظف وقال علی المستاجر كمستعیر مسلم وفي الحاوی وبقولهما ناخذ و	در مختار میں ہے کہ عشر کرایہ پر دینے والے پر ہے جیسا کہ مقرر خراج، صاحبین کے نزدیک عشر کرایہ دار پر ہے جیسے کہ مسلمان عاریۃ کوئی چیز لے۔ حاوی

^۱ در مختار شرح تنویر الابصار باب العشر مطبع مجتبائی دہلی / ۱۳۹

^۲ در مختار شرح تنویر الابصار باب العشر مطبع مجتبائی دہلی / ۱۳۹

میں صاحبین کا قول لیتے ہیں اور مزارعت میں اگر بیج زمین کے مالک کا ہے تو اس پر عشر ہے اور اگر عامل کا ہے تو حصہ کے مطابق دونوں پر ہوگا، ردالمحتار میں ماتن کے قول "وفی المزارعة الخ" کے تحت یہ شارح نے جو کہا یہ صاحبین کا قول ہے، اور اس پر اکتفاء کی وجہ آپ جان چکے کہ صحت مزارعت کے بارے میں صاحبین کے قول پر فتویٰ ہے لیکن جو تفصیل میں بیان ہوا وہ اس کے مخالف ہے، جو بحر، مجتبیٰ، معراج، سراج، حقائق، ظہریہ وغیرہ میں ہے کہ امام صاحب کے نزدیک عشر مالک زمین پر ہے اور صاحبین کے نزدیک دونوں پر ہے مگر تفصیل کا ذکر نہیں، اور عشر پیداوار میں واجب ہے اور پیداوار دونوں کے درمیان تقسیم ہوگی لہذا عشر دونوں پر ہوگا الخ (ت)	فی المزارعة ان كان البذر من رب الارض فعليه ولو من العامل فعليهما بالحصّة¹ فی ردالمحتار تحت قوله وفي المزارعة الخ ما ذكره الشارح هو قولهما اقتصر عليه لما علمت ان الفتوى على قولهما بصحة المزارعة لكن ما ذكر من التفصيل يخالفه ما في البحر والمجتبیٰ والمعراج والسراج والحقائق والظهيرية وغيرها من ان العشر على رب الارض عنده وعليها عندهما من غير ذكر هذا التفصيل وهو الظاهر لما في البدائع من ان المزارعة جائزة عندهما والعشر يجب في الخارج والخارج بينهما فيجب العشر عليهما الخ²

بالجملہ: قول دوم بھی ضعیف نہیں اور ہمارے بلاد میں وہی ارفق بالناس ہے یہاں اجرتیں بلحاظ عشر ہر گز مقرر نہیں ہوتیں، اگر پیداوار کا عشر اجرت سے دلائیں تو غالباً کچھ نہ بچے بلکہ بہت جگہ عشر ہی میں گھر سے دینا پڑے باقی مصارف دیہی و ماگلزاری اگر بزرگوار ہے۔ اور اگر اس پر مجبور کیجئے کہ اب وہ اجرتیں مقرر کر لیجئے کہ عشر و ماگلزاری و جملہ مصارف دے کر تمہارے لیے بقدر کفالت بچے تو یہ ہر گز میسر نہیں، مزارعین اس پر کیوں راضی ہونے لگے۔

لوگوں کو ان کی عادت سے روکنا حرج ہے اور حرج کا مدفع ہونا نص سے ثابت ہے۔ ارشاد باری ہے اللہ تعالیٰ ہر نفس کو اتنی تکلیف دیتا ہے جتنا اسے عطا فرمایا عنقریب اللہ تعالیٰ دشواری کے بعد	وفي نزاع الناس عن عاداتهم حرج والخرج مدفوع بالنص لا يكلف الله نفساً إلا ما آتاه³ سيجعل الله بعد عسر يسراً³ وهذا كما ذكر العلامة الشامي رحمه الله تعالى في اوقاف

¹ در مختار شرح تنویر الابصار باب العشر مطبع مجتبیٰ دہلی ۱/ ۳۹-۴۰

² ردالمحتار باب العشر مصطفیٰ البابی مصر ۲۱/۲

³ القرآن ۷۶/۶۵

بلادہ انہ لا تفي الاجرة ولا اضعافها بالعشر او
خراج المقاسبة قال فلا ينبغى العدول عن الا
فتاء بقولهما في ذلك لانهم في زماننا يقدر
اجرة المثل بناء على ان الاجرة سالمة لجهة
الوقف ولا شئى عليه من عشر وغيره امالو اعتبر
دفع العشر من جهة الوقف وان المستاجر ليس
وعليه سوى الجرة فان اجرة المثل تزيد اضعافاً
كثيرة كما لا يخفى فان امكن اخذ الجرة كاملة
يفتى بقول الامام والا فبقولهما لما يلزم عليه
من الضرر الواضح الذى لا يقول به احد
والله تعالى اعلم اهـ¹

آسانی فرمادے گا، یہ اسی طرح ہے جو علامہ شامی رحمہ
اللہ تعالیٰ نے اپنے شہر کے ان اوقاف کے بارے میں ذکر
کیا ہے جن میں نہ اجرت نہ اس کے ساتھ عشر کا اضافہ اور نہ
ہی غلے کی تقسیم پوری ملتی ہے، انہوں نے کہا کہ اس سلسلہ
میں صاحبین کے قول پر فتویٰ دینے سے اعراض مناسب نہیں
کیونکہ ہمارے دور میں لوگ اجرت مثلی مقرر کرتے ہیں اس
بناء پر کہ وقف کے لئے اجرت مثلی مقرر کرنے میں نقصان
سے سلامتی ہے اور اس پر کوئی عشر وغیرہ نہیں اور اگر وقف
کی جانب سے عشر دینے کا اعتبار کیا جائے اور مستاجر پر سوائے
اجرت کے کچھ نہ ہو تو اجرت مثلی کمی گنا بڑھ جاتی ہے جیسا کہ
مخفی نہیں، تو اگر کمالا اجرت لینا ممکن ہو تو امام صاحب کے قول
پر فتویٰ ہوگا ورنہ صاحبین کے قول پر، تاکہ اس سے وہ واضح
نقصان لازم آئے جس کا قول کسی نے بھی نہیں کیا
واللہ تعالیٰ اعلم اهـ (ت)

رہی وہ زمین جس کی نسبت خراجی ہونا ثابت ہو جائے مثلاً تحقیق ہو کہ ابتدائے زمانہ سلطنت اسلام سقی اللہ تعالیٰ عہد ہا میں
ابتداءً یہ زمین کسی کافر ذمی کی تھی کہ اس نے باذن سلطان احیاء کی، سلطان نے اسے عطا کی، اُس سے مسلمان نے خریدی یا
مسلمان نے خراجی زمین کے قرب میں احیاء کی اس کا وظیفہ ضرور خراج ہے اور بلاشبہ خراج شرعی سے مالگزاری انگریزی کا کوئی
تعلق نہیں، نہ حساب ادا میں وہ مجرا دی جائے و ہذا ظاہر جلی لا خفاء بہ (اور یہ ظاہر روشن ہے اس میں کوئی خفا نہیں۔
ت) امر تحقیق طلب یہ ہے کہ جب یہاں نہ سلطنت اسلام نہ لشکر اسلام تو خراج شرعی بھی واجب رہا یا نہیں، اور رہا تو کسے اور کیا
اور کتنا دیا جائے۔ اقول: وبالله التوفیق: یہ تو کتب میں مصرح ہے کہ مطالبہ خراج مشروط بہ تسلط ہے، جب بلاد پر جتنے
دنوں سلطنت شرعیہ کا تسلط نہ رہے بعد تسلط بھی اُن ایام کے خراج کا مطالبہ نہیں انہوں نے اتنے دنوں کسی اور قوم کو خراج دیا
یا اُسے بھی نہ دیا ہو کہ خراج لینا حمایت فرمانے کے ساتھ

¹ رد المحتار باب العشر مصطفیٰ البانی مصر ۶۰/۲

ہے جب اُتنے دنوں سلطنتِ دینیہ ان کی حمایت سے مجدا رہی اس مدت کا خراج نہیں لے سکتی۔ کنز میں ہے:

لو اخذ العشر والخراج والزكاة بغاة لم يوخذ اخري۔ ¹	اگر باغی عشر، خراج اور زکوٰۃ وصول کر لیں تو دوبارہ نہ لیا جائے گا۔ (ت)

ہدایہ، بحر وغیرہا میں ہے:

لان الامام لم يحبهم والجبایة بالحماية۔ ²	کیونکہ حاکم نے ان کی حمایت نہیں کی اور خراج تو حمایت کی بنا پر ہوتا ہے (ت)

تبیین و بحر وغنیہ ذوی الاحکام میں ہے:

اشترط اخذهم الخراج ونحوه وقع اتفاقاً حتى لو لم ياخذ وامنه سنين وهو عند هم لم يوخذ منه شئ ايضاً لما ذكرنا۔ ³	خراج وغیرہ لینے کی شرط لگانے کا ذکر اتفاقاً ہوا ہے حتیٰ کہ اگر کئی سال ان سے وصولی نہ کی حالانکہ ذمی ان کے پاس تھا تو اب سابقہ سے بھی کوئی شے نہ لی جائیگی جیسا کہ ہم نے بیان کر دیا ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ويظهر لي ان اهل الحرب لو غلبوا على بلدة من بلادنا كذلك للتعليلهم اصل المسئلة بان الامام لم يحبهم والجبایة بالحماية وفي البحر وغیره لو اسلم الحربی فی دار الحرب واقام فیها سنين ثم خرج الينا لم ياخذ منه الامام الزكاة لعدم الحماية الخ ⁴	مجھ پر یہ ظاہر ہوا ہے کہ اگر اہل حرب ہمارے کسی شہر پر غالب آجائیں تو حکم یہی ہوگا کیونکہ یہاں دلیل و علت وہی ہے کہ حاکم نے ان کی حمایت نہیں کی اور خراج حمایت کی وجہ سے ہوتا ہے، اور بحر وغیرہ میں ہے اگر حربی نے دار الحرب میں اسلام قبول کر لیا اور وہ وہاں ہی کئی سال تک مقیم رہا پھر ہمارے ہاں آیا تو حاکم عدم حمایت کی وجہ سے اس سے کچھ وصول نہیں کر سکتا الخ (ت)

اور یہ بھی تصریح ہے کہ مصرف خراج لشکر اسلام ہے فقراء کا اس میں کچھ حق نہیں،

¹ کنز الدقائق فصل فی الغنم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۹

² بحر الرائق فصل فی الغنم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۲۲۳

³ تبیین الحقائق فصل فی صدقۃ الغنم مطبعہ کلبی بولاق مصر ۲/ ۲۷۴

⁴ ردالمحتار باب زکوٰۃ الغنم مصطفیٰ البابی مصر ۲/ ۲۶

عناہ میں اس مسئلہ "ذمی نے کسی مسلمان سے عشری زمین خریدی" کے تحت امام محمد رحمہ اللہ سے مروی روایت کی توجیہ میں ہے کہ فقراء کا اس کے ساتھ حق متعلق ہے، پس یہ اسی حق کی طرح ہے جس طرح خراجی زمینوں کے ساتھ حق مقاتلہ کا تعلق ہوتا ہے پھر دوسری توجیہ کرتے ہوئے کہا کہ جو کچھ فقراء پر خرچ کیا جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے لیے بطور عبادت ہوتا ہے اور مالِ کافر میں یہ بات نہیں ہوتی لہذا اسے مصارف خراج میں ہی خرچ کیا جائے گا اور در مختار میں ابن شحنے سے بیوت المال کی نظم میں ہے:

اور تیسری قسم خراج مع عشر ہے۔ آگے چل کر کہا:

پہلی دونوں کے مصارف ہمارے نص میں موجود ہیں اور تیسری کا مصرف ہمارے مقاتلہ (الشکرِ اسلام) ہوتے ہیں۔ اہ اور فتح اور عناہ میں باب الجزیہ سے تھوڑا پہلے ہے کہ عشر کا مصرف فقراء اور خراج کا مصرف مقاتلہ کرنیوالے (الشکرِ اسلام) ہوتے ہیں اہ فتح میں گزشتہ مسئلہ کہ عشری زمین کا ذمی کے خریدنے سے خراجی ہونے پر اعتراض کیا ہے کہ زمین کے ساتھ فقراء کا حق متعلق ہونے کے بعد تغیر ان کے حق کو باطل کر دیتا ہے جو جائز نہیں الخ (ت)

فی العناہ تحت مسئلۃ شراء ذمی، عشریۃ من مسلم، فی توجیہ روایۃ عن محمد حق الفقراء تعلق بہ فهو کتعلق حق المقاتلۃ بالاراضی الخراجیۃ ثم قال فی توجیہ اخری، ما یصرف الی الفقراء هو ما کان للہ تعالیٰ بطریق العبادۃ و مال الکافر لیس كذلك فیصرف فی مصارف الخراج^۱ وفی الدرالمختار عن ابن الشحنة فی نظم بیوت المال ع

وثالثها خراج مع عشور الی ان قال:

فمصرف الاولین اتی بنص

وثالثها حواہ مقاتلوناً اہ^۲ وفی الفتح والعناہ وغیرہما قبیل باب الجزیۃ، مصرف العشر الفقراء و مصرف الخراج المقاتلۃ اہ^۳ وقد اعترض فی الفتح فی المسأله المارة علی جعل العشریۃ بشراء الذمی خراجیۃ، بأن التغییر ابطال لحق الفقراء بعد تعلقہ فلا یجوز الخ۔^۴

^۱ العناہ مع فتح القدر باب العشر مکتبہ نوریہ رضویہ سکر ۲/ ۱۹۶

^۲ در مختار باب العشر مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۰/۱

^۳ فتح القدر باب العشر والخراج مکتبہ نوریہ رضویہ سکر ۵/ ۲۸۶

^۴ فتح القدر باب زکوۃ الزروع والثمار مکتبہ نوریہ رضویہ سکر ۲/ ۱۹۷

اور شک نہیں کہ جب مصرف نہ باقی ہو، مطالبہ کس کے لیے ہو لہذا ہمارے امام کے نزدیک عاشر تاجر سے خربوزے، کھیرے، کڑی وغیرہ جلد بگڑ جائے والی پیداوار کا عشر نہ لے گا جبکہ فقراء موجود نہیں کہ مصرف ہی نہیں اور وہ اشیاء رکھنے سے بگڑ جائیں گی، تو مطالبہ عبث ہے۔

فی الفتح قبیل باب المعادن، من مر برطاب اشتراها للتجارة کا لبطیخ والقثاء و نحوه لم یعشره عند ابی حنیفة فانها تفسد بالاستبقاء و لیس عند العامل فقراء فی البر لیدفع لهم فاذا بقیت لیجد هم فسدت فیفوت المقصود اه^۱ مختصراً۔	فتح میں باب المعادن سے تھوڑا پہلے ہے، کہ جو شخص سبزیوں کے کھیت کے پاس سے گزرا اس نے تجارت کے لیے انھیں خریدا مثلاً خربوزہ اور کھیرا وغیرہ، تو اب امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کے نزدیک اس پر عشر نہ ہوگا کیونکہ وہ باقی رکھنے سے خراب ہو جاتی ہیں، اور عامل کے پاس جنگل میں فقراء نہیں ہوتے جنہیں وہ عشر دے دے، اور اگر انھیں فقراء کے پانے کے لیے باقی رکھتا ہے تو وہ خراب ہو جاتے ہیں تو اس سے مقصود فوت ہو جاتا ہے اختصاراً (ت)

بلکہ علماء نے تصریح فرمائی کہ کل خراج کا وجوب ہی لشکر اسلام کے حق کے لیے اور ان کی حمایت کا معاوضہ ہے۔ فتح القدیر، کتاب السیر، باب العشر میں ہے:

الخراج جزاء المقاتلة علی حمایتهم فما سقى بما احموه وجب فيه اه^۲	خراج لشکر اسلام کی حمایت کا معاوضہ ہے، جو زمین ان کی حمایت سے سیراب ہوگی اس میں خراج واجب ہوگا (ت)

عنایہ میں اسی جگہ ہے:

الخراج یجب جبراً للمقاتلة فیختص وجوب الخراج بما یسقى بماء حنته المقاتلة (الی قوله) الی هذا اشار شمس الائمة اه^۳	خراج، مقاتلہ کے نقصان کو پورا کرنے کے لیے ہوتا ہے لہذا خراج انہی زمینوں کے ساتھ مخصوص ہوگا جو لشکر کی حمایت کے تحت سیراب ہوں گی (آگے چل کر کہا) شمس الائمہ نے اسی طرف اشارہ کیا ہے۔ (ت)

^۱ فتح القدیر باب فیمن یر علی العاشر مکتبہ نوریہ رضویہ سکر ۱۷۸ / ۲

^۲ فتح القدیر باب العشر والخراج مکتبہ نوریہ رضویہ سکر ۲۸۱ / ۵

^۳ العنایہ مع فتح القدیر باب العشر والخراج مکتبہ نوریہ رضویہ سکر ۲۸۰ / ۵

اُسی کے اواخر باب زکوٰۃ الزروع میں ہے:

الخراج يجب حقا للمقاتلة فيختص وجوبه بما حمته المقاتلة ¹	خراج حق مقاتلہ کے طور پر لازم ہوتا ہے لہذا یہ اسی کے ساتھ مخصوص رہے گا جو مقاتلہ کے تحت ہوگا۔ (ت)

یہ کلمات بظاہر سقوطِ خراج کی طرف ناظر مگر نظر دقیق حاکم، کہ نفس وجوب ثابت و قائم، مطالبہ سلطنت و وجوب دیانت میں فرق بعید ہے، بہت چیزیں ہیں کہ سلطان کو ان کا مطالبہ نہیں پہنچا اور شرعاً واجبہ

كزکوۃ الاموال الباطنة كما في الدر وغيره عامة الاسفار وقد قال الشامي عن البحر وغيره في مسئلة اسلام الحربى في دار الحرب بعد العبارة المذكورة ونفتيه بادائها ان كان عالماً بوجوبها والا فلا زکوۃ عليه لان الخطاب لم يبلغه وهو شرط الوجوب اه ²	جیسے اموال باطنہ کی زکوٰۃ جیسا کہ در اور دیگر کتب میں ہے، شامی نے بحر وغیرہ کے حوالے سے دار الحرب میں کسی حربی کے اسلام لانے کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے عبارت مذکورہ کے بعد کہا، کہ اگر وہ حربی مسلمان وجوب زکوٰۃ کا علم رکھتا ہے ہم اسکی ادائیگی کا فتویٰ دینگے ورنہ اس پر زکوٰۃ ہی نہیں کیونکہ اسے ایسا حکم ہی نہیں پہنچا جو وجوب کے لیے شرط ہے (ت)

ولہذا صورت مذکورہ عدم تسلط میں تصریح فرمائی کہ متغلبین اگر زکوٰۃ و عشر لے کر ان کے مصارف میں سبب نہ کریں تو اربابِ اموال پر ان کا دوبارہ دینا واجب ہے اور خراج میں جو اعادے کی حاجت نہیں اس کا سبب یہ کہ وہ متغلبین خود بھی ایک اسلامی لشکر کی حیثیت سے اُس کے مصرف ہیں تو خراج اپنے محل کو پہنچ گیا

في الدر المختار، اخذ البغاة والساطين الجائرة زکوۃ الاموال الظاهرة كالسوائم والعشر والخراج لا اعادة على اربابها، ان صرف المأخوذ في محله الا في ذكره والا يصرف فيه فعليهم فيها بينهم وبين الله تعالى اعادة غير الخراج لانهم مصارفه ³	در مختار میں ہے اگر باغیوں اور ظالم حکمرانوں نے اموال ظاہرہ کی زکوٰۃ وصول کر لی مثلاً چار پايوں کی زکوٰۃ، یا عشرہ خراج وصول کر لیا تو اب مالکوں سے دوبارہ نہیں لیا جائیگا (بشرطیکہ ان کی جگہ خرچ کیا گیا جن کا ذکر آ رہا ہے) اور اگر وہاں خرچ نہیں کیا تو مالکوں پر بطور دیانت عشرہ زکوٰۃ کا اعادہ لازم ہے خراج کا نہیں کیونکہ باغی لشکر خود خراج کا مصرف ہیں۔ (ت)

¹ العنايه مع فتح القدير باب زکوٰۃ الزروع والثمار مکتبہ نور یہ رضویہ سکھر ۲ / ۱۹۷

² رد المحتار باب زکوٰۃ الغنم مصطفیٰ البابی مصر ۲ / ۲۶

³ در مختار باب زکوٰۃ الغنم مطبع مجتہانی دہلی ۱ / ۱۳۴

در منتہی پھر طحاوی علی الدر المختار میں ہے:

اما الخراج فلا يفتون با عادته لانهم مصارفه اذا هل البغي يقاتلون اهل الحرب و الخراج حق المقاتلة ¹	خراج دوبارہ لینے کا فتویٰ نہیں دیا جائے گا کیونکہ یہ اس کا مصرف ہیں کیونکہ اہل بغاوت نے اہل حرب کے ساتھ مقاتلہ کیا اور خراج مقاتلہ کا حق ہے (ت)

ہدایہ و بحر وغیرہما میں ہے:

افتوا بان يعيدوها دون الخراج لانهم مصارف الخرج لكونهم مقاتلة والزكاة مصرفها الفقراء ولا يصرفونها اليهم ²	علماء نے فتویٰ دیا ہے کہ خراج کے علاوہ کا اعادہ ہوگا کیونکہ اہل بغاوت خراج کا مصرف ہیں اس لیے کہ یہ مقاتل ہیں اور زکوٰۃ کا مصرف فقراء ہیں لہذا ان پر خرچ نہیں کی جاسکتی۔ (ت)

تو ثابت ہوا کہ تسلط و حمایت شرط مطالبہ سلطانی ہے نہ شرط نفس وجوب اور اس تعلیل نے کہ اعادہ خراج اس وجہ سے نہیں کہ وہ خود بھی مصرف ہیں واضح کر دیا کہ اگر وہ مصرف نہ ہوں جیسے نا مسلم قومیں تو خراج کا اعادہ بھی ضرور ہے مصرف خراج صرف لشکر اسلام نہیں بلکہ تمام مصالح عامہ مسلمین ہیں جن میں تعمیر مساجد و وظیفہ امام و مؤذن و بنائے پل و سرا و تنخواہ مدرسین علم دین و خبر گیری طلبہ علوم دین و خدمت علمائے اہل حق حامیان دین مشغولین درس و وعظ و افتاء وغیرہ امور دین سب داخل ہیں۔

في رد المحتار تحت قول ابن الشحنة المار انه يصرف في مصالحنا كسد الثغور و بناء القناتير والجسور و كفاية العلماء و القضاء و الحال و رزق المقاتلة و ذرايهم اهاي ذراي الجميع ³	رد المحتار میں ابن شحنے کے گزشتہ قول جو ہدایہ اور اکثر کتب معتبرہ میں ہے، کے تحت یہ ہے، خراج ہمارے مصالح پر خرچ کیا جاسکتا ہے مثلاً دفاعی بند، پل، راستے، علماء، قضاء، علماء کی خدمت، مقاتلہ کرنے والے اور ان کی اولاد، یعنی مذکورہ تمام لوگوں کی اولاد پر خرچ کیا جاسکتا ہے (ت)

در مختار میں ہے:

¹ حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار باب زکوٰۃ الغنم دار المعرفۃ بیروت ۱/۴۰۴

² الہدایۃ کتاب الزکوٰۃ فصل فی مالا صدقہ فیہ المکتبۃ العربیہ کراچی ۱/۱۷۳

³ رد المختار باب العشر مصطفیٰ البابی مصر ۲/۶۳

مصرف الجزية والخراج مصالحنا كسد ثغورنا و بناء قنطرة و جسر كفاية العلماء والمعلمين، تجنيس، وبه يدخل طلبة العلم، فتح، و القضاء والعمال ككتبة قضاة وشهود قسمة ورقباء سواحل ورزق المقاتلة وذراريهم اى ذراري من ذكر، مسكين (ملخصاً)¹	جزیہ اور خراج کا مصرف ہمارے رفاہی کام ہیں مثلاً دفاعی معاملات، جیسے دارالاسلام کی سرحدوں کی حفاظت کرنا، سڑکوں اور پلوں کا بنانا، علماء اور اساتذہ کو بطور کفالت دینا، تجنیس۔ اس میں طالبعلم بھی داخل ہیں، فتح۔ قضاة اور عمال، جیسے قاضیوں کے کاتب، ورثاء اور شرکاء کے درمیان تقسیم کے گواہ اور سواحل دریا کے نگہبان یعنی عشر لینے والے کذافی الطحطاوی۔ مجاہدین کی روزی اور ان سب کی ذریت کی، یعنی جن کا ذکر اوپر ہوا ان سب کی اولاد کی روزی۔ کذافی شرح مسکین۔ (ملخصاً) (ت)

ہدایہ میں ہے:-

الخراج يصرف في مصالح المسلمين ويعطى قضاة المسلمين وعمالهم وعلماؤهم منه ما يكفيهم لانه مال بيت المال وهو معد لمصالح المسلمين وهؤلاء عملتهم²	خراج مسلمانوں کے مفاد کے لیے ہوگا۔ مسلمان قضاة، عمال، علماء کی ضروریات کو اس سے پورا کیا جائے گا کیونکہ یہ بیت المال کا مال ہے اور بیت المال مسلمانوں کے مفاد کے لیے ہوتا ہے، اور یہ لوگ مسلمانوں کی خدمت کر رہے ہوتے ہیں۔ (ت)

فتح میں ہے:

زاد في تجنيس، المعلمين والمتعلمين وبهذا تدخل طلبة العلم اه³ الكل مختصرا۔	تجنيس المعلمين والمتعلمين میں یہ اضافہ ہے کہ اس کے ساتھ طالب علم اس میں داخل ہو گئے اہ تمام عبارتوں میں اختصار ہے۔ (ت)

خود امام مذہب سیدنا ابویوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتاب الخراج میں خلیفہ ہارون رشید سے ارشاد فرماتے ہیں:

¹ در مختار فصل فی الجزیہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۴

² الہدایہ فصل ونصاری بنی تغلب الخ المکتبہ العربیہ کراچی ۲/۵۷۹

³ فتح القدر فصل ونصاری بنی تغلب الخ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/۳۰۷

اے امیر المؤمنین! تو نے یہ پوچھا ہے کہ قضاۃ اور عمال کے وظائف کا معاملہ کیسے کیا جائے تو (اللہ تعالیٰ امیر المؤمنین کو رعایا کی فرمانبرداری کے ذریعے عزت بخشے) قضاۃ اور عمال کو مسلمانوں کے بیت المال یعنی زمین کی خمان، خراج اور جزیہ س وظائف دئے جائیں کیونکہ وہ مسلمانوں کے کام میں مصروف ہوتے ہیں، پس ان پر بیت المال سے خرچ کرو اور ہر شہر کے والی اور قاضی کے لیے اتنا وظیفہ جاری کرو جتنا وہ کام کرتے ہیں، اور جو شخص مسلمانوں کے کام میں مقرر کرو اس پر بیت المال سے خرچ کرو، والیوں اور قاضیوں پر مال صدقہ سے خرچ نہ کرو، ہاں والی صدقہ پر کر سکتے ہو کیونکہ اس پر اس میں سے خرچ کیا جاسکتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے اور صدقات وصول کرنے والے کے لیے۔ (ت)	وسألت من ای وجه تجری علی القضاۃ و العمال الارزاق فاجعل (اعز الله امیر المؤمنین بطاعته) ما یجری علی القضاۃ والولاۃ من بیت مال المسلمین من جباۃ الارض او من خراج الارض والجزیۃ لانهم فی عمل المسلمین فیجری علیهم من بیت مالهم ویجری علی والی کل مدینۃ وقاضیها بقدر ما یمکن. وکل رجل تصیرۃ فی عمل المسلمین فأجر علیہ من بیت مالهم ولا تجر علی الولاۃ والقضاۃ من مال الصدقۃ شیئاً الا والی الصدقۃ فانه یجری علیہ منها کما قال الله تبارک وتعالیٰ وَالْعَمَلِینَ عَلَیْهَا¹

اور اگر بالفرض خاص لشکر اسلام ہی اس کا مصرف ہوتا تو بجز اللہ تعالیٰ وہ بھی جا بجا موجود، اور اوپر معلوم ہو چکا کہ خاص یہاں ہونا ان بلاؤ کی حمایت کا، شرط مطالبہ ہے نہ شرط وجوب، اور اشیائے سریعۃ الفساد پر خراج کی قیاس نہیں ہو سکتا، پھر وہاں بھی صرف مطالبہ مستحق ہے نہ وجوب، خود اسی مسئلہ میں تصریح ہے کہ عاشر اگرچہ اس سے عشر نہ لے گا مگر تاجر کو اس کے ادا کا حکم کرے گا۔

رد المحتار میں شربلالیہ سے ہے صورتِ مسئلہ یوں ہے کہ سال ختم ہونے کے قریب اگر کسی نے تجارت کے لیے نصاب کے عوض سبزیات خریدیں اور اس پر سال مکمل ہوا تو امام صاحب کے نزدیک اس سے زکوٰۃ وصول نہیں کی جائے گی لیکن	فی رد المحتار عن الشر بن لالیۃ صورة المسألة ان یشتری بنصاب، قرب مضی الحول علیہ، شیئاً من هذه الخضراوات للتجارة فتم علیہ الحول، فعنده لا یأخذ الزکوۃ لکن یا امر المالك بادائها

¹ کتاب الخراج من ای وجه تجری علی القضاۃ الخ مطبوعہ بولاق مصر ص ۲۰۲

بنفسہ الخ۔ ^۱	مالک سے کہا جائیگا کہ خود ادا کر دے۔ (ت)

ایجاب خراج میں لشکر اسلام کا حق اور اس کی حمایت پر تقرر معاوضہ ضرور منظور نظر شرع ہے مگر اس سے وجود حمایت کا شرط وجوب ہونا لازم نہیں، تصریحات ائمہ سے واضح ہو لیا کہ خراج صرف انہی کے لیے مقرر نہ ہوا بلکہ جمیع مصالح عامہ اہل اسلام اس میں متساویۃ الاقدام، ہاں جہاں حمایت ہو ان کا بھی حق ضرور ہے اور جہاں ان کا حق ہو وہی معاوضہ منظور ہے، بالجملہ ادھر سے کلیہ ہے یعنی حیثما وجدت الحماية وجبت الجباية (جہاں حمایت ہوگی وہاں خراج لازم ہوگا۔ ت) ادھر سے نہیں کہ حیث ما وجبت الجباية وجدت الحماية (جہاں خراج ہوگا وہاں حمایت ہوگی۔ ت) تاکہ اس کا عکس نقیض کیجئے کلماء لم توجد الحماية لم توجب الجباية (جب حمایت نہ ہوگی تو خراج لازم نہ ہوگا۔ ت) فتح القدیر کی عبارت مذکور کا منشاء اسی قدر ہے البتہ عبارت عنایہ میں لفظ یختص موہم واقع ہوا ہے اور وہ قطعاً زائد ہے حاجت محض بلکہ خلاف مقصود ہے،

وذلك لان محمد ارحمه الله صرح في الزيادات ان المسلم لا يبتدأ بتوظيف الخراج ^۲ ثم وقع بينهم الخلاف فيما اذا احيا مسلم مواتا فقال ابو يوسف تعتبر بحيزها اي بما يقرب منها فان كانت من حيز ارض الخراج فخراجية اوارض العشر فعشرية لان القرب من اسباب الترجيح وقال محمد ان كان صفتها انها يصل اليها ماء الانهار فخراجية او ماء عين ونحوه فعشرية كل ذلك في الفتح ^۳ وقد لزم من هذا توظيف	یہ اس لیے کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے زیادات میں تصریح کی ہے کہ مسلمان پر ابتداءً خراج نہیں آسکتا، پھر ان ائمہ کے درمیان اس بارے میں اختلاف ہے کہ جب کسی مسلمان نے غیر آباد زمین کو آباد کیا، امام ابو یوسف نے فرمایا اس کے قُرب کا اعتبار کیا جائیگا، اگر خراجی کے قریب ہے تو خراجی، اگر عسری کے قریب ہے تو عسری، کیونکہ قرب اسباب ترجیح میں سے ہے۔ امام محمد نے فرمایا اگر اسے نہری پانی سیراب کرتا ہو تو خراجی، اور اگر چشمہ وغیرہ کا پانی ہو تو عسری۔ یہ تمام تفصیل فتح میں ہے۔ بعض کے گمان کے مطابق اس سے مسلمان پر

^۱ رد المحتار باب العاشر مصطفیٰ البانی مصر ۲/ ۴۷

^۲ فتح القدیر باب زکوٰۃ الزروع والثمار مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۱۹۸

^۳ فتح القدیر باب العشر والخراج مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/ ۲۸۰

الخراج على المسلم بدأ اذا سقاها بماء الخراج على ما ظن^{عہ} وهو خلاف نص الزيادات فاجيب^{عہ} بتقييد ما في الزيادات بما اذا لم يكن منه صنيع يستدعي ذلك وهو السقي بماء الخراج اما اذا وجد ذلك فهو دلالة التزامه الخراج

ابتدائی طور پر خراج کا تقرر لازم آتا ہے جبکہ وہ زمین خراجی پانی سے سیراب ہو رہی ہو، حالانکہ یہ زیادات کی تصریح کے خلاف ہے، اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ زیادات کی عبارت میں اس قید کا اعتبار ہے کہ بشرطیکہ اس مسلمان سے کوئی ایسا عمل نہ پایا جاتا ہو جو خراج کا تقاضا کرتا ہو اور وہ عمل خراجی پانی سے سیرابی ہے، اور اگر ایسا ہے تو بطور التزام اس کا

عہ: ۱: ظنہ جماعة منهم الشيخ حسام الدين السغناقي في النهاية وليس كما ظنوا بل انما هو انتقال ما تقرر فيه الخراج بوظيفة اليه وهو الماء فان فيه وظيفة الخراج فاذا سقى به انتقل هو بوظيفة الى ارض المسلم كما لو اشترى خراجية وهذا لان المقاتلة هم الذين حووا هذا الماء تثبت حقهم فيه وحقهم هو الخراج فاذا اسقى به مسلم اخذ منه حقهم كما ان ثبوت حقهم في الارض اعنى خراجها لحمايتهم اياها يوجب مثل ذلك افاده في الفتح من باب زكوة الزروع ۱۲ منہ غفرلہ۔ (م)

عہ: ۱: یہ گمان ایک جماعت نے کیا ہے جن میں سے شیخ حسام الدین سغناقی ہیں جنہوں نے نہایت میں اظہار کیا ہے، جبکہ معلوم وہ نہیں جو انہوں نے گمان کیا ہے بلکہ یہ مسلمان کی طرف وظیفہ خراج والی چیز کا انتقال ہے۔ اور وہ پانی ہے کیونکہ اس میں خراج والا وظیفہ ہے۔ تو جب اس سے زمین سیراب ہوگی تو اس کا وظیفہ بھی مسلمان کی زمین پر لاگو ہوگا جیسا کہ کوئی خراجی زمین خریدے تو اس پر خراج آتا ہے یہ اس لیے کہ مقابلہ وہ لوگ ہیں جو اس پانی کو تحفظ فراہم کرتے ہیں اس لیے اس پانی میں ان کا حق ثابت ہوگا جبکہ وہ خراج ہے تو جب کوئی مسلمان اس پانی کو استعمال کرے گا تو اس سے پانی کا حق لیا جائیگا جس طرح خراجی زمینوں میں تحفظ فراہم کرنے پر مقابلہ کا حق واجب ہوتا ہے، اس کا افادہ فتح کے باب زکوة الزروع سے حاصل ہے ۱۲ منہ غفرلہ۔ (ت)

عہ: ۲: المجيب الامام شمس الاثمة السرخسي كما في الفتح ۱۲ منہ غفرلہ (م)

عہ: ۲: جواب دینے والے شمس الاثمہ سرخسی ہیں جیسا کہ فتح میں ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

خراج پر راضی ہونا ثابت ہو جاتا ہے کیونکہ خراج تو حمایت پر مقاتلہ کا معاوضہ ہے اور جو حمایتی (خراجی) پانی سے سیراب ہوگی اس خراج واجب ہوگا۔ یہ ہدایہ اور فتح میں تھا۔ یہاں خراج کو اس چیز کے ساتھ مقید کرنے کی اصلاً ضرورت نہیں کہ یہ وہاں ہوتا ہے جہاں حمایت ہو، اور جہاں حمایت نہ ہوگی وہاں خراج کا وجوب نہ ہوگا۔ یہ ضرورت تو ان کی حمایت کی وجہ سے ایجابِ خراج کے لیے ہے یعنی جہاں حمایت ہوگی وہاں خراج کا وجوب ہوگا کیونکہ مقصود ثبوتِ حمایت کی خاطر وجوبِ خراج کا اثبات ہے تو اب حمایت ملزوم اور خراج لازم قرار پائے گا تاکہ وضع مقدم سے وضع تالی پر استدلال کیا جاسکے اور لازم کے لیے (ملزوم کے) مساوی ہونا ضروری نہیں ہوتا لیکن جب ہم یہ کہیں گے کہ خراج حمایت کے ساتھ مخصوص ہے، تو اب معنی ہوگا کہ خراج کی نفی سے حمایت کی نفی ہو تو اب اس صورتِ حمایت کا لازم ہونا لازم آجائے گا تو اب وجوبِ لازم (حمایت) سے وجوبِ خراج پر استدلال درست نہ ہوگا کیونکہ وضع تالی سے وضع مقدم پر منتج نہیں ہوتی۔ تو اب ظاہر ہو گیا کہ مخصوص کرنے والی بات مقصود کے موافق نہیں، اب تقریر صحیح وہی ہے جس کی طرف ہدایہ میں اشارہ ہے اور فتح میں بیان ہوئی اور اس کی وضاحت زکوٰۃ الزروع میں کی، جیسا کہ ہم نے ابھی منہیہ میں اس کی عبارت بصور نص نقل کی ہے (ت)

رضاه به لان الخراج جزاء المقاتلة على حمايتهم فما سقى بها حموه وجب فيه اهداما في الهداية والفتح، ولا حاجة فيه الى تخصيص الخراج بما حموه اصلا بحيث لم يوجد لم يجب انما الحاجة الى استتباع حمايتهم ايجاب الخراج بحيث اذا وجدت وجب لان المقصود اثبات الوجوب لاجل ثبوت الحماية فتكون الحماية ملزومة والخراج لازماليستدل بوضع المقدم على وضع التالى واللازم لا يجب تساويه اما اذا قلنا بان الخراج يختص بالحماية كان المعنى هو انتقاءه بانتقاءه ما فيكون اللازم هو الحماية فلا يصح الاستدلال بوجوده على وجوب الخراج لان وضع التالى لا ينتج وضع المقدم فظهر ان حديث الخصوص لا يوافق المقصود فاذن التقرير الصحيح ما اشار اليه في الهداية وبينه في الفتح وانعم ايضا في زكواته الزروع كما نقلنا نصه أنفاق المنهية۔

پھر اس اختصاص کو اپنے ظاہر اطلاق پر رکھئے تو قطعاً غلط و باطل ہے، جو زمینیں ہم نے

¹ فتح القدیر، باب العشر والخراج، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر، ۵/ ۲۸۱

قہراً خواہ صلحاً فتح کیس اور ان کے اہل کو ان پر برقرار رکھا یا قہراً فتح کر کے اور جگہ کے کافروں کو دے دیں ان پر یقیناً خراج ہے اگرچہ انھیں آب عشری مثل باران وغیرہ سے پانی دیا جاتا ہو۔ محققین تصریح فرماتے ہیں کہ یہ مسئلہ ہمارے ائمہ کا اجماعیہ ہے۔ محقق علی الاطلاق نے فتح میں فرمایا:

ہمیں اس بات کا یقین ہے کہ جس زمین پر اس کے اہل برقرار رہے اگرچہ وہ چشمہ یا آسمانی پانی سے سیراب ہوتی ہو تو وہ خراجی ہی ہوگی کیونکہ اس کے مالک کافر ہیں اور کافر کی طرف اگرچہ عشری زمین منتقل ہو اور یہ بات معلوم ہو کہ اگر عشری زمین کو چشمہ یا آسمانی پانی سے سیرب کیا جاتا ہے تو وہ عشری نہ رہے گی بلکہ وہ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے قول کے مطابق خراجی ہو جائے گی، ہاں امام محمد کا اس میں اختلاف ہے، تو اب کافر پر ابتدائی طور پر عشر کیسے مقرر کیا جاسکتا ہے، پھر امام محمد کے نزدیک جب عشری زمین کسی کافر کی طرف منتقل ہوگی تو وہ عشر ہی رہے لیکن ابتداءً وہ بھی کافر پر عشر سے منع کرتے ہیں۔ (ت)

نحن نقطع ان الارض التي اقر اهلها لو كانت تسقى بعين او بساء السماء لم تكن الاخراجية لان اهلها كفاروا كفار لو انتقلت اليهم ارض عشرية و معلوم ان العشرية قد تسقى بعين او بساء السماء لا تبقى على العشرية بل تصير خراجية في قول ابى احنيفة وابى يوسف خلافاً لمحمد فكيف يبتدأ الكافر بتوظيف العشر ثم كونها عشرية عند محمد اذا انتقلت اليه كذلك اما في الابتداء فهو ايضا يمنعه¹

بحر الرائق میں ہے:

محقق علی الاطلاق نے فتح القدير میں بڑی طویل گفتگو کر کے کہا کہ حاصل یہ ہے کہ جو زمینیں بطور غلبہ حاصل ہوں اگر کفار کو ہی ان پر قابض رکھا تو اب ان پر خراج ہی مقرر کیا جائیگا اگرچہ وہ بارش سے سیراب ہوتی ہوں، اور اگر وہ زمینیں مسلمانوں میں تقسیم کر دی گئیں تو ان پر عشر ہی مقرر کیا جائیگا اگرچہ وہ نہری پانی سے سیراب کی جاتی ہوں۔ (ت)

وقد اطال المحقق في فتح القدير في تقريره ثم قال والحاصل ان التي فتحت عنوة ان اقر الكفار عليها لا يوظف عليهم الا الخراج ولو سقيت بماء المطر وان قسمت بين المسلمين لا يوظف الا العشر وان سقيت بماء الانهار²

¹ فتح القدير باب العشر والخراج مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/ ۲۸۰

² بحر الرائق، باب العشر والخراج، ایچ سعید کمپنی کراچی، ۵/ ۵۰۱

امام محقق زیلی نے تبیین الحقائق میں فرمایا:

یہ تفصیل حق مسلم میں ہے، رہا کافر کا معاملہ تو اس پر خراج ہوگا خواہ جو پانی بھی سیراب کرے کیونکہ کافر پر ابتداءً عشر نہیں ہوتا لہذا ابتداءً اس میں بالاتفاق تفریق و تفصیل نہیں ہوگی۔ (ت)	هذا التفصیل فی حق المسلم اما الکافر فیجب علیه الخراج من ای ماء سقی لان الکافر لا یبتدأ بالعشر فلا یأتی فیہ التفصیل فی حالة الابتداء اجبا۔ ¹

اسی طرح بحر الرائق و مجمع الانهر میں اس سے نقل کیا اور مقرر رکھا، ولہذا علامہ حلبی نے متن متین ملتقی الابحر میں ان زمینوں کو خراجی ہونے کا مسئلہ مطلق رکھا رض السواد خراجیۃ (سواد کی زمین خراجی ہے۔ ت) کے بعد فرمایا:

اسی طرح ماسوائے مکہ کے وہ زمین جو بطور غلبہ فتح ہوئی اور اس کے باشندوں کو وہاں قابض رکھایا ان سے صلح کر لی گئی۔ (ت)	وکذا کل ما فتح عنوة و اقر اهلها علیه اوصولحو اسوی مکة۔ ²

اور اصلاً خلاف کا ذکر نہ کیا حالانکہ انہیں التزام ہے کہ جس مسئلہ میں ائمہ ثلاثہ مذہب سے کسی کا خلاف ہو ضرور نقل کریں گے۔

علامہ حلبی نے خطبہ کتاب میں فرمایا ہمارے ائمہ کے درمیان اگر کسی مسئلہ میں اختلاف ہوگا تو میں اس کی تصریح کروں گا۔ (ت)	قال فی خطبته و صرح بذکر الخلاف بین ائمتنا الخ ³

اسی طرح متن جلیل کنز میں مطلق فرمایا:

وہ زمین جو بطور غلبہ حاصل ہوئی اور وہاں کے قابضین کو برقرار رکھایا بطور صلح فتح ہوئی تو وہ خراجی ہوگی۔ (ت)	فتح عنوة و اقر اهلہ علیه اوفتح صلحا خراجیة۔ ⁴

اور خلاف کی طرف باوصف التزام رمز ایمانہ کیلئے جو زمین ذمی نے احیا کی بالاتفاق خراجی ہے اگرچہ

¹ تبیین الحقائق باب العشر والخراج الخ مطبع کبری امیریہ بولاق مصر ۳/ ۲۷۲

² ملتقی الابحر باب العشر والخراج الخ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱/ ۲۷۰

³ ملتقی الابحر خطبۃ الکتاب (مقدمۃ المؤلف) مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱/ ۱۰

⁴ کنز الدقائق باب العشر والخراج والجزیۃ ایچ ایم سعید کراچی ص ۱۹۱

پانی عشری دیا ہو، فتح القدر و تبیین الحقائق و بحر الرائق وغیرہا میں ہے:

اگر کسی ذمی نے زمین کو آباد کیا تو وہ خراجی ہوگی خواہ آسمانی پانی وغیرہ سے سیراب ہو یا نہ ہو اور امام ابو یوسف کے نزدیک خواہ خراجی کے قریب ہو یا عشری کے قریب اب اس سے اس کا ضعف ظاہر ہو گیا جو عنایہ میں نہایہ کی اتباع کرتے ہوئے میلان کیا ہے ہدایہ میں نقل ظاہر کی طرف اور وہ نقل غایت کے خلاف ہے جیسا کہ محقق نے فتح میں کیا، اور اللہ تعالیٰ ہی ہدایت اور فتح کا مالک ہے۔ (ت)	لو احیاها ذمی كانت خراجية سواء سقيت عند محمد بماء السماء ونحوه او لا وسواء كانت عند ابی یوسف من حيز ارض الخراج او العشر اه¹ فظهر ضعف ما انتحاه في العناية تبعاً للنهاية ركوناً الى ظاهر نقل في الهداية على خلاف نقل في الغاية كما بينه المحقق في الفتح والله ولي الهداية والفتح۔

تصریح فرمائی مسئلہ اعتبار آب مطلق نہیں، ہدایہ میں فرمایا تھا:

جب بطور قبضہ کسی مسلمان کی خالی زمین پر گھر بنایا پھر اسے اس نے باغ بنادیا تو اس پر عشر ہوگا، اس کا معنی یہ ہے کہ جب وہ عشری پانی سے سیراب ہوتا ہو اور جب وہ خراجی پانی سے سیراب ہو تو اس میں خراج ہوگا کیونکہ ایسی صورتوں میں عشر و خراج کا معاملہ پانی کے ساتھ ہے۔ (ت)	اذا كانت لمسلم دار خطة فجعلها بستاناً فعليه العشر معناه اذا سقاها بماء العشر واما اذا كانت تسقى بماء الخراج ففيها الخراج لان المؤنة في مثل هذا تدور مع الماء۔²

اس پر عنایہ میں لکھا ہے:

ماتن کے قول "في مثل هذا" سے مراد وہ زمین ہے جس کا معاملہ عشر و خراجی کے اعتبار سے مستحکم نہ ہوا ہو، اس سے اس صورت سے احتراز ہو گیا جب کسی مسلمان کی ایسی زمین تھی جو عشری پانی سے سیراب ہوتی تھی اور اسے ذمی نے خرید لیا تو اب اس کا پانی عشری ہے لیکن اس میں خراج ہے۔ (ت)	معنى قوله "في مثل هذا" الارض التي لم يتقرر امره على عشر او خراج وهو احتراز عما اذا كان لمسلم ارض تسقى بماء العشر وقد اشتراها ذمی فان ماءها عشری وفيه الخراج۔³

¹ فتح القدر باب العشر والخراج مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵ / ۲۸۱

² الهدایہ باب زکوٰۃ الزروع والثمار مکتبہ العربیہ کراچی ۱ / ۱۸۳

³ العناية مع فتح القدر باب زکوٰۃ الزروع والثمار مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲ / ۱۹۷

دیکھو کیسی صاف تصریح ہے کہ خراج آب خراجی کے ساتھ خاص نہیں، اور تحقیق یہ ہے کہ اب بھی اطلاق صحیح نہیں، مسئلہ احیائے ذمی وغیرہ کے متعلق تصریحات ابھی گزریں، ہاں امام مذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک اعتبار آب صرف اس صورت میں ہے جہاں مسلمان پر ابتداءً وظیفہ مقرر کرنا ہو جیسے اس نے اپنے گھر کو باغیچہ بنالیا یا مردہ زمین احیاء کی، محقق علی الاطلاق نے یوں شرح فرمائی:

قوله الوظيفة في مثله فيما هو ابتداءً توظيف على المسلم من هذا ومن الارض التي احياها. لا كل ما لم يتقرر امره في وظيفة كما في النهاية بان الذمي لو جعل دار خطته بستاناً او احيا ارضاً اورضت له لشهودة القتال كان فيها الخراج وان سقاها بماء العشر عند ابي حنيفة رحمه الله تعالى¹	ماتن کا قول "الوظيفة في مثله" یعنی اس زمین کا جس کا ابتداءً مسلمان پر وظیفہ مقرر کرنا ہے اور جسے اس نے آباد کیا ہو نہ کہ مردہ زمین جس کا وظیفہ مستحکم نہ ہو، اور جیسا کہ نہایہ میں ہے کیونکہ اگر ذمی نے قبضہ شدہ گھر کو باغ بنالیا یا زمین کو آباد کیا یا اسے جہاد میں شرکت کی وجہ سے بطور عطیہ ملی تو اس میں خراج ہوگا اگرچہ اسے اس نے ماء عشری سے سیراب کیا ہو امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک۔ (ت)

خود ہدایہ میں فرمایا:

ان جعلها (ای المجوسی داره) بستاناً فعليه الخراج وان سقاها بماء العشر لتعذر ايجاب العشر اذ فيه معنى القربة فتعين الخراج وهو عقوبة تليق بحاله اه² اقول: وبه ظهر سقوط ما في العناية على هذا القول من الهداية ما نصّه لقائل ان يقول اما ان يكون الاعتبار للماء او لحال من توضع عليه الوظيفة فان كان الاول وجب عليه العشر وان كان الثاني ناقض هذا	اگر (کسی مجوسی نے اپنے دار کو) باغ بنادیا تو اس پر خراج ہے اگرچہ اسے عشری پانی سے سیراب کیا ہو کیونکہ یہاں وجوب عشر متعذر ہے اس لیے کہ عشر میں عبادت کا پہلو ہے لہذا خراج متعین ہوگا جو بطور عقوبت مجوسی کے حلالے مناسب ہے اقول: اس سے عنایہ کے اس اعتراض کا ساقط ہونا ظاہر ہو گیا جو ہدایہ کے قول پر، ان الفاظ میں کیا کہ معترض کہہ سکتا ہے کہ یہاں اعتبار پانی کا یا اس شخص کا ہے جس پر عشر و خراج لازم کرنا ہے، اگر پانی کا اعتبار ہے تو مجوسی پر عشر لازم آئے گا اور اگر شخص مکلف کا اعتبار ہو تو اس کا

¹ فتح القدیر، باب زکوٰۃ الزروع والثمار، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲ / ۱۹۸

² الہدایہ، باب زکوٰۃ الزروع والثمار، المکتبۃ العربیہ کراچی ۱ / ۱۸۴

اس قول سے تضاد لازم آئیگا کہ "ایسی صورت میں وظیفہ کے تعین کے لیے پانی کا اعتبار کیا جاتا ہے" اور مسلمان پر عشر لازم ہوتا ہے جب وہ اپنی زمین کو خراجی پانی سے سیراب کرتا ہو "اھ۔ وجہ سقوط یہ ہے کہ یہاں گفتگو ذمی میں ہو رہی ہے، اور جو گزرا ہے کہ تعین وظیفہ میں پانی کا اعتبار ہے، وہ اس صورت میں ہے جب ابتداء کسی مسلمان پر وظیفہ کا تعین کرنا ہو تو یہاں تناقض کا ثبوت ہی نہیں ہوا لہذا یہ کہہ کر جواب میں تکلف کی ضرورت نہیں، کہ اعتبار تو پانی کا ہی ہوتا ہے مگر وجوب حکم کے لیے محل کا قبول کرنا شرط ہے اور کافر ایجاب عشر کا محل نہیں کیونکہ عشر ادا کرنا عبادت ہے الخ بہر حال ہمارا مقصد حاصل ہے وہ یہ کہ خراج پانی کے ساتھ خراج کو مخصوص کرنے کا بطلان ہے، یا تو ہر حال میں یا اس صورت میں جب زمین پر کسی وظیفہ کا تقرر نہ ہوا ہو، ہاں یہ صاحب مذہب کے نزدیک اس وقت فقط صحیح ہے جب کسی مسلمان پر ابتداءً وظیفہ کا تقرر کرنا ہو۔ (ت)	قوله (لان المؤنة في مثل هذا تدور مع الماء) (وجب على المسلم العشر اذا سقى ارضه بماء الخراج) اھ¹ وجه السقوط ان الكلام ههنا في الذمی و مأمور من دوران المؤنة مع الماء انما كان فيما فيه ابتداء التوظيف على المسلم فلا مساغ للتناقض اصلا ولا حاجة الى تجشم الجواب بما قال ان الاعتبار للماء ولكن قبول المحل شرط وجوب الحكم والكافر ليس بمحل لایجاب العشر عليه لكونه عبادة الخ² وكيف ما كان فمقصودنا حاصل وهو بطلان تخصيص الخراج بالماء الخراج اما مطلقا واما فيما لم يتقرر امرها على وظيفة نعم هو صحيح عند صاحب المذهب فيما فيه بدء التوظيف على مسلم فقط۔

پھر مفتی بہ یہ ہے کہ یہاں بھی پانی کا اعتبار نہیں بلکہ قرب دیکھیں گے اگر زمین خراجی سے نزدیک ہے خراج ہوگا اگرچہ آب عشری دیا ہو، اور عشری سے تو عشر اگرچہ پانی خراج کا ہو۔ تنویر میں ہے:

اگر کسی مسلمان نے زمین کو آباد کیا تو وہاں اس کے قریب زمین کا اعتبار کیا جائیگا۔ (ت)	لو احياء مسلم اعتبر قربه۔³

¹ العناية مع فتح القدير، باب زكوة الزروع والثمار، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر، ۲/ ۱۹۸

² العناية مع فتح القدير، باب زكوة الزروع والثمار، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر، ۲/ ۱۹۸

³ تنویر الابصار متن در مختار، باب العشر والخراج الخ، مطبع مجتبائی دہلی، ۱/ ۳۹۹

ردالمحتار میں ہے:

هذا عند ابی یوسف واعتبر محمد الماء فان احياها بماء الخراج فخراجية والافعشرية بحر وبالأول يفتى، درمنتقى¹	یہ امام ابو یوسف کے نزدیک ہے، امام محمد نے پانی کا اعتبار کیا ہے، اگر مسلمان نے زمین، خراجی پانی سے آباد کی ہے تو وہ خراجی ہوگی ورنہ عشری، بحر۔ فتویٰ پہلے قول پر ہے، درمنتقی۔ (ت)

اسی میں ہے:

وهو مامشى عليه المصنف اولا كالكنز وغيره وقد مه في متن "الملتقى" فافاد بتر جيحه على قول محمد وقال ح وهو المختار كما في الحموى على الكنز عن شرح قراحصارى وعليه المتنون²	یہی وہ ہے جس پر پہلے مصنف چلے مثلاً کنز وغیرہ۔ اور ملتقی کے متن میں اسے مقدم کیا ہے۔ یہ اس بات کو مفید ہے کہ انہوں نے اسے امام محمد کے قول پر ترجیح دی ہے اور ح نے کہا کہ یہی مختار ہے جیسا کہ حموی علی الکنز میں شرح قراحصاری کے حوالے سے ہے، اور متون اسی پر ہیں۔ (ت)

معذرا اگر تخصیص مان بھی لیجئے تو لشکر اسلام کا یہ قبضہ پانی پر وارد ہونا ابتداءً اس کی خراجیت کا مفید ہو طکا، بقاءً بھی خراجیت، بقاءً ید پذیر پر موقوف رہنے کی کیا دلیل ہے، اور پُر ظاہر کہ ہمارا کلام بقاء میں ہے:

الا ترى ان الخراج يجب عقوبة الا الكفر ثم لا يحتاج في بقاءه حتى لو اسلموا لم يسقط الخراج عن اراضيهم كما نصوا عليه قاطبة	(آپ جانتے ہیں کہ خراج کفر کی سزا کے طور پر واجب ہوتا ہے پھر اپنی بقاء میں اس کا محتاج نہیں حتیٰ کہ اگر کافر مسلمان ہو گئے تو ان کی زمینوں سے خراج ساقط نہ ہو گا جیسا کہ اس پر فقہاء نے قطعی تصریح کی ہے۔ ت)

بالجملہ جہاں تک نظر کی جاتی ہے یہاں کی ان زمینوں سے جن کا خراجی ہونا بہ ثبوت شرعی ثابت ہو لیا بلا وجہ شرعی وجوب خراج کا اٹھ جانا ثابت نہیں ہوتا اور کیونکر ثابت ہو حالانکہ خراج کے لیے سبب وجوب ارض نامیہ ہے اور وہ حاصل تو وجوب بھی حاصل، ہدایہ مسئلہ عدم اجتماع عشر و خراج میں فرمایا:

¹ ردالمحتار باب العشر والخراج الخ مصطفیٰ البابی مصر ۲۸۴/۳

² ردالمحتار باب العشر والخراج الخ مصطفیٰ البابی مصر ۲۸۴/۳

دو نوں حقوق عشر و خراج کا سبب ایک ہے اور وہ ارض نامی ہے، ہاں عشر میں اس کا نامی ہونا عملاً اور خراج میں بالفرض ہے، یہی وجہ ہے کہ ان دونوں کی نسبت زمین کی طرف ہوتی ہے (ت)	سبب الحقیقین واحد وهو الارض النامية الا انه يعتبر في العشر تحقيقاً وفي الخراج تقدير ۱ و لهذا يضافان الى الارض- ¹

فتح القدير میں ہے:

امام شافعی فرماتے ہیں کہ ان دونوں کو جمع کیا جاسکتا ہے کہ عشر کا سبب ارض نامی سے عملاً پیداوار اور خراج کا سبب ارض نامی سے پیداوار کا امکان ہے اور یہاں دونوں کا سبب متحقق ہے اور دونوں کے حقوق میں منافات بھی نہیں لہذا دونوں واجب ہوں گے، ہماری دلیل یہ ہے کہ حکم کا متعدد اور واحد ہونا سبب کے متعدد اور واحد ہونے پر موقوف ہے، خراج و عشر کا سبب ارض نامی ہے اسی لیے زمین کی طرف ان کی نسبت کرتے ہوئے کہا جاتا ہے، زمین کا خراج، زمین کا عشر اور کسی کی طرف اضافت اس کے سبب ہونے پر دلیل ہے۔ زمین کا امکانی نموپر مشتمل ہونے کی وجہ سے اس کا ایسی زمین کا غیر ہونا جو واقعہ نموپر مشتمل ہے، یہ اعتباری طور پر ہے، یہاں حقیقت مخالف نہیں تو ارض نامی ہی سبب قرار پائے گی، تو جب سبب ایک ہے تو حکم بھی ایک ہی ہوگا (اختصاراً) (ت)	قال الشافعي يجمع بينهما لان سبب العشر الارض النامية بالخارج تحقيقاً وسبب الخراج الارض النامية به تقدير ۱ وقد تحقق سبب كل منهما ولا منافاة بين الحقيقتين فيجب ان تعدد الحكم واتحاده بتعدد السبب واتحاده وسبب كل من الخراج والعشر، الارض النامية ولهذا يضافان اليها فيقال خراج الارض وعشر الارض والاضافة دليل السببية وكون الارض مع النماء التقديرى غير الارض مع التحقيق مخالفة اعتبارية لاحقيقة فالارض النامية هي السبب واذا اتحد السبب اتحد الحكم ۲ اه ملتقطاً

ہنوز بعض وجوہ اور ذہن فقیر میں ہیں کہ بخوف اطالت ترک کیں و فیما ذکرنا کفایۃ واللہ ولی الہدایۃ (ہم نے جو ذکر کیا یہ کافی ہے اللہ تعالیٰ ہی ہدایت کا مالک ہے۔ ت) کسے دیں، اس کا

¹ الہدایۃ، باب العشر والخراج الخ، المکتبۃ العربیۃ کراچی ۲/ ۵۷۳

² فتح القدير، باب العشر والخراج الخ، مکتبۃ نور یہ رضویہ سکھر ۵/ ۸۷-۲۸۶

جواب، بیان سابق سے واضح ہوا کہ اس کے بہت مصارف مثل مساجد و مدارس و طلبہ و علماء یہاں موجود ہیں ان پر صرف کریں اور اگر بالفرض لشکر ہی اُس کا مصرف ہوتا اور عساکر اسلامیہ سے کسی تک پہنچانے پر قدرت نہ ملتی جب بھی سقوط کے کوئی معنی نہ تھے، خراج ذمہ مکلف پر واجب ہوتا ہے، عنایہ میں ہے:

خراج، مالک کے ذمہ ہے اور عشر پیداوار پر ہوتا ہے۔ (ت)	الخراج فی ذمۃ المالك والعشر فی الخارج ¹

فتح میں ہے:

عشر، پیداوار پر ہے اور خراج مالک کے ذمہ ہوتا ہے۔ (ت)	العشر فی الخارج والخراج فی الذمۃ ²

اور وہ ایک حق ثابت معروف مثل ملک و دین ہے

حتیٰ کہ خراجی زمین کے مالک کے لیے خراج کی ادائیگی سے پہلے اس کا غلہ کھانا حلال نہیں، جیسا کہ تنویر یعنی خراج مقاسمہ میں ہے، گویا یہ مال مشترک ہے اور حاکم کو خراج لینے کے لیے پیداوار کا روک لینا جائز ہے جیسا کہ دُر میں ہے یعنی خراج موظف میں ہے، ہدایہ میں ہے رہن اور کفالتہ خراج میں دونوں جائز ہیں کیونکہ یہ ایسا دین ہے جس کا مطالبہ کیا جاسکتا ہے اور اس کا حصول بھی ممکن ہوتا ہے لہذا اتقاضائے عقد کا ان دونوں پر مرتب ہونا ممکن ہوگا۔ (ت)	حق لا یحل لصاحب ارض خراجیۃ اکل غلتها قبل اداء خراجها ³ کما فی التنویر ای فی خراج المقاسمۃ فکانہ کان مالا مشترکا، وللامام حبس الخارج للخراج ⁴ کما فی الدر، ای فی الخارج الموظف وقد قال فی الهدایۃ الرهن والكفالتۃ جائز ان فی الخارج لانه دین مطالب بہ ممکن الاستیفاء فیمكن ترتیب موجب العقد علیہ فیہما۔ ⁵

¹ العنایۃ مع فتح القدیر، باب العشر والخراج، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/ ۲۸۶

² فتح القدیر، باب العشر والخراج، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/ ۲۸۶

³ تنویر الابصار متن و در مختار، باب العشر، مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۹/۱

⁴ در مختار، باب العشر، مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۹/۱

⁵ الهدایۃ، کتاب الکفالتہ، مطبع یوسفی لکھنؤ، ۳/ ۱۱۶

اور ذمہ دین سے مشغول ہو تو بے ادایا بر اصراف اس بنا پر کہ مستحق نہ رہا ساقط نہ ہوگا بلکہ اُس کے ورثہ کو دیں گے وہ بھی نہ رہیں تو فقراء کو دے کر براءت ذمہ کریں گے خراج میں اصالتہ حق فقراء نہ ہونا ضرورۃً انھیں دے جانے منافی نہیں کما فی سائر الدیون (جیسا کہ تمام دیون میں ہے۔ ت) کیا دیں خراج دو قسم ہے: خراج مقاسمہ یعنی بٹائی کہ پیداوار کا نصف یا ثلث یا ربع یا خمس مقرر ہو اور خراج موظف کہ ایک مقدار معین ذمے پر لازم کر دی جائے خواہ روپیہ، مثلاً سالانہ روپے بیگھ جیسے امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غلے کی ہر جریب پر ایک صاع غلہ اور ایک درہم مقرر فرمایا، ظاہر یہ ہے کہ بلاد کا خراج موظف ہی تھا، بیت المال میں روپیہ ہی لیا جاتا نہ کہ غلہ، میوہ، ترکاری وغیرہ۔ بلکہ مدتوں سے عامہ بلاد میں سلاطین کا یہی داب معلوم ہوتا ہے، ہدایہ میں فرمایا:

وفي ديَارنا وظفوا من الدراهم في الاراضى كلها وترك كذلك لان التقدير يجب ان يكون بقدر الطاقة من اى شئى كان۔ ¹	ہمارے علاقہ میں تمام زمینوں پر درہم کا تقرر کیا جاتا ہے، اور ترکوں کے ہاں بھی یہی ہے کیونکہ بقدر طاقت مقدار مقرر کرنا ضروری ہے چاہے وہ جنس سے ہی ہو۔ (ت)

تو ظاہر یہاں کا خراج موظف ہی سمجھنا چاہئے مگر جس زمین کی نسبت ثابت ہو کہ زمان سلطنت اسلام سقی اللہ تعالیٰ عہد ہا میں اُس پر خراج مقاسمہ تھا، خراج موظف بالاتفاق مالک زمین پر ہے اور خراج مقاسمہ صاحبین کے نزدیک مزارع پر امام کے نزدیک زمیندار پر کما فی الدر والشامیۃ (جیسا کہ در اور شامیہ میں ہے۔ ت) کتنا دیں، اگر مقدار معلوم ہو کہ زمانہ اسلام میں، سقی اللہ تعالیٰ عہد ہا کیا مقرر تھا، جب تو ظاہر ہے کہ اُسی قدر دیں دو شرط سے، اولاً: خراج موظف میں جہاں جہاں مقدار مقرر فرمودہ امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ منقول ہے وہاں اس پر زیادت نہ ہو کہ مذہب صحیح میں اس پر اضافہ کسی سلطان کو نہیں پہنچتا، زائد ہو تو زیادت نہ دیں اور جہاں کوئی مقدار امیر المومنین سے منقول نہیں وہاں اور خراج مقاسمہ میں نصف سے زیادت نہ ہو کہ خلاف انصاف ہے زائد ہو تو نصف ہی دیں۔ چھیٹنے کی ادا اس زمین سے اب بھی ممکن ہو ورنہ بلحاظ طاقت دیں۔

في التنوير والتصنيف عين الانصاف فلا يزداد عليه	تنویر میں ہے نصف دینا عین انصاف ہے لہذا اس پر اضافہ نہ کیا جائے اھ۔ اور رد المحتار میں ہے اس میں اضافہ
اھ ² في رد المحتار لا يزداد عليه فيه ولا في	

¹ الہدایہ باب العشر والخراج المکتبۃ العربیۃ کراچی ۲ / ۵۷۲

² تنویر الابصار متن در مختار، باب العشر والخراج، مطبع مجتبائی دہلی، ۱ / ۳۴۹

نہ کیا جائے اور نہ ہی خراج مقاسمہ اور خراج موظف میں اہ در مختار میں ہے اور نہ ہی خراج موظف میں اس مقدار میں اضافہ کیا جاسکتا ہے جو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مقررہ میں کمی کی جاسکتی ہے اہ تنویر میں ہے اگر طاقت نہ ہو تو مقررہ میں کمی کا جاسکتی ہے اہ ردالمحتار میں ہے کہ نہر میں ہے کہ نصف سے زیادہ نہیں کیا جاسکتا، حدادی نے کہا مناسب ہے خمس سے کم نہ کیا جائے اہ اور خمس سے کم نہ کرنا منقول نہیں تو حدادی نے اسے بطور بحث ذکر کیا ہے۔ لیکن خیر رملی نے کہا ہے کہ اسے اس صورت پر محمول کرنا ضروری ہے جب وہ زمین طاقت رکھتی ہو، اور اگر رقبہ کم ہو مگر اخراجات اس کے زیادہ ہوں تو پھر کم کیا جاسکتا ہے کیونکہ اخراجات کے تفاوت کی وجہ سے واجب میں تفاوت ضروری ہوتا ہے جیسا کہ عشری زمین میں ہے اہ مختصر (ت)	خراج المقاسمة ولا في الموظف اه¹ في الدر المختار ولا في الموظف على مقدار ما وظفه عمر رضي الله تعالى عنه اه² في التنوير وينقص مبا وظف ان لم تطلق اه³ في رد المحتار قال في النهر لا يزيد على النصف وينبغي ان لا ينقص عن الخمس قاله الحدادی اه⁴ وكان عدم التنقيص عن الخمس غير منقول فذكره الحدادی بحثا لکن قال الخیر الرملی، يجب ان يحمل على ما اذا كانت تطبق فلو كانت قليلة الربع كثيرة المؤن ينقص اذ يجب ان يتفاوت الواجب لتفاوت المؤنة كما في ارض العشر اه⁵ مختصرات۔

اور اگر معلوم نہ ہو کہ سلطنت اسلام میں کیا معین تھا تو نظام اخراج مقاسمہ و خراج موظف غیر مقرر امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں، نصف دیں اور مقررات امیر المومنین میں، اُسی کا لحاظ رکھیں، غرض ہر جگہ پوری مقدار دیں جس سے زیادت جائز نہ تھی۔

کیونکہ کمی امام کے کرنے سے ہوگی اور جب وہ ثابت نہیں تو وظیفہ میں کمی بھی ثابت نہ ہوگی تو یہاں یقینی فراغ ذہ کے لیے مقرر پر اکتفاء ہوگا تو یہی احوط ہوگا، اول سے	لان التنقيص انما كان يثبت بنقص الامام ولم يثبت فلم يثبت فكان الاستقصار فيه فراغ الذمة يقيناً فكان الحوط هذا كله

¹ العناية مع فتح القدير، باب العشر والخراج، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر، ۵/ ۲۸۶

² فتح القدير، باب العشر والخراج، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر، ۵/ ۲۸۶

³ تنوير الابصار متن و در مختار، باب العشر، مطبع مجتبائی دہلی، ۱۳۹/۱

⁴ در مختار، باب العشر، مطبع مجتبائی دہلی، ۱۳۹/۱

⁵ الهداية، کتاب الکفایہ، مطبع یوسفی لکھنؤ، ۳/ ۱۱۶

لے کر یہاں تک یہ گفتگو فقیر نے بطور تفقہ کی ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ ان شاء اللہ یہ صواب ہوگی، اگر تو میں درست ہوا تو اللہ وحدہ کی طرف سے ہے اور میں اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد بجالاتا ہوں، اور اگر یہ غلط ہے تو میری طرف سے اور شیطان کی طرف سے ہے اور میں اس سے برات کا اعلان کرتے ہوئے اپنے اللہ کے دامن میں آتا ہوں ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ (ت)

من اول الکلام الی هنا مباحذہ الفقیر تفقہا وارجون یكون صوابا ان شاء اللہ تعالیٰ فان اصبحت فمن اللہ وحدہ وانا احمد اللہ علیہ وان اخطأت فمنی ومن الشیطان وانا ابرؤ الی اللہ منہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

وظیفہ مقررہ فاروقیہ فی جریب سالانہ یہ ہے ہر قسم غلے پر اُسی سے ایک صاع اور ایک درہم اور کہ طاب یعنی خربوزے تربوز کی پالیزوں، کھیرے لکڑی بیگن و امثالہا کی باڑیوں پر پانچ درہم انگور و خرما کے گھنے باغوں پر، جن کے اندر زراعت نہ ہو سکے، دس درہم ان کے ماوراء میں وہی تقدیر طاقت ہے جس کی انتہا نصف تک، پھر ان اقسام میں حیثیت زمین و قدرت کا اعتبار ہے جو زمین جس چیز کے بونے کی لیاقت رکھتی ہو اور یہ شخص اس پر قادر ہو اُس کے اعتبار سے خراج ادا کرے مثلاً انگور بوسکتا ہے تو انھیں خراج دے اگرچہ گیہوں بوائے ہوں، اور گیہوں کے قابل ہے تو اس کا خراج دے، اگرچہ جو بوائے ہوں ہر حال میں خراج سال بھر میں ایک ہی بار لیا جائے گا اگرچہ سال میں چار بار زراعت کرے یا باوصف قدرت بالکل معطل رکھ چھوڑے اور یہ جریب انگریزی گز سے کہ ان بلاد میں رائج ہے (جس کی مقدار سولہ ^{۱۶} گرہ ہے ہر گرہ تین ^۳ انگل) پینتیس گز مسطح ہے یعنی ۳۵ گز طول ۳۵ گز عرض، اور صاع دو سو ستر ^{۲۷۰} تولے ہے یعنی انگریزی روپیہ سے دو سو اٹھاسی ^{۲۸۸} روپیہ بھر کہ رامپور کے سیر سے پورے تین سیر ہوئے اور دس ^{۱۰} درہم کے عص ^{۱۲/۹-۱۳/۵} پائی یعنی دو ^۲ روپے پونے تیرہ آنے اور پانچواں حصہ پیسے کا پانچ درم کے عص ^{۱۶/۴-۱۷/۵} پائی ایک درم کے ^{۱۲/۵-۱۳/۲۵} کم ساڑھے چار آنے۔

در مختار میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہر جریب میں ایک صاع گندم یا جو مقرر فرمائے اور جریب طوفاً عرضاً ساٹھ ذراع کا ہوتا ہے اور ہر ذراع سات ^۷ مٹھیوں کا ہوتا ہے اور صحیح یہ ہے اس زمین سے جو کچھ پیدا ہو رہا ہے اسی سے وظیفہ ادا کیا جائیگا جیسا کہ کافی، شرنبلالیہ میں اور اسی کی مثل بحر میں ہے

فی الدر المختار وضع عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لكل جریب هو ستون ذرا عافی ستین، بذراع کسری (سبع قبضات) صاعاً من بر او شعیر (والصحيح انه مما یزرع فی تلك الارض کما فی الکافی، شرنبلالیة ومثله فی البحر) ودرهما من اجود

اور نقود (وزن سبعة کما فی الزکوٰۃ بحر) ولجریب الرطبة (وہی القثاء والخیار والبطیخ والباد نجان وما جرى مجراہ) خمسة دراهم ولجریب الکرم او النخل متصلہ (قید فیہما) ضعفها وما لیس فیہ توظیف عمر کزعفران وبستان فیہا اشجار متفرقة یسکن الزرع تحتها طاقته وغایة الطاقة نصف الخارج لان التصنيف عین الانصاف اه^۱ مختصرا مزید امامین الاہلۃ من ردالمحتار - وفي الدرلوزرع الاخص قادر اعلی الاعلی کزعفران فعلیہ خراج الاعلی^۱ وهذا یعلم ولا یفتی بہ کیلا یتجرئ الظلمۃ^۲ فی ردالمحتار عن العنایۃ رد، بآنه کیف یجوز الکتبان وانهم لو اخذواکان فی موضعه لکونه واجبا واجیب باننا لو افتینا بذلک لادعی کل ظالم فی ارض لیس شأنها ذلک انہا قبل ہذاکانت تذرع الزعفران فیأخذ خراج

اور نقود میں سے ایک درہم لازم ہوگا (جس کا وزن سات مثقال ہو جیسا کہ زکوٰۃ میں ہوتا ہے، بحر) اور سبزیات (اور وہ کھیرے، تر، خربوزے، بیگن اور ایسی دیگر اشیاء) کی جریب میں پانچ دراہم، انگور اور خرما کے گھنے باغوں (یہ قید دونوں کے لیے ہے) میں دس درہم ہے، اور جس میں سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوئی وظیفہ مقرر نہیں فرمایا مثلاً زعفران، اور وہ باغ جس میں متفرق درخت ہوں اور وہاں کاشت کرنا ممکن ہو تو طاقت کے مطابق وظیفہ ہوگا اور انتہائے طاقت نصف پیداوار ہے کیونکہ نصف ادا کرنا عین انصاف ہے اھ مختصراً، ہاں قوسین کے اندر ردالمحتار سے اضافہ میری طرف سے کیا گیا ہے، اور درمیں ہے کہ اگر کسی نے اعلیٰ پر قادر ہوتے ہوئے ادنیٰ کو کاشت کیا مثلاً زعفران، اس پر اعلیٰ کا خراج ہوگا، یہ جان تو لیا جائے مگر اس پر فتویٰ نہ دیا جائے تاکہ ظالم اس سے فائدہ نہ اٹھائیں۔ ردالمحتار میں عنایہ کے حوالے سے یہ رد کیا گیا ہے کہ ایسی بات کا چھپانا کیسے جائز ہو سکتا ہے اور اگر ظالم لیتے ہیں تو وہ ٹھیک کرتے ہیں کیونکہ وہ واجب ہے، اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اگر ہم اس پر فتویٰ دیتے ہیں تو ظالم ہر زمین کے بارے میں یہ دعوٰی کرے گا کہ اس سے پہلے اس میں زعفران بویا جاتا تھا اگرچہ

^۱ در مختار، باب العشر والخراج الخ، مطبع مجتبائی دہلی، ۱/ ۳۴۹، ردالمحتار باب العشر والخراج الخ، مصطفیٰ البابی مصر ۳/ ۸۶-۲۸۵

^۲ در مختار، باب العشر والخراج الخ، مطبع مجتبائی دہلی، ۱/ ۳۵۰

ذٰلِكَ وَهُوَ ظَلَمٌ وَعَدٌ وَانْ اه١ وَالْفَلْظُ لِلْفَتْحِ قَالُو
الايْفَتَىٰ بِهَذَا مَا فِيْهِ تَسْلُطُ الظُّلْمَةِ عَلَىٰ اَمْوَالِ
الْمُسْلِمِيْنَ اِذْ يَدْعِيْ كُلُّ ظَالِمٍ اَنْ اَرْضَهُ تَصْلَحُ لَزَرْعَةِ
الرَّعْفَرَانِ وَنَحْوَهُ وَعِلَاجُهُ صَعْبٌ اه٢ قُلْتُ وَالَّذِي
يُؤَدِّيْ بِنَفْسِهِ وَلَا جَائِيْ كَمَا فِيْ بِلَادِنَا فَلََا يَخْشَىٰ ذٰلِكَ
فَلِذَا عَوَّلْتُ عَلَىٰ مَا هُنَاكَ وَفِي الْهَدَايَةِ اَنْ غَلَبَ عَلَى اَرْضِ
الْخَرَاجِ الْمَاءُ انْقَطَعَ الْمَاءُ عَنْهَا وَاَصْلُ ظَلَمِ الزَّرْعِ آفَةٌ
فَلَا خَرَاجَ عَلَيْهِ، وَانْ عَطَلَهَا صَاحِبُهَا فَعَلِيْهِ الْخَرَاجُ،
وَلَا يَتَكَرَّرُ الْخَرَاجُ بِتَكَرُّرِ الْخَارِجِ فِي سَنَةٍ اه٣
بِالْاِلْتِقَاطِ، وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى۔

وہ ایسی نہ ہو تو اس سے خراج وصول کرے گا اور یہ ظلم و زیادتی ہوگی
اھ، فتح کی عبارت یہ ہے کہ فقہاء نے فرمایا ہے کہ اس کے ساتھ
فتویٰ نہیں دیا جائے گا کیونکہ ایسی صورت میں مسلمانوں کے مال پر
ظالموں کو مسلط کرنا لازم آئے گا اور ہر ظالم یہ دعویٰ کرے گا کہ یہ
زمین کاشت زعفران وغیرہ کے قابل تھی اور اس کا حل مشکل ہے
اھ میں نے کہا جو شخص خود بخود ادا کرے اور وصولی کرنے والا نہ
ہو، جیسا کہ ہمارے علاقے میں ہے اس میں ایسا کوئی خوف و
خدشہ نہیں اس لیے یہاں اسی پر اعتقاد کیا جائیگا، ہدایہ میں ہے کہ
اگر خراجی زمین پر پانی کا غلبہ ہو گیا یا اس سے پانی منقطع ہو گیا کسی
آفت نے فصل ختم کر دی تو اس پر خراج نہ ہوگا اور اگر مالک نے
زمین کو معطل رکھا تو اس پر خراج ہوگا۔ ایک سال میں
دوبارہ پیداوار پر خراج نہ ہوگا اھ اختصاراً، واللہ تعالیٰ سبحانہ
وتعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۸۷: از موضع سرنیاں ضلع بریلی مرسلہ امیر علی صاحب قادری ۲ رجب ۱۳۳۱ھ
زید دریافت کرتا ہے کہ آم کی بہار میں کس صورت سے دسواں حصہ نکال کے فروخت کر سکتا ہے جس سے فروخت خبیث نہ
ہو۔

الجواب:

بہار اس وقت بیچنی چاہئے جب پھل ظاہر ہو جائیں اور کسی کام کے قابل ہوں، اس سے پہلے بیچ جائز نہیں اور اس وقت اُس میں
عشر واجب ہوتا ہے پھل اپنی حد کو پہنچ جائیں کہ اب کچھ اور نا تمام ہونے کے باعث ان کے بگڑ جانے، سُکھ جانے، مارے
جانے کا اندیشہ نہ رہے اگرچہ ابھی توڑنے کے قابل نہ ہوئے ہوں، یہ حالت جس کی ملک میں پیدا ہوگی اُسی پر عشر ہے، بائع کے
پاس پھل ایسے ہو گئے تھے اُس کے بعد بیچے تو عشر بائع پر ہے، اور جو اس حالت

۱ ردالمحتار باب العشر والخراج مصطفیٰ البابی مصر ۳/ ۲۸۹

۲ فتح القدیر، باب العشر والخراج مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/ ۲۸۵

۳ الہدایۃ، باب العشر والخراج، المکتبۃ العربیۃ کراچی ۲/ ۵۷۳

تک پہنچنے سے پہلے کچے بیج ڈالے اور اس حالت پر مشتری کے پاس پہنچے تو عشر مشتری پر ہے بعینہ یہی حکم کھیتی کا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

جانوروں کی زکوٰۃ

مسئلہ ۸۸: ۱۹ محرم الحرام ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جانور ان حسب ذیل پر جو کہ بغرض کاشتکاری ہیں اور تجارت کی غرض سے نہیں ہیں اور سال میں زیادہ حصہ جنگل میں چرتے ہیں اُن پر زکوٰۃ دینی چاہئے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

تفصیل: بیل ۱۸، گائے ۲۱، بچے گائے ۲ سال کے ۱۳، بچے اندر ایک سال ۳، بھینس ۲، بھینس زائد از دو سال ۲، بچے بھینس کم از ایک سال ۲، بھینس ۶۔ کل ۶۷ اس۔

الجواب:

اونٹ، گائے، بھینس، بکری، بھیڑ نر خواہ مادہ دونوں مختلف، جبکہ قدر انصاب ہوں (کہ اونٹ میں پانچ، گائے بھینس میں تین، بھیڑ بکری میں چالیس ہے) اور بونے، جو تنے، لادنے، کھانے کے لیے نہ رکھے گئے ہوں بلکہ تمام حاجاتِ اصلیه سے فارغ صرف دودھ یا نسل یا قیمت بڑھنے کے لیے پالے جاتے یا شوقیہ پرورش و فرہی کے واسطے ہوں اور سال کا اکثر حصہ جنگل میں چھوٹے ہوئے چرنے پر اکتفا کرتے ہوں اور اُن پر سال پورا گزرے اور تمامی سال کے وقت وہ سب جانور ایک نوع کے یعنی سب اونٹ یا سب گائے بھینس یا سب بھیڑ بکری ایک سال سے کم کے نہ ہوں بلکہ اُن میں کوئی ایک سال کامل کا بھی ہو اگرچہ ایک ہی ہو تو ان پانچوں باتوں کے اجتماع سے ان کی زکوٰۃ دینی فرض ہوگی ورنہ نہیں۔ زکوٰۃ میں گائے بھینس ایک ہی نوع ہیں اور ان کا حساب زکوٰۃ یہ ہے کہ تیس ۳۰ سے کم پر کچھ نہیں، تیس ۳۰ پر ایک بچہ دو سال کامل کا، پھر اُسٹھ تک یہی واجب رہے گا، ساٹھ پر کہ دو تیس کا مجموعہ ہے، انتہر تک دو ۲ بچے ایک سالہ، ستر پر کہ ایک تیس اور ایک چالیس کا مجموعہ ہے۔ اُناسی تک ایک بچہ یک سالہ ایک دو سالہ، اسی پر کہ دو چالیس ہے نو اسی تک دو بچے دو سالہ، نوے پر کہ تین تیس ہیں ننانوے تک تین بچے یک سالہ، سو پر کہ دو تیس اور ایک چالیس ہے ایک سو نو تک دو بچے یک سالہ ایک دو سالہ، ایک سو دس پر کہ ایک تیس دو چالیس ہے ایک سو انیس پر ایک بچہ یک سالہ ایک سو بیس پر کہ چار تیس سمجھ لو چاہے تین چالیس ایک سو انیس تک چاہے چار بچے یک سالہ دے چاہے تین بچے دو سالہ۔ اسی قیاس پر ہر تیس پر ایک بچہ یک سالہ، اور ہر چالیس پر ایک بچہ دو سالہ لازم آتا جائے گا اور دہائیوں کے بیچ میں جو اکائیاں نو تک آتی جائیں گی سب معاف ہوں گی، اور گائے بھینس مخلوط ہوں تو جو گنتی میں زیادہ ہو اُسی کا بچہ یک سالہ یا دو سالہ لیں گے، اور برابر

ہوں تو ان میں جو قسم اعلیٰ ہے اس کا ادنیٰ لیا جائے گا یا ادنیٰ کا اعلیٰ۔ یونہی بھیڑ بکری مخلوط ہونے میں، مثلاً ایک شخص کے پاس پندرہ پندرہ گائے بھینس ہیں جن میں ایک ایک سال کے متعدد سچے دونوں قسم کے ہیں، کوئی زیادہ فریہ کوئی ہلکا کوئی متوسط، تو جہاں گائے کا بچہ زیادہ قیمتی سمجھا جاتا ہو تو ان یک سالہ بچوں میں سب سے ہلکا یا بھینس کے یک سالہ بچوں میں سب سے فریہ لیا جائے گا، اور جہاں بھینس کا بچہ بیش قیمت ہو تو اس کے یک سالہ بچوں میں سب سے ہلکا یا گائے کے یک سالہ بچوں میں سب سے فریہ دیا جائے گا۔ تنویر الابصار و در مختار میں ہے:

سائمہ وہ چوپایہ ہے جو سال کا اکثر حصہ باہر چر کر گزارا کرے، اگر ایسا جانور کسی نے دودھ، نسل اور گھی کے لیے رکھا ہو، بدائع میں ہے کہ اگر گوشت کے لیے ہو تو زکوٰۃ نہیں، جیسا کہ اگر کسی نے بوجھ لادنے یا سواری کے لیے رکھا تو زکوٰۃ نہیں، اگر تجارت کیلئے ہے تو اس میں زکوٰۃ ہوگی (اگر نصف سال چارہ ڈالا تو وہ جانور سائمہ نہ ہوگا) اس میں زکوٰۃ نہ ہوگی کیونکہ موجب میں شک ہے (گائے) بھینس (کانصاب) تیس ہے ان میں (تبیع) ایک کامل سال کا واجب ہوگا (یا تبیع) اسکی مونث (اور چالیس میں ایک مسن دو سال یا ایک مسن) اس پر اضافہ میں کوئی شئی نہیں، (ساٹھ تک پھر ساٹھ پر تیس میں جو کچھ تھا اس کا دو گنا لازم ہے اور اس پر فتویٰ ہے) پھر ہر تیس پر ایک تبیع اور ہر چالیس پر ایک مسن ہوگا مگر اس صورت میں جب تداخل ہو جائے مثلاً تعداد ایک سو تیس ہوگی تو اب اختیار ہے چار تبیع دے دے یا تین مسن، اسی طرح آگے معاملہ ہے (محنت و مشقت لینے والے

(السائمة المكتفية بالرعي اكثر العام لقصد الدر والنسل) والسمن، في البدائع لو اسامها للحم فلا زکوٰۃ کہا لو اسام للحم والركوب، ولوللتجارة ففيها زکوٰۃ التجارة (فلو علفها نصفه لا تكون سائمة) فلا زکوٰۃ للشك في الموجب¹ (نصاب البقر والجاموس) (ثلثون سائمة وفيها تبیع ذوسنة) كاملة (او تبیعة) انشاء (وفي اربعین مسن ذو سنتین او مسنة) ولا شئی فیما زاد (الی ستین ففيها ضعف ما فی ثلثین) وعلیه الفتوی (ثم فی کل ثلثین تبیع وفي کل اربعین مسنة الا اذا تداخلت کما تة وعشرین فیخیر بین اربع اتبعة وثلاث مسنات وهكذا² (ولا شئی فی عوامل وحمل) بفتححتین ولد

¹ در مختار باب السائمہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۳۱

² در مختار، باب زکوٰۃ البقر، مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۳۲

الشاة (وفصیل) ولد الثاقاة (وعجول) بوزن ستور ولد البقرة وصورتہ ان یموت کل الکبار ویتم الحول علی اولا دھا الصغار (الاتبعًا لکبیر ولو واحدا) (و) لانی (عفو و هو مابین النصب فی کل الاموال اھ ملخصاً ملتقطاً۔	جانوروں، بکری کے بچوں، اونٹنی کے بچوں اور گائے کے بچوں میں زکوٰۃ نہیں۔ اسکی صورت یہ ہے کہ بڑے جانور مر جاتے ہیں اور سال ان کے چھوٹے بچوں پر مکمل ہوتا ہے (تواب زکوٰۃ نہیں) مگر اس صورت میں کہ بڑے موجود ہوں تو ان کی اتباع میں زکوٰۃ ہوگی اگرچہ بڑا ایک ہو اور عفو میں زکوٰۃ نہیں، اور یہ تمام اموال میں نصابوں کے درمیانی حصہ کو کہا جاتا ہے ملخصاً۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

الجاموس هو نوع من البقر کما فی المغرب فهو مثل البقر فی الزکوٰۃ والاضحیة والربا ویکمل به نصاب البقر وتوخذ الزکوٰۃ من اغلبها وعند الاستواء یوخذ علی الادنی وادنی الاعلیٰ، نهر، وعلی هذا الحکم البخت والعراب والضأن والمعز، ابن ملک۔²	بھینس، گائے کی ایک نوع ہے جیسا کہ مغرب میں ہے لہذا یہ زکوٰۃ، قربانی اور رباً میں گائے کے حکم میں ہوگی، اس سے گائے کا نصاب مکمل ہو جاتا ہے اگر گائیں غالب ہوں تو زکوٰۃ لی جائے گی اور اگر برابر ہوں تو ان میں جو قسم اعلیٰ ہے اس کا ادنیٰ لیا جائیگا یا ادنیٰ کا اعلیٰ، نهر۔ اور اسی کے حکم میں بختی اور عربی اونٹ، بھیڑ اور بکری وغیرہ ہوتے ہیں، ابن الملک۔ (ت)

اسی میں ہے:

النصاب اذا کان ضأنًا یوخذ الواجب من الضأن ولو معز افمن المعز ولو منہما فمن الغالب ولو سواء فمن ایہما شاء جوہرة ای فیعطی ادنی الاعلیٰ او علی الادنی کما قد مناه۔³	نصاب اگر بھیڑ کا ہے تو بھیڑ ہی وصول کی جائے، اور اگر نصاب بکری کا ہے تو بکری ہی لی جائے گی، اور اگر دونوں سے نصاب ہے تو پھر غالب کا اعتبار ہوگا، اور دونوں برابر ہوں تو جس سے چاہو لے لو، جوہرہ۔ یعنی اعلیٰ سے ادنیٰ یا ادنیٰ سے اعلیٰ لیا جائیگا۔ جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کر دیا ہے (ت)

¹ در مختار باب زکوٰۃ الغنم مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۳۱

² ردالمحتار باب زکوٰۃ البقر مصطفیٰ البابی مصر ۱۹/۲

³ ردالمحتار باب زکوٰۃ الغنم، مصطفیٰ البابی مصر ۲۰/۲

عالمگیر یہ میں ہے:

کم از کم وہ عمر جس کے ساتھ اونٹوں میں زکوٰۃ متعلق ہوتی ہے بنت مخاض ہے، گائے میں تبیع، اور بھیڑ بکریوں میں شنی، جیسا کہ شرح الطحاوی میں ہے اہ اختصاراً (ت)	ادنی السن الذی یتعلق بہ وجوب الزکوٰۃ فی الابل بنت مخاض، و فی البقر تبیع، و فی الغنم هو الثنی کذا فی شرح الطحاوی اہ ملتقطاً

در مختار میں ہے:

بنت مخاض، جو عمر کے دوسرے سال میں داخل ہو۔ تبیع، ایک سال کی عمر۔ اور بھیڑ و بکری میں شنی وہ ہوتا ہے جس پر سال مکمل ہو جائے اہ اختصاراً (ت)	بنت مخاض ہی التی طعنت فی السنة الثانية، و تبیع ذو سنة كاملة، و الثنی من الضان والمعز هو ما تمت له سنة اہ بالالتقاط۔

ہندیہ میں ہے:

سائمہ چوپایوں مذکر و مؤنث اور ان دونوں کے اختلاط پر زکوٰۃ ہے۔ اور سائمہ وہ چوپائے ہوتے ہیں جو جنگل میں چریں اور ان سے مقصد دودھ، نسل، شمن میں اضافہ اور گھی کا حصول ہو۔ محیط سر خسی میں اسی طرح ہے۔ (ت)	السوائم تجب الزکوٰۃ فی ذکورھا و اناثھا و مختلط ھما و السائمة ہی التی تسام فی البراری لقصد الدر والنسل و الزیادة فی الثمن و السمن کذا فی محیط السرخسی۔ ³

جب یہ قواعد معلوم ہوئے حکم مسئلہ مسئلہ واضح ہو گیا۔ اٹھارہ بیل اور دو بھینسے کہ کاشتکاری کے لے ہیں ان پر کچھ نہیں، اور ایک سال سے کم کے بچے اگرچہ خود محل وجوب نہیں مگر یک سالہ کے ساتھ مل کر ان پر بھی وجوب ہوتا ہے تو سب جانور سینتالیس ۷۴ ہوئے جن پر ایک بچہ دو سال کامل کی عمر کا واجب ہے اور ازاں جبکہ ان میں زیادہ گائے ہیں تو یہ دو سالہ گائے کا ہی بچہ دیا جائے گا بچھڑا ہو خواہ بچھیا، اور ازاں جبکہ ان میں زیادہ مادہ ہیں سینتالیس میں اکیس گائے ہیں اور دو بھینس پوری، دو جھوٹیاں۔ تو افضل یہ ہے کہ دوسرے سال کامل کی بچھیا زکوٰۃ میں دے،

ہندیہ میں تارخانہ سے عثمانیہ سے ہے گائے	فی الہندیۃ عن التتار خانۃ عن العتابیۃ

¹ فتاویٰ ہندیہ، الباب الثانی فی صدقۃ السوائم فصل ثانی، نورانی کتب خانہ پشاور ۱۰/ ۷۸-۷۷

² در مختار باب نصاب الابل و زکوٰۃ البقر و زکوٰۃ الغنم مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۳۱ تا ۱۳۳

³ فتاویٰ ہندیہ، الباب الثانی فی صدقۃ السوائم نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۷۶

الافضل فی البقر ان یؤدی من الذکر التبیع ومن الاثنی التبیعة ^۱ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔	ہندیہ میں تثارخانیہ سے عثماییہ سے ہے گائے میں افضل یہ ہے کہ مذکر میں تبیع اور مؤنث میں تبعیہ دیا جائے۔ واللہ سبحانہ، وتعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۸۹: از گوئذ بہر آنچ محلّہ چھاؤنی مکان مولوی مشرف علی صاحب مرسلہ سید حسین صاحب دامت برکاتہم ۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں لطف اللہ بہم اجمعین زکوٰۃ کن کن مصارف میں دینا جائز ہے؟
بینوا تو جروا۔

الجواب:

مصرف زکوٰۃ ہر مسلمان حاجت مند جسے اپنے مال مملوک سے مقدار نصاب فارغ عن الحوائج الاصلیہ پر دسترس نہیں بشرطیکہ نہ ہاشمی ہو، نہ اپنا شوہر، نہ اپنی عورت، اگرچہ طلاق مغلطہ دے دی ہو جب تک عدت سے باہر نہ آئے، نہ وہ جو اپنی اولاد میں ہے جیسے بیٹا، بیٹی، پوتاپوتی، نواسا نواسی، نہ وہ جن کی اولاد میں یہ ہے جیسے ماں باپ، دادا دادی نانا نانی، اگرچہ یہ اصلی و فروعی رشتہ عیاداً باللہ بذریعہ زنا ہوں، نہ اپنا یا ان پانچوں قسم میں کسی کا مملوک اگرچہ مکاتب ہو، نہ کسی غنی کا غلام غیر کاتب، نہ مرد غنی کا نابالغ بچہ، نہ ہاشمی کا آزاد بندہ، اور مسلمان حاجت مند کہنے سے کافر و غنی پہلے ہی خارج ہو چکے۔ یہ سولہ شخص ہیں جنہیں زکوٰۃ دینی جائز نہیں، ان کے سوا سب کو روا، مثلاً ہاشمیہ بلکہ فاطمیہ عورت کا بیٹا جبکہ باپ ہاشمی نہ ہو کہ شرع میں نسب باپ سے ہے۔ بعض متورین کہ ماں کے سیدانی ہونے سے سید بن بیٹھے اور باوجود تفہیم اس پر اصرار کرتے ہیں بحکم حدیث صحیح مستحق لعنت الہی ہوتے ہیں والعیاذ باللہ تعالیٰ وقد اوضحنا ذلك في فتاونا (اللہ تعالیٰ کی پناہ اور ہم نے اسے اپنے فتاویٰ میں خوب واضح کر دیا ہے۔ ت) اسی طرح غیر ہاشمی کا آزاد شدہ بندہ اگرچہ خود اپنا ہی ہو یا اپنے اصول و فروع و زوج و زوجہ ہاشمی کے علاوہ کسی غنی کا مکاتب یا زین غنیہ کا نابالغ بچہ اگرچہ یتیم ہو یا اپنے بہن بھائی، چچا، پھوپھی، خالہ، ماموں بلکہ انھیں دینے میں دونا ثواب ہے، زکوٰۃ وصلہ رحم یا اپنی بہو یا داماد یا ماں کا شوہر یا باپ کی عورت یا اپنے زوج یا زوجہ کی اولاد کہ ان سولہ کو بھی دینا روا، جبکہ یہ سولہ، اول سولہ سے نہ ہوں، از انجا کہ انھیں ان سے مناسبت ہے جس کے باعث ممکن تھا کہ ان میں ہی عدم جواز کا وہم جاتا، لہذا فقیر نے انھیں بالتخصیص شمار کر دیا اور نصاب مذکور پر دسترس نہ ہونا چند صورت کو شامل: ایک یہ کہ سرے سے مال ہی نہ رکھتا ہو، اسے مسکین کہتے ہیں۔
دوم: مال ہو مگر نصاب سے کم، یہ فقیر ہے۔

^۱ فتاویٰ ہندیہ الفصل الثالث فی زکوٰۃ البقر نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۱۷۸

سوم نصاب بھی مگر حوائجِ اصلہ میں مستغرق جیسے مدیون۔

چہارم: حوائج سے فارغ ہو مگر اسے دسترس نہیں، جیسے ابن السبیل یعنی مسافر، جس کے پاس خرچ نہ رہا تو بقدر ضرورت زکوٰۃ لے سکتا ہے اس سے زیادہ اسے لینا روا نہیں۔ یا وہ شخص جس کا مال دوسرے پر دین مؤجل ہے اور ہنوز میعاد نہ آئی اب اسے کھانے پہننے کی تکلیف ہے تو میعاد آنے تک بقدر حاجت لے سکتا ہے یا وہ جس کا مدیون غائب ہے یا لے کر مکر گیا اگرچہ ثبوت رکھتا ہو کہ ان سب صورتوں میں دسترس نہیں۔ بالجملة مدار کار حاجتمند بمعنی مذکور پر ہے تو جو نصاب مذکور پر دسترس رکھتا ہے ہر گز زکوٰۃ نہیں پاسکتا اگرچہ غازی ہو یا حاجی یا طالب علم یا مفتی مگر عامل زکوٰۃ جسے حاکم اسلام نے اربابِ اموال سے تحصیل زکوٰۃ پر مقرر کیا وہ جب تحصیل کرے بحالت غنی بھی بقدر اپنے عمل کے لے سکتا ہے، اگر ہاشمی نہ ہو۔ پھر دینے میں تملیک شرط ہے، جہاں یہ نہیں جیسے محتاجوں کو بطورِ اباحت اپنے دسترخوان پر بٹھلا کر کھلا دینا یا میت کے کفن میں لگانا یا مسجد، کتواں، خانقاہ، مدرسہ، پل، سرائے وغیرہ بنوانا ان سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، اگر ان میں صرف کیا چاہے تو اس کی وہی حیلے ہیں جو ہمارے فتاویٰ میں مسطور ہیں،

یہ اس تمام گفتگو کا خلاصہ ہے جس پر تنویر الابصار، درمختار، ردالمحتار اور دیگر کتب معتبرہ میں معاملہ کو ثابت کیا ہے اور ہم نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس کی سب سے اچھی تلخیص کی ہے، شاید یہ ہمارے علاوہ کہیں نہ ملے واللہ الحمد۔ اور جس شخص کو اس بارے میں شک ہو وہ ان اصول و کتب کی طرف رجوع کرے خواہ	هذا كله ملخص ما استقر عليه الامر في تنوير الابصار والدرالمختار وردالمختار وغيرها من معتبرات الاسفار وقد لخصناه بتوفيق الله تعالى احسن تلخيص لعله لا يوجد من غيرنا والله الحمد، فمن شك في شئ من هذا فليراجع الاصول التي سبينا

عہ: اگر دین مجمل خواہ ابتداءً یا یوں کہ اجل مقرر ہوئی تھی گزر چکی اور مدیون غنی مقرر حاضر ہے تو یہ صورت دسترس کی ہے اور یاد رکھنا چاہئے کہ قرض جسے لوگ گرداں کہتے ہیں شرعاً ہمیشہ مجمل ہوتا ہے، اگر ہزار عہد و پیمان و وثیقہ و تمسک کے ذریعہ اس میں میعاد قرار پائی ہو کہ اتنی مدت کے بعد دیا جائے گا اس سے پہلے اختیارِ مطالبہ نہ ہوگا اگر مطالبہ کرے تو باطل و نامسموع ہو وغیرہ ہزار شرطیں اس قسم کی کرلی ہوں تو وہ سب باطل ہیں اور قرض دہندہ کو ہر وقت اختیارِ مطالبہ ہے،

لانہ تبع ولا جبر علی المتبوع وقد نص فی الاشباہ والدر وغیرہما انہ لا یصح تا جیل القرض ۱۲ منہ غفرلہ (م)

کیونکہ یہ تبرع ہے اور تبرع میں جبر نہیں۔ اشباہ، در اور دیگر کتب میں یہ تصریح ہے کہ ادائیگی قرض کا وقت مقرر کرنا صحیح نہیں ۱۲۱۲ منہ غفرلہ (ت)

ان کے ہم نے نام لیے ہیں یا نہیں، ان میں سے بعض ایسی نصوص کے ذکر میں بھی کوئی حرج محسوس نہیں کرتے جنہیں مخفی یا نادر سمجھا گیا ہے۔ ردالمحتار میں ہے یہ تمام اولاد کو شامل ہے خواہ وہ نکاح کی وجہ سے ہو یا زنا کی وجہ سے، لہذا اولاد زنا کو بھی زکوٰۃ نہیں دی جائیگی الخ اور اسی میں ماتن کے قول "یا ان کے درمیان زوجیت کا رشتہ ہو خواہ وہ مہائے ہو یعنی خواہ وہ تین طلاق ہو جانے پر عدت بسر کر رہی ہو، یہ نہر میں معراج الدراہ سے ہے اہ اور اسی میں ماتن کے قول "زکوٰۃ دینے والا اپنے غلام کو نہ دے خواہ وہ مکاتب ہو کے تحت ہے" اور اسی طرح اس غلام کا حکم ہے جس کے اور زکوٰۃ دینے والے کے درمیان رشتہ اولاد یا زوجیت ہو، اس دلیل کے پیش نظر جو بحر اور فتح میں ہے اور اسی میں ماتن کے قول "بخلاف غنی عورت کے چھٹے کے کہ اسے دینا جائز ہے یعنی اس کا والد نہ ہو، یہ بحر میں قنیه سے ہے اہ اور اسی میں ہے کہ اولاد کی قید اسی لیے ہے کہ باقی اقارب مثلاً بھائی بہنیں، چچا اور خالو اگر فقراء ہوں تو انہیں زکوٰۃ دی جاسکتی ہے بلکہ یہ لوگ زکوٰۃ کے زیادہ مستحق ہیں کیونکہ یہاں صلہ رحمی اور صدقہ دو چیزیں جمع ہو جاتی ہیں، اپنے والد اور بیٹے کی بیوی اور اپنے داماد کو زکوٰۃ جائز ہے تاثر خانہ اہ ملخصاً اور اس میں کتاب الوصایا سے ماتن کے قول "فقط

اولم نسّم نعم لابس ان نورد نصوص بعض مایکاد یخفی او یستغرب، ففی ردالمحتار شمل الولاد بالنکاح والسفاح فلا یدفع الی ولدہ من الزنا الخ¹ وفیہ تحت قوله او بینہما زوجیۃ ولو مباینة ای فی العدة ولو بثلاث نہر عن معراج الدراية اه² وفیہ تحت قوله ولوالی مملوک المذکی ولو مکاتباً وكذا مملوک من بینہ و بینہ قرابة ولاد او زوجیۃ لما قال فی الفتح الخ³ وفیہ تحت قوله وبخلاف طفل الغنیۃ فیجوز ای ولولم یکن له اب بحر عن القنیۃ اه⁴ وفیہ وقید بالولاد لجوازہ لبقیۃ الاقارب کلا خوة والاعمام و الاحوال الفقراء بل ہم اولی لانہ صلة و صدقة ویجوز دفعها لزوجة ابیہ وابنہ و زوج ابنتہ، تاثر خانہ اہ⁵ ملخصاً وفیہ من کتاب الوصایا تحت قوله، الشرف

¹ ردالمحتار باب المصرف مصطفیٰ البابی مصر ۲/ ۶۹

² ردالمحتار باب المصرف مصطفیٰ البابی مصر ۲/ ۶۹

³ ردالمحتار باب المصرف مصطفیٰ البابی مصر ۲/ ۶۹

⁴ ردالمحتار باب المصرف مصطفیٰ البابی مصر ۲/ ۷۲

⁵ ردالمحتار باب المصرف مصطفیٰ البابی مصر ۲/ ۶۹

ماں کی وجہ سے شرف معتبر نہیں" کے تحت ہے کہ ہندیہ نے بدائع سے جو لکھا ہے وہ اس کا مودہ ہے تو ثابت ہو گیا کہ حسب و نسب والد کے ساتھ مختص ہے نہ کہ ماں کے ساتھ اہ پس اس پر زکوٰۃ حرام نہیں اور نہ ہی وہ ہاشمی کا کفو بنے گا اور سادات پر وقف میں شامل نہ ہوگا۔ اور اسی میں ہے فتح میں بھی ہے کہ اس (مسافر) کے لیے ضرورت سے زائد لینا جائز نہیں۔ میں کہتا ہوں بخلاف فقیر کے کہ اس کے لیے ضرورت سے زائد لینا جائز ہے، اسی سے فقیر اور مسافر کے درمیان فرق واضح ہو گیا، جیسا کہ اس کا بیان ذخیرہ میں ہے اہ اور اس میں ماتن کے قول "اور ایسی ہی صورت وہ ہے جس میں مال کے حصول کیلئے وقت مقرر ہو یعنی خرچہ کی ضرورت ہو تو وقت مقرر آنے تک بقدر کفایت زکوٰۃ لینا جائز ہے یہ نہر میں خانیہ سے ہے اور اس میں ماتن کے قول "یا وہ قرضہ کسی غائب پر ہے" کے تحت ہے یعنی اگرچہ قرضہ حالی ہو کیونکہ اس وقت اس کے حصول پر قادر نہیں اور اسی میں ماتن کے قول "یا مقروض تنگ دست یا منکر ہوا اگرچہ اصح قول کے مطابق گواہ بھی ہوں" کے تحت ہے کہ اصح قول کے مطابق ایسے شخص کے لیے زکوٰۃ لینا جائز ہے کیونکہ وہ مسافر کی طرح ہے اور اگر مقروض امیر اور معترف ہو تو جائز نہیں جیسا کہ خانیہ میں ہے اہ اور اسی میں ماتن کے

من الامر فقط غير معتبر، يؤيده قول الهنديه عن البدائع فثبت ان الحسب والنسب يختص بالاب دون الامر اه فلا تحرم عليه الزكوة ولا يكون كفؤاً للها شبيهة ولا يدخل في الوقف على الاشراف ط اه¹ وفيه وقال في الفتح ايضاً ولا يحل له اي لا بن السبيل ان يأخذ اكثر من حاجته، قلت وهذا بخلاف الفقير فانه يحل له ان يأخذ اكثر من حاجته وبهذا فارق ابن السبيل كما افاده في الذخيرة اه فيه تحت قوله ومنه ماله لو كان ماله مؤجلاً، اي اذا احتاج الى النفقة يجوز له اخذ الزكوة قدر كفايته الى حلول الاجل، نهى عن الخانية اه، وفيه تحت قوله او على غائب اي ولو كان حالاً لعدم تمكنه من اخذه ط اه² وفيه تحت قوله او معسر او جاحد ولو له بينة في الاصح، فيجوز له الاخذ في اصح الاقاويل لانه بمنزلة ابن السبيل ولو موسراً معتز فلا يجوز كما في الخانية³ اه، وفيه تحت قوله و في سبيل الله وهو منقطع

¹ ردالمحتار باب الوصية للاقارب مصطفى الباني مصر ٥ / ٢٨٣

² ردالمحتار باب المصرف مصطفى الباني مصر ٢ / ٦٤

³ ردالمحتار باب المصرف مصطفى الباني مصر ٢ / ٦٤

قول "اور اللہ کی راہ میں" سے مراد وہ غازی ہیں جن کے پاس جہاد کا خرچہ نہیں، بعض نے حاجی قرار دیا، بعض کے نزدیک طلبہ مراد ہیں۔ بدائع میں اس کلمہ کی تفسیر "تمام ثواب والے کام" سے کی ہے، نہر میں ہے کہ عامل کے سوا تمام مصارف پر تب خرچ کیا جائے گا جب وہ فقیر ہوں اور اسی میں ماتن کے قول، اس علت کے بیان سے واقعات کی طرف منسوب اس قول کی تقویت ہو جاتی ہے کہ طالب علم کو زکوٰۃ لینا جائز ہے خواہ وہ غنی ہو بشرطیکہ اس نے اپنے آپ کو علم پڑھانے اور پڑھنے کے لیے مختص کر رکھا ہو کہ یہ تفریع فقہاء کرام کے حرمت زکوٰۃ کو غنی کے لئے مطلق رکھنے کے خلاف ہے جبکہ اس پر کسی نے اعتماد نہیں کیا، ط۔ میں کہتا ہوں یہ معاملہ یونہی ہے، موزوں یہی ہے کہ طالب علم کو فقیر ہونے سے مقید کیا جائے (ان کے افادہ کے آخر تک) ان پر اللہ تعالیٰ جواد کی رحمت ہو، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم (ت)

الغزاة وقيل الحاج وقيل طلبة العلم وفسره في البدائع بجييع القرب، قال في النهر والخلاف لفظي للاتفاق على ان الاصناف كلهم سوى العامل يعطون بشرط الفقر اه¹ (ملخصاً) وفيه تحت قوله وبهذا التعليل يقوى مانسب للواقعات من ان طالب العلم يجوز له اخذ الزكوة ولو غنياً اذا فرغ نفسه لافادة العلم واستفادته، هذا الفرع مخالف لا طلاقهم الحرمة في الغنى ولم يعتمد احد ط، قلت وهو كذلك والاوجه تقييده بالفقير² الى اخر ما افاده، عليه رحمة الجواد۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۰: از شہر بہرائچ محلہ ناظر پورہ مسئلہ حکیم محمد عبدالوکیل صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسنی زید نے مسجد یا کنواں مسجد سے متعلق طاہر پانی کے لیے تیار کیا اور بوجہ کئی سرمایہ کے بالآخر قرضدار ہو گیا لہذا اس صورت میں مال زکوٰۃ دینا جائز ہے کیونکہ قرضدار کو اس کے قرضہ ادا کرنے کے لیے مال زکوٰۃ لینا شرعاً جائز ہے کیونکہ منجملہ مصارف مال زکوٰۃ کے قرضہ بھی ایک مصرف ہے۔ بینوا اتوجروا

الجواب:

جس پر اتنا دین ہو کہ اُسے ادا کرنے کے بعد اپنی حاجاتِ اصلیہ کے علاوہ چھین روپے کے مال کا مالک نہ رہے گا اور وہ ہاشمی نہ ہو، نہ یہ زکوٰۃ دینے والا اس کے اولاد میں ہو، نہ باہم زوج و زوجہ ہوں، اسے زکوٰۃ دینا بیشک جائز

¹ رد المحتار، باب المصرف، مصطفیٰ البانی مصر، ۶۷/۲

² رد المحتار، باب المصرف، مصطفیٰ البانی مصر، ۶۵/۲

بلکہ فقیر کو دینے سے افضل، ہر فقیر کو چھپن روپے دفعۃً دینا چاہئیں، اور مدیون پر چھپن ہزار دین ہو تو زکوٰۃ کے چھپن ہزار ایک ساتھ دے سکتے ہیں قال اللہ تعالیٰ وَالْعَزِيزُ^۱ (اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے اور مقروض لوگوں پر زکوٰۃ خرچ کو جائے۔ ت) دُر مختار میں ہے:

ومدیون لا یملک نصاباً فاضلاً عن دینہ وفي الظہیریۃ الدفع للمدیون اولیٰ منه للفقیر۔ ^۲	مقروض وہ شخص ہوتا ہے جو قرض سے فاضل نصاب کا مالک نہ ہو، ظہیریہ میں ہے: مدیون کو زکوٰۃ دینا فقیر سے اولیٰ ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ونقل ط عن الحموی انه یشتط ان لا یکون ہاشیباً۔ ^۳ واللہ تعالیٰ اعلم۔	اور طحاوی نے حموی سے نقل کیا کہ شرط یہ ہے کہ مدیون ہاشیب نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۲۹۱: مسئلہ رشید احمد متعلّم مدرسہ اہلسنت والجماعت ۷ محرم الحرام ۱۳۳۴ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسئلوں میں کہ کسی شخص نے اپنے مال میں سے زکوٰۃ نکالی وہ روپیہ ان شخصوں کو دینا چاہئے یا نہیں؟

- (۱) یہ کہ اگر چچا چچی و چچا زاد بھائی و بہنوں کو کچھ دے دیا جائے تو جائز ہے یا نہیں؟
- (۲) یہ کہ ماموں و ممانی و نانا و نانائی اور ماموں زاد بھائی اور بہنوں کو دینا جائز ہے یا نہیں؟
- (۳) یہ کہ پھوپھا و پھوپھی اور ان کی اولاد کو دینا جائز ہے یا نہیں؟
- (۴) یہ کہ اگر اپنی ہمیشہ رہے اور اس کی شادی کر دی اور اس کا خاوند کم توجہ کرتا ہے تو اس کو زکوٰۃ کا مال دینا جائز ہے یا نہیں؟
- (۵) یہ کہ بھانجی بھانجے کو کچھ دے دیا جائے تو جائز ہے یا نہیں؟
- (۶) یہ کہ اگر زکوٰۃ روپے سے لحاف میں روئی ڈلو کر غریبوں کو تقسیم کر دیں تو جائز ہے یا نہیں؟
- (۷) یہ کہ اگر طالب علم کو کچھ دے دیا جائے تو جائز ہے یا نہیں؟
- (۸) یہ کہ اگر بہنوئی کو کچھ دے دیا جائے تو جائز ہے یا نہیں؟

^۱ القرآن ۶۰/۹

^۲ در مختار باب الصرف مطبع مجتبائی دہلی ۱۴۰۱ھ

^۳ ردالمحتار، باب الصرف، مصطفیٰ البانی مصر، ۶۷/۲

- (۹) یہ کہ اگرچہ معلوم ہو کہ یہ شخص غریب معلوم ہوتا ہے اور پوشیدہ اس کے پاس چاہے کچھ ہو اس کو دینا جائز ہے یا نہیں؟
- (۱۰) یہ کہ ان روپوں میں سے فقیروں کو جو مانگتے پھرتے ہیں دینا جائز ہے یا نہیں؟
- (۱۱) علاوہ اس کے وہ بات کہ جس میں روپیہ زکوٰۃ صرف کیا جائے وہ برائے مہربانی تحریر کر دیجئے گا۔
- (۱۲) یہ کہ اگر مولود شریف میں یا نیاز دعا میں صرف کیا جائے تو جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا
- الجواب:

- (۱) ہاں جائز ہے جبکہ مصرف ہو۔
- (۲) نانائانی کو ناجائز باقی چاروں کو جائز۔
- (۳) ان سب کو دے سکتے ہیں جبکہ نہ غنی ہوں نہ غنی باپ کے بچے نہ ہاشمی۔
- (۴) جائز ہے جبکہ محتاج ہو۔
- (۵) ان کو بھی بشرط مذکورہ جائز ہے۔
- (۶) ہاں روئی کی قیمت زکوٰۃ میں لگا سکتا ہے جبکہ بہ نیت زکوٰۃ دے مگر بھرائی کی اجرت زکوٰۃ میں شمار نہ ہوگی۔
- (۷) جائز ہے جبکہ غنی ہاشمی نہ ہو۔
- (۸) بشرط مذکورہ جائز ہے۔
- (۹) جبکہ اُسے اُس کا اندرونی حال معلوم نہیں تو ظاہر محتاجی پر عمل کر کے زکوٰۃ دے سکتا ہے۔
- (۱۰) جائز ہے مگر جو ان سے تندرست جو بھیک مانگنے کا پیشہ کر لیتے ہیں جیسے جوگی سادھو بچے ان کو دینا جائز نہیں۔
- (۱۱) محتاج فقیر جو نہ ہاشمی ہو نہ غنی باپ کا نابالغ بچہ، نہ اپنی اولاد جیسے بیٹا بیٹی، پاتا پوتی، نواسا نواسی، نہ یہ کہ اس کی اولاد جیسے ماں باپ، دادا دادی، نانائانی، نہ اپنی زوجہ، نہ عورت کا اپنا شوہر، ایسے محتاج جو ان سب کے سوا ہو بہ نیت زکوٰۃ دے کر مالک کر دینے سے زکوٰۃ ادا ہوتی ہے و بس۔
- (۱۲) مجلس میلاد پاک میں حصہ عام تقسیم ہوتا ہے غنی فقیر مصرف غیر مصرف کی تخصیص نہیں ہوتی، یونہی نیاز کی تقسیم میں تو اس سے زکوٰۃ ادا نہیں ہو سکتی، ہاں جو حصے خاص فقراء مصرف زکوٰۃ کو دے اُس کا شمار ان کو دینے میں زکوٰۃ کی نیت کرے تو وہ زکوٰۃ میں محسوب ہو سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۹ محرم الحرام ۱۳۳۴ھ

از مراد آباد مسئولہ امیر حسن صاحب رضوی

مسئلہ ۱۰۳:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ صدقہ فطر کس قدر دینا چاہئے اور کس کو دینا چاہئے اور کس وقت ادا کرے اور کس طرف سے؟ بینوا تو جروا

الجواب:

صدقہ فطر سو روپے کے سیر سے پونے دو سیر اٹھنی بھر اوپر دیا جائے اور اس کے مصرف وہی لوگ ہیں جو مصرف زکوٰۃ ہیں اور اس کے دینے کا وقت واسع ہے، عید الفطر سے پہلے بھی دے سکتا ہے اور بعد بھی، مگر بعد کو تاخیر نہ چاہئے بلکہ اولیٰ یہ ہے کہ نماز عید سے پہلے نکال دے کہ حدیث میں ہے: صاحبِ نصاب کے روزے معلق رہتے ہیں جب تک یہ صدقہ ادا نہ کرے گا۔ اپنی طرف سے اور اپنے بچوں کی طرف سے دینا واجب ہے اور باندی غلام کی طرف سے بھی جو اس کی ملک ہیں، بی بی یا نابالغ بچوں کی طرف سے دینا واجب نہیں اگر وہ صاحبِ نصاب ہیں، آپ دیں یا ان کی اجازت سے یہ دے، بلا اجازت ان کی طرف سے ادا نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۴: میرے عزیزوں میں ایک شخص نابینا اور قرضدار ہیں جائیداد ان کے ہے لیکن قرضداری سے کم ہے اور قبضہ دوسرے شخص کا ہے، اُن کو آمد بھی پورے پورے طور سے نہیں ملتی، زکوٰۃ کو ان دینی چاہئے یا نہیں؟ فقط الجواب: ہاں بلکہ عزیزوں کو دینے میں دونا ثواب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۵: از حاجی عبدالکریم نور محمد جہزل مرچنٹ چوک ناگپور ۹ صفر المظفر ۱۳۳۲ھ زکوٰۃ کا پیسہ طلبہ کو دے سکتے ہیں امداد کے لیے یا نہیں؟ الجواب: طلبہ کہ صاحبِ نصاب نہ ہوں انھیں زکوٰۃ دی جاسکتی ہے بلکہ انھیں دینا افضل ہے جبکہ وہ طلبہ علم دین بطور دین پڑھتے ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۶: از شہر بریلی دفتر انجمن خادم المسلمین ۲۲ شعبان ۱۳۳۸ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ پیشہ ور گداگروں کو زکوٰۃ و خیرات کمال دینے سے زکوٰۃ ادا ہوتی ہے یا نہیں اور مذہبی و تمدنی نقطہ نظر سے کہاں تک یہ گروہ زکوٰۃ کا مستحق ہے او پیشہ ور گداگروں کی ہمت افزائی نہ کرنا کہاں تک جائز ہے؟ الجواب:

گدائی تین قسم ہے:

ایک غنی مالدار جیسے اکثر جوگی اور سادھو سچھے، انھیں سوال کرنا حرام اور انھیں دینا حرام، اور اُن کے دئے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہو سکتی، فرض سر پر باقی رہے گا۔

دوسرے وہ کہ واقع میں قدرِ نصاب کے مالک نہیں مگر قوی و تندرست کسب پر قادر ہیں اور سوال کسی ایسی ضروریات کے لیے نہیں جو ان کے کسب سے باہر ہو کوئی حرفت یا مزدوری نہیں کی جاتی مفت کا کھانا کھانے کے عادی ہیں اور اس کے لیے بھیک مانگتے پھرتے ہیں انھیں سوال کرنا حرام، اور جو کچھ انھیں اس سے ملے وہ ان کے حق میں خبیث کہ حدیث شریف میں:

لا تحل الصدقة لغنی ولا لذی مرة سوی۔ ¹	صدقہ حلال نہیں کسی غنی کے لیے اور نہ کسی توانا و تندرست کے لیے (ت)

انھیں بھیک دینا منع ہے کہ معصیت پر اعانت ہے، لوگ اگر نہ دیں تو مجبور ہوں کچھ محنت مزدوری کریں۔

قال الله تعالى ولا تعاؤنوا على الاثم والعُدوان۔ ²	اللہ تعالیٰ کا مبارک فرمان ہے: گناہ اور زیادتی پر تعاون نہ کرو (ت)

مگر ان کے دئے سے زکوٰۃ ادا ہو جائیگی جبکہ اور کوئی مانع شرعی نہ ہو کہ فقیر ہیں،

قال الله تعالى انما الصدقات للفقراء۔ ³	اللہ تعالیٰ کا فرمان مبارک ہے صدقات فقراء کے لیے ہیں (ت)

تیسرے وہ عاجز ناتواں کہ نہ مال رکھتے ہیں نہ کسب پر قدرت، یا جتنے کی حاجت ہے اتنا کمانے پر قادر نہیں، انھیں بقدر حاجت سوال حلال، اور اس سے جو کچھ ملے ان کے لیے طیب، اور یہ عمدہ مصارفِ زکوٰۃ سے ہیں اور انھیں دینا باعثِ اجرِ عظیم، یہی ہیں وہ جنہیں جھڑکنا حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۷: از ناگوار مارواڑ از دکان قادر بخش مرسلہ محمد بخش پریزیڈنٹ انجمن مدرسہ حمیدیہ اسلامیہ شعبان ۱۳۳۷ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مالِ زکوٰۃ مدرسہ اسلامیہ میں دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

مدرسہ اسلامیہ اگر صحیح اسلامیہ خاص اہلسنت کا ہو۔ نیچریوں، وہابیوں، قادیانیوں، رافضیوں، دیوبندیوں وغیرہم مرتدین کا نہ ہو تو اس میں مالِ زکوٰۃ اس شرط پر دیا جاسکتا ہے کہ مہتمم اس مال کو بخدارکھے اور خاص تملیک فقیر کے مصارف میں صرف کرے مدرسین یا دیگر ملازمین کی تنخواہ اس سے نہیں دی جاسکتی۔

¹ جامع الترمذی، ابواب الزکوٰۃ باب ما جاء من لا تحل له الصدقة، امین کتب خانہ رشیدیہ دہلی، ۸۳/۱

² القرآن ۲/۵

³ القرآن ۶۰/۹

نہ مدرسہ کی تعمیر یا مرمت یا فرش وغیرہ میں صرف ہو سکتی ہے، نہ یہ ہو سکتا ہے کہ جن طلبہ کو مدرسہ سے کھانا دیا جاتا ہے اُس روپے سے کھانا پکا کر اُن کو کھلایا جائے کہ یہ صورتِ اباحت ہے اور زکوٰۃ میں تملیک لازم ہاں یوں کر سکتے ہیں کہ جن طلبہ کو کھانا دیا جاتا ہے اُن کو نقد روپیہ بہ نیت زکوٰۃ دے کر مالک کر دیں پھر وہ اپنے کھانے کیلئے واپس دیں یا جن طلبہ کا وظیفہ نہ اجرت بلکہ محض بطور امداد ہے اُن کے وظیفہ میں دیں یا کتابیں خرید کر طلبہ اُن کا مالک کر دیں۔ ہاں اگر روپیہ بہ نیت زکوٰۃ کسی مصرف زکوٰۃ کو دے کر مالک کر دیں وہ اپنی طرف سے مدرسہ کو دے دے تو تنخواہ مدرسین و ملازمین وغیرہ جملہ مصارف مدرسہ میں صرف ہو سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۸: از حافظ ایاز صاحب از قصبہ نجیب آباد ضلع بجنور محلہ پٹھان پور ۲۲ محرم ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر زکوٰۃ کے روپے سے دو چار کتب دینی مثل فتاویٰ عالمگیری و مشکوٰۃ شریف وغیرہ خرید کر کے دوسرے شخص کے پاس بطور وقف رکھ دی جائیں تاکہ عوام کو اس سے فیض پہنچے اس وجہ سے ایسی کتاب بوجہ بیش قیمت ہونے کے یہاں میسر نہیں ہے تو اس کے واسطے کیا صورت ہونی چاہئے کہ زکوٰۃ بھی ادا جائے اور کتابوں کی کاروائی بھی ہو جائے۔

الجواب:

مال زکوٰۃ سے وقف ناممکن ہے کہ وقف کسی کی ملک نہیں ہوتا اور زکوٰۃ میں فقیر کی تملیک شرط ہے اس کی تدبیر یوں ہو سکتی ہے کہ کسی نیک بندہ کو جو زکوٰۃ کا مصرف ہے بہ نیت زکوٰۃ دے کر ملک کر دیا جائے اور وہ اپنی طرف سے کتابیں خرید کر وقف کر دے۔ ایک اور حیلہ بھی ممکن ہے مثلاً سو روپے کی کتابیں وقف کرنے کے لیے خریدنی ہیں اور اس پر سو روپے زکوٰۃ کے آتے ہیں تو مَن دو مَن گیہوں مثلاً کسی فقیر کے ہاتھ سو روپے کو بیع کرے اور اُسے سمجھا دے کہ یہ قیمت تمہیں ہم ہی دینگے جب وہ خرید لے تو اب اسے سو روپے بہ نیت زکوٰۃ دے جائیں، جب وہ قبضہ کر لے اب اس سے اس آتی ہوئی قیمت میں سو روپے لے لیے جائیں، اگر نہ دے تو جبراً لے سکتا ہے کہ وہ اس کا مدیون ہے، اب اس روپے سے کتابیں خرید کر وقف کر دیں، المسئلة منصوص علیہا فی الدر المختار والمعتمدات الاسفار (در مختار اور دیگر معتمد کتب میں اس مسئلہ پر نص ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۹ تا ۱۱۰: حاجی عیسیٰ صاحب کاٹھیاوار ۲۲ رمضان شریف ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) ایک مسجد میں بلحاظ مصلیان بہت کم گنجائش ہے یا بایں وجہ کہ ہر وقت کی نماز میں کش مکش کا سامنا ہوتا ہے لہذا ایسی حالت میں اگر کوئی صاحب زکوٰۃ اپنی زر زکوٰۃ کو کسی غریب مسلمان شخص کی ملکیت قائم کر کے اس مکان کو جو مسجد سے ملا ہوا ہے خرید کر کے شامل مسجد کر دے تو زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟ مکرر آنکہ

مسجد مذکور کے قرب و جوار کے مسلمانوں میں اس قدر استطاعت نہیں کہ جو چندہ فراہم کر کے مکان مذکور کو خرید سکیں۔
(۲) ایسی کتاب دینی جو اگر طبع کی جائے تمام مسلمانانِ عالم میں مفید ثابت ہو سکتی ہے اگر کوئی شخص زرِ زکوٰۃ سے چندہ فراہم کر کے کتاب مذکور بغرضِ رفاهِ عام چھپوائے تو ان چندہ دہندہ گان اصحابِ کار زرِ زکوٰۃ ادا ہوگا یا نہیں؟

الجواب:

(۱) جبکہ اس نے فقیر مصرف زکوٰۃ کو بہ تیت زکوٰۃ دے کر مالک کر دیا زکوٰۃ ادا ہو گئی اب وہ فقیر مسجد میں لگا دے دونوں کے لیے اجرِ عظیم ہوگا، در مختار میں ہے:

وحيلة التكفين بها التصديق على فقير ثم هو يكفن، الثواب لهما وكذا في تعمير المسجد ¹	کفن بنانے کے لیے یہ حیلہ ہے کہ صدقہ فقیر کو دیا جائے پھر وہ فقیر کفن بنا دے تو ثواب دونوں کے لئے ہوگا، اسی طرح تعمیر مسجد میں حیلہ کیا جاسکتا ہے۔ (ت)

بحر الرائق میں زیر قول متن لا الی بناء مسجد و تکفین میت وقضاء دینہ و شراء قن یعنق (زکوٰۃ سے تعمیر مسجد، میت کے لیے کفن اور اس کا اداء قرض اور ایسے غلام کا خریدنا جائز نہیں جسے آزاد کر دیا گیا ہو۔ ت) فرمایا:

والحيلة في الجواز في هذه الاربعة ان يتصدق بمقدار زكواته على فقير ثم يأمره بعد ذلك الصرف في هذه الوجوه فيكون لصاحب المال ثواب الزكوة و للفقير ثواب هذه الصرف كذا في المحيط ²	ان چاروں میں جواز کا حیلہ یہ ہے کہ آدمی زکوٰۃ فقیر کو دے پھر اسے کہے کہ ان چاروں پر خرچ کرے، صاحب مال کیلئے زکوٰۃ کا ثواب اور فقیر کے لیے خرچ کا ثواب ہوگا۔ کذا فی المحيط (ت)

(۲) جائز ہے اور اس میں چندہ دہندوں کے لیے اجرِ عظیم اور ثواب جاری ہے، جب تک وہ کتاب باقی رہے گی اور نسلاً بعد نسل جن جن مسلمانوں کو فائدہ دے گی ہمیشہ ان کا اجر ایک چندہ دہندے کو اُس کی حیات میں اور اُس کی قبر میں پہنچتا رہے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا مات الانسان انقطع عمله الا من ثلث صدقة جارية او عمل ينتفع بها	جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے مگر تین صورتوں میں جاری رہتا ہے: ایک، اس نے

¹ در مختار کتاب الزکوٰۃ، مطبع محتبائی دہلی، ۱۳۰۱ھ

² بحر الرائق باب الصرف ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۳۳/۲

اوولد صالح يد عوله۔ ^۱ رواہ البخاری فی ادب المفرد او مسلم فی الصحيح وابوداؤد و الترمذی عن النسائی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔	صدقہ جاریہ کیا تھا، دوسرا اس کا ایسا عمل جواب بھی نافع ہے یا اس کی نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرے اسے امام بخاری نے ادب المفرد میں، مسلم نے صحیح میں، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

مگر اوگ فقیر کو بہ نیت زکوٰۃ دے کر مالک کر دینا ضرور ہے پھر وہ فقیر طبع کتاب میں خود دے دے یا اس سے دلوا دے، جیسا کہ در مختار و بحر الرائق کی عبارت سے گزرا، یا جو جو طریقے ائمہ نے کتب فقہ میں لکھے ہیں بجالائے۔ در مختار میں ہے:

حيلة الجواز ان يعطى مديونه الفقير زكواته ثم يأخذها عن دينه ولو امتنع المديون مديده واخذها لكونه ظفر بجنس حقه فان مانعه رفعه للقاضي۔ ^۲	حیلہ جواز یوں ہے کہ اپنے مقروض فقیر کو زکوٰۃ دی جائے پھر اس سے اپنے قرض میں واپس لی جائے اور اگر مقروض نہ دے تو اس سے چھین لے کیونکہ یہ اپنے حق پر قدرت کا معاملہ ہے، اگر اس پر بھی نہ دے تو قاضی کی طرف معاملہ لے جایا جائے (ت)

اور سب سے آسان یہ ہے کہ ایک دیندار شخص کے پاس سب زکوٰۃ دہندہ اپنا چندہ جمع کریں اور اس سے کہہ دیں کہ زر زکوٰۃ ہے طریقہ شریعہ پر بعد تملیک فقیر طبع میں ہمارے ثواب کے لئے صرف کر، وہ ایسا ہی کرے، سب زکوٰۃ بھی ادا ہو جائیں گی اور وہ دینی ضروری نافع کام بھی ہو جائیگا اور یہ اموال کا ملانا کہ باذن مالکانہ ہے کہ چندہ کا یہی طریقہ معروفہ معبودہ ہے کچھ مانع نہ ہوگا۔ در مختار میں ہے:

لو خلط زكوة موكليه ضمن وكان متبرعا الا اذا وكله الفقراء۔ ^۳	اگر اپنے موکلین کی زکوٰۃ خلط کر دی تو وکیل ضامن ہوگا اور وہ تبرع کرنے والا ہوگا مگر اس صورت میں جب فقراء نے اسے اپنا وکیل قرار دے دیا ہو۔ (ت)

^۱ صحیح مسلم باب ما یلحق الانسان الثواب بعد وفاته، قدیمی کتب خانہ کراچی ۴/۲۱، الادب المفرد باب ۱۹ بر الوالدین بعد موتہما حدیث ۳۸ مکتبہ اثریہ

سانگلہ ہل شیخوپورہ ص ۲۱

^۲ در مختار کتاب الزکوٰۃ، مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۰۱

^۳ در مختار کتاب الزکوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۰۱

ردالمحتار میں ہے:

قال في التتارخانية اذا وجد الاذن أو اجاز المالکان اهـ ¹	تاتارخانیہ میں ہے کہ کسی اذن کی وجہ سے ہو یا مؤکل اسے جائز کر دیں اھ (ت)

اسی میں ہے:

ثم قال التتارخانية او وجدت دلالة الاذن بالخلط كما جرت العادة الخ- ² والله تعالى اعلم۔	پھر تاتارخانیہ میں کہا کہ یا دلالتاً اختلاط کی اجازت ہو جیسے کہ عادت معروفہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۱: مسئلہ ناصر الدین صاحب پبلی بھیتی از آگرہ محلہ نئی بستی، گلی بدھوبیگ، مکان حافظ سعید الدین سوداگر لٹھا ۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جنگ اٹلی و شہنشاہِ روم کے واسطے اہل اسلام نے اکثر چندہ جمع کیا ہے، اگر زیور کی زکوٰۃ کا روپیہ جنگ مذکور کے واسطے شہنشاہِ روم کو بھیجا جائے تو یہ روپیہ دینا جائز ہوگا یا ناجائز؟ بینوا تو جروا

الجواب:

زکوٰۃ جہاد کے اُن مصارف میں جن میں فقیر کو تملیک نہ ہو جیسے گولے بارود کی خریداری یا فوج کی بار برداری یا فوجی افسروں کی تنخواہ یا فوجی دواخانہ کی دواؤں میں دینا جائز نہیں، نہ اس سے زکوٰۃ ادا ہو۔ عالمگیری میں ہے:

لايجوز ان يبني با لزكاة المسجد وكذا الحج والجهاد وكل ما لا تملك فيه كذا في التبيين- ³	زکوٰۃ سے مسجد بنانا جائز نہیں، اسی طرح حج اور جہاد، بلکہ وہ مقام جہاں تملیک نہ ہو۔ تبیین میں یہی ہے۔ (ت)

ہاں فقیر مجاہدوں کو دی جائے یا شہیدوں کے فقیر پس ماندوں کو یا ان مجاہدوں کو جو سفر کر کے آئے گھر پر اموال رکھتے ہیں یہاں مصارف کے لیے کچھ پاس نہیں ان کو دینا جائز ہے اول فی سبیل اللہ ہے، ثانی فقر اور

¹ ردالمحتار کتاب الزکوٰۃ مصطفیٰ البابی مصر ۱۲/۲

² ردالمحتار کتاب الزکوٰۃ مصطفیٰ البابی مصر ۱۲/۲

³ فتاویٰ ہندیہ الباب السابع فی المصارف نورانی کتب خانہ پشاور ۱۸۸/۱

ثالث ابن السبیل، اور یہ سب مصارف زکوٰۃ ہیں۔ در مختار میں ہے:

مصرف الزکوٰۃ فقیر و فی سبیل اللہ و هو منقطع الغزاة وابن السبیل و هو کل من له مال لامعه ¹ (ملخصاً)	زکوٰۃ فقراء خرج کی جائے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں، اور اس سے مراد محتاج غازی اور مسافر، اور اس سے مراد ہر وہ شخص ہے جس کا مال تو ہو مگر اس کے پاس نہ ہو۔ (ت)

یابہ ہو کہ یہاں کسی معتمد فقیر کو دے کر مالک کر کے قبضہ دے دیں وہ اپنی طرف سے اس چندہ میں دے دے، اب کوئی شرط نہیں ہر مصرف میں صرف ہو سکتی ہے، اور زکوٰۃ دہندہ اور فقیر دونوں کو ثواب ملے گا۔ در مختار میں ہے:

حيلة التكفين بها التصديق على فقير ثم هو يكفن فيكون الثواب لهما وكذا في تعبیر المسجد ²	تکفین کے لیے حیلہ یہ ہے کہ زکوٰۃ فقیر کو دی جائے فقیر کفن بنوادے، تو اب ثواب دونوں کے لیے ہوگا، اسی طرح تعمیر مسجد میں حیلہ کی صورت ہے۔ (ت)

پھر صورت اولیٰ میں کہ خود زکوٰۃ ہی ان جائز مصارف کے لیے وہاں بھیجے، اگر ابھی اس کی زکوٰۃ کا سال تمام نہ ہوا تھا پیشگی دیتا ہے جب تو دوسرے شہر کو بھیجنا مطلقاً جائز ہے اور اگر سال تمام کے بعد بھیجے جب بھی اس صورت میں حکم جواز ہے کہ مجاہدوں کی اعانت میں اسلام کا زیادہ نفع ہے۔ در مختار میں ہے:

کرہ نقلها الا الى قرابة او احوال او اصلاح او اوع او انفع للمسلمين، او كانت معجلة قبل تمام الحول فلا يكره خلاصة ³ (ملخصاً)	زکوٰۃ کو دوسری جگہ منتقل کرنا مکروہ، ہاں اس صورت میں مکروہ نہیں جب دوسری جگہ کوئی رشتہ دار، زیادہ محتاج، نیک، صاحب تقویٰ یا مسلمانوں کا زیادہ فائدہ ہو یا سال سے پہلے جلدی زکوٰۃ دینا چاہتا ہو، خلاصہ (ت)

مگر اطمینان ضرور ہو کہ ٹھکانے پر پہنچے بیچ میں خور دُردنہ ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

¹ در مختار، باب المصرف، مطبع مجتبائی دہلی، ۱۳۰۱ھ

² در مختار، کتاب الزکوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی، ۱۳۰۱ھ

³ در مختار، باب المصرف، مطبع مجتبائی دہلی، ۱۳۱-۱۳۲ھ

مسئلہ ۱۱۲: از دہرہ دوں محلّہ دھامان مسئلہ مختار حسین قادری ۲ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ موجودہ حالت زار جو مظلومین ترک کی ہے مثلاً سمرنا، اناطولیہ وغیرہ میں جو یونانیوں کی دست درازیوں کے شکار ہو رہے ہیں ان کی امداد زکوٰۃ کے مال سے کی جائے تو زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟ اگر ہوگی روپیہ بھیجنے اور دینے کی کیا صورت ہونی چاہئے، موجودہ طریق جو سیٹھ چھوٹانی بھئی والا کر رہا ہے کہ امداد مظلومین ترکوں کی جس میں وہ زکوٰۃ کو بھی شامل کرنا چاہتا ہے اپنے اختیار سے زکوٰۃ اور دیگر چندہ لے کر جتنی جہاں ضرورت ہوتی ہے مثلاً بیماروں کی مدد، لٹے ہوئے گھروں کی امداد وغیرہ اپنی رائے کے موافق صرف کرتا ہے، تو جو لوگ اس میں زکوٰۃ دیتے ہیں ادا ہوگی یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب:

اس طریقہ سے زکوٰۃ ادا نہیں ہو سکتی، یہ لوگ بطور خود چندہ کرتے ہیں اور زکوٰۃ وغیرہ زکوٰۃ بلکہ مسلم وغیرہ مسلم سب کے چندے غلط کر لیتے وہ روپیہ فوراً ہلاک ہو جاتا ہے اور قابل ادا زکوٰۃ نہیں رہتا، فان الخلط استھلاک (کیونکہ خلط ملط کرنا ہلاک کرنا ہوتا ہے۔ ت) فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے:

رجلان دفع کل منہما زکوٰۃ ماله الی رجل لیؤدی عنہ فخلط مالہما ثم تصدق ضمن الوکیل مال الدافعین وكانت الصدقة عنہ کذا فی فتاویٰ قاضی خاں۔ ¹	دو اشخاص نے اپنے مال کی زکوٰۃ ایک شخص کو دی تاکہ وہ ان کی طرف سے ادا کرے اس نے دونوں کے مال کو ملا دیا پھر زکوٰۃ ادا کی تو وکیل ان کے مال کا ضامن ہوگا اور صدقہ وکیل کی طرف سے ہوگا، فتاویٰ قاضی خاں (ت)

در مختار میں ہے:

لو خلط زکوٰۃ مؤکلیہ ضمن وکان متبرعا الا اذا وکلہ الفقراء۔ ²	اگر اپنے مؤکلیں کی زکوٰۃ میں خلط ملط کر دیا تو وہ وکیل ضامن ہوگا اور متبرع ہوگا مگر اس صورت میں کہ جب اسے فقراء نے اپنا وکیل بنایا ہو۔ (ت)

اس کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ زکوٰۃ دینے والے خالص مسلمان اپنی اپنی زکوٰۃ ایک معتمد متدین کے پاس جمع کریں اور وہ روپیہ ملا لینے کی اجازت دیں اور اُس میں کوئی پیسہ غیر زکوٰۃ کا خلط نہ کیا جائے نہ کسی وہابی یا رافضی یا نیچری یا قادیانی یا حد کفر تک پہنچے ہوئے گاندھوی کی زکوٰۃ اس میں شامل ہو کہ ان لوگوں کی زکوٰۃ شرعاً

¹ فتاویٰ ہندیہ، الباب الثالث فی زکوٰۃ الذہب الخ، نورانی کتب خانہ پشاور، ۱۸۳/۱

² در مختار، کتاب الزکوٰۃ، مطبع مجتبیٰ دہلی، ۱۳۰/۱

زکوٰۃ نہیں، یہ خالص زکوٰۃ شرعی کا جمع کیا ہو امال کہ مالکوں سے اذن سے خلط کیا گیا اُن فقراءِ مظلومین کو پہنچایا جائے۔ ردالمحتار میں زیر عبارت مذکورہ در مختار ہے

قوله ضمن وکان متبرعا، لانه ملکہ بالخلط وصار مؤدیا مال نفسه قال فی التتارخانیۃ الا اذا وجد الاذن أو اجازا المالك ان یتصل بهذا العالم اذا سئل للفقراء شیاً و خلط یضمن قلت و مقتضاه لو وجد العرف فلا ضمان لوجود الاذن حیثئذ دلالة^۱ والله سبحانه وتعالى۔	ان کا قول ہے وکیل ضامن ہوگا اور اس کی ادائیگی بطور تبرع ہوگی کیونکہ خلط ملط کرنے سے وہ مالک ہو جاتا ہے اور اب وہ اپنے مال کو ادا کرنے والا ہوگا۔ تثارخانیہ میں ہے کہ مگر اس صورت میں جب اجازت ہو یا مالک اسے جائز کر دیں اہ اس کے ساتھ وہ صورت بھی ملحق ہے جب کسی عالم نے فقراء کے لیے کچھ مانگا اور خلط ملط کر دیا تو وہ ضامن ہوگا۔ میں کہتا ہوں اس کا مقتضایہ ہے اگر عرفاً ایسا کیا جاتا ہو تو اب ضمان نہ ہوگا کیونکہ اس وقت دلالت اجازت موجود ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم (ت)

۲۸ ربیع الآخر ۱۳۳۲ھ

مسئلہ ۱۱۳: مسئلہ امیر حسن بنگالی طالب علم مدرسہ اہلسنت وجماعت

مالدار کے لیے صدقہ لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

صدقہ واجبہ مالدار کو لینا حرام اور دینا حرام، اور اس کے دئے ادا نہ ہوگا، اور نافلہ مانگ کر مالدار کو لینا حرام اور بے مانگے مناسب نہیں جبکہ دینے والا مالدار جان کر دے اور اگر وہ محتاج سمجھ کر دے تو لینا حرام، اور اگر لینے کے لیے اپنے آپ کو محتاج ظاہر کیا تو دوسرا حرام، ہاں وہ صدقاتِ نافلہ کہ عام خلائق کے لیے ہوتے ہیں اور ان کے لینے میں کوئی ذلت نہیں وہ غنی کو بھی جائز ہیں جیسے حوض کو پانی، سقاییہ کا پانی، نیاز کی شیرینی، سرائے کا مکان، پل پر سے گزرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۴: از بریلی محلہ کا کٹر ٹولہ متصل مسجد خوردر مدرسہ الطاف علی خاں مورخہ ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مدرسہ دینیہ میں زکوٰۃ و صدقہ مدرسین کو دینا جائز ہے یا نہیں، تنخواہ میں دینا و طلباء کو جو کہ یتیم ہیں ان کی تعلیم کے اخراجات کے واسطے دینا جائز ہے یا نہیں؟

¹ ردالمحتار، کتاب الزکوٰۃ، مصطفیٰ البابی مصر، ۱۲/۲

الجواب:

تنخواہِ مدرسین میں نہیں دے سکتے، ہاں طلبہ کو تملیک کر سکتے ہیں اگرچہ یتیم نہ ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۱۱۵: از میرٹھ سٹی ضلع جودھ پور مسئولہ فخر الدین شاہ ۱۹ ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ یتیموں کو زکوٰۃ دینا جائز ہے یا نہیں؟ بچہ اپنی قرابت کا ہے اُس کا وارث کوئی نہیں۔
بینوا توجروا

الجواب:

یتیم بچہ خصوصاً جبکہ اپنا قرابت دار ہو زکوٰۃ دینا بہت افضل ہے جبکہ وہ نہ مالدار نہ سید و غیرہ نہ ہاشمی ہو نہ اپنی اولاد یا اولاد کی اولاد ہو۔ ہاں بھائی بھانجا ہو تو وہ بشرائط مذکورہ سب سے زیادہ مستحق ہے واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۱۱۶: از شہر محلہ مملوک پور مرسلہ جناب سید محمد علی صاحب نائب ناظر فرید پور ۳۰ رمضان المبارک ۱۳۲۹ھ
زر زکوٰۃ میں سے اگر یتیموں مساکین کو کھلایا جائے یا کپڑا بنایا جائے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

کپڑا بنانا کران کو دے کر مالک کر دینا، کھانا پکا کر ان کے گھر کو بھیج کر قبضہ میں دے کر مالک کر دینا تو حالت موجود پر یہ سلا ہو کپڑا اور پکا ہوا کھانا بازار کے بھاء سے جتنے کا ہے اُس قدر زکوٰۃ میں مجرا ہوگا، سلائی پکوائی وغیرہ مجرانہ ملے گی اور اگر اپنے یہاں پکا کر دسترخوان پر بٹھلا کر کھلادیا جس طرح دعوتوں میں ہوتا ہے تو وہ زکوٰۃ نہیں ہو سکتا لانہا تملیک و ہذاہ اباحۃ کیونکہ زکوٰۃ میں مالک بنانا ہوتا ہے اور اس صورت میں ملکیت نہیں بلکہ اباحت ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۸: ۲۳ ذیقعدہ ۱۳۱۱ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو مکان واسطے یتیموں کے خریدا جائے اس کی بیع میں زکوٰۃ کاروپہ دینا درست ہے یا نہیں، اور وہ مکان نام یتیم خانہ کے ہو۔
(۲) کہ مضحومہ جو واقعہ جسولی میں لنگھر والوں سے ہوا ہے اس کے صرف میں زکوٰۃ کاروپہ دیا جائے یا نہیں کیونکہ وہ مذہبی معاملہ قرار دیا گیا ہے۔

الجواب:

یتیم خانہ کی خریداری میں روپیہ لگا دینے سے زکوٰۃ ہر گزارانہ ہوگی لانہ ان کان وقفاً و الزکوٰۃ تملیک فلا یجتمعان
(کیونکہ یتیم خانہ اگر وقف ہے اور زکوٰۃ میں تملیک ہوتی ہے لہذا ان دونوں کا اجتماع نہیں ہو سکتا۔ ت) نہ کسی غنی کو صرف مقدمہ کے لیے دینے سے ادا ہو سکے اگرچہ وہ مقدمہ مذہبی دینی ہو فان الغنی لیس بمصرف

(کیونکہ زکوٰۃ کا مصرف نہیں ہے۔) نہ کسی فقیر نہ مسکین کے دینی خواہ دنیوی مقدمہ میں وکیلوں، مختاروں کو دینے یا اور خرچوں میں اٹھانے سے ادا ممکن، جب فقیر کو دے کر اُس کے قبضے کے بعد اُس سے لے کر صرف نہ کیا جائے فان الصدقة لا تحصل الا بتملیک مصرفها ولا تتم الا بقبضہ (کیونکہ صدقہ تب ادا ہوگا جب کسی مصرف کو مالک بنایا جائے گا اور تملیک کا اتمام قبضہ کے بغیر نہیں ہو سکتا۔) پس اگر اس قسم کے معاملات میں اٹھانا چاہیں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ جو شخص شرعاً مصرف زکوٰۃ ہے اسے بہ نیت زکوٰۃ دے کر اُس کا قبضہ کرادیں پھر وہ اپنی طرف سے اپنے آپ خواہ اُسے دے کر خریداری یتیم خانہ خواہ کسی دینی مقدمہ امور خیر میں لگا دے۔ عالمگیریہ وغیرہ میں ہے:

فی جمیع ابواب البر کعمارة المساجد وبناء القنابر، الحيلة ان يتصدق بمقدار زکوة علی فقیر ثم یامرہ بالصرف الی هذه الوجوه فيكون للمتصدق ثواب الصدقة وللفقیر ثواب بناء المسجد والقنطرة ^۱ (ملخصاً) واللہ تعالیٰ اعلم۔	تمام امور خیر مثلاً تعمیر مساجد اور پلوں کی تعمیر وغیرہ میں حیلہ یہ ہے کہ مقدار زکوٰۃ فقیر پر صدقہ کی جائے پھر اسے ان امور پر خرچ کرنے کے لیے کہا جائے تو اب صدقہ کرنے والے کے لیے صدقہ کا ثواب اور فقیر کے لیے مسجد اور پُل کی تعمیر کا ثواب ہوگا (ملخصاً) واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۱۹: ۲۲ شوال ۱۳۱۲ھ

سوالِ اوّل بعد سلام کے عرض ہے میرے پاس سوا اس کے جو شوہر کے پاس سے صرف کے لیے آتا ہے اور کوئی آمد نہیں، اور وہ اتنی ہے کہ گزر بھی مشکل ہوتی ہے عرض ہے کہ ایسی صورت بتائیے کہ جس میں زکوٰۃ بھی ادا ہو اور خرچ کی بھی دقت نہ ہو، یہ بڑی بی کہتی ہیں کہ آپ کے یہاں مجھ کو کچھ روپیہ دے اور پھر وہ دو آنہ میں مول لئے یا جو خرچ مجھ کو شوہر کے پاس سے ملتا ہے اُس میں سے زکوٰۃ ادا کر کے بچوں کے صرف کی جائے تو کچھ بُرائی تو نہیں؟ یا جو روپیہ والد کے ترکہ کا ملا تھا وہ میرا بچوں کے صرف میں ہو گیا وہ ہو سکتا ہے کہ میں زکوٰۃ میں مجرا کر لوں اس واسطے کہ آپ فرماتے ہیں بچوں کا صرف باپ کے ذمہ ہے۔

الجواب:

زیور خود مال ہے اُس میں سے زکوٰۃ ادا کی جائے، شوہر سے جو کچھ خرچ بچوں کے لیے ملتا ہے اُس میں سے زکوٰۃ دینے کا ہر گز اختیار نہیں تمہارے خرچ کو جو کچھ دیتے ہیں اُس میں سے زکوٰۃ دے سکتی ہو، اپنے مال کی زکوٰۃ

^۱ فتاویٰ ہندیہ، کتاب الحیل، الفصل الثالث فی مسائل الزکوٰۃ، نورانی کتب خانہ پشاور ۳۹۲/۶

اپنے بچوں کے صرف میں نہیں کی جاسکتی، اس سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، ماں کا جو کچھ بچوں کے صرف میں اٹھ گیا زکوٰۃ میں مجرا نہیں ہو سکتا اگرچہ بچوں کا خرچ باپ پر ہے ماں پر نہیں، وہ طریقہ کہ زکوٰۃ کا مال بہ نیت زکوٰۃ کسی محتاج کو دے کر مالک کر دیا جائے پھر اس کی رضامندی سے تھوڑے داموں کو اس سے خرید لیں، یہ حیلہ بضرورت صرف ایسی جگہ ہو کہ مثلاً کسی سید صاحب کو حاجت ہے مال زکوٰۃ انھیں دے نہیں سکتے اور اپنے پاس زکوٰۃ سے زیادہ دینے کی وسعت نہیں تو اس طرح زکوٰۃ ادا کر کے رضامندی مول لے کر سید صاحب نذر کر دیا جائے یا مسجد کی تعمیر یا میت کے کفن میں لگا دیا جائے کہ یہ سب نیتیں اللہ ہی کے لیے ہیں، خرید کر اپنے یا اپنے بچوں کے صرف میں لانے کی غرض سے یہ حیلہ نہیں کہ اس میں راہ خدا میں مال خرچ کر کے، پھر جانا پایا جائیگا والعیاذ باللہ تعالیٰ، آسان طریقہ جو یہاں ہو سکے یہ ہے کہ آدمی جن کی اولاد میں خود ہے یعنی ماں باپ، دادا دادی، نانانی یا جو اپنی اولاد میں ہیں یعنی بیٹا بیٹی، پوتا پوتی، نواسا نواسی اور شوہر و زوجہ ان رشتوں کے سوا اپنی جو عزیز قریب حاجت مند مصرف زکوٰۃ ہیں اپنے مال کی زکوٰۃ انھیں دے جیسے بہن بھائی، بھتیجا بھتیجی، ماموں، خالہ، چچا، پھوپھی کہ انھیں دینے میں دو ناواب ہے اور نفس پر بار بھی کم ہو گا کہ اپنے سگے بہن بھائی یا بھتیجے بھانجے کا دیا ہوا آدمی اپنے کام میں ہی اٹھنا جانتا ہے پھر یہ بھی کچھ ضرور نہیں کہ انھیں زکوٰۃ جتا ہی کر دے بلکہ دل میں زکوٰۃ کی نیت ہوا انھیں عیدی وغیرہ یا شادیوں کی رسوم خواہ کسی بات کا نام کر کے مالک کر دے زکوٰۃ ادا ہو جائیگی، پھر اگر مثلاً اپنے بہن بھائی کو دیا اور انھوں نے اُس کے بچوں پر خرچ کی تنگی دیکھ کر اپنی خوشی سے اس کے بچوں پر ہبہ کر دیا تو زکوٰۃ میں کچھ خلل نہ آئے گا نہ مقصود شریعت کے خلاف ہو گا اور دونوں مطلب یعنی ادائے زکوٰۃ اور بچوں کے خرچ کی وسعت حاصل ہو جائیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۰: از موضع مکہ جہی والا علاقہ جاگل تھانہ پر ہپوڈاکخانہ کوٹ نجیب اللہ خاں مرسلہ مولوی محمد شیر صاحب ۱۲ جمادی الآخر ۱۳۱۲ھ

اپنی دختر یا حقیقی ہم شیرہ کو زکوٰۃ یا زمین کا عشر دینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب:

بہن کو جائز ہے جبکہ مصرف زکوٰۃ ہو اور بیٹی کو جائز نہیں،

در مختار میں ہے کہ زکوٰۃ و عشر کا مصرف فقیر ہے الخ اور اسی میں ہے کہ زکوٰۃ و عشر ایسے لوگوں پر صرف نہ کی جائے جن سے اپنی ولادت کا تعلق ہو الخ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)	فی الدر المختار مصرف الزکوٰۃ والعشر فقیر الخ وفيه لا يصرف الى من بينهما ولاد الخ ¹ واللہ تعالیٰ اعلم۔

¹ در مختار، باب المصرف، مطبع مجتبائی دہلی، ۱۴۰-۱۳۱/۱

مسئلہ ۱۲۱:

مرسلہ محمود حسن صاحب شاگرد رشید احمد گنگوہی صاحب

۲۰ صفر ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اس بارہ میں کہ میری زکوٰۃ کاروپہ اپنے والد کو کسی حیلہ سے دے سکتی ہوں یا نہیں، کیونکہ والد ایسی غربت میں ہیں کہ باہر نکلنے بیٹھنے میں شرم آتی ہے اور وہ ایک آبرودار آدمی ہیں اور نہ کوئی ایسا آدمی ہے کہ میں اس آدمی کو دے دوں وہ اپنی طرف سے بھی والد کو دے اس صورت میں کسی حیلہ سے اپنے والد کو زکوٰۃ کا پیسہ دے سکتی ہوں یا نہیں؟ بینواتوجروا۔

الجواب:

باپ کو زکوٰۃ دینا کسی طرح جائز نہیں، نہ اُس کی دی زکوٰۃ ادا ہو سکے۔ یہ بات اگر واقعی ہے کہ باپ ایسا ہی حاجتمند ہے اور سائلہ میں یہ طاقت نہیں کہ زکوٰۃ بھی دے اور باپ کی بھی خدمت کرے اور ایسا اطمینان کا شخص کوئی نہیں پاتی کہ اسے زکوٰۃ دے اور وہ اپنی طرف سے اُس کے باپ کو دیں تو اس کا یہ طریقہ ممکن ہے کہ مثلاً دس روپیہ زکوٰۃ کے دینے ہیں اور چاہتی ہے کہ یہ روپیہ اُس کے باپ کو پہنچے تو کسی فقیر مصرف زکوٰۃ کے ہاتھ مثلاً دس سیر یا پانسیر گیہوں دس روپیہ کو پہنچے اور اسے سمجھا دے کہ زر ثمن ادا کرنے کی تمہیں دقت نہ ہوگی ہم زکوٰۃ دیں گے اسی سے ادا کر دینا، جب وہ بیع قبول کرے گیہوں اس کو دے دے اب اُس کے دس درہم بابت ثمن گندم اُس پر قرض ہو گئے اُس کے بعد اسے دس روپیہ زکوٰۃ میں دے کر قبضہ کرادے زکوٰۃ ادا ہو گئی پھر گیہوں کی قیمت میں روپے واپس لے وہ یوں نہ دے تو جبراً لے سکتی ہے کہ وہ اس کا مدیون ہے اب یہ روپیہ اپنے باپ کو دے دے۔ در مختار میں ہے:

حیلہ جواز یہ ہے کہ اپنے مقروض فقیر کو زکوٰۃ دی جائے پھر قرض کے عوض اس سے وہ رقم واپس لے لی جائے اگر مقروض نہ مانے تو اس سے چھین لی جائے کیونکہ یہ اپنے مال کے حصول پر قدرت کی صورت ہے، اگر اس میں بھی رکاوٹ بنے تو معاملہ قاضی کے پاس لے جایا جائے۔ (ت)	حيلة الجواز ان يعطى مديونه الفقير زكوة ثم يأخذها عن دينه ولو امتنع المديون مديده واخذها لكونه ظفر بجنس حقه فان مانعه رفعه للقاضي¹

مگر اس کا لحاظ لازم ہے کہ محتاج باپ کا نفقہ اُس کی سب غنی اولاد پر لازم ہے، بیٹا بیٹی سب پر برابر، تو اگر تنہا یہی اس کی اولاد ہے تو اس پر اس کا کل خرچ کھانے پہننے رہنے کے مکان کا لازم ہے، اور اگر اور بھی ہیں تو

¹ در مختار، کتاب الزکوٰۃ، مطبع مجتبائی دہلی، ۱۳۰۱ھ

حصہ رسد، اور زکوٰۃ بھی اللہ عزوجل کا غنی پر فرض ہے حیلہ کر کے دو ۲۰ اجبوں میں ایک کو ساقط نہ کرے، اللہ عزوجل دلوں کی نیت جانتا ہے، ہاں حقیقت قدرت نہ ہو تو حیلہ مذکورہ عمدہ وسیلہ ہے جس سے دونوں واجب ادا ہو سکیں۔
وَاللّٰهُ يَعْلَمُ النَّفْسَ مِنَ الصُّلَحِ^۱ (اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے بگاڑنے والے کو سنوارنے والے سے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۲: مرسلم مولوی نیاز محمد خاں بدایونی وارد حال مانو گاچہ ملک پیراک ۲ ربیع الثانی ۱۳۳۲ھ
فطرہ کا پیسہ کون کون سے کام میں صرف ہو سکتا ہے اور کس کس شخص کو دیا جاسکتا ہے؟
الجواب:

فطرہ کے مصارف بعینہ مصارف زکوٰۃ ہیں، واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۱۲۳: از بریلی محلہ کانکر ٹولہ متصل مسجد خورد مرسلمہ جناب الطاف علی صاحب ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص اپنی والدہ اور ہمیشہ کو باوجود بیوہ اور یتیم ہونے کے کچھ نہ دے اور وہ تکالیف اٹھاتی ہوں اس حالت میں اگر زید صاحب نصاب ہو اور زکوٰۃ صدقہ ادا کرے تو وہ قبول ہوگا یا نہیں؟ اور زید کے واسطے شرع شریف میں کیا حکم ہے؟ بینواتو جروا

الجواب:

زید کی ماں اگر کوئی ذریعہ معاش نہیں رکھتی تو اس کا نفقہ زید پر فرض ہے یوں ہی یتیم بہن کہ جس کی شادی نہ ہوئی ہو، نہ اس کے پاس کچھ مال ہو، ان کو نہ دینے سے اس پر گناہ عظیم ہے۔ حدیث میں فرمایا:

کفی بالمرء اثماً ان یضیع من یقوت۔ ^۲	آدمی کے گناہگار ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ ایسے لوگوں کو محروم رکھے جن کا خرچہ اس کے ذمہ ہو۔ (ت)

رہی زکوٰۃ، وہ ماں کو نہیں دے سکتا بہن کو دے اور ماں کی خدمت اپنے پاس سے کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۴: از کاٹھیاواڑ مولوی سیف اللہ صاحب پیش امام جت پور ۷ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ
کیا فرماتے ہیں حضرات علمائے کرام و فضلاء عظام دامت علینا برکاتہم اس مسئلہ میں کہ بضرورت

^۱ القرآن ۲۲۰/۲

^۲ سنن ابی داؤد، کتاب الزکوٰۃ، باب فی صلۃ الرحم، آفتاب عالم پریس لاہور، ۲۳۸/۱، مسند احمد بن حنبل مروی از عبد اللہ بن عمرو دار الفکر بیروت

زکوٰۃ کاروپہ کوئی مسلمان قبضہ کر کے جو خود بھی مستحق زکوٰۃ ہو تو وسیع مسجد میں صرف کرے تو جائز ہے یا کس صورت سے؟ بینوا تو جروا

الجواب:

زکوٰۃ دہندہ نے اگر زر زکوٰۃ مصرف زکوٰۃ کو دے کر اس کی تملیک کر دی تو اب اُسے اختیار ہے جہاں چاہے صرف کرے کہ زکوٰۃ اس کی تملیک سے ادا ہو گئی۔ یوں ہی اگر مزکی نے زر زکوٰۃ سے دیا اور ماذون مطلق کیا کہ اس سے جس طور پر چاہو میری زکوٰۃ ادا کر دو اس نے خود بہ نیت زکوٰۃ لے لیا، اس کے بعد مسجد میں لگا دیا تو یہ بھی صحیح و جائز ہے، یونہی اگر مزکی نے زر زکوٰۃ نکال کر رکھا تو فقیر نے بے اس کی اجازت کے لے لیا اور مالک نے بعد اطلاع اس کا لینا جائز کر دیا اور اس کے بعد فقیر نے مسجد میں صرف کیا تو یہ بھی صحیح ہے، اور اگر فقیر نے بطور خود قبضہ کر لیا اور مالک نے اُسے جائز نہ کیا یا بعد اس کے کہ یہ مسجد میں لگا چکا، جائز کیا، تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ یونہی اگر مالک نے اسے روپیہ دیا اور وکیل کیا کہ میری طرف سے کسی فقیر کو دے دو یہ بھی فقیر ہے خود لے لیا اور مسجد میں لگا دیا تو اب بھی زکوٰۃ ادا نہ ہوئی اگرچہ اسے ماذون مطلق کیا ہو کہ تملیک نہ پائی گئی اور اس پر روپے کا تاوان آئے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۵: از مقام ترسانی کاٹھیاواڑ مرسلہ احمد داؤد صاحب یکم جمادی الآخر ۱۳۳۶ھ

فی زمانہ سیدوں کا کوئی بُہ سانِ حال نہیں، فاقوں تک بعض کی نوبت پہنچی ہے، ایسی صورت میں زکوٰۃ لینا یا بغیر اس عذر کے بھی زکوٰۃ لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

سید کو زکوٰۃ لینا دینا حرام ہے اور اسے دئے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی، اور فاقوں پر نوبت اگر اس بنا پر ہو کہ نوکری یا مزدوری پر قدرت ہے اور نہیں کرنا چاہتا تو یہ فاقہ بھی عذر نہیں ہو سکتا کہ یہ اپنے ہاتھ کا ہے کیوں نہیں کسبِ حلال کرتا، اور اگر واقعی کسب پر قادر نہیں تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ اس کی اعانت کریں، اور اگر لوگ بے پروائی کریں اور اُسے کوئی ذریعہ رزق کا سوا زکوٰۃ لینے کے نہ ہو تو بقدر ضرورت لے اور قدر ضرورت میں صرف کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۶: از مرزا پور سول لائن بنگلہ مولوی محب اللہ صاحب ڈپٹی کلکٹر مرسلہ محمد عبدالقادر صاحب بدایونی ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

زید نے بکر کو صدقہ دیا، بکر کو علم ہے کہ صدقہ ہے، ایسی صورت میں بکر اُس مال کو سید کو دے سکتا ہے یا نہیں، اور وہ مال بکر کی ملکیت ہے یا زید کی، جبکہ زید بکر کو دے چکا۔

الجواب:

جب زید نے بکر کو مال صدقہ میں دیا اور بکر قابض ہو گیا اور وہ محل صدقہ تھا یا نہ تھا اور زید جانتا تھا کہ بکر محل صدقہ نہیں غنی جان کر صدقہ دیا تو دونوں صورتوں میں بکر مالک ہو گیا،

فقد نص العلماء کہا فی رد المحتار وغیرہ ان الصدقة على الغنى لها اجر وان كان دون اجر الصدقة على الفقير۔ ¹	رد المحتار وغیرہ میں علماء سے تصریح ہے کہ غنی پر صدقہ کا بھی اجر ہے مگر اس اجر سے یہ اجر کم ہوگا جو فقیر پر صدقہ سے حاصل ہوتا ہے۔ (ت)

اور جب وہ مالک ہو گیا اور اپنی طرف سے سید کو نذر کرے نہ بطور صدقہ زکوٰۃ بلکہ بطور ہدیہ و بہہ تو سید کو اس کا لینا جائز ہے اگرچہ بکر کو زکوٰۃ ہی دی گئی ہو،

قال عليه الصلوة والسلام - لك صدقة ولنا هدية۔ ² واللہ تعالیٰ اعلم	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے لئے صدقہ ہے اور ہمارے لیے ہدیہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۲: مسئلہ محمد عمر جو ان المعروف بہ قادری سکھ موضع باسنی پر گنہ ناگوار مارواڑ ربیع الاول ۱۳۳۴ھ الحمد للہ رب العلمین والعاقبة للمتقين والصلوة والسلام علی سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین، اما بعد! کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ضلع مارواڑ تحت حکومت ناگوار میں ایک قصبہ ہے معروف بہ باسنی جہاں تخمیناً نو صد گھر مسلمانوں کے ہیں اور بفضلہ سب صغیر و کبیر برنا و پیر صوم صلوة کے اس حد تک پابند ہیں کہ سفر و حضر، صحت و سقم، رنج و راحت غرض کہ ہر حالت میں نماز گزار اور پابند صلوة ہیں۔ قصبہ بھر میں شاذ و نادر کوئی ایسا بد بخت ہوگا جو نماز نہ پڑھتا ہو، اما بوجہ نہ ہونے علم کے احکام شرعیہ و مسائل ضروریہ سے محض نابلد ہیں، جہالت کی اس قدر گرم بازاری ہے کہ آبا و اجداد کی رسوم کو کافی و وافی سمجھ کر مسائل شرعیہ سے (نہ بوجہ تعصب کے بلکہ باعث نہ ہونے علم کے) یک لخت گریز ہے حق و باطل میں امتیاز ہو نہیں سکتا لیکن باوجود اس بات کے بھی اگر حُسن اتفاق سے کوئی عالم آجائے تو اس کے وعظ میں بیٹھ کر تحصیل فیضان کرتے ہیں، افعالِ بد پر متنبہ ہونے کے بعد توبہ استغفار بھی کرتے ہیں اور کسی مسائل گوئی بات پر چنداں چُون و چرا بھی

¹ رد المحتار کتاب الوفاق دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۵۷۷

² صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب اباحۃ الہدیۃ للنبی صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۴۵

ف: صحیح مسلم میں الفاظ یوں ہیں: ہو لها صدقة ولنا هدية۔ نذیر احمد سعیدی

نہیں کرتے مگر چونکہ قصبہ نراکانرا ہی علم سے معرا ہے، کوئی وجود ایسا نہیں جو اس کی اصلاح و درستی کر سکے، آخر قصبہ کے چند سربراہ و دُور اندیش اصحاب نے سوچا اگر قصبہ میں ایک اسلامی مدرسہ کھول دیا جائے جس کے ذریعہ ایسے وجود و نفوس علمائے اسلام کہ قصبہ میں آ رہیں جو علاوہ و عظم گوئی کے مدرسہ میں علم تجوید و تفسیر و حدیث و فقہ و اصول و معانی کا طلبہ کو درس بھی دیتے رہیں تو البتہ قصبہ کی اصلاح حسبِ دلخواہ ممکن ہے، آخر انھیں حضرات مذکور الصدر کی سعی بلیغ سے مدرسہ کی عمارت تیار ہو کر سلسلہ تعلیم بھی شروع کر دیا گیا اور گاؤں کی اصلاح بھی روبہ ترقی ہے اور امید ہے کہ مدرسہ اگر قائم رہ گیا پوری درستی ہو جائیگی مگر چونکہ اتنے بڑے قصبہ کے طلباء صغار و کبار جو تخمیناً پانسو ہیں ان کی تعلیم کے لیے کم از کم دس مدرسین درکار ہیں، اور یہ انتظام بھی کر لیا گیا کہ جمع طلباء داخل مدرسہ کر کے مدرسین بھی مقرر کر لیے مگر مصارف مدرسہ رقوم زکوٰۃ سے متعلق ہیں، اب ہمیں تشویش ہے کہ زکوٰۃ کس حیلہ سے مصارف مدرسہ میں مثل مشاہرات مدرسین فرش و فروش و تیل و چراغ و نیز مثل اس کے ضروریات مدرسہ میں خرچ ہو سکتے ہیں، آیا اس پر کوئی مفلس آدمی امین مقرر ہو کہ جس کے پاس سے حساب وغیرہ نہ لیا جائے یا اور حیلہ ہو سکتا ہے یا امین کے مزید شرائط ہوں غرض کہ مذہب حنفیہ میں کوئی ایسا پہلو نکل آئے کہ جس سے مصارف مدرسہ میں جائز ہونے کا کوئی حیلہ نکل آیا جب تو مدرسہ کی بقا کی امید قصبہ کی اصلاح کی صورت ہے ورنہ بدون ان رقوم کے اہل قصبہ میں اتنی وسعت نہیں کہ سوا زکوٰۃ کے اخراجات مدرسہ کو اٹھا سکیں کیونکہ صاحبِ نصاب تو چند ہی ہوں گے باقی سب مسکین، اور اپنا نان و نفقہ قوتِ ضروری پیدا کر کے کھانے والے ہیں لیکن مسکین و متمول سب بالاتفاق مدرسہ میں امداد دہی کے لیے حاضر ہیں کسی کو اختلاف نہیں، جواب مدلل بدلائل قاطعہ و براہین ساطعہ مطابق مذہب حنفیہ مع صفحات کتب ارقام ہو۔ بینوا تو جروا

الجواب:

زکوٰۃ کارکن تملیک فقیر ہے جس کام میں فقیر کی تملیک نہ ہو کیسا ہی کار حسن ہو جیسے تعمیر مسجد یا تکفین میت یا تنخواہ مدرسان علم دین، اس سے زکوٰۃ نہیں ادا ہو سکتی۔ مدرسہ علم دین میں دینا چاہیں تو اس کے تین^۱ حیلے ہیں: ایک یہ متولی مدرسہ کو مال زکوٰۃ دے اور اُسے مطلع کر دے کہ یہ مال زکوٰۃ کا ہے۔ اسے خاص مصارف زکوٰۃ میں صرف کرنا، متولی اس مال کو جُدار کھے اور مال میں نہ ملائے اور اس سے غریب طلبہ کے کپڑے بنائے، کتابیں خرید کر دے یا ان کے وظیفہ میں دے جو محض بنظر امداد ہو، نہ کسی کام کی اجرت۔

^۲ دوسرے یہ کہ زکوٰۃ دینے والا کسی فقیر مصرف زکوٰۃ کو بہ نیت زکوٰۃ دے اور وہ فقیر اپنی طرف سے کُل یا بعض مدرسہ کی نذر کر دے۔

^۳ تیسرے یہ کہ مثلاً سَو روپے زکوٰۃ کے دینے ہیں اور چاہتا ہے کہ مدرسہ علم دین کی ان سے مدد کرے تو

مثلاً دس سیر گیہوں کسی محتاج مصرف زکوٰۃ کے ہاتھ سو روپے کو بیچے اور اسے مطلع کر دے کہ یہ قیمت ادا کرنے کو تمہیں ہم ہی دیں گے تم پر اس کا بار نہ پڑے گا، وہ قبول کر لے اس کے بعد سو روپیہ بہ نیت زکوٰۃ اس کو دے کر قابض کر دے اس کے بعد اپنے گیہوں کی قیمت میں وہ روپے اس سے لے لے، اگر وہ نہ دینا چاہے تو یہ خود اس سے لے سکتا ہے کہ یہ اس کا عین حق ہے، اب یہ روپے مدرسہ میں دے، ان کچھلی دونوں صورتوں میں یہ روپیہ تنخواہ مدرسین وغیرہ ہر کار مدرسہ میں صرف ہو سکتا ہے والمسئلة فی الدار وغیرہ من الاسفار الغر (اس مسئلہ کی تفصیل در اور دیگر معتبر کتب میں ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم



رسالہ

الزَّهْرُ الْبَاسِمُ فِي حُرْمَةِ الزَّكَاةِ عَلَى بَنِي هَاشِمٍ
(بنی ہاشم پر زکوٰۃ کی حرمت کے بارے میں کھلا ہوا شگوفہ)

مسئلہ ۱۲۸: مرسلہ مولوی حافظ محمد امیر اللہ صاحب مدرس اول عربیہ اکبریہ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۷ھ
کیا فرمائے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بنی ہاشم کو زکوٰۃ و صدقہ واجبہ دینا بجہت سقوط خمس الخمس جائز ہے یا نہیں؟
کفایہ میں ہے:

قوله بنی ہاشم کو زکوٰۃ نہ دی جائے، شرح الآثار للطحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے بنو ہاشم پر تمام صدقات کرنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ حضور علیہ السلام کی ظاہری حیات میں خمس الخمس کی وجہ سے حرام تھے، جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کی وجہ سے خمس الخمس ساقط ہو گیا تو ان کے صدقات حلال ٹھہرے اور النفق میں ہے	قوله ولا يدفع الی بنی ہاشم وفي شرح الآثار للطحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ عن ابی حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لا بأس بأصدقات کلہا علی بنی ہاشم والحرمة فی عهد النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام للعوض وهو خمس الخمس، فلما سقط ذلك بموته صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حلت لهم الصدقة وفي النفق

کہ امام صاحب کے نزدیک صدقات کو بنی ہاشم پر خرچ کیا جاسکتا ہے مگر صاحبین کو اس میں اختلاف ہے۔ شرح الآثار میں ہے کہ صاحبین کے قول کے مطابق فرض و نفل صدقہ بنو ہاشم پر ناجائز ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس بارے میں دو روایات ہیں، امام طحاوی نے فرمایا کہ ہم جواز پر عمل کریں گے انتھی۔ بینوا توجروا (ت)	يجوز الصرف الى بنى هاشم في قوله خلافا لهما. وفي شرح الآثار، الصدقة المفرة وضعة والتطوع محرمة على بنى هاشم في قولهما وعن ابى حنيفة رحمه الله تعالى روايتان فيها قال الطحاوى رحمه الله تعالى وبالجواز ناخذ انتهي¹۔ بينوا توجروا

الجواب:

اللهم لك الحمد ألهم الصواب (اے اللہ! حمد تیرے ہی لیے ہے، اے اللہ! درحقی عطا فرمات) بنی ہاشم کو زکوٰۃ و صدقات واجبات دینا زناہر جائز نہیں، نہ انھیں لینا حلال۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر حدیثیں اس کی تحریم میں آئیں، اور علت تحریم ان کی عزت و کرامت ہے کہ زکوٰۃ مال کا میل ہے اور مثل سائر صدقات واجبہ غاسل ذنوب، تو ان کا حال مثل ماء مستعمل کے ہے جو گناہوں کی نجاسات اور حدث کے قاذورات دھو کر لایا ان پاک لطیف ستھرے لطیف اہلبیت طیب و طہارت کی شان اس سے بس ارفع و اعلیٰ ہے کہ ایسی چیزوں سے آلودگی کریں، خود احادیث صحیحہ میں اس علت کی تصریح فرمائی،

مسند احمد اور مسلم میں ہے کہ مطلب بن ربیعہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: صدقہ آل محمد کیلئے جائز نہیں کیونکہ یہ لوگوں (کے مال) کی میل ہے۔ طبرانی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ اے اہلبیت! تمہارے لیے صدقات میں سے کوئی شے حلال نہیں اور نہ ہی لوگوں کے ہاتھوں کی میل، یہ مختصر ہے، طحاوی میں حضرت علی	احمد ومسلم عن المطلب بن ربيعة عن الحارث رضي الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ان الصدقة لا تنبغي لأل محمد انما هي اوساخ الناس،² الطبراني عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما انه لا يحل لكما اهل البيت من الصدقات شئ ولا غسالة الا يدي³، هذا مختصرا، لطحاوي

¹ الکناية مع فتح القدير، باب من يجوز دفع الصدقة اليه ومن لا يجوز، مكتبة نوريه رضويه سحر ۲۱۱/۲ تا ۲۱۳

² صحيح مسلم كتاب الزكاة باب تحریم الزكاة على رسول الله الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۳۴۴/۱

³ المعجم الكبير مروی از عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۲۱۷/۱

اعن علی کرم اللہ تعالیٰ عنہ قال قلت للعباس سل النبی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یستعملک علی الصدقات فسالہ فقال ما کنت لا استعملک علی غسالۃ ذنوب الناس۔ ¹	کرم اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عباس سے کہا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے گزارش کرو تا کہ تمہیں آپ صدقات کے لیے عامل مقرر فرمادیں تو حضرت عباس نے عرض کیا تو آپ نے فرمایا: میں تجھے لوگوں کے گناہوں کی میل پر عامل نہیں بنا سکتا۔ (ت)

اسی طرح کلماتِ علماء میں اس تغلیل کی بکثرت تصریحیں ہیں، رہا خمس الخمس اقول: وبالله التوفیق اس کی تقریر، تحریم صدقات سے ناشی تھی نہ کہ تحریم صدقات اس کی تقریر پر مبنی ہو،

فان اللہ تعالیٰ لما حرم علیہم الصدقات رزقہم خمس الخمس لان اللہ تعالیٰ لما رزقہم ذلک حرم علیہم الصدقات حتی لو لم یسہم لہم ذلک لم یحرم علیہم غسالۃ السیئات وهل من دلیل علی ذلک بل الدلیل ناطق بخلافہ وبعد تحریری هذا المحل وجدت بحمد اللہ نصاعن الامام المجتہد التابعی مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ ان تقریر خمس الخمس مبتن علی تحریم الصدقة فقد روى ابن ابی شیبۃ والطبرانی عن خصیف عن مجاہد قال کان ال محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا تحل لہم الصدقة فجعل لہم خمس الخمس اه۔ ²	کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بنو ہاشم پر صدقات حرام فرمائے تو ان کے لیے خمس الخمس کو رزق کا ذریعہ بنایا، نہ یہ کہ جب خمس الخمس انھیں عطا فرمایا تو ان پر صدقات حرام فرمائے حتیٰ کہ اگر ان کے لیے یہ حصہ نہ ہوتا تو ان پر گناہوں کی میل حرام نہ ہوتی اور اس پر کوئی دلیل ہے؟ بلکہ اس کے خلاف دلیل ناطق ہے۔ فقیر نے جب یہ اس مقام پر لکھا تو پھر بحمد اللہ مجتہد تابعی امام مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے میں نے یہ تصریح پائی کہ خمس الخمس کا اثبات تحریم صدقہ کی بنا پر ہے، محدث ابن ابی شیبہ اور طبرانی نے خصیف سے اور انھوں نے مجاہد سے روایت کیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آل کے لیے صدقہ حلال نہ تھا لہذا ان کے لیے خمس الخمس رکھا گیا (ت)

اور سقوط عوض سے رجوع معوض وہیں ہے جہاں زوال معوض حصول عوض پر موقوف ہو،

کما فی البیع اذا سلم المشتري الثمن وھلک المبیع فی ید البائع رجع بالثمن	جیسا کہ بیع میں ہے جب مشتری رقم سپرد کردے اور بیع، بائع کے قبضہ میں ہلاک ہو گیا تو مشتری ثمن واپس

¹ شرح معانی الآثار کتاب الزکوۃ باب الصدقة علی بنی ہاشم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳۵۲/۱

² مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الزکوۃ، من قال لا تحل الصدقة علی بنی ہاشم، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲۱۵/۳

ف: ابن ابی شیبہ میں بطریق حصین عن مجاہد مروی ہے و فی ان خصیف انظر حاشیۃ مصنف ابن ابی شیبہ صفحہ مذکورہ بالا۔ (نذیر احمد سعیدی)

لان زوال الحق عن الثمن كان موقوفاً على حصول المبيع فاذا لم يسلم المبيع عاد الحق في الثمن۔	لے سکتا ہے کیونکہ ثمن سے حق کا زوال، حصول مبيع پر موقوف تھا تو جب بائع نے مبيع سپرد نہ کیا تو حق ثمن لوٹ آئے گا۔ (ت)

بخلاف اس کے کہ زوال معوض کسی اور علت سے معلل ہو تو جب تک وہ علت باقی رہے گی زوال معوض پیشک رہے گا اگرچہ حصول عوض ہو یا معوض ہی ساقط ہو جائے۔

والالزم تخلف المعلول عن علته وذلك كالمریض سقطت عنه فرضية الوضوء لعللة الضرر روعوض عنها بفرض التيمم، فان سقط التيمم ايضاً لعدم وجدان الصعيد الطيب مثلاً لا تعود فرضية الوضوء قطعاً لبقاء الضرر المقتضى لسقوطها فاذن يسقطان جميعاً كذا هذا۔	ورنہ معلول کا علت سے تخلف لازم آئے گا اور یہ اسی طرح ہے جیسے کوئی مریض جس سے کسی ضرر کی بناء پر فرضیت وضو ساقط تھی اور اس کے عوض تیمم تھا اب اگر پاک مٹی نہ ہونے کی وجہ سے تیمم بھی ساقط ہو جاتا ہے تو فرضیت وضو قطعاً لوٹ کر نہیں آئے گی اس ضرر کے باقی ہونے کی وجہ سے جس سے وہ ساقط ہوتی تھی تو اب دونوں (وضو اور تیمم) کا اجتماعی طور پر سقوط ہو جائیگا، اسی طرح یہاں ہے (ت)

ثم اقول: (پھر میں کہتا ہوں۔ ت) یہ جواب ہی اس وقت ہے جبکہ ہمیں خمس الحسن کا بایں معنی عوض صدقات ہونا مسلم ہو کہ اگر تحریم صدقات نہ ہوتی تقریر خمس الحسن عمل میں نہ آتی اور یہ بے شک محل کلام ہے نہ اس پر کوئی دلیل قائم، ہم کہہ سکتے ہیں کہ تحریم صدقہ و تقریر سہم دونوں مستقل کرامتیں ہیں کہ حق عز مجہد نے اہلبیت کرام کو عطا فرمائیں، اور لفظ، تعویض اول تو کسی حدیث ثابت سے اس وقت فقیر کے خیال میں نہیں و ما فی کتب الفقہ عوضکم منها بخمس الخمس فغیر معروف کہا صرح المخرجون (یہ جو کتب فقہ میں ہے کہ صدقہ کے عوض خمس الحسن ہے تو یہ غیر معروف ہے جیسا کہ اصحاب تخریج نے تصریح کی ہے۔ ت) اور ہو بھی تو کھلا ہوا محاورہ دائرہ سائرہ ہے کہ ایک شئی جا کر جو دوسری ملتی ہے اسے اس کا عوض کہتے ہیں اگرچہ ان میں ایک کا حصول دوسرے کے زوال پر موقوف ہو نہ ایک کا زوال دوسرے کے حصول کو مستلزم،

كما ان من مات له ولد ثم ولد آخر احسن منه يقال له نعم البدل وكما ان من طلق امرأته يدعوه ربه ان ابدلني خيراً منها مع	جیسا کہ کسی شخص کا ایک بیٹا فوت ہو گیا ہو پھر اس سے اچھا دوسرا بیٹا پیدا ہو تو اسے نعم البدل کہا جاتا ہے۔ اور جس طرح کوئی شخص عورت کو طلاق دیتا ہے اور اپنے رب سے دُعا کرتا ہے کہ

ان الوالدین و المرأتین کان یمکن ان یجتمعا والعوض والعوض لایجتمعان۔	مجھے اس کے بدلے بہتر بیوی عطا فرما، باوجودیکہ دونوں بیٹوں اور دونوں بیویوں کا اجتماع ممکن ہے حالانکہ عوض اور معوض دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔ (ت)

تو ہمیں ہرگز مسلم نہیں کہ یہاں معاوضت عرفیہ کے سوا معاوضت مصطلحہ مراد ہو جس کی بنا پر ایک سقوط سے دوسرے کا عود عہ
چاہیں۔ لاجرم ظاہر الروایۃ میں ہمارے ائمہ ثلاثہ بالاجماع بنی ہاشم پر تحریم صدقات فرماتے ہیں کافہ متون علی الاطلاق اسی پر
ماشئ اور اجلہ محققین اہل شروح و فتاویٰ و ارباب التصحیح و فتویٰ مثل امام برہان الدین فرغانی صاحب ہدایہ و امام فقیہ النفس
قاضیخان و امام طاہر صاحب خلاصہ و امام نسفی صاحب کافی وغیرہم رحمہ اللہ تعالیٰ علیہم بے اشعار خلاف اس پر جازم کہ مسئلہ میں
کوئی روایت مرجوحہ مخالفہ آنے کی بو بھی نہیں دیتے قابل التفات سمجھنا تو درکنار اور جن بعض نے اس کا ذکر کیا ساتھ ہی یہ بھی
فرمادیا کہ مذہب کے خلاف اور ظاہر الروایۃ سے جدا ہے جس کے حاکم فقط نوح جامع ہیں، محقق علی الاطلاق فرماتے ہیں:

لا ترفع الی بنی ہاشم هذا ظاہر الروایۃ وروی ابو عصبة عن ابی حنیفۃ انه یجوز فی هذا الزمان۔ ^۱	بنو ہاشم کو زکوٰۃ نہ دی جائے یہ ظاہر الروایۃ میں ہے۔ اور ابو عصمۃ نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کیا ہے کہ اس دور میں جائز ہے۔ (ت)

^۲ مجمع الانہر میں ہے:

لا تدفع الی ہاشمی وهو ظاہر الروایۃ وروی ابو عصبة عن الامام انه یجوز فی زمانہ ^۲ مملخصاً۔	بنو ہاشم کو زکوٰۃ کا عدم جواز ظاہر الروایۃ میں ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے اس دور میں جواز کی روایت بھی ہے اھ ملخصاً (ت)

^۳ شیخ محقق دہلوی اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں:

عدم جواز دفع زکوٰۃ بنی ہاشم ظاہر روایت است و	بنو ہاشم کو زکوٰۃ کا عدم جواز ظاہر الروایۃ ہے اور

عہ: حاصل یہ کہ اؤام معاوضت مصطلحہ مراد ہونا محل کلام ہے اور اثبات، ذمہ متدلیں، ثانیاً عوضین میں مانعۃ الجمع ہونا ضرور ہے نہ
منفصلہ حقیقہ کو منع خلو بھی لازم ہو اور تمام استدلال اسی پر موقوف، واللہ تعالیٰ اعلم^۳ امنہ غفرلہ (م)

^۱ فتح القدیر، فصل من یجوز دفع الصدقۃ الیہ ومن لا یجوز الخ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲۱۱/۲

^۲ مجمع الانہر باب فی بیان احکام المصرف دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۲۳/۱

در روایت از امام ابی حنیفہ جائزست دریں زمان ^۱ ۔	امام ابو حنیفہ سے ایک روایت میں اس زمانہ میں جائز ہے۔ (ت)

در مختار میں ہے: ظاہر المذہب اطلاق المنع^۲ (ظاہر مذہب ہر حال میں منع ہے۔ ت) ردالمحتار و طحطاوی حاشیہ در مختار و حاشیہ مراقی الفلاح میں ہے وروی ابو عصمة عن الامام انه يجوز^۳ (شیخ ابو عصمة نے امام صاحب سے نقل کیا کہ بنو ہاشم کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ ت) ذخیرۃ العقبیٰ حاشیہ شرح وقایہ میں ہے:

روی عن الامام الاعظم جواز دفع الزکوٰۃ الی الهاشمی فی زمانہ ^۴ ۔	امام اعظم سے روایت ہے کہ ہمارے دور میں ہاشمی کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ (ت)

شرح نقایہ بر جندی میں فتاویٰ عثمانی سے ہے: عن ابی حنیفہ انه يجوز^۵ (امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ ہاشمی کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ ت)

اقول: فلا عليك مما في قول الننف المنقول في السؤال من الايهام۔	اقول: (میں کہتا ہوں) الننف میں جو کچھ منقول ہے اس سے وہم نہیں ہونا چاہئے۔ (ت)

اور علماء تصریح فرماتے ہیں کہ جو کچھ ظاہر الروایۃ کے خلاف ہے ہمارے ائمہ کا قول نہیں بلکہ مرجوع عنہ ہے اور مرجوع عنہ پر عمل ناجائز۔ امام خیر الدین رملی عالم فلسطین اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں:

هذا هو المذهب الذي لا يعدل عنه الى غيره وما سواه روايات خارجة عن ظاهر الرواية، وما خرج عن ظاهر الرواية، وما خرج عن ظاهر الرواية فهو مرجوع عنه لما قرره في الاصول من عدم امكان صدور قولين	یہ وہ مذہب ہے جس کے غیر کی طرف عدول جائز نہیں، اس کے علاوہ دیگر روایات ظاہر الروایۃ سے خارج ہے، اور جو ظاہر روایت سے خارج ہو وہ مرجوع عنہ ہوتا ہے کیونکہ اصول میں مسلمہ ہے کہ کسی مجتہد سے دو مختلف مساوی اقوال صادر نہیں ہو سکتے لہذا مرجوع عنہ

^۱ اشعۃ اللمعات، کتاب الزکوٰۃ باب لا تحل له الصدقة، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر، ۲۵/۲

^۲ در مختار، باب المصرف، مطبع مجتبائی دہلی، ۱۴۱/۱

^۳ حاشیہ الطحطاوی علی الدر المختار باب المصرف دار المعرفۃ بیروت ۳۲۸/۱

^۴ ذخیرۃ العقبیٰ حاشیہ شرح وقایہ، کتاب الزکوٰۃ باب المصارف منشی نوکسور کانپور، ۱۳۸/۱

^۵ شرح النقایۃ للبر جندی فصل فی مصارف الزکوٰۃ منشی نوکسور کانپور ۲۰۷/۱

مختلفین متساویین من مجتہد والمرجوع عنہ لم یبق قولہ کما ذکر وہ وحیث علم ان القول هو الذی تواردت علیہ المتون فهو المعتمد المعبول بہ الخ ¹	مجتہد کا قول نہیں رہے گا، جیسا کہ علماء نے تصریح کی ہے اور جب علم ہو جائے کہ فلاں قول متون میں برابر نقل ہو رہا ہے تو وہی معتمد، اور اسی پر عمل کیا جائے گا الخ (ت)

اسی طرح بحر الرائق کی کتاب القضا میں ہے در مختار میں ہے:

المجتہد اذا رجع عن قول لا یجوز الاخذ بہ ²	جب مجتہد کسی قول سے رجوع کرے تو اس پر عمل کرنا جائز نہیں رہتا۔ (ت)

یوں ہی بحر کی کتاب الطہارۃ میں لکھ کر فرمایا: کما صرح بہ فی التوشیح³ (جیسا کہ توشیح میں اس پر تصریح ہے۔ ت) اب نہ رہا مگر امام اجل سیدی ابو جعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کا بہ ناخذ (ہمارا اس پر عمل ہے) فرمانا اقول: وبالله التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالیٰ سے ہے۔ ت) اگر گمان بھی لیا جائے کہ امام طحاوی اسی روایت شاذہ کو اختیار فرماتے ہیں تاہم معلوم ہے کہ اُن کے لیے بعض اختیارات مفردہ ہیں کہ بترک مذہب ان پر عمل کے کوئی معنی نہیں ان کی جلالت شان بیشک مسلم مگر عظمت قاہرہ اصل مذہب چیزے دیگر ست، پھر اطلاق احادیث پھر اتفاق متون پھر اتفاق جماہیر ائمہ ترجیح و قنایا ایسی شئی نہیں جس کا پلہ اختیار مفرد امام طحاوی کے باعث گر سکے آخر ائمہ کرام نے ان کا بہ ناخذ (ہمارا اسی پر عمل ہے۔ ت) فرمانا دیکھا، پھر کیا باعث کہ اصلاً دھر التفات نہ فرمایا، غرض خادم فقہ جانتا ہے کہ ایسی روایت مرجوحہ مجروحہ جو نہ روایت معتمدہ درایۃ مؤید، صرف ایک اختیار کی بنا پر جسے جمیع متون و سائر مرجحین نے مقبول نہ رکھا ہر گز صالح تعویل نہیں ہو سکتی، یہ سب اس تقدیر پر ہے کہ امام طحاوی کا روایت جواز کو اختیار فرمانا تسلیم کر لیں ورنہ فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ کے نزدیک اگر کلام امام طحاوی کی طرف نظر غائر عطف عنان ہو تو ان شاء اللہ تعالیٰ سپیدہ صبح کی طرح ظاہر و عیاں ہو کہ وہ قطعاً ظاہر الروایۃ ہی کو بہ ناخذ (اسی پر ہمارا عمل ہے۔ ت) فرما رہے ہیں اگرچہ یہ وہ نئی بات ہے جسے سُن کر بہت علمائے زمانہ سخت تعجب فرمائیں گے کہ کفایہ و شرح نقایہ قمستانی و سمراتی الفلاح و غمز العیون و در منتهی و مجمع الانہر و حاشیہ طحطاوی و عقود دریہ و غیر ہا متعدد کتابوں میں امام طحاوی کی طرف اختیار جواز کی نسبت مصرح، مگر کیا کیجئے کہ اتباع نظر

¹ فتاویٰ خیر یہ کتاب الشادات دار المعرفۃ بیروت ۳۳/۲

² در مختار، فصل فی البئر، مطبع مجتبائی دہلی، ۳۱/۱

³ بحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۳۸/۱

خواہی نخواہی فقیر کو ایضاً حقیقۃ الامر پر مجبور کرتا ہے فاستمع لما یبتلی علیک (کی جانے والی گفتگو کو اچھی طرح ملاحظہ کیجئے۔ ت) امام اجل طحاوی نے اپنی کتاب مستطاب شرح معانی الآثار کی کتاب الزکوٰۃ میں پہلا باب لاصدقہ علی بنی ہاشم وضع فرمایا اور اس میں ایک حدیث نقل کر کے ارشاد کیا کچھ لوگ اس کی بناء پر بنی ہاشم کے لیے صدقہ جائز رکھتے ہیں پھر اُن کے تمسک کا جواب شافعی دیا پھر حدیث فدک سے اُن کا استناد ذکر کر کے اُس کا بھی جواب کافی تحریر کیا پھر فرمایا:

قد جاءت هذه الآثار عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم متواترة بتحريم الصدقة على بنی هاشم۔ ¹	ان آثار کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر طور پر احادیث سے ثابت ہے کہ بنو ہاشم پر صدقہ حرام ہے۔ (ت)

پھر احادیث امام حسن مجتبیٰ و عبد اللہ بن عباس و عبد المطلب بن ربیعہ بن حارث و سلمان فارسی و ابو رافع و ہرمزیا کیان و رشید بن مالک و ابی لیلیٰ و یریدہ اسلمی و انس بن مالک و دو حدیث ابی ہریرہ و دو حدیث معویہ بن حیدہ قشیری رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین چودہ حدیثیں حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے باسانید کثیر روایت کر کے فرمایا:

فهذه الآثار كلها قد جاءت بتحريم الصدقة على بنی هاشم لانعلم شيئاً نسخها ولا عارضها الا ما قد ذكرناه في هذا الباب مما ليس فيه دليل على مخالفتها۔ ²	یہ تمام آثار بنو ہاشم پر صدقہ کی حرمت پر شاہد ہیں، ہمیں ان کے منسوخ ہونے یا انکے مقابل روایات کا علم نہیں مگر جو کچھ ہم نے اس باب میں ذکر کیا ہے وہ کوئی ایسی دلیل نہیں جو ان آثار کی مخالفت پر ہو۔ (ت)

پھر حدیثاً و فقہاً اس مذہب کو مدلل کیا کہ زکوٰۃ تو زکوٰۃ صدقہ نافلہ بھی بنی ہاشم پر حرام ہے اُن کے فقراء بعینہ حکم اغنیاء رکھتے ہیں، جو غنی کے لیے جائز ہے انھیں بھی مباح ہے اور جو غنی کو حلال نہیں انھیں بھی روا نہیں، پھر فرمایا:

هذا هو النظر في هذا الباب وهو قول ابی حنیفة و ابی یوسف و محمد رحمهم الله تعالى۔ ³	اس باب میں یہی دلیل ہے اور یہی امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ کا قول ہے (ت)

¹ شرح معانی الآثار کتاب الزکوٰۃ باب الصدقة علی بنی ہاشم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ۳۴۹/۱

² شرح معانی الآثار، کتاب الزکوٰۃ، باب الصدقة علی بنی ہاشم، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳۵۲/۱

³ شرح معانی الآثار، کتاب الزکوٰۃ، باب الصدقة علی بنی ہاشم، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳۵۲/۱

اس کے بعد اس روایت کا یوں ذکر فرمایا کہ:

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے مختلف روایات میں سے ایک روایت یہ ہے کہ بنو ہاشم پر تمام صدقات خرچ کرنے میں کوئی حرج نہیں، اور اس میں ہمارے ہاں دلیل یہ ہے کہ صدقات بنی ہاشم پر حرام ہونے کی وجہ یہ تھی کہ خمس کے ذوی القربیٰ کے حصہ میں سے پانچوں حصہ ان کا ہوتا تھا، رسالتآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جب ان کا وہ حصہ منقطع ہو کر غیر کی طرف چلا گیا تو اب ان کے لیے وہ حلال ہو جائے گا جو ان پر حرام ہوا تھا اس وجہ سے کہ ان پر خمس حلال تھا، مجھے حدیث بیان کی سلیمان بن شعیب نے اپنے والد سے انھوں نے محمد سے انھوں نے ابو یوسف سے انھوں نے امام ابو حنیفہ سے اس سلسلہ میں ابو یوسف کے قول کے مطابق نقل کیا ہے پس اس کے ساتھ ہی ہمارا عمل ہے۔ (ت)	قد اختلف ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ فی ذلک فروی انہ قال لا بأس بالصدقات کلھا علی بن ہاشم وذہب فی ذلک عندنا الی ان الصدقات انما کانت حرمت علیہم من اجل ما جعل لہم فی الخمس من سہم ذوی القربیٰ فلما انقطع ذلک عنہم ورجع الی غیرہم بہوت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حل لہم بذلک ما قد کان محرماً علیہم من اجل ما قد کان احل لہم وقد حدثنی سلیمان بن شعیب عن ابیہ عن محمد عن ابی یوسف عن ابی حنیفۃ فی ذلک مثل قول ابی یوسف فیہذا ناخذ۔¹

پھر فرمایا:

اگر کوئی سوال اٹھائے کہ بنو ہاشم کے والی کے لیے مکروہ ہے تو میں کہوں گا ہاں اس حدیث کی وجہ سے جو ابو رافع سے مروی ہے اور ہم نے اس باب میں اسے ذکر کر دیا ہے، اور یہی بات امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب الاملاء میں کہی ہے اور میں نہیں جانتا کہ ہمارے اصحاب میں سے کسی نے اس کی مخالفت کی ہو۔ (ت)	فان قال قائل افترکہا علی موالیہم قلت نعم لحدیث ابی رافع الذی قد ذکرنا ہ فی هذا الباب وقد قال ذلک ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ فی کتاب الاملاء وما علمت احدا من اصحابنا خالفہ فی ذلک۔²

¹ شرح معانی الآثار، کتاب الزکوۃ باب الصدقۃ علی بنی ہاشم، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ۳۵۲/۱

² شرح معانی الآثار، کتاب الزکوۃ باب الصدقۃ علی بنی ہاشم، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ۳۵۲/۱

پھر فرمایا:

اگر کوئی یہ سوال کرے کہ ہاشمی کے لیے صدقات کیلئے عامل بننا مکروہ ہے تو میں کہوں گا کہ نہیں، امام ابو یوسف ان کی تنخواہ کو صدقات میں مکروہ کہتے ہیں، لیکن دوسرے لوگوں نے امام ابو یوسف کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ ہاشمی کو اس میں تنخواہ و وظیفہ دینے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ اس کے عمل و محنت پر دیا جا رہا ہے اور یہ تو اغنیاء کے لیے بھی جائز ہے تو اب ان بنو ہاشم پر یہ کیسے حرام ہو سکتا ہے جن پر صدقہ حرام تھا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صدقہ بریرہ کے بارے میں مروی ہے کہ آپ نے اس سے تناول فرمایا (پھر اس کے بعد امام طحاوی نے سند کے ساتھ امہات المؤمنین حضرت عائشہ، حضرت جویریہ، حضرت ام سلمہ، حضرت ابن عباس اور حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے احادیث ذکر کیں، پھر کہا) حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر کئے گئے صدقہ کا تناول کرنا رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جائز تھا کیونکہ آپ بطور ہدیہ اس کے مالک قرار پائے تو اب ہاشمی کے لیے بھی صدقہ بطور وظیفہ جائز ہوگا، کیونکہ وہ عمل کی وجہ سے اس کا مالک بن رہا ہے نہ کہ صدقہ کی بنا پر۔ بس یہ اس میں نظر ہے اور یہی مختار ہے اور یہ اس معاملہ میں اقوال ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ میں سے اصح ہے اھ ملخصاً (ت)

فان قال قائل افتركه للهاشمي ان يعمل على الصدقة قلت لا وقد كان ابو يوسف يكره اذا كانت جعلت لهم منها وخالف ابا يوسف اخرون فقالوا لا بأس ان يجتعل منها الهاشمي لانه انما يجتعل على عمله وذلك قد يحل للاغنياء فلا يحرم على بني هاشم الذين يحرم عليهم الصدقة وقد روى عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فيما تصدق على بريرة انه اكل منه ثم اسند الطحاوي في ذلك احاديث عن امهات المؤمنات عائشة وجويرية وام سلمة وعن ابن عباس وام عطية رضي الله تعالى عنهم ثم قال فلما كان مات تصدق به على بريرة رضي الله تعالى عنها جائز النبي صلى الله تعالى عليه وسلم اكله لانه انما ملكه بالهدية جاز ايضاً للهاشمي ان يجتعل من الصدقة لانه انما يملكه بعمله لا بالصدق فلهذا هو النظرو هو اصح مما ذهب اليه ابو يوسف رحمه الله تعالى في ذلك اھ ملخصاً۔

اب اس کلام امام کے محامی ظاہرہ و مطاوی باہرہ پر نظر کیجئے:

¹ شرح معانی الآثار کتاب الزکوۃ باب الصدقة علی بنی ہاشم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۵۳-۵۴

اول: شروع سخن سے دلائل تحلیل کا رد۔

دوم: دلائل تحریم کی تکثیر میں کد۔

سوم: اُن کا آغازیوں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تحریم میں متواتر حدیثیں آئیں۔

چہارم: ختم ہوں کہ ہمارے علم میں ان حدیثوں کا کوئی ناخ یا عارض نہیں سوا ان چیزوں کے جو اہل تحلیل نے ذکر کیں اور وہ اصلاً اُن کی مؤید نہیں۔

پنجم: حدیثاً و فقہاً ثابت فرمانا کہ نہ صرف زکوٰۃ یا دیگر واجبات بلکہ مطلقاً تمام صدقات بنی ہاشم پر حرام ہیں یہاں تک کہ نافلہ بھی، اور یہی مذہب ائمہ ثلاثہ کا ہے۔

ششم: صاف صاف حصر فرمادینا کہ اسباب میں یہی مقتضائے نظر فقہی ہے، اب روایت خلاف کے لیے کہاں گنجائش رکھی، حدیثیں بے ناخ و معارض متواتر نظر فقہی اسی میں منحصر، پھر اختیار خلاف کس دلیل سے صادر۔ یہ چھ قرینے تو سابق میں ہیں اب سیاق کی طرف چلے کہ دلائل دیکھئے۔

ہفتم: روایت کے اختلاف اور اپنے اختیار کو ذکر کر کے باید اذوائے تعقیب سوال قائم فرماتے ہیں کہ اس پر کوئی مجھ سے پوچھے بھلا بنی ہاشم کے غلامان آزاد شدہ کے لیے اخذ زکوٰۃ ممنوع جانتے ہو، سببحان اللہ اگر اس بہ ناخذ (اسی پر ہمارا عمل ہے۔ ت) کے معنی یہی تھے کہ امام طحاوی نے خود بنی ہاشم کو زکوٰۃ حلال مانی تو اب اس سوال کا کون سا موقع اور کیا محل تھا، مولیٰ تو اس فریعت کی بناء پر داخل ہوئے تھے کہ مولیٰ القوم منهم (کسی قوم کا غلام اُنہی میں سے ہوتا ہے۔ ت) جب اصول کے لیے جواز ٹھہر افروع کی نسبت کیا پوچھتا رہا۔

ہشتم: اس سوال کا جواب سنئے کہ میں فرماؤں گا ہاں یعنی میرے نزدیک مولیٰ بنی ہاشم کو اخذ زکوٰۃ ممنوع ہے کہ حدیث ابورافع اسی پر ناطق اور ارشاد امام ابی یوسف موافق اور بقیہ ائمہ سے خلاف نامعلوم، سُبْحَانَ اللہ کہاں بنی ہاشم کے لیے زکوٰۃ جائز ماننا اور کہاں اُن کے غلاموں پر حرام جاننا۔

نہم: پھر حدیث ابورافع تو یونہی تھی کہ:

ان آل محمد لا يحل لهم الصدقة وان مولی القوم من انفسهم۔ ¹	آل محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے لیے صدقہ حلال نہیں اور قوم کا غلام اُنہی میں سے ہوتا ہے (ت)

کیا معنی کہ حدیث کا فرع حکم اس وجہ سے کہ حدیث وارد ہے اخذ فرمائیں اور اسی حدیث کا اصلی حکم جس پر اس کے ساتھ اور احادیث متواترہ بھی ناطق ترک کر جائیں فافہم ولا تعجل۔

¹ شرح معانی الآثار کتاب الزکوٰۃ باب الصدقة علی بنی ہاشم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۵۱

دہم: جو بنی ہاشم کے لیے جواز مانے اور موالیٰ پر حرام جانے، حدیث ابو رافع ہر گز اس کے لیے حجت نہیں بلکہ صاف اس پر منقلب ہے کہ اُس میں مولائے قوم کو حکم قوم میں فرماتے ہیں جب حکم قوم جواز ہے حکم موالیٰ بھی لاجرم جواز ہوگا ورنہ موالیٰ بالذات مستحق تحریم نہیں تو بر تقدیر اختیار جواز امام طحاوی کا یہ استدلال بالتحالف ٹھہرتا ہے۔

یازدہم: طرفہ یہ کہ فرماتے ہیں امام ابو یوسف نے مولیٰ پر زکوٰۃ ناروامانی اور ہمیں اپنے باقی ائمہ سے اسکا خلاف معلوم نہیں، خلاف تو بنایا پیش نظر ہے کہ جس روایت میں خود بنی ہاشم کو زکوٰۃ روا ہوئی، مولیٰ کے لیے بدرجہ اولیٰ ہوئی، تو لاجرم وہ اس روایت کو نظر سے ساقط اور ناقابلِ اعتماد جانتے ہیں، جب تو علم خلاف کی نفی فرماتے ہیں۔

دوازدہم: اس کے بعد دوسرا سوال قائم کرتے ہیں کہ بھلا تمہارے نزدیک بنی ہاشم کا تحصیل زکوٰۃ پر متعین ہو کر اس کی اجرت لینا بھی جائز ہے یا نہیں۔ سبحان اللہ! جب حقیقت زکوٰۃ انھیں جائز کر چکے تو شبہ زکوٰۃ میں کلام کا کیا موقع رہا، اگر امام طحاوی کی وہی مراد ہوتی تو میں ان دونوں سوالوں کی مثال اس سے بہتر نہیں جانتا کہ عالم شافعی المذہب کہے میرے نزدیک بنت الفجور سے نکاح حلال ہے زید پوچھے بھلا اس کی دختر رضاعی بھی حلال جانتے ہو یا نہیں، یا وہ کہے میرے نزدیک زنا موجب حرمت مصاہرت نہیں، زید پوچھے بھلا بے نکاح مس میں کیا کہتے ہو۔

یہ چھ دلائل جلائل سیاق میں تھے، اب نفس عبارت پر نظر کیجئے کہ اس کی شہادت سب سے اتم واکمل و قاطع جدل ہے۔ امام طحاوی نے بنی ہاشم پر مطلق صدقات کی حرمت ثابت کر کے فرمایا: یہ امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف و امام محمد کا مذہب یعنی ان سے ظاہر الروایۃ ہے کہ قول نہیں کہتے مگر ظاہر الروایۃ کو، پھر امام سے اختلاف روایت ذکر کیا اور اول بلفظ روی عنہ کہ صریح ضعف روایت پر دلیل ہے وہ روایت شاذہ بلا سند ذکر کی پھر بسند متصل نقل کیا کہ امام کا قول مثل قول امام ابو یوسف ہے اور اس پر فرمایا قبہذا ناخذ۔ اب دیکھ لیجئے کہ امام طحاوی نے امام ابو یوسف کا کیا مذہب بیان فرمایا تھا جس پر حوالہ کرتے ہیں کہ ہمیں اس سند کے ساتھ امام سے اسی مذہب ابو یوسف کے مطابق پہنچا، آخر وہ نہ تھا مگر اطلاق تحریم، تو قطعاً اسی کو قبہذا ناخذ فرما رہے ہیں، یہ تو یقیناً معلوم کہ اوپر امام ابو یوسف کا کوئی قول نہ گزرا مگر تحریم، اور یہ بھی نہایت واضح و جلی کہ حوالہ نہیں کرتے، مگر امر مذکور پر لاجرم ماننا ہوگا کہ اختلاف روایت بتا کر پہلے لفظ روی عنہ روایت ابو عصمہ روایت کی پھر وحدثنی (مجھے بیان کیا۔ ت) سے مذہب تحریم کہ اصول اسی طریق محمد عن ابی یوسف عن ابی حنیفہ (امام محمد نے امام ابو یوسف سے انھوں نے امام ابو حنیفہ رحمہم اللہ تعالیٰ سے روایت کیا۔ ت) سے مروی رنگ اسناد دیا اور اسی کو قبہذا ناخذ (اسی پر عمل ہے۔ ت) سے منڈیل کیا، اب سارا بیان اول سے آخر تک

منتظم و ملتئم ہو گیا اور تمام اعتراضات واستغربات دفعتاً دفع ہو گئے و اخذ الکلام بعضہ بحجر بعض (ورنہ یہ تو بعض کلام کو لینا اور بعض کو چھوڑنا ہے۔ ت)

تامل کیجئے تو کلام امام کا یہ وہ یقینی محمل ہے جس کے سوا دوسرا محتمل نہیں اور ہنوز اس کے مؤیدات نفس کلام و دیگر وجوہ سے بکثرت باقی ہیں مثلاً:

سيزوہم: آشنائے کلام محدثین جانتا ہے کہ وہ جس قول کو مسند گلاتے ہیں یا تو سند لکھ کر اُسے بیان فرماتے ہیں و هو الا کثر (اکثر کا طریقہ یہی ہے۔ ت) یا قول بیان کر کے سند یوں ذکر کرتے ہیں کہ حدثنی بذلك فلان عن فلان یا حدثنی فلان عن فلان مثله (مجھے فلاں سے فلاں نے بیان کیا فلاں نے فلاں سے اسی کی مثل بیان کیا۔ ت) تاکہ اسناد مسند سے مرتبط ہو جائے نہ یوں کہ بالکل تغایر و انقطاع رہے کہ روی عن ابی حنیفۃ کذا و حدثنی فلان عن ابی حنیفۃ (امام ابو حنیفہ سے اسی طرح مروی ہے اور مجھے فلاں نے امام ابو حنیفہ سے فلاں کی مثل قول کیا ہے۔ ت)

چہا وہم: اگر ایسا ہی مانئے تو ضرور ہے کہ قول ابی یوسف بھی جواز ہو حالانکہ قول ابی یوسف قطعاً تحریم ہے بلکہ قول درکنار شاید اُن سے کوئی روایت شاذہ بھی مثل روایت نوح نہیں۔

پانزدہم: خود امام طحاوی چند سطر کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ قول ابی یوسف موالیٰ پر بھی تحریم ہے نہ کہ خود اصول کے لیے جواز۔

شانزدہم اور چند سطر بعد فرمایا قول ابی یوسف میں ہاشمی کو شبہ زکوٰۃ روا نہیں یعنی اپنے عمل کی اجرت مال زکوٰۃ سے لینا، پھر اجازت حقیقت چہ معنی، تو لاجرم قول ابی یوسف وہی تحریم ہے اور اس سند کا متن اسی پر محمول، اور وہی بھذا ناخذ (اسی پر ہمارا عمل ہے۔ ت) سے مذیل۔

بہدہم اوپر سُن چکے کہ روایت جواز روایت نوح ابن ابی مریم ابو عصمہ مروزی تلمیذ امام ابو حنیفہ و امام ابی لیلاً و کلبی ہے اور امام طحاوی اپنی روایت اپنی روایت مختارہ کو بطریق سلسلۃ الذہب محمد بن ابی یوسف عن ابی حنیفۃ (امام محمد نے امام ابو یوسف سے اور انھوں نے ابو حنیفہ سے روایت کیا ہے۔ ت) روایت فرماتے ہیں اگر وہی روایت اس طریق سے مروی ہوتی روی ابو یوسف عن ابی حنیفۃ (امام ابو یوسف نے امام ابو حنیفہ سے روایت کیا۔ ت) کہا جاتا، نہ روی ابو عصمۃ (شیخ ابو عصمہ نے روایت کیا۔ ت) کہ مہر عالم افروز کو چھوڑ کر چراغ کی طرف نہیں جاتے نہ ہر گز فقہاء کا داب کہ امام کی وہ روایتیں جو بطریق صاحبین مروی ہیں کسی اور کے نام سے منسوب کیا کریں خصوصاً وہ صاحب بھی ایسے کہ جن کی نسبت کلام ائمہ معلوم ہے، نہیں نہیں بلکہ بیشک یہ روایت جسے بھذا ناخذ (اسی پر ہمارا عمل ہے۔ ت) فرمایا، انہی روایات اصول سے ہے جو

اس طریقہ انیقہ صاحبین سے آتی ہیں۔ یہ مجموع اٹھارہ باتیں تو اس نفس عبارت میں ہیں جن کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ وضوح حقیقۃ الامر میں اصلاً مجال کلام نہیں اس کے سوا بعض دلائل قاہرہ و باہرہ اسی شرح معانی الآثار کے دوسرے مقام سے سنیے جس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ امام طحاوی اُس روایت مردودہ کے اصل مبنی یعنی بنی ہاشم کے لیے خمس الخمس عوض صدقات ہونے ہی کا بہ نہایت شد و مد انکارِ مبلغ فرماتے ہیں کتاب وجوہ الفیء و خمس المغنم میں ایک قول فرمایا کہ بعض کے نزدیک آیہ کریمہ میں ذوی القربیٰ سے صرف بنی ہاشم مراد ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جبکہ ان پر صدقہ حرام کیا یہ خمس کا حصہ اس کا عوض دیا، پھر اس کا رد فرماتے ہیں کہ:

ان قولهم هذا عندنا فاسد لان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لما حرمت الصدقة على بنی ہاشم قد حرمها على موالیہم کتحریمہ ایاہا علیہم وتواترت عنه الآثار بذلک۔ ¹	علماء کا قول ہے کہ یہ ہمارے نزدیک فاسد ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب صدقہ بنو ہاشم پر حرام فرمایا تو آپ نے ان کے غلاموں پر بھی اسی طرح حرام فرمایا جس طرح بنو ہاشم پر حرام ہے اور اس پر آپ سے متواتر آثار ہیں۔ (ت)

پھر احادیث ابن عباس و ابو رافع و ہر مزیکیسان رضی اللہ تعالیٰ عنہم ذکر کر کے فرمایا:

فلما كانت الصدقة المحرمة على بنی ہاشم قد دخل فیہم موالیہم ولم یدخل موالیہم معہم فی سہم ذوی القربیٰ باتفاق المسلمین ثبت بذلک فساد قول من قال انما جعلت لذی القربیٰ فی آیة الفیء وفي آیة خمس الغنیمۃ بدلا مما حرم علیہم الصدقة۔ ²	صدقہ کی حرمت میں بنو ہاشم کے ساتھ ان کے غلام بھی شامل تو ہیں مگر ذوی القربیٰ کے حصہ میں بالاتفاق بنو ہاشم کے ساتھ شامل نہیں اس سے ان لوگوں کے قول کا فساد واضح ہو گیا جو کہتے ہیں کہ ایک آیت فیء اور آیت خمس غنیمت میں جو کچھ حضور کے رشتہ داروں کے لیے مقرر کیا گیا یہ اس صدقہ کے عوض ہے جو ان پر حرام کر دیا گیا ہے (ت)

پھر دوسری دلیل نظری سے اس عوض ہونے کا فساد ثابت کر کے فرمایا:

فذلک ان سہم ذوی القربیٰ لم یجعل لمن له خلفاً من الصدقة التي	یہ اس پر دال ہے کہ ذوی القربیٰ کا حصہ جن لوگوں کے لیے مقرر کیا گیا ہے وہ ان پر حرام کردہ

¹ شرح معانی الآثار کتاب وجوہ الفیء الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۸۴/۲

² شرح معانی الآثار کتاب وجوہ الفیء الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۸۴/۲

حرمیت علیہ۔ ¹	صدقہ کا عوض نہیں۔ (ت)

پھر تصریح کی کہ بنی ہاشم پر صدقہ حرام ہے اور اسے احادیث متعدده سے ثابت فرما کر ارشاد کیا:

افلا یری ان الصدقة التي تحل لسائر الفقراء من غیر بنی ہاشم من جهة الفقر لا تحل لبنی ہاشم من حيث تحل لغيرهم فكذاك الفیء الغنیمۃ لو كان ما یعطون منها علی جهة الفقر اذا لمآحل لهم۔ ²	کیا وہ یہ ملاحظہ نہیں کرتے کہ بنو ہاشم کے علاوہ فقر کی وجہ سے تمام فقراء کے لیے صدقہ حلال ہے، لیکن بنو ہاشم پر اس علت کی بنا پر حلال نہیں جس کی بنا پر اوروں کے لیے حلال ہے تو اسی طرح فبی اور غنیمت، اگر یہ فقر کی وجہ سے انھیں عطا کئے جائیں تو یہ بھی ان کے لیے حلال نہ ہونگے۔ (ت)

اب بھی کچھ وضوح حق باقی رہا واللہ الحمد ہذا اینبغی التحقيق الله سبحانه ولى التوفيق (اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے حمد و ثناء اور تحقیق کے لیے ہی مناسب ہے اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہی توفیق کا مالک ہے۔ ت) رہا کہ امام طحاوی ضمن کلام میں اُس روایت کی ایک توجیہ ذکر فرما گئے کہ ہمارے خیال میں اس روایت کی بنا پر امام کی نظر اس طرف گئی، حاشایہ اصلاً اس کے اختیار سے علاقہ نہیں رکھتا، علماء کا داب ہے کہ اقوال مختلفہ میں ہر ایک کی دلیل ذکر فرماتے ہیں ہدایہ و کافی وغیرہما اس رنگ کی کتابیں اسی انداز پر ہیں، پھر مختار وہی ہے جو مختار ہے اور قول کو صرف ابو یوسف کی طرف نسبت کرنا کچھ مستغرب نہیں کہ امام سے تو اختلاف روایت کا بیان ہی ہے اور صاحبین میں اعظم و اقدم ابو یوسف ہیں، معہذا مذہب تو سب کا اوپر لکھ ہی چکے، یہاں فقط بتا دینا تھا بالجملة کلام امام طحاوی بہ اعلیٰ اندامادی، کہ وہ ہر گز اس روایت ضعیفہ کی ترجیح و تصحیح کے پاس بھی نہیں بلکہ قطعاً تحریم پر جازم، اور اس میں بھی یہاں تک جازم کہ تحریم نافلہ پر بھی حاکم، کما هو المرجح عند المحقق علی الاطلاق والبعض الآخرین من الحذاق (جیسا کہ محقق علی الاطلاق اور بعض دیگر اکابرین کے نزدیک رائج ہے۔ ت) غالباً ابتداء میں بمقتضائے یأبى الله العصمة الکلامہ و کلام رسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (عصمت صرف کلام اللہ اور کلام رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہی حاصل ہے۔ ت) بعض علمائے ناقلین کی نظر نے لغزش فرمائی اور بھڑاناخذ (اسی پر ہمارا عمل ہے۔ ت) کی مشارالیه وہ روایت ضعیفہ خیال میں آئی پھر علمائے مابعد، نقل در نقل فرماتے چلے آئے نقد یا مراجعت کا اتفاق نہ ہوا

¹ شرح معانی الآثار، کتاب وجوہ الفیء و قسم الغنائم، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، ۱۸۴/۲

² شرح معانی الآثار کتاب وجوہ الفیء و قسم الغنائم، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۹۴/۲

ورنہ حاشیہ اللہ ان کی جلیل شانیں اس سے بس ارفع ہیں کہ بامعاون و تدبر شرح آثار پر نظر فرماتے اور اس کی عبارت کے یہ معنی ٹھہراتے، علامہ زین نجیم مصری بحر الرائق میں فرماتے ہیں:

قد یقع کثیر ان مولفایذکر شیاً خطاً فی کتابہ فیأتی من بعدہ من المشائخ فینقلون تلك العبارة من غیر تغییر فیکثر الناقلون لها واصلها الواحد مخطی الخ ^۱	بہت دفعہ ایسا ہو جاتا ہے کہ ایک مصنف اپنی کتاب میں خطا کرتا ہے تو بعد کے مشائخ اسے بغیر کسی تبدیلی کے نقل کر دیتے ہیں، ناقلین کثیر ہو جاتے ہیں حالانکہ اصل خطا کرنے والا ایک ہی تھا الخ (ت)

مشتغل علم اگرچہ میری اس طویل تقریر کو بالکل گوش نا آشنا پائے گا مگر امید کرتا ہوں کہ ان شاء اللہ تعالیٰ اس مقام کی تنقیح جمیل و تنقید جلیل برکات علماء سے اس بے بضاعت کا حصہ تھا
وللارض من کاس الکرام نصیب (زمین کے لیے بھی سخیوں کے دسترخوان سے حصہ ہوتا ہے)

فتبصر وتشکر و الحمد لله الاکبر، وانما اطلنا الکلام فی هذا المقام لما بلغنا عن بعض علماء العصر من اجلة رافغور من اباحة الزکوة لحضرات الاشراف اغترارا بتلك الرواية وذاك الاختیار، وما العصبة الا بالله العزيز الغفار۔	غور کر، شکر کر، حمد اللہ کے لیے جو سب سے بڑا ہے۔ ہم نے اس مقام پر خوب طویل گفتگو اس لیے کی ہے کہ بعض معاصرین علمائے رامپور نے اس روایت کی بنا پر غلط فہمی کا شکار سادات کرام کے لیے زکوٰۃ کو مباح قرار دیا ہے، عصمت اللہ غالب غفار کے لیے ہی ہے (ت)

غرض میں جزم کرتا ہوں کہ بے شک بنی ہاشم پر زکوٰۃ حرام ہے اور بیشک اسی پر افتاء واجب اور بیشک اس سے عدول ناجائز، اور بے شک وہ روایت روایت مرحوج اور درایت مجروح اور بیشک امام طحاوی اس کے خلاف پر قاطع، اور بے شک اُن کی تصحیح جانب ظاہر الروایۃ راجع، والی اللہ الرجعی والیہ مناب (اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے اور وہی ماویٰ و ملجا ہے۔ ت) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب۔

مسئلہ ۱۲۹: مرسلہ مولوی حافظ محمد امیر اللہ صاحب
۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۶ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زکوٰۃ احوج کو دینا اولیٰ ہے خصوصاً جو احوج اپنا قریب ہو یہ حکم مطلق ہے مثلاً بنی ہاشم اپنے اقارب احوجین کو زکوٰۃ دیں یا یہ مخصوص ہیں بوجہ حدیث:

^۱ بحر الرائق کتاب البیوع باب التفرقات ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۸۵/۶

یا بنی ہاشم حرم اللہ تعالیٰ علیکم غسالة الناس و اوساخهم الخ۔ ¹	اے بنی ہاشم! اللہ تعالیٰ نے تم پر لوگوں کا بچا ہوا اور ان کی میل حرام کر دی ہے الخ (ت) کے۔ بینوا تو جروا۔

الجواب:

بیشک زکوٰۃ اور سب صدقات اپنے عزیزوں قریبوں کو دینا افضل اور دو چند اجر کا باعث ہے، زینب ثقفیہ زوجہ عبد اللہ بن مسعود اور ایک بی بی انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم در اقدس پر حاضر ہوئیں اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبانی عرض کرا بھیجا کہ ہم اپنے صدقات اپنے اقارب کو دیں، حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

لہما اجران اجر القرابة و اجر الصدقة۔ ² رواہ احمد والشیخان من زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔	ان کے لیے دو ثواب ہوں گے ایک ثواب قرابت اور دوسرا تصدق کا (اسے امام احمد، بخاری اور مسلم نے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا۔ ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

الصدقة على المسکین صدقة و علی ذی الرحم ثنتان، صدقة و صلة۔ ³ أخرجه النسائی و الترمذی و حسنہ و ابن خزیمة و ابن حبان فی صحيحہما و الحاکم و قال صحيح الاسناد۔	مسکین کو دینا اکہر صدقہ ہے اور رشتہ دار کو دینا دوبرا، ایک تصدق اور ایک صلہ رحم (اسے نسائی اور ترمذی نے بیان کیا اور اسے حسن کہا۔ ابن خزیمة اور ابن حبان نے اپنی اپنی صحیح میں اور حاکم نے روایت کیا اور کہا اس کی سند صحیح ہے۔ ت)

بلکہ حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

یا امة محمد و الذی بعثنی بالحق لا یقبل اللہ صدقة من رجل و له قرابة محتاجون الی صلته و یصر فہا الی غیرہم	اے امت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) قسم اس کی جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا اللہ تعالیٰ اس کا صدقہ قبول نہیں فرماتا جس کے رشتہ دار اُس کے

¹ نصب الرایۃ لاحادیث الہدایۃ کتاب الزکوٰۃ المکتبۃ الاسلامیہ صاحبہ الحاج ریاض الشیخ ۴/۲۰۳

² صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ فصل النفقۃ و الصدقۃ علی الاقرین قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۱/۳۲۳

³ جامع الترمذی ابواب الزکوٰۃ باب ما جاء فی الصدقة علی ذی القرابة امین کپنی دہلی ۱۱/۸۳

والذی نفسی بیدہ لا ینظر اللہ الیہ یوم القیامۃ۔ ^۱ اخرجہ الطبرانی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔	سلوک کی حاجت رکھیں اور وہ انھیں چھوڑ کر اوروں پر تصدق کرے، قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اُس پر نظر نہ فرمائے گا۔ (اسے طبرانی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

مگر یہ اسی صورت میں ہے کہ وہ صدقہ اس کے قریبوں کو جائز ہو، زکوٰۃ کے لیے شریعتِ مطہرہ نے مصارفِ معین فرمائے
ہیں اور جن جن کو دینا جائز ہے صاف بتادے، اس کے رشتہ داروں میں وہ لوگ جنہیں دینے سے ممانعت ہے ہرگز استحقاق
نہیں رکھتے، نہ اُن کے دے زکوٰۃ ادا ہو جیسے اپنے غنی بھائی یا فقیر بیٹے کو دینا، یونہی اپنا قریب ہاشمی کہ شریعتِ مطہرہ نے بنی ہاشم
کو صراحۃً مستثنیٰ فرمالیا ہے اور بیشک نصوصِ مطلق ہیں۔

الشیخان واللفظ لمسلم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انا لا تحل لنا الصدقة ^۲ احمد و ابوداؤد و الترمذی وصحہ والنسائی والحاکم وقال علی شرط الشیخین واقروہ الشیخان ، وابن خزیمة وابن حبان والطحاوی عن ابی رافع مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان الصدقة لا تحل لنا ^۳ احمد وابن حبان بسند صحیح عن الحسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ	اور الفاظِ مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے لیے صدقہ حلال نہیں۔ مسند احمد، ابوداؤد اور ترمذی نے صحیح کہا۔ نسائی، حاکم نے کہا یہ شیخین کے شرائط پر ہے۔ محدثین نے اسے ثابت رکھا۔ ابن خزیمة، ابن حبان اور طحاوی نے حضرت ابو رافع (جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں) نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیان کیا کہ صدقہ ہمارے لیے حلال نہیں۔ مسند احمد اور ابن حبان نے سند صحیح کے ساتھ حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے

^۱ مجمع الزوائد بحوالہ مجمع اوسط، باب الصدقة علی الاقارب الخ دار الکتب العربی بیروت، ۱۱/۳

^۲ صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۳۴۴/۱

^۳ جامع الترمذی ابواب الزکوٰۃ باب ما جاء فی کرہیۃ الصدقة للنبی الخ امین کمپنی دہلی ۴۳/۱

ف: صحیح مسلم میں مذکورہ حوالہ میں "عن ابی ہریرۃ" کی جگہ "عن شعبہ لہذا الاسناد" ہے۔

مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا آل محمد کے لیے صدقہ حلال نہیں۔ مسند احمد میں حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور مسلم میں حضرت مہران (رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام) سے انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اسی کی مثل روایت کیا ہے، امام طحاوی کے نزدیک یہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ ہمارے آزاد شدہ غلام تھے جنہیں ہرمزیا کیسان کہا جاتا ہے الحدیث، طبرانی نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اہل بیت! تمہارے لیے صدقات میں سے کوئی شئی حلال نہیں۔ مسند احمد، ابوداؤد، نسائی اور حاکم نے اسے صحیح کہا۔ طحاوی نے حضرت بہز بن حکیم انھوں نے اپنے دادا سے انھوں نے رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ آل محمد کے لیے صدقات میں سے کوئی شئی حلال نہیں۔ اور ان کے علاوہ دیگر عمومی اور اطلاق دلائل جن کا احصا کثرت کی وجہ سے دشوار ہے۔ (ت)	عنہما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انال محمد لا تحل لنا الصدقة،¹ احمد عن ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا و مسلم عن مہران مولى رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مثله وهو عند الطحاوی عن ام کلثوم ان مولى لنا یقال له ہرمز او کیسان² الحدیث الطبرانی عن ابن عباس یرفعہ الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انه لا یحل لکما اهل البیت من الصدقات شئی،³ احمد و ابوداؤد والنسائی والحاکم وصححه والطحاوی عن بہز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا یحل لال محمد منها شئی۔⁴ الی غیر ذلک من العمومات والاطلاقات التی لا تکاد تحصی لکثر تھا۔

تو بیشک حکم احادیث ہاشمیوں پر مطلق زکوٰۃ کی تحریم ہے خواہ ہاشمی کی ہو یا غیر ہاشمی کی، اور یہی مذہب امام کا ہے اور یہی اُن سے ظاہر الروایۃ اور اسی پر متون، تویہی معتد ہے،

در مختار میں ہے ظاہر مذہب یہی ہے کہ سادات کو صدقہ دینا ہر حال میں منع ہے، امام عینی کا قول کہ ہاشمی زکوٰۃ ہاشمی	فی الدر المختار ظاہر المذہب اطلاق المنع وقول العینی والہاشمی یجوز لہ دفع زکوٰۃ

¹ مسند احمد بن حنبل مروی از حسن بن علی رضی اللہ عنہ دار المعرفۃ بیروت ۲۰۰/۱

² شرح معانی الآثار کتاب وجوہ الفیہی وقسم الغنائم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۸۴/۲

³ المعجم الکبیر حدیث ۱۱۵۴۳ مروی از عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت، ۲۱۷/۱۱

⁴ مسند احمد بن حنبل، دیث بہز بن حکیم الخ دار الفکر بیروت، ۴۲/۵

لمثله، صوابہ لا یجوز نہر اھ ^۱ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔	کو دے سکتا ہے، اسے درست قرار دینا جائز نہیں، نہراھ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۰: از شہر بریلی مسئلہ منشی شوکت علی صاحب محرر چوگلی شب ۱۸ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زکوٰۃ کا روپیہ کافر، مشرک، وہابی، رافضی، قادیانی وغیرہ کو دینا جائز ہے یا نہیں
؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

ان کو دینا حرام ہے اور ان کو دئے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۱۳۱: از پنڈول بزرگ ڈاکخانہ رائے پور ضلع مظفر پور مرسلہ نعمت علی صاحب ۱۲ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خالصاً للہ ولوجہ اللہ جو چیز دی جائے اس کا کھانا امیر و غنی کو کیسا ہے؟

الجواب:

صدقہ واجبہ جیسے زکوٰۃ و صدقہ فطر غنی پر حرام ہے اور صدقہ نافلہ جیسے حوض یا سقاہ کا پانی یا مسافر خانے کا مکان غنی کو بھی جائز
ہے، مگر میت کی طرف سے جو صدقہ ہوتا ہے غنی نہ لے، نہ غنی کو دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۱۳۲: از رائدیر یہ ضلع سورت ڈاکخانہ خاص مسئلہ جناب مولانا مولوی فقیر غلام محی الدین صاحب ۲ رمضان المبارک
۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آج کل سمرنا فنڈ میں صاحب زکوٰۃ سے زکوٰۃ اور جن پر قربانی واجب ہے اُن سے
قربانی کی قیمت طلب کر رہے ہیں اور اس کے لیے گجراتی بڑے لمبے چوڑے اشتہار چھپے ہیں کیا صاحب زکوٰۃ اور جن پر قربانی
واجب ہے اُن کی قربانی سمرنا فنڈ میں دینے سے ہو جائے گی؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

جس پر قربانی واجب ہے اُسے حرام ہے کہ قربانی نہ کرے اور اس کی قیمت کسی فنڈ میں دے دے اس سے ہرگز قربانی ادا نہ ہوگی
واجب کا تارک ہوگا اور عذاب کا مستحق، اور ایسے چندوں میں دینے سے کہ لوگ بطور خود کرتے ہیں اور سب کے چندے زکوٰۃ
وغیر زکوٰۃ کے بلکہ مرتدین نااہل زکوٰۃ مثل وہابیہ وغیرہم کے سب خلط کر لیتے ہیں

^۱ در مختار باب المصرف مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۴۱

زکوٰۃ ادا نہیں ہو سکتی، ہاں اعانتِ مسلمین کی تیت پر ثواب پائے گا مگر فرض زکوٰۃ سر پر باقی رہے گا وھو تعالیٰ اعلم۔

صدقہ فطر کا بیان

مسئلہ ۱۳۳: ازیننی تال مرسلہ شیخ عنایت حسین صاحب ۲۵ رمضان المبارک ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ واقعہ کان پور میں مسلمانوں سے دربارہ مسجد پولیس سے فساد ہو گیا، پولیس نے انھیں نشانہ بندوق بنالیا، اب ان کے غریب بچے یتیم ہو گئے اور نادار مسلمان زخمی ہو کر گرفتار کر لیے گئے، اب ان کی رہائی اور پرورش حفاظت جان و عزت کے لیے روپے کی ضرورت ہے، مسلمان چاہتے ہیں کہ صدقہ فطر رمضان المبارک اس کارِ خیر کے متعلق دے دیا جائے عندالشرع دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب:

صدقہ فطر میں مسلمان فقیر کو دے کر مالک کر دینا شرط ہے، تو اگر غرباء کو دے کر مالک کر دیں تو جائز ہے یا فقیر کو دیں اور وہ اپنی طرف سے مقدمہ میں لگانے کو دے دیں تو جائز ہے، ورنہ مقدمے اٹھانے یا وکیلوں کو دینے سے صدقہ ادا نہ ہوگا۔ درمختار میں ہے:

صدقہ الفطر كالزکوٰۃ فی البصارف وفي كل حال ¹	صدقہ فطر مصارف اور تمام احوال میں زکوٰۃ کی طرح ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

من اشتراط النية واشتراط التمليك فلا تكفي الاباحة كما في البدائع ² والله تعالى اعلم وعلیه اتم واحکم۔	یعنی نیت اور تملیک دونوں شرائط ہیں تو محض اباحت کفایت نہ کرے گی کما فی البدائع۔ (ت)

مسئلہ ۱۳۵ تا ۱۳۳: ازراولپنڈی لال کرتی مرسلہ دین محمد صاحب فروش ۲۱ رمضان المبارک ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) صدقہ فطر لینا امام مسجد کو جائز ہے یا نہیں؟

¹ درمختار باب صدقۃ الفطر مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۵۱ھ

² ردالمحتار، باب صدقۃ الفطر، مصطفیٰ البانی مصر، ۸۶/۲

(۲) مُردوں کے مال یعنی صدقہ وغیرہ لینا بالامد کور کو جائز ہے یا نہیں؟ حالانکہ امام مسجد صاحب زکوٰۃ وصاحب مال ہو، دیگر امام مسجد کو ہر جمعرات کو برائے تیل کے نقد و تیل منگانا اور اپنے ذاتی مصرف میں لانا جائز ہے یا نہیں؟ قربانیوں کی کھالیں وغیرہ لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

صاحب نصاب کو اگرچہ امام مسجد ہو، کوئی صدقہ واجبہ مثل زکوٰۃ یا صدقات عید الفطر یا کفارات جائز نہیں حرام ہے، اور اس کے دئے وہ زکوٰۃ و صدقہ ادا نہ ہوں گے۔ قربانی کی کھال اگر لوگ اپنی خوشی سے دیں لے سکتا ہے مانگ کر اپنا حق قرار دے کر لینا جائز نہیں۔ اموات کی طرف سے جو نفل صدقہ دیا جاتا ہے اگر دینے والے نے اسے فقیر سمجھ کر دیا اور اس نے اپنا صاحب نصاب ہونا چھپایا تو یہ بھی حرام ہے ورنہ مکروہ و ناپسند۔ تیل وغیرہ کے لیے نقد منگا کر جو بچے اپنے صرف میں کرنا بھی حرام ہے مگر اس صورت میں کہ دینے والے اس بات سے آگاہ اور اس پر راضی ہوں تو کچھ مضائقہ نہیں۔ بقولہ تعالیٰ

عَنْ تَرَاوِضَ قُمْمُكُمْ^۱ (اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے تمہاری رضامندی سے ہو۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۶: از دیوبند ضلع سہارنپور مسجد جامع مرسلہ مولوی اظہر الدین بنگالی ۹ ذی القعدہ ۱۳۲۲ھ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جس ملک میں چاول کثرت سے پیدا ہوں اور وہاں کے باشندوں کی غذا چاول ہی ہو اور گندم مطلقاً پیدا نہ ہو مگر دوسرے ملکوں سے کچھ آتا ہے لیکن وہ بھی ہر جگہ نہیں ملتا ہے بلکہ شہر و قصبہ میں ملتا ہے اور اس کو کوئی غذا کھانا بھی نہیں بلکہ دوامی اتفاقاً استعمال میں لاتے ہیں اور جو بھی بہت قلت طور پر پیدا ہو مثلاً چار پانسو یا ہزار دو ہزار بیگھ میں سے کسی ایک آدھ بیگھ میں بولیا اور اس کو ستو بنا کر برس چھ ماہ میں کبھی ناشتہ کے طور پر کھالیتے ہیں اور خرمانا پیدا ہے اور نہ کہیں ملتا ہے، بس ایسے ملک کے باشندوں پر صدقہ فطر نصف صاع گندم کی قیمت میں جس قدر چاول آئے وہ واجب ہوگا یا ایک صاع چاول واجب ہوگا بینو ابالدلیل جزاکم اللہ الجلیل (دلیل کے ساتھ بیان کیجئے اللہ تعالیٰ آپ کو جزا دے۔ ت)

الجواب:

شرع مطہر نے یہ صدقہ صرف چار چیزوں سے مقرر فرمایا ہے: گہو، جو، خرما، زریب۔ ان کے سوا پانچوں کوئی چیز چاول ہو یا دھان یا کپڑا وہ انھی میں ایک کی قیمت کے اعتبار سے جائز ہے ورنہ نہیں،

گیہوں سے نیم صاع واجب ہے یعنی ایک سو پینتیس تولے کہ انگریزی روپیہ سے ایک سو چالیس روپیہ بھر ہوا، اور اسی ۸۰ روپیہ کے سیر سے پونے دو سیر اور پون چھٹانک اور بیسواں حصہ چھٹانک کا، اور جو سے اس کا دونائے گیہوں یا جو کا وہاں کم پیدا ہونا یا غذا میں مستعمل نہ ہونا یا دیہات میں نہ ملنا چاول کو بے لحاظ قیمت صرف صاع یا نیم صاع دے دینے کے قابل نہیں کر سکتا، بلکہ واجب ہے کہ اپنے ضلع میں گیہوں نیم صاع یا جو، ایک صاع کی جو قیمت ہو اُس قدر دام یا اتنے دام کے چاول یا اور چیز ادا کر دیں۔ فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے:

انما تجب من اربعة اشياء من الحنطة و الشعير والتمر والزبيب و ما سواه من الحبوب لا يجوز الا بالقيمة اه ^۱ بالالتقاط	چار اشیاء میں واجب ہے: گندم، جو، کھجور اور زبيب۔ ان کے ماسوا میں قیمت کے علاوہ جائز نہیں اھ اختصاراً (ت)،

منسک متوسط میں ہے:

هذه اربعة انواع لا خامس لها و اما غيرها من انواع الحبوب فلا يجوز الا باعتبار القيمة كالارز والذرة والماش والعدس والحمص وغير ذلك ^۲	یہ چار انواع ہیں ان کی پانچویں نہیں ان کے علاوہ دانوں میں قیمت کے علاوہ کسی کا اعتبار نہیں مثلاً چاول، باجرہ، مسور اور پنپے وغیرہ۔ (ت)

در مختار میں ہے:

ما لم ينص عليه كذرة وخبز يعتبر فيه القيمة ^۳ والله تعالى اعلم۔	جس پر نص نہیں مثلاً باجرہ اور روٹی، ان میں قیمت کا اعتبار ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت) ت

مسئلہ ۱۳۷: ۷ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۱ھ

چرمی فرماید علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ اگر در خانہ کسے مثلاً وہ کس موجود باشند بعض از ان غلام و پسر صغیر و بعض زوجہ خود و پسر کبیر پس صدقہ فطر ہفت کس یا ہشت کس ادا کردہ شود	علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ اگر کسی کے گھر میں دس ۱۰ افراد ہوں بعض ان میں سے غلام، بعض چھوٹے بچے، بعض کے ساتھ بیوی اور بڑے بچے ہوں تو صدقہ فطر

^۱ فتاویٰ ہندیہ الباب الثامن فی صدقۃ الفطر نورانی مکتب خانہ پشاور، ۱۹۲۱-۱۹۱۰

^۲ منسک متوسط متن مسلک متقط مع ارشاد الساری فصل فی الجزاء اللبس والتغطیۃ دار الکتاب العربی بیروت ص ۲۶۳

^۳ در مختار باب صدقۃ الفطر مطبع مجتبائی، دہلی ۱۳۵۱ھ

و صدقہ دو آدمی یا سہ آدمی از غلام و پسر صغیر باشد یا غیر آں داده نہ شود پس صدقہ کسانے کہ ادا کردہ شد شرعاً صحیح و درست خواهد شد یا نہ؟ بینوا بالکتاب توجروایوم الحساب۔	سات افراد کا ہوگا یا آٹھ کا، دو آدمیوں یا تین غلام اور چھوٹے بچوں کا صدقہ نہ دیا ہو، جن اشخاص کا صدقہ دیا ہے وہ شرعاً درست ہوگا یا نہیں؟ کتاب سے جواب دے کر روز حساب اجر پاؤ۔ (ت)

الجواب:

ہر چہ مؤدی از اطفال صغار خود ادا کرد ادا شد کہ وجوب ہم بروت نہ بر اطفال وانچہ از زوجہ و اولاد کبار عاقلین دادا اگر باذن ایشان بود نیز از ایشان ادا شد ورنہ فی رد المحتار عن البحر لودای زکوۃ غیرہ بغیر امرہ فبلغہ فاجاز لم یجز لانہا وجدت نفاذا علی المتصدق لانہا ملکہ ولم یصر نائباً عن غیرہ فنفدت علیہ ولو تصدق عنہ بامرہ جائز ^۱ (لمحضاً) واللہ تعالیٰ سبخنہ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتم واحکم۔	چھوٹے بچوں کی طرف سے جو ادا کیا وہ ادا ہو جائے گا کیونکہ وہ واجب ہی والد پر تھا۔ اور جو بیوی اور بڑی اولاد کی طرف سے ادا کیا اگر ان کا اذن تھا تو بھی ادا ہو جائیگا اور اگر اذن نہ تھا تو صدقہ ادا نہ ہوگا۔ رد المحتار میں بحر سے ہے: اگر کسی نے دوسرے کی طرف سے اس کی اجازت کے بغیر زکوۃ ادا کر دی پھر دوسرے تک خبر پہنچی اور اس نے اسے جائز بھی رکھا تب بھی زکوۃ ادا نہ ہوگی کیونکہ اس کا نفاذ صدقہ کرنے والے پر ہے، کیونکہ وہ زکوۃ اس کی ملکیت ہے اور غیر سے نائب بن نہیں سکتا کہ اس کی اجازت کا نفاذ ہو، ہاں اگر اجازت سے زکوۃ ادا کی ہو تو پھر جائز ہوگا (لمحضاً) واللہ تعالیٰ سبحنہ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتم واحکم۔ (ت)

مسئلہ ۱۳۸: ۲۸ جمادی الاول ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زکوۃ اور صدقہ فطر کا نصاب برابر ہے یا کچھ فرق ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

مقدار نصاب سب کے لیے ہے کچھ فرق نہیں، ہاں زکوۃ میں مال نامی ہونا شرط ہے کہ سونا چاندی، چرائی پر چھوٹے جانور، تجارت کا مال ہے و بس، اور سال گزرنا شرط ہے، صدقہ فطر و قربانی میں یہ کچھ

^۱ رد المحتار کتاب الزکوۃ مصطفیٰ البانی مصر ۱۲/۲

درکار نہیں کیا فی جمیع الكتب (جیسا کہ سب کتابوں میں ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۹: از شہر بریلی محلہ ملوکپور مرسلہ جناب سید محمد علی صاحب نائب ناظر فرید پور رمضان المبارک ۱۳۲۹ھ صدقہ فطر کی مقدار فی کس کیا ہے؟

الجواب:

تین سواکاون روپے بھر جو، یا اُس کے آدھے گیہوں کہ بریلی کی تول سے پونے دو سیر ایک اٹھنی بھر ہوئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم
وعلمہ جل مجدہ اتم احکم۔

مسئلہ ۱۴۰: از کمریٹ روٹی گودام چھاؤنی لکھنؤ مرسلہ مولوی سید باسط احمد ۷ شوال المکرم ۱۳۳۶ھ

(۱) وزن فطرہ بحساب سیر لکھنؤ کتنا دینا چاہئے؟ نصف صاع بوزن سیر لکھنؤ کتنا ہوتا ہے؟

(۲) گز شرعی بہ حساب گز نمبر مروجہ لکھنؤ کس قدر ہے؟

الجواب:

(۱) گیہوں کا صاع دو سو ستر^{۲۷۰} تولے ہے کہ انگریزی روپے سے دو سو اٹھاسی^{۲۸۸} روپے بھر ہوئے۔ نصف صاع کے ایک سو چوالیس^{۳۴} روپے بھر گیہوں۔ لکھنؤ کا سیر اسی^{۸۰} روپے بھر کا ہے تو اس سے دو سیر ہوئے، سیر کا ۵/۱۱ یعنی پونے دو سیر سے چار روپے بھر اوپر، لیکن زیادہ احتیاط یہ ہے کہ جو کے صاع سے گیہوں دے جائیں جو کے صاع میں گیہوں تین سواکاون ۳۵۱ روپے بھر آتے ہیں تو نصف صاع ایک سو پچھتر^{۷۵} روپے آٹھ آنے بھر ہوا، لکھنؤ کا سوادو سیر اٹھنی بھر کم۔

(۲) نمبری گز کہ تین فٹ کا ہے، ہر فٹ بارہ ۱۱۲ انچ، گز شرعی جسے ذراع کہتے ہیں، اس کا نصف یعنی آٹھ گرہ کے برابر ہے کہ وہ چوبیس انگل ہے اور ہر گرہ تین انگل۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۴۱ تا ۱۴۳: از موضع خورد موڈا کخانہ بدوسرائے ضلع بارہ بنکی مرسلہ سید صفدر علی صاحب ۱۱ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین امور ذیل میں:

(۱) زید کی بیوی ہندہ جو مالک نصاب نہیں ہے مع اپنے ایک خور و سال بچے کے اپنے باپ بکر کے یہاں یعنی میکے میں عید الفطر کو قیام رکھتی ہے تو اُس کا اور اس کے لڑکے کا صدقہ کس کو دینا چاہئے، آیا زید کو جو ہندہ کا شوہر ہے یا بکر کو جو ہندہ کا باپ ہے۔

(۲) اگر کوئی مہمان یہاں ۲۸ یا ۲۷ رمضان شریف سے مقیم ہے یا قبل طلوع فجر عید الفطر آیا تو کیا ان مہمانوں کا صدقہ شرعاً میزبان کو ادا کرنا چاہئے یا مہمان اپنا صدقہ خود ادا کریں؟

الجواب:

(۱) خورد سال بجے کا صدقہ فطر اُس کے باپ پر ہے، اور عورت کا نہ باپ پر نہ شوہر پر، صاحبِ نصاب ہوتی تو اس کا صدقہ اسی پر ہوتا ہے۔

(۲) مہمان کا صدقہ میربان پر نہیں، وہ اگر صاحبِ نصاب ہیں اپنا صدقہ آپ دیں۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۴: ۲۸ ربیع الاول شریف ۱۳۳۲ھ

فطرہ رمضان کے نصف صاع آٹے کے عوض میں اگر نصف چاول دے دے تو کیا حکم ہے؟ بینو اتوجروا۔
الجواب: چاول کی قیمت کے اعتبار سے دئے جائیں گے خواہ وزن میں نصف صاع ہوں یا زیادہ یا کم یعنی نصف صاع گندم کی قیمت میں جتنے چاول آئیں اتنے دئے جائیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۱۳۵: (جلد میں سوال نہیں)

الجواب: صاع چار مد ہے اور مد دو رطل، اور رطل بیس استار، اور استار ساڑھے چار مثقال، اور مثقال ساڑھے چار ماشے، اور تولہ بارہ ماشے، اور انگریزی روپیہ سوا گیارہ ماشے، تو صاع دو سو ستر^{۲۷۰} تولے، اور روپیوں سے دو سو اٹھاسی^{۲۸۸} روپے بھر، تو اسی^{۸۰} روپے کے سیر سے ۳ سیر ۹ چھٹانک اور ۵/۳ چھٹانک، یا یوں کہئے کہ ساڑھے تین سیر ڈیڑھ چھٹانک اور ۱۰/۱ چھٹانک۔ اس حساب میں کوئی شک نہیں، اسی تول کے گاہوں دئے جاتے تھے۔

لما فی الفتح یعتبر نصف صاع من بر من حیث الوزن عند ابی حنیفہ۔ ^۱	کیونکہ فتح میں ہے کہ امام ابو حنیفہ کے ہاں وزن کے اعتبار سے نصف صاع گندم کا اعتبار ہے (ت)

رمضان المبارک ۲۷ سے علامہ شامی کی یہ احتیاط زیادہ پسند آئی کہ صاع لیا جائے جو کا، اور اس کے وزن کے گاہوں دئے جائیں، ظاہر ہے کہ جو ہلکا ہے جتنے برتن میں دو سو ستر^{۲۷۰} تولے جو آئیں گے جب وہ گاہوں سے بھر جائے گا تول میں زیادہ چڑھیں گے، اس میں فقیروں کا نفع زیادہ ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

علیٰ هذا الاحوط تقدیرہ بالشعیر ولہذا	اس بنا پر احتیاط اسی میں ہے کہ اس کا تقرر جو

^۱ فتح القدیر، فصل فی مقدار الواجب وقتہ، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر، ۲۲۹/۲

سے ہو، اسی لیے بعض محشین نے حاشیہ زیلیعی للسید محمد امین میر غنی سے نقل کیا، حرم مکی کے مشائخ اور ان سے پہلے ان کے مشائخ نے اسی پر اعتماد کیا اور وہ اسی پر فتویٰ دیا کرتے تھے کہ آٹھ رطل جو کا اعتبار ہوگا، اور شاید انھوں نے یہ اس لیے کیا تاکہ واجب کی ادائیگی بالیقین ہو جائے اور اس لیے بھی کہ مبسوط سرخسی میں ہے کہ عبادات کے معاملے میں احتیاط پر عمل واجب ہوتا ہے اہ جب صاع کا تقریروں ہو اتواب مسور اور گندم کے آٹھ رطل کی گنجائش بھی ہوگی اور یہ اس سے بہر صورت بڑھ جائیں گے بخلاف عکس کے۔ اسی لیے صاع کا تقریر جو کے ساتھ کرنا حوط ہے اہ الخ^۱ (ت)	نقل بعض المحشّین عن حاشیة الزیلعی للسیّد محمد امین میر غنی، ان الذی علیہ مشائخنا بالحرم الشریف المکی ومن قبلهم من مشائخهم وبہ كانوا یفتون تقدیرہ بشائیة ارطال من الشعیر ولعل ذلك لیحتاطوا فی الخروج عن الواجب بیقین لما فی مبسوط السرخسی من ان الاخذ بالاحتیاط فی باب العبادات واجب اہ فاذا قدر بذلك یسع ثمائیة ارطال من العدس ومن الحنطة ویزید علیہا البتة بخلاف العکس فلذا کان تقدیر الصاع بالشعیر احوط اہ الخ^۱

اس بنا پر بنظر احتیاط زیادت نفع فقراء نے ۲۷ ماہ مبارک ۱۳۲۷ھ کو ایک سو چوالیس روپیہ بھر جو وزن کئے کہ نصف صاع ہوئے اور انھیں ایک پیالے میں بھرا حسن اتفاق کہ تام چینی کا ایک بڑا کاسہ گویا اسی پیمانہ کا ناپ کر بنایا گیا تھا وہ جو اس میں پوری سطح مستوی تک آگئے من دون تکویم ولا تقعیر (بغیر ابھار اور گہرائی کے۔ ت) تو وہی کاسہ نصف صاع شعیری ہوا، پھر میں نے اسی کاسہ میں گےہوں بھر کر تولے تو بریلی کے سیر سے (۔۔۔۱۰) تار اور ایک اٹھنی بھر ہوئے یعنی ایک سو پچھتر روپے آٹھ آنہ بھر، تو یہ وزن گندم ہوا، اور اس کا دو چنڈا ۳۵ روپیہ بھر وزن جو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۶: از ریاست کشمیر ضلع میر پور ڈاک خانہ نوشہرہ موضع پھڈہ مرسلہ مولوی محمد عبداللہ صاحب ۴ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ در مختار میں صاع ۱۰۴۰ درہم لکھا ہے اور اکثر کتب میں من ۱۸۰ مثقال کا ہے وبقول معروف کل عشرة دراهم سبعة مثاقیل (معروف قول کے مطابق ہر دس درہم کا وزن سات مثقال ہونا چاہئے۔ ت) ایک من ۱۸۲ مثقال کا ہوتا ہے تو صاع میں آٹھ مثقال زیادہ آئے، اور ایسے ہی شیخ دہلوی نے شرح سفر السعادة و شرح مشکوٰۃ میں وزن صاع لکھا ہے قاعدہ مذکور سے پورا موافق

^۱ ردالمحتار، باب صدقۃ الفطر، مصطفیٰ البابی م۔ ص ۸۴/۲

نہیں آتا ہے، یہ تحقیق و تدقیق فرما کر جلد عنایت کیجئے۔

الجواب:

صاع چار من چالیس استار اور استار ساڑھے چار مثقال ساڑھے چار ماشے اور ماشہ آٹھ رتی، اور رتی آٹھ چاول، اور بارہ ماشے کا ایک تولہ، تو صاع دوسو ستر تولے ہے اور انگریزی روپیہ رائج سے کہ روپیہ سوا گیارہ ماشے کا ہے، صاع دوسو اٹھاسی روپیہ بھر، اور من ایک سو اسی مثقال یعنی سڑھ تولے چھ ماشے، یعنی بہتر روپیہ بھر۔ یہ وزن محقق ہے جس میں اصلاً شبہ نہیں، غرر الافکار شرح درر البحار میں ہے:

الصاع أربعة امداد والمد رطلان والرطل نصف من والمن بالاستار أربعون والاستار بالمثقال أربعة ونصف اه ¹ مختصراً۔	صاع چار مد کا ہوتا ہے، اور مد دو رطل کا، رطل نصف من کا، من چالیس استار کا، اور استار ساڑھے چار مثقال کا ہوتا ہے اه اختصاراً (ت)

کشف الغطاء میں ہے:

بدانکہ معتبر نزد ماعراقی و آن ہشت رطل ست ورطل بست استار و استار چار و نیم مثقال و مثقال بست قیراط یک حبه و چہار خمس حبه و حبه کہ آنرا بفارسی سُرخ گویند ہشتم حصہ ماشہ است پس مثقال چہار و نیم ماشہ باشد۔ ²	واضح رہے کہ ہمارے نزدیک معتبر عراقی (صاع) ہے اور وہ آٹھ رطل کا ہوتا ہے، ایک رطل بیس ^{۲۰} استار اور استار ساڑھے چار مثقال، مثقال بیس ^{۲۰} قیراط ایک حبه اور چہار خمس حبه ہے۔ حبه جسے فارسی میں "سرخ" کہتے ہیں ماشہ کا آٹھواں حصہ ہوتا ہے، پس مثقال ساڑھے چار ماشہ ہوا۔ (ت)

حضرت شیخ محقق دہلوی قدس سرہ القوی کا بیان اصلاً اس سے مخالف نہیں، مثقالوں کا یہی حساب رکھا ہے کہ سات سو بیس ۷۲۰ مثقال کا صاع اکبری و جہانگیری سیروں سے اس کا اندازہ بتایا ہے، اکبری سیر تیس^{۳۰} استار کا تھا اور صاع ایک سو ساٹھ استار، تو صاع ۱۶۰ ÷ ۳۰ = ۵-۳/۱ سیر اکبری ہوا، اور سیر جہانگیری ۱۶۰ ÷ ۳۶ = ۴-۴/۹ سیر جہانگیری ہوا۔ شرح صراط مستقیم فصل زکوٰۃ فطر میں فرماتے ہیں:

صاع عراقی ہشت رطل و صاع حجازی پنج رطل و ثلث رطل	عراقی صاع آٹھ رطل اور حجازی پانچ رطل اور ثلث رطل

¹ رد المحتار، بحوالہ شرح درر البحار، باب صدقۃ الفطر، مصطفیٰ البابی مصر، ۸۳/۲

² کشف الغطاء، فصل در احکام دعا و صدقہ و نحو ان اعمال خیر برائے میت مطبع احمدی، دہلی ص ۶۸

ہے۔ امام شافعی کے نزدیک صاع حجازی واجب ہے اور ہمارے نزدیک صاع عراقی، جو دو من کا ہوتا ہے، اور من چار استار، اور استار ساڑھے چار مثقال ہے، لہذا من ایک سو اسی مثقال ہو جیسا کہ شارح وقایہ نے کہا، اور دوسری کتب سے بھی اسی طرح معلوم ہوتا ہے، جب ہم اس کا حساب اپنے شہروں کے وزن کے اعتبار سے کرتے ہیں تو نصف صاع اکبری سیروں کے مطابق ۲-۲/۱ سیر ۱۵ استار ہوگا اور جہانگیری (اللہ تعالیٰ اس کے ملک و سلطنت کی حفاظت کرے) سیروں کے مطابق ۲-۴/۱ سیر اور ایک استار کم بن جاتا ہے یہ اس حساب سے کہ صاع ۷۲۰ مثقال ہو اور اگر صاع ۴ من، اور من ۱۴۰ استار اور استار ۴-۴/۱ مثقال ہو تو ہر من ۱۸۰ مثقال ہوگا، جب استار ۴-۲/۱ مثقال ہے تو لازم آیا کہ نصف صاع، ۸۰ استار، اور ۱۸۰ استار ۲-۲/۱ سیر اور ۱۵ استار قدیم وزن ہو، اور ۴-۲/۱ سیر ایک استار کم موجودہ وزن ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)	وواجب نزد شافعی صاع حجازی ست و نزد ما نصف صاع عراقی و آن دو من ست و من چار استار و استار چہار و نیم مثقال۔ پس من صد و ہشتاد مثقال بود کذا قال شارح الوقایہ و از کتب دیگر نیز ہمچنین معلوم می گردد و چون این حساب را بوزن دیار خود کار فرمایم نصف صاع بوزن اکبر شاهی کہ سیرے سی سیر شاهی بود دو و نیم سیری می شود و پنج سیر شاهی، و بوزن حال جہانگیری شاهی ابد اللہ ملکہ و سلطنتہ کہ سیرے سی و شش سیر شاهی بود دو سیر یک پاؤمی شود بیک سیر شاهی کم، بایں حساب کہ صاع ہفت صد و بیست مثقال ست از آنکہ صاع چہار من ست و من چہل استار و استار چہار و نیم مثقال، پس ہر من صد و ہشتاد مثقال ست لازم آید کہ نصف صاع ہشتاد شیر شاهی باشد و ہشتاد سیر شاهی دو و نیم سیر و سیر و پنج سیر شاهی بود بوزن قدیم و دو سیر و یک سیر شاهی کم بوزن حال۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۱۱۱

سیر شاهی اور پیسہ اور استار ایک ہی وزن ہے یعنی ساڑھے چار مثقال کہ سو اسی ماشے ہوئے، اور وزن قدیم سے مراد اکبری اور حال سے جہانگیری۔ صدر باب طہارت میں بھی یہی حساب افادہ فرمایا ہے۔ اتنا ہے کہ وہاں مد عراقی و مد حجازی دونوں کا سیروں سے اندازہ کیا اور بعض جگہ تہائی پیسہ کی کسر کو کہ ڈیڑھ ماشہ ہوئی مسالہ ترک فرمادیا ہے حیث قال صاع چہار مد ست و مد بقولے دور طل ست (یہاں انھوں نے کہا کہ صاع چار مد ہے اور مد دور طل کا ہوتا ہے۔ ت) (یہ قول ہمارے ائمہ کا ہے کہ صاع کو آٹھ رطل لیتے ہیں)

۱ شرح سفر السعاده، فصل در زکوٰۃ فطر، مکتبۃ نوریہ رضویہ سکھر، ص ۸۷-۲۸۶

ظاہر احادیث کی دلالت بھی اسی پر ہے کیونکہ بعض احادیث وضو میں ہے کہ اس کے لیے ایک مد کافی ہے، اور بعض احادیث میں دور طل کا تذکرہ ہے، ان میں تطبیق یوں ہے کہ دونوں کا مصداق ایک ہی ہے۔ ایک قول کے مطابق رطل اور ثلث عراقی ہے (ت)

(یہ قول شافعیہ ہے کہ صاع ۵-۳۱/۱ رطل ÷ ۴ = ۳۱/۱-۱ رطل)
اور رطل بیس ۱۲۰ استار اور استار ۴-۲/۱ مثقال جو کہ ایک پیسہ کا وزن ہے، اس حساب سے بناتے ہیں تاکہ واضح ہو جائے۔ معلوم ہونا چاہئے کہ مد پہلے (حنفی) قول پر ایک من ہے، اور شرعی من چالیس ۴۰ استار ہے، یہ اکبری وزن ہے جس میں سیر، تیس ۳۰ پیسہ برابر ہے تو مد ایک سیر اور سیر کا ثلث ہوا۔ جہانگیر بادشاہ اللہ تعالیٰ اس کے ملک و سلطنت کو ہمیشہ پسندیدہ فرمائے، کہ اس کا سیر چھتیس ۳۶ پیسہ، تو مد ایک سیر اور چار پیسہ برابر ہوا، پس صاع عراقی جو چار مد ہے پانچ سیر اور ایک سیر کا ثلث، اکبری حساب سے ہوا۔ اور جہانگیری حساب سے چار سیر اور دو پیسہ کم آدھ سیر ہوا۔ اور دوسرے قول (شافعی) کے مطابق مد، ایک اکبری سیر اور تین پیسہ سے قدرے کم، یعنی ۳-۳۱/۱ پیسہ کم ۲۶-۳/۲ پیسہ ہوا۔ اور جہانگیری حساب سے تین پاؤں سے کم یعنی پیسے کا تہائی حصہ کم جو کہ تین پاؤں ۲۷ پیسہ ہے۔ اور صاع حجازی، اکبری حساب سے ۳-۲/۱ سیر ایک پیسہ کم (بلکہ ۱-۳۱/۱ پیسہ کم) تین سیر جہانگیری ۸۰ پیسہ (ہے)

ودلالت ظاہر احادیث ہم برین است چہ در بعض احادیث وضو بعد واقع شدہ و در بعضہ بدور طل و تطبیق در اں است کہ مصداق ہر دو یکے باشد بقولے مدر طل و ثلث رطل عراقی ست۔
(یہ قول شافعیہ ہے کہ صاع ۵-۳۱/۱ رطل ÷ ۴ = ۳۱/۱ رطل)
ورطل بست استار چہار و نیم مثقال کہ وزن یک پیسہ است و ایں حساب ابہامے دارد و ما آنرا بوزن ایں دیار فردا یم تا واضح گردد بدانکہ مد بقول اول (حنفی) یک من شرعی ست و من شرعی چہل استار و آں بوزن جہانگیر شاہی ابد اللہ فی مراضیہ ملکہ و سلطنتہ کہ سیرے سی و شش پیسہ است یک سیر و چہار پیسہ پس صاع (یعنی عراقی) کہ چہار مد ست پنج سیر و ثلث سیر اکبری باشد و بوزن جہانگیری چہار سیر و نیم سیر دو پیسہ کم و مد بقول ثانی (شافعی) یک سیر اکبری سہ پیسہ و چیزے کم (یعنی ۳-۳۱/۱ پیسہ کم ۲۶-۳/۲ پیسہ ہوا) و سہ ربع سیر جہانگیری چیزے کم (یعنی ثلث پیسہ کم کہ جہانگیری تین پاؤں ۲ پیسہ ہے) و صاع (یعنی حجازی) بوزن اکبری سہ و نیم سیر و دو پیسہ (یعنی تہائی پیسہ کم کہ ساڑھے تین سیر اکبری اور دو پیسے کے ۱۰۷ پیسے ہوئے اور صاع حجازی ۱۰۶-۳/۲ پیسہ) و بوزن جہانگیری سہ سیر یک پیسہ کم^۱ (بلکہ ۱-۳۱/۱ پیسہ کم کہ

^۱ شرح سفر السعاده، فصل در طہارت الخ، مکتبہ نوریہ رضویہ کھر، ص ۳۰

تین سیر جہانگیری ۱۰۸ پیسہ ہے) انتھی مزیداً ماہین	عبارت ختم ہوئی اور قوسین میں اضافہ میری طرف سے ہے۔ (ت)

البتہ اشعة الملعات مطبع مصطفائی محمد حسین خاں باب الغسل میں سیر جہانگیری سے صاع عراقی کا حساب ظاہراً خطا سے کاتب سے غلط ہو گیا ہے حیث قال صاع بوزن اکبر شاهی کہ سیرے سی سیر شاهی بود پنج سیر و وہ سیر شاهی مے شود (اکبر شاهی کے حساب سے کہ ایک سیر تیس استار کا ہے، صاع ۵ سیر ہوا اور دس استار ہے۔ ت) (یہ صحیح ہے اور حساب اول کے مطابق کہ دس ۱۰ سیر شاهی ثلث پیسہ اکبری ہے کمال بختی جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت)

و بوزن حال جہانگیری ابد اللہ ملکہ و سلطنتہ کہ سیرے سی و شش سیر شاهی ست چہار سیر و یک پاؤمی شود بیک سیر شاهی کم۔ ^۱	اور جہانگیری حساب سے جس میں ایک سیر ۳۶ استار کا ہے، عراقی صاع چار سیر ایک پاؤ اور ایک سیر کم ہے۔ (ت)

(یہ غلط ہے کہ صاع ۱۶۰ پیسہ ہے اور سوا چار سیر جہانگیری ایک پیسہ کم کے ۱۵۲ پیسے ہوئے آٹھ پیسے کا فرق ہے صحیح وہی ہے جو اوپر گزرا کہ ساڑھے چار سیر جہانگیری ہے دو پیسے کم)

مسئلہ ۱۳۹۲۳: از یہاں پورہ مکسر اسٹیٹ مسئلہ مرتضیٰ خاں پی سارجنٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس آفس ۷ اذی الحجہ ۱۳۳۹ھ (۱) کیا فرماتے ہیں عید الفطر کے خطبہ میں فطرہ فی کس ایک سیر ساڑھے گیارہ آنے بھر مبلغ ایک سو پانچ روپیہ بھر کے حساب سے دینا بتایا، کیا یہ صحیح ہے؟

(۲) صاع کتنے سیر کا، سیر کتنے روپیہ بھر، روپیہ کتنے ماشے کا، اور کون روپیہ شرع سے، اس میں کیا حکم ہے؟
(۳) خطبہ علمی میں نصف صاع یعنی دو سیر جس کا وزن بریلی کے سیر سے ایک سیر نو چھٹانک سے کچھ بتایا کیا یہ صحیح ہے؟ رائج الوقت سیر سے فطرہ فی کس کتنا دینا چاہئے؟

الجواب:

(۱) خالد کا یہ قول محض غلط ہے گیہوں صدقۃ الفطر ایک سو چوالیس ماللہ للہ روپیہ بھر ہے اور زیادہ احتیاطاً ٹھنی اوپر ایک سو پچھتر مل بھر روپے بھر، کما بینناہ فی فتاؤنا (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاویٰ میں اسے بیان

^۱ اشعة الملعات باب الغسل فصل ثانی مکتبہ نوریہ رضویہ سکر ۱/۲۳۳

کیا ہے۔ ت) ایک سو پانچ روپے ساڑھے گیارہ آنے بھر سے کسی طرح صدقہ ادا نہیں ہو سکتا۔
 (۲) سیر مختلف ہوتے ہیں، صاع کا حساب ہر جگہ کے سیر سے بدلے گا، صاع اس انگریزی روپیہ رائج الوقت سے دو سو اٹھاسی روپے بھر ہے، اور تولوں سے دو سو ستر تولے۔ یہ روپیہ سوا گیارہ ماشہ بھر ہے۔
 (۳) گیہوں کا فطرہ انگریزی روپے سے ایک سو چوالیس روپے بھر ہے جو بریلی کے سیر سے کہ سو روپیہ بھر کا ہے چھٹانک کم ڈیڑھ سیر ہوا سیر کا پانچواں حصہ کم۔ حساب صحیح و منقح یہ ہے، زیادہ احتیاط وہ ہے جو اوپر گزری کہ گیہوں بریلی کے سیر سے پونے دو سیر دیں اٹھنی بھراو پر، اور اسی^{۸۰} کے سیر سے تین چھٹانک دو سیر دس اٹھنی بھراو پر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سوال کسے جائز ہے کسے ناجائز

مسئلہ ۱۵۰: از مولوی محمد اسماعیل محمود آبادی ۷ ربیع الآخر ۱۳۳۲ھ

اس ملک میں رواج ہے کہ بعد نماز قبل فاتحہ اخیرہ کے ایک شخص اٹھ کر مسافروں مسکینوں کے واسطے مسجد کے اندر مقتدیوں میں چندہ کرتا ہے، بعد ہو جانے کے فاتحہ پڑھی جاتی ہے بعدہ جو کچھ رقم بذریعہ چندہ جمع ہوتی ہے اس کو مسافروں اور مسکینوں میں تقسیم کر دیتے ہیں، آیا یہ امر اس طرح مسجد کے اندر جائز ہے؟

الجواب:

جائز ہے جبکہ وہ چندہ کرنے والا خود اسمیں سے نہ لیتا ہو، بلکہ مسجد میں مسکین کے لیے اس طرح چندہ کرنا خود سنت سے ثابت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۵۱: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر لوگ جو صحیح و سالم جوان تندرست ہیں مگر بوجہ آرام طلبی کے طلب معاش کی محنت سے جی پُچرا کر سوال کو کہ بظاہر آسان ہے پیشہ اپنا مقرر کیا ہے، چنانچہ بعض نے تو چند کتابیں فارسی اردو وغیرہ کی دیکھ کر وعظ گوئی اختیار کی ہے اور دوسرے وطنوں میں جا کر اسی کے ذریعہ سے سوال کرتے ہیں اور بعض مشائخین کی شکل بنا کر کماتے ہیں اور بعض مسافریں کر مسجدوں میں ٹھہرتے ہیں اور اقسام اقسام کی حاجتیں ظاہر کر کے سوال کرتے ہیں اور بہ سبب کثرت اور رواج اس قسم کے لوگوں کی جو کوئی محتاج سچی حالت والا مسکین اور مسافر مصیبت زدہ ہوتا ہے، اس کی تصدیق اور شناخت بھی کم ہوتی ہے، علاوہ سوال کرنے کے یہ بھی ہوتا ہے کہ جس شہر یا محلہ میں پہنچے ہیں وہاں کے باشندوں سے وہاں کے لوگوں کا حال معلوم کر کے جس کسی کو اہل شہر یا محلہ سے ذی وجاہت معلوم کرتے ہیں اس کو جاگھیرتے ہیں

اور کہتے ہیں کہ ہمارے واسطے تم اپنے محلّہ یا شہر سے آگاہ کرو اور بعض لوگ ان کی باتوں میں آکر ان کی طرف سے لوگوں سے مانگ مانگ کر ان کے واسطے کچھ فراہم کر دیتے ہیں، ایسا شخص جو ایسے لوگوں کے واسطے کوشش کر کے کچھ دلوادے تو بمقتضائے اس حدیث شریف کے الدال علی الخیر کفّاعلہ^۱ (بھلائی پر رہنمائی کرنے والا اسے بجالانے والے کی طرح ہوتا ہے۔ ت) ثواب پائے گا اور یہ فعل اس کا موجب اجر ہو گا یا بحکم وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ^۲ (گناہ اور زیادتی پر تعاون نہ کرو۔ ت) کے سوال حرام کے معاونت کا مرتکب ہو گا اور ایسے لوگوں کو دینے والا بھی ثواب پائے گا یا نہیں یا گنہگار ہو گا۔ بینوا تو جروا

الجواب:

بے ضرورت شرعی سوال کرنا حرام ہے، اور جن لوگوں نے باوجود قدرت کسب بلا ضرورت سوال کرنا اپنا پیشہ کر لیا ہے وہ جو کچھ اس سے جمع کرتے ہیں سب ناپاک و خبیث ہے اور ان کا یہ حال جان کر ان کے سوال پر کچھ دینا داخل ثواب نہیں بلکہ ناجائز و گناہ، اور گناہ میں مدد کرنا ہے۔ اور جب انھیں دینا ناجائز تو دلانے والا بھی دال علی الخیر نہیں بلکہ دال علی الشر ہے۔ اس مسئلہ کی تفصیل فقیر غفر اللہ تعالیٰ نے اپنے مجموعہ فتاویٰ میں ذکر کی، لیکن اگر بے سوال کوئی کچھ دے جیسے لوگ علماء و مشائخ کی خدمت کرتے ہیں تو اس کے لیے میں کوئی حرج نہیں بلکہ نیت نیک ہو تو دینے اور لینے والے دونوں داخل ثواب ہیں خصوصاً جبکہ لینے والا حاجت رکھتا ہو، سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو کچھ عطا بھیجی انھوں نے واپس حاضر کی کہ حضور نے ہمیں حکم دیا تھا کہ کسی سے کچھ نہ لینے میں بھلائی ہے، فرمایا یہ بحالت سوال ہے اور جو بے سوال آئے وہ تو ایک رزق ہے کہ مولیٰ تعالیٰ نے تجھے بھیجا، امیر المومنین نے عرض کی واللہ اب کسی سے کچھ سوال نہ کروں گا اور بے سوال جو چیز آئے گی لے لوں گا،^۳

اسے موطا میں امام مالک نے روایت کیا ہے اور اصل

رواہ مالک فی الموطا اصل الحدیث

^۱ المعجم الکبیر مروی از ابو مسعود الانصاری المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۲۸/۱-۲۷

^۲ القرآن ۲/۵

^۳ صحیح البخاری باب من اعطاه اللہ شیئاً من غیر مسئلۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۹۹۱، صحیح مسلم باب جواز الاخذ بغیر سوال الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱

۳۳۴/ مسند احمد بن حنبل مروی از عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ دار الفکر بیروت ۱/۱، ۴۰، مصنف ابن ابی شیبہ کتاب البیوع والاقتضیہ حدیث

۵۵۲/۶ ادارہ علوم القرآن والعلوم الاسلامیہ ۵۵۲/۶

عند الشيخين من حديث ابن عمر رضي الله تعالى عنهما وفي الباب عن ام المؤمنين الصديقة عند احمد والبيهقي وعن واصل بن الخطاب عند ابى يعلى وعن خالد بن عدى الجهنى عند احمد وابى يعلى والطبرانى وابن حبان والحاكم عن ابى هريرة رضي الله تعالى عنه عند الامام احمد وعن عائذ بن عمر رضي الله تعالى عنهم عند احمد والطبرانى والبيهقي وهذا كلها احاديث قوية باسناد جيد-	حديث بخارى ومسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے، اور اس بارے میں امام احمد اور بیہقی نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے، ابویعلیٰ نے حضرت واصل بن خطاب سے، امام احمد، ابویعلیٰ، طبرانی، ابن حبان اور حاکم نے حضرت خالد بن عدی الجہنی سے، امام احمد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، امام احمد، طبرانی اور بیہقی نے حضرت عائذ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا ہے، اور یہ تمام احادیث جید اسناد کی وجہ سے قوی ہیں۔ (ت)

حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ما المعطى من سعة بافضل من الاخذ اذا كان محتاجاً¹ رواه الطبرانى فى الكبير عن ابن عمر رضى الله تعالى عنهما وشاهده عندہ فى الاوسط كابن حبان فى الضعفاء من حديث انس رضى الله تعالى عنه- والله تعالى اعلم-	تو نگری سے دینے والا کچھ لینے والے سے افضل نہیں جبکہ وہ حاجت رکھتا ہو (اسے طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا اور اوسط میں ان کے ہاں اس کا شاہد بھی ہے جیسا کہ ابن حبان نے الضعفاء میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث روایت کی ہے۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۵۲: از پکھیرا محلہ نورالحلیم شاہ شریف آباد رائے پور ضلع مظفر پور مرسلہ شریف الرحمن صاحب ۳ شعبان ۱۳۳۶ھ زید مالدار چھ سات ہزار روپے یا کچھ کم و بیش کی زمین رکھتا ہے اور اس کو پانچ چھ سو روپیہ قرض ہے آیا وہ زمین بیچ کر ادا کرے یا بھیک مانگ کر، شرعاً اس کو اس غرض سے بھیک مانگنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

اگر اس کا ذریعہ رزق اس زمین کے سوا کچھ نہیں، نہ وہ کسی کسب پر قادر ہے نہ اس زمین کا کوئی حصہ

¹ المعجم الکبیر مروی از عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۱۲/۲۲۳

جدا کر کے باقی لائق کفایت بچے یا کوئی حصہ لینے پر راضی نہ ہو، غرض یہ کہ سوائے سوال جمیع اسباب بند ہوں تو بحکم ضرورت بقدر ضرورت سوال حلال، ورنہ حرام،

فان الضرورة تبیع المحظورات وما كان لضرورة	ضرورت ممنوعات کو مباح کر دیتی ہے اور ضرورت کے پیش نظر اتنی ہی مقدار جائز ہوگی (ت) واللہ تعالیٰ اعلم

صدقات نفل کا بیان

مسئلہ ۱۵۳: از سرکار مارہرہ مطہرہ از درگاہ مسکین پناہ مسئولہ حضرت سید شاہ حامد حسین میاں صاحب قبلہ دامت برکاتہم ۱۰ شعبان ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک صاحب بغرض ثواب اپنے جائز روپے سے ماہواری یا سالانہ کھانا پکوا کر فاتحہ حضور پُر نور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا کرتے ہیں اور کھانا مساکین و غیر مساکین کو کھلا دیتے ہیں یا تقسیم کر دیتے ہیں ایک طالب علم خفی قادری سنی سید کہ جس کی تعلیم دینی بوجہ نہ استطاعت ہونے کے اُس کے ولی کے غیر مکمل رہی جاتی ہو اور علوم دینی حاصل نہ کرنے کی وجہ سے اُس طالب علم آلِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بد عقیدہ ہو جانے کا اندیشہ ہو اس صورت میں اگر وہ روپیہ کو جو فاتحہ میں صرف کیا جاتا ہے اگر اس طالب علم کے تعلیم دینی میں بہ نیت ثواب فاتحہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صرف کر دیا جائے تو بدل اُس فاتحہ سالانہ یا ماہواری کا ہو کر باعثِ خوشنودی سرِ دارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوگا یا نہیں اور ثواب میں کمی تو نہ ہوگی؟

الجواب:

یہ اُس کا نعم البدل ہوگا اور ثواب میں کمی کیا معنی، اُس سے ستر گنا ثواب کی زیادہ اُمید ہے بطور مذکور کھانا پکا کر کھلانے یا باٹنے میں ایک کے دس ہیں۔

قال اللہ تعالیٰ مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ امِّثَالِهَا ^۱	اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے جو نیکی بجالاتا ہے اس کے لئے اس کی دس مثل ہیں۔ (ت)

اور طالب علم دین کی اعانت میں کم سے کم ایک کے سات سو۔

قال اللہ تعالیٰ مَثَلُ الَّذِي يَتَّقِ اللَّهَ يَتَّقِ اللَّهَ مَثَلُ الْقَائِمِ عَلَى حُدُودِ اللَّهِ	اللہ تعالیٰ کا فرمان عالی ہے: انکی کہادت جو اپنے

^۱ القرآن ۱۶/۶

فی سبیل اللہ کسکل حبۃ اُتبت سب سائل فی کلّ سُئلۃ ماء حبۃ واللہ یضعف لمن یشاء واللہ واسع علیہم¹	مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اُس دانہ کی طرح جس نے اگائیں سات بالیاں، ہر بالی میں سودانے، اور اللہ اس سے بھی زیادہ بڑھائے جس کے لیے چاہے، اور اللہ وسعت والا علم والا (ت) ہے۔

در مختار میں ہے:

فی سبیل اللہ سے مراد وہ غازی ہیں جن کے پاس خرچہ واسلحہ نہ ہو، بعض نے کہا حاجی، اور بعض نے کہا اس سے خصوصاً طلبہ علم مراد ہیں (ت)	فی سبیل اللہ هو منقطع الغزاة وقیل الحاج وقیل طلبة العلم خصوصاً²

جبکہ اس میں حفظ ہدایت ہو، صحیح حدیث ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لان یرہدی اللہ بک رجلا خیر لک مما طلعت علیک شمس و غربت³ واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجده اتم واحکم۔	تیری وجہ سے کسی ایک کا ہدایت پا جانا ہر اس شئی سے بہتر ہے جس پر طلوع آفتاب ہو۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجده اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۵۴: ازراپور چاہ شومرسلہ مولوی عبدالصمد صاحب ۱۸ محرم ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ جو لوگ تندرست و توانگر کھاتے پیتے ہیں انھوں نے اپنا پیشہ
گدائی اور فقیری اور محتاجی کا مقرر کیا ہے اور در بدر شہر بہ شہر بھیک مانگتے سوال کرتے پھرتے ہیں اور ہر گز محنت مزدوری نہیں
کرتے اگرچہ مالدار آسودہ حال ہیں ایسے لوگوں کو بھیک مانگنا اور سوال کرنا حلال ہے یا حرام؟ اور اگر حرام ہے تو دینا بھی بوجہ
اعانت علی الحرۃ، حرام اور ممنوع ہے یا نہیں، جبکہ مسجد میں سوال اور اس عطا کو کتب فقہ میں حرام و مکروہ فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ
در مختار میں مرقوم ہے: ویحرم فیہ السؤال ویکرہ الاعطاء⁴ (مسجد میں مانگنا حرام اور دینا مکروہ ہے۔ ت)
بینوا بالکتاب و توجروا بیوم الحساب (کتاب سے بیان کرو اور یوم حساب اجر پاؤ۔ ت)

¹ القرآن ۲/۲۶۱

² در مختار باب المصرف مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۰۱ھ

³ الجامع الصغیر مع فیض التقدر حدیث ۲۱۹ دار المعرفۃ بیروت ۲۵۹/۵، اتحاف السادة المتقین بیان ترک الطاعات خوفاً من الرباء دار الفکر بیروت

۳۲۰/۸

⁴ در مختار باب ما یفسد الصلوۃ الخ مطبع مجتبائی دہلی ۹۳/۱

الجواب:

جو اپنی ضروریات شرعیہ کے لائق مال رکھتا ہے یا اس کے کسب پر قادر ہے اُسے سوال حرام ہے اور جو اس مال سے آگاہ ہو اُسے دینا حرام، اور لینے اور دینے والوں کو گنہگار و مبتلائے آثام۔ صحاح میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا تحل الصدقة لغنی ولذی مرة سوی۔ ¹ رواہ الائمة احمد والدارمی والاربعة عن ابی ہریرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔	صدقہ حلال نہیں ہے کسی غنی کے لیے، نہ کسی تندرست کے لیے (اسے امام احمد، دارمی اور چاروں ائمہ نے حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت)

نیز صحاح میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من سأل الناس وله ما یغنیہ جاء یوم القیامة ومسئلته فی وجهه خبوش۔ ² رواہ الدارمی والا ربعة عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔	جو لوگوں سے سوال کرے اور اس کے پاس وہ شے ہو جو اُسے بے نیاز کرتی ہو روزِ قیامت اس حال پر آئیگا کہ اُس کا وہ سوال اس کے چہرہ پر خراش و زخم ہو (اسے دارمی اور چاروں ائمہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت)

نیز فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

من سأل الناس اموالهم تکثر افانما یسأل جبر جہنم فلیستقل منه او یستکثر۔ ³ رواہ احمد و مسلم وابن ماجہ عن	جو اپنا مال، بڑھانے کے لیے لوگوں سے اُن کے مال کا سوال کرتا ہے وہ جہنم کی آگ کا ٹکڑا مانگتا ہے، اب چاہے تھوڑی لے یا بہت۔ (اسے امام احمد،

¹ سنن الدارمی نمبر ۱۵ باب من تحل له الصدقة نشر السنہ ملتان ۳۲۵/۱، جامع الترمذی ابواب الزکوٰۃ مین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۸۳/۱

² جامع سنن الدارمی نمبر ۱۵ باب من تحل له الصدقة نشر السنہ ملتان ۳۲۵/۱، جامع الترمذی ابواب الزکوٰۃ مین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۸۲/۱

³ مسند احمد بن حنبل مروی از ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ دار الفکر بیروت ۲/۲۳۱، صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۳۳۳/۱، سنن ابن ماجہ باب من سأل عن ظہر غنی ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۳۳

ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔	مسلم اور ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

نیز فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

من سأل من غیر فقر فانما یا کل الجبر۔ ^۱ رواہ احمد وابن خزیمہ وایضاً فی المختارۃ عن حبشی بن جنادۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند صحیح۔	جو بے حاجت و ضرورت شرعیہ سوال کرے وہ جہنم کی آگ کھاتا ہے (اسے امام احمد اور ابن خزیمہ نے روایت کیا ہے اور المختارہ میں حضرت حبشی بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ مروی ہے۔ ت)

تنویر الابصار ودر مختار میں ہے:

لا یحل ان یسئل من له قوت یومہ بالفعل او بالقوة کالصحیح المکتسب ویا ثم معطیه ان علم بحالہ لا عانتہ علی المحرم اھ۔ ^۲ وتام الکلام فی هذا المقام مع دفع الاوهام فی فتاونا وقد ذکرنا شیاً منہ فیما علقنا علی رد المحتار واللہ تعالیٰ یقول جل مجدہ وَلَا تَعَاوُزُوا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ، واللہ تعالیٰ اعلم۔	جس شخص کے پاس عملاً ایک دن کی روزی موجود ہو یا وہ روزی کمانے کی صحیح طاقت رکھتا ہو (یعنی وہ تندرست و توانا ہو تو) اس کے لیے روزی کا سوال جائز نہیں، اس کے حال سے آگاہ شخص اگر اسے کچھ دے گا تو وہ گنہ گار ہوگا کیونکہ وہ حرام پر اس کی مدد کر رہا ہے (ت) اور اس پر ایسی تفصیلی گفتگو جس سے تمام اوہام کا رد ہو جائے ہم نے اپنے فتاویٰ میں کی ہے اور اس میں کچھ رد المختار کے حاشیہ میں بھی ذکر کی ہے اور اللہ تعالیٰ سبحانہ کا مبارک فرمان ہے: گناہ اور زیادتی پر مدد نہ کرو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۵۵: مرسلہ مظفر علی ساکن قصبہ شاہ آباد ضلع ہر دوئی محلہ سید باڑہ ۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۰ھ میلاد شریف اور گیارہویں شریف اور فاتحہ اولیاء اللہ کی شیرینی کھانا اور شربت محرم کا پینا درست ہے یا نہیں اور ان کا حرام جاننے والا اور مثل زکوٰۃ کے مال کے، بجز مساکین اور سب کے واسطے، حرام قطعی بتانے والا

^۱ مند احمد بن حنبل حدیث حبشی بن جنادۃ السلولی رضی اللہ عنہ دار الفکر بیروت ۱۶۵/۴، صحیح ابن خزیمہ نمبر ۴۱۲ باب التغلیظ فی مسئلۃ الغنی من

الصدقۃ حدیث ۲۴۴۶ المکتب الاسلامی بیروت ۱۰۰/۴

^۲ در مختار شرح تنویر الابصار باب المصرف مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۲/۱

حنفی مقلد ہے یا نہیں؟ اور ایسا شخص حنفی مقلد اشخاص میں قابلِ امامت ہو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب:

اشیاء مذکورہ سے کوئی چیز نہ زکوٰۃ ہے نہ صدقہ واجبہ، اس کا کھانا غنی، فقیر، سید وغیرہ سب کو بالاتفاق حلال ہے، اُسے سوائے مساکین اوروں پر حرام بتانے والا، اللہ عزوجل پر افتراء کرتا ہے اور سخت عذاب شدید کا مستحق ہے، اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

اور نہ کہو اپنی زبانی جھوٹ بناوٹوں سے کہ یہ چیز حلال ہے اور یہ چیز حرام کہ اللہ پر جھوٹ باندھو بیشک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں فلاح نہ پائیں گے دنیا میں تھوڑا سا کھا پین لیں پھر آخرت میں ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

وَلَا تَقُولُوا لِمَا كُنَّا نَعْلَمُ الْكَذِبَ هَذَا حَلَالٌ وَهَذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ ۖ مَتَاعٌ قَلِيلٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٤﴾

فتاویٰ عتابیہ پھر نہایت شرح ہدایہ پھر سعدی آفندی علی العنایہ میں ہے:

ہر نفلی صدقہ بالاتفاق ہاشمی کے لیے جائز ہے اور اسی طرح نفلی صدقہ غنی کے لیے بھی جائز ہے۔ (ت)

يجوز النفل للمهاشي مطلقا بالاجماع وكذا يجوز النفل للغني۔²

در مختار میں ہے:

نفلی صدقات اور غلہ اوقاف ان (اغنیاء) کے لیے جائز ہے۔ (ت)

جازت التطوعات من الصدقات و غلة الاوقاف لهم۔³

ذخیرہ پھر ردالمحتار میں ہے:

غنی پر صدقہ کی صورت میں وہ قربت ہوتی ہے جو فقیر پر صدقہ سے کم ہے۔ (ت)

ان في التصديق على الغني نوع قربة دون قربة الفقير۔⁴

معہذا ان اشیاء میں تصدق کی یت نہیں ہوتی بلکہ عام حاضرین پر ہدیہ تقسیم اور ہدیہ یقینا مطلقا سب کے لیے جائز

¹ القرآن ۱۶/۱۶ و ۱۷

² حاشیہ سعدی آفندی علی العنایہ مع فتح القدر باب يجوز دفع الصدقة اليه الخ مکتبہ نوریہ رضویہ سکر ۲۱/۲

³ در مختار باب لصرف مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۱/۱

⁴ ردالمحتار، کتاب الوقف، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۳۵۷/۳

اور زمانہ رسالت سے علی العموم بلا تخصیص مساکین رائج ہے، ایسا شخص کہ صراحۃً اللہ ورسول پر افتراء کرتا ہے اور حلال خدا کو حرام بتاتا ہے، اگر جاہل بے علم ہے اور اپنے قول باطل پر مٹھ رہا ہے تو دوجہ سے فاسق ہے:

اولاً: حلال کو حرام کرنا، دوسرے بے علم فتویٰ دینا، حلال حرام میں زبان کھولنا۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

افتوا بغیر علم فضلو واضلوا ^۱ رواہ البخاری واحمد ومسلم والترمذی و ابن ماجہ عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔	بے علم کہ شرعی حکم لگا بیٹھے تو آپ بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا (اسے امام بخاری، احمد، مسلم، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔ ت)

نیز حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من افقی بغیر علم لعنتہ ملئکۃ السماء والارض - رواہ ابن عساکر عن امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ۔	جو بغیر علم کے کوئی حکم شرعی بتائے اس پر آسمان وزمین کے فرشتے لعنت کریں (اسے ابن عساکر نے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے روایت کیا۔ ت)

اور فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے:

کما فی الحجة والغنیة والتبیین والطحاوی علی المراقی وغیرہا وقد حققنا فی النہی الاکید۔	جیسا کہ حجة، غنیہ، تبیین اور طحاوی علی المراقی وغیرہ میں ہے اور ہم نے اپنے رسالہ "النہی الاکید" میں اس پر تفصیلی گفتگو کی ہے۔ (ت)

اور اگر ذی علم ہے تو اس کا حکم اور سخت تر ہے کہ وہ دانستہ اللہ عزوجل پر افتراء کرتا ہے اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

إِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْ يَوْمُنْ ^۳	جھوٹے افتراء وہی باندھتے ہیں جو ایمان نہیں لاتے۔

^۱ صحیح البخاری، کتاب العلم، باب کیف یقبض العلم، قدیمی کتب خانہ کراچی، ۲۰/۱

^۲ کنز العمال بحوالہ ابن عساکر، عن علی کرم اللہ وجہہ حدیث ۲۹۰۱۸، مؤسسة الرسالة بیروت، ۱۰/۱۳

^۳ القرآن ۱۰۵/۱۶

اور اس کے غیر مقلد ہونے میں شک نہیں وہ نہ حنفی ہے نہ شافعی نہ مالکی نہ حنبلی کہ کسی مذہب میں ہدیہ تقسیم اغنیاء پر حرام نہیں، ہاں وہ شیطان کا مقلد ہے، جس نے صحابہ کرام کے زمانہ سے اس وقت تک تمام مسلمانوں کو مرتکب حرام واکل حرام، بنانے کا ناپاک و سوسہ اُس کے بے باک دل میں ڈالا، اور غیر مقلد کے پیچھے نماز حرام، بلکہ محض باطل ہے کما حقنہ فی کتابنا المذکور (جیسا ہم نے اپنی کتاب مذکور میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) فتح القدیر میں ہے:

الصلوة خلف اهل الاهواء لا تجوز۔ ^۱ واللہ تعالیٰ اعلم۔	اہل ہول کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ (ت)

مسئلہ ۱۵۶: از کلماتہ کو لھوٹولہ۔ اسٹریٹ نمبر ۶۵ مرسلہ حاجی محمد لعل خاں صاحب، ۲۰ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ قبلہ و کعبہ حضرت مولائی مرشدی مدظلہ العالی تمنائے قدم بوسی کے بعد مؤدبانہ گزارش ہے کہ ایک شخص اہل و عیال رکھتا ہے اپنی ماہانہ یا سالانہ آمدنی سے بلا افراط و تفریط اپنے بال بچوں پر خرچ کر کے بقایا خدا کی راہ میں دیتا ہے آئندہ کو اہل و عیال کے واسطے کچھ نہیں رکھتا، دوسری اپنی آمدنی سے بچوں پر ایک حصہ خرچ کر کے دوسرا حصہ خیرات کرتا اور تیسرا حصہ آئندہ انکی ضرورتوں میں کام آنے کی غرض سے رکھ چھوڑنے کو اچھا جانتا ہے، ان دونوں میں افضل کون ہے؟ بینو اتوجروا

الجواب:

حسن نیت سے دونوں صورتیں محمود ہیں، اور باختلاف احوال ہر ایک افضل، کبھی واجب، ولہذا اس بارہ میں احادیث بھی مختلف آئیں اور سلف صالح کا عمل بھی مختلف رہا۔

اقول: وبالله التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالیٰ سے ہے۔ ت) اس میں قول موجز و جامع (إن شاء اللہ تعالیٰ) یہ ہے کہ آدمی دو قسم ہیں منفرد کہ تنہا ہو اور معیل کہ عیال رکھتا ہو، سوال اگرچہ معیل سے متعلق ہے مگر ہر معیل اپنے حق نفس میں منفرد اور اس پر اپنے نفس کے لحاظ سے وہی احکام ہیں جو منفرد پر ہیں، لہذا دونوں کے احکام سے بحث درکار۔ اول: وہ اہل انقطاع و بتل الی اللہ اصحاب تجرید و تفرید جنہوں نے اپنے رب سے کچھ نہ رکھنے کا عہد باندھا ان پر اپنے عہد کے سبب ترک ادخار لازم ہوتا ہے اگر بچار گھیں تو نقض عہد ہے اور بعد عہد پھر جمع کرنا ضرور ضعف یقین سے ناشی یا اُس کا موہم ہوگا، ایسے اگر کچھ بھی ذخیرہ کریں مستحق عقاب ہوں، حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ

^۱ فتح القدیر، باب الاملاء، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر، ۳۰۴/

علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کچھ خُرمے جمع دیکھے، فرمایا: یہ کیا ہے؟ عرض کی: شئیِ ادرتہ لغد میں نے آئندہ کے لیے جمع کر رکھے ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے: اعد ذلک لاضیافک حضور کے مہمانوں کے خیال سے انھیں رکھا ہے۔ فرمایا:

اما تخشى ان يكون لك دخان في نار جهنم انفق يا بلال ولا تخشى من ذوى العرش اقلا لا^۱ رواه البزار بسند حسن والطبرانی في الكبير عن ابن مسعود و ابو يعلى والطبرانی في الكبير والاوسط بسند حسن والبيهقی فی شعب الایمان واللفظ الاول له عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔	کیا ڈرتا نہیں کہ تیرے آتشِ دوزخ کا دُھواں ہو، اے بلال! خرچ کر اور عرش کے مالک سے کئی کاندیشہ نہ کرو۔ اسے بزار نے سند حسن سے طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے، ابو یعلیٰ اور طبرانی نے المعجم الکبیر اور اوسط میں سند حسن سے، اور بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے پہلے الفاظ اسی کے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہیں۔ (ت)

ایک بار انہی بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: "اے بلال! فقیر مرنا اور غنی ہو کر نہ مرنا"۔ عرض کی: اس کی کیا سبیل ہے؟ فرمایا: جو ملے نہ چھپانا اور جو مانگا جائے منع نہ کرنا (ظاہر ہے کہ جب نہ مال چھپانا ہو نہ کسی کا سوال رد کیا جائے تو سائلین کسی وقت بھی کچھ پاس نہ چھوڑیں گے) عرض کی: ایسا کیونکر کروں؟ فرمایا:

هو ذاك او النار۔^۲ والعیاذ باللہ تعالیٰ رواه الطبرانی فی الكبير و ابو الشیخ فی الثواب والحاکم فی المستدرک عن بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔	یا تو یونہی کرنا ہو گا یا آگ۔ (اللہ تعالیٰ کے دامنِ رحمت میں پناہ لیتا ہوں۔ اسے طبرانی نے المعجم الکبیر میں، ابو شیخ نے الثواب میں اور حاکم نے المستدرک میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

دوم: فقر و توکل ظاہر کر کے صدقات لینے والا اگر یہ حالت مستمر رکھنا چاہے تو ان صدقات میں سے کچھ جمع کر رکھنا

¹ شعب الایمان باب فی الزکوۃ حدیث ۳۳۳۸ دار لکتب العلمیہ بیروت، ۳/۲۰۹، المعجم الکبیر، روی از بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث ۱۰۲۰، المکتبۃ

الفیصلیہ بیروت، ۳۴۰/۱، جمع الزوائد، بحوالہ البزار باب فی الانفاق والامساک دار الکتاب العربی بیروت، ۲۴۱/۱۰

² المعجم الکبیر مروی از بلال رضی اللہ عنہ حدیث ۱۰۲۱ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۳۴۱/۱

اُسے ناجائز ہوگا کہ یہ دھوکا ہوگا اور اب جو صدقہ لے گا حرام و خبیث ہوگا، انہی دونوں باب سے ہیں وہ احادیث جن میں ایک اشرفی ترکہ چھوڑے والے کو ایک داغ فرمایا، دو پردو، تین پر تین یعنی فی اشرفی ایک داغ دیا جائیگا۔

امام احمد اور طبرانی نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے اصحاب صفہ میں سے ایک فوت ہوئے ان کے پلے میں ایک دینار پایا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے لیے ایک داغ ہے، دوسرا فوت ہوا اس کے دامن میں دو دینار تھے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ دو داغ ہیں۔ امام احمد اور ابن حبان نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اصحاب صفہ میں سے ایک فوت ہوئے ان کے شملہ میں دو دینار پائے گئے تو لوگوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا تو آپ نے فرمایا: یہ دو داغ ہیں۔ احمد، ابن حبان اور بخاری میں حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ میں رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا جنازہ لایا گیا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اس نے کچھ چھوڑا ہے؟ عرض کیا: ہاں اس نے تین دراہم چھوڑے ہیں۔ آپ نے مبارک انگلیوں سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: یہ تین داغ ہیں (ت)

فلا حمد والطبرانی عن ابی امامة رضی اللہ تعالیٰ عنہ توفی رجل من اهل الصفة فوجد فی مئزرہ دینار فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کية ثم توفی آخر فوجد فی مئزرہ دینار ان، فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیتان¹ ولا حمد وابن حبان عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال توفی رجل من اهل الصفة فوجد وافی شملته دینارین فذكروا ذلك للنبي صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال کیتان² وللهما وللبخاری من سلمة بن الاكوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ كنت جالسا عند النبي صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فأتی بجنازة فقال هل ترك من شئی قالو انعم ثلاثة دنایر فقال باصبعة ثلث کیات۔³ مختصراً

ظاہر ہے کہ ان حدیثوں کا محل وہ نہیں ہو سکتا جو آیہ کریمہ:

وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يَبْفِقُوهَا

فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ٥٧

جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے رہتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انھیں دردناک عذاب کی

¹ مسند احمد بن حنبل مروی از ابو امامہ دار الفکر بیروت ۲۵۳/۵

² مسند احمد بن حنبل مروی از عبد اللہ ابن مسعود دار الفکر بیروت ۴۵۷/۱

³ مسند احمد بن حنبل مروی از سلمہ بن اکوع دار الفکر بیروت ۴۷۱/۴

يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَيُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَتُظْهِرُهُمْ هَٰذَا مَا كُنْتُمْ لَا تُفْسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْذِبُونَ ۝۱	بشارت دیجئے کہ جس دن جہنم کی آگ میں انھیں پگھلایا جائے گا اور ان کی پیشانیوں، پہلوؤں اور پیٹھیوں کو داغا جائے گا (اور کہا جائے گا) یہ ہے وہ خزانہ جسے تم اپنے لیے جمع کرتے تھے اب اپنے جمع کئے ہوئے کا عذاب چکھو۔ (ت)

و حدیث صحیح:

من اوکی علی ذهب اوفضة ولم ینفقه فی سبیل اللہ کان جبر ایوم القیامة یکوی بہ۔² رواہ احمد والطبرانی واللفظ له کلاهما بسند صحیح عن ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔	جس نے سونا و چاندی جمع کیا اور اسے راہِ خدا میں خرچ نہ کیا وہ روزِ قیامت اس کے لیے آگ کا انگارہ بن جائے گا اور اس سے مالکِ داغا جائے گا۔ اسے امام احمد اور طبرانی (الفاظ اسی کے ہیں) نے حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے (ت)

کا محمل ہے کہ جب زکوٰۃ دے دے حقوق واجبہ شرعیہ ادا کر دے کفر نہ رہا اور سبیل اللہ میں خرچ نہ کرنا صادق نہ آیا لہذا استحقاق
داغ نہ رہا،

فالبیہقی فی سننہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما موقوفاً ومرفوعاً الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کلما ادی زکوٰۃ فلیس بکنز وان کان مدفوناً تحت الارض وکلما لا تؤدی زکوٰۃ فهو کنز وان کان ظاہراً³ ولابی داؤد عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال لما نزلت هذه الآية والذین یکنزون الذاب والفضة کبر ذلک علی المسکین فقال عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ انا	بیہقی نے سنن میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے موقوفاً اور مرفوعاً نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیان کیا، ہر وہ مال جس کی زکوٰۃ دے دی جائے وہ کنز نہیں کہلاتا اگر چہ وہ زمین میں مدفون ہو اور ہر مال جس کی زکوٰۃ نہ دی گئی ہو وہ کنز ہے اگرچہ ظاہر ہو، ابو داؤد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جب یہ آیہ کریمہ والذین یکنزون الذہب والفضة نازل ہوئی تو مسلمان پریشان ہوئے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں

1 القرآن ۹/۳۵ و ۳۴

2 المعجم الکبیر مروی از ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث ۱۶۴۱ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۱۵۳/۲

3 السنن الکبریٰ للبیہقی کتاب الزکوٰۃ، باب التفسیر المکنز الخ، دار صادر بیروت، ۸۳/۴

تمھاری یہ پریشانی دُور کرتا ہوں، حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا نبی اللہ! اس آیہ مبارکہ نے آپ کے اصحاب کو پریشان کر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ فقط اسی لیے فرض فرمائی تاکہ تمھارا باقی مال پاک ہو جائے اور وراثت اس لیے فرض کی ہے تاکہ بعد کے لوگوں کو مال ملے۔ راوی کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ کی بڑائی بیان کی۔ (ت)	افرج عنکم فانطلق فقال یا نبی اللہ انه کبر علی اصحابک هذه الآية فقال ان اللہ لم یفرض الزکوٰۃ الا لیطیب ما بقی من اموالکم وانما فرض الموارث لتکون لمن بعدکم قال فکبر عمر رضی اللہ عنہ۔¹

اور یہ اس لیے کہ بیس دینار سے کم پر نہ زکوٰۃ ہے نہ کوئی صدقہ واجبہ۔ لاجرم یہاں استحقاق داغ انہی دو وجہ سے ایک پر ہو،

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: عہد پورا کرو عہد کے بارے میں بوجھ جائے گا۔ (ت) قوت القلوب اور ترغیب وغیرہ میں ہے یہ داغ اس لیے ہے کہ ذخیرہ کرنے کے ساتھ اس نے ظاہراً فقر کا اظہار کیا اور وہ صدقات میں فقراء کے ساتھ شریک ہو گیا۔ (ت)	قال اللہ تعالیٰ وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا ۝² وفي قوت القلوب والترغیب وغیرہما انما کان كذلك لانه اذا رجع تلبيسه بالفقر ظاهراً و مشاركتة الفقراء فيما يأتیهم من الصدقة۔³

یہ اُسی تقدیر پر ہے کہ داغ سے مراد عیاداً باللہ آتش دوزخ میں تپا کر داغ دینا ہو، اور اگر اس سے دھبہ مراد ہو یعنی اس کے جمال و نورانیت میں وہ ایسے معلوم ہوں گے جیسے چہرہ پر چچک وغیرہ کا داغ، اور جن موردوں کے بارے میں یہ حدیثیں آئیں وہاں بلاشبہ یہی معنی دوم انسب و اقرب ہیں تو وہ ان دونوں قسموں سے الگ ہیں، امام حجت الاسلام نے احیاء میں بعد ذکر وجہ اول فرمایا:

دوسرا یہ کہ دھوکا کی بنا پر نہ ہو، اب معنی یہ ہو گا کہ آخرت کے درجات میں کمی ہو جائے گی کیونکہ دنیا میں جس کو بھی کچھ دیا گیا ہے اس کے عوض آخرت	الثانی ان لا یكون ذلك عن تلبيس، فيكون المعنى به النقصان عن درجته في الآخرة اذ لا یؤتی احد من الدنيا شیئاً الا انقص

¹ سنن ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ باب حقوق المال آفتاب عالم پریس لاہور ۲۳۴/۱

² القرآن ۳۴/۱۷

³ الترغیب والترہیب کتاب الصدقات الترغیب فی الانفاق فی وجہ الخیر الخ لمصطفیٰ البابی مصر ۵۸/۲

بقدرہ من الآخرۃ ^۱ (ملخصاً)	میں کمی ہو جائے گی (ملخصاً) (ت)

زبیدی نے اتحاف السادہ میں فرمایا:

وهذا الوجه هو اللائق بمقام الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم کما لا یخفی ^۲	صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مقام کے یہی وجہ مناسب ہے، جیسا کہ مخفی نہیں۔ (ت)

سوم: جسے اپنی حالت معلوم ہو کہ حاجت سے زائد جو کچھ بچا کر رکھتا ہے نفس اُسرے طغیان و عصیان پر حامل ہوتا، یا کسی معصیت کی عادت پڑی ہے اس میں خرچ کرتا ہے تو اس پر معصیت سے بچنا فرض ہے اور جب اُس کا یہی طریقہ معین ہو کہ باقی مال اپنے پاس نہ رکھے تو اس حالت میں اس پر حاجت سے زائد سب آمدنی کو مصارفِ خیر میں صرف کر دینا لازم ہوگا،

وذلك لان فقدان الآلة احد العصمتين وماتعين طريقاً لواجب وجب۔	یہ اس لیے کہ ذریعہ کا مفقود ہو جانا بھی عصمت کی ایک صورت ہے اور جو شئی کسی واجب کا ذریعہ بن رہی ہو وہ بھی واجب ہو جاتی ہے۔ (ت)

چہارم: جو ایسا بے صبر ہو کہ اُسے فاقہ پہنچے تو معاذ اللہ رب عزوجل کی شکایت کرنے لگے اگرچہ صرف دل میں، نہ زبان سے، یا طرق ناجائز مثل سرقہ یا بھیک وغیرہ کا مرتکب ہو، اس پر لازم ہے کہ حاجت کے قدر جمع رکھے، اگر پیشہ ور ہے کہ روزگار وزکھاتا ہے، تو ایک دن کا، اور ملازم ہے کہ ماہوار ملتا ہے یا مکانوں دکانوں کے کرایہ پر بسر ہے کہ مہینہ پیچھے آتا ہے، تو ایک مہینہ کا، اور زمیندار ہے کہ فصل یا سال پر پاتا ہے تو چھ مہینہ یا سال بھر کا، فان درء المفسد اھم من جلب المصلح (مصلح کے حصول سے مفسد کا ختم کرنا اہم ہوتا ہے۔ ت) اور اصل ذریعہ معاش مثلاً آلاتِ حرفت یا دکان مکان دیہات بقدر کفایت کا باقی رکھنا تو مطلقاً اس پر لازم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من رزق فی شئ فلیذرہ ^۳ رواہ البیہقی فی شعب الايمان عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند حسن۔	جو شئی کسی کا ذریعہ رزق ہو وہ اسے لازم پکڑے امام بیہقی نے شعب الايمان میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بسند حسن بیان کیا ہے۔ (ت)

^۱ احیاء العلوم کتاب التوحید والتوکل الفن الثانی فی التعرض لاسباب الادخار مکتبہ ومطبعۃ المشدا الحسینی قاہرہ ۱۳۸۷ھ

^۲ اتحاف السادۃ المتقین کتاب التوحید والتوکل الفن الثانی فی التعرض لاسباب الادخار دار الفکر بیروت ۱۳۵۹ھ

^۳ شعب الايمان باب التوکل والتسلیم حدیث ۱۲۴۱ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۸۹/۲

دوسری حدیث میں ہے فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

جو بندہ قدیم جائداد کو بیچ دے اللہ تعالیٰ اس پر تلف کرنے والا مسلط کر دیتا ہے۔ اسے طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت عمر ان بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا ہے اور تمام صحابہ سے منقول ہے، (ت) التالذ قدیم مال کو کہتے ہیں۔	ما من عبد یبیع تالذاً عہ الاسلط اللہ علیہ تالفاً۔ ^۱ رواہ الطبرانی فی الکبیر عن عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعن الصحابة جمیعاً۔ عہ: المال القدیم۔

تیسری حدیث میں ہے فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

جس نے بغیر ضرورت اصل دار کو بیچا اللہ تعالیٰ اس کے ثمنوں پر کسی تلف کرنیوالے کو مسلط کر دیتا ہے۔ اسے طبرانی نے المعجم الاوسط میں حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ لفظ عقر بالفتح ہے اس کے معنی اصل کے ہیں (ت)	من باع عقر دار من غیر ضرورة سلط اللہ علی ثمنہا تالفاً یثلفہ۔ ^۲ رواہ فی الاوسط عن معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ العقر بالفتح الاصل۔

پنجم: جو عالم دین مفتی شرع یا مدافع بدع ہو اور بیت المال سے رزق نہیں پاتا، جیسا یہاں ہے، اور وہاں اس کا غیر ان مناصب دینیہ پر قیام نہ کر سکے کہ افتاء یا دفع بدعات میں اپنے اوقات کا صرف کرنا اس پر فرض عین ہو اور وہ مال و جائداد رکھتا ہے جس کے باعث اسے غنا اور ان فرائض دینیہ کے لیے فارغ البالی ہے کہ اگر خرچ کر دے محتاج کسب ہو اور ان امور میں خلل پڑے، اس پر بھی اصل ذریعہ کا ابقا اور آمدنی کا بقدر مذکور جمع رکھنا واجب ہے فان مقدمة الفريضة فريضة (کسی فريضة کا مقدمہ فرض ہوتا ہے۔ ت) ایسے عالم کو جہاد کے لیے جانے کی اجازت نہیں کسب مال میں وقت صرف کرنے کی کیونکر اجازت ہو سکتی ہے، تنویر و در مختار میں ہے:

کسی شہر میں فقیہ ہو اور وہاں اس سے بڑھ کر دین جاننے والا نہ ہو تو ایسا شخص جہاد پر نہیں جاسکتا ہے۔ (ت)	عالم ليس في البلدة افقه منه فليس له الغزو۔ ^۳

ششم: اگر وہاں اور بھی عالم یہ کام کر سکتے ہوں تو ابقاء و جمع مذکور اگرچہ واجب نہیں مگر اہم و موکد

^۱ المعجم الکبیر، مروی از عمران بن حصین، حدیث ۵۵۵، المکتبۃ الفیصلیہ بیروت، ۲۲۲/۱۸

^۲ الجامع الصغیر مع فتح القدیر بحوالہ طبرانی اوسط حدیث ۸۵۵۳ دار المعرفہ بیروت ۹۳/۶

^۳ در مختار، کتاب الجہاد، مطبع مجتبائی دہلی، ۳۳۹/۱

بیشک ہے کہ علم دین حمایت دین کے لیے فراغ بال، کسب مال میں اشتغال سے لاکھوں درجے افضل ہے معہذا ایک سے دو اور دو سے چار بھلے ہوتے ہیں، ایک کی نظر کبھی خطا کرے تو دوسرے اسے صواب کی طرف پھیر دیں گے، ایک کو مرض وغیرہ کے باعث کچھ عذر پیش آئے تو جب اور موجود ہیں کام بند نہ رہے گا لہذا تعدد علمائے دین کی طرف ضرور حاجت ہے۔
ہفتم: عالم نہیں مگر طلب علم دین میں مشغول ہے اور کسب میں اشتغال اُس سے مانع ہوگا تو اس پر بھی اُسی طرح ابقاء و جمع مسطور آگدواہم ہے۔

ہشتم: تین صورتوں میں جمع منع ہوئی، دو ۱ میں واجب، دو ۲ میں مؤکد۔ جوان آٹھ سے خارج ہو، وہ اپنی حالت پر نظر کرے اگر جمع نہ رکھے میں اس کا قلب پریشان ہو تو وجہ عبادت و ذکر الہی میں خلل پڑے تو بمعنی مذکور بقدر حاجت جمع رکھنا ہی افضل ہے اور اکثر لوگ اسی قسم کے ہیں ع

پراگندہ روزی پراگندہ دل
(روزی پراگندہ ہو تو دل بھی پراگندہ ہوتا ہے۔ ت)
سے شب چو عقد نماز بر بندم چہ خورد بامداد فرزندم
(رات کو نماز میں دل کیا لگے جب یہ پریشانی ہو کہ صبح بچھ کیا کھائیں گے۔ ت)

عین العلم میں ہے:

یترک المضطرب طریق المتوکل بالادخار لان الغرض صلاح القلب۔ ^۱	مضطرب ذخیرہ کے ذریعے متوکل کا طریق ترک کر دے کیونکہ مقصد اصلاح قلب ہے (ت)

احیاء العلوم میں ہے:

بل لوامسک ضیعة یکون دخلها وافیاً بقدر کفایتہ وکان لا يتضرع قلبه الابه فذلک له اولی۔ ^۲	بلکہ اگر قدر کفایت کو پورا کرنیوالی جائیداد کو محفوظ کرے جبکہ (عبادت میں) تضرع اسی سے حاصل رہتا ہے تو یہ بہتر ہے۔ (ت)

یہاں وہ لوگ مراد ہیں جن کو توجہ بخدا کا قصد ہے ورنہ مستمکنین فی الدنیا تو کسی وقت بھی متوجہ نہیں ہوتے، غنی

۱ عین العلم، الباب العشرون فی التوحید والتوکل الخ، مطبع اسلامیہ لاہور ص ۳۳۸

۲ احیاء العلوم، الباب العشرون فی التوحید والتوکل الخ مکتبہ ومطبعۃ المشید الحسینی قاہرہ ۱۴/۲۷

ہوں تو بھول جائیں اللھم اِنَّا نَعُوْذُ بِكَ مِنْ غَنِي يَطْغٰی وَمِنْ فَقْرٍ يَنْسٰی (اے اللہ! ہم تیری پناہ مانگتے ہیں اس غنا سے جو تیرا باغی بنادے اور اس فقر سے جو تجھے بھلادے۔ ت)

نہم: اگر جمع رکھنے میں اس کا دل متفرق اور مال کے حفظ یا اس کی طرف میلان سے متعلق ہو تو رکھنا ہی افضل ہے کہ اصل مقصود ذکر الہی کے لیے فراغِ بال ہے جو اُس میں مخل ہو وہی ضم ہے ان ہی دونوں مقاموں کی طرف حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُس دُعا میں اشارہ فرمایا جو اپنی اُمت کو تعلیم فرمائی کہ:

اللھم ما رزقتنی مما احب فا جعله قوۃ لی فیما تحب اللھم وما زویت عنی مما احب فا جعله فراغاً لی فیما تحب۔ ^۱ رواہ الترمذی عن عبد اللہ بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ وحسنہ۔	اے اللہ! تو نے جو مجھے میرا پسندیدہ رزق دیا ہے تو اسے اپنے پسندیدہ کاموں میں میرے لیے قوت کا ذریعہ بنادے، اور وہ پسندیدہ رزق جو تو نے مجھ سے روک رکھا ہے تو اسے اپنے پسندیدہ کاموں میں میرے لیے ذریعہ فراغت بنادے۔ اسے امام ترمذی نے حضرت عبد اللہ بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کر کے حسن قرار دیا ہے۔ (ت)

امام حجۃ الاسلام بعد عبارت مذکورہ فرماتے ہیں:

المقصود اصلاح القلب لیتجرد لذكر الله، ورب شخص يشغله وجود المال ورب شخص يشغله عدمه، والمحدور ما يشغل عن الله عز وجل، والا فالدنیا فی عینہا غیر محدورة لا وجودها ولا عدمها۔ ^۲	مقصود تول کی اصلاح ہے تاکہ وہ ذکر الہی کے لیے خالی ہو جائے اور بہت سے لوگوں کو مال کا ہونا اللہ تعالیٰ سے غافل کر دیتا ہے اور بہت سے لوگوں کو مال کا نہ ہونا غافل کر دیتا ہے، اور منع تو وہ ہے جو اللہ عزوجل سے غافل کر دے ورنہ فی نفسہ دنیا کا وجود و عدم ممنوع نہیں۔ (ت)

وہم: اصحاب نفوس مطمئنہ ہوں، نہ عدم مال سے اُن کا دل پریشان نہ وجود مال سے ان کی نظر، وہ مختار ہیں۔ حق سبحانہ اپنے نبی سیدنا سلیمان علیہ السلام سے فرماتا ہے:

هٰذَا عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝۳۔ ^۳	یہ ہماری عطا ہے اب تو چاہے تو احسان کریا روک رکھ، تجھ پر کچھ حساب نہیں۔ (ت)

^۱ جامع الترمذی ابواب الدعوات امین کچنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱۸۷۲
^۲ احیاء العلوم کتاب التوحید والتوکل، احوال التوکلین الخ مکتبہ و مطبعہ المشدا الحسینی قاہرہ ۱۳۷۴ھ
^۳ القرآن ۳۸/۳۹

اور کچھ نہ کہنا کہ عباد اللہ کا فائدہ ہے۔ احیاء کتاب الزکوٰۃ وظیفہ سادہ مزکی میں ہے:

المال كله لله عزوجل وبذل جميعه هو الاحب عندالله سبحانه وانما لم يأمر به عبده لانه يشق عليه بسبب بخله كما قال عزوجل "فيحفكم تبخلوا"¹	تمام مال اللہ عزوجل کے لیے ہے اور تمام کا تمام خرچ کر دینا اللہ سبحانہ کے ہاں پسندیدہ عمل ہے باقی تمام کو خرچ کر دینے کا اللہ تعالیٰ نے اس لیے حکم نہیں دیا کہ بندے پر بخل کی وجہ سے ایسا کرنا مشکل تھا جیسا کہ باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: تم سے زیادہ طلب کرے تو تم بخل کرو گے۔ (ت)

یازدہم: حاجت سے زیادہ کا مصارفِ خیر میں صرف کر دینا اور جمع نہ رکھنا صورتِ سوم میں تو واجب تھا باقی جملہ صورتوں میں ضرور مطلوب، اور جوڑ کر رکھنا اس کے حق ناپسند و معیوب کہ منفرد کو اس کا جوڑنا طولِ امل یا حُبِ دنیا ہی سے ناشئی ہوگا اور طولِ امل غرور ہے، اور دُنیا اثرِ الشرور۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

كن في الدنيا كارك غريب او عابر سبيل وعدنفسك من اصحاب القبور اذاصبحت فلا تحدث نفسك بالامساء واذاامسيت فلا تحدث نفسك بالصباح² رواه الترمذی والبيهقي عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما وهو في صحيح البخاری برفع اوله ووقف اخره۔	دنیا میں یوں رہ گویا تو مسافر بلکہ راہ چلتا ہے اور اپنے آپ کو قبر میں سمجھ کر صبح کرے تو دل میں یہ خیال نہ لاکہ شام ہوگی، اور شام ہو تو یہ نہ سمجھ کہ صبح ہوگی۔ (اسے ترمذی اور بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔ صحیح البخاری میں اس کا اول حصہ مرفوعاً اور آخری موقوفاً مروی ہے۔ ت)

ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: یا ایہا الناس اما تستحيون اے لوگو! کیا تمہیں شرم نہیں آتی؟ حاضرین نے عرض کی: یا رسول اللہ کس بات سے۔ فرمایا:

تجمعون مالا تاكلون وتبنون مالا تعبرون وتاملون مالا تدركون الاستحيون	جمع کرتے ہو جو نہ کھاؤ گے اور عمارت بناتے ہو تو جس میں نہ رہو گے اور وہ آرزوئیں باندھتے ہو جن تک

¹ احیاء العلوم کتاب اسرار الزکوٰۃ، بیان دقائق الآداب الباطنہ الخ مکتبہ ومطبعہ المشید الحسینی قاہرہ ۲۱۸/۱، القرآن ۷۷/۳

² جامع الترمذی ابواب الزہد باب ما جاء فی قصر الامل امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۵۷/۲

ذٰلک۔ ^۱ رواہ الطبرانی عن ام الولید بنت عمر الفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔	نہ پہنچو گے اس سے شر مارتے نہیں۔ (اسے طبرانی نے حضرت ام الولید دختر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ (ت)

ایک حدیث میں ہے اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک مہینے کے وعدے پر ایک کنیز سودینار کو خریدی، رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

الاتعجبون من اسامة يشتري الى شهر، ان اسامة طويل الامل، والذي نفسى بيده ما طرفت عيناه الا ظننت ان شفرى لا يلتقيان حتى يقبض الله روحى ولا رفعت قد حالى في ظننت انى واضعه حتى اقبض ولا لقمت لقمة الا ظننت انى لاسيغها حتى اعض بها من الموت، والذي نفسى بيده ان ما توعدون لات وما انتم بمعجزين ^۲	کیا اسامہ سے تعجب نہیں کرتے جس نے ایک مہینے کے وعدے پر (کنیز) خریدی، بیشک اسامہ کی امید لمبی ہے قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں تو جب آنکھ کھولتا ہوں یہ گمان ہوتا ہے کہ پلک جھپکنے سے پہلے موت آ جائیگی، اور جب پیالہ منہ تک لے جاتا ہوں کبھی یہ گمان نہیں کرتا کہ اس کے رکھنے تک زندہ رہوں گا، اور جب کوئی لقمہ لیتا ہوں گمان ہوتا ہے کہ اسے حلق سے اتارنے نہ پاؤں گا کہ موت اسے گلے میں روک دے گی، قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے بیشک جس بات کا تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے ضرور آنے والی ہے تم تھکا نہ سکو گے۔ اسے ابن ابی الدنیا نے باب فی قصر الامل میں، ابو نعیم نے حلیہ میں، اصہبانی نے ترغیب میں اور بیہقی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیوار پر کھل اور ٹٹی درست کرتے دیکھا، فرمایا: اے عبد اللہ! کیا ہے؟ عرض کی درست کرتا ہوں۔ فرمایا:

^۱ المعجم الکبیر مروی از ام الولید بنت عمر بن خطاب حدیث ۴۲۱ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۱۴۲/۲۵

^۲ حلیہ الاولیاء ابو بکر ابی مریم الغسانی نمبر ۳۳۴ دار الکتاب العربی بیروت ۹۱/۶، الترغیب والترہیب کتاب التوبہ والزہد مصطفیٰ البابی مصر ۲۴۲/۴

الامرا سارع من ذلك۔ ^۱ رواہ ابو داؤد و الترمذی فـ و حسنہ و صححہ وابن ماجہ وابن حبان عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔	معاملہ اس سے قریب تر ہے (اسے ابو داؤد اور ترمذی نے روایت کر کے حسن اور صحیح کہا۔ ابن ماجہ اور ابن حبان نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ ت)

ایک بار حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گردن مبارک پر دستِ اقدس رکھ کر فرمایا: ہذا ابن آدم و ہذا اجلہ یہ ابن آدم ہے اور یہ اس کی موت ہے۔ پھر دستِ انور پھیلا کر فرمایا:

و ثم امله و ثم امله۔ ^۲ رواہ الترمذی و ابن حبان و بنحوہ النسائی و ابن ماجہ عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔	اور وہ اتنی دور اُس کی امید ہے اتنی دور اس کی امید۔ (اسے ترمذی، ابن حبان اور اسی کی مثل نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت)

ایک حدیث میں ہے:

الدنیا دار من لا دار لہ و لہا یجمع من لا عقل لہ۔ ^۳ رواہ احمد و البیہقی فی شعب الایمان عن ام المومنین و هذا عن ابن مسعود من قوله رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔	دُنیا بے گھروں کا گھر ہے اور اس کے لیے وہ جمع کرتا ہے جو بے عقل ہے۔ (اسے امام احمد اور بیہقی نے شعب الایمان میں اُم المومنین سے روایت کیا ہے اور اسے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کے طور پر نقل کیا ہے۔ ت)

ایک حدیث میں فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

من کنز دنیا، یرید حیاة باقیة فان الحیاة بید اللہ الا وانی لا اکن دینارا	جو دنیا جوڑ کر رکھے بقائے زندگی چاہتا ہو تو زندگی تو اللہ کے ہاتھ میں ہے، سُن لو میں نہ اشر فی

^۱ جامع الترمذی ابواب الزہد باب ماجاء فی قصر الامل امین کتبی خانہ رشیدیہ دہلی ۵/۷۲، سنن ابن ماجہ ابواب الزہد ابواب سعید کتبی کراچی ص

^۲ جامع الترمذی ابواب الزہد باب ماجاء فی قصر الامل امین کتبی خانہ رشیدیہ دہلی ۵/۷۲

^۳ مسند احمد بن حنبل مروی از عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا دار الفکر بیروت ۷/۷۶

ف: جامع الترمذی اور سنن ابن ماجہ میں حدیث کے الفاظ یوں ہیں: ما اری الامور الا عاجل من ذلك۔ (نذیر احمد)

ولا درهما ولا اخبأ رزقا لغد۔ ^۱ رواہ ابو الشیخ فی الثواب عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔	جوڑ کر رکھتا ہوں نہ روپیہ، نہ کل کے لے کھانا اٹھا کر رکھوں۔ (اسے ابو الشیخ نے الثواب میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔ ت)

یہ سب منفرد کا بیان رہا عیالدار، ظاہر ہے کہ وہ اپنے نفس کے حق میں منفرد ہے، تو خود اپنی ذات کے لیے اُسے انہیں احکام کا لحاظ چاہئے اور عیال کی نظر سے اس کی صورتیں اور ہیں ان کا بیان کریں۔
 دوازدہم: عیال کی کفالت شرع نے اس پر فرض کی، وہ ان کو توکل و بتل و صبر علی الفاقہ پر مجبور نہیں کر سکتا، اپنی جان کو جتنا چاہے کسے مگر ان کو خالی چھوڑنا اس پر حرام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

کفی بالمرء اثماً ان یضییع من یقوت ^۲ رواہ الامام احمد وابوداؤد والنسائی والحاکم والبیہقی بسند صحیح عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بسند حسن روایت کیا ہے۔ مقاصد میں اس کی نسبت مسلم کی طرف ہے۔ (ت)	آدمی کو گناہ کافی ہے کہ جس کا قوت اس کے ذمہ ہے اُسے ضائع چھوڑے۔ (اسے امام احمد، ابوداؤد، نسائی، اور بیہقی نے حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بسند حسن روایت کیا ہے۔ مقاصد میں اس کی نسبت مسلم کی طرف ہے۔ (ت)

حجۃ الاسلام فرماتے ہیں قدس سرہ:

لا یجوز تکلیف العیال الصبر علی الجوع فلا یسکنہ فی حقہم ولا توکل المکتسب فاما ترک العیال توکل فی حقہم او القعود عن الاہتمام بامرہم توکلا فہذا حرام وقد یفرض الی ہلا کھم ویكون هو مواخذا بہم۔ ^۳ (ملخصاً)	عیال کو بھوک پر قائم رکھنا جائز نہیں اس ان کے حق میں ایسا ممکن نہیں اور اسی طرح کمانے والے کو توکل کر لینا بھی جائز نہیں، عیال کے حق میں توکل کرتے ہوئے انہیں چھوڑ دینا یا توکل کرتے ہوئے ان کے اخراجات کا اہتمام نہ کرتے ہوئے بیٹھ جانا حرام ہے اور اگر یہ ان کی ہلاکت کا سبب بن گیا تو یہ شخص پکڑا جائے گا۔ (ت)

^۱ الترغیب والترہیب بحوالہ ابی الشیخ فی کتاب الثواب کتاب التوبہ والزہد مصطفیٰ البابی مصر ۱۸۹/۴

^۲ سنن ابی داؤد کتاب الزکوۃ باب فی صلۃ الرحم آفتاب عالم پریس لاہور ۲۳۸/۱، مسند احمد بن حنبل مروی از عبد اللہ بن عمرو دار الفکر بیروت ۱۶۰/۲،

۱۹۵، ۱۹۴

^۳ احیاء العلوم کتاب التوحید والتوکل مکتبہ ومطبعۃ المشد الحسینی قاہرہ ۲۷۲/۲

حضور پُر نور سید المتوکلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے نفس کریم کے لیے کل کا کھانا پچا رکھنا پسند نہ فرماتے۔ ایک بار خادمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پرند کا گوشت کہ آج تناول تو فرمایا تھا بچا ہوا دوسرے دن حاضر کیا، فرمایا:

الم انھک ان ترفعی شیئاً لغد، فان اللہ یأتی برزق غدا۔ ¹ رواہ ابو یعلیٰ بسند صحیح والبیہقی عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔	کیا ہم نے منع نہ فرمایا کہ کل کے لیے کچھ اٹھا کر نہ رکھنا کل کی روزی اللہ کل دے گا۔ (اسے ابو یعلیٰ نے سند صحیح کے ساتھ اور بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

اور اپنی عیال کے لیے مال سال بھر کا ثبوت جمع فرمادیتے۔ صحیحین میں امیر المومنین فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے:

کان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ینفق منہ (ای مہما) افاء اللہ علی رسولہ من اموال بنی النضیر علی نفقة سنة ثم یجعل ما بقی منہ مجعل مال اللہ عزوجل۔ ²	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے اس (مال فتنے جو اللہ نے بنو نضیر کے اموال سے حضور کو عطا کیا تھا) سے سال بھر خرچ کرتے پھر باقی کو جمع کر کے بیت المال میں دے دیتے۔ (ت)

سینزدہم: وہ جس کی عیال میں صورت چہارم کی طرح بے صبر ہو اور بے شک بہت عوام ایسے نکلیں گے تو اس کے لحاظ سے تو اس پر دوہرا وجوب ہو گا کہ قدر حاجت جمع رکھے،

قال اللہ قوا انفسکم واهلیکم ناراً۔ ³	اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے: اپنے آپ کو اور اپنے اہل کو آگ سے بچاؤ۔ (ت)

چہاردہم: ہاں جس کی سب عیال صابر و متوکل ہوں اسے روا ہو گا کہ سب راہ خدا میں خرچ کر دے۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک بار صدقہ کا حکم فرمایا، امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں خوش ہوا کہ اگر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سبقت لے جاؤں گا تو اس بار میرے پاس مال بہت ہے اور ان کے پاس کم۔ فاروق اپنے تمام مال کا نصف حاضر لائے۔ ارشاد ہوا: عیال کے لیے کیا چھوڑا؟ عرض کی: اتنا ہی۔

¹ مسند ابی یعلیٰ از مسند انس بن مالک حدیث ۴۲۰۸ مؤسسۃ علوم القرآن بیروت ۱۹۲/۴، شعب ایمان باب التوکل والتسلیم حدیث ۱۳۴۸ دار الکتب

العلمیہ بیروت ۱۱۹/۲

² صحیح البخاری کتاب النفقات ۸۰۶/۲ و کتاب الفرائض ۹۹۶/۲ و کتاب الاعتصام ۱۰۸۶/۲ قدیمی کتب خانہ کراچی، صحیح مسلم باب حکم الفتنی قدیمی کتب

خانہ کراچی ۸۹/۲ و ۹۱

³ القرآن ۶/۲۶

صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام و کمال اتنا اپنا سارا مال حاضر لائے، ارشاد ہوا: عیال کے لیے کیا چھوڑا؟ عرض کی: اللہ و رسول جل و علا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ حضور اقدس نے فرمایا: ^{عہ} بینکم ما بین کلتیکما (تم دونوں کے مرتبوں میں وہ فرق ہے جو تمہاری ان باتوں میں ہے) اگر صاحب ^{عہ} جائیداد ہے اور اسکی آمدنی خرچ سے زائد ہے تو اس کی آمدنی سے بقدر خرچ رکھ کر باقی کا تصدق مطلقاً افضل ہے، اگر دخل ماہانہ ہے تو ایک مہینہ کا خرچ رکھ کر، اور سالانہ تو ایک سال کا، اس سے زائد کا جمع رکھنا حرص و محب دنیا سے ناشئی ہوتا ہے، اور محب دنیا خطا کی بڑ ہے۔ صحیحین میں امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان ینفق علی اہله نفقة سنتهم من هذا المال ثم یأخذ ما بقی فیجعلہ مجعل مال اللہ۔ ^۱	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسی مال سے اپنے اہل پر سال بھر خرچ کرتے پھر بقیہ کو اللہ کے راہ میں خرچ کر دیتے۔ (ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الدنیا دار من لادارلہ ولہا یجمع من لاعقل لہ۔ ^۲ رواہ الامام احمد والبیہقی فی الشعب عن ام المومنین الصدیقة رضی اللہ تعالیٰ عنہا بسند صحیح۔	دنیا بے گھروں کا گھر ہے اور اُس کے لیے احسن ہی جمع کرے گا۔ (اسے امام احمد، بیہقی نے شعب الایمان میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بسند صحیح روایت کیا ہے۔ ت)

احیاء العلوم شریف میں ہے:

ما وراء السنة لا یدخلہ الابحکم ضعف القلب فهو غیر واثق بتدبیر الحق فان اسباب الدخل تتكرر بتكرر السنین ^۳ ملخصاً۔	سال سے زائد رزق جمع نہ کیا جائے مگر اس صورت میں دل ضعیف ہو اور تدبیر حق کے ساتھ واثق نہ ہو کیونکہ اسباب جمع مختلف سالوں کی وجہ سے مختلف ہونگے (ت)

اور اگر جائیداد نہیں رکھتا عیال کے لیے اتنا پس انداز کرنا کہ اگر یہ مرجائے تو وہ اس بقیہ سے مستفیع ہوں اور انھیں بھیک مانگنی نہ پڑے افضل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

عہ: یہاں تک یہ جواب دستیاب ہوا (اس سے آگے عربی جملہ اور اسکا ترجمہ "جواہر البیان فی سرائر الارکان" ص ۱۰۶ میں اسی حدیث کے تحت ملا ہے) عہ ۲: یہاں سے سوال مذکور کا یہ مختصر جواب ہے ۱۲

^۱ صحیح البخاری کتاب النفقات ۸۰۶/۲ و کتاب الفرائض ۹۹۶/۲ و کتاب الاعتصام ۱۰۸۶/۲ و قدیمی کتب خانہ کراچی، صحیح مسلم، باب حکم الفی، قدیمی کتب خانہ کراچی، ۹۱ و ۸۹/۲

^۲ صحیح البخاری کتاب النفقات ۸۰۶/۲ و کتاب الفرائض ۹۹۶/۲ و کتاب الاعتصام ۱۰۸۶/۲ و قدیمی کتب خانہ کراچی،

^۳ احیاء العلوم کتاب التوحید والتوکل بیان احوال المتوکلین مکتبہ و مطبعہ المشد الحسینی قاہرہ ۲۷۷/۲

انك ان تذر ورثتك اغنياء خير من ان تذرهم عالة يتكففون الناس في ايدىهم۔ ¹ رواه الشيخان عن سعد بن ابى وقاص رضى الله تعالى عنه۔	تیر اور ثاء کو غنی چھوڑنا اس سے کہیں بہتر ہے کہ محتاجی میں لوگوں سے مانگتے پھریں۔ اسے بخاری و مسلم نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

اور اس کی مقدار جو ان کے لیے چھوڑنا مناسب ہے ہمارے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے چار ہزار درہم مروی ہے یعنی ہر ایک کو اتنا حصہ پہنچے، اور امام ابو بکر فضل سے دس ہزار درہم، اور اگر ان کے حصے مختلف ہیں تو لحاظ اس کا کیا جائیگا جس کا حصہ سب سے کم ہے، اور اس سے زیادہ پھر ہوس ہے، درمختار میں ہے:

ندبت (ای الوصیة) باقل منه (ای من الثلث) ولو عند غنی ورثته او استغنا هم بحصتهم، کما ندب ترکها بلا غنی واستغناء ² (ملخصاً)	جب ورثاء غنی یا اپنے حصہ کے سبب مستغنی ہوں تو تیسرے حصہ وراثت سے کم میں وصیت کرنا مستحب ہوتا ہے جیسا کہ ورثاء غنی و مستغنی نہ ہوں تو ترک وصیت مستحب ہے (ملخصاً)۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

استغنائهم بحصتهم بان يرث كل منهم اربعة الاف درهم على ماروی عن الامام او يرث عشرة الاف درهم على ماروی عن الفضلي قهستانی عن الظهيرية واقتصر الاتقانی علی الاول۔ ³	ورثاء کا اپنے حصہ کے ساتھ مستغنی ہونا یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک چار ہزار درہم کا وارث بنے، جیسا کہ امام صاحب سے مروی ہے۔ یا دس ہزار، جیسا کہ فضلی قہستانی نے ظہیریہ سے نقل کیا ہے۔ اتقانی نے پہلے قول پر ہی اکتفاء کیا ہے۔ (ت)

چار ہزار درہم کے انگریزی روپے سے گیارہ سو بیس ہوئے اور دس ہزار کے دو ہزار آٹھ سو۔ ہاں اگر عیال خود غنی ہوں تو پس انداز نہ کرنا ہی افضل ہو نہی اگر فاسق ہوں کہ مال معصیت میں خرچ کریں گے تو ان کے لیے کچھ نہ چھوڑنا ہی بہتر۔ فتاویٰ خلاصہ و لسان العلوم و فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے:

لوکان ولده فاسقا و اردان یصرف ماله	اگر اولاد فاسق و فاجر ہے اور وہ چاہتا ہے کہ میں اس

¹ صحیح البخاری کتاب النفقات باب فضل التفقة علی الابل قدیمی کتب خانہ کراچی ۸۰۶/۲، صحیح مسلم کتاب الوصیہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۳۹/۲

² درمختار کتاب العاقل مطبع مکتبائی دہلی ۳۱۸/۲

³ ردالمحتار کتاب العاقل مصطفیٰ البابی مصر ۴۶۱/۵

الٰی وجہ الخیر ویحرمہ عن المیراث ہذا خیر من ترکہ۔ ^۱ واللہ تعالیٰ اعلم۔	وراثت سے محروم کر کے مال کو اچھے کاموں پر خرچ کر دوں تو یہ وراثت چھوڑنے سے بہتر ہے (ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۵۷: از جلیپور ضلع پہلی بھیت مرسلہ محمد حسین احمد صاحب اسٹیشن ماسٹر ۶ ربیع الآخر ۱۳۳۱ھ

محزن علوم حقانی و ربانی ادام اللہ فیوضہم، تسلیم بعد تعظیم میری اہلیہ عرصہ سے ہر سال حضرت غوث الاعظم کی گیارہویں میں سوا من بریانی پکوا کر نیاز دلاتی ہے اور مساکین کو تقسیم کی جاتی ہے کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ یہ رقم امسال شہداء ویتامی عسا کر عثمانیہ کی امداد کے لیے بھیجی جائے اور گیارہویں شریف معمولاً قدرے شیرینی یا طعام پر دلادی جائے؟ زیادہ نیاز

الجواب:

اگر دونوں باتیں نہ ہوں تو یہی بہتر ہے کہ قدرے نیاز دے کر وہ تمام قیمت امداد مجاہدین میں بھیج دی جائے اور اس کا ثواب بھی نذر روح اقدس حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۵۸: از بلتسر بازار ضلع بلیا مرسلہ شیخ واجد علی محمد سلطان سوداگر چرم ۱۶ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید شخص مالدار ہے اور سالانہ مد زکوٰۃ میں ہزاروں روپیہ نکال کر مستحقین میں تقسیم کرتا ہے مگر سوال یہ ہے کہ کیا اس رقم زکوٰۃ سے زید حقیقت زینداری خرید کر اس کے خالص منافع کو مستقل طور پر مستحقین اور طالب علم و بنیات کو دے سکتا ہے، کیا اس کے جواز کی کوئی صورت ہے، چونکہ زید اپنے کاروبار تجارت کو بہ مقابلہ حقیقت زینداری کے مستحکم نہیں خیال کرتا وہ چاہتا ہے کہ اس صورت میں ہمیشہ وہ زکوٰۃ سے مستحقین میں اس کا نفاذ رکھے۔

الجواب:

زکوٰۃ تملیک فقیر ہے، نہ جلداد خریدنے سے ادا ہو سکتی ہے نہ جلداد فقراء پر وقف کر دینے سے ہاں اگر وہ روپیہ کسی فقیر مصرف زکوٰۃ کو باجائز شرعی دے کر بہ نیت زکوٰۃ مالک کر دے تو اس فقیر کی اجازت سے اس کی جلداد خرید کر وقف فقراء کرے تو یہ صورت بہت مستحسن ہے اور اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ مثلاً دس ہزار روپیہ زکوٰۃ کے دینے ہیں اور چاہتا ہے کہ ان کی جلداد خرید کر وقف فقراء کرے تو کسی فقیر مصرف زکوٰۃ کے ہاتھ مثلاً سو پچاس روپیہ کا مال دس ہزار روپیہ کو بیچے اور وہ قبول کر لے تو دس ہزار روپیہ اس کو بہ نیت زکوٰۃ اور اس قیمت کے مطالبہ میں واپس لے کر ان کی جلداد خرید کر وقف فقراء کر دے، یوں وقف بھی

^۱ فتاویٰ ہندیہ، الباب السادس فی الہبۃ للصغیر، نورانی کتب خانہ پشاور، ۳۹۱/۴

ہو جائیگا اور زکوٰۃ بھی ادا ہو جائیگی اور فقیر کو بھی سوچاں روپیہ کامال مل جائے گا اور وہ بعد ادا زکوٰۃ دس ہزار روپیہ واپس دینا نہ چاہئے یہ جبراً لے سکتا ہے کہ اس کا اتنا اس پر آتا ہے۔ دُر مختار میں ہے:

ولو امتنع المديون مدیده واخذها لكونه ظفر بجنس حقه۔ ^۱ واللہ تعالیٰ اعلم	اگر مدیون نہیں دیتا تو اسے چھین لے کیونکہ یہ اپنے حق کے حصول پر قدرت پاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۵۹: از کانپور محلہ فیل خانہ قدیم مرسلہ مولانا مولوی سید محمد آصف صاحب زید فیضیم ۲ جمادی الآخر ۱۳۳۸ھ

کتاب کنوز الحقائق میں یہ حدیث شریف ہے: تصدقوا علی اهل الادیان کلھا^۲ (تمام دینوں والوں پر صدقہ کرو۔ ت) اور دوسری حدیث سے ثابت ہے کہ ہر جاندار سے بھلائی صدقہ ہے۔ ائمہ کرام کفار حربی سے سلوک کو کیوں منع کرتے ہیں، ان کے کیا دلائل ہیں اور احادیث کے کیا جواب؟ کتاب السنیۃ الانبیقہ میں ہے:

لا تكون براشرعاً ولذا لم یجز التطوع الیه فلم یقع قربۃ۔ ^۳	یہ شرعاً نیکی نہیں ہوگی اسی وجہ سے ایسے کافر پر نفلی صدقہ جائز نہیں اور نہ وہ قربت بنے گا۔ (ت)

الجواب:

بہ ملاحظہ مولانا المکرم ذی المجہد والکرام مولانا مولوی سید آصف دامت فضا کلم، تصدقوا علی اهل الادیان کلھا میں امر بتصدق ہے اور تصدق قربت جہاں قربت نہ ہو صدق تصدق محال ہے اور بہ تصریح ائمہ اہل حرب کو کچھ دینا اصلاً قربت نہیں تو وہاں صدق تصدق نا ممکن اور قطعاً حاصل حدیث یہ کہ جن کو دینا قربت ہے وہ کسی دین کے ہوں ان پر تصدق کرو یہ ضرور صحیح ہے اور صرف اہل ذمہ کو شامل نصرانی ہوں خواہ یہودی خواہ مجوسی خواہ وثنی، کسی دین کے ہوں، اگر وہ قول لیں کہ غنی کو دینا صدقہ نہیں ہو سکتا تو مسلمان غنی بھی اس عموم اہل الادیان کلھا میں نہیں آسکا کہ وہ محل صدقہ ہی نہیں اور کلام تصدق میں ہے، یہی جواب اس حدیث سے ہے کہ ہر جاندار سے بھلائی صدقہ ہے، ورنہ صحیح مسلم شریف کی صحیح حدیث میں فرمایا کہ جو وزغ کو ایک ضرب مارے سونکیاں پائے۔^۴ دوسری حدیث میں ہے: جس نے سانپ کو قتل کیا اس نے گویا ایک مشرک حلال الدم کو قتل کیا۔^۵ رواہ الامام احمد عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اسے امام احمد نے حضرت عبد اللہ بن مسعود سے

^۱ در مختار کتاب الزکوٰۃ مطبع مجتہبی دہلی ۱۳۰۱

^۲ کنوز الحقائق فی حدیث خیر الخلق لعبد الرؤف المناوی حدیث نمبر ۲۳۲، ۲۹۴۳

^۳ السنیۃ الانبیقہ

^۴ صحیح مسلم کتاب قتل الحیات باب استحباب قتل الوزغ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۳۶

^۵ مسند احمد بن حنبل مروی از عبد اللہ بن مسعود دار الفکر بیروت ۳۹۵/۱

روایت کیا ہے۔ ت) تیسری حدیث میں ہے:

اقتلوا الحیات کلھن فمن خاف ثأرهن فلیس مناً ^۱ ۔ رواہ ابو داؤد والنسائی والطبرانی فی الکبیر عن جریر بن عبد اللہ عن عثمان بن ابی العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔	سب سانپوں کو قتل کرو، جو ان کے بدلہ لینے سے ڈرے وہ ہمارے گروہ سے نہیں۔ (اسے ابو داؤد، نسائی اور طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا ہے۔ ت)

ایک حدیث میں ہے:

من قتل حیة او عقر با فکانما قتل کافرا۔ ^۲ رواہ الخطیب عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔	جس نے سانپ یا بچھو مارا گویا ایک کافر مارا (اسے خطیب نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت)

کفار کی نسبت خود قرآن عظیم میں ہے: **وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ**^۳ (اور ان کو جہاں پاؤ مارو۔ ت) اور فرمایا: **اَيُّهَا ثَقِفُوا اُخْدُوْا وَقْتُلُوْا تَقْتِيْلًا**^۴ (جہاں کہیں ملیں پکڑے جائیں اور گن گن کر قتل کئے جائیں۔ ت) اور فرمایا: **وَاعْظَمُوْهُمْ**^۵ (ان پر سختی کرو۔ ت) اور فرمایا: **وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غُلَظَةً**^۶ (وہ پائیں تمہارے اندر سختی۔ ت) تو وہ اصلاً محل احسان نہیں۔ ابتدائے اسلام میں غیر محارب و محارب کفار میں فرق فرمایا تھا ان سے نیک سلوک اور برابری کا برتاؤ جائز تھا اور ان سے منع، اور اسی کو ان سے دوستی رکھنے سے تعبیر فرمایا تھا اور نہ دوستی تو کسی کافر سے کبھی حلال نہ تھی۔

قال اللہ تعالیٰ	اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: اللہ تمہیں ان سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین میں نہ لڑے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہ نکالے کہ ان کے ساتھ احسان کرو اور ان سے
لَا يَنْهٰكُمْ عَنْ لِّدَائِنَ لَمْ يَقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُغَرِّبُوْكُمْ	
وَمِنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبْرُوْهُمْ وَتُقْسِطُوْا اِلَيْهِمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ	

^۱ سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی قتل الحیات، آفتاب عالم پریس لاہور ۳۵۶/۲

^۲ تاریخ بغداد، ترجمہ نمبر ۶۹، محمد بن الحسین الخثمی الاثنائی، دار الکتاب العربی بیروت، ۲۳۴/۲

^۳ القرآن ۹۱/۳ و ۹۱/۲

^۴ القرآن ۶۱/۳۳

^۵ القرآن ۷۳/۹

^۶ القرآن ۱۲۳/۹

إِنَّمَا يَهْتَكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ قَتَلُوا فِي الدِّينِ وَأَخْرَجُواكُمْ مِّن دِيَارِكُمْ وَظَهَرُوا عَلَىٰ إِخْرَاجِكُمْ أَن تَوَلَّوْهُمْ وَمَن يَتَوَلَّهُمْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ¹	انصاف کا برتاؤ برتو۔ بیشک انصاف والے، اللہ کو محبوب ہیں اللہ تمہیں انہی سے منع کرتا ہے جو تم سے دین میں لڑے یا تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا یا تمہارے نکالنے پر مدد کی کہ ان سے دوستی کرو اور جو ان سے دوستی کریں تو وہی ستمگار ہیں۔ (ت)

معالم شریف وغیرہ میں ہے:

ثم ذكر الذين نهاهم عن صلتهم فقال إِنَّمَا يَهْتَكُمُ اللَّهُ الْآيَةَ	پھر اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا ذکر کیا جن سے احسان سے منع فرمایا: إِنَّمَا يَهْتَكُمُ اللَّهُ۔ (ت)

خازن میں ہے:

ثم ذكر الله الذي نهى عن صلتهم وبرهم فقال تعالى إنما ينهكم الله³	پھر ان لوگوں کا ذکر کیا جن سے نیکی و احسان منع ہے تو فرمایا إِنَّمَا يَهْتَكُمُ اللَّهُ۔ (ت)

تو معلوم ہوا کہ ان کے ساتھ نیک سلوک موالات ہے اور ان سے موالات مطلقاً کثیر آیات میں حرام فرمائی۔ اسی سورہ کریمہ
کے آخر میں ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ⁴	اے ایمان والو! ان لوگوں سے دوستی نہ کرو جن پر اللہ کا غضب ہے۔ (ت)

لاجرم کبیر میں ہے: قال قتادة نسختها آية القتال⁵ (حضرت قتادہ نے فرمایا اس آیت کو آیت قتال نے منسوخ
کر دیا ہے۔) تو اب کسی کافر حربی سے بر و صلہ جائز نہ رہا اگرچہ اس نے بالفعل محاربہ نہ کیا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

¹ القرآن ۸/۶۰ و ۹

² تفسیر معالم التنزیل مع الجازن زیر آیت لا یهتکم اللہ الخ مصطفیٰ البابی مصر ۷/۷۷

³ تفسیر الجازن، زیر آیت لا یهتکم اللہ الخ، مصطفیٰ البابی مصر ۷/۷۷

⁴ القرآن ۸/۶۰ و ۱۳

⁵ تفسیر کبیر، زیر آیت لا یهتکم اللہ الخ، المطبعة البهية مصر ۳/۲۹

کتاب الصوم

(روزے کا بیان)

مسئلہ ۱۶۰:

کسی نے حرام کھانا کھا کر روزہ رکھا اور حرام چیز سے افطار کیا فرضِ صوم اُس پر سے ساقط ہوا ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب:

بیشک صورتِ مستفسرہ میں فرضِ ساقط ہو گیا فان الصوم انما هو الامساك من المفطرات الثلاثة من الفجر الى الليل (روزہ صبح سے لے کر شام تک تین چیزوں (کھانا، پینا اور ہمبستری) سے رک جانا ہے۔ ت) سحری کھانا یا افطار کرنا روزے کی حقیقت میں داخل نہ اس کی شرائط سے، پھر اگر یہ مالِ حرام سے واقع ہوئی تو اس کا گناہ جُدا رہا مگر سقوطِ فرض میں شبہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۶۱:

چہ می فرماید علمائے دین و مفتیانِ شرع متین در مسئلہ کہ روزہ فرض بر حافظِ قرآن بوجہ کہ تراویح می گزارد معاف ست یا نا؟ بینوا تو جروا	کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک حافظِ قرآن پر تراویح پڑھانے کی وجہ سے روزہ رکھنا معاف ہے یا نہیں؟

ایہا العلماء۔	اے علماء! جواب تحریر فرما کر اجر پاؤ۔ (ت)

الجواب:

ختم قرآن در تراویح از سنتے بیش نیست و فرقے کہ از سنت تا فرض ست خود ہویدا ست چه بلا و سفلہتے باشد ایں را بہر آں گزشتن و ادب دین داواژگونہ داشتن بلکہ ایں بہانہ دروغ خود بشم در نمی آید زیر کہ قرأت قرآن مانع روزہ نیست ہزاراں ہزار حافظان قرآن در اقطار عالم و اکثاف زمین از پیران و بچگان و کم طاقان ہم بروز روزہ مے دارند و ہم شب قرآن می خوانند و بدیں معنی پیچ مضرتے بچشم ایشان نمی رسد و چه گونه رسد کہ ہم روزہ صحت ست و ہم قرآن شفا لیا اعتقادے صحیح باید تا ازیں دہائے الہی نفع رو نماید۔ قال اللہ تعالیٰ

وَنَزَّلْنَا مِنَ الْقُرْآنِ مَاءً مَّشْقًا ۚ وَرَحْمَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ ۚ وَلَا يَذُوقُ الظَّلْمِينَ إِلَّا خَسَارًا ۝۱۰ اقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اغزوا تغنمو او تصوموا تصحوا وسافروا تستغنوا۔^۲ اخرجه الطبرانی فی المعجم الاوسط من طریق زہیر بن محمد عن سہیل بن ابی صالح عن ابیہ

ختم قرآن میں ختم قرآن سنت سے بڑھ کر نہیں، سنت اور فرض میں جو فرق ہے وہ نہایت ہی ظاہر و باہر ہے، یہ کتنی بیوقوفی اور کم عقلی ہے کہ سنت کی خاطر فرض چھوڑ دیا جائے، یہ دین سے برگشتگی، بلکہ یہ جھوٹا بہانہ سمجھ میں نہیں آتا کیونکہ قرأت قرآن روزہ رکھنے سے مانع نہیں ہو سکتی۔ پوری دنیا میں ہزار ہا حافظ قرآن جن میں بوڑھے، بچے اور کمزور شامل ہیں دن کو روزہ رکھتے ہیں اور رات کو قرآن سناتے ہیں اور کبھی کسی کو ایسا معاملہ نقصان دہ نہیں ہوا اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ روزہ بھی صحت ہے اور قرآن سراپا شفا ہے لیکن اعتقاد کا صحیح ہونا ضروری ہے تاکہ اللہ تعالیٰ یہ نفع عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان مبارک ہے: ہم نے قرآن نازل کیا جو مومنوں کے لیے شفا اور رحمت ہے اور ظالموں کے خسارہ میں اضافہ ہی کرتا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جہاد کرو غنیمت حاصل کرو، روزہ رکھو صحت حاصل کرو، بغرض تجارت سفر کرو اور نفع حاصل کر کے غنی حاصل کرو۔ اسے طبرانی نے معجم اوسط میں زہیر بن محمد سے، انھوں نے سہیل بن ابی صالح سے، انھوں نے اپنے والد سے،

^۱ القرآن ۸۲/۷

^۲ مجمع الزوائد بحوالہ المعجم الاوسط باب اغزوا تغنمو الخ دار الکتاب العربی بیروت ۳۲۴/۵، مقاصد الحسنہ حرف السین المہملہ حدیث ۵۴۹ دار الکتب العلمیہ

بیروت ص ۲۳۶

انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا ہے جیسا کہ مقاصد حسنہ میں ہے اور یہ ثقہ لوگوں روایت ہے جیسا کہ ترغیب منذری میں ہے اور اسے امام احمد نے بھی تخریج کیا جیسا کہ سخاوی نے کہا، اور یہ الفاظ بھی ام المؤمنین نے حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کئے کہ روزہ رکھو اور صحت پاؤ اسے ابن سنی نے ابو نعیم نے طب نبوی میں روایت کیا، جیسا کہ جامع الصغیر للسیوطی میں ہے لیکن اس کی سند ضعیف ہے، جیسا کہ مناوی نے کہا قلت اس کا ضعیف ہونا نقصان دہ نہیں کیونکہ ثقہ لوگوں سے مروی ہے، علاوہ ازیں ضعیف پر فضائل میں عمل بالاتفاق جائز ہے جیسا کہ نووی وغیرہ نے بیان کیا ہے۔

کسی طرح بھی یہ باور نہیں کیا جاسکتا کہ اس شخص کو قرأت روزہ رکھنے سے مانع ہے، یہ صرف عذر باطل، کم ہمتی اور العیاذ باللہ اگر بالفرض قرآن پڑھنا اتنا کمزور کر دیتا ہے کہ اسے روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رہتی تو اس صورت میں اس کے لیے قرآن پڑھنا نہ سنت ہے نہ باعث ثواب، بلکہ حرام اور موجب عذاب ہے جس طرح کوئی شخص قرآن کی تلاوت اتنی طویل کرے کہ نماز کا وقت ہی فوت ہو جائے تو وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی کے تحت داخل ہوگا۔ "بہت سے لوگ قرآن پڑھتے ہیں مگر قرآن ان پر لعنت

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا فی المقاصد الحسنۃ وروایۃ ثقات کہا فی ترغیب البنذری وخرجه الامام احمد ایضا کہا قال السخاوی، وروی قوله صوموا تصحوا¹ عن امر المنومنین عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اخرجه ابن السنی وابو نعیم فی الطب النبوی کہا فی الجامع الصغیر للسیوطی لکن اسنادہ ضعیف² کہا قال المناوی قلت ولا یضر لثبوته برجال ثقات مع ان الضعیف معمول بہ فی الفضائل اجماعا کہا افاد النووی وغیرہ۔

یہج باور نمی آید کہ اس کس راقرآن خواندن از روزہ بازمی دارد پس نباشد مگر عذر باطل و دون ہمتی و نفس پروری و العیاذ باللہ اگر بالفرض ہمچنان ست کہ قرآن خواندن اور ابہ حدے ناتواں می کند کہ طاقت روزہ طاق می گردد تا دریں صورت اس قرآن خواندن در حق وے نہ سنت و باعث ثواب باشک بلکہ حرام و موجب عذاب و رنگ کسیکہ تلاوت قرآن دراز کرد تا آں کہ وقت نماز از دست رفت اس چنیں قرآن خواندن در آں قول نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم داخل است کہ فرمودہ رب تالی القرآن و القرآن یلعنہ³

1 الجامع الصغیر مع التیسیر تحت حدیث صوموا تصحوا مکتبۃ الامام الشافعی ریاض سعودیہ ۹۵/۲

2 التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث صوموا تصحوا مکتبۃ الامام الشافعی ریاض سعودیہ ۹۵/۲

3 المدخل لابن الحاج بیان فضل تلاوت القرآن الخ دار الکتاب العربی بیروت ۸۵/۱

کہتا ہے۔ "علماء نے مطلقاً فرمایا ہے کہ جو بھی عمل روزہ رکھے سے کمزور کرے یا مانع ہو وہ جائز نہیں، درمختار میں ہے کہ ہر وہ عمل جو انسان کو کمزور کر دے وہ جائز نہیں ہوتا۔ اگر روزے کی وجہ سے کوئی شخص اتنا کمزور ہو جاتا ہے کہ نماز میں قیام کی طاقت نہیں رکھتا تو اس کے لئے رمضان کا روزہ چھوڑنا جائز نہیں بلکہ وہ روزہ رکھے اور نماز بیٹھ کر ادا کرے۔ درمختار میں بزازیہ سے ہے اگر کسی نے روزہ رکھا اور وہ ماز میں قیام سے عاجز ہو گیا تو وہ دونوں عبادات کو جمع کرتے ہوئے روزہ رکھے اور نماز بیٹھ کر ادا کرے۔ تمام قرآن در تراویح خواں و مشنہ ہمیں بست رکعت بہ نہیکہ قادر باشی بجاء آورد روزہ از دست دادہ مستحق نارجمیم و عذاب الیم مباش سبحان اللہ! علماء کے نزدیک روزہ کی خاطر نماز میں قیام ساقط ہو جاتا ہے حالانکہ یہ قیام فرض ہے صورت مذکورہ میں تو سنت کی خاطر نہیں بلکہ حصول امامت پر تفاخر کے لیے روزہ رمضان ترک کیا جا رہا ہے۔ ببلکہ ناجائز، حرام اور گناہ فعل کے لیے ترک ہے، اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔ یہ تو جہالت صریح اور عناد فتیح ہے اس عزیز سے کہا جائے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے تجھ پر روزہ رمضان فرض عین فرمایا ہے اور تراویح میں قرآن خرم کرنا نہ فرض نہ سنت عین۔ اگر بسبب کثرت تلاوت دور کی وجہ سے جو حفاظ کے لیے جاگیر ہوتا ہے ایسا ضعف لاحق ہونے کا خطرہ ہے تو یہ بوجھ اپنے اوپر نہ لے بلکہ کسی دوسرے حافظ کی اقتداء کرے، تراویح ادا کرے اور روزہ رکھے، فرض کو بجالائے، اور سنت بھی حاصل کرے، اور اگر اس قدر کی بھی طاقت نہیں تو

ای بسا قرآن خوانان کہ قرآن ایشاں را لعنت مے کند، علماء مطلق فرمودہ اند ہر عمل کہ ضعیف و از روزہ باز دارد، روانیست فی الدر المختار لا يجوز ان يعمل عملاً یصل بہ الی الضعف¹ و اگر مردے راحلتے باشند کہ چون روزہ دارد قیام در نماز نہ تواند اُورار و انیست کہ روزہ رمضان ترک دہد بلکہ روزہ دارد و نماز نشسته گزارد فی الدر المختار عن البزازیة لو صام عجز عن القیام صام و صلی قاعد اجمعاً بین العبادتین² سبحان اللہ! نزد علماء قیام نماز کہ خود فرض است بغرض مراعات روزہ ساقط گردد اینجا روزہ رمضان بہر ادائے سنتے حاشا بلکہ بہر تفاخرے بہ حصول امامتے بلکہ بہر فعلے ناجائزے گناہے حرامے عفوے شود ان هذا الاجہل صریح او عناد قبیح ایں عزیز را گویند کہ حق سبحانہ، و تعالیٰ صوم رمضان بر تو و ہمگنان فرض عین فرمودہ است و قرآن در تراویح ختم کردن نہ فرض است و نہ سنت عین، اگر بسبب تکثیر تلاوت ہنگام دور کہ اکثر حفاظ ل را ازالا ناگزیر است ضعفے بتوراه می یابد ایں خود بر کردن تو نہ نہادہ اند بحافظے دیگر اقتدا کن و تراویح گزار و روزہ دار ہم فرض بیاب و ہم بہ سنت شباب و ایں قدر نیز نمے توانی

¹ در مختار باب ما یفسد الصوم و ما لا یفسد مطبع مجتبائی دہلی ۱۵۲/۱

² در مختار باب ما یفسد الصوم و ما لا یفسد مطبع مجتبائی دہلی ۱۵۲/۱

تمام قرآن در تراویح مٹواں و مشنہ ہمیں بست رکعت بہ نہیکہ
 قادر باشی بجآورد روزہ از دست دادہ مستحق نارجمیم و عذاب
 الیم مباش اے برادر! روزہ فرض عین ست و فرض عین بر
 فرض کفایہ مقدم و ختم قرآن در تراویح سنت کفایہ است
 و سنت کفایہ از سنت عین مؤخر ایں چہ ستم بے خردی باشک
 کہ سنت کتایہ بر فرض عین مقدم دارند، من العلماء من
 وسع فی ترک الختم لکسل القوم قائلان من لم
 یکن عالماً باہل زمانہ فهو جاہل اکما فی
 الدر مختار عن الزاہدی عن الوبری والکرمانی
 وفیہ عن الاختیار الافضل فی زماننا قدر مالا
 یثقل علیہم قال اقرہ الصنف یعنی الغزی
 وغیرہ وعن المجتبی عن الامام لوقراً ثلاثاً
 قصاراً او آیة طویلة فی الفرض فقد احسن ولم
 یسیئ قال الزاہدی فما ظنک بالتراویح قلت
 فانظر الی جہل هذا الذی یتروک صوم رمضان
 لشئ یرخص فی ترکہ لمثل هذا روزے امیر
 المؤمنین

تو تمام قرآن تراویح میں نہ پڑھے اور نہ سُنے، جس طریقہ سے
 بیس تراویح ادا کرنے پر قادر ہے ادا کرے، روزہ اگر نہ تکھا تو
 نارِ جہنم اور عذاب الیم کا مستحق ٹھہرے گا، اے میرے بھائی!
 روزہ فرض عین ہے اور فرض عین فرض کفایہ پر مقدم ہوتا
 ہے، اور ختم قرآن تراویح میں سنت کفایہ ہے اور سنت کفایہ
 سنت عین سے مؤخر ہوتی ہے، یہ کیا ظلم ہے کہ سنت کفایہ کو
 فرض عین پر مقدم کر دیا گیا ہے، بعض علماء نے قوم میں
 سُستی و کاہلی پیدا ہو جانے کی وجہ سے ختم قرآن کو ترک
 کر دینے کی بھی گنجائش یہ کہتے ہوئے روار کھی ہے کہ جو شخص
 اپنے زمانے کے حالات سے آگاہ نہیں وہ جاہل ہے جیسا کہ
 در مختار میں زاہدی سے اور وہاں وبری اور کرمانی کے حوالے
 سے ہے اور اسی میں الاختیار سے ہے کہ ہمارے زمانے میں
 اتنی مقدار افضل ہے جو بوجھ نہ بنے، اور کہا کہ اسے ہی
 مصنف الغزی وغیرہ نے ثابت رکھا ہے، المجتبے میں امام
 صاحب سے منقول ہے کہ اگر کسی نے فرائض میں تین
 آیات چھوٹی یا بڑی پڑھیں تو اس نے بہت اچھا کیا اور وہ گنہگار
 نہیں۔ زاہدی کہتے ہیں کہ پھر تراویح کے معاملہ میں آپ کی کیا
 رائے ہے؟ میں کہتا ہوں اس جاہل کو دیکھو جو رمضان کا روزہ
 ایسے عمل کی خاطر ترک کر رہا ہے جس کا ترک روزے کی
 خاطر کیا جاسکتا تھا۔ ایک دن امیر المؤمنین حضرت

¹ در مختار، باب الوتر والنوافل، مطبع مجتبائی دہلی، ۹۹/۱

² در مختار باب الوتر والنوافل مطبع مجتبائی دہلی، ۹۸/۱

فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سلیمان بن ابی حشمہ را در جماعت صبح نہ دید مادرش را پر سید عرض داد او ہمہ شب نماز گزارده است صبح دم خوابش برد و حضور جماعت نتوانست امیر المومنین فرمود مراد رجماعت صبح حاضر شدن محبوب ترست از شب زندہ داشتن مالک فی المؤطاعن شہاب عن ابی بکر بن سلیمان بن ابی حثمة عن عمر الخطاب فقد سلیمان بن ابی حثمة فی صلوة الصبح وان عمر بن الخطاب غدا الى السوق وسكن سلیمان بین السوق والمسجد فمر على الشفاء امر سلیمان فقال لهالم ارسلیمان فی صلوة الصبح فقالت انه بات یصلی فغلبته عیناه فقال عمر لان اشهد صلوة الصبح فی الجماعة احب الى ان اقوم لیلة اه رواه ابوبکر بن ابی شیبہ عن عبدالرحمن عن عمر ولفظه لان اصلیهما فی جماعة احب الى من احیی ما بینہما² یعنی الصبح والعشاء

فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سلیمان بن ابی حشمہ کو صبح کی جماعت میں نہ دیکھا آپ نے ان کی والدہ سے وجہ پوچھی تو انھوں نے عرض کیا وہ تمام رات نماز پڑھتے رہے صبح کے وقت انھیں نیند آگئی جس کی وجہ سے وہ جماعت میں شریک نہ ہو سکے، امیر المومنین نے فرمایا: میرے نزدیک صبح کی نماز میں شریک ہونا تمام رات کی عبادت سے کہیں افضل ہے۔ مؤطا میں امام مالک نے شہاب سے انھوں نے ابوبکر بن سلیمان بن ابی حشمہ سے انھوں نے حضرت عمر بن خطاب سے بیان کیا کہ انھوں نے سلیمان بن ابی حشمہ کو نماز صبح میں غائب پایا، دوسرے دن حضرت عمر بازار کی طرف تشریف لے گئے سلیمان مسجد اور بازار کی درمیانی جگہ پر رہائش پذیر تھے، آپ سلیمان کی والدہ حضرت شفا کے پاس سے گزرے فرمایا: میں نے سلیمان کو نماز صبح میں نہیں دیکھا وہ کہنے لگیں: وہ ساری رات نماز پڑھتا رہا صبح اس پر نیند کا غلبہ ہو گیا۔ آپ نے فرمایا: نماز صبح کیلئے حاضر ہونا مجھے تمام رات قیام سے زیادہ محبوب ہے۔ اسے ابوبکر ابن ابی شیبہ نے عبدالرحمن سے، انھوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا، اور اس کے الفاظ یہ ہیں: "مجھے جماعت کے ساتھ دونوں نمازیں ادا کرنا ان دونوں (عشاء اور صبح) کے درمیان

¹ مؤطا امام مالک باب ماجاء فی العتمہ والصبح میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۱۱۵

² مصنف ابن ابی شیبہ فی التخلف فی العشاء والفجر الخ ادارة القرآن کراچی ۳۳۳

حضور پُر نور سید غوث الثقلین پیر دستگیر محی الدین ابو محمد عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ در کتاب مستطاب فتوح الغیب شریف مقالہ در ترتیب عبادات فرمود آنجا بر ہچو جاہلے کہ در حفظ سنت و نفل فرائض راز دست می دہد اقامت قیامت کبریٰ نمود، فقیر غفر اللہ تعالیٰ برنے ازاں سخن کریم مع ترجمہ شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نقل کنم باشد کہ جاہلاں را از خواب غفلت بیدار ساز واللہ الہادی مے فرماید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ینبغی للمؤمن ان یشغل اولاً بالفرائض مے باید و سرزدر مسلمان راکہ کار بند و نخست بہ چیز ہائے کہ فرض و واجب گردانیدہ است حق تعالیٰ از عبادت کہ ترک آنہا آثم و معاقب می گردد فاذا فرغ منها اشتغل بالسنن چون بہ پردازد از فرائض مشغول گردد بسنتائے راتب راکہ معین و مؤکدہ شدہ است ہمراہ فرائض و ترک آں سبب اساءت و عتاب ست ثم یشغل بالنوافل والفضائل پستز مشغول گردد بعبادت ہائے نافلہ کہ زیادت ست بر آں و فضیلت دارد و فعل آنہا ثواب ست و تبرک آں انہی واسائتے نے فما لم یفرغ من الفرائض فاشتغل بالسنن حق و رعونۃ پس مادام کہ

قیام سے محبوب ہے۔ حضور پُر نور سید غوث الثقلین پیر دستگیر محی الدین ابو محمد عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی مبارک کتاب فتوح الغیب شریف کے ترتیب عبادات کے مقالہ میں فرماتے ہیں اور ایسے جاہل پر جو سنت و نفل کی وجہ سے فرائض ترک کردیتا ہے قیامت کبریٰ برپا فرماتے ہیں، فقیر (اللہ تعالیٰ اسے بخش دے) اس مبارک گفتگو سے کچھ حصہ مع ترجمہ شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نقل کرتا ہے تاکہ جاہل لوگ خواب غفلت سے بیدار ہوں اور اللہ تعالیٰ ہی ہدایت عطا فرمانے والا ہے، حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ "مومن کو چاہئے کہ وہ پہلے فرائض بجالائے" مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ پہلے ان عبادات کو بجالائے جو اللہ تعالیٰ نے ان پر فرض و واجب کی ہیں جن کے ترک سے وہ گنہگار اور قابل گرفت بن جاتے ہیں" جب ان فرائض سے فراغت ہو جائے تو پھر سنن میں مشغول ہو "جب مسلمان ان فرائض سے فارغ ہو جائے تو پھر ان سنن میں مشغول ہو جو فرائض کے ہمراہ معین مؤکد ہیں جن کا ترک اساءت اور عتاب کا سبب ہے" پھر نوافل و فضائل میں مشغول ہو "پھر ان نفلی عبادات میں مشغول ہو جو ان فرائض و سنن سے زائد ہیں اور فضیلت رکھتے ہیں، ان کا بجالانا ثواب، لیکن ان کا ترک گناہ نہیں" جب تک فرائض سے فراغت نہ ہو سنن میں مشغول ہونا بیوقوفی اور رعونت ہے (تو جب تک فرائض

مکمل نہ ہو جائیں سنتوں میں مشغول ہونا جہالت اور بے عقلی ہے کیونکہ ایسی چیز کا ترک کرنا جو لازم و ضروری تھی اور ایسی چیز کا اہتمام جو ضروری نہیں تھی عقل و خرد کے قاعدے سے دُور ہے کیونکہ عاقل کے لیے منافع کے حصول سے ضرر کا دُور کرنا اہم و واجب ہوتا ہے بلکہ حقیقتاً اس صورت میں نفع ہے ہی نہیں۔ اسی پر قیاس نوافل ادا کرنا اور فرائض ترک کر دینا بھی نامقبول و باطل ہے جیسا کہ فرمایا "پس اگر سنن و نوافل میں فرائض سے پہلے مشغول ہو گیا" یعنی اگر فرض کی ادائیگی سے پہلے ہی سنن و نوافل میں مصروف ہو گیا تو "وہ مقبول نہ ہوں گے بلکہ ذلت و رسوائی ہوگی۔" علماء فرماتے ہیں کہ نوافل کا بجالانا اور فرائض کو ترک کر دینا ایسے ہی جیسے کوئی اپنے قرض خواہ کو ہدیہ دے دے مگر اس کا قرض ادا نہ کرے تو یہ ہدیہ ہر گز مقبول نہ ہوگا۔ یہ بھی کہا گیا کہ جس کے نزدیک نوافل فرائض کی نسبت اہم ہوں وہ دھوکا و فریب زدہ ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ دو چیزیں لوگوں کو ہلاک کر دینے والی ہیں نفلی عبادات میں مشغول ہو کر فرائض کو ضائع کر دینا اور قلب کی موافقت کے بغیر ظاہری اعضاء کا عمل کرنا، "اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جسے بادشاہ اپنی خدمت میں بلائے" یعنی اس شخص کا حال جو فرائض ترک کر کے سنن و نوافل بجالائے اس کا حال اس شخص کی طرح ہے جسے بادشاہ اپنی خدمت میں طلب کرے، اس سے مراد وہ فرائض ہیں جن کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے جو علی الاطلاق حاکم و بادشاہ ہے اور وہ اس اعلیٰ طریقے پر بلاتا ہے "پس وہ اس کی طرف

نہ پرداز و از فرائض و تمام نہ کند آنہا را پس مشغول شدن بسنتا نشان جہل و بے خردی و سبک عقلی ست چہ ترک انچہ لازم و ضروری ست و اہتمام بہ انچہ نہ ضروری ست از قاعدہ عقل و خرد دور ست چہ دفع ضرر اہم است بر عاقل از جلب نفع بلکہ بہ حقیقت نفع دریں صورت منتفی ست بایں قیاس کردن نوافل باترک فرائض نیز نامقبول و باطل ست چنانچہ مے فرمائید فان اشتغل بالسنن والنوافل قبل الفرائض پس اگر مشغول گردد بسنتا و نفلا پیش از اتیان فرائض لم تقبل منه و اہین در پذیرفتہ نہ شود از و بلکہ خوار کردہ شود و گفتہ اند کہ اتیان نوافل باترک فرائض بدال ماند کہ یکے ہدیہ بردکسے کہ دام وے دارد و دام نہد ایں ہر گز قبول نیفتد و نیز گفتہ اند کہ ہر کہ نوافل نزد وے اہم از فرائض باشد وے مخدوع و مکور ست و نیز گفتہ اند ہلاک مردم دو چیز ست اشتغال نافل بالتضییع فرائض و عمل جوارح بے موافات قلب، فمثله کمثل رجل یدعوہ المملک الی خدمتہ پس حال وقصہ غریب آں کسے کہ ترک مے کند فرائض را باتیان سنن و نوافل ہچو حال مردے ست کہ مے خواند اورا بادشاہ بخدمت خود، کنایت ست از اتیان فرائض کہ پروردگار تعالیٰ کہ حامل و بادشاہ علی الاطلاق ست بدال خواندہ و امر کردہ است فلا یأتی الیہ

نہیں آتا" یعنی وہ آدمی بادشاہ کی طرف نہیں آتا" اور وہ بادشاہ کے ایسے امیر کے پاس کھڑا رہے جیسے اس کا غلام اور خادم ہو) یعنی وہ ایسے چاکر کے پاس کھڑا رہتا ہے جو بادشاہ کا غلام ہے" اور اس کے قبضہ و ولایت میں ہے" وہ اس کے تصرف اور قدرت کے تحت ہے، یہ ان سنن و نوافل کی مثال ہے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (جو بارگاہ خداوندی میں امیر اور خصوصی وزیر ہیں) کے طریقہ پر یا علماء کے استحباب پر (جو اللہ تعالیٰ کے غلام اور بندے ہیں) کے طریقہ پر عمل پیرا ہوتا ہے اگرچہ تمام پروردگار کے حکم سے ہی لیکن فرائض کی نسبت الزام و ایجاب کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف کی جاتی ہے اور وہ سنن و نوافل جن کا درجہ یہ نہیں ان کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب و اتباع کی طرف کردی جاتی ہے۔ حضرت علی بن ابی طالب سے مروی ہے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "نوافل ادا کرنے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے جو نوافل ادا کرتا ہے حالانکہ اس پر فرائض ہیں" حالانکہ اس کے ذمہ ایسے فرائض ہیں جنہیں اس نے ادا نہیں کیا" اس حاملہ خاتون کی طرح ہے" جس کی مدت حمل مکمل ہو گئی" جب ولادت کا وقت آیا تو اس نے بچہ کو گرا دیا) یعنی نا تمام بچہ کو اس نے جنم کے وقت گرا دیا۔ وجہ تشبیہ بے فائدہ تکلیف و مشقت اٹھانا ہے کیونکہ جب وہ نوافل عدم ادائیگی فرائض مقبول ہی نہیں

پس نمی آید آں مرد بسوئے بادشاہ و یقف بخدمۃ الامیر الذی ہو غلام الملک و خادمہ می لیست در چاکری یکے از امرائے بادشاہ کہ غلام بادشاہ و چاکر اوست و تحت یدہ و ولایت وزیر دست قدرت و تصرف اوست ایں مثال اتیان سنن و نوافل ست کہ بر طریقہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ بندہ و امیر وزیر خاص درگاہ اوست و باستحسان و استحباب علماء کہ بندگان و غلامان او بند عمل کردن ست اگرچہ ہمہ بحکم حضرت پروردگار تعالیٰ و تشریع اوست، ولیکن فرائض را بہ جهت الزام و ایجاب نسبت بجناب یزدی کنند و سنن و نوافل را کہ نہ درال مرتبہ اند بخدمت رسول و اصحاب و اتباع او صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و علیہم اجمعین عن علی بن ابی طالب روایت ست، از امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ قال قال رسول اللہ گفت گفت پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان مثل مصلی النوافل بد رستیکہ قصہ و حال گزارندہ نقلما و علیہ فریضۃ و حال آنکہ بر ذمہ او فرضی ست کہ نہ گزارندہ است آں را کمثل حبلی حملت بہجو قصہ و حال زنہ بارداست کہ تمام شدہ است مدت حمل او فلما دنی نفاسہا اسقطت پس ہر گاہ نزدیک شد وقت زائیدن وے اقلند بچہ رانا تمام از شکم و وجہ تشبیہ رنج دیدن و مشقت کشیدن ست بے فائدہ زیرا کہ چوں

تو وہ نمازی بے فائدہ مشقت اٹھا رہا ہے جیسے کہ حاملہ خاتون نے کتنی طویل مدت تکلیف اٹھائی مگر اس پر فائدہ بصورتِ اولاد مرتب نہ ہوا۔ پس اب یہ حاملہ نہیں ہے۔ کیونکہ مقصود فوت ہو گیا۔ نہ ہی یہ صاحبِ اولاد ہے۔ کیونکہ حمل ساقط ہو گیا۔ اسی طرح وہ نمازی جب تک فرائض ادا نہیں کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے نوافل قبول نہیں فرمائے گا۔ تو جب تک نمازی فرائض بجا نہیں لاتا نہ اس کے نوافل ہوں گے نہ فرائض۔ بے ادافرائض کے نوافل ادا کرنے والے نمازی کی دوسری مثال یوں ہے جیسے کوئی تاجر بغیر سرمایہ کے نفع حاصل کرنا چاہے، لہذا فرمایا "نمازی کی مثال تاجر کی طرح ہے" یعنی مذکور مصلیٰ کا حال سوداگر کی طرح ہے۔ اسے تجارت میں نفع حاصل نہیں ہوتا۔ یعنی اسے سوداگری میں اس وقت تک نفع نہیں ہو سکتا۔ یہاں تک کہ وہ اپنا سرمایہ حاصل کرے۔ جب تک وہ سرمایہ نہیں لگائے گا اسے نفع کیسے ہوگا۔ اسی طرح معاملہ ہے نوافل ادا کرنے والے نمازی کا، اس کے نفل ادائیگی فرائض کے بغیر مقبول نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ نفل بمنزلہ نفع کے اور فرض بمنزلہ سرمایہ کے ہیں اہ کلماتِ شرح میں کچھ اختصار کیا گیا ہے۔

بالجملہ یہ شخص باجماعِ علماء فاسق، فاجر مرتکبِ کبیرہ، عذابِ الیم اور ذلتِ عظیم کا مستحق ہے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ

قبول نیفتاد نوافل بجهت عدم ادائے فرائض حاصل شد مرآں مصلیٰ رانج و مشقت بے فائدہ چنانچہ حاصل شد آں زن حاملہ راکہ مدت مدید گزشت و مشقت کشید و فائدہ کہ حصول ولد ست برآں مراتب نہ گشت فلا ہی ذات حمل پس آں زن نہ خداوند حمل ست باعتبار انتقائے مقصود کہ ولد ست ولا ہی ذات ولاد نہ خداوند ولاد ست بجهت اسقاط حمل و كذلك المصلی لا یقبل الله له نافلة حتی یؤدی الفریضة و ہمچنین مصلیٰ مذکور در نمی پذیرد خدائے تعالیٰ مراد را نماز نفل را تا آنکہ بجا آرد فرض را پس نہ فرض باشد اورا و نہ نفل و مثال دیگر مصلیٰ نفل را بے ادائے فرائض مثل تاجر است کہ سود می خواهد بے سرمایہ چنانچہ می فرماید و مثل المصلیٰ کمثل التاجر و حال مصلیٰ مذکور حال سوداگر ست کہ لا یحصل له ربحه حاصل نمی شود مراد سود در سودا حتی یا خدا را مال تا آنکہ بگیرد سرمایہ خود را فکذلك المصلیٰ بالنوافل لا یقبل له نافلة حتی یؤدی الفریضة، ہمچنین حال مشغول شونده بہ نوافل پذیرفته نمی شود مراد نفل کہ بمنزلہ سودا ست تا آنکہ ادا کند فرض را کہ بمشابه سرمایہ است اہ^۱ مع اختصار فی کلمات الشرح۔

بالجملہ ایں کسے باجماعِ علماء فاسق و فاجر و مرتکبِ کبیرہ و مستحق عذابِ الیم و خزی عظیم است۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قویٰ را دید کہ

^۱ فتوح الغیب مع شرح فارسی مقالہ ۴۸ منشی نوکشور لکھنؤ ص ۲۷۵ تا ۲۷۳

اُٹے لکے ہوئے میں اور ان کی باچھوں کو چیرا جا رہا ہے اور اُن سے خون بہ رہا ہے، آپ نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ فرشتے نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ لوگ رمضان کا روزہ قبل از وقت افطار کر لیتے تھے۔ ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اپنی اپنی صحیح میں حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں سویا تھا میرے پاس دو آدمی آئے وہ مجھے اٹھا کر ایک پہاڑ پر لے گئے (تفصیلاً حدیث بیان کی جس کا ایک حصہ یہ ہے) پھر مجھے آگے لے گئے تو وہاں ایک قوم الٹی لٹکی ہوئی تھی ان کی باچھوں کو چیرا جا رہا تھا جن سے خون بہہ رہا تھا، فرمایا: میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ بتایا گیا: یہ رمضان کا روزہ وقت آنے سے پہلے ہی افطار کر لیتے تھے۔ جب قبل از وقت روزہ افطار کرنے پر یہ عذاب ہے تو خود سوچئے بالکل روزہ نہ رکھنے پر کتنا عذاب ہوگا العیاذ باللہ، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام اور دین کی بنیاد تین چیزیں ہیں جن پر اسلام کی عمارت کھڑی ہے ان میں سے اگر کسی نے ایک کو ترک کر دیا تو وہ کافر ہوگا اور اس کا خونِ مباح ہوگا، ان میں سے ایک کلمہ توحید کی شہادت، و دوم نمازِ فرض سوم روزہ رمضان۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جو ان میں سے کسی کو بجانہ لایا وہ خدا کا منکر ہے، اس کا کوئی نفل و فرض قبول نہیں

ایشان را سرگلوں آویختہ اند و کنجہائے دہاں ایشاں دریدہ کہ از آنہا خون می ریزد فرمود ایناں چہ باشند، فرشتہ عرضداشت کہسانیکہ قبل از وقت افطار رمضان مے کنند اخرجه ابن خزیمہ وابن حبان فی صحیحہما عن ابی امامۃ الباہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول بیننا انا نائم اذا تانی رجلان فاخذنا بضبعی فأتیابی جبلا وعرا، وساق الحدیث الی ان قال ثم انطلقا بی فاذا انا بقوم معلقین بعراقیہم مشققة اشد اقمہم دمًا قال قلت من هؤلاء، قال الذین یفطرون رمضان قبل تحلة صومہم^۱ چوں پیش از وقت افطار را ایں عذاب ست اصلاً روزہ نہ داشتن را خود قیاس کن کہ چنداں باشد والعیاذ باللہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماید رس ہائے اسلام و بنیاد ہائے دین سہ چیزست کہ برایشاں بنائے اسلام نہادہ اند ہر کہ از آنہا یکے را ترک دہد کافرست بداں خونِ او حلال، یکے شہادت کلمہ توحید، دوم نماز فرض، سوم روزہ رمضان، و در روایتے فرماید ہر کہ از آنہا یکے بگزارد پس آں کافرست بخداوند پذیرند از و بیچ فرض و نہ نفل و

^۱ صحیح ابن خزیمہ باب تعلیق المفطرين قبل وقت الافطار حدیث ۱۹۸۶ المکتب الاسلامی بیروت ۲۳/۷/۳

کیا جائے گا اور اس کا خون ومال مباح ہوگا۔ اسے ابو یعلیٰ نے اسناد حسن کے ساتھ ذکر کیا، منذری نے بھی اسے سند حسن کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے، حماد بن زید کہتے ہیں کہ میں اسے نہیں جانتا مگر یہ کہ اس کی نسبت رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اسلام کے رے اور دین کے ستون تین ہیں جن پر اسلام کی بنیادیں ہیں جس نے بھی ان میں سے کسی ایک کو ترک کیا وہ کافر ہے اور اس کا خون مباح ہے، پہلی لا الہ الا اللہ کی شہادت، دوسری نماز فرض، تیسری رمضان کا روزہ۔ دوسری روایت میں ہے کہ جس نے ان میں سے کسی ایک کو چھوڑا وہ اللہ کا منکر ہے، اس کا کوئی نفل و فرض قبول نہیں، اس کا خون ومال مباح ہے۔ یہ روایت سعید بن زید نے عمرو بن مالک النکری سے انھوں نے ابوالجوزاء سے انھوں نے حضرت ابن عباس سے انھوں نے رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے اور اس کے مرفوع ہونے میں شک نہیں کیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ بھی منقول ہے کہ حق تعالیٰ نے دین اسلام میں چار چیزوں کو فرض کیا ہے ان میں سے اگر کوئی تین بجالاتا ہے تو وہ اس کے کسی کام نہیں آسکتے یہاں تک کہ وہ چاروں کو بجالائے (وہ

بدرستی کہ روا باشد خون ومال ابو یعلیٰ باسناد حسن وقال المنذری ایضاً اسنادہ حسن عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال حماد بن زید ولا اعلمہ الا قد رفعہ الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال عری الاسلام وقواعد الدین ثلثة علیہن اسس الاسلام ، من ترک منہن واحدة فهو بها کافر حلال الدم ، شهادة ان لا اله الا الله والصلوة المكتوبة وصوم رمضان۔¹ وفي رواية من ترک منہن واحدة فهو باللہ کافر ولا یقبل منه صرف ولا عدل وقد حل دمه وماله وروی هذه سعید بن زید بن عمرو بن مالک النکری عن ابی الجوزاء عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولم یشک فی رفعہ،² وهم منقول باشد آں حضرت علیہ علیہ الصلوٰۃ والتیمیۃ کہ فرمود حق تعالیٰ در دین اسلام چہار چیز را فرض کردہ است ہر کہ از انہا سہ بجا آورد اور رایتج بکار نیاید تا ہر ہمہ چہار را ادا سازد، نماز و زکوٰۃ و

1 منہ ابو یعلیٰ الموصیٰ ترجمہ ۲۳۴۵ مؤسسۃ علوم القرآن بیروت ۱۳/۳

2 الترغیب والترہیب من ترک الصلوٰۃ عمد الخ مصطفیٰ البانی مصر ۱۱۰/۲ و ۸۲/۱

چاریہ ہیں) نماز، زکوٰۃ، روزہ، رمضان، حج کعبہ امام احمد نے زیاد بن نعیم الحضرمی مرسلًا قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، چار چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے ایمان میں فرض فرمایا ہے جو ان میں سے تین بجالائے گا وہ اسے کسی شئی کا فائدہ نہیں دیں گے حتیٰ کہ تمام کو بجالائے، وہ نماز، زکوٰۃ، روزہ رمضان اور حج کعبہ ہے، نیز حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ مروی ہے کہ اگر کسی نے شریعت کی اجازت اور مرض کے بغیر روزہ رمضان نہ رکھا اگر ساری عمر روزہ رکھے تب بھی اس کا عوض نہیں ہو سکتا، ترمذی نے روایت کیا یہ الفاظ اسی کے ہیں، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، بیہقی، ابن خزیمہ نے صحیح میں اور بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تعلقاً روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے بغیر رخصت اور مرض کے ایک دن رمضان کا روزہ چھوڑ دیا اب اگر سارا زمانہ روزہ رکھتا رہے تو اس کا ازالہ نہیں ہو سکتا، مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ دو وجوہ کی بنا پر ایسے شخص کو تراویح نہ پڑھانے دیں: اولاً یہ فاسق ہے اور فاسق کی اقتداء میں نماز مکروہ ہوتی ہے جیسا کہ اس پر متون، شروحات اور فتاویٰ کی

روزہ رمضان و حج کعبہ الامام احمد عن زیاد بن نعیم الحضرمی مرسلًا قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اربع فرضهن اللہ فی الاسلام فمن جاء بثلاث لم یغنین عنه شیئاً حتی یأتی بہن جمیعاً الصلوٰۃ والزکوٰۃ وصیام رمضان وحج البیت^۱ و نیز مروی شد از اس سرور علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کہ فرمود ہر کہ یک روز از رمضان بے رخصت شرع و بے مرض روزہ ندارد اگر ہمہ عمر خودش روزہ خواہد داشت عوض آں یک روزہ نخواہد شد فقد اخرج الترمذی واللفظ له وابو داؤد والنسائی و ابن ماجہ و البيهقي وابن خزيمة في صحيحه والبخاری تعليقاً عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال من افطر يوماً من رمضان من غیر رخصة ولا مرض لم یقض عنه صوم الدھر کلہ وان صامہ^۲ مسلمانان را باید کہ پس ایں کس تراویح نگزارند بدو وجہ اولاً او فاسق ست و نماز پس فاسق مکروہ کہما صرحت بہ المتون و

الشروح والفتاویٰ

^۱ مند احمد بن حنبل حدیث زیاد بن نعیم الحضرمی المکتب الاسلامی بیروت ۲۰۱۴

^۲ صحیح بخاری باب اذا جامع فی رمضان قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۵۹/۱، جامع الترمذی ابواب الصیام المکتب کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۹۰/۱

قائبة ثانیاً غالب آنت کہ اس کس بغایت پست ہمت و بد شوق در امور دینیہ است و خواندن قرآن در تراویح ہمیں بغرض تحصیل امامت و تقدیم و تفاخر بروجہ ریاء و سمعہ اختیار کردہ است پس باید کہ غرضش را حاصل شدن نہ دہند و چوں کہ اقتدا نہ کند، لاجرم اس فعل حرام را گزارد و ان شاء اللہ تعالیٰ رجوع بروزہ آرد،

قال تعالیٰ وَلَا تَعَاوُزُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ^۱

اس قرآن خوانی از اس کس گناہ عظیم ست و مقتدیان باقتدائے اعانت بر گناہ می کنند پس خود آثم باشند ہر چند سخن قدرے دراز شد اما بجز اللہ خالی از نفع نیست یکے از جہت تحقیق مسئلہ دوم از روئے ذکر شریف و نقل کلام لطیف حضور پُر نور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فان عند ذکر الصالحین تنزل الرحمة لاسیما هذا السید رأس الاولیاء وتاج الاقطاب وسید الصلحاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عنہم اجمعین، واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتم واحکم۔

قطعی تصریحات ہیں ثانیاً غالب گمان یہ ہے کہ یہ شخص انتہائی درجہ کا کم ہمت اور امور دینیہ کے معاملے میں بد ذوق ہے اور وہ تراویح میں قرآن محض حصول امامت کیلئے سنارہا ہے اور ریاء کاری کرتے ہوئے تقدیم و تفاخر پر عمل پیرا ہے لہذا اسے اس مقصد میں کامیاب نہ ہونے دیں، جب کوئی اس کی اقتداء نہیں کرے گا تو ان شاء اللہ تعالیٰ وہ اس فعل حرام سے رجوع کرے گا، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: گناہ اور زیادتی پر ہر گز تعاون نہ کرو۔ ایسے شخص سے قرآن پڑھوانا گناہ عظیم ہے، اور اقتداء کی صورت میں مقتدی گناہ پر اس کی اعانت کرنے والے ہوں گے لہذا یہ بھی گنہ گار ہوں گے، ہر چند گفتگو قدرے طویل ہو گئی ہے بجز اللہ نفع سے خالی نہیں، ایک تو تحقیق مسئلہ کی وجہ سے اور دوسرا حضور پُر نور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کلام و ذکر شریف کے نقل کرنے کی وجہ سے، کیونکہ صالحین کے تذکرہ سے خصوصاً اس اولیاء کے سربراہ اقطاب کے تاج اور سید الصلحاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عنہم اجمعین کے تذکرے پر رحمت کا نزول ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتم واحکم۔ (ت)

مسئلہ ۱۶۲: از میرٹھ کبجہ دروازہ مکان داروغہ یاد الہی صاحب مرسلہ مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۱۲ رمضان ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نابالغ لڑکا کہ نوافل میں قرآن شریف پڑھتا ہے اگر

^۱ القرآن ۲/۵

^۲ مرقات شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب الصلوٰۃ علی الجنّۃ مکتبہ امدادیہ ملتان ۶۱/۳

بوجہ کثرت ضعف و محنت دُور، روزہ افطار کرے تو جائز ہے یا نہیں؟ بیاد تو جروا

الجواب:

نابالغ پر تو قلم شرع جاری ہی نہیں وہ اگر بے عذر بھی افطار کرے اُسے گنہ گار نہ کہیں گے۔

لقلولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رفع القلم عن ثلثة الى قوله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعن الصبي حتى يحتلم۔ ¹	حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تین افراد سے قلم اٹھالیا گیا ہے۔ ان میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس بچے کا بھی ذکر فرمایا ہے جو ابھی بلوغت کو نہیں پہنچا۔ (ت)

مگر بیان کرنا اس کا ہے کہ بچہ جیسے آٹھویں سال میں قدم رکھے اس کے ولی پر لازم ہے کہ اسے نماز روزے کا حکم دے، اور جب اُسے گیارہواں شروع ہو تو ولی پر واجب ہے کہ صوم و صلوٰۃ پر مارے بشرطیکہ روزے کی طاقت ہو اور روزہ ضرر نہ کرے۔ حدیث صحیح میں ہے کہ حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مروا اولاد کم بالصلوة وهم ابناء سبع سنين واضربوهم عليها وهم ابناء عشر۔ ²	جب بچے سات سال کے ہو جائیں تو انھیں نماز کو کہو اور دس سال کے ہو جائیں تو انھیں ترک نماز پر سزا دو۔ (ت)

تنویر الابصار میں ہے:

وجب ضرب ابن عشر عليها۔ ³	ترک نماز پر دس سال کے بچے کو سزا دینا واجب ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

عہ: رواہ احمد و ابو داؤد والحاکم عن امیر المومنین عمر و علی کالنسائی وابن ماجہ عن ام المومنین عائشة الصديقة رضی اللہ تعالیٰ عنہم ۱۲ منہ غفرلہ (م)	اسے امام احمد، ابو داؤد اور حاکم نے امیر المومنین حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا، اور نسائی وابن ماجہ نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا ۱۲ منہ غفرلہ، (ت)

¹ المستدرک للحکم، رفع القلم عن الثلاث، دار الفکر بیروت، ۲۵۸/۱

² سنن ابی داؤد، باب متی یؤمر الغلام الخ، آفتاب عالم پریس لاہور، ۷۱/۱

³ تنویر الابصار مع در مختار کتاب الصلوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی، ۵۸/۱

ظاہر حدیث میں ہے کہ سات سال کے بچے کو نماز کا کہنا اسی طرح واجب ہے، جیسے دس سال کے بچے کو سزا دینا واجب ہے اور یہ بھی واضح ہے کہ یہاں وجوب سے اصطلاحی وجوب مراد ہے نہ کہ بمعنی فرض، کیونکہ حدیث ظنی ہے۔ پس غور کیجئے۔ (ت)	ظاہر الحدیث ان الامر لابن سبع واجب کا لضرب والظاہر ایضاً ان الوجوب بالمعنی المصطلح علیہ لا بمعنی الافتراض لان الحدیث ظنی فافہم۔¹

در مختار میں ہے: والصوم كالصلوة علی الصحيح² (صحیح قول کے مطابق روزہ کا حکم نماز ہی کی طرح ہے۔ ت) عالمگیری میں ہے: قال الرازی یؤمر الصبی اذا طاقه³ (امام رازی نے فرمایا: جب بچہ توانا ہو جائے تو اسے (نماز و روزہ کا) حکم دیا جائے۔ ت) اُسی میں ہے:

یہ اس وقت ہے جب روزہ جسمانی تکلیف کا سبب نہ بن رہا ہو، اگر بن رہا ہو تو پھر اسے نہ کہا جائے (ت)	هذا اذا لم يضر الصوم ببدنه فان اضر لا یؤمر به۔⁴

اور پُر ظاہر کہ یہ احکام حدیث و فقہ میں مطلق و عام، تو ولی نابالغ ہفت سال یا اس سے بڑے کہ اُسی وقت ترک صوم کی اجازت دے سکتا ہے جبکہ فی نفسہ روزہ اُسے ضرر پہنچائے ورنہ بلا عذر شرعی اگر روزہ پھڑپھڑائے گا یا چھوڑنے پر سکوت کرے گا گنہ گار ہوگا کہ اس پر امر یا ضرب شرعاً لازم اور تارک واجب، بزہ کار و آثم، اور دُور کلام اللہ کی محنت عذر و افطار نہیں۔ اولاً اکثر ہوتا ہے کہ سچے بہت جوان قوی تندرست لوگ ایسے امور میں کم ہمتی کو بے قدرتی سمجھ لیتے حالانکہ کمر ہمت چست باندھیں تو کھل جائے کہ عجز سمجھنا صرف و سوسہ تھا، اور واقعہ میں عجز ہو بھی یعنی روزہ رکھ کر کلام اللہ شریف پر محنت شاقہ نہیں ہو سکتی تو راہ یہ ہے کہ روزہ رکھوائیں اور قرآن مجید کا جتنا شغل بے کلفت ہو سکے لیں، اور جس قدر کی طاقت نہ دیکھیں بعد رمضان دور آئندہ پر ملتوی رکھیں کہ شرعاً صیام کے لیے ایام معین ہیں جن کے فوت سے ادافوت ہوگی اور دور کے لیے کوئی دن مقرر نہیں ہمیشہ و ہر وقت کر سکتے ہیں فرض کیجئے اگر مرد و جوان تندرست مقیم کی یہی حالت ہوتی ہے کہ روزے کے ساتھ محنت دُور نہ کر سکتا تو کیا شرع اسے اجازت دیتی کہ دور کے لیے روزہ ترک کرے، حاشا وکلاً، بلکہ لازم فرماتی کہ روزہ رکھ اور دُور دُور دیگر پر موقوف رکھ، تو معلوم ہوا اسی میں

¹ رد المحتار کتاب الصلوة دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۳۵/۱

² در مختار کتاب الصلوة مطبع مجتبائی دہلی ۵۸/۱

³ فتاویٰ ہندیہ المستقرقات من باب الاعتکاف نورانی مکتب خانہ پشاور ۲۱۴/۱

⁴ فتاویٰ ہندیہ المستقرقات من باب الاعتکاف نورانی مکتب خانہ پشاور ۲۱۴/۱

خیر ہے، اور اس کے عکس میں شر، اور ولی کو چاہئے سچے کو ہر خیر کا حکم دے اور ہر شر سے باز رکھے۔ محشیانِ دُر ساداتنا حلبی و طحطاوی و شامی رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

مرادہ من ہذین النقلین بیان ان الصبی ینبغی ان یومر لجمیع المأمورات وینہی عن جمیع المنہیات	ان دونوں تصریحات کا مقصد یہ ہے کہ ولی پر لازم ہے کہ وہ سچے کو تمام اوامر کو بجالانے اور تمام منہیات سے باز رہنے کا کہے۔ (ت)

علامہ طحطاوی نے فرمایا:

فلا خصوصیۃ للصلوۃ والصوم والخمر کما یرشد الیہ التعلیل ۲ھ هذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی انه سبحانه وتعالی اعلم۔	اس میں نماز، روزہ اور شراب ہی مخصوص نہیں جیسا کہ علت کا بیان اسے واضح کر رہا ہے۔ یہ مجھ پر واضح ہوا ہے علم حق میرے رب کے پاس ہے، انہ سب بخنہ وتعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۶۳: از کمپ معرفت حکیم سید نور الحسن صاحب دہلوی ۲ شوال ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیانِ شرع متین بیچ اس مسئلہ کے جو کہ بوجہ اختلاف ہونے رویت ہلال کے ۳۰ تاریخ رمضان المبارک کو روزہ افطار کیا گیا اور بعد معلوم ہو جانے خبر تکذیب رویت کے روزہ قائم نہیں کیا گیا اور اکل و شرب برابر رکھا، اب اس روزے کے واسطے کفارہ لازم ہے یا قضا و نیز جن صاحبوں نے بعد خبر پانے تکذیب رویت کے پھر اپنے صوم کو کلی غرارہ سے دہن کو پاک کر کے قائم کر لیا ہے اُن کو کیا امر لازم ہے آیا کفارہ یا قضا؟

الجواب:

جنہوں نے اکل و شرب قائم رکھا حالانکہ کذب پر مطلع ہو چکے تھے وہ گنہ گار ہوئے لیکن کفارہ ان پر بھی نہیں، جنہوں نے فوراً کلی غرارہ کر لیا وہ ثواب پائیں گے اور ایک روزہ اُس کے عوض کا وہ بھی رکھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۶۴: از گلٹ چھاؤنی جو نال مرسلہ سردار امیر خاں ملازم کپتان اسٹوٹ ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سفر میں روزہ رکھنا کیسا ہے؟ خاص کر کے لڑائی کے موقع پر جانا ہے۔ بینوا تو جروا

الجواب:

جو اپنے گھر سے تین منزل کا مکمل یا زیادہ کی راہ کا ارادہ کر کے چلے خواہ کسی نیت اچھی یا بُری سے جانا ہو، وہ

1 رد المحتار کتاب الصلوٰۃ مصطفیٰ البابی مصر ۱۳۵۹ھ

2 حاشیہ طحطاوی علی الدر المختار کتاب الصلوٰۃ دار المعرفہ بیروت ۱۴۰۱ھ

جب تک مکان کو پلٹ کر نہ آئے یا بیچ میں کہیں ٹھہرنے کی جگہ پندرہ دن قیام کی نیت نہ کر لے مسافر ہے، ایسے شخص کو جس دن کی صبح صادق مسافرت کے حال میں آئے اُس دن کا روزہ ناغہ کرنا اور پھر کبھی اس کی قضا رکھ لینا جائز ہے، پھر اگر روزہ اسے نقصان نہ کرے نہ اُس کے رفیق کو اُس کے روزہ سے ایذا ہو جب تو روزہ رکھنا ہی بہتر ہے ورنہ قضا کرنا بہتر ہے،

فی الدار المختار، لمسافر سفر اشريعاً ولو بعصية الفطر، ويندب الصوم ان لم يضربه فان شق عليه او على رفيقه فالفطر افضل لموافقة الجماعة، يجب على مقيم اتمام صوم يوم من رمضان سافر في ذلك اليوم اهـ ¹ ملتقطاً	در مختار میں ہے وہ مسافر جس کا سفر شرعی (مقدار کے برابر) ہو خواہ گناہ کی خاطر ہو روزہ چھوڑ سکتا ہے اور اگر اسے روزہ تکلیف نہ دے تو روزہ رکھنا مستحب ہے، اور اگر روزہ مشکل ہو یا اس کے ساتھی پر مشکل ہو تو پھر جماعت کی موافقت میں افطار افضل ہے۔ مقيم پر اس روزہ رمضان کا اتمام لازم ہے جس دن اس نے سفر شروع کیا (مختصر آ) (ت)

یونہی غازی اگر یقیناً جانے کہ اب دشمن سے مقابلہ ہونے والا ہے اور روزہ رکھوں گا تو ضعف کا اندیشہ ہے تو وہ بھی ناغہ کرے اگرچہ سفر میں نہ ہو۔

في رد المحتار عن النهر عن الخلاصة الغازي اذا كان يعلم يقيناً انه يقاتل العدو في رمضان ويخاف الضعف ان لم يفطر افطر ²	رد المحتار میں نہر سے خلاصہ سے ہے کہ غازی کو جب یقین ہو کہ رمضان میں دشمن سے مقابلہ ہوگا اور اگر روزہ رکھا تو کمزور ہو جائے گا تو روزہ نہ رکھے (ت)

مگر یہ اجازت بلا سفر صرف اُسی کو مل سکتی ہے جو حمایت یا اعانت دین اسلام میں لڑتا ہو، باقی ملکی لڑائیاں یا معاذ اللہ کفر کی حمایت یا کافر کی طرف ہو کر اگرچہ دوسرے کافر ہی سے لڑتا، یہ سب گناہ ہیں۔ گناہ پر طاقت کے لیے روزہ قضا کرنے کی اجازت ممکن نہیں۔

في مستامن فتح القدير، فرع نفيس في المبسوط لو غار قوم من اهل الحرب	فتح القدير کے باب المستامن میں ہے کہ مبسوط میں نہایت نفیس جزئیہ ہے کہ اگر اہل حرب میں سے

¹ در مختار باب ما يفسد الصوم فصل في العوارض مطبع مجتبائی دہلی ۱۵۲/۱۵۳

² رد المحتار، باب ما يفسد الصوم فصل في العوارض، مصطفى البابي مصر، ۱۲۶/۲

على اهل الدار التي فيهم المسلم المستامن لا يحل له قتال هؤلاء الكفار الا ان خاف على نفسه لان القتال لما كان تعريضاً لنفسه على الهلاك لا يحل الا لذلك اولا علاء كلمة الله تعالى وهو اذالم يخف على نفسه ليس قتاله لهؤلاء الاعلاء لكفر¹	کچھ لوگوں نے کسی ایسے علاقے پر حملہ کر دیا جس میں کسی مسلمان نے پناہ لے رکھی تھی تو اس مسلمان کے لیے ان کفار کے ساتھ لڑائی کرنا جائز نہ ہوگا، البتہ اس صورت میں جب اسے اپنی جان کا خوف ہو، کیونکہ قتال میں اپنے آپ کو ہلاکت پر پیش کرنا ہوتا ہے اور یہ جائز نہیں مگر اس صورت میں جب اپنی جان کا خوف ہو یا کلمۃ اللہ تعالیٰ کی سربلندی کے لیے ہو، اور جب اسے اپنے نفس کا خوف نہیں تو اب اس کا قتال سوائے کفر کی بلندی کے کچھ نہ ہوگا۔ (ت)

ہاں جب یہ لوگ سفر میں ہوں تو بوجہ سفر اجازت ہوگی اگرچہ وہ سفر جانب سقر ہو۔

كما قدمنا عن الدر المختار والخلاف فيه معروف بيننا وبين الشافعي رضي الله تعالى عن الجميع - والله تعالى اعلم -	جیسا کہ ہم نے در مختار کے حوالے سے پیچھے بیان کیا ہے اور اس میں ہمارے اور امام شافعی (اللہ تعالیٰ ان تمام سے راضی ہو) کے درمیان مشہور اختلاف ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۶۵: عرفان علی صاحب رضوی، میل پوری ملازم کچہری کلکٹر پبلی بھیت ۱۶ شعبان ۱۴۳۳ھ

ماہ رمضان شریف کبھی موسم گرما میں ہوتا ہے کبھی موسم سرما، کبھی موسم بہار میں کبھی برسات میں۔ فرض کیجئے کہ ایک مرتبہ ماہ رمضان گرمیوں میں ہو تو دوسرے سال بھی گرمیوں میں ہونا چاہئے کیونکہ وہی موسم دوبارہ سال بھر بعد آتا ہے، شمسی مہینے کے حساب سے کبھی رمضان موسم گرما میں ہوتا ہے اور کبھی موسم سرما میں، اس کی وجہ کیا ہے؟ چونکہ حضور علم ہیأت میں یدِ طولیٰ رکھتے ہیں پس سوائے حضور کے کسی اور سے اس کا حل ہونا غیر ممکن۔ بینوا تو جو را

الجواب:

موسموں کی تبدیلی خالق عزوجل نے گردشِ آفتاب پر رکھی ہے مثلاً تحویل برج حمل سے ختم جو رات تک فصل ربیع ہے، پھر تحویل سرطان سے ختم سنبھلہ تک گرمی، پھر تحویل میزان سے ختم قوس تک خریف، پھر تحویل جدی سے ختم حوت تک جاڑا، یہ آفتاب کا ایک دور ہے کہ تقریباً ۳۶۵ دن اور پونے چھ گھنٹے میں کہ پاؤدن کے قریب ہولپورا ہوتا ہے۔ اور عربی شرعی مہینے قمری ہیں کہ ہلال سے شروع اور ۲۹ یا ۳۰ دن میں ختم ہوتے ہیں۔ یہ بارہ مہینے

¹ فتح القدیر باب المستامن مکتبہ نوریہ رضویہ سکر ۲۶۷/۵

یعنی قمری سال ۳۵۴ یا ۳۵۵ دن کا ہوتا ہے تو شمسی سال سے دس گیارہ دن چھوٹا ہے، سمجھنے کے لیے کسرات چھوڑ کر شمسی سال ۳۶۵ قمری ۳۵۵ میں رکھے کہ دس دن کا فرق ہوا، اب فرض کیجئے کہ کسی سال یکم رمضان شریف یکم جنوری کو ہوئی تو آئندہ سال ۲۲ دسمبر کو یکم رمضان ہوگی کہ قمری ۱۲ مہینے ۳۵۵ دن میں ختم ہو جائیں گے اور شمسی سال پورا ہونے کو ابھی دس دن اور درکار ہیں، پھر تیسرے سال یکم رمضان ۱۲ دسمبر کو ہوگی، چوتھے سال یکم دسمبر کو ہوگی، تین برس میں ایک مہینہ بدل گیا، پہلے یکم جنوری کو تھی اب یکم دسمبر کو ہوئی، یونہی ہر تین برس میں ایک مہینہ بدلے گا اور رمضان المبارک ہر شمسی مہینہ میں دورہ فرمائے گا، یعنی یہی حالت ہندی مہینوں کی ہوگی، اگر وہ لوند نہ لیتے، انھوں نے سال رکھا شمسی اور مہینے لیے قمری، تو ہر برس دس دن گھٹ گھٹ کر تین سال بعد ایک مہینہ گھٹ گیا، لہذا ہر تین سال پر وہ ایک مہینہ مکرر کر لیتے ہیں تاکہ شمسی سال سے مطابقت رہے، ورنہ کبھی جیٹھ جاڑوں میں آتا اور پوس گرمیوں میں، بلکہ نصاریٰ جنہوں نے سال و ماہ سب شمسی لیے اگر یہ چوتھے سال ایک دن بڑھا کر فروری ۲۹ کا نہ کرتے تو ان کو بھی یہی صورت پیش آتی کہ کبھی جون کا مہینہ جاڑوں میں ہوتا اور دسمبر گرمیوں میں، یوں کہ سال ۳۶۵ دن کا لیا اور آفتاب کا دورہ ابھی چند گھنٹے بعد پورا ہو گا کہ جس کی مقدار تقریباً چھ گھنٹے، تو پہلے سال شمسی سال دورہ یافتہ سے ۶ گھنٹے پہلے ختم ہوا، دوسرے سال ۱۲ گھنٹے پہلے، تیسرے سال ۱۸ گھنٹے پہلے، چوتھے سال تقریباً ۲۴ گھنٹے، اور ۲۴ گھنٹے کا ایک دن رات ہوتا ہے لہذا ہر چوتھے سال ایک دن بڑھا دیا کہ دورہ آفتاب سے مطابقت رہے، لیکن دورہ آفتاب پورے چھ گھنٹے زائد نہ تھا بلکہ چوتھے تقریباً پونے چھ گھنٹے، تو چوتھے سال پورے ۲۴ گھنٹے کا فرق نہ پڑا تھا بلکہ تقریباً ۲۳ گھنٹے کا اور بڑھالیا ایک ایک کہ ۲۴ گھنٹے ہے، تو یوں ہر سال میں شمسی سال دورہ آفتاب سے کچھ کم ایک گھنٹہ بڑھے گا، سو برس بعد تقریباً ایک دن، لہذا صدی بعد گھٹا کر پھر فروری ۲۸ دن کا کر لیا، اسی طرح اور دقیق کسرات کا حساب ہے۔ واللہ تعالیٰ

اعلم

مسئلہ ۱۶۶: از رائے پوری پی محلہ بیجنا تھ پارہ مرسلہ بہادر علی خاں سپرنٹنڈنٹ پنشنر محکمہ بندوبست ۲۴ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ شعبان کی ۲۹ کو اگر چاند نظر نہ آئے تو ۳۰ کو علاوہ قاضی و مفتی کے عوام کو روزہ رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور جائز ہے تو کس نیت سے؟

الجواب:

اگر ۲۹ کی شام کو مطلع صاف ہو اور چاند نظر نہ آئے تو ۳۰ کو قاضی مفتی کوئی بھی روزہ نہ رکھے اور اگر مطلع پر ابر و غبار ہو تو مفتی کو چاہئے کہ عوام کو ضحہ کبریٰ یعنی نصف النہار شرعی تک انتظار کا حکم دے کہ جب تک کچھ نہ کھائیں پیئیں، نہ روزے کی نیت کریں، بلا نیت روزہ مثل روزہ رہیں، اس بیچ میں اگر ثبوت شرعی سے

رویت ثابت ہو جائے تو سب روزے کی نیت کر لیں روزہ رمضان ہو جائے گا، اور اگر یہ وقت گزر جائے کہیں سے ثبوت نہ آئے تو مفتی عوام کو حکم دے کہ کھائیں پیئیں، ہاں جو شخص کسی خاص دن کے روزے کا عادی ہو، اور اگر اس تاریخ وہ دن آکر پڑے مثلاً ایک شخص ہر پیر کو روزہ رکھتا ہے اور یہ دن پیر کا ہو تو وہ اپنے اسی نفلی روزے کی نیت کر سکتا ہے شک کی وجہ سے رمضان کے روزے کی نیت کرے گا یا یہ کہ چاند ہو گیا تو آج رمضان کا روزہ رکھتا ہوں ورنہ نفل، تو گنہ گار ہوگا۔ حدیث میں ہے:

من صام يوم الشك عصى ابا القاسم ^۱ صلى الله تعالى عليه وسلم۔ والله تعالى اعلم	جس نے یوم شک کا روزہ رکھا اس نے حضرت ابو القاسم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۶۷:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سائل دریافت کرتا ہے کہ بروز پیر روزہ رکھنا چاہئے یا نہیں کیونکہ اگر ابرہا تو چاند کا ثبوت ہونا غیر ممکن ہے اور اگر مطلع صاف ہوا تو دیکھ کر چاند روزہ ہوگا، اس غرض سے دریافت کیا گیا ہے بغیر چاند دیکھنے کے روزہ ناجائز ہوگا، حضور تحریر فرمادیتے تھے تاکہ دیہات میں خبر کر دی جائے، جیسا بھی تحریر ہوگا ویسا کیا جائے گا۔

الجواب:

اگر چاند ہو جائے یا شرعی شہادت گزر جائے تو کل کاروزہ ہے ورنہ دوپہر تک کچھ کھائیں پیئیں نہیں اس خیال سے کہ شاید چاند ثابت ہو جائے، پھر اگر ثابت ہو جائے تو روزہ کی نیت کر لیں ورنہ کھانا کھالیں اور جب تک رویت یا ثبوت رویت نہ ہو جائے رمضان کی نیت سے کل کاروزہ رکھنا حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۶۸: مرسلہ احمد شاہ خاں از موضع نگر یاسادات

ان پانچ روزوں میں جو روزہ رکھنا منع ہے یعنی ایک خاص عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے، تو اس کی کیا وجہ ہے؟ بینو اتوجروا

الجواب:

یہ دن اللہ عزوجل کی طرف سے بندوں کی دعوت کے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۶۹:

ماہ رمضان المبارک اور غیر رمضان المبارک میں قرآن خوانی یا اور کوئی ختم مثلاً تسبیح و تہلیل کے کوئی شخص پڑھے یا پڑھائے تو دونوں میں ثواب برابر ہے یا کم و بیش ہے، تو کیا وجہ ہے؟ بینو اتوجروا

¹ صحیح بخاری باب اذار لیتوا الدلال فصوصوا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۵۶/۱

الجواب: رمضان المبارک میں ہر عمل نیک کا ثواب باقی مہینوں کے عمل سے اکثر وافر ہے، رمضان کا نفل اور مہینوں کے فرض اور اس کا فرض اور مہینوں کے ستر فرض کے برابر ہے۔ اور اللہ عزوجل کا فضل وسع واکبر ہے۔ سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شہر مبارک کی نسبت فرمایا:

من تقرب فیہ بخصلۃ من الخیر کان کمین ادی فریضۃ فیما سواہ، ومن ادی فیہ فریضۃ کان کمین ادی سبعین فریضۃ فیما سواہ، ^۱ الحدیث رواہ ابن خزیمۃ والبیہقی، واللہ تعالیٰ اعلم	جس نے رمضان میں کوئی نفل نیک کا کام کیا اسے اس شخص جیسا ثواب ملے گا جس نے رمضان کے علاوہ میں فرض ادا کیا، اور جس نے اس میں فرض ادا کیا وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے رمضان کے علاوہ میں ستر فرض ادا کئے، الحدیث اسے ابن خزیمہ اور بیہقی نے روایت کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۷۰: از مونگیر بہار مرسلہ مولوی محمد عمر صاحب ولایتی مقیم مونگیر مسجد ٹوٹی ۵ شوال ۱۳۰۵ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مونگیر میں ۲۹ رمضان روز یکشنبہ کو باوجود صفائے مطلع چاند نظر نہ آیا مگر کلکتہ سے
بذریعہ تار برقی خبر آئی کہ یہاں ۲۹ رمضان روز یکشنبہ چاند دیکھا گیا بعد اس کے یہاں کے ایک رئیس نے کلکتہ کے امام جامع مسجد
سے بذریعہ تار برقی دریافت کیا امام صاحب نے بھی یہی جواب دیا کہ کلکتہ میں بتاریخ ۲۹ رمضان چاند دیکھا گیا اس پر اُس رئیس
نے مع اور چند آدمیوں کے روزے توڑ ڈالے مگر کسی ذی علم نے ان کی موافقت نہ کی ان اشخاص مفطرن کی نسبت در صورت
صحت خبر مذکور کیا حکم ہے، اور در صورت عدم صحت صرف اس روزے کی قضا ان اشخاص پر لازم ہوگی یا کفارہ اور تعزیر بھی
کسی قسم کی؟ بینوا تو جروا

الجواب:

تاریخ خبر شرعاً محض نامعتبر کما حققناہ فی فتویٰ مفصلۃ بسا لا مزید علیہ (جیسا کہ ہم نے اپنے فتویٰ میں اس پر
تفصیلی گفتگو کی ہے جس پر اضافہ نہیں ہو سکتا۔ ت) اس کی بناء پر افطار محض ناجائز واقع ہوئی اور اشخاص مذکورین بیشک مرتکب
گناہ ہوئے اگرچہ بعد کو تحقیق ہو جائے کہ اس دن واقعی عید ہی تھی کہ جب تک انھوں نے روزے توڑے اصلاً ثبوت شرعی نہ
تھا اور انھوں نے بے اذن شرع افطار پر اقدام کیا اور یہ قطعاً گناہ ہے۔ شرع مطہر نے صوم و افطار کو رویت پر معلق فرمایا۔

^۱ صحیح ابن خزیمہ باب فضائل شہر رمضان حدیث ۱۸۸۷ المکتب الاسلامی بیروت ۱۹۱-۹۲/۳

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا چاند دیکھنے پر روزہ رکھو اور چاند دیکھنے پر عید کرو۔ اسے بخاری و مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے اور یہ حدیث مشہور ہے۔ (ت)	قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صُومُوا لِرُؤْيَيْتِهِ وَافْطَرُوا لِرُؤْيَيْتِهِ۔ ^۱ أَخْرَجَهُ الشَّيْخَانُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ وَالحَدِيثُ مشهور۔

انہوں نے بے ثبوت روایت عید کر لی اور حکم احکم حاکم اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مخالفت کی، ہم نے فتویٰ مفصلہ میں ثابت کیا کہ تار کی خبر مجہولین و فاسق بلکہ بعض کفار کی وساطت سے آتی ہے اور ایسی خبر میں شرع نے فرض کیا تھا کہ زہار بے تحقیق عمل نہ کریں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے اہل ایمان! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لائے تو اس کی تحقیق کر لو کہ کہیں تم کسی قوم کو بے جا نہ ایدانہ دے بیٹھو، پھر اپنے کئے پر پچھتاتے رہو۔ (ت)	قَالَ اللَّهُ تَعَالَى يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْحَبُوا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ لِيُدْمِنَ ^۲

انہوں نے صرف اسی کے اعتماد پر کاربندی کر لی، شرع مطہر نے حکم دیا تھا تمہیں علم نہ ہو تو علم والوں سے پوچھو۔

اللہ تعالیٰ کا مبارک فرمان ہے: اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں۔ (ت)	قَالَ اللَّهُ تَعَالَى فَسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ^۳

انہوں نے اہل علم سے بے پوچھے کارروائی کی، قرآن عظیم نے ارشاد کیا تھا جو بات پیش آئے علماء سے عرض کرو وہ حقیقت کار تک پہنچ جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جب انکے پاس کوئی بات اطمینان یا ڈر کی آتی ہے اس کا چرچا کر بیٹھتے ہیں اور اگر اس میں رسول اور اپنے ذی اختیار لوگوں کی طرف رجوع لاتے تو ضرور اس کی حقیقت جان لیتے ان لوگوں سے جو ان میں سے اجتہاد کرتے ہیں (ت)	قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَ الَّذِينَ يَسْتَشِيرُونَ ^۴

^۱ صحیح بخاری باب اذاریتموا اللہ فی فصول موافقی کتب خانہ کراچی ۲۵۶/۱

^۲ القرآن ۶/۴۹

^۳ القرآن ۷/۴۱

^۴ القرآن ۸۳/۴

انہوں نے اپنی رائے مستقل سمجھی فرقانِ حکیم نے فرمایا تھا جب تک شرع اجازت نہ دے آپ کچھ نہ کر بیٹھو

قال اللہ تعالیٰ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْدُمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۖ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ عِقَابِهِ ۝¹	اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے اہل ایمان! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو یقیناً اللہ سُننے جاننے والا ہے (ت)

انہوں نے بے ثبوت شرعی جسارت کی، رمضان شریف بالیقین ثابت تھا، اور مسلمانوں کو شرع مطہر نے حکم فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ² (جو ماہ رمضان کو پائے وہ ضرور اس کے روزے رکھے۔ ت) روزے پر جمع فرمایا تھا واجب تھا کہ جب شرع اذن دیتی کہ اب وہ کام ختم ہوا اُس وقت روزہ چھوڑتے،

قال اللہ تعالیٰ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِذَا كَانُوا مَعَهُ عَلَى أَمْرٍ جَامِعٍ لَمْ يَذْهَبُوا حَتَّى يَسْمَأَ ذُنُوبُهُ³	اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بلاشبہ ایمان والے تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر یقین لائے اور وہ جب حضور کے پاس کسی معاملہ میں حاضر ہوتے ہوں جس کیلئے جمع کے گئے ہوں تو آپ اجازت کے بغیر وہاں سے نہیں جاتے (ت)

انہوں نے بے اذن شرع کہ ہنوز اس تاریخ رمضان کا ختم ہو جانا دلیل شرعی سے ثابت نہ ہوا تھا اُس امر جامع سے جدائی کی، مانا کہ بعد کو عید ہی ظاہر ہو مگر اُس وقت تک اُن کے شہر میں تو رمضان ہی معلوم تھا، انہوں نے قطعاً امر دین ناواقفانہ جسارت اور احکام شرع سے جاہلانہ مخالفت کی، تو یہ اگرچہ نفس الامر میں مصیب ہوں عند الشرع خطا وار ہوئے،

كما قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من قال في القرآن برأيه فأصاب فقد أخطأ⁴ - أخرجه ابو داؤدو الترمذی والنسائی عن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔	جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے قرآن پاک کی تفسیر اپنی رائے سے کی وہ درست بھی ہو تو پھر بھی اس نے خطا کی۔ اسے ابو داؤد، ترمذی اور نسائی نے حضرت جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا۔ (ت)

اور یہیں سے ثابت وہ بہر تقدیر اپنی بے باکی وجہات واستقلال بالرائے ومخالفت اہل علم واختراع حکم

¹ القرآن ۸۱/۳۹

² القرآن ۱۸۵/۲

³ القرآن ۶۲/۲۳

⁴ سنن ابی داؤد باب الکلام فی کتاب اللہ بلا علم آفتاب عالم پریس، لاہور ۱۵۸/۲

کے باعث مستحق تعزیر ہوئے کہ یہ سب گناہ ہیں اور ہر گناہ جس میں حد نہیں اس میں تعزیر ہے،

فی الاشباہ کل معصیۃ لیس فیہا حد مقدر ففیہ التعزیر۔ ¹	اشباہ میں ہے جس معصیت پر کوئی حد متعین نہ ہو اس میں تعزیر ہوگی (ت)

اور اس کی تعیین قسم حاکم شرع ایدہ اللہ تعالیٰ کی رائے پر ہے، ضرب، جس، گوشال، سخت کلام، تیز نگاہ وغیرہا جس طریقہ سے مصلحت جانے زجر فرمائے اختیار کرے تو انتالیس کوڑے سے زیادہ نہ ہو۔

فی شرح التنویر، التعزیر لیس فیہ تقدیر بل ہو مفوض الی رائی القاضی وعلیہ مشائخنا زیلعی لان المقصود منه الزجر واحوال الناس فیہ مختلفۃ بحر۔ ²	شرح تنویر میں ہے کہ تعزیر مقدر نہیں بلکہ قاضی کی رائے کے مطابق ہوگی، اور ہمارے مشائخ اسی پر ہیں، زیلعی، کیونکہ اس سے مقصود زجر ہے اور اس بارے میں لوگوں کے طبائع مختلف ہوتے ہیں، بحر۔ (ت)

اسی میں ہے:

اکثرۃ تسعة وثلاثون سوطاً لوبالضرب۔ ³	تعزیر زیادہ سے زیادہ انتالیس کوڑے ہے اگر ضرب کرنی ہو (ت)

اور جہاں والی شرع نہ ہو جیسے ہمارے بلاد، وہاں یہ لوگ تعزیر سے محفوظی پر خوش نہ ہوں کہ یہ خوشی اُن کے گناہ کو ہر چہ کر دے گی، بلکہ اس سے ڈریں جس کی حکومت ہر جگہ ہے اور ہر وقت ہر بات پر قادر ہے اور اسی کی طرف پھر کر جانا ہے۔ فوراً صدقِ دل سے تائب ہوں، اور جیسے یہ معصیت اعلانیہ کی توبہ بھی بالاعلان کریں۔

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا عملت سیئۃ فاحذر عندھا توبۃ السر بالسر والعلانیۃ بالعلانیۃ ⁴ اخرجه الامام احمد فی الزهد والطبرانی فی المعجم الکبیر عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ باسناد حسن۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم کوئی بُرائی کرو تو اس پر توبہ کرو، اگر گناہ خفیہ ہے تو توبہ بھی خفیہ طور پر کی جائے اور اگر گناہ اعلانیہ ہے تو توبہ بھی اعلانیہ کی جائے۔ اسے امام احمد نے زہد میں اور طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (ت)

¹ الاشباہ والنظائر کتاب الحدود والتعزیر ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲۸۵/۱

² در مختار باب التعزیر مطبع مجتبائی دہلی ۳۲۶/۱

³ در مختار باب التعزیر مطبع مجتبائی دہلی ۳۲۶/۱

⁴ کنز العمال حدیث ۱۰۱۸۰ بحوالہ احمد فی الزہد عن عطاء بن یسار، باب التعزیر موسسۃ الرسالۃ بیروت ۲۰۹/۴، المعجم الکبیر حدیث ۳۳۱ مروی از معاذ بن جبل المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۱۵۹/۲۰

آئندہ کیلئے عہد واثق ہو کہ کبھی امور دین میں بیباکی و جرات نہ کریں گے اور بے ارشاد علماء اپنی رائے سے قدم نہ رکھیں گے،

وَيَتُوبُ اللَّهُ عَلَى مَنْ يَشَاءُ ^۱ وَيَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ^۲	اللہ تعالیٰ جس کی چاہے توبہ قبول فرمائے۔ اور اپنی طرف اسی کو ہدایت دیتا ہے جو اس کی طرف رجوع لائے (ت)

پھر اگر طرق مقبولہ شرع سے ثابت ہو جائے کہ وہ خبر سچی اور عید واقعی تھی تو ان پر اس روزے کی قضا نہیں کہ تحقیق ہوا وہ دن روزے کا نہ تھا،

ولا قضاء الا عن وجوب و افساد النفل بعد الشروع وان اوجب القضاء لكن هذا في غير صوم الايام الخمسة كما في التنوير و شرحه للعلائی، علی ان محله في الشروع قصد الا تری ان من شرع في صلوة ظاناً انه لم يصلها ثم تذكر فقطع لا قضاء عليه۔	وجوب کے سوا کسی کی قضا نہیں، نفلی روزہ شروع کر کے تو ردینے سے روزہ واجب ہو جاتا ہے لیکن وہ حکم ان پانچ دنوں کے علاوہ ہے جیسا کہ تنویر اور اس کی شرح للعلائی میں ہے، علاوہ ازیں اس کا محل قصداً شروع ہونا ہے کیا آپ نہیں جانتے کہ جو شخص کسی نماز میں یہ گمان کرتے ہوئے شروع ہوا کہ اس نے ادا نہیں کی تھی، پھر اسے یاد آ گیا کہ اس نے ادا کر لی ہے تو اس نے نماز تو ردی تو اب اس پر قضا نہیں۔ (ت)

نظیر اس کی یہ ہے کہ ابھی غروب شمس محقق نہ ہوا اور کسی شخص نے جزافاً روزہ کھول لیا یہ امر اسے روانہ تھا، کما فی السراج الوہاج والبحر الرائق و وجیز الکردی (جیسا کہ سراج الوہاج، بحر الرائق اور وجیز کردی میں ہے۔ ت) لیکن اگر بعد کو ثابت ہو کہ فی الواقع اُس وقت آفتاب ڈوب چکا تھا تو روزے کی قضا نہیں، کما نص علیہ الامام الزیلعی ثم الطحاوی ثم الشامی (جیسا کہ اس پر امام زیلعی نے پھر طحاوی اور پھر شامی نے تصریح کی ہے۔ ت) کہ ظاہر ہوا کہ وقوع افطار اپنے محل میں تھا، اور اگر مشکشف ہو کہ خبر غلط تھی اور وہ دن رمضان کا تھا یا کچھ تحقیق نہ ہو تو بے شک اُس روزے کی قضا لازم ہے، تقدیر اول پر تو وجہ واضح اور بر تقدیر ثانی رمضان کا آنا یقینی تھا اور اُس کا جانا شرعاً ثابت نہ ہوا والیقین لایزول بالشک (لیقین شک سے زائل نہیں ہوا کرتا۔ ت) تو وہ دن عند الشرع رمضان ہی کا تھا کہ شرع نے عدم رؤیت میں تیس دن پورے کا مہینہ رکھا ہے،

^۱ القرآن ۱۵/۹

^۲ القرآن ۲۷/۱۳

قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فان غم عليكم فاكلوا العدة ثلثين اخرجہ البخاری ونحوہ مسلم عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم پر چاند (بادل کی وجہ سے) مخفی رہے تو تم تیس دن مکمل کرو۔ اسے امام بخاری نے اور اس کی مثل امام مسلم نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے (ت)

نظیر اس کی یہ ہے کہ بے تحقیق غروب افطار کر لیا پھر ثابت ہوا کہ آفتاب باقی تھا یا کچھ نہ کھلا، دونوں حالت میں قضا ہے کما صرح بہ الزیلعی ومن بعدہ (جیسا کہ اس پر زیلعی اور ان کے بعد آنے والوں نے تصریح کی ہے۔ ت) بایں ہمہ مانحن فیہ میں کفارہ کسی تقدیر پر نہیں کہ آخر انہوں نے اپنے نزدیک عید ہی جان کر روزے توڑے اور وہ خبریں اگرچہ شرعاً ناقص ہیں۔ مگر ان عامیوں کے لیے مورث ظن بلکہ اُن کے گمان میں موجب یقین ہو چکی تھیں تو اُن کی طرف سے جنایت کاملہ نہ پائی گئی وان تبتنی الکفارة علیہا (اور کفارہ جنایت کاملہ پر ہوتا ہے۔ ت) نظیر اس کی وہ شخص ہے جس کے ایک دوست نے اُس سے بیان کیا میں نے عید کا چاند دیکھا اس نے اُسے معتمد سمجھ کر روزہ توڑ ڈالا اگرچہ گنہگار ہوا کہ ایک کی خبر ہلال عید میں محض نامعتبر، اور اسی وجہ سے قضا بھی آئی مگر کفارہ نہیں، علامہ حسن شرنبلالی نور الایضاح اور اس کی شرح مراقی الفلاح میں فرماتے ہیں:

ان افطر من رأى الهلال وحده في شوال قضي ولا كفارة عليه ولا على صديق للرأى شهد عنده بهلال الفطر وصدقه فافطر لانه يوم عيد فيكون شهبة ²	جس نے شوال کا چاند تنہا دیکھا اور روزہ نہ رکھا تو وہ قضا کرے اس پر کفارہ نہیں اسی طرح جس نے اس کی گواہی کی تصدیق کی عید الفطر کے چاند میں، اور روزہ نہ رکھا کیونکہ اس کے نزدیک یہ عید کا دن ہے لہذا یہاں شبہ کا وقوع ہو گیا ہے (لہذا قضا ہوگی کفارہ نہیں۔ ت)

اسی طرح فتح القدیر و ہندیہ وغیرہا میں ہے، بلکہ علماء تصریح فرماتے ہیں اگر گاؤں والوں نے تیسویں رمضان کو شہر سے نقارے کی آواز سنی اور وہ سمجھے کہ نقارہ عید کا ہے روزے توڑ دے، حالانکہ وہ نقارہ کسی اور بات کا تھا کفارہ لازم نہیں، فتاویٰ منیہ پھر شرح نقایہ پھر مجمع الانہر پھر رد المحتار میں ہے:

¹ صحیح بخاری باب اذا راہتم الهلال فصوموا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۵۶/۱

² مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحاوی فصل فیما ثبت بہ الهلال نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص، ۷، ۳۵

اگر اہل علاقہ نے تیسویں دن ڈھول کی آواز پر یہ گمان کرتے ہوئے روزہ افطار کر لیا کہ یہ عید کا دن ہے حالانکہ وہ کسی اور وجہ سے بجایا گیا تھا تو اب ان پر کفارہ نہیں ہوگا۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم احکم۔ -(ت)	لوافطر اهل الرستاق بصوت الطبل يوم الثلثین ظانین انه يوم العید وهو لغیره لم یکفر۔¹ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم و احکم۔



¹ رد المحتار باب ما یفسد وما لا یفسد و ارجاء التراث العربی بیروت ۱۰۶/۲

ازکی الاہلال با بطل ما احدث الناس فی امر الہلال ^{۱۳۰۵ھ}

(رؤیت ہلال کے بارے میں لوگوں کی ایجاد کردہ خبر (تار اور خط) کو باطل کرنے میں عمدہ بحث)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
اللہ ربُّ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ ۱۷۱:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں دربارہ رؤیت ہلال تار کی خبر شرعاً معتبر ہے یا نہیں؟ اور اگر کچھ لوگ یہ انتظام مقرر کریں کہ درباب رؤیت ہلال رمضان و شوال و ذی الحجہ و محرم کے پیشتر سے مراسلات مقام دیگر کو جہاں جہاں مناسب خیال کیا جائے اس مضمون سے بھیجے جائیں کہ اگر ان مقاموں میں ۲۹ کی رؤیت ہو تو خبر رؤیت کی بذریعہ تار کے پہنچ جائے اور بعد پہنچنے خبر شہادت کافی کے مشتہر کر دیا جائے تو یہ طریقہ شرعاً مقبول یا محض باطل، اور اس کی بنا پر اعلان ہو تو مسلمانوں کو اس پر عمل جائز یا حرام؟ اور اعلان کرنے والوں کے حق میں کیا حکم ہے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

الحمد لله الذي بشكره يصير هلال النعمة	سب تعریف اللہ کے لیے جس کے شکر سے نعمتوں کا چاند

بدر والصلوة والسلام على اجل شمس الرسالة قدر او على الله وصحبه نجوم الهدى واقمار التقى ما اتى البرق بخبر الودق فصدق مرة وكذب اخرى اللهم هداية الحق والصواب۔	بدر بن جاتا ہے، صلوة و سلام اس ذات پر جو قدر و منزلت میں رسالت کا سب سے اعلیٰ آفتاب ہیں، آپ کے آل و اصحاب پر جو ہدایت کے ستارے اور تقویٰ کے چاند ہیں جب تک بجلی کی چمک بارش کی خبر دے کبھی وہ سچ ہو اور کبھی غلط، اے اللہ! حق و صواب کی ہدایت عطا فرما۔ (ت)

امور شرعیہ میں تاریخ کی خبر محض نامعتبر، اور یہ طریقہ کہ تحقیق ہلال کیلئے تراشا گیا باطل و بے اثر، مسلمانوں کو ایسے علان پر عمل
حرام، اور جو اس کی بنا پر مرتکب علان ہو سب سے زیادہ مبتلائے آثام۔ اس طریقے میں جو غلطیاں اور احکام شرع سے سخت
بیگانگیاں ہیں۔ اُن کی تفصیل کو دفتر درکار، لہذا یہاں بقدر ضرورت و فہم مخاطب چند آسان تنبیہوں پر اقتصار۔
تنبیہ اول: شریعتِ مطہرہ نے دربارہ ہلال دوسرے شہر کی خبر کو شہادت کافیہ یا تواتر شرعی پر بنا فرمایا اور ان میں بھی کافی و شرعی
ہونے کے لیے بہت قیود و شرائط لگائیں جس کے بغیر ہر گز گواہی و شہرت بکار آمد نہیں اور پُر ظاہر کہ تاریخ نہ کوئی شہادتِ شرعیہ
ہے نہ خبر متواتر، پھر اس پر اعتماد کیونکر حلال ہو سکتا ہے۔ فتح القدیر و در مختار و حاشیہ طحطاوی علی مرقی الفلاح شرح نور الایضاح
میں ہے:

واللفظ للدریلمز اهل المشرق برؤية اهل المغرب اذا ثبت عندهم رؤية اولئك بطريق موجب¹	در کے الفاظ یہ ہیں اہل مشرق پر اہل مغرب کی رویت کی وجہ سے لازم ہو جاتا ہے بشرطیکہ جب اس رویت کا ثبوت ان کے ہاں بطریق موجب ہو۔ (ت)

علامہ حلبی و علامہ طحطاوی و علامہ شامی حواشی در میں فرماتے ہیں:

بطريق موجب كان يتحمل اثنان الشهادة اويشهد اعلیٰ حكم القاضی او يستفيض الخبر بخلاف ما اذا اخبر ان اهل بلدة كذا، رأوه لانه حكاية²	طریق موجب یہ ہے کہ شہادت لانے والے دو ہوں یا وہ قاضی کے فیصلہ پر گواہ ہوں یا خبر مشہور ہو بخلاف اس صورت کے جب دونوں نے یہ خبر دی ہو کہ فلاں اہل شہر نے دیکھا ہے کیونکہ یہ تو حکایت ہے۔ (ت)

جو یہاں تاریخ کی خبر پر عمل چاہے اس پر لازم کہ شرعاً اس کا موجب و ملزم ہونا ثابت کرے مگر حاشانہ ثابت ہوگا جب تک ہلال
مشرق اور بدر مغرب سے نہ چمکے، پھر شرع مطہر پر بے اصل زیادت اور منصب رفیع فتویٰ پر جرات کس لیے۔ والعیاذ

¹ در مختار کتاب الصوم مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۹۱

² رد المحتار، باب صدقة الفطر، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۹۶/۲

باللہ سبحانہ و تعالیٰ اور یہ خیال کہ تاریخ میں خبر تو شہادت کافی کی آئی، محض نادانی کہ ہم تک تو نامعتبر طریقے سے پہنچی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ معتبر کس کی خبر، پھر جو حدیث نامعتبر راویوں کے ذریعہ سے آتی ہے کیوں پایہ اعتبار سے ساقط ہو جاتی ہے!

تنبیہ دوم: تاریخ کی حالت خط سے زیادہ ردی و ستیم کہ اس میں کاتب کا خط تو پہچانا جاتا ہے، طرز عبارت شناخت میں آتا ہے، واقف کار دیگر قرائن سے اعانت پاتا ہے۔ بایں ہمہ ہمارے علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ امور شرعیہ میں ان خطوط و مراسلات کا کچھ اعتبار نہیں کہ خط خط کے مشابہ ہوتا ہے اور بن بھی سکتا ہے تو یقین شرعی نہیں ہو سکتا کہ یہ اُسی شخص کا لکھا ہوا ہے۔ ائمہ دین کی عبارتیں لیجئے: اشباہ میں ہے: لا یعتمد علی الخط ولا یعمل بہ^۱ (خط پر نہ اعتماد کیا جائے گانہ عمل۔ ت) ہدایہ^۲ میں ہے: الخط یشبہ الخط فلم یحصل العلم^۳ (خط دوسرے خط کے مشابہ ہوتا ہے لہذا اس سے علم حاصل نہ ہوگا۔ ت) فتح القدر^۴ میں ہے: الخط لا ینطق وھو متشابہ^۵ (خط بولتا نہیں اور اس میں مشابہت ہوتی ہے۔ ت) در مختار^۶ میں ہے: لا یعمل بالخط الخ^۷ (خط پر عمل نہیں کیا جاسکتا الخ۔ ت) فتاویٰ قاضی خاں^۸ میں ہے:

القاضی انما یقضى بالحنة والحجة هی البینة او الاقرار اما الصک فلا یصلح حجة لان الخط یشبہ الخط۔ ^۵	قاضی فیصلہ دلیل پر کرے اور دلیل گواہ ہیں یا اقرار پر فیصلہ کرے، اثنام حجت نہیں کیونکہ خط دوسرے خط کے مشابہ ہو سکتا ہے (ت)

کافی شرح وافی^۹ میں ہے: الخط یشبہ الخط وقد یزور ویفتعل^{۱۰}۔ (خط خط کے مشابہ ہوتا ہے اور

^۱ اشباہ والنظائر کتاب القضاء والشهادات والدعاوی ادارۃ القرآن وعلوم اسلامیہ کراچی ۳۳۸/۱

^۲ ہدایہ کتاب الشهادات فصل ما یتحملہ الشاہد مطبع یوسفی لکھنؤ ۱۵۷/۳

^۳ فتح القدر

^۴ در مختار کتاب القاضی الی القاضی وغیرہ مطبع مجتبائی دہلی ۸۳/۲

^۵ فتاویٰ قاضی خاں، فصل فی دعوی الوقف الخ، منشی نوکسور لکھنؤ ۴۲/۳

^۶ کافی شرح وافی

یہ ان اشیاء میں سے ہے جن سے کسی کی طرف جھوٹ منسوب کیا جاتا اور جلسازی کی جاتی ہے۔ (ت) مختصر ظہیریہ^۱ پھر شرح الاشیاء للعلامة البیری^۲ پھر رد المحتار میں ہے:

لا یقتضی القاضی بذلك عن المنازعة لان الخط مایزور ویفتعل ^۱	قاضی جھگڑے کے وقت اس پر فیصلہ نہ کرے کیونکہ خط میں کسی کی طرف جھوٹ منسوب کیا جاسکتا ہے اور بنالیا جاتا ہے (ت)

یعنی "شرح کنز میں ہے:

الخط یشبه الخط فلا یلزم حجة لانه یحتمل التزوير ^۲	خط خط کے مشابہ ہوتا ہے لہذا وہ دلیل نہیں بن سکتا کیونکہ اس میں جلسازی کا احتمال ہوتا ہے (ت)

مجمع الانہر شرح ملتقى الأبحر^۳ میں ہے:

الشهادة والقضاء والرؤية لا یحل الا عن علم ولا هنا لان الخط یشبه الخط ^۳	شہادت اور قضا اور رؤیت یقین کے بغیر حلال نہیں اور یہاں حاصل نہیں کیونکہ خط، خط کے مشابہ ہوتا ہے (ت)

فتاویٰ عالمگیری^۴ میں ملقط^۳ سے ہے:

الکتاب یفتعل ویزور، الخط یشبه الخط و الخاتم یشبه الخاتم ^۴	خط میں جعل سازی اور من گھڑت بات بھی ہو سکتی ہے اور خط، خط کے مشابہ ہوتا ہے۔ اسی طرح مُسر دوسری مُسر کے مشابہ ہو سکتی ہے (ت)

غمر العیون^۵ میں فتاویٰ امام اجل ظہیر الدین مرغینانی^{۱۵} سے ہے:

العلة فی عدم العمل بالخط کونه مایزور ویفتعل ای من شأنه ذلك وکونه من شأنه ذلك یقتضی عدم العمل به وعدم الاعتماد علیه،	خط پر عمل کرنے کی علت یہ ہے کہ اس کے ذریعے جلسازی کی جاسکتی ہے یعنی اس کی یہ صفت بن سکتی ہے اور اس صفت کا ہونا تقاضا کرتا ہے کہ اس پر عمل نہ کیا جائے اور نہ اعتماد کیا جائے اگرچہ

^۱ رد المحتار، باب کتاب القاضی الی القاضی، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۳۵۲/۴

^۲ عینی شرح کنز رمز المحتائق شرح کنز الدقائق کتاب الشہادۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکر ۸۰/۲

^۳ مجمع الانہر، کتاب الشہادۃ، دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۹۲/۲

^۴ فتاویٰ ہندیہ اسباب الثالث والعشرون فی کتاب القاضی الی القاضی نورانی کتب خانہ پشاور ۳۸۱/۲

وان لم یکن موزرانی نفس الامر کما هو ظاهر ¹	نفس الامر میں اس میں جلسازی نہ کی گئی ہو جیسا کہ ظاہر ہے۔ (ت)

دیکھئے کس قدر روشن و واضح تصریحیں ہیں کہ خط پر اعتماد نہیں، نہ اس پر عمل نہ اس کے ذریعہ سے یقین حاصل ہو، نہ اس کی بنا پر حکم و گواہی حلال کہ خط خط کے مشابہ ہوتا ہے اور مُسر مُسر کے مانند ہو سکتی ہے، اور صاف ارشاد فرماتے ہیں کہ خط کا صرف اپنی ذات میں قابلِ تزویر ہونا ہی اس کی بے اعتباری کو کافی ہے اگرچہ یہ خاص خط واقع میں ٹھیک ہو، پھر یہ تار جس میں خبر بھیجنے والے کے دست و زبان کی کوئی علامت تک نام کو بھی نہیں اور اس میں خط کی بہ نسبت کذب و تزویر نہایت آسان کیونکر امور دینیہ کی بنا اس پر حرام قطعی نہ ہوگی۔ سبحان اللہ! ائمہ دین کی وہ احتیاط کہ مُسر خط کو صرف گنجائشِ تزویر کے سبب لغو ٹھہرایا حالانکہ مُسر بنالینا اور خط میں خط ملا دینا سہل نہیں شاید ہزار میں دو ایک ایسا کر سکتے ہوں اور یہاں تو اصلاً دشواری نہیں جو چاہے تار گھر میں جائے اور جس کے نام سے چاہے تار دے آئے، وہاں نام و نسب کی کوئی تحقیقات نہیں ہوتی، نہ رجسٹری کی طرح شناخت کے گواہ لیے جاتے ہیں، علاوہ بریں تار والوں کے وجوبِ صدق پر کون سی وحی نازل ہے کہ اُن کی بات خواہی نخواستہی واجبِ القبول ہوگی اور اس پر احکام شرعیہ کی بنا ہونے لگی ہزار افسوس ذلتِ علم و قلتِ علماء پر، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔

تبصرہ سوم: قطع نظر اس سے کہ خبر شہادت منگانے کے لیے جنہیں مراسلات بھیجے جائیں گے غالباً ان کا بیان حکایت و اخبار محض سے کتنا جدا ہوگا جس کی بے اعتباری تمام کتب مذہب میں مصرح۔ بالفرض اگر اصل خبر میں کوئی خلل شرعی نہ ہوتا ہم اس کا جامہ اعتبار تار میں آکر یکسر تار تار کہ وہ بیان ہم تک اصالتاً نہ پہنچا بلکہ نقل در نقل ہو کر آیا، صاحبِ خبر تو وہاں کے تار والے سے کہہ کر الگ ہو گیا اُس نے تار کو جنبش دی اور اس کے کھٹکوں سے جن کے اطوار مختلفہ کو اپنی اصطلاحوں میں علامتِ حروف قرار دے رکھا ہے اشاروں میں عبارت بتائی اب وہ بھی جدا ہو گیا یہاں کے تار والے نے اُن کھٹکوں پر نظر کی، اور ضرباتِ معلومہ سے جو فہم میں آیا نقوشِ معرفہ میں لایا اب یہ بھی الگ رہا وہ کاغذ کا پرچہ کسی ہر کارے کے سپرد ہوا کہ یہاں پہنچا کر چلتا بنا۔ سبحان اللہ! اس نفیس روایت کا سلسلہ سند تو دیکھئے مجہول عن مجہول، نامقبول از نامقبول، اس قدر وسائل تو لایہی ہیں پھر شاید کبھی نہ ہوتا ہو کہ معزز لوگ بذاتِ خود جا کر تار دیں، اب جس کے ہاتھ کسلا بھیجے مانئے وہ جدا واسطہ، اس پر فارم کی حاجت ہوئی تو تحریر کا قدم در میان، آپ نہ آئے تو کسی انگریزی دان کی وساطت، اُدھر تار کا بابو اردو نہ لکھے تو یہاں مترجم کی جد ضرورت، اینہم فصل زائد ہوا اور تار وصل نہیں، جب تو نقل در نقل کی گنتی ہی کیا ہے، وائے بے انصافی

¹ غمر العیون مع الاشباہ والنظائر کتاب القضاء والشادات الخ اوارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۳۳۹/۱

اس طریقہ تراشیدہ پر عمل کرنے والوں سے پوچھا جائے ان سب وسائط کی عدالت و ثقات سے کہاں تک آگاہ ہیں، حاش للہ نام بھی نہیں معلوم ہوتا، نام درکنار اصل شمار وسائط بتانا دشوار، سب جانے دیجئے اسلام پر بھی علم نہیں اکثر ہنود و غیر ہم کفار ان خدمات پر معین، غرض کوئی موضوع سی حدیث اس نفیس سلسلے سے نہ آتی ہوگی، پھر ایسی خبر پر امور شرعیہ کی بنا کرنا استغفر اللہ علماء تو علماء میں نہیں جانتا کہ کسی عاقل کا کام ہو۔

تنبیہ چہارم: علماء تصریح فرماتے ہیں کہ دوسرے شہر سے بذریعہ خط خبر شہادت دینا صرف قاضی شرع سے خاص جسے سلطان نے مقدمات پر والی فرمایا ہو، یہاں تک کہ حکم کا خط مقبول نہیں، درمختار میں ہے:

القاضی یکتب الی القاضی وهو نقل الشهادة حقيقة ولا يقبل من محکم بل من قاض مولی من قبل الامام الخ ملتقطاً ¹	قاضی، دوسرے قاضی کی طرف لکھ سکتا ہے اور یہ حقیقۃ نقل شہادت ہے اور یہ فیصل سے قبول نہیں بلکہ اس قاضی سے قبول ہے جسے حاکم نے مقرر کیا ہوا الخ ملتقطاً (ت)

فتح میں ہے:

هذا النقل بمنزلة القضاء ولهذا لا یصح الامن القاضي ²	یہ نقل بمنزلہ قضاء کے ہے لہذا یہ قاضی کے علاوہ کسی سے صحیح نہیں۔ (ت)

غیر قضاۃ تو یہیں سے الگ ہوئے، رہے قاضی، ان کی نسبت صریح ارشاد کہ اس بارے میں نامہ قاضی کا قبول بھی اس وجہ سے ہے کہ صحابہ و تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے برخلاف قیاس اس کی اجازت پر اجماع فرمایا اور نہ قاعدہ یہی چاہتا تھا کہ اس کا خط بھی انہی وجوہ سے جواب پر گزریں مقبول نہ ہو، اور پُر ظاہر کہ جو حکم خلاف قیاس مانا جاتا ہے مورد سے آگے تجاوز نہیں کر سکتا، اور دوسری جگہ اس کا اجراء محض باطل و فاحش خطا، پھر حکم قبول خط سے گزر کر تار تک پہنچنا کیونکر روا۔ ائمہ دین تو یہاں تک تصریح فرماتے ہیں کہ اگر قاضی اپنا آدمی بھیجے بلکہ بذات خود ہی آکر بیان کرے کہ میرے سامنے گواہیاں گزریں ہر گز نہ سنیں گے کہ اجماع تو صرف دربارہ خط منعقد ہوا ہے، پیام اپنی و خود بیان قاضی اس سے جدا ہے۔ امام محقق علی الاطلاق شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں:

الفرق بین رسول القاضی و کتابہ حیث	قاضی کے قاصد اور اس کے خط میں یہ فرق ہے کہ

¹ در مختار، باب کتاب القاضی الی القاضی، مطبع مجتبائی دہلی، ۸۳/۲ و ۸۴

² فتح القدیر باب کتاب القاضی الی القاضی مکتبہ نوریہ رضویہ کھر ۳۸۹/۶

يقبل كتابه ولا يقبل رسوله. فلان غاية رسوله ان يكون كنفسه، وقد منان له لو ذكر مافي كتابه لذلك القاضي بنفسه لا يقبله، وكان القياس في كتابه كذلك، الا انه اجيز باجماع التابعين على خلاف القياس فاقتصر عليه¹	خط قبول کیا جائے گا لیکن قاصد مقبول نہیں، زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ قاصد، قاضی کے قائم مقام ہے جبکہ ہم پہلے بیان کر چکے کہ اگر قاضی خود جا کر دوسرے قاضی کو خط والا مضمون بتائے تو دوسرا قاضی اسے قبول نہیں کرے گا، خط کے بارے میں قیاس کا تقاضا یہی ہے کہ قبول نہ ہو لیکن تابعین حضرات کے اجماع سے اس کو جائز و مقبول قرار دیا گیا جو کہ خلاف قیاس ہے اسی لیے اسی میں اجازت محصور رہے گی۔ (ت)

سبحان اللہ! پھر تار بیچارے کی کیا حقیقت کہ اسے کتاب القاضی پر قیاس کریں اور جہاں خود بیان قاضی شرعاً بے اثر وہاں اس کے سر، بنائے احکام دھریں ع

بیس تفاوت رہ از کجاست تا کجا

(راستے کا تفاوت دیکھیں کہ کہاں سے کہاں تک ہے۔ ت)

اور جب شرعاً قاضی کا تار بول بے اعتبار، تو اوروں کے تار کی جو ہستی ہے وہ ہماری تقریر صدر سے آشکار کہ مقبول الکتب کا تار، ناچیز، تو مردود الکتب کا تار کیا چیز، ولا حول ولا قوة الا بالله الملك العزيز۔

تبیین پنجم: قاضی شرع کا نامہ بھی صرف اُسی وقت مقبول جب دو مرد ثقہ یا ایک مرد دو عورتیں عادل دار القضاء سے یہاں آ کر شہادت شرعیہ دیں کہ یہ خط بالیقین اُسی قاضی کا ہے اور اس نے ہمارے سامنے لکھا ہے ورنہ ہر گز قبول نہ ہوگی اگرچہ ہم اس قاضی کا خط پہچانتے ہوں اور اس کی مُسر بھی لگی ہو اور اُس نے خاص اپنے آدمی کے ہاتھ بھیجا ہو۔ ہدایہ میں ہے:

لا يقبل الكتاب الا بشهادة رجلين اور جل وامراتين لان الكتاب يشبه الكتاب فلا يثبت الابحجة تامة وهذا لانه ملزم فلا بد من الحجة²	خط نہیں قبول کیا جائے گا مگر دو مرد یا ایک مرد دو خواتین کی گواہی پر قبول ہوگا کیونکہ خط، خط کے مشابہ ہو سکتا ہے لہذا اس حجتِ کاملہ کے بغیر خط کا ثبوت نہ ہوگا اور یہ اس لیے کہ خط کی وجہ سے حکم لازم ہوتا ہے اور اس لیے حجت کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔ (ت)

فتاویٰ ہندیہ میں ملقط سے ہے:

¹ فتح القدیر شرح ہدایہ باب القاضی الی القاضی مکتبہ نوریہ رضویہ سکر ۳۸۶/۶

² ہدایہ، باب القاضی الی القاضی، مطبع یوسفی لکھنؤ، ۱۳۹/۳

يجب ان يعلم ان كتاب القاضى الى القاضى صار حجة شرعاً في المعاملات بخلاف القياس لان الكتاب قد يفتعل ويزور، والخط يشبه الخط والخاتم يشبه الخاتم ولكن جعله حجة بالاجماع ولكن انما يقبله القاضى المكتوب اليه عند وجو دشرائطه ومن جملة الشرائط البينة حتى ان القاضى المكتوب اليه لا يقبل كتاب القاضى ما لم يثبت بالبينة انه كتاب القاضى¹	یہ جان لینا ضروری ہے کہ قاضی کا خط دوسرے قاضی کی طرف معلومات میں شرعاً حجت ہے لیکن خلاف قیاس کیونکہ خط میں جلسازی اور جھوٹ لکھا جاسکتا ہے، اور خط، خط کے مشابہ، اسی طرح مہر دوسری مُہر کے مشابہ ہو سکتی ہے لیکن ہم نے اسے اجماع کی وجہ سے حجت مانا ہے لیکن جس قاضی کی طرف لکھا گیا ہو تب قبول کرے جب اسکی شرائط پائی جائیں، اور ان شرائط میں سے ایک یہ ہے کہ اس پر گواہ ہوں حتیٰ کہ قاضی دوسرے قاضی کے خط کو اس وقت تک قبول نہیں کر سکتا جب تک گواہ گواہی نہ دیں کہ یہ قاضی کا خط ہے (ت)

عقود الدرر یہ میں فتاویٰ علامہ قاری الہدایہ سے ہے:

اذا شهد وانه خطه من غير ان يشاهد واكتأبته فلا يحكم بذلك²	جب وہ گواہی دیں کہ یہ اس کا خط مگر انہوں نے لکھتے ہوئے نہیں دیکھا تو ایسے خط پر فیصلہ نہ دیا جائے (ت)

سبحان اللہ! یہ خطوط یا تار جو یہاں آتے ہیں اُن کے ساتھ کون سے دو گواہ عادل آکر گواہی دیتے ہیں کہ کہ فلاں نے ہمارے سامنے لکھا یا تار دیا مگر ہے یہ کہ ناواقفی کے ساتھ امور شرع میں بے جا مداخلت سب کچھ کراتی ہے نسأل اللہ توفیق الصواب وبہ نستعين في كل باب (ہم اللہ تعالیٰ سے توفیق صواب کا سوال کرتے ہیں اور ہر معاملہ میں اسی سے مدد چاہتے ہیں۔ ت)

اے عزیز! اس زمانہ فتن میں لوگوں کو احکام شرع پر سخت جرات ہے خصوصاً ان مسائل میں جنہیں حوادثِ جدیدہ سے تعلق و نسبت ہے جیسے تار برقی وغیرہ، سمجھتے ہیں کہ کتب ائمہ دین میں ان کا حکم نہ نکلے گا جو مخالفت شرع کا ہم پر الزام چلے گا مگر نہ جانا کہ علمائے دین شکر اللہ تعالیٰ مساعیہم الجمیلۃ (اللہ تعالیٰ ان کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے۔ ت) نے کوئی حرف ان عزیزوں کے اجتہاد کو اٹھا نہیں رکھا ہے تصریحاً تلویحاً تفریعاً تا صلیاً سب کچھ فرما دیا ہے زیادہ علم اسے ہے جسے زیادہ فہم ہے اور ان شاء اللہ العزیز زمانہ بندگانِ خدا سے خالی نہ ہوگا جو

¹ فتاویٰ ہندیہ الباب الثالث والعشرون فی کتاب القاضی الی القاضی نورانی کتب خانہ پشاور ۳۸۱/۳

² عقود الدرر یہ الکتابۃ علی ثلاثہ مراتب الخ رگ بازار قندھار افغانستان ۱۹/۲

مشکل کی تسہیل، معضل کی تحصیل، صعب کی تذلیل، مجمل کی تفصیل سے ماہر ہوں۔ بحر سے صدف سے، صدف سے گوہر، بذر سے درخت، درخت سے ثمر نکالنے پر باذن اللہ تعالیٰ قادر ہوں۔

لاخلا الكون عن افضالهم وكثر الله في بلادنا الراحمين وصلى الله تعالى على خاتم النبیین سیّدنا محمد وآله وصحبه اجمعین والله سبّحْنه وتعالى اعلم وعلمه جل مجده اتم وحكمه عزّ شانه احکم۔	زمانہ ان فضلاء سے خالی نہیں اور اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو ہمارے علاقوں میں زیادہ کرے آمین آمین برحمتک یا ارحم الراحمین وصلى الله تعالى على خاتم النبیین سیّدنا محمد وآله وصحبه اجمعین والله سبّحْنه وتعالى اعلم وعلمه جل مجده اتم وحكمه عزّ شانه احکم۔ (ت)

مسئلہ ۱۷۲: از راپور بوساطت مولوی بشیر احمد صاحب مدرس اول مدرسہ اہلسنت وجماعت بریلی ۲۴ ربیع الاول ۱۳۲۳ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ۲۹ تاریخ کو کسی شہر میں چاند نظر نہ آئے اور دوسرے شہر میں وہی چاند ۳۰ کا نظر آیا اور وہاں کے لوگ ٹیلی فون یا ٹیلی گراف میں اطلاع دیں تو وہ خبر معتبر ہوگی یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب:

ہرگز معتبر نہیں ہو سکتی، اصلاً قابل لحاظ نہیں ہو سکتی، تاریکی کی سخت بے اعتباری میں فقیر کا فتویٰ مفصلہ طبع ہو چکا ہے، اُس کی حالت ٹیلی فون در کنار، خط سے بہت گری ہوئی ہے کہ اس میں مرسل کے ہاتھ کی علامت تک نہیں ہوتی اور اکثر بنگالی بابوؤں وغیرہم کفار کو توسط ہوتا ہے ورنہ مجاہل ہونا ضروری ہے، اور علماء تصریح فرماتے ہیں کہ خط بھی معتبر نہیں، ہدایہ میں ہے: الخط یشبہ الخط^۱ (تحریر ایک دوسرے کے مشابہ ہو سکتی ہے۔ ت) تو شرعاً تار پر عمل کیونکر ممکن! یونہی ٹیلیفون کہ اس میں شاہد و مشہود نہیں ہوتا صرف آواز سنائی دیتی ہے اور علماء تصریح فرماتے ہیں آڑ سے جو آواز مسموع ہو اُس پر احکام شرعیہ کی بناء نہیں ہو سکتی کہ آواز آواز سے مشابہ ہوتی ہے۔ تبیین الحقائق امام زیلیعی پھر فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے:

لو سمع من وراء الحجاب لا یسعه ان یشہد لا حتمال ان یکون غیرہ	اگر کسی نے پردہ کے پیچھے سے سنا تو اس کو گواہی دینا جائز نہیں کیونکہ وہ کوئی دوسرا ہو سکتا ہے کیونکہ

^۱ الہدایہ فصل ما یتحملہ الشاہد مطبع یوسفی لکھنؤ ۱۳۷۱ھ

اذ النعمة تشبه النعمة^۱ الخ وصورة الثنیا التي ذكرت لا تحقق لها فيما نحن فيه كما لا يخفى، والله تعالى اعلم۔	آواز ایک دوسرے کے مشابہ ہو سکتی ہے الخ اور جو صورت مشتق قرار دی گئی ہے اس کا ہماری اس بحث میں تحقق نہیں ہے، جیسا کہ مخفی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۷۳: مرسلہ منظور علی علوی کا کوروی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک جگہ پہاڑ میں ایسی ہے جہاں بغیر بہت دقت سے اونچی چوٹیوں پر گئے چاند نہیں دیکھا جاسکتا ہے اور جہاں جا کر بھی اکثر بسبب ابر غبار کے چاند نہیں دکھائی دیتا ہے ایسی جگہ میں مسلمانوں کو شوال کی رویت ہلال کی اطلاع بذریعہ تار کے پائے روزہ افطار کر دینا اور عید کی نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ تار اگر ایک ہو، دو ہوں، یا دس بارہ ہوں، کسی صورت میں ان پر اعتبار جائز ہے یا نہیں؟ اگر خبر بذریعہ تار کی نہ مانی جائے تو پہاڑوں میں (مثلاً ننی تال میں) کبھی رمضان کا مہینہ انتیس کو نہیں ختم ہو سکتا ہے، اس لیے کہ دس بارہ برس کا مشاہدہ ہے کہ ہمیشہ ابر غبار کی وجہ سے شوال کا چاند نہیں دیکھا جاسکتا ہے۔ بینوا اتوجرو

الجواب:

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ^۲ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو۔ اور فرماتے ہیں: ان اللہ امدہ لرؤیتہ^۳ اللہ تعالیٰ نے اس کا مدار رویت پر رکھا ہے۔ تار اگرچہ دس بیس ہوں اصلاً شرعاً امور دینیہ میں قابل التفات نہیں کہ اس کی حالت خط سے بھی بدتر ہے اپنے شناسا کا خط پہچانا جاتا ہے، طرز عبارت سے پتا چلتا ہے، تار میں یہ کچھ بھی نہیں، پھر ہمارے تمام ائمہ نے عام کتب مذہب میں مثل ہدایہ و در مختار و اشباہ و خیریہ و عقود الدریہ و فتاویٰ عالمگیری وغیرہا میں تصریح فرمائی کہ خط کا اعتبار نہیں بلکہ صاف فرمایا کہ مگر کا بھی ان معاملات میں اعتبار نہیں ہوتا، پھر تار کو نکر قابل اعتبار ہو سکتا ہے، خصوصاً تار بابوؤں کی عدالت درکنار اسلام کا بھی علم نہیں، بلکہ اکثر ہندو وغیرہ ہوتے ہیں دس بیس جگہ سے آنا کفر یا فاسق مجہول کی خبر کو معتبر شرعی نہ کر دے گا، نہ یہاں حد تو اتز پہنچنا معقول کہ دس نہیں ہزار

^۱ فتاویٰ ہندیہ الباب الثانی فی بیان تحمل الشاہد الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۵۵۲

^۲ صحیح بخاری، باب اذاریتم الملل فصوص قدیمی کتب خانہ کراچی، ۱/۵۶۱

^۳ سنن دار قطنی، کتاب الصیام نمبر ۲۶، نشر السنۃ ملتان، ۲/۱۶۲

جگہ سے تار آئیں ہم کو تو ایک ہی تار گھر سے ملیں گے اور کہیں دو چار بھی ہوئے تو یہ تو اترا نہیں، اپنے دنیوی معاملات کو دیکھیے دو روپے کا دغوی ہو اور گواہ بیس دفعہ تار پر اپنی گواہی بھیجے کیا کچہریوں میں قبول ہو جائیگی، پھر عید کر لینا کیسے حلال ہو جائے گا! رہا یہ کہ اس صورت میں کہ انتیس کا چاند ہی وہاں نہ ہوگا، شعبان سے ذی الحجہ تک پانچ ہلالوں کا بغور دیکھنا تلاش کرنا ہر جگہ کے مسلمانوں پر واجب ہے اونچی چوٹیوں پر جانے کی دقت اگر صرف بوجہ تکلیف یا کاہلی ہو تو یہ عذر ہر گز نہ سنا جائے گا، اور اوپر جا کر دیکھنا واجب ہوگا۔ اگر کوئی نہ جائے گا سب گنہ گار رہیں گے اور اگر واقعی ناقابل برداشت تکلیف ہے تو معاف ہے۔^ع

فان غم علیکم فاکملوا العدة ثلاثین۔^۱ چاند تم پر پوشیدہ رہے تو تیس کی گنتی پوری کرو۔

مسلمانوں کو حکم سے غرض ہے ۲۹، ۳۰ سے کیا کام! اور اگر یہ خیال ہے کہ ۲۹ کے رمضان کی خوشی زیادہ ہوتی ہے، یہ کیونکر ہوگی، تو یہ محض بے معنی خیال ہے، اور غور کریں تو اس کی کسر ادھر شعبان میں نکل جائیگی کہ وہ بھی کبھی ۲۹ کا نہ ہوگا، تو رمضان کہ ۳۰ کا چاند وہاں ۲۹ کو نظر آئے گا، اہتمام کریں تو ۲۹ تاریخ نزدیک کی آبادیوں میں دو چار معتبر مسلمان بھیج کر پہلا سے باہر بھی رویت کر سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۷۴: از گوئڈل کاٹھیاواڑ مرسلہ محمود میاں ابن قاضی عبدالغنی صاحب ۸ ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ

اس ریاست میں ٹیلیفون ہونے کی وجہ سے بذریعہ ٹیلیفون رویت ہلال رمضان یا عید و رور و آمنے سامنے دونوں مسلمان ہوں اور ایک جگہ کا مسلمان دوسرے کو خبر دے کہ میں نے چاند دیکھا اور دوسری جگہ والا بھی مسلمان ہو اور اس کی آواز پہچانتا ہو کہ فلاں شخص یہ خبر دے رہا ہے تو اس کی آواز پہچان کر ان کے قول پر عمل کیا جائیگا یا نہیں؟ یا ٹیلیفون دینے والا اور لینے والوں ملازم مسلمان ہیں، ایک نے دوسرے کو بذریعہ ٹیلیفون خبر دی رویت ہلال کی، اس نے دوسرے سے کہا فلاں جگہ سے مجھ کو فلاں نے کہا کہ وہاں پر رویت ہلال ہوئی تو ایسی خبر پر اعتماد چاہئے یا نہیں؟

الجواب:

ٹیلی فون دینے والا اگر سننے والے کے پیش نظر نہ ہو تو امور شرعیہ میں اس کا کچھ اعتبار نہیں اگرچہ آواز پہچانی جائے کہ آواز مشابہ آواز ہوتی ہے، اگر وہ کوئی شہادت دے معتبر نہ ہوگی، اور اگر کسی بات کا اقرار کرے

عہ: اصل میں یہاں بیاض ہے ۱۲

^۱ سنن دارقطنی، کتاب الصیام نمبر ۲۹، نشر السنۃ ملتان، ۱۶۳/۱

سننے والے کو اس پر گواہی دینے کی اجازت نہیں، ہاں اگر وہ اس کے پیش نظر ہے جسے دوبدو آئے سامنے سے تعبیر کرتے ہیں، یعنی اس کی دونوں آنکھیں اس کی دونوں آنکھوں کے سامنے ہوں، ایک دوسرے کو دیکھ رہا ہو، اور ٹیلی فون کا واسطہ صرف بوجہ آسانی آواز رسانی کے لیے ہو کہ اتنی دُور سے آواز پہنچنا دشوار تھا، تو اس صورت میں اس کی بات جس حد تک شرعاً معتبر ہوتی اب بھی معتبر ہوگی، مثلاً خود اپنی رویت کی شہادت ادا کرے تو مانی جائے گی اگر وہ مقبول الشہادۃ ہے، لیکن اتنی بات کہ فلاں جگہ رویت ہوئی اگرچہ متصل آکر ادا کرے جب بھی معتبر نہیں کہ یہ محض حکایت ہے نہ کہ شہادت، اور یہ کہ فلاں نے مجھ سے کہا کہ فلاں جگہ ہوئی، اور زیادہ مہمل کہ حکایت در حکایت ہے۔ تبیین الحقائق پھر فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

اگر کسی نے پردے کے پیچھے سے سنا تو سننے والا گواہی نہیں دے سکتا، ممکن ہے کوئی اور شخص ہو، کیونکہ آواز آواز سے مشابہ ہو سکتی ہے مگر اس صورت میں جب داخل ہونے والا اکیلا ہو اور شاہد جانتا اور علم رکھتا ہو کہ اس کے علاوہ دوسرا نہیں، پھر وہ گواہ راستہ پر بیٹھتا ہے جبکہ اس راستہ کے علاوہ کوئی اور راستہ بھی نہیں، اور داخل ہونے والے کا اقرار سُنتا ہے اور اسے دیکھتا نہیں (تو اب گواہی قبول ہے) کیونکہ اب اسے یقین حاصل ہے، اور اگر گواہ پردے والے کی بات کی از خود تفسیر کرے تو قاضی کے لیے مناسب ہے کہ وہ تفسیر قبول نہ کرے۔ (ت)	ولو سمع من وراء الحجاب لا يسعه ان يشهد لاحتمال ان يكون غيره اذ النغمة تشبه النغمة الا اذا كان في الداخل وحده ودخل وعلم الشاهد انه ليس فيه غيره ثم جلس على المسلك وليس له مسلك غيره فسمع اقرار الداخل ولا يراه لانه يحصل به العلم وينبغي للقاضي اذا فسر له ان لا يقبله¹

ذخیرہ پھر ہندیہ میں ہے:

فقہ ابو لیلیث فرمایا کرتے تھے کہ جب پردہ کے پیچھے عورت نے اقرار کیا اور دو آدمیوں نے گواہی دی کہ یہ فلاں عورت ہے تو اقرار سننے والے کے لیے جائز نہیں کہ وہ اس کے اقرار پر گواہی دے مگر اس صورت میں جب اس نے اس خاتون کو دیکھا ہو یعنی	كان الفقيه ابو الليث يقول اذا اقرت المرأة من وراء الحجاب وشهد عنده اثنان انها فلانة لا يجوز لمن سمع اقرارها ان يشهد على اقرارها الا اذا رأى شخصاً يعني حال ما اقرت فح يجوز له ان

¹ فتاویٰ ہندیہ الباب الثانی فی بیان تحمل الشہادۃ الخ نورانی مکتب خانہ پشاور ۳/۵۲

یشہد علی اقرار ہا، شرط رؤیۃ شخصہا لارؤیۃ وجہہا ^۱	اقرار کرتے وقت تو اب اس کے لیے جائز ہے کہ اس کے اقرار پر گواہ بنے باقی شرط شخصیت کو دیکھنا ہے نہ کہ چہرے کو۔ (ت)

در مختار میں ہے:

شہد وانہ شہد عند قاضی مصر کذا شاہد ان برؤیۃ الهلال فی لیلة کذا وقضی القاضی بہ ووجد استجماع شرائط الدعوی جاز لہذا القاضی ان یحکم بشہادتہما لان قضاء القاضی حجة وقد شہد وابہ لا لو شہد وابرؤیۃ غیرہم لانه حکایۃ اہ ^۲ وتسام تحقیقہ فی فتاؤنا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	گواہوں نے گواہی دی کہ قاضی مصر کے پاس فلاں رات چاند دیکھنے پر دو گواہوں نے گواہی دی ہے اور قاضی نے اس پر فیصلہ دیا اور شرائط دعویٰ پائی جائیں تو اس قاضی کے لیے دو گواہوں کی شہادت پر فیصلہ دینا جائز ہے کیونکہ قضاء قاضی حجت ہے اور گواہوں نے اس قضاء پر ہی گواہی دی ہے، ہاں اس صورت میں فیصلہ نہیں دے سکتا جب انہوں نے یہ گواہی دی ہو کہ فلاں نے چاند دیکھا ہے کیونکہ یہ حکایت ہے اہ اس کی تمام تحقیق ہمارے فتاویٰ میں ہے، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۷۵: از دفتر صحیفہ حیدر آباد دکن مطبوعہ ۱۶ رمضان ۱۳۳۳ھ

تار اور ٹیلیفون زمانہ حال کی ایجاد ہے یعنی فقہائے ماسبق کے زمانہ میں یہ چیزیں ایجاد نہیں ہوئی تھیں اس لئے قدیم کتب فقہ اس بند کرے سے خالی ہیں کہ تار اور ٹیلیفون کے ذریعہ سے جو خبریں آتی ہیں وہ قابل تقسیم ہیں یا نہیں، اس مسئلہ کی نسبت علماء کے ایک عام اجماع و اتفاق کی ضرورت ہے، پس براہ کرم بیان فرمایا جائے کہ تار اور ٹیلی فون کے ذریعہ سے جو خبر آئے وہ از روئے احکام شریعت قابل تسلیم ہے یا نہیں؟ اور ایسی خبر کی بناء پر احکام شرعیہ مثلاً ترک واختیار صوم اور تقرر یوم حج وغیرہ کا تصفیہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:

تار محض بے اعتبار، یونہی ٹیلی فون، اگر خبر دہندہ پیش نظر نہ ہو۔ تفصیل فقیر کے فتاویٰ مرسلہ سے معلوم ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

^۱ فتاویٰ ہندیہ الباب الثانی فی بیان تخیل الشاہدۃ الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۵۳

^۲ در مختار کتاب الصیام مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۹/۱

مسئلہ ۱۷۸۶: مسئلہ عبد العزیز تاجر چرم قصبہ ٹکاری محلہ تتلیج ضلع گیا ۱۶ ذی القعدہ ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل مفصل ذیل میں بحوالگی کتب فقہ و فتاویٰ بینوا تو جروا۔

سوال اول: نماز عید کہ جس کی ادائیگی رویت ہلال پر موقوف ہے اگر اس کی رویت کی خبر ایسی بستی میں جہاں ابر و باد کی وجہ سے چاند نہ دیکھا گیا ہو اور معتبر شخص کی زبانی کہ اُس شخص کو بھی خبر غیر شہر میں بذریعہ تار کے ملی ہو اور وہ شخص اپنے مکان پر نماز عید کی پڑھ کر آیا ہو اس شخص معتبر کے بیان پر روزہ افطار کرنا اور نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں، اور بعد پڑھنے نماز عید کے جو لوگ کہ سفر میں عید کے روز کلکتہ وغیرہ میں ہیں وہ لوگ یہاں آئے اور بیان کیا کہ ہم نے اور جماعت کثیرہ نے اپنی آنکھ سے چاند دیکھ کر نماز عید روز جمعہ کو پڑھی ہے ایسی صورت میں روز جمعہ کو افطار کرنا اور نماز عید جمعہ کو پڑھنا جائز ہو یا نہیں، اور اطراف و جوانب میں بمعانہ رویت ہلال عید روز جمعہ کو ہوئی اس کے لیے شہادت کثیر ہے۔

سوال دوم: ایک بستی کے بعض افراد نے شخص معتبر کے بیان پر کہ جس کو خبر بذریعہ تار کے دوسرے شہر میں ملی ہو اُس کے بیان پر جہاں بوجہ ابر و باد رویت نہ ہوئی وہاں کے بعض افراد نے روزہ افطار کیا اور نماز عید پڑھی اور بعض افراد نے وہیں کے کہ جن کو اشتباہ ماہ رمضان کی رویت میں تیس کا تھا اور اُن کے حساب سے انتیس رمضان پڑتا تھا اور خبر اُن لوگوں کو بھی قبل باقی رہنے پورے وقت نماز کے ملی مگر شخص معتبر کے قول و خبر و تار پر اعتبار نہ کر کے روز جمعہ کو نہ روزہ افطار کیا اور نہ نماز عید پڑھی بلکہ سینچر کے روز روزہ افطار کیا اور نماز عید پڑھی، جمعہ کا روزہ جائز ہو لیا یا ناجائز؟

سوال سوم: ایک مسجد میں دو روز نماز عید پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

جواب سوال اول: در بارہ ہلال، خط اور تار محض بے اعتبار، اور در بارہ ہلال عید، ایک عادل ثقہ کی خود اپنی رویت کی گواہی بھی مقبول نہیں جب تک پورا نصاب شہادت نہ ہو، در مختار میں ہے:

شرط للفظ مع العلة والعدالة نصاب الشهادة	عید الفطر میں بادل و عدالت کی موجودگی میں نصاب شہادت
ولفظ اشهد ^۱	اور لفظ شہادت ضروری ہے (ت)

تو ایک معتبر شخص کی خبر محض اور وہ بھی اپنی رویت کی نہیں دوسرے کی، اور وہ بھی تار کی معلوم ہوئی، چار وجہ سے

^۱ در مختار، کتاب الصوم، مطبع مجتبائی دہلی، ۱۳۸/۱

مردود تھی اور اس کی بنا پر عید کرنا حرام، جن لوگوں نے اس بنا پر روزہ توڑا سخت گناہ شدید کے مرتکب ہوئے اور اس دن کی نماز عید بھی گناہ و مکروہ تحریمی و ناجائز ہوئی، اور دوسرے دن نماز عید نہ پڑھنے سے بھی ترک واجب کے گنہ گار ہوئے اور بعد کو ثبوت کتنے ہی کثیر ہو جائیں اُن کے اُن گناہوں کو رفع نہیں کر سکتا کہ جس وقت تک انہوں نے یہ افعال کئے ثبوت شرعی نہ تھا ان پر سے مخالفت حکم شرع کا الزام بے توبہ زائل نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

جواب سوال دوم: جن لوگوں نے اُس خبر پر عمل نہ کیا اور روزہ قائم رکھا اور دوسرے دن نماز عید پڑھی انہوں نے مطابق حکم شرع کیا، ایسا ہی کرنے کا شرعاً حکم تھا اگرچہ جمعہ ضرور روز عید تھا مگر وہاں نہ رویت نہ ثبوت شرعی گزرا تو اُن پر جمعہ کا روزہ ہی فرض تھا اور سینچر کی عید واجب، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: صوم الرویثہ وافطر الرویثہ^۱ (چاند دیکھنے پر روزہ رکھو اور چاند دیکھنے پر عید کرو۔ ت)

جواب سوال سوم: یہ صورت دوروز نماز عید کی نہ تھی کہ وہاں جمعہ کو عید ناجائز تھی جنہوں نے پڑھی وہ ایک ناجائز نفل تھا کہ جماعت سے ادا کیا اور گنہ گار ہوئے۔ درمختار میں ہے:

صلوة العید فی القرى تکرہ تحریماً ای لانہ اشتغال بما لا یصح ^۲	دیہاتوں میں نماز عید مکروہ تحریمی ہے کیونکہ یہ ایسی چیز میں مشغول ہونا ہے جو درست نہیں (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ہو نفل مکروہ لادائہ بالجماعۃ ^۳	یہ نوافل ہیں اور نوافل کی جماعت کے ساتھ ادائیگی مکروہ ہے۔ (ت)

نماز عید وہی ہوئی جو دوسرے گروہ نے روزِ شنبہ پڑھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۷۹: از ضلع بتیاداک خانہ و مقام رتسرہ رحیم اللہ و عبدالرحمن ۱۳ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں مسلمان باشندوں میں سے ایک شخص حاجی مصدی صاحب ہیں جو کہ احاطہ بنگلہ خطہ آسام ضلع تبرپور رہتے ہیں اور وہیں تجارت کرتے ہیں لہذا انہوں نے خط لکھا کہ یہاں کے لوگوں نے چاند ماہ رمضان المبارک کا روزہ شنبہ یعنی منگل کے ہوا، قریب قریب پچاس آدمیوں نے دیکھا اور دو تین آدمی خاص ہمارے آدمیوں میں سے جو کہ کاروبار دکان کے کرتے ہیں دیکھا مگر جناب حاجی مصدی صاحب انکار

^۱ صحیح بخاری، باب اذاریتم الهلال فصوموا، قدیمی کتب خانہ کراچی، ۲۵۶/۱

^۲ درمختار، باب العیدین، مطبع مجتبائی دہلی، ۱۱۴/۱

^۳ ردالمحتار، باب العیدین، مصطفیٰ البابی مصر، ۶۱۱/۱

کرتے ہیں کہ ہم نے پچشم خود نہیں دیکھا اور جتنے اُس اطراف کے ملک آسام میں رہتے ہیں کسی نے چاند نہیں دیکھا جس وقت یہ خط آیا اُس وقت جناب مولانا مولوی عبدالغفار صاحب ساکن موضع اعظم گڑھی شاگرد مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی سلسلہ مدرسہ دیوبند تشریف لائے تھے انہوں نے خط دیکھ کر فرمایا کہ دوبارہ خط سے دریافت کرو کہ اگر واقعی ان لوگوں نے چاند دیکھا تو تم لوگ بھی جمعہ کی عید کر لینا پنجشنبہ کو چاہے چاند ہو یا نہ ہو اور ایک روزہ قضاء کا رکھ لینا، تو پھر جب دوبارہ لکھا گیا تو اسی مضمون کا جواب آیا کہ چاند کا دیکھنا سچ ہے ۵۰ آدمیوں نے باشندہ ملک آسام کے دیکھا لہذا محض ملک آسامیوں کا دیکھنا اور بہ موجب فتویٰ دینے مولوی عبدالغفار صاحب یہ قابل سند ہو سکتا ہے کہ نہیں اور جمعہ کو ہم لوگ عید کر سکتے ہیں کہ نہیں، بر تقدیر نہ چاند ہونے پنجشنبہ کے عید جمعہ کو کر سکتے ہیں یا نہیں، اور واقعی ایسا ہوا کہ پنجشنبہ کو عید کا چاند نہیں نظر پڑا، ہزاروں آدمیوں نے دیکھا اور نہ کہیں چاند دیکھنے کی خبر آئی جو لوگ کہ معتقد مولوی عبدالغفار صاحب کے نہیں تھے جبکہ دیکھا یہ لوگ نہیں مائیں گے تو محض رفع نزاع کے لیے انہی لوگوں کے ساتھ عید جمعہ کو کر لی بغیر چاند دیکھے تفریق جماعت اور دو فریق ہو جانے کے خیال سے، لہذا از روئے شرع کے تفصیل بالا کی تحقیق۔ بینوا تو جروا۔

الجواب:

دوبارہ ہلال خط اور تار محض بے اعتبار،

قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ۔ ¹	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: چاند دیکھنے پر روزہ شروع کرو اور چاند دیکھنے پر عید کرو۔ (ت)

ہدایہ و اشباہ و در مختار وغیرہ عام کتب میں ہے: الخط لا یعمل بہ² (خط پر عمل نہیں کیا جاتا۔ ت) دیوبندی کا فتویٰ محض باطل تھا اور بغیر رؤیت یا ثبوت شرعی جمعہ کو عید کر لینا حرام تھا اور تفریق جماعت سے بچنے کا خیال خام تھا اگر کچھ لوگ بے ثبوت شرعی جمعہ کو عید کر لیتے تو نہ وہ عید عید تھی، نہ وہ نماز نماز، نہ وہ جماعت جماعت، تفریق کا ہے کی ہوئی! اب صورت تفریق تو نہ ہوئی مگر حقیقۃً ابطال ہو گیا، نماز بھی گئی، سب گنہ گار ہوئے، اگرچہ واقعہ میں عید جمعہ کی تھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۸۰: از ریاست چھتاری ضلع بلند شہر مسئلہ عبدالغفور خاں صاحب محلہ کٹرہ ۱۵ صفر ۱۳۳۲ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ ہمارے قصبہ میں ہلال رمضان شب پنجشنبہ میں دیکھا گیا اور پنجشنبہ کا روزہ ہوا، ۲۰ روز بعد مولوی ناظر حسن دیوبندی کا ایک خط بنام رئیس پنچا جس کا مضمون یہ تھا کہ

¹ صحیح بخاری باب اذاریتم الهلال فصول مواقعی کتب خانہ کراچی ۲۵۶/۱

² در مختار باب کتاب القاضی الی القاضی وغیرہ مطبع مجتبائی دہلی ۸۳/۲، الاشباہ والنظائر کتاب القضاء والشادات الخ اداره القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی

دیوبند میں کچھ آدمی بہرائچ کے آئے اور اُن سے تحقیق ہوا کہ رویت ہلال شب چہار شنبہ میں ہوئی اور روزہ چہار شنبہ کا ہوا، لہذا علمائے دیوبند نے حکم دیا کہ روزہ چہار شنبہ سے رکھا جائے، جن لوگوں نے جمعرات سے رکھا ہے وہ ایک روزہ قضا رکھیں، اسی بناء پر ۲۳ رمضان کے جمعہ کو اعلان کیا گیا کہ لوگ ایک روزہ قضا رکھیں اور ہر حال میں عید جمعہ سے متجاوز نہ ہوگی، جمعرات کو ۲۹ رمضان تھی باوجود صاف ہونے مطلع کے اور کمال کوشش کے چاند نہیں دکھائی دیا حالانکہ قصبہ نے مولوی صاحب کے خط پر استدلال کر کے جمعہ کو عید کا حکم دے دیا، آیا مولوی صاحب کا خط شرعاً قابل پابندی ہے اور اس کی بناء پر باوجود عدم رویت حکم فطر کا صحیح یا غلط ہے اور ہم لوگوں کو اب کیا کرنا چاہئے؟ بینوا رحمکم اللہ تعالیٰ بالکتاب (اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے کتاب اللہ سے بیان کیجئے۔ ت) جواب تفصیلاً مع عبارات کتب مرحمت ہو اور حمایت فرمائی جائے۔

الجواب:

در بارہ ہلال خط اور تاریخ محض بے اعتبار،

قال صلى الله تعالى عليه وسلم صوموا الرويئة وافطروا الرويئة۔ ¹	حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، چاند دیکھنے پر روزہ رکھو اور چاند دیکھنے پر عید کرو (ت)

ہدایہ و اشباہ و در مختار وغیرہ عامہ کتب میں ہے: الخط لا یعمل بہ² (خط پر عمل نہیں کیا جاتا) (ت) دیوبند والوں کے پاس بہرائچ کے آدمیوں نے اگر یہ بیان کیا وہاں چاند ہوا یا یہی کہا کہ بہت لوگوں نے دیکھا اور اپنی روایت کی شہادت نہ دی یا دی اور اُن میں کوئی شخص قابل قبول شرع نہ تھا جب تو دیوبندیوں کا وہ حکم ہی سرے سے باطل تھا، اور ایسا نہ بھی ہو تو اس قصبہ والوں کو اس کے خط پر عمل حرام تھا کہ اول تو خط در بارہ ہلال خود ہی مردود، دوسرے وہ بھی ایک ایسے فرقے کا جس کا پیشہ تو بین خدا و رسول جل و علا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، بہر حال گناہ ہوا اور توبہ لازم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۸۱: از بلالند شہر ڈاکخانہ چھتاری مدرسہ احمدیہ مسئلہ محفوظ الحق قادری ۲۹ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۲ھ حضرت مولانا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، معروض خدمت شریف ہے کہ جناب والا کا ایک مختصر سا پرچہ جس پر جناب کی مہر لگی ہوتی ہے اور ایک سطر میں یہ عبارت مرقوم ہے (میرے سامنے شہادتیں گزر گئیں کل جمعہ کو عید ہے) خاکسار کو موصول ہوا اس کے متعلق فتویٰ شرعی دریافت طلب ہے کہ جس جگہ یہ پرچہ

¹ صحیح بخاری باب اذاریتم الهلال فصول مواقدی کتب خانہ کراچی ۲۵۶/۱

² در مختار باب کتاب القاضی الی القاضی وغیرہ مطبع مجتبائی دہلی ۸۴/۲، الاشباہ والنظائر کتاب القضاء والشادات الخ ادارة القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی

پہنچے تو وہاں کے لوگوں کو جمعہ کو عید کرنا تھی یا نہیں اور روزے توڑ دینا ضرور تھے یا نہیں اور اس کی عام تشہیر اور دیگر بلاد میں اشاعت سے کیا مفاد تھا؟ بینوا تو جروا

الجواب:

وہ پرچے دیگر بلاد میں نہ بھیجے گئے، تقسیم کرنے والوں نے اسٹیشن پر بھی دے، ان میں سے کوئی لے گیا ہوگا۔ بعض لوگوں نے پہلی بھیت کے واسطے چاہا اور ان کو جواب دے دیا گیا کہ جب تک دو شاہد عادل لے کر نہ جائیں پرچہ کافی نہ ہوگا اور بلاد بعیدہ کو کیونکر بھیجے جاتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۸۲ تا ۱۸۴: از راجپوتانہ چٹوڑ گڑھ عبدالکریم ۱۸ شوال المکرم ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ان عبارات کی بنا پر

عیون میں ہے فتویٰ اس وقت صاحبین کے قول پر ہے جب یہ یقین ہو کہ فلاں کا خط ہے خواہ قضاء کا معاملہ ہو یا رؤیت و شہادتِ اشٹام کا، اگرچہ اشٹام گواہ کے ہاتھ میں نہ ہو کیونکہ غلط ہونا نادر الوقوع ہے اور تبدیلی پر اطلاع ممکن ہے اور بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ تحریر دوسری تحریر کے کلیۃً مشابہ ہو تو جب اسے خط کا یقین ہو تو لوگوں پر آسانی کی خاطر اس پر اعتماد جائز ہے (ت)

عام خرید و فروخت کرنے والے، سونے چاندی کا سودا کرنے والے اور دلال کا خط تمہید، تقریر اور عنوان کے بغیر بھی حجت ہے جو لوگوں میں واضح طور پر معروف ہیں، اور یونہی لوگوں کی آپس کی خط و کتابت عرف کی بناء پر حجت ہو نا واجب ہے۔ (ت)

قال في العيون والفتوى على قولهما اذا تيقن انه خطه سواء كان في القضاء او الرؤية او الشهادة في الصك وان لم يكن الصك في يد الشاهد لان الغلط نادر واثار التغيير يمكن الاطلاع عليه وقلما يشتبه الخط من كل وجه فاذا تيقن ذلك جاز الاعتماد عليه توسعة على الناس¹

اور اما خط البياع والصراف والسمسار فهو حجة وان لم يكن مصدرا معنونا يعرف ظاهرا بين الناس وكذلك ما يكتب الناس فيما بينهم يجب ان يكون حجة للعرف²

¹ غمر عيون البصائر مع الاشياء كتاب القضاء والشهادات الخ ادارة القرآن والعلوم الاسلاميه كراچی ۳۳۸/۱، ردالمحتار باب كتاب القاضي الى القاضي الخ مصطفیٰ البابی مصر ۳۹۳/۴

² ردالمحتار باب كتاب القاضي الى القاضي الخ مصطفیٰ البابی مصر ۳۹۲/۴

فتویٰ دیا جاسکتا ہے کہ رویت ہلال کی شہادت کے لیے کسی عزیز کا خط جو اس کی طرز عبارت اور رات دن کی تحریر سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ضرور اسی کا خط ہے معتبر ہو سکتا ہے یا نہیں؟

(۲) اگر کسی دینی معاملہ میں خط معتبر نہ ہوگا جو علماء دُور دراز سے فتویٰ تحریر کرتے ہیں اس پر کیسے اعتماد ہو؟

(۳) بالخصوص رمضان شریف کے چاند کے لیے بجائے شہادت کے صرف خبر ہی کافی ہے اس کے لیے بھی خط معتبر ہے یا نہیں؟ بینو اتوجروا

الجواب:

حکم اللہ ورسول کے لیے (جل جلالہ، و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تمام کتب میں تصریح ہے:

الخط لا یعمل بہ، الخط یشبہ الخط، الخاتم یشبہ الخاتم۔ ¹	خط پر عمل نہیں کیا جاسکتا۔ خط، خط کے مشابہ اور مُسر مُسر کے مشابہ ہوتی ہے۔ (ت)

بیاع و صراف و مفتی کے خطوط بالاجماع مستثنیٰ ہیں علی خلاف القیاس لضرورة الناس و ماکان خلاف القیاس لا یجوز القیاس علیہ، مکاتبات ناس فیما بینہم (لوگوں کی ضرورت کے پیش نظر خلاف قیاس حجت ہیں اور جو خلاف قیاس ہو اس پر قیاس نہیں کیا جاسکتا، لوگوں کی آپس کی خط و کتابت اور چیز ہے۔ ت) دوسری چیز ہیں اور امر حلال فیما بینہم و بین ربہم (ان کے اور ان کے رب کے درمیان معاملہ ہے۔ ت) متون و شروح و فتاویٰ تمام کتب متعمدہ مذہب دیکھ لیے جائیں جہاں یہ گنتی کے استثناء وہ بھی بہت مباحث کے ساتھ کرتے ہیں کہیں بھی ہلال کا استثناء ہے تو اپنی طرف سے زیادت فی الشرع کیونکر جائز ہوئی، قاضی الشرق والغرب نے شاہد کے اپنے خط کا استثناء فرمایا جس کے ساتھ سو وجوہ مذکور ہو سکتی ہیں اور اپنے خط کا اشتباہ بغایت بعید ہے انہوں نے بھی کہیں ہلال میں خط کا اعتبار فرمایا، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ان اللہ امدہ لرؤیتہ² (اللہ تعالیٰ نے اس کا مدار رویت پر رکھا ہے۔ ت) اور فرماتے ہیں:

صوم الرویتہ و افطر الرویتہ۔ ³	چاند دیکھنے پر روزہ رکھو اور چاند دیکھنے پر عید کرو۔ (ت)

¹ الاشیاء والنظائر ۳۳۸/۱ والہدایۃ کتاب الشہادۃ ۱۵۷/۳ و فتاویٰ ہندیہ ۳۸۱/۳

² سنن الدار قطنی کتاب الصیام حدیث ۲۶ نشر النہ ملتان ۱۶۲/۲

³ صحیح بخاری باب اذاریتم الدلال فصول مواقدیمی کتب خانہ کراچی ۲۵۶/۱

تمام کتب میں تصریح ہے کہ خود رویت ہو یا دوسری جگہ کی رویت بطریق موجب ثابت ہو اور ان طرق موجب کی بھی تفصیل فرماتے ہیں کہ شہادت ہو یا شہادۃ علی الشہادۃ یا شہادۃ علی الحکم یا استغاضہ مع التحقیق مجرد حکایت اگرچہ متعدد ثقات عدول کریں تصریح ہے کہ مقبول نہیں، حتیٰ کہ ہلال رمضان میں لفظ اشہد کی حاجت نہیں پھر خط کہ حکایت مجردہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا بلکہ اکثر اوقات اسکے برابر بھی نہیں ہو سکتا جیسے ڈاک کا خط کہ وسائط مجاہل بلکہ اکثر بذریعہ کفار آتا ہے کیونکر کوئی چیز ہو سکتا ہے والتفصیل فی رسائلنا (اور تفصیل ہمارے رسالوں میں ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۸۵ تا ۱۹۳: ازرائے پوری پی محلہ بیجنا تھ پارہ مرسلہ بہادر علی خاں سپرنٹنڈنٹ پنشنر محکمہ بندوبست ۲۴ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

- (۱) رویت ہلال کے بارے میں تار اور خط کی خبریں معتبر ہیں یا نہیں؟
- (۲) جہاں چاند ۲۹ کو نظر نہ آئے وہاں چاند کی رویت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کن کن ذرائع سے ثابت ہو سکتی ہے؟
- (۳) اخباروں کے اندر جو لفظ تاریخ ماہ لکھی ہوتی ہے مثلاً ۸ شعبان یا ۵ رمضان یا ۴ ذی الحجہ، اور رویت ہلال کا ذکر نہیں ہوتا تو فقط تاریخ لکھ دینے سے وہاں جہاں ۲۹ کو رویت نہ ہوئی اُس ماہ کے ہلال کی رویت ثابت ہو سکتی ہے۔
- (۴) یہ جو فقہاء نے فرمایا کہ ۲۹ کو اگر چاند نظر نہ آئے ۳۰ دن پورے کرنا چاہئیں تو رمضان اور عید الفطر کے ساتھ خاص یا سب ماہ کے لئے ہے۔

- (۵) جنتری کے حساب سے روزہ رکھنا یا عید کرنا یا کسی دیگر ماہ کی تاریخ مقرر کرنا درست ہے۔
- (۶) شعبان کی ۲۹ کو چاند نظر نہ آئے اور افواہ ہو کہ چاند ہو گیا لیکن شہادت دینے والا نہ ملے تو شب کو تراویح مع جماعت کرنا جائز ہے یا نہیں اور صبح کو روزہ رکھنا درست ہے یا نہیں؟
- (۷) یہ جو مشہور ہے کہ رجب کی چوتھی جس دن کی ہوتی ہے اُسی دن رمضان کی پہلی ہوتی ہے اور جو شوال کی پہلی ہوتی ہے اُسی روز عاشورہ ہوتا ہے یہ معتبر ہے یا نہیں؟

- (۸) اگر کسی جگہ سے ایک یا دو آدمی آکر فقط اتنا کہیں کہ ہمارے شہر فلاں دن عید ہے اور چاند کی رویت کا ذکر نہ کریں نہ اپنا نہ دوسروں کا، تو ان کی اس خبر پر اس شہر والے عید کر سکتے ہیں یا نہیں؟

- (۹) اگر متواتر یا تین ماہ میں رویت کے دن ابر ہو جائے تو ایسے موقع پر ایک ماہ ۲۹ کا اور ایک ماہ تیس سالے کر عید لوگ اپنی رائے سے مقرر کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اگر یوں نہیں مقرر کر کے عید کر لی تو نماز ہوئی یا نہیں؟ اور اگر اکثر شہر کے لوگوں نے یوں ہی عید کی اور سوچا پاس نے خلاف کیا اور دوسرے دن نماز عید پڑھی تو حق پر

کون ہے، کثیر یا قلیل؟

الجواب:

(۱) رویت ہلال میں تار اور خط اصلاً معتبر نہیں، تار کی حالت تو خط سے بھی نہایت ردی ہے کہ وہ نہ مرسل کے ہاتھ کا لکھا ہوتا ہے نہ اُس پر اُس کے دستخط ہوتے ہیں نہ اُس کی مُسر ہو سکتی ہے اور ذرائع وصول مجاہل بلکہ اکثر کفار ہوتے ہیں اور خط ان سب وجوہ سے اُس پر فائق ہو سکتا ہے بائیں ہمہ تمام کتبِ مذہب میں تصریح ہے کہ خط کا اعتبار نہیں، نہ اس پر عمل ہو سکے کہ خط خط کے مثل ہوتا ہے اور مُسر مُسر کی مثل بن سکتی ہے۔ اشیاء میں ہے:

لايعتمد على الخط لايعمل به ^۱	خط پر نہ تو اعتماد کیا جائے گا اور نہ ہی عمل۔ (ت)

ہدایہ میں ہے:

الخط يشبه الخط فلا يحصل العلم ^۲	تحریر تحریر کے مشابہ ہوتی ہے تو اس سے علم یقینی حاصل نہ ہوگا۔ (ت)

عالمگیریہ میں ہے:

الكتاب قد يزور ويفتعل والخط يشبه الخط والخاتم يشبه الخاتم ^۳	تحریر میں جھوٹ اور جعل سازی ہو سکتی ہے۔ خط خط کے اور مُسر مُسر کے مشابہ ہو سکتی ہے۔ (ت)

اس مسئلہ کی پوری تفصیل ہمارے رسالہ از کی الهلال با بطل ما احدث الناس في امر الهلال میں ہے۔

(۲) ثبوت ہلال کے لیے ضرور ہے کہ یا تو رویت پر عینی شہادت ہو یا عینی شاہدوں نے جن شاہدوں کو حسب شرائط شرعیہ اپنی شہادت کا حاصل کیا ہو ان کی شہادت شہادت پر ہو یا حاکم شرعی کے حکم شرعی پر شہادت بروجہ شرعی ہو یا شرائط معتبرہ فقہیہ کے ساتھ کتاب القاضی الی القاضی ہو یا جس شہر میں قاضی شرع ہو اور اس کے حکم سے وہاں روزہ عید ہوا کرتے ہیں وہاں سے لوگ گروہ کے گروہ آئیں اور بالاتفاق اُس حاکم شرع کا حکم بیان کریں، اور ان میں سے کچھ نہ ہو تو اخیر درجہ تیس کی گنتی پوری کرنا ہے یعنی جب اگلے مہینہ کی رویت ہو لی یا کافی ثبوت شرعی سے ثابت ہوئی اور اس مہینے ۲۹ کو رویت نہ ہوئی تو تیس دن پورے ہو کر ہلال خواہی نخواہی ہوگا کہ شرعی مہینہ تیس سے زائد نہیں ہو سکتا، ان طریقوں اور ان کی شرائط کا مفصل اور مدلل بیان ہمارے رسالہ

^۱ الاشیاء والنظار کتاب القضاء والشهادات والدعاوی ادارة القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۳۳۸/۱

^۲ ہدایہ کتاب الشادة مطبع یوسفی لکھنؤ ۱۵۷/۳

^۳ فتاویٰ ہندیہ الباب الثالث والعشرون فی کتاب القاضی الی القاضی نورانی کتب خانہ پشاور ۳۸۱/۳

طرق اثبات ہلال میں ہے۔

(۳) اخباروں کا صرف تاریخ لکھنا تو کوئی چیز نہیں، اخباروں میں اگر رویت کی خبر چھپے تو وہ بھی محض نامعتبر ہے کہ نہ شہادت علی الرویۃ ہے، نہ شہادت علی الشہادت، نہ شہادت علی الحکم، پھر اخبار نہیں مگر ایک خط اور اوپر گزرا کہ ان امور میں خط اصلاً معتبر نہیں، خصوصاً اخباری دنیا کے بے سرو پا اڑانے میں ضرب المثل ہے۔

(۴) یہ حکم بارہ مہینے کے لیے ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک بار دسوں انگشتان مبارک تین دفعہ اٹھا کر فرمایا: الشہر ہکذا و ہکذا^۱ مہینہ اتنا اور اتنا ہوتا ہے، یعنی تیس ۳۰ دن کا۔ اور ایک بار دسوں انگشت مبارک تین دفعہ اٹھائیں مگر اخیر میں ایک انگشت مبارک بند فرما کر فرمایا: الشہر ہکذا و ہکذا^۲ مہینہ اتنا اور اتنا ہوتا ہے یعنی ۲۹ دن کا۔ تو کوئی قمری عربی مہینہ کہ یہی شریعتِ مطہرہ میں معتبر ہیں نہ ۲۹ دن سے کم ہو سکتا ہے نہ تیس ۳۰ سے زائد، جس مہینے کی رویت کافی ثبوت شرعی سے ثابت ہو اور اس کی ۲۹ کو رویت نہ ہو تو ۳۰ پورے کر کے خواہی خواہی دوسرے مہینے کا ہلال ہے۔

(۵) شریعتِ مطہرہ میں جنتری کا حساب اصلاً معتبر نہیں، در مختار میں ہے: وقول اولی التوقیت لیس بموجب^۳ (اہل توقیت کا قول سبب وجوب نہیں بن سکتا۔) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: انا امة امیة لا نکتب ولا نحسب^۴ (ہم بظاہر اُن پڑھ ہیں نہ لکھتے ہیں نہ حساب کرتے ہیں۔) یہ ان کے بارے میں ہے جو واقعی بیتِ دال تھے، نہ کہ آج کل کے جنتری والے جنہیں بیت کی ہوا بھی نہیں لگی، بڑے بڑے نامی جنتری دانوں کی نہایت واضح تقاویم شمسیہ میں وہ اغلاط فاحشہ دیکھے ہیں کہ مد ہوش کے سوا دوسرے سے متوقع نہیں تاہم حساب ہلال چہ رسد حساب ہلال وہ دشوار چیز ہے جہاں اہل بیت کے مسلم امام بطیموس نے گھٹنے ٹیک دئے محبطی میں ظہور و خفائے کواکب و ثوابت تک کے لیے باب وضع کیا اور ظہور ہلال کو ہاتھ نہ لگایا۔

(۶) ایسی صورت میں نہ شب کو تراویح پڑھنی جائز، نہ صبح کو روزہ رمضان رکھنا حلال، اما الثانی فللحدیث و اما الاول فللنداعی فی النفل (دوسرا حدیث کی وجہ سے اور پہلا نفل کی طرف نداعی کی وجہ سے منع ہے۔) ت) بلاکہ اگر جماعت نہ کریں اکیلے ہی بیس ۲۰ رکعتیں پڑھیں اور تراویح کی نیت کریں جب بھی شرع مطہر

^۱ صحیح بخاری باب اذاریتم السلال فصولاً قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۵۶/۱

^۲ صحیح بخاری باب اذاریتم السلال فصولاً قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۵۶/۱

^۳ در مختار کتاب الصوم مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۸/۱

^۴ صحیح بخاری باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا نکتب الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۵۶/۱، سنن ابی داؤد باب الشریکون تسع و عشرين آفتاب عالم

پر زیادت کرنے والے ہوں گے کہ تراویح شرع مطہر نے شب ہائے رمضان میں رکھی ہیں اور یہ رات اُن کے لیے شبِ رمضان نہیں۔

(۷) یہ محض بے اصل ہے اور تجربہ بھی اس کے خلاف پر شاہد، اور اس پر اعتقاد شرعاً ہر گز جائز نہیں، والمسئلۃ فی البرازیۃ وخرزانۃ المفتتین وغیرہما (یہ مسئلہ برازیہ اور خزانۃ المفتتین وغیرہ میں ہے۔ ت) تمام قیاسات و حسابات و قرائن کہ عوام میں مشہور ہیں شرعاً باطل و مجہور ہیں صرف انھی طریقوں پر اعتقاد جائز ہے جو جواب سوال دوم گزرے اور ہمارے رسالہ طرق اثبات ہلال میں مفصل مذکور ہیں و بس۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۸) فقط اتنی خبر پر عید کرنا حرام ہے۔ فتح القدیر و بحر الرائق و عالمگیری میں ہے:

اگر کسی جماعت نے گواہی دی کہ فلاں اہل شہر نے تم سے پہلے ایک دن رمضان کا چاند دیکھا، اور انہوں نے روزہ رکھا، ان کے حساب سے آج کا دن تیسواں ہے جبکہ خود ان لوگوں نے چاند نہیں دیکھا تھا تو ان کو آئندہ دن کا روزہ چھوڑنا جائز نہیں، اور نہ ہی اس رات کی تراویح کو ترک کرنا مباح ہوگا کیونکہ گواہوں کی چاند کی رویت پر گواہی نہیں، اور نہ غیر کی شہادت پر گواہی ہے بلکہ انہوں نے صرف غیر کی رویت حکایت کی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)	لو شهد جماعة ان اهل بلدة قد راوا اهل رمضان قبلکم بیوم فصاموا وهذا الیوم ثلثون بحسابهم ولم یرہو لاء الهلال لا یباح فطر غد ولا ترک التراویح فی هذه اللیلة لانهم لم یشہدوا بالرویة ولا شهادة غیرهم وانما حکوا رویة غیرهم۔^۱ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۹) جب تک رویت نہ ہو یا ثبوت صحیح شرعی سے ثابت نہ ہو ہر مہینہ تمیں کالیا جائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

چاند تم پر پوشیدہ رہے تو تیس ۳۰ کی گنتی پوری کرو (ت)	فان غم علیکم فاکملوا العدۃ ثلاثین۔^۲

یہ قاعدہ کہ ایک مہینہ ۳۰ اور ایک ۲۹ کا محض باطل ہے جس کے بطلان پر مشاہدہ شاہد عادل ہے کئی کئی مہینے متواتر ۳۰ کے ہو جاتے ہیں کئی کئی ۲۹ کے، اور علم ہیئت کی رو سے ۴ مہینے پے در پے ۳۰ کے ہو سکتے ہیں اور تین ۲۹ کے،

^۱ فتاویٰ ہندیہ الباب الثانی فی رویتہ اللیلۃ الخ توراتی کتب خانہ پشاور ۱۹۹/۱

^۲ سنن دار قطنی کتاب الصیام حدیث ۲۶ نشر النیۃ ملتان ۱۶۲/۲

کماہو مصرح بہ فی الزیجات القدیمۃ والجدیدۃ و شروحہا واحالوہ علی التجربة والا ستقراء ومنہم من تکلف بیانہ بالاستدلال ولم یتئم۔	جیسا کہ قدیم و جدید زائچوں اور ان کی شروح میں اس پر تصریح ہے اور انہوں نے اسے تجربہ اور تتبع کے سپرد کر دیا ہے بعض نے استدلال کرنے کی کوشش کی وہ کامیاب نہ ہو سکے۔ (ت)

شریعت مطہرہ میں ہیئت والوں کی اس تحدید استقرائی کا بھی اعتبار نہیں۔ ثبوت شرعی سے اگر ۴ مہینے لگاتار ۲۹ کے ہوں تو مانے جائیں گے، اور مثلاً چھ مہینے متواتر روز ہلال ابر رہے اور ثبوت نہ ہو تو سب مہینے ۳۰ کے لیے جائیں گے لان الثابت لایزول بالشک (کیونکہ ثابت شدہ شے کا زوال شک سے نہیں ہوتا۔ ت) جن لوگوں نے ایک مہینہ ۳۰ ایک ۲۹ کالے کر عید کر لی اُن کی وہ عید اور نماز سب باطل ہوئی اور ان پر چار گناہ رہے:

اول: گناہ عظیم روزہ رمضان کا عمد ترک کہ وہ اُن کے لیے رمضان تھا۔

دوم: نفل کا جماعت کثیرہ پڑھنا کہ وہ نماز عید کہ اُنہوں نے پڑھی نماز عید نہ تھی نافلہ محض ہوئی اور نفل کا جماعت کثیر کر کے پڑھنا گناہ۔

سوم: واجب نماز عید کا ترک کہ دوسرے دن اُن کے لیے عید تھی اُس دن نماز نہ پڑھی۔

چہارم: شریعت میں دل سے نیا حکم گھڑنے کا وبال شدید سب سے علاوہ، اگرچہ بعد کو تحقیق ہو جائے کہ جس دن انہوں نے نماز پڑھی واقعی اسی دن عید تھی، اگرچہ وہ سارا شہر ہو اور جنہوں نے تیس تیس کی گنتی پوری کر کے عید کی اُن کی عید اور نماز سب صحیح ہوئی اور وہ ان سب گناہوں سے بچے، اگرچہ بعد کو تحقیق ہو کہ عید ایک دن یا دو دن پہلے تھی اگرچہ صرف یہ دو ہی شخص ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۹ شعبان ۱۳۰۰ھ

از کثرہ مرسلہ حافظ جنو خاں

مسئلہ ۱۹۳:

بعد سلام مسنون کے گزارش یہ ہے تراویح اور روزہ کے بارے میں کیا حکم ہے بموجب شرع شریف کے کیفیت یہ ہے مولوی محمد شکر اللہ صاحب کا بیان ہے کہ گرد و نواح بنارس کے حساب سے آج تاریخ ۳۰ ہے مولوی صاحب تشریف بنارس لائے ہیں۔ مولوی محمد احسان کریم صاحب کا یہ بیان ہے کہ پچشم خود چاند شعبان کا دیکھا اُس کے حساب سے آج تیس ہے۔ حافظ حبیب الحسن صاحب کا بیان ہے دو شخصوں معتبر نے چاند شعبان کا بیان کیا دیکھنا، اس کے حساب سے آج ۳۰ شعبان ہے اور مولوی محمد شکر اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ چند صاحبان معتبر نے چاند شعبان کا دیکھنا بیان کیا اور میں بنارس میں موجود تھا۔

الجواب:

بعد از ماہو المسنون، مولوی شکر اللہ صاحب کا پہلا بیان کہ گرد و نواح بنارس کے حساب سے

آج تیس^{۳۰} ہے مجرد حکایت ہے کہ شرعاً مقبول نہیں۔

فی الدر المختار لا لو شہد و ابرویۃ غیر ہم لانہ حکایۃ ^۱	در مختار میں ہے اگر غیر کے دیکھنے پر گواہی دی تو مقبول نہ ہوگی کیونکہ یہ حکایت ہے (ت)

مولوی احسان کریم صاحب تنہا ہیں اور ہلال شعبان میں ایک کی گواہی معتبر نہیں۔ فی رد المختار،

وبقیۃ الاشهر التسعة فلا یقبل فیہا الا شہادۃ رجلین اور جل و امرأتین عدول احرار غیر محدود دین کما فی سائر الاحکام ^۲	رد المختار میں ہے باقی نو مہینوں کے ثبوت کے لیے ایک کی گواہی معتبر نہیں بلکہ دو مرد یا ایک مرد اور دو خواتین جو عادل، آزاد ہوں اور حد قذف ان پر نافذ نہ ہوئی ہو جیسا کہ دیگر احکام میں ہے۔ (ت)

حافظ حبیب الحسن صاحب کا بیان اور مولوی شکر اللہ صاحب کی دوسری تقریر بالفرض اگر شہادت علی الشہادت مانی جائے تو عدد ناقص،

فی رد المحتار لا تقبل ما لم یشہد علی شہادۃ کل رجل رجلان اور جل و امرأتان ^۳	رد المختار میں ہے اس وقت تک شہادت پر شہادت قبول نہیں کی جائے گی جب تک ہر ایک شخص کی شہادت پر دو مرد یا ایک مرد اور دو خواتین شہادت نہ دیں (ت)

بالجملہ بیانوں میں ایک بھی قابل اعتبار شرعی نہیں حکم شرعی قاعدہ شرعیہ ہی کے طور پر ثابت ہو سکتا، نہ مجرد خیالات پر۔ مطلع
شعبان کا نہایت صاف تھا اور بہت آدمی چاند دیکھتے رہے کسی کو نظر نہ آیا، اب اگرچہ عند اللہ آج ۳۰ ہی سہی مگر شرع بے
ثبوت شرعی کیونکر حکم دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۹۵: از کلنتہ دھرم تلامذہ ۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۲۴ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں کلنتہ میں ۲۹ شعبان روز پنجشنبہ شام کو مطلع بالکل صاف تھا سب لوگوں نے
چاند پر غور کیا رویت نہ ہوئی مگر ایک پیر صاحب نے پیش گوئی کی تھی کہ جمعہ کو یکم رمضان ہوگی اُن کے معتقدین نے بلا رویت
جمعہ سے روزہ رکھ لیا اب ایک صاحب کہ شاید بغداد شریف کے ہیں یہاں آئے، اُن پیر صاحب نے انہیں پیش کیا اپنی پیشگوئی کی
تصدیق کے لیے انہوں نے اپنی رویت

^۱ در مختار، کتاب الصوم، مطبع مجتبائی دہلی، ۱۳۹/۱

^۲ رد المختار کتاب الصوم، مصطفیٰ البانی مصر ۱۰۳/۲

^۳ رد المختار کتاب الصوم، مصطفیٰ البانی مصر ۹۹/۲

نہر سبزی میں شام پنجشنبہ کی بیان کی، پھر اُسی جلسہ میں دوسرا شخص کھڑا ہوا کہ میں نے اور بہت آدمیوں نے امرِ تسر میں شام پنجشنبہ کو دیکھا، یونہی تیسرے شخص نے کہ وہ بھی کہیں سے آیا ہے اُس جلسہ سے جُدا اپنی رویت بیان کی مگر یہ سب لوگ اُن پیر صاحب کے موافقین ہیں اس صورت میں رمضان شریف کی پہلی بروز جمعہ قرار پائیگی اور روزہ جمعہ کا مکملتہ والوں اور دوسرے ہندوستان پر فرض ہو گیا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:

صورتِ مستفسرہ میں وہ پیشگوئی اور بلا رویت اس پر عمل کرنے والے سب گنہ گار ہوئے اگرچہ اب کیسے ہی قطعی ثبوت سے یکم جمعہ کی ثابت ہو جائے کہ جس وقت انہوں نے حکم دیا اور عمل کیا تھا اُس وقت شرعی نہ تھا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: صوموا لرؤیتہ وافطرو لرؤیتہ¹ (چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر ہی عید کرو۔ ت) دوسری حدیث میں ہے:

لا تقدّموا الشهر حتى تروا الهلال وتكملوا العدة ² الحديث رواه ابو داود والنسائي۔	چاند دیکھنے سے پہلے مہینے کو شروع نہ کرو بلکہ گنتی پوری کرو، الحديث، اسے ابو داؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے (ت)

جب صوم شک کے لیے ہے قد عصی ابا القاسم محمد³ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔ تو با وصف مطلع رویت نہ ہونے پر رمضان بنالینا کیسی سخت بیباکی و نافرمانی تھی، رہا ان گواہیوں کا حال مذہب مشہور و مختار متون و مصحح کبار ائمہ پر، تو یہ شہادت محض مہمل و نامسموع ہیں کہ بحالت صفائی مطلع دو چار کی شہادت سے کچھ نہیں ہوتا جمع عظیم چاہئے، اور جبکہ مسلمین نے تلاشِ ہلال میں تقصیر و تکاسل کو راہ نہ دی جیسا کہ بحمد اللہ تعالیٰ اب یہاں مشاہد ہے، تو ایسی جگہ اُس روایت پر عمل کی بھی ضرورت متحقق نہیں کہ دو کافی ہیں۔

فی الدر المختار قیل بلا علة جمع عظیم ليقع العلم بخبرهم وهو مفوض الى رأى الامام من غير تقدير	در مختار میں ہے کہ اگر بادل وغیرہ نہ ہو تو ایک بڑی جماعت کی گواہی ضروری ہے تاکہ ان کی خبر سے یقین حاصل ہو جائے اور مذہب کے مطابق یہاں جماعت

¹ صحیح بخاری باب اذار انتم اهل الهلال فمواقدی کتب خانہ کراچی ۲۵۶/۱

² سنن ابی داؤد باب اذا غمی الشر آفتاب عالم پریس لاہور ۳۱۸/۱

³ صحیح البخاری، باب اذار انتم اهل الهلال فمواقدی کتب خانہ کراچی، ۲۵۶/۱

، کی تعداد کا کوئی تعین نہیں بلکہ قاضی کی رائے پر منحصر ہے اور امام سے یہ بھی مروی ہے کہ دو گواہ کافی ہیں، بحر میں اسے اختیار کیا گیا ہے اھ ملخصاً ردالمحتار میں قولہ مفوض، سراج میں ہے کہ یہی صحیح ہے کہ قاضی کی رائے پر منحصر ہے کہ اگر گواہی اور کثرتِ شہود کی بنا پر اس کے دل میں اس کی صحت کا یقین ہو جائے تو وہ روزے کا حکم دے اھ مواہب میں اسی کی تصحیح کی ہے، اور اسی کی اتباع شر نبیالی نے کی ہے، اور بحر میں فتح سے ہے کہ حق یہ ہے کہ ہر جانب سے خبر کے آنے اور تواثر سے اس کے ثبوت کا اعتبار ہے اھ اور نہر میں ہے کہ یہ اسی کے موافق ہے جس کی تصحیح سراج میں ہے تامل، قولہ بحر نے اسی کو اختیار کیا ہے، عبارت بحر یہ ہے ہمارے زمانے میں اس روایت پر عمل ہونا چاہئے، کیونکہ لوگ چاند دیکھنے میں سُستی کرتے ہیں، تو اس سے فقہاء کا ایک شخص کے دیکھنے اور اس کی خبر کو رد کرنے کے متعلق یہ قول کہ کثیر لوگوں کی طلب و تلاش کے باوجود وہاں ایک شخص کو نظر آتا ہے تو اس ایک کی خبر کا غلط ہونا غیر ظاہر ہے، ختم ہو جاتا ہے الخ اھ ملخصاً (ت)	بعدد علی المذهب وعن الامام انه يكتفى بشاهدين واختاره في البحر اه¹ ملخصاً في رد المحتار قوله وهو مفوض قال في السراج الصحيح انه مفوض الى رأي الامام ان وقع في قلبه صحة ما شهدوا به و كثر الشهود امر بالصوم اه كذا صححه في المواهب وتبعه الشر نبیالی وفي البحر عن الفتح والحق ان العبرة بمجئ الخبر وتواتره من كل جانب اه وفي النهر انه موفق لما صححه في السراج تامل، قوله واختاره في البحر حيث قال وينبغي العمل على هذه الرواية في زماننا لان الناس تكاسلت عن ترائي الاهلة فانتفى قولهم مع توجههم طالبين لما توجه هو اليه فكان التفرد غير ظاهر في الغلط الخ² اه ملخصاً۔

مگر رائج یہ ہے کہ جب شاہد میں کوئی خصوصیت خالصہ ایسی ہو جس سے اُس کا دیکھنا اور اوروں کو نظر نہ آنا مستبعد نہ رہے، مثلاً عام لوگ شہر میں تھے اس نے جنگل میں دیکھا یا وہ زمین پر تھے اس نے بلندی پر دیکھا تو دربارہ ہلال رمضان المبارک ایسے ایک کی بھی گواہی مقبول ہوگی جبکہ وہ شرعاً قابل قبول شہادت ہو،

در مختار میں ہے اور الاقضية میں صحیح قرار دیا ہے کہ ایک کی گواہی پر اکتفاء کر لیا جائے	في الدر المختار وصح في الاقضية الاكتفاء بواحدان جاء من خارج البلد او

¹ در مختار کتاب الصوم مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۸۱ھ

² ردالمحتار کتاب الصوم مصطفیٰ البابی مصر ۱۰۱۲ھ

کان علی مکان مرتفع واختاره ظہیر الدین۔ ^۱	جب وہ خارج شہر سے آیا ہو یا وہ کسی بلند جگہ پر ہو اسے ظہیر الدین نے پسند کیا ہے (ت)

صوتِ مستفسرہ میں شاہد بغدادی میں خصوصیت مذکورہ تو بیشک ہے کہ اگر یہ بیان صحیح ہے تو ایک نوآبادی سے دور، دوسرے دریا کہ اُس کی ہوا اگر دو غبار و دُخان سے صاف تر ہوتی ہے، پھر کلکتہ کا طول بلد نہر سبوز سے اتنا زائد کہ کلکتہ میں پہر بھر رات سے زائد گزرتی ہے تو وہاں شام ہوتی ہے، اس مدت میں چاند آفتاب سے اور زیادہ ہٹ آئے گا اور رویت آسان تر ہوگی بلکہ یہ وجہ گواہ امر تری میں ہے کہ اقل درجہ بہتر^۲ میل کے تفاوت طول پر ایسا فرق ممکن ہے: کہا اعتمد علیہ التاج التبویزی الشامی عن شرح المنہاج للرملی۔ جیسا کہ اس پر تاج تبریزی شامی نے رملی کی شرح منہاج سے نقل کرتے ہوئے اعتماد کیا ہے (ت) بس یہ دیکھنا رہا گواہ خود بھی مقبول الشادہ ہیں یا نہیں، اگر خصوصیت مذکورہ کے ساتھ ایک گواہ بھی مستور الحال تک ہے یعنی اس کے وضع لباس حرقت معیشت کلام وغیرہ سے اُس کا مرتکب کبیرہ یا مصر صغیرہ یا خفیف الحركات ہونا ظاہر نہیں، نہ کسی دوسرے طریقہ سے اس میں یہ امور معلوم توازنجا کہ ہلال رمضان مبارک میں مستور کی گواہی بھی مقبول ہے،

کمانص علیہ الامام ابو عبد اللہ الحاکم الشہید فی الکافی۔	جیسا کہ اس پر امام ابو عبد اللہ الحاکم شہید نے الکافی میں تصریح کی ہے (ت)

اُس کی شہادت مان کر روزہ جمعہ کی قضاء کی جائے گی مگر جبکہ گواہ کی حالت اور پیر مسطور سے اُس کی شدت عقیدت پر نظر کرنے سے وہ اس کی بات سچی بنانے پر متمم ٹھہرتا ہو جیسا کہ آجکل بہت لاابالی لوگوں کا اپنے ساختہ مشائخ کے ساتھ حال ہے تو البتہ اس کی گواہی نہ سنی جائے گی کہ تہمت بھی اسباب رو شہادت سے ہے،

فی الدر المختار امیر کبیر ادعی فشهد له عماله وتوابعه ورعایا هم لاتقبل اه ^۲ قال العلامة الرملی یؤخذ منه ان شهادة خدامه الملازمین له ملازمة کملازمة العبد لمولاه کذلک لاتقبل وهو ظاهر	در مختار میں ہے کسی بڑے امیر نے دعویٰ کیا اس کے عمال، نائبین اور رعایا اس پر گواہی دیں تو یہ مقبول نہ ہوگی اھ علامہ رملی کہتے ہیں کہ اس سے متفرع ہو جاتا ہے کہ اس کے خدام ملازمین کی گواہی اسی طرح ہے جیسے غلام کی گواہی اس کے مولیٰ کے حق میں ہو تو وہ بھی مقبول

^۱ در مختار کتاب الصوم، مطبع مجتبائی دہلی، ۱۳۸۱/۱

^۲ در مختار باب القبول وعدمہ مطبع مجتبائی دہلی، ۱۳۸۱/۲

لا سیما فی زماننا^۱ اہ^۱ وفیہ ایضاً اعنی الدر لا تقبل شهادة الا جیر الخاص والخدام والتابع والتلمیذ الخاص الذی یعد ضرر استاذہ ضرر نفسہ درر اہ^۲ ملتقطاً وانت تعلم ان حال کثیر من عوام الزمان مع من شیخوہ علیہم ربما یبلغ اشد واکثر من حال النواب والامیر و المستاجر والاجیر فحیث وجد التهمة عدم القبول والحکم یدور مع علتہ۔	نہیں اور یہی ظاہر ہے خصوصاً ہمارے زمانے میں اہ اور اسی در میں یہ بھی ہے کہ امیر خاص یا خادم یا تابع یا وہ شاگرد جو استاد کی تکلیف کو اپنی تکلیف محسوس کرے، کی گواہی مقبول نہیں در راہ اختصاراً، اور آپ جانتے ہیں کہ اس دور میں عوام کے ان لوگوں کے ساتھ جنہیں یہ اپنے شیخ بناتے ہیں بعض اوقات نواب، امیر اور مستاجر اور اجیر سے زیادہ شدید ہوتے ہیں تو مقام تہمت میں گواہی مقبول نہ ہوگی، اور حکم کا وُرد اس کی علت پر ہوتا ہے۔ (ت)

یو نہی اگر سب گواہ ظاہر الفسق وہ لوگ کہ جماعت کے پابند نہیں یا ناجائز تماشادیکھا کرتے یا حرام نوکری یا پیشہ رکھتے یا داڑھی حد شرع سے کم رکھواتے یا ریشمیں کپڑے یا سونے چاندی کے ناجائز لباس یا زیور پہنا کرتے یا ضروریات دین سے غافل بے علم جاہل ہیں کہ نماز، روزہ، وضو، غسل کے فرائض و شرائط و مفسدات سے آگاہ نہیں یا تجارت کرتے ہیں اور بیع و شراء کے ضروری احکام نہ سیکھے و علیٰ ہذا القیاس جن مسائل کی ضرورت پڑے اُن کی تعلیم سے باز رہنے والے کہ یہ سب فساق مردود الشادہ ہیں تو ایسوں کی گواہی تو شرع مطہر میں اصلاً معتبر نہیں،

فی الدر المختار، لا تقبل شهادة الجاہل علی العالم لفسقہ بترك ما یجب تعلمہ شرعاً ومجازف فی کلامہ او یحلف فیہ کثیرا او اعتاد شتم اولادہ او غیر ہم لانه معصیة کبیرة کتروک جماعۃ وخروج لفرحة قدوم امیر ولبس حریر^۳ اہ بالتقاط، وفیہ سئل القاضی عما یجب علیہ من الفراض فان لم یعرفها	در مختار میں ہے جاہل شخص جو ضروری علم شرعی کے ترک، گپ بازی، زیادہ قسمیں کھانے کی عادت، اپنی اولاد اور غیر کو گالی دینے کی عادت جیسے گناہ کبیرہ، ترک جماعت، کسی حاکم کے آنے کی خوشی منانے اور ریشم پہننے جیسے امور کی وجہ سے فاسق شخص کی شہادت قبول نہ ہوگی اہ اختصاراً، اور اسی میں ہے کہ قاضی کا ان چیزوں کے بارے میں امتحان لیا جائے گا جن سے اس کا

^۱ بحوالہ منہ الخالق علی البحر الرائق باب من تقبل شہادتہ الخ ایچ ایم سعید کراچی ۹۶/۷

^۲ در مختار باب القبول وعدمہ مطبع مجتبائی دہلی ۹۵/۲

^۳ در مختار، باب القبول وعدمہ مطبع مجتبائی دہلی، ۹۵/۲

ثبت فسقه لها في المجتبى من ترك الاشتغال بالفقه لا تقبل شهادته والبراد ما يجب عليه تعلمه منه نہر۔ ¹	آگاہ ہونا لازم ہے، اگر وہ ان سے آگاہ نہ ہو تو فاسق ہوگا کیونکہ مجتبى میں ہے کہ جس نے فقہ میں دلچسپی نہ لی اس کی گواہی قبول نہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جس فقہ کی تعلیم ضروری تھی اگر اسے ترک کر دیا تو پھر گواہی مقبول نہ ہوگی، نہر۔ (ت)

پھر جس صورت میں کہ وہ گواہی مقبول ہوگی اس کا اثر کلکتہ پر ہوگا، نہ دیگر بلاد ہند پر جب تک وہاں بھی یہ شہادت و ثبوت بروجہ
شرعی نہ پہنچے، خالی خط و کتابت سے کچھ نہیں ہوتا،

في الدر المختار يلزم اهل المشرق برؤية اهل المغرب اذا ثبت عندهم رؤية اولئك بطريق موجب وفي رد المحتار بطريق موجب كان يتحمل اثنان الشهادة اويشهدا على حكم القاضى اويستفيض الخبر بخلاف ما اذا خبرا ان اهل بلدة كذا راوه لانه حكاية اه ³ والله تعالى اعلم۔	در مختار میں ہے اہل مشرق پر اہل مغرب کی رؤیت کی وجہ سے لزوم ہوگا بشرطیکہ ان کی رؤیت بطریق موجب ثابت ہوئی ہو۔ رد المحتار میں طریق موجب کا معنی یوں بیان ہوا ہے کہ دو آدمی گواہی دیں یا قاضی کے فیصلہ پر گواہ ہوں یا خبر خوب مشہور ہو بخلاف اس صورت کے جب وہ یہ خبر دیں کہ فلاں شہر کے لوگوں نے چاند دیکھا، کیونکہ یہ حکایت ہے اھ والله تعالى اعلم (ت)

مسئلہ ۱۹۶: ۳۰ رمضان المبارک ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ اخیر تاریخ رمضان شریف کا روزہ چاند دیکھ کر افطار کر لینا جائز ہے یا نہیں یعنی
تیسویں کا چاند اکثر تیسرے پہر سے نظر آتا ہے تو آیا اسی وقت روزہ کھول لیں یا غروب آفتاب کے بعد؟ بینوا تو جروا

الجواب:

کسی تاریخ کا روزہ دن سے افطار کر لینا ہر گز جائز نہیں بلکہ حرام قطعی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرض کیا کہ روزہ رات تک پورا کرو یعنی
جب آفتاب ڈوبے اور دن ختم اور رات شروع ہو اُس وقت کھولو۔

قال الله تعالى ثُمَّ أَتِمُوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ ⁴	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پھر روزہ کو شام تک پورا کرو۔ (ت)

¹ در مختار باب القبول وعدمه مطبع مجتبائی دہلی ۹۵/۲

² در مختار کتاب الصوم مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۹/۱

³ رد المحتار کتاب الصوم مصطفیٰ البابی مصر ۱۰۵/۲

⁴ القرآن ۱۸۷/۲

در مختار میں ہے:

امام کے صحیح معتمد مذہب کے مطابق ہر حال میں دن کو چاند دیکھنے کا کوئی اعتبار نہیں، مگر امام ثانی (ابویوسف) کے قول پر ہے کہ اگر زوال سے پہلے دیکھا تو یہ گزشتہ رات کا ہوگا تو اب افطار کا یہ معنی نہیں کہ یہ دن کے روزے کا افطار ہے بلکہ اس سے امام ثانی کے نزدیک ثبوت عید ہو رہا ہے کیونکہ گزشتہ رات کا چاند ہے تو عید کی وجہ سے افطار ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان مبارک "چاند دیکھنے پر روزہ رکھو اور چاند دیکھنے پر عید کرو" کا معنی یہ نہیں کہ جب دیکھو تو افطار کرو ورنہ یہ لازم آئے گا کہ مغرب کے بعد محض چاند دیکھنے سے اُسی وقت روزہ لازم ہو جائے اور یہ نہایت ہی واضح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلہ اتم واحکم۔ (ت)	لا عبدة برؤية الهلال نهارة مطلقاً على مذهب الامام الصحيح المعتمد، واما على قول الثاني من انه ان رأى قبل الزوال فللماضية.¹ فليس الافطار بمعنى ان نهارة الصوم بل لثبوت العيد عنده بذلك وليس هذا معنى قوله صلى الله تعالى عليه وسلم صوموا لرؤيته وافطروا لرؤيته والايوجب الصوم بمجرد رؤية الهلال بعد المغرب وهذا واضح جداً، واللہ تعالیٰ اعلم وعلہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۹۷:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نسبت رؤیت ہلال ماہ رمضان المبارک ہندوستان میں اختلاف ہے بذریعہ اخبار و دیگر تحریر معلوم ہوا کہ کلکتہ و دیگر جا میں رؤیت بروز دوشنبہ اور روزہ بروز سہ شنبہ ہوا و دیگر بلاد و امصار میں رؤیت بروز سہ شنبہ اور روزہ بروز چہار شنبہ ہوا، پس اب فتویٰ علماء کا کیا ہے، آیا بحالت عدم رؤیت ہلال شوال کے روزہ رمضان چار شنبہ آئندہ کو ختم کر کے پنجشنبہ کو عید کی جائے یا بروز چہار شنبہ عید ہو؟ بینوا توجروا

ف: در مختار میں جو عبارت ملی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں: "ورؤيته بالنهار لليلة الاتية مطلقاً على المذهب ذكره الحدادی، واختلاف المطالع ورؤيته نهارة قبل الزوال او بعده غير معتبر على ظاهر المذهب۔" در مختار میں لا عبدة الخ کے الفاظ نہیں ہیں۔ نذیر احمد سعیدی

¹ در مختار کتاب الصوم مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۹۱ھ

الجواب:

واللہ الموفق المصدق والصواب (اللہ تعالیٰ ہی صدق و ثواب کی توفیق عطا فرمانے والا ہے۔ ت) شارع علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے صوم و فطر کو منوط برؤیت فرمایا۔

قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم صوموا لرؤيته وافطر الرؤيته كما في الصحاح۔	رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم نے فرمایا: چاند دیکھنے پر روزہ رکھو اور چاند دیکھنے پر عید کرو۔ جیسا کہ احادیث صحاح میں ہے (ت)

پس ہر شہر اور اس کی رؤیت اور اسی پر ایتناے عدت، مجرد اخبارات و خطوط، صالح تعویل و اعتماد نہیں نہ صرف شہرت افواہ (کہ فلاں بلد میں فلاں روز چاند ہوا جیسے بعض خبریں شہر میں مشہور ہو جاتی ہیں اور اُن کا اشاعت کندہ معلوم نہیں) قابل اعتبار، ہاں اگر کسی شہر جماعات متعددہ آئیں اور ہر ایک بیان کرے کہ فلاں روز وہاں رؤیت ہوئی تو بیشک اس خبر مستفیض پر عمل واجب ہوگا اگرچہ ان دو بقاع میں بعد المشرقین ہو کہ مذہب معتمد پر اختلاف مطالع غیر معتبر ہے۔

قال العلامة المفتي عمدة المتأخرين محمد بن علي بن محمد علاء الدين الحصكفي رحمه الله تعالى في الدر المختار شرح تنوير الابصار، نعم لو استفاد الخبر في البلدة الاخرى لزهمهم على الصحيح من المذهب مجتبي وغيره انتهى وفيه ايضا ان اختلاف المطالع غير معتبر على ظاهر المذهب وعليه اكثر المشائخ وعليه الفتوى بحر عن الخلاصة فيلزم اهل المشرق برؤية اهل المغرب اذا ثبت عندهم رؤية اولئك بطريق موجب كما مر وقال الزيلعي الاشبه انه يعتبر لكن قال الكمال، الاخذ بظاهر الرواية	عمدة المتأخرين علامہ مفتی محمد بن علی بن محمد علاء الدین الحصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ نے در مختار شرح تنویر الابصار میں فرمایا: ہاں اگر ایک شہر کی رؤیت دوسرے شہر میں خبر مشہور کے طور پر ہو جائے تو ان پر صحیح مذہب کے مطابق روزہ رکھنا لازم ہو جائیگا مجتبیٰ وغیرہ انتہی، اور اسی میں ہے کہ اختلاف مطالع ظاہر مذہب کے مطابق معتبر نہیں، اسے بحر نے خلاصہ سے نقل کیا ہے، پس اہل مشرق پر اہل مغرب کی رؤیت سے روزہ یا افطار لازم ہوگا بشرطیکہ اہل مشرق کے ہاں یہ بات بطریق موجب ثابت ہو جیسا کہ سابق میں گزرا۔ امام زیلعی نے فرمایا مشابہ بحق یہ ہے کہ (اختلاف مطالع) معتبر ہے لیکن امام کمال

¹ صحیح بخاری باب اذرا تیم الدلال فصول ما قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۵۶/۱

کہتے ہیں کہ ظاہر الروایہ پر عمل احوط ہے انتہی (ملخصاً) قلت فقہاء نے ذکر کیا ہے کہ لفظ فتویٰ لفظ اشبہ سے زیادہ مؤکد ہوتا ہے اور جب فتویٰ میں اختلاف ہو تو ظاہر الروایہ کو ترجیح حاصل ہوگی جیسا کہ بحر، دروغیرہ میں ہے، فاضل سید محمد امین ابن عابدین شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شیخ مصطفیٰ رحمتی انصاری رحمہ اللہ تعالیٰ سے اپنے حاشیہ ردالمحتار میں نقل کیا ہے، مشہور ہونے کا معنی یہ ہے کہ اس شہر سے متعدد جماعتیں آئیں اور وہ تمام اس بات کی اطلاع دیں کہ وہاں لوگوں نے چاند دیکھ کر روزہ رکھا ہے محض ایسی افواہ سے نہیں جس کے پھیلانے والا معلوم نہ ہو، جیسا کہ کبھی کبھی بعض خبریں شہروں میں پھیل جاتی ہیں اور ان کے پھیلانے والا معلوم نہیں ہوتا، جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ آخری دور میں شیطان جماعت کے درمیان بیٹھ کر کوئی بات کرے گا تو لوگ اسے بیان کریں گے اور کہیں گے ہم نہیں جانتے اس کا قائل کون ہے، تو ایسی باتیں سننا ہی مناسب نہیں ہے چنانچہ ان سے کوئی حکم ثابت کیا جائے اھ امام شامی کہتے ہیں قلت یہ تمام گفتگو نہایت ہی خوب ہے اور ذخیرہ کی یہ عبارت بھی اسی طرف اشارہ کر رہی ہے جب خبر مشہور اور متحقق ہو جائے، کیونکہ تحقق محض شہرت اور پھیل جانے سے نہیں ہوتا انتہی (ت)	احوط¹ انتہی (ملخصاً) قلت وقد ذكروا ان الفتوى أكد من الاشبه وان الفتوى متى اختلف رجح ظاهر الرواية² كما في البحر والدرر وغيرهما، وفي حاشية ردالمحتار للفاضل السيد محمد امين ابن عابدين الشامي رحمه الله عن الشيخ مصطفى الرحمتي الانصاري رحمه الله، ان معنى الاستفاضة ان تأتي من تلك البلدة جماعات متعددة من كل منهم يخبر عن اهل تلك البلدة انهم صاموا عن رؤية، لا مجرد الشيوخ من غير يتحدث بها سائر اهل البلدة ولا يعلم من اشاعه كما قد تشيع اخبار يتحدث بها سائر اهل البلدة ولا يعلم من اشاعها كما ورد ان في اخر الزمان يجلس الشيطان بين الجماعة فيتكلم بالكلمة فيحدثون بها ويقولون لاندري من قالها فمثل هذا لا ينبغي ان يسمع فضلا من ان يثبت به حكم اه (قال الشامي) قلت وهو كلام حسن ويشير اليه قول الذخيرة اذا استفاض وتحقق فان التحقق لا يوجد بمجرد الشيوخ انتهي³

¹ در مختار کتاب الصوم مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۹۱ھ

² بحر الرائق، کتاب الرضاع ۱/۳۳۲، ایم سعید کمپنی کراچی ۲۲۲/۳

³ ردالمحتار کتاب الصوم مصطفیٰ البابی مصر ۱۰۲/۲

پس ہر شہر میں اپنی رویت، خواہ غیر شہر کی شرعاً معتبر خبر پر، جو پہلی رمضان کی قرار پائے اسی پر بنائے کار رکھیں اور روزہ متروک ہو جانا ثابت ہو تو بعد رمضان قضا کریں اسی یکم کے اعتبار سے شمارِ ثلاثین کامل کر کے عید کر لیں لیکن اگر اکتیسویں شب کو باوجود صفائی مطلع چاند نظر نہ آئے اور ابتدائے صیام صرف ایک شاہد کی شہادت پر کی گئی ہو تو اس صورت میں تیس کے بعد عید حضرت امام اعظم و امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما ناروا فرماتے ہیں کہ کذب اُس شاہد واحد کا ظاہر وہیں ہو گیا اور یہی مذہب و مرجع،

یہ وہ تمام گفتگو تھی جو متفرق اقوال اور تشویش میں ڈالنے والے کلمات سے اخذ کی گئی، یہاں امام شامی کی کچھ گفتگو نقل کرنا نہایت ہی مناسب ہے تاکہ وہ مقصد واضح ہو جائے جس کی خاطر میں نے یہ خلاصہ گفتگو نقل کی ہے، علامہ شارح رحمہ اللہ تعالیٰ نے درمیں فرمایا جبکہ دو عادلوں کے قول سے روزہ رکھا ہو تو تیس دن کے بعد افطار حلال ہے یعنی جائز ہے اور حال یہ ہو کہ عید کے چاند کے دن ابر ہو، تو افطار حلال نہیں صحیح مذہب پر، اس میں امام محمد کا اختلاف ہے جیسا کہ مصنف نے ذکر کیا ہے لیکن ابن کمال نے ذخیرہ سے نقل کیا ہے کہ اگر عید کے چاند کے دن بادل وغیرہ ہو تو بالاتفاق افطار حلال یعنی جائز ہے، زیلیعی میں ہے اگر چاند بادل وغیرہ کی وجہ سے دکھائی نہ دے تو عید حلال ہے ورنہ نہیں انتی اختصاراً۔ فاضل محشی نے کہا قولہ حل الفطر یعنی اگر اکتیسویں رات ابر آلود ہو تو بالاتفاق عید جائز ہوگی، اور درایہ، خلاصہ اور بزازیہ کی تصحیح کے مطابق اگر مطلع صاف ہو تب بھی یہی حکم ہے، مجموع النوازل میں اور السید امام اجل ناصر الدین نے

هذا ما تحرر لنا من اقوال متشعبة وكلمات متشوشة، ولندكر طرفاً من كلام الشامي في هذا المقام ليستبين لك ما لخصته عن المرام. قال العلامة الشارح رحمه الله في الدر بعد صوم ثلاثين بقول عدلين حل الفطر بقول عدل حيث يجوز وغم هلال الفطر لا يحل على المذهب خلا فالحمد كذا ذكره المصنف لكن نقل ابن الكمال عن الذخيرة ان غم هلال الفطر حل اتفاقاً وفي الزيلعي الاشبه ان غم حل والا لا انتهى مختصراً. قال الفاضل المحشي قوله حل الفطر اي اتفاقاً ان كانت ليلة الحادي والثلاثين متغيمة وكذا لمصحية على ما صححه في الدراية والخلاصة والبزازیة وصححه عدمه في مجموع النوازل والسيد الامام الاجل نا صر الدين

¹ در مختار کتاب الصوم مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۹۱ھ

کما فی الامداد نقل العلامة نوح: الاتفاق علی حل
 الفطر فی الثانیة ایضاً عن البدائع والسراج و
 الجوهرة قال والمراد اتفاق ائمتنا الثلاثة وما حکى
 فیہ من الخلاف انما هو لبعض المشائخ قلت وفي
 الفيض، الفتوى علی حل الفطر الخ¹ ثم قال قوله
 لكن الخ استدراك علی ما ذكره المصنف من ان خلاف
 محمد فیما اذا غم هلال الفطر بأن المصرح به فی
 الذخيرة وكذا فی المعراج عن المجتبى ان حل الفطر
 هنا محل وفاق وانما الخلاف فیما اذا لم یغم ولم
 یر الهلال فعند هما لا یحل الفطر وعند محمد یحل
 قال شمس الاثمة الحلواني وحرره الشرنبلالی فی
 الامداد قال فی غایة البیان وجه قول محمد وهو
 الاصح ان الفطر ما ثبت بقول الواحد ابتداء بل
 بناءً وتبعاً الخ² ثم قال قوله وفي الزیلعی الخ نقله
 لبیان فائدة لم تعلم من كلام الذخيرة وهي ترجیح
 عدم الفطر ان لم یغم شوال لظهور غلط الشاهد
 لانه الاشبه من الفاظ الترجیح لكنه مخالف لما
 علمته من تصحیح غایة البیان

اس کے برخلاف تصحیح کی ہے جیسا کہ امداد میں ہے، اور علامہ
 نوح نے بدائع، سراج اور جوہرہ سے نقل کیا ہے کہ دوسری
 صورت میں بھی بالاتفاق عید جائز ہوگی، اور کہا کہ یہاں
 اتفاق سے مراد ہمارے تینوں ائمہ کا اتفاق ہے اور اس سلسلہ
 میں اختلاف جو منقول ہے تو وہ بعض مشائخ کا ہے قلت فیض
 میں ہے فتویٰ عید کے جواز پر ہے الخ پھر کہا قوله لكن الخ یہ
 استدراک ہے اس پر جو مصنف نے کہا کہ جب موسم ابرآلود
 ہو تو ہلال فطر کے بارے میں امام محمد کا اختلاف ہے۔ اسی
 طرح ذخیرہ میں اور معراج میں مجتبى سے تصریح ہے کہ
 افطار کی حلت بالاتفاق ہے اور اختلاف اسی صورت میں ہے
 جب موسم ابرآلود نہ ہو اور چاند دکھائی نہ دے تو اب شیخین
 کے نزدیک عید جائز نہیں اور امام محمد کے نزدیک جائز ہے،
 جیسا کہ شمس الاثمة حلواني نے بیان کیا اور شرنبلالی نے امداد
 میں نقل کیا کہ غایة البیان میں کہا ہے کہ امام محمد کے قول کی
 دلیل اور وہی اصح ہے کہ افطار ایک شخص کے قول سے ابتداءً
 ثابت نہیں ہوتا بلکہ تبعاً اور بناءً ثابت ہوا ہے الخ پھر فرمایا
 قوله وفي الزیلعی الخ یہ اس فائدہ کے لیے منقول ہے جو
 کلام ذخیرہ سے نہ جانا گیا اور وہ یہ ہے کہ اگر شوال ابرآلود نہ ہو
 تو عدم افطار کو ترجیح ہوگی اس لیے کہ اس سے گواہ کا غلط ہونا
 واضح ہوگا کیونکہ یہ لفظ اشبه الفاظ ترجیح میں سے ہے لیکن یہ
 اس کے مخالف ہے جو آپ غایة البیان

¹ رد المحتار کتاب الصوم مصطفیٰ البابی مصر ۱۰۲-۱۰۳

² رد المحتار کتاب الصوم مصطفیٰ البابی مصر ۱۰۳

کی تصحیح میں جان چکے ہیں جو امام محمد کے قول بالحل (جواز) سے متعلق تھی، ہاں امدادیہ میں غایۃ البیان کی عبارت کو امام محمد کے قول بالحل (جواز) پر محمول کیا جائے گا جبکہ شوال کا چاند ابر آلود ہو، اس بنا پر جو اختلاف مصنف نے نقل کیا ہے حالانکہ آپ نے جان لیا اختلاف نہیں، اب جو کچھ غایۃ البیان میں ہے وہ بے محل ہے کیونکہ یہ تو متفق علیہ کو ترجیح دینا ہے، غور کرو انتی ملتقطا اس معاملہ میں خوب باریک بینی سے کام لو تاکہ غفلت دور ہو اور اضطراب ختم ہو جائے، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ تعالیٰ المرجع والمآب۔ (ت)	لقول محمد بالحل، نعم حمل فی الامداد مافی غایۃ البیان علی قول محمد بالحل اذا غم شوال بناء علی تحقق الخلاف الذی نقله المصنف وقد علمت عدمه وح فمافی غایۃ البیان فی غیر محله لانه ترجیح لما هو متفق علیہ تأمل انتھی ملتقطاً فعلیک بتلطیف القریحة فی هذا الباب کیلا تغفل فیستزلک الاضطراب، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ تعالیٰ المرجع والمآب۔

مسئلہ ۱۹۸: ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۰۹ھ مولوی سید شجاعت علی صاحب از شہر کہنہ بریلی

ماقولہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین (اللہ تعالیٰ تم سے راضی ہو تمہارا قول کیا ہے۔ ت) اس مسئلہ میں کہ غیر معتبر ہونا اختلاف المطالع کا جو اس عبارت تنویر الابصار سے ظاہر ہے واختلاف المطالع غیر معتبر علی المذہب فیلزم اہل المشرق برویۃ اہل المغرب (مطالع کا اختلاف ہمارے مذہب میں معتبر نہیں ہے تو اہل مغرب کی رویت سے اہل مشرق پر حکم لازم ہوگا۔ ت) عام ہے، شامل ہے حج و اضحیٰ کو، یا خاص بصوم یا بہ فطر ہے اور نیز یلزم کی ضمیر کا مرجع ثبوت ہلال عام ہے، شامل ہر حج و اضحیٰ کو یا صوم یا فطرہ سے خاص ہے، عام سمجھنا اس کو صواب ہے یا خطا، ایک شہر میں عید الاضحیٰ سے شنبہ کو ہوئی بموجب رویت ہلال وہاں کی، اور دوسرے شہر میں چہار شنبہ کو ہوئی بموجب رویت ہلال یہاں کی، اب قربانی کرنا دوسرے شہر والوں کو جمعہ کے آخر تک کہ وہ یوم رابع قربانی کا ہے باعتبار رویت اول کے، اور یوم ثالث قربانی کا ہے باعتبار ثانی کے، جائز ہے یا نہیں؟ بینو ابسند الکتاب توجرو ابیوم الحساب (کتاب کی سند کے ساتھ بیان کیجئے اور روز حساب اجر پائیے۔ ت) فقط

الجواب:

علامہ سید حلبي و علامہ سید طحطاوی و علامہ سید شامی محشیان در مختار علیہم رحمہ اللہ العزیز الغفار نے ضمیر

¹ در مختار کتاب الصوم مصطفیٰ البانی مصر ۱۳۸۲ھ

یلزم کا مرجع ہلال صوم و فطر کو قرار دیا،

وہذا عبارة الشامي قوله فيلزم فاعله ضمير يعود الى ثبوت الهلال اي هلال الصوم او الفطر۔ ¹	شامی کی عبارت یہ ہے قوله فيلزم فاعله، یہ ضمیر ثبوت ہلال کی طرف لوٹ رہی ہے یعنی رمضان یا عید کا چاند۔ (ت)

اس قدر چنداں قابل انکار نہیں، نہ حج و اضحیہ سے نفی لزوم میں نص، ہاں علامہ شامی نے تصریح فرمائی کہ کلمات ائمہ کرام سے حج میں اختلاف مطالع کا معتبر ہونا مفہوم اور استتظار کیا کہ اضحیہ میں یہی معتبر ہونا چاہئے اس تقدیر پر اہل عید چار شنبہ کو جمعہ تک قربانی جائز ہوگی اگرچہ منگل والوں کے نزدیک وہ روز چہارم ہو جبکہ مطالع بلدین کا مختلف ہونا وہاں کی رویت کو یہاں لازم نہ کرے۔ ردالمحتار میں ہے:

تنبيه: يفهم من كلامهم في كتاب الحج ان اختلاف المطالع فيه معتبر فلا يلزمهم شئ لو ظهر انه رؤى في بلدة اخرى قبلهم بيوم، وهل يقال كذلك في حق الاضحية لغير الحجاج لم اره، والظاهر نعم لان اختلاف المطالع انما لم يعتبر في الصوم لتعلقه بطلاق الرؤية وهذا بخلاف الاضحية فالظاهر انها كاوقات الصلوة يلزم كل قوم العمل بسا عند هم فتجزى الاضحية في اليوم الثالث عشرون كان على رؤيا غيرهم هو الرابع عشر۔ ²	تنبيه: کتاب الحج میں فقہائے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اختلاف مطالع کا حج میں اعتبار ہے تو ان حجاج پر کوئی شئی لازم نہ ہوگی، جب یہ ظاہر ہو جائے کہ دوسرے شہر میں چاند ان سے ایک دن پہلے دیکھا گیا ہے، کیا حجاج کے علاوہ قربانی کے حق میں بھی یہی حکم ہوگا؟ یہ مسئلہ میرے مطالعہ میں نہیں آیا، ہاں ظاہر یہی حکم معلوم ہوتا ہے کیونکہ اختلاف مطالع کا اعتبار صوم (روزہ) اس لیے نہیں کیا جاتا کہ اس کا تعلق مطلق رویت سے ہے بخلاف قربانی کے، تو اس میں ظاہر یہی ہے کہ یہ اوقات نماز کی طرح ہے، ہر قوم پر ان کے اپنے وقت میں نماز لازم ہوگی تو تیسرے دن کی قربانی کفایت کر جائے گی اگرچہ دوسروں کے اعتبار سے وہ چوتھا دن ہو۔ (ت)

اُن کے خیال کا منشا یہ ہے کہ طلاق، صلوة، زکوٰۃ، صوم، نکاح، عتق، ایمان، سیر، بیع، اجارہ، شفعہ، میراث وغیرہ تمام ابواب فقہ میں اختلاف مطالع بلاشبہ معتبر ہے، ہلال صوم و فطر میں اصح التصحیحین

¹ ردالمحتار کتاب الصوم مصطفیٰ البابی مصر ۱۰۵۲

² ردالمحتار کتاب الصوم، مصطفیٰ البابی مصر، ۱۰۵۲

پر اُس کا نہ ماننا بر بنائے ورود نص ہے کہ:

صومو الرویۃ و افطرو الرویۃ ^۱	چاند دیکھنے پر روزہ رکھو اور چاند دیکھنے پر افطار کرو۔ (ت)

مگر یہ علامہ ممدوح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا اپنا خیال ہے جس پر انہوں نے کوئی نقل معتمد پیش نہ کی، نہ کلماتِ علماء اُس کی مساعدت کریں، مسئلہ حج کی بناء، دفع حرج شدید پر ہے نہ کہ اختلافِ مطالع پر اور یہاں عدم ورود نص ماننا بھی صحیح نہیں، خاص در بارہ ذی الحجہ بھی حدیث صریح صحیح سے روایت پر تعلیق ثابت ہے اور ظاہر سیاق کلام ماتن و شارح رحمہما اللہ تعالیٰ رجوع ضمیر مطلق ثبوت ہلال کی طرف جس میں ذی الحجہ بھی داخل ہے، نظم عبارت یہ ہے:

وهلال الاضحی وبقیة الاشهر التسعة كالفطر على المذهب ورویۃه بالنهار لليلة الاتیة مطلقاً على المذهب ذكره الحدادی، واختلاف المطالع ورویۃه نهاراً قبل الزوال اوبعدہ غیر معتبر علی ظاہر المذهب، وعلیہ اکثر المشائخ وعلیہ الفتوی بحر عن الخلاصة فيلزم اهل المشرق الخ ^۲	عید الاضحیٰ اور باقی نوماہ کا چاند صحیح مذہب پر عید الفطر کی طرح ہے، جو چاند دن کو نظر آئے ہر حال میں صحیح مذہب پر آنے والی رات کا شمار ہوگا، اسے حدادی نے ذکر کیا، ظاہر مذہب کے مطابق اختلافِ مطالع اور دن کو زوال سے پہلے یا بعد چاند کا نظر آنا غیر معتبر ہے اکثر مشائخ اسی پر ہیں اور اسی پر فتویٰ ہے، بحر عن الخلاصة، لہذا مشرق پر لازم ہوگا الخ (ت)

وہ یہاں احکام عامہ کے بیان میں ہیں علی الخصوص اس تصریح کے بعد ذی الحجہ وغیرہ کہ سب مہینوں کے ہلال کا وہی حکم ہے جو رمضان و فطر کے تو عند تحقیق اگر دوسری جگہ کی روایت بطریق شرعی ثابت ہو جائے تو اسی پر عمل واجب ہوگا،

والعبد الضعیف لطف به المولی اللطیف، یرید ان یأتی بهذا التحقیق الجلیل الشریف ان شاء الله تعالیٰ فی تحریر منفصل نفیس۔	عبد ضعیف اپنے مولیٰ لطیف کے چاہتا ہے کہ اس پر مستقبل تحریر میں تفصیلاً تحقیق کر دے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ (ت)

ورنہ بے تحقیق باتوں پر اس نظر و بحث کی اصلاً گنجائش نہیں، شرعاً نہ ہر گز خط پر عمل، نہ پرچہ اشتہار کوئی چیز، نہ ایسی مہمل دوا ایک تحریروں سے، استفادہ شرعی حاصل ہو سکے، ایسے طریق کو موجب سمجھ لینا محض خطا و ناواقفی اور ایسے

^۱ صحیح بخاری باب اذار ایتتم الهلال فصوموا قیدی کتب خانہ رکارچی ۲۵۶/۱

^۲ در مختار کتاب الصوم مطبع مجتبیٰ دہلی ۱۲۹/۱

بہودہ ثبوتوں پر عید کر لینا مسلمانوں کی نماز و قربانی خراب کر دینا اور عرفہ کے روزے تڑوانا سخت جرات و بیباکی ہے در مختار میں ہے:

یلزم اهل المشرق برويته اهل المغرب اذا ثبت عندهم رؤية أو لئلك بطريق موجب كما مر ¹	اہل مشرق پر اہل مغرب کی رویت کی بنا پر روزہ یا افطار لازم ہوگا بشرطیکہ ان کے ہاں وہ رویت بطریق موجب ثابت ہو۔ جیسا کہ گزرا۔ (ت)

ایسی حالت میں ہم پر باتفاق علماء اپنی رویت پر عمل واجب ہے اور اُن بے اصل شوشوں کی طرف التفات ہی باطل و ذاہب واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۰۰۶/۱۹۹: از شاہجہان پور محمد خلیل غربی ۲۱ ذی الحجہ ۱۴۲۲ھ

اؤٹا: مرسلہ محمد اعزاز حسین بعبارت: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شاہجہان پور کے رہنے والے دو شخص ثقہ عادل بمبئی سے آئے اور انہوں نے بیان کیا کہ ہم نے خود ۲۹ ذیقعدہ کو بمبئی میں چاند دیکھا تو بمبئی کے آئے ہوئے لوگوں کی شہادۃ اہل شاہجہانپور پر عید الاضحیٰ ۲۹ کے حساب سے ہوگی یا نہیں؟ مع حوالہ کتب فقہیہ حنفیہ معتبرہ جواب تحریر فرمائیے بینوا توجروا

جیسا: مرسلہ مولوی ریاست علی خاں صاحب بعبارت: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دو شخص کسی دوسرے شہر سے ۲۹ تاریخ کا چاند دیکھ کر آئیں، گو مسافت اُس شہر کی ایک ماہ سے زائد ہو تو گواہی اُن کی در باب رویت ہلال عید الاضحیٰ معتبر ہوگی یا نہیں؟ اور اگر معتبر ہوگی تو قول شامی کا کہ:

یفہم من کلامہم فی کتاب الحج ان اختلاف المطالع فیہ معتبر فلا یلزم مہم شئ لو ظہر انہ رأی فی بلدۃ اخری قبلہم بیوم الخ ²	کتاب الحج میں فقہاء کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ حج میں اختلاف مطالع معتبر ہے تو حجاج پر کوئی شئی لازم نہ ہوگی اگر دوسرے شہر میں ایک دن پہلے چاند کا دیکھنا ظاہر ہو جائے الخ (ت)

کیا مطلب ہے، اور یہ قول شامی کا معارض قول مفتی بہ اور ظاہر الروایت کے ہے تو ترجیح قول شامی کو دی جائیگی یا مفتی بہ قول کو کہ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اختلاف مطالع کا مطلقاً اعتبار نہیں ہے گو عید الاضحیٰ کا ہو

¹ در مختار کتاب الصوم مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۹۱ھ

² رد المحتار کتاب الصوم مصطفیٰ البابی مصر ۱۰۵۱ھ

اور نیز فتویٰ مولوی عبدالحق صاحب کا کہ جو مؤید بحديث ہے اعتبار کیا جائے گا یا ظاہر الروایۃ اور مفتی بہ قول کا کیونکہ مولوی عبدالحق اپنے مجموعہ فتاویٰ میں یہ لکھتے ہیں کہ ایک ماہ یا زائد کی مسافت کی گواہی در باب رؤیت ہلال معتبر اور مقبول نہ ہوگی۔ بینوا تو جروا۔

الجواب:

جواب سوال اول: ان لوگوں کی شہادت عادلہ مستحبہ شرائط شرعیہ واجب الاعتبار ہے اور اُس کا خلاف ناجائز، اور شاہجہان پور میں اس کی بنا پر ضرور ماہ ذیقعدہ ۲۹ کا ثبوت ہو کر اُس کے حساب سے چہار شنبہ کو عید الضحیٰ کرنی لازم ہوئی اور اسی حساب سے جو بار ہویں تھی یعنی روز جمعہ اُسی تک میعاد قربانی رہی جس نے اُس کے بعد شنبہ کو قربانی کی وہ قربانی نہ ہوئی کہ مذہب حنفی میں اختلاف مطالع کا اصلاً اعتبار نہیں یہی ظاہر الروایۃ ہے اور اسی پر فتویٰ ہے، اور علمائے کرام تصریح فرماتے ہیں کہ جو ظاہر الروایۃ سے خارج ہے وہ اصلاً مذہب ائمہ حنفیہ نہیں خصوصاً جب وہی مذیل بفتویٰ ہو کہ اب تو کسی طرح اس سے عدول روا نہیں۔ خلاصہ و بحر الرائق و تنویر الابصار و دُر مختار میں ہے:

واللفظ لهذين ملتقطاً هلال الاضحى وبقية الاشهر التسعة كالفطر على المذهب واختلاف المطالع غير معتبر على ظاهر المذهب وعليه اكثر المشائخ وعليه الفتوى - ¹ (ملخصاً)	خلاصہ ان دونوں کتابوں کے الفاظ میں صحیح مذہب پر عید الاضحیٰ اور بقیہ نو ماہ کے چاند کا معاملہ عید الفطر کی طرح ہے، اختلاف مطالع کا ظاہر مذہب کے مطابق اعتبار نہیں، اس پر اکثر مشائخ ہیں، اور اسی پر فتویٰ ہے۔ (ت)

فتاویٰ خیرہ میں ہے:

صرحوا بان ما خرج عن ظاهر الرواية ليس مذهبا لابي حنيفة ولا قولاله - ²	فقہاء نے تصریح کی ہے کہ جو ظاہر الروایۃ سے نکل جائے وہ امام ابو حنیفہ کا نہ مذہب ہوتا ہے نہ قول۔ (ت)

بحر الرائق میں ہے:

ما خرج عن ظاهر الرواية فهو مرجوع عنه و المرجوع عنه لم يبق قولاله - ³	جو ظاہر الروایۃ سے نکل جائے اس سے رجوع کر لیا گیا ہوتا ہے اور مرجوع عنہ امام صاحب کا قول باقی نہیں رہتا۔ (ت)

¹ در مختار کتاب الصوم مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۹۱

² فتاویٰ خیرہ کتاب الطلاق دار المعرفۃ الطبائع والنشر بیروت ۵۲/۱

³ بحر الرائق فصل فی التقليد ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۰۱۶

ردالمحتار میں ہے:

ما خالف ظاهر الرواية ليس مذهبا لأصحابنا ¹	جو ظاہر الروایت کے خلاف ہو وہ ہمارے احناف کا مذہب نہیں۔ (ت)

رد مختار میں ہے:

الحكم والفتيا بالقول المرجوح جهل و خرق الاجماع ²	مرجوح قول پر فتویٰ و فیصلہ جہالت اور اجماع کی مخالفت ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

كقول محمد مع وجود قول أبي يوسف اذا لم يصح اويقو وجهه واولى من هذا بالبطان الافتاء بخلاف ظاهر الرواية اذا لم يصح والافتاء بالقول المرجوع عنه اه ³ والله سبحانه وتعالى اعلم وعلمه جل مجدده اتم واحكم	جیسا کہ امام ابو یوسف کے قول کے باوجود امام محمد کے قول پر جس کی تصحیح نہ کی گئی ہو یا اس کی تقویت بیان نہ کی گئی ہو اور اس سے زیادہ باطل وہ فتویٰ ہو گا جو ظاہر الروایت کے خلاف ہو جبکہ اس خلاف کی تصحیح نہ کی گئی ہو، اور وہ فتویٰ جو مرجوع عنہ ہو اھ ج، واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم (ت)

جواب سوال ثانی: صورت مستفسرہ میں جب وہ شہادت شرعیہ عادلہ ہو تو ضرور معتبر ہوگی اگرچہ ہلال عید اضحیٰ ہوا اگرچہ اُن میں مسافت ایک ماہ سے زیادہ ہو، یہی ہمارے ائمہ کا مذہب ہے اور اسی پر فتویٰ اور اس سے عدول باطل و ناروا، علامہ شامی نور قبوہ السامی نے یہاں ظاہر الروایۃ و قول مفتی بہ کا معارضہ نہ چاہا بلکہ براہ بشریت ایک خطائے فکری سے اُسے مختص بہ ہلال صوم و فطر سمجھا، فقط ہلال اضحیٰ کو اُن نصوص سے مخصوص جانا اور یہ لغزش نظر تھی کہ اطلاعات بلکہ تفصیلات کتب معتبرہ مذہب کے مقابل اُس کی طرف التفات بھی ناممکن، چہ جائے اعتماد، علامہ مدوح کا یفہم من کلامہم فرمانا اُسی لغزش فکر کے باعث ہے ورنہ وہ ہر گز ہمارے علماء کے کلام سے مفہوم بلکہ موہوم بھی نہیں اُن کے کلمات عالیات صاف اس مزعوم سے ابا فرما رہے ہیں۔ مولوی لکھنوی صاحب نے نہ صرف اضحیٰ بلکہ صوم و فطر سب میں اختلافِ مطالع معتبر ٹھہرایا اور ضرور ظاہر الروایۃ اور مفتی بہ کا بقصد معارضہ کیا اور

¹ ردالمحتار کتاب احیاء الموات دار التراث العربی بیروت ۲۷۸/۵

² رد مختار خطبہ کتاب مطبع مجتبائی دہلی ۱۵/۱

³ ردالمحتار تحت عبارت مذکور مصطفیٰ البابی مصر ۵۵/۱

خود اپنی تصریحات کی رو سے بوجہ کثیرہ فاحش خطاؤں اور باطل بناؤں سے کام لیا علامہ شامی کی بحث سے جسے وہ فتویٰ نہیں بتاتے، اور مولوی لکھنوی صاحب کا فتویٰ جس پر وہ جزم و اعتماد کر رہے ہیں علم فقہ و علم حدیث و علم ہیئت تینوں علوم کی رو سے صریح باطل و محض ناقابل، اور خود ان دونوں حضرات کی دوسری تصریحات کے معارض و منقض و مقابل ہیں، احادیث کی مخالفت تو دونوں صاحبوں نے یکساں کی ہے اگرچہ اس کا الزام بھی مولوی لکھنوی صاحب پر زائد و قوی ہے کہ علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک متفقہ مقلد سے زیادہ نہیں بنتے اور فاضل لکھنوی ایک محقق محدث اہل نظر اعتبار، نقاد ارشادات ائمہ کبار بننا چاہتے ہیں، حتیٰ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزہ عظیمہ سراج الامہ کاشف الغمہ امام الائمہ نائل العلم والايمان من الشریا سیدنا امام اعظم ہمام اقدم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشادات عالیہ کو محک نقد و نقض و رد پر رکھتے ہیں کہ ابو حنیفہ نے یہ کہا اور حق یوں ہے ابو حنیفہ کے دلائل یہ ہیں اور یہ سب باطل ہیں، ایسے جلیل الشان رفیع المکان محدث، احادیث و آثار کے محیط و حاوی، فخر بخاری و رشک طحاوی کا احادیث و اسخہ مشہورہ معروفہ صحیحہ صریحہ سے مخالف پڑنا ضرور محل عجب ہے۔ فتوائے مولوی صاحب ہر گز مؤید بحدیث بلکہ صریح مخالف احادیث ہے اور اس کی شکایت بھی کچھ نہیں، بڑے بڑوں پر بھی بدزبانی کی ہے کہ ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے کسی مذہب کو اپنے زعم ناقص میں مخالف حدیث سمجھے اور بعد تنقیح، آفتاب کی طرح روشن ہوا کہ یہ معترضین خود ہی حدیث نہ سمجھتے تھے، واللہ درمن قال (اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے بھلائی ہے، جس نے یہ شعر کہا)

و کم من عائب قولاً صحیحاً و افته من الفہم السقیم

بہت سے لوگ صحیح بات کو معیوب قرار دیتے ہیں جبکہ یہ مصیبت کمزور فہم کی وجہ سے آئی ہے۔ ت)

اور مبارک فقہ کی مخالفت کا زیادہ حصہ تو انہی فاضل محقق نے لیا۔ علامہ شامی پر اگر یہاں ایک اعتراض ہے تو ان پر چار پھر جیسا کہ ہم اشارہ کر آئے ہیں، اتنی مخالفت باوصف کثرت قصدیہ ہیں، اور علامہ شامی سے ایک مسئلہ کے فہم میں لغزش ہوئی جس پر انہوں نے بنائے کلام فرمائی تو وہ قاصد موافقت ہیں، نہ مرتکب مخالفت، طرفہ یہ کہ یہ اپنی تصریحوں سے تعارض و تناقض میں بھی، انہی ہمارے محقق مدقق معاصر کا پلہ بھاری ہے اور علم ہیئت سے یکسر بیگانگی کا الزام تو صرف انہی پر ہے کہ علامہ شامی کو ان فنون کی جانب التفات نہ تھا اور ہمارے محقق معاصر تو ہمہ دال ہیں، یہ سب اجمالی بیان بعونہ تعالیٰ در بارہ اہل فقیر کی متفرق تحریرات سے واضح ہیں اور احباب کی خواہش ہوئی تو فقیر بعون القدر تفصیل کے لیے حاضر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۰۱: از گیا محلہ بارہ قریب مسجد غلام المصطفیٰ صاحب

مظہر انوار شریعت حضرت مولانا دامت برکاتکم و فیوضاتکم بعد سلام باکرام آنکہ ایک مسئلہ جو رمضان

کی تیس تاریخ پیش آیا تھا وہ دریافت طلب ہے امید کہ جواب باصواب زود تر ارسال فر کر سرفراز و ممتاز فرما کر عند اللہ ماجور ہوں، بصورتِ فرصت و مہلت حدیثِ ماخذ و حوالہ کتاب بھی ارشاد فرما دیجئے گا فقط، زیادہ آفتاب ہدایت تاباں و درخشاں باد۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اس مسئلہ میں کہ ایک قصبہ میں جس روز رمضان شریف کی تیس تاریخ تھی اُسی روز ایک شہر کے مختار کچہری کے آئے اور انہوں نے کہا کہ آج ہم جس شہر سے آئے ہیں وہاں آج عید کی نماز ہوگی، سامان نماز کو ہو رہا تھا، آپ لوگ بھی پڑھیے۔ مختار صاحب مذکور کسی عالم کے فرستادہ میں سے نہ تھے اور نہ کسی عالم صاحب کا خط لائے تھے اب قطع نظر امور خارجہ کے اور اس بات کے کہ آئندہ کیا متحقق ہوگا، صرف یہ ارشاد ہو کہ اس قصبہ میں از روئے شریعت کے اس روز مختار صاحب موصوف کی خبر معتبر تھی یا نہیں اور مختار صاحب کی خبر کا اعتبار کر کے نماز عید کے واسطے فتویٰ دینا صحیح ہوگا یا نہیں، ارشاد فرما کر عند اللہ ماجور و داخلِ حُسن ہوں اور اس قصبہ کا ہندو تار بابو خبر دیتا تھا کہ تار آیا ہے آج عید فلاں شہر میں ہوگی، اب تار بابو کا خبر دینا معتبر تھا یا نہیں؟

الجواب:

در بارہ ہلالِ خط و تار محض بے اعتبار، اشباہ و النظائر میں ہے: لا یعتد علی الخط ولا یعمل بہ^۱ (خط پر نہ تو اعتماد کیا جائے نہ ہی اس پر عمل کیا جائے۔ ت) مخبر واحد اور کچہری کے مختار اور وہ بھی محض حکایت و اخبار کہ دو شاہدِ عدل بھی ایسی حکایت کرتے تو اصلاً معتبر نہ تھی۔ در مختار میں ہے:

گواہ کہتے ہیں کہ قاضی مصر کے پاس فلاں دو گواہوں نے فلاں تاریخ کو چاند دیکھنے پر گواہی دی ہے اور وہاں کہ قاضی نے اس پر فیصلہ کر دیا ہے اور شرائطِ دعویٰ ساری کی ساری پائی گئی ہوں تو اب قاضی کو جائز ہے ان کی گواہی پر فیصلہ کر دے کیونکہ قاضی کی قضاءِ حجت ہے اور اسی پر وہاں کے گواہوں نے گواہی دی ہے۔ ہاں اگر وہ دوسروں کی روایت پر گواہی دیتے تو قبول نہ ہوتی کیونکہ یہ حکایت ہے (ملخصاً)۔ (ت)	شہد و انہ شہد عند قاضی مصر کذا شاهد ان برؤية الهلال وقضى به و وجد استجماع شرائط الدعوى قضی القاضی بشہادتہما لان قضاء القاضی حجة وقد شہد وابہ، لالوشہد و ابرؤية غیرہم لانہ حکایۃ۔^۲ (ملخصاً)

^۱ اشباہ و النظائر، کتاب القضاء والشادات والدعاوی، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی، ۳۳۸/۱

^۲ در مختار کتاب الصوم مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۹/۱

صورت مذکورہ میں اہل قصبہ کو عید کرنی حرام تھی اگرچہ بعد کو عید ثابت ہی ہو جائے کہ انہوں نے قبل ثبوت عید کی اور ارشاد حدیث صحیح صوم الرویتہ و افطر والرویتہ^۱ (چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر عید کرو) کے مخالف ہوئے جس نے بر بنائے مذکور ہدیان تار و حکایت نامختار عید کا فتویٰ دیا سخت حرام ہوا ایسے فتوے پر کبھی عمل نہ کریں، حدیث میں ہے:

اذا وسد الامر الى غيراهله فانتظر الساعة ^۲	جب غیر اہل کو کام سپرد کر دیا جائے تو قیامت کا انتظار کرو۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۰۲: از مقام سوجت مارواڑ بازار کے اندر مسئلہ شیخ نے میاں کلاہ فروش داہن منڈی ۲۶ صفر ۱۳۳۲ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ قصبہ سوجت مارواڑ میں ۲۹ شعبان کو چاند نظر نہیں آیا اور شعبان کے تیس روز پورے کر کے رمضان شریف کے روزے رکھنے شروع کئے، بعد میں کسی وجہ سے دو تین آدمی دہلی گئے، وہاں کے لوگوں نے ۲۹ شعبان کو چاند دیکھنے کے حساب سے روزے رکھے تھے اب وہ شخص اخیر رمضان مبارک میں سوجت واپس آگئے اور کہنے لگے کہ دہلی میں ۲۹ کے حساب سے روزہ رکھنا شروع ہوا ہے ہم بھی وہاں کے حساب سے عید کرینگے سوجت کے چاند دیکھنے کا خیال نہیں کریں گے، اب سوجت کی ۲۹، اور دوسری جگہ ۳۰ کو کہا کہ کل عید کرینگے تو انہوں نے ضد اور نفسانیت کر کے روزہ نہیں رکھا، اور جن لوگوں نے روزہ رکھا تھا بہکا بہکا کر افطار کر دیا اور بعض لوگوں نے کہا کہ بغیر چاند نظر آئے ہم روزہ افطار نہ کریں گے اور ۳۰ دن پورے کر کے عید کریں گے کیونکہ ہم کو شرع شریف کا یہی حکم ہے اور ایک فتویٰ جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب کا دیکھا گیا تھا جس میں تحریر تھا کہ خطوط اور تار وغیرہ سے روزہ افطار نہیں کرنا چاہئے اور پھر اسی قسم کی ایک حدیث بھی نظر آئی جس کا مضمون یہ ہے کہ حضرت کریم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملک شام میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے اور رمضان المبارک کا چاند اُن کو نظر آگیا تھا پھر اخیر رمضان شریف کو مدینہ منورہ میں آئے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اُن سے وہاں کے حالات دریافت کئے اور یہ بھی دریافت کیا کہ تم نے چاند کو دیکھا تھا انہوں نے کہا کہ جمعہ کی رات کو دیکھا تھا، پھر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا تم نے خود دیکھا تھا، انہوں نے کہا کہ ہاں میں نے بھی دیکھا تھا اور دوسرے آدمیوں نے بھی دیکھا اور سب نے روزہ رکھا، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ہم نے تو بیعت کی رات چاند دیکھا سو اسی حساب سے ہم روزہ رکھیں گے۔ پھر حضرت کریم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کیا آپ

^۱ صحیح بخاری باب اذراہم الملل فصول مواقدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۵۶

^۲ صحیح بخاری کتب العلم، قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۳

حضرت معاویہ اور ان کے روزہ رکھنے پر عمل نہیں کریں گے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نہیں کیونکہ اسی طرح حکم کیا ہم کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ اپنے اپنے ملک کی رویت لازم آتی ہے دوسرے ملک یا علاقہ والوں پر لازم نہیں ہوتی، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ جن لوگوں نے روزہ توڑ دیا اور دوسروں کے روزے قریب آٹھ بجے کے ٹڑوائے بغیر چاند دیکھے، تو اب ۲۹ روزے رکھنے والے کو توبہ کرنا اور روزہ کی قضاء رکھنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب:

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

چاند دیکھنے پر روزہ رکھو اور چاند دیکھنے پر عید کرو، اگر موسم ابر آلود ہو تو تم پر تیس دنوں کا پورا کرنا ضروری ہے (ت)	صوم الرویۃ وافطر الرویۃ فان غم علیکم فاکملوا عدة شعبان ثلاثین۔ ¹

روزہ اور افطار دونوں کی بناء حضور نے رویت پر رکھی، تو خود رویت ہو یا دوسری جگہ کی رویت کا ثبوت شرعی ہو، اگرچہ دونوں جگہ فاصلہ مشرق و مغرب کا ہو، یہی ظاہر الروایۃ ہے اور یہی صحیح و معتمد ہے۔ در مختار وغیرہ میں ہے:

اہل مشرق پر اہل مغرب کی رویت کی بنا پر روزہ افطار لازم ہے بشرطیکہ ان کے ہاں چاند کا ثبوت بطریق موجب شرعی ہو۔ (ت)	یلزم اهل المشرق برؤية اهل المغرب اذا ثبت ذلك عندهم رؤية اولئك بطريق موجب شرعی۔ ²

اس کے ثبوت کے ساتھ طریقے ہیں جو ہم نے اپنے فتاویٰ میں مفصل بیان کئے، یہ بات کہ ایک دو آدمی گئے اور دوسرے شہر سے خبر لائے کہ وہاں ۲۹ کا چاند ہوا، نہ رویت ہے، نہ شہادت ہے، نہ شہادت علی الشہادت، نہ شہادت علی الحکم، غرض کوئی طریقہ شرعیہ نہیں محض حکایت ہے، اور وہ در بارہ ہلال اصلاً معتبر نہیں کما نص علیہ فی الدر وغیرہ من الاسفار (جیسا کہ اس پر دروغیہ کتب میں تصریح ہے۔ ت) اور وہ روزے ٹڑوانے میں یہ مرتکب کبیرہ ہوئے اور وہ روزہ توڑنے والے اور سخت کبیرہ کے مرتکب ہوئے اور ان پر قضاء لازم، اور ان کو دہلی میں اگر کوئی ثبوت شرعی بہم نہ پہنچا تھا تو ان کا جرم اور اثر ہے، اور ان پر بھی قضاء لازم، یہ ایسی صورت کا مطلق حکم ہے مگر اس سال کی نسبت کافی ثبوتوں سے ۲۹ دن کا ثابت ہو گیا، لہذا قضاء کی حاجت نہیں،

¹ صحیح بخاری باب اذا راہتم الهلال فصوموا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۵۶

² در مختار کتاب الصوم مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۳۹

البتہ بلا ثبوت شرعی جو حکم شرع پر جرات کی اُس سے توبہ کی حاجت مگر جبکہ شعبان ۳۰ کا سمجھ کر روزے رکھے تو یکم رمضان کے روزے کی قضا لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔



رسالہ

طرق اثبات الهلال ۱۳۲۰ھ

(اثبات چاند کے طریقے)

مسئلہ ۲۰۳: از بڑودہ گجرات باڑہ نواب صاحب مرسلہ نواب سید معین الدین حسن خاں بہادر ۲۵ محرم الحرام ۱۳۲۰ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رویت ہلال شریعت میں کس طرح ثابت ہوتی ہے؟ بحوالہ کتب مع ترجمہ اردو جواب عطا ہو۔ بینواتوجروا

الجواب:

بسم الله الرحمن الرحيم:

سب تعریفات اللہ کے لیے جس نے شمس کو ضیاء اور قمر کو نور بنایا، صلوٰۃ و سلام اس ذات اقدس پر جس کی آمد سے دین اسلام تمام ادیان میں بدر منیر بن گیا، آپ کے آل و اصحاب پر جو نور کے اعتبار سے کامل اور تنویر کے اعتبار سے مکمل ہیں (ت)	الحمد لله الذي جعل الشمس ضياءً والقمر نورا والصلوة والسلام على من صار الدين بطول هلاله بدرًا منيرًا وعلى آله وصحبه الكاملين نورا والكاملين تنويرا۔

ثبوت رویت ہلال کے لیے شرع میں سات طریقے ہیں:

طریق اول: خود شہادتِ رؤیت یعنی چاند دیکھنے والے کی گواہی، ہلالِ رمضان مبارک کے لیے ایک ہی مسلمان عاقل، بالغ، غیر فاسق کا مجرد بیان کافی ہے کہ میں نے اس رمضان شریف کا ہلال فلاں دن کی شام کو دیکھا اگرچہ کثیر ہو اگرچہ مستور الحال ہو، جس کی عدالت باطنی معلوم نہیں، ظاہر حال پابندِ شرع ہے اگرچہ اس کا یہ بیان مجلسِ قضاء میں نہ ہو، اگرچہ گواہی دیتا ہوں نہ کہے، نہ دیکھنے کی کیفیت بیان کرے کہ کہاں سے دیکھا کدھر کو تھا کتنا اونچا تھا وغیرہ۔ یہ اس صورت میں ہے کہ ۲۹ شعبان کو مطلع صاف نہ ہو، چاند کی جگہ ابر یا غبار ہو، اور بحال صفائی مطلع اگر ویسا ایک شخص جنگل سے آیا یا بلند مکان پر تھا تو بھی ایک ہی کا بیان کافی ہو جائے گا، ورنہ دیکھیں گے کہ وہاں کے مسلمان چاند دیکھنے میں کوشش رکھتے ہیں، بکثرت لوگ متوجہ ہوتے ہیں یا کابل ہیں دیکھنے کی پروا نہیں، بے پروائی کی صورت میں کم سے کم دو درکار ہوں گے اگرچہ مستور الحال ہوں، ورنہ ایک جماعتِ عظیم چاہئے کہ اپنی آنکھ سے چاند دیکھنا بیان کرے جس کے بیان سے خوب غلبہ ظن حاصل ہو جائے کہ ضرور چاند ہوا اگرچہ غلام یا کھلے فاسق ہوں، اور اگر کثرتِ حد تو اترا کو پہنچ جائے کہ عقل اتنے شخصوں کا غلط خبر پر اتفاق محال جانے تو ایسی خبر مسلم و کافر سب کی مقبول ہے۔ باقی گیارہ ہلالوں کے واسطے مطلقاً ہر حال میں ضرور ہے کہ دو مرد عادل یا ایک مرد و دو عورتیں عادل آزاد جن کا ظاہری و باطنی حال تحقیق ہو کہ پابندِ شرع ہیں، قاضی شرع کے حضور لفظ اشہد گواہی دیں یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے اس مہینے کا ہلال فلاں دن کی شام کو دیکھا اور جہاں قاضی شرع نہ ہو تو مفتی اسلام اُس کا قائم مقام ہے جبکہ تمام اہل شہر سے علم فقہ میں زائد ہو اُس کے حضور گواہی دیں اور اگر کہیں قاضی و مفتی کوئی نہ ہو تو مجبوری کو اور مسلمانوں کے سامنے ایسے عادل دو مرد یا ایک مرد و دو عورتوں کا بیان بے لفظ اشہد بھی کافی سمجھا جائے گا، ان گیارہ ہلالوں میں ہمیشہ یہی حکم ہے مگر عیدین میں اگر مطلع صاف ہو اور مسلمان رؤیتِ ہلال میں کابلی نہ کرتے ہوں اور وہ دو گواہ جنگل یا بلندی سے نہ آئے ہوں تو اس صورت میں وہی جماعتِ عظیم درکار ہے، اسی طرح جہاں اور کسی چاند مثلاً ہلالِ محرم کا عام مسلمان پورا اہتمام کرتے ہوں تو بحالتِ صفائی مطلع جبکہ شاہدین جنگل یا بلندی سے نہ آئیں تو ظاہراً جماعتِ عظیم ہی چاہئے کہ جس وجہ سے اُس کا ایجاب رمضان و عیدین میں کیا گیا تھا یہاں بھی حاصل ہے۔ درمختار میں ہے:

ابرو غبار کی حالت میں ہلالِ رمضان کے لیے ایک عادل یا مستور الحال کی خبر کافی ہے اگرچہ غلام یا عورت ہو رؤیت کی کیفیت بیان کرے خواہ نہ کرے، دعوٰی یا لفظ اشہد یا حکم یا مجلس قاضی کسی کی شرط نہیں مگر فاسق کا بیان بالاتفاق مردود ہے اور عید	قیل بلا دعویٰ وبلا لفظ اشہد وحکم و مجلس قضاء، للصوم مع علة کفیم وغبار، خبر عدل او مستور لا فاسق اتفاقاً ولوقتاً او انشی بین کیفیتة الرویة اولاً، علی

کے لیے بحال ناصانی مطلع عدالت کے ساتھ دو مرد یا ایک مرد و دو عورت کی گواہی بلفظ اشہد ضرور ہے اور اگر ایسے شہر میں ہوں جہاں کوئی حاکم اسلام نہیں تو بوجہ ضرورت بحال ابرو غبار ایک ثقہ شخص کے بیان پر روزہ رکھیں اور دو عادلوں کی خبر پر عید کر لیں، اور جب ابرو غبار نہ ہو تو ایسی بڑی جماعت کی خبر مقبول ہوگی جس سے ظن غالب حاصل ہو جائے اور امام سے مروی ہو کہ دو گواہ کافی ہیں اور اسی کو بحر الرائق میں اختیار کیا، اور کتاب الاقضیہ میں فرمایا صحیح یہ ہے کہ ایک بھی کافی ہے اگر جنگل سے آئے یا بلند مکان پر تھا اور اسی کو امام ظہیر الدین نے اختیار فرمایا اور ذی الحجہ اور باقی نو مہینوں کے چاند کا وہی حکم ہے جو ہلال عید الفطر کا۔ اھ مختصراً	المذہب، و شرط للفطر مع العلة العدالة و نصاب الشهادة و لفظ اشہد ولو كانوا ببلدة لاحاکم فیہا، صاموا بقول ثقة و افطر و ابأخبار عدلین مع العلة للضرورة، و قيل بلا علة جمع عظیم یقع غلبة الظن بخبرهم و عن الامام، یکتفی بشاہدین و اختارہ فی البحر و صحح فی الاقضیة الاكتفاء بواحد، ان جاء من خارج البلد، او كان علی مكان مرتفع و اختارہ ظہیر الدین، و هلال الاضی و بقية الاشهر التسعة كالفطر علی المذہب اھ¹ مختصراً

ردالمحتار میں ہے:

جب آسمان صاف ہو تو ہلال روزہ و عید کے قبول کو جماعت عظیم کی خبر شرط ہے اس لیے کہ بڑی جماعت کہ وہ بھی چاند دیکھنے میں مصروف تھی اُس میں صرف دو ایک شخص کو نظر آنا حالانکہ مطلع صاف ہے ان دو ایک کی خطا میں ظاہر ہے، ایسا ہی بحر الرائق میں ہے اور جماعت عظیم میں عدالت شرط نہیں، ایسا ہی امداد الفتاح میں ہے، نہ آزادی شرط ہے ایسا ہی قمستانی² میں فرمایا کہ جب لوگ چاند دیکھنے میں کاہلی کریں تو اس روایت پر عمل چاہئے کہ دو گواہ کافی ہیں کہ اب وہ وجہ نہ رہی کہ سب چاند دیکھنے میں مصروف تھے اور مطلع صاف تھا تو فقط انہی دو کو نظر آنا	شرط القبول عند عدم علة في السماء لهلال الصوم او الفطر اخبار جمع عظیم لان التفرد من بين الجم الغفير بالرؤية مع توجههم طالبين لما توجه هو اليه مع فرض عدم المانع ظاهر في غلظه، بحر، ولا يشترط فيهم العدالة، امداد ولا الحرية قهستانی² قوله و اختارہ فی البحر حيث قال ينبغی العمل علی هذه الرواية في زماننا لان الناس تكاسلت عن ترائی الاهلة فانتفی قولهم مع توجههم طالبين و

¹ رد مختار کتاب الصوم مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۸-۱۳۹

² رد المختار کتاب الصوم مصطفیٰ البابی مصر ۱۰۰/۲

بعید از قیاس ہے، اور ولوالجیہ و ظہیریہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ظاہر الروایۃ میں صرف تعدد گواہان کی شرط ہے اور تعدد دو^۱ سے بھی ہو گیا انتہی اور ہمارے زمانے میں لوگوں کا کسل آنکھوں دیکھا ہے تو دو^۲ کی گواہی کو یہ نہ کہیں گے کہ جہور کے خلاف انہی کو کیسے نظر آگیا جس سے گواہ کی غلطی ظاہر ہو تو ظاہر الروایۃ کی وجہ نہ رہی تو اس دوسری روایت پر فتویٰ دینا لازم ہوا اور کافی حاکم جس میں امام محمد کا تمام کلام، کتب ظاہر الروایۃ کا جمع فرمادیا ہے یوں ہے کہ رمضان میں ایک مسلمان مرد یا عورت عادل یا مستور الحال کی گواہی مقبول ہے جبکہ یہ گواہی دے کہ اس نے جنگل میں دیکھا یا شہر میں دیکھا اور کوئی سبب ایسا تھا جس کے باعث اوروں کو نظر نہ آیا انتہی اور ان دونوں روایتوں میں منافات نہیں اس لیے کہ جماعت عظیم کی شرط وہاں ہے کہ گواہ شہر میں غیر مکان بلند پر ہو تو یہ کچھلی روایت اُس پہلی کے اطلاق کی قید بتاتی ہے اور اس پر دلیل یہ کہ پہلی میں ایک کی گواہی نہ ماننے کی وجہ یہ فرمائی کہ تنہا اُس کا دیکھنا غلطی میں ظاہر ہے اور اُس کچھلی صورت یعنی جبکہ وہ جنگل میں یا بلند مکان پر تھا وہ رد کی وجہ نہ پائی گئی اس لیے محیط میں فرمایا کہ اس حالت میں تنہا اُس کا دیکھنا خلاف ظاہر نہ ہوگا الخ اور باقی نو مہینوں میں مقبول نہ ہوگی مگر گواہی دو^۲ مردوں یا ایک مرد و دو عورتوں عادل آزاد کی جن پر حد قذف نہ لگ چکی ہو جیسے باقی تمام معاملات میں۔ اسی طرح

ظاہر الوالوجیۃ والظہیریۃ يدل على ان ظاهر الرواية هو اشتراط العدد والعدد يصدق باثنين اه وفي زماننا مشاهد من تكاسل الناس فليس في شهادة الاثنين تفرد من بين الجم الغفير حتى يظهر غلط الشاهد. فانتفت علة ظاهر الرواية فتعين الافتاء بالرواية الاخرى¹ وفي كافي الحاكم الذي هو جمع كلام محمد في كتبه ظاهراً الرواية وتقبل شهادة المسلم و المسلمة عد لكان او غير عدل بعد ان يشهد انه رأى خارج المصر او انه رآه في المصر وفي المصر علة تمنع العامة من التساوى في رؤيته اه ولا مناً فاة بينهما لان اشتراط الجمع العظيم اذا كان الشاهد من المصر في مكان غير مرتفع. فالثانية مقيدة لاطلاق الاولى بدليل ان الاولى علة فيها رد الشهادة بان التفرد ظاهراً في الغلط وعلى ما في الثانية لم توجد علة الرد لهذا قال في المحيط فلا يكون تفرد بالرواية خلاف الظاهر الخ² قوله وبقيّة الشهر التسعة لا يقبل فيها الا شهادة رجلين او رجل وامرأتين عدول احرار غير محدود دين كما في سائر الاحكام، بحر عن شرح

¹ ردالمحتار كتاب الصوم مصطفى الباني مصر ١٠١٢

² ردالمحتار كتاب الصوم مصطفى الباني مصر ١٠١٢

مختصر الطحاوی للامام الاسبيجاني والظاهر انه في الالهة التسعة لافرق بين الغيم والصحو في قبول الرجلين لفقد العلة الموجبة لاشتراط الجمع الكثير وهي توجه الكل طالبين ويؤيده قوله كما في سائر الاحكام اه¹ ملتقطاً۔	بحر الرائق میں امام اسپجانی شرح مختصر طحاوی سے ہے اور ظاہر یہ ہے کہ ان نوچاندوں میں صفائی و عدم صفائی مطلع کا کچھ فرق نہیں ہر حال میں دو کی گواہی قبول ہوگی کہ وہ وجہ جو وہاں شرط جماعت عظیم کی باعث تھی کہ سب ہلال کو تلاش کرتے ہیں یہاں موجود نہیں کہ ان نو مہینوں کا چاند عام لوگ تلاش نہیں کرتے ہیں، اور اس کی تائید کرتا ہے امام اسپجانی کا وہ فرمانا کہ اُن میں وہ درکار ہے جو باقی تمام معاملات میں اھ ملتقطاً

حدیقہ ندیہ میں ہے:

اذا خلا الزمان من سلطان ذي كفاية فالامور مؤكدة الى العلماء ويلزم الامة الرجوع اليهم و يصيرون ولاية فاذا عسر جمعهم على واحد استقل كل قطر باتباع علمائه فان كثروا فالمتبع اعلمهم فان استوتوا اقرع بينهم²	جب زمانہ ایسے سلطان سے خالی ہو جو معاملات شرعیہ میں کفایت کر سکے تو شرعی سب کام علماء کو سپرد ہونگے اور مسلمانوں پر لازم ہوگا کہ اپنے ہر معاملہ شرعیہ میں اُن کی طرف رجوع کریں وہ علماء ہی قاضی و حاکم سمجھے جائیں گے، پھر اگر سب مسلمانوں کا ایک عالم پر اتفاق مشکل ہو تو ہر ضلع کے لوگ اپنے علماء کا اتباع کریں گے، اگر ضلع میں عالم کثیر ہوں تو جو سب میں زیادہ احکام شریعت کا علم رکھتا ہے اُس کی پیروی ہوگی، اور اگر علم میں برابر ہوں تو ان میں قرعہ ڈالیں ۱۲ امنہ غفرلہ،

طریق دوم: شہادۃ علی الشہادۃ یعنی گواہوں نے چاند خود نہ دیکھا بلکہ دیکھنے والوں نے ان کے سامنے گواہی دی اور اپنی گواہی پر انہیں گواہ کیا، انہوں نے اُس گواہی کی گواہی دی، یہ وہاں ہے کہ گواہاں اصل حاضری سے معذور ہوں اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ گواہ اصل گواہ سے کہے میری اس گواہی پر گواہ ہو جا کہ میں گواہی دیتا ہوں میں نے ماہ فلاں سنہ فلاں کا ہلال فلاں دن کی شام کو دیکھا۔ گواہانِ فرع یہاں آ کر یوں شہادت دیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ فلاں بن فلاں نے مجھے اپنی اس گواہی پر گواہ کیا کہ فلاں بن فلاں مذکور نے ماہ فلاں سنہ فلاں کا ہلال فلاں دن کی شام کو دیکھا اور فلاں بن فلاں مذکور نے مجھ سے کہا کہ میری اس گواہی پر گواہ ہو جا، پھر اصل شہادت رویت میں اختلاف احوال کے ساتھ جو احکام گزرے ان کا لحاظ ضرور ہے، مثلاً ماہ رمضان میں مطلع صاف تھا

¹ ردالمحتار کتاب الصوم مصطفیٰ البانی مصر ۱۰۳/۲

² الحدیقہ الندیہ، النوع الثالث من انواع العلوم الثلاثیہ، مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد، ۳۵۱/۱

تو صرف ایک کی گواہی مسموع نہ ہونی چاہئے جب تک جنگل میں یا بلند مکان پر دیکھنا نہ بیان کرے ورنہ ایک کی شہادت اور اس کی شہادت پر بھی صرف ایک ہی شاہد اگرچہ کنیز مستورۃ الحال ہو بس ہے، اور باقی مہینوں میں یہ تو ہمیشہ ضرور ہے کہ ہر گواہ کی گواہی پر دو مرد یا ایک مرد و عورت عادل گواہ ہوں اگرچہ یہی دو مرد ان دو اصل میں ہر ایک کے شاہد ہوں مثلاً جہاں عیدین میں صرف دو عادلوں کی گواہی مقبول ہے زید و عمرو دو عادلوں نے چاند دیکھا اور ہر ایک نے اپنی شہادت پر بکر و خالد دو مرد عادل کو گواہ کر دیا کہ یہاں آکر بکر اور خالد ہر ایک نے زید و عمرو دونوں کی گواہی پر گواہی دی کافی ہے یہ ضرور نہیں کہ ہر گواہ کے جُدا جُدا دو گواہ ہوں، اور یہ بھی جائز ہے کہ ایک اصل خود آکر گواہی دے اور دوسرا گواہ اپنی گواہی پر دو گواہ جداگانہ کر بھیجے، ہاں یہ جائز نہیں کہ ایک گواہ اصل کے دو گواہ ہوں اور انہیں دونوں میں سے ایک خود اپنی شہادت ذاتی بھی دے۔ درمختار میں ہے:

گواہی مقبول ہے اگرچہ یکے بعد دیگرے کتنے ہی درجے تک پہنچے مثلاً گواہانِ اصل نے زید و عمرو کو گواہ بنایا انہوں نے اپنی اس شہادت علی الشہادت پر بکر و خالد کو گواہ کر دیا خالد نے اپنی اس شہادت علی الشہادت پر سعید و حمید کو شاہد بنالیا و علیٰ ہذا القیاس) اور مذہب صحیح پر یہ امر حدود و قصاص کے سوا ہر حق میں جائز ہے اس شرط سے کہ جس وقت قاضی کے حضور ادائے شہادت ہوئی اُس وقت وہاں اصل گواہ کا آنا مرض یا سفر یا زین پر وہ نشین ہونے کے باعث متعذر ہو اور امام ابی یوسف کے نزدیک تین منزل دُور ہونا ضرور نہیں بلکہ اتنی دُوری کافی ہے کہ گواہی دے کر رات کو اپنے گھر نہ پہنچ سکے بکثرت مشائخ نے اس قول کو پسند کیا اور قسستانی و سراجیہ میں ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے۔ مصنف نے اسے مسلم رکھا اور عورت کی پردہ نشینی یہ کہ مردوں کے مجمع سے بچتی ہو اگرچہ اپنی کسی ضرورت کے لیے باہر نکلے یا حمام جائے، ایسا ہی قنویہ میں ہے۔ اور یہ بھی شرط ہے کہ ہر اصل

الشہادة على الشہادة مقبولة وان كثرت استحساناً في كل حق، على الصحيح، الا في حد وقود بشرط تعذر حضور الاصل بمرض او سفر و اکتفی الثانی بغیبتہ بحیث یتعذر ان یبیت بأھلہ واستحسنہ غیر واحد، وفي القہستانی والسر اجیة وعلیہ الفتویٰ واقرة المصنف او کون المرأة مخدرة لا تخالط الرجال وان خرجت لحاجة وحمام، قنویہ، عند الشہادة عند القاضی قید للکل، وبشرط شہادة عدد نصاب ولو رجلا وامرأتین عن کل اصل، ولو امرأة، لاتغایر فرعی هذا وذاک، وکیفیتہا ان یقول الاصل مخاطباً للفرع ولو ابنہ، بحر، اشہد علی شہادتی انی اشہد بكذا و یقول الفرع اشہد ان فلاناً اشہد نی علی شہادته بكذا وقال لی اشہد علی شہادتی

گواہ اگرچہ عورت کی گواہی پر پورا نصاب شہادۃ ہو یعنی دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں گواہی دیں، ہاں یہ ضرور نہیں کہ ہر گواہ اصل کے دو دوجدا گناہ گواہوں اور اس کی کیفیت یہ ہے کہ گواہ اصل گواہ فرع سے اگرچہ وہ اس کا بیٹا ہو خطاب کر کے کہے تو میری اس گواہی پر گواہ ہو جا کہ میں یہ گواہی دیتا ہوں اور گواہ فرع ہوں ادائے شہادت کرے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ فلاں نے مجھے اپنی گواہی پر گواہ کیا اور مجھ سے کہا کہ میری اس گواہی پر گواہ ہو جا۔ اھ مختصراً۔	بذلك اھ^۱ مختصراً۔

اُسی کے بیان ہلال رمضان میں ہے:

ایک کی گواہی دوسرے پر مثلاً غلام یا عورت کی شہادت اگرچہ اپنی ہی جیسے پر ہلال رمضان میں مقبول ہے جبکہ ایک کی گواہی وہاں مسموع ہونے کے قابل ہو جیسے بحالت ناصافی مطلع۔	وتقبل شہادۃ واحد علی آخر کعبد وانثی ولو علی مثلہما۔^۲

ردالمحتار میں ہے:

اگر دو گواہوں نے ایک مرد کی شہادت پر شہادت کی اور اُن میں ایک خود بذاتہ گواہ ہے تو یہ جائز نہیں، ایسا ہی فتاویٰ عالمگیری میں محیط امام سرخسی سے ہے اور اگر ایک نے خود گواہی دی اور دوسرے دو نے اور شخص کی شہادت پر شہادت ادا کی تو یہ درست ہے، بزازیہ میں اس کی تصریح ہے ۱۲	لو شهدا علی شہادۃ رجل واحد ہما یشہد بنفسہ ایضاً لم یجز کذا فی المحيط السرخسی فتاویٰ الہندیۃ ولو شہد واحد علی شہادۃ نفسہ وآخراں علی شہادۃ غیرہ یصح وصرح بہ فی البزازیۃ اھ^۳ مختصراً

فتاویٰ عالمگیریہ میں ذخیرہ سے ہے:

گواہ فرع کو چاہئے کہ گواہ اصل اور اس کے باپ اور دادا سب کا نام ذکر کرے یہاں تک کہ اسے چھوڑ دے گا تو حاکم اس کی گواہی قبول نہ کرے گا کذا فی الذخیرۃ۔ ۱۲	ینبغی ان یدکر الفرع اسم الشاہد الاصل واسم ابیہ وجده حتی لو ترک ذلک فالقاضی لا یقبل شہادتهما کذا فی الذخیرۃ۔^۴

^۱ دُر مختار باب الشادات علی الشادات مطبع مجتبائی دہلی ۱۰۰/۲

^۲ دُر مختار، کتاب الصوم، مطبع مجتبائی دہلی، ۱۳۸/۱

^۳ ردالمحتار باب الشادات علی الشادۃ مصطفیٰ البابی مصر ۷/۳۳

^۴ فتاویٰ ہندیۃ الباب الحادی عشر فی الشادۃ علی الشادۃ توراتی کتب خانہ پشاور، ۵۲۴/۳

شہادۃ علی الشہادۃ میں یہ بھی ضرور ہے کہ اُس کے مطابق حکم ہونے تک، گواہانِ اصل بھی اہلیتِ شہادت پر باقی رہیں اور شہادت کی تکذیب نہ کریں مثلاً گواہانِ فرع نے ابھی گواہی نہ دی یا دی اور اس پر ہنوز حکم نہ ہوا تھا کہ گواہانِ اصل سے کوئی گواہ اندھ یا گونگا یا مجنون یا معاذ اللہ مرتد ہو گیا یا کہا کہ میں نے ان گواہوں کو اپنی شہادت کا گواہ نہ کیا تھا یا غلطی سے گواہ کر دیا تھا تو یہ شہادت باطل ہو جائے گی۔ در مختار میں ہے:

تبتل شہادۃ الفروع بخروج اصلہ عن اہلیتہا کخرس وعی، وبانکار اصلہ الشہادۃ کقولہم مالنا شہادۃ اولم نشہد او اشہد ناہم وغلطنا اہ مختصراً ¹	اصل شاہد کے اہلیت سے نکل جانے کے سبب سے فروع کی شہادت باطل ہو جاتی ہے مثلاً شاہد گونگا یا نابینا ہو گیا یا اصل شاہد شہادت سے انکاری ہو، مثلاً اصول یوں کہیں ہم گواہ نہیں یا ہم نے ان کو گواہ نہیں کیا یا ہم نے ان کو گواہ کیا اور غلط کہا۔ (ت)

طریق سوم: شہادۃ علی القضاء یعنی دوسرے کسی اسلامی شہر میں حاکم اسلام قاضی شرع کے حضور رویتِ ہلال پر شہادتیں گزریں اور اُس نے ثبوتِ ہلال کا حکم دیا، دو شاہدانِ عادل اس گواہی و حکم کے وقت حاضر دار القضاء تھے، انہوں نے یہاں حاکم اسلام قاضی شرع یا وہ نہ ہو تو مفتی کے حضور کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں ہمارے سامنے فلاں شہر کے فلاں حاکم کے حضور فلاں ہلال کی نسبت فلاں دن کی شام کو ہونے کی گواہیاں گزریں اور حاکم موصوف نے اُن گواہیوں پر ثبوتِ ہلال مذکور شام فلاں روز کا حکم دیا، فتح القدیر شرح ہدایہ میں ہے:

لوشہدوا ان قاضی بلد کذا شہد عندہ اثنان برؤیۃ الهلال فی لیلة کذا وقضی بشہادتہما جاز لہذا القاضی ان یحکم بشہادتہما لان قضاء القاضی حجة وقد شہد وابہ ²	اگر گواہوں نے گواہی دی کہ فلاں شہر کے فلاں قاضی کے پاس فلاں رات میں چاند دیکھنے پر دو آدمیوں نے گواہی دی تو قاضی ان کی شہادت پر فیصلہ دے دیا ہے تو اس قاضی کے لیے ان دونوں کی شہادت کی وجہ سے فیصلہ دینا جائز ہے کیونکہ قضائے قاضی حجت ہے اور انہوں نے اس پر گواہی دی ہے۔ (ت)

اسی طرح فتاویٰ قاضیخان و فتاویٰ خلاصہ وغیرہما میں ہے۔

قلت وقیدہ فی التنویر تبعاً للذ خیرۃ عن مجموع النوازل باستجماع شرائط	قلت تنویر میں ذخیرہ کی اتباع کرتے ہوئے مجموع النوازل کے حوالے سے نقل کرتے ہوئے یہ قید لگائی کہ دغوی

¹ در مختار باب الشہادۃ علی الشہادۃ مطبع محتبائی دہلی ۱۰۰/۲

² فتح القدیر کتاب الصوم مکتبہ نوریہ رضویہ کھر ۲۴۳/۲

الدعوى و وجهه العلامة الشامى بتوجيهين، لنا فى كل منهما كلام حققناه فيما عليه علقناه فراجعه ثمة فإنه من الفوائد المهمة۔	کے تمام شرائط کا پایا جانا ضروری ہے اور علامہ شامی نے اس کی دو توجیہات بیان کی ہیں ان میں سے ہر ایک پر ہمیں کلام ہے، اس کی پوری تفصیل ہم نے حاشیہ ردالمحتار میں بیان کردی ہے وہاں سے ملاحظہ کریں وہ نہایت ہی اہم ہے (ت)

طریق چہارم: کتاب القاضی الی القاضی یعنی قاضی شرع جسے سلطان اسلام نے فصل مقدمات کے لئے مقرر کیا ہو اس کے سامنے شرعی گواہی گزری اُس نے دوسرے شہر کے قاضی شرع کے نام خط لکھا کہ میرے سامنے اس مضمون پر شہادت شرعیہ قائم ہوئی اور اُس خط میں اپنا اور مکتوب الیہ کا نام و نشان پورا لکھا جس سے امتیاز کافی واقع ہو اور وہ خط دو گواہانِ عادل کے سپرد کیا کہ یہ میرا خط قاضی فلاں شہر کے نام ہے وہ باحتیاط اس قاضی کے پاس لائے اور شہادت ادا کی آپ کے نام یہ خط فلاں قاضی فلاں شہر نے ہم کو دیا اور ہمیں گواہ کیا کہ یہ خط اس کا ہے اب یہ قاضی اگر اُس شہادت کو اپنے مذہب کے مطابق ثبوت کے لیے کافی سمجھے تو اس پر عمل کر سکتا ہے (اور بہتر یہ ہے کہ قاضی کاتب خط لکھ کر ان گواہوں کو سنا دے یا اس کا مضمون بتا دے اور خط بند کر کے اُن کے سامنے سر بمسر کر دے، اور اولیٰ یہ کہ اُس کا مضمون ایک کھلے ہوئے پرچے پر الگ لکھ کر بھی ان شہود کو دے دے کہ اُسے یاد کرتے رہیں یہ آکر مضمون پر بھی گواہی دیں کہ خط میں یہ لکھا ہے اور سر بمسر خط اس قاضی کے حوالہ کریں یہ زیادہ احتیاط کے لیے ہے ورنہ خیر اُسی قدر کافی ہے کہ دو مردوں یا ایک مرد دو عورتیں عادل کو خط سپرد کر کے گواہ کر لے اور وہ باحتیاط یہاں لا کر شہادت دیں) بغیر اس کے اگر خط ڈاک میں ڈال دیا یا اپنے آدمی کے ہاتھ بھیج دیا تو ہرگز مقبول نہیں اگرچہ وہ خط اُسی قاضی کا معلوم ہوتا ہو اور اس پر اس کی اور اس کے محکمہ قضا کی مہر بھی لگی ہو (اور یہ بھی ضرور ہے کہ جب تک یہ خط قاضی مکتوب الیہ کو پہنچے اور وہ اُسے پڑھ لے اُس وقت تک کاتب زندہ رہے اور معزول نہ ہو ورنہ اگر خط پڑھے جانے سے پہلے مر گیا یا برخواست ہو گیا تو اس پر عمل نہ ہوگا اور بحالتِ زندگی یہ بھی ضرور ہے کہ جب تک مکتوب الیہ اس خط کے مطابق حکم نہ کر لے اُس وقت تک کاتب عہدہ قضا کا اہل رہے ورنہ اگر حکم سے پہلے کاتب مثلاً مجنوں یا مرتد یا اندھا ہو گیا تو بھی خط بیکار ہو جائے گا۔ درمختار میں ہے :

القاضی یکتب الی القاضی بحکمہ وان لم یکن الخصم حاضر الم یحکم وکتب الشہادة لیحکم المکتوب الیہ بہا علی رائہ وقرأ الکتاب علیہم واولیہم بہ	ایک قاضی دوسرے قاضی کی طرف حکم نامہ لکھے، اگر خصم حاضر نہ ہو تو قاضی فیصلہ نہ کرے اور گواہی لکھ لے تاکہ قاضی مکتوب الیہ گواہی کے ذریعے اپنی رائے کے مطابق فیصلہ صادر کر دے اور قاضی کاتب خط مذکور کو شہود پر

پڑھے یا انہیں اس کے مضمون سے آگاہ کر دے، پھر خط پر پتلیوں تحریر کرے کہ اپنا اور مکتوب الیہ کا نام اور دونوں کی شہرت یعنی وہ لفظ یا لقب ضرور لکھے جس سے وہ مشہور ہوں۔ اور امام ابو یوسف نے اس پر اکتفاء کیا ہے کہ قاضی کاتب شاہدوں کو صرف اس پر گواہ کر لے کہ وہ اس کا خط ہے۔ فتویٰ اسی قول پر ہے۔ اور خط پڑھے جانے سے قبل قاضی کاتب کی موت اور اس کی معزولی کے سبب باطل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح قاضی کاتب کے مجنون، مرتد، محدود فی القذف اور نابینا ہونے پر سبب نکل جانے اہلیت قضا سے خط باطل ہو جاتا ہے، یونہی مکتوب الیہ قاضی کی موت سے سبب نکل جانے اہلیت قضا سے خط باطل ہو جائے گا مگر اس صورت میں مکتوب الیہ قاضی کی موت سے خط باطل نہیں ہوتا جب کاتب قاضی تعیم کر دے مثلاً یوں کہ جو وہاں کا قاضی ہو یہ خط اس کی طرف ہے، اور خط حکم کی طرف سے مقبول نہیں بلکہ اس قاضی کی طرف سے مقبول ہے جو سلطان کی طرف سے معین ہو (ملخصاً) (ت)	و ختم عندہم وسلم الیہم بعد کتابۃ عنوانہ و ہوان یکتب فیہ اسمہ واسم المکتوب الیہ و شہر تہما و اکتفی الثانی بان یشہد ہم انہ کتابہ و علیہ الفتوی، و یبطل الكتاب بموت الكاتب و عزله قبل القراءة و یجنون الكاتب و ردته و حده لقذف و عمائه، لخروجه عن الالهية و کذا بموت المکتوب الیہ لخروجه عن الالهية الا اذا عمم و لا یقبل کتاب القاضی من محکم بل من قاض مولی من قبل الامام¹ (ملخصاً)۔

درر و غرر میں ہے:

تحریر مقبول نہ ہوگی مگر دو مردوں کی گواہی یا ایک مرد اور خواتین کی گواہی کے بعد، کیونکہ تحریر میں مجلسازی ہو جاتی ہے اور تحریر دوسری تحریر کی مشابہ ہو سکتی ہے اسی طرح مہر دوسری مہر کے مشابہ ہو سکتی ہے لہذا حجت کلام کے بغیر تحریر کا ثبوت نہ ہوگا۔ (ت)	لا یقبلہ ایضاً الابشہادۃ رجلین او رجل و امرأتین لان الكتاب قد یزور الخ یشبہ الخط والخاتم یشبہ الخاتم فلا یثبت الابحجة تامة²۔

طریق پنجم: استفاضہ یعنی جس اسلامی شہر میں حاکم شرع قاضی اسلام ہو کہ احکام ہلال اُسی کے یہاں سے صادر ہوتے ہیں اور خود عالم اور ان احکام میں علم پر عامل و قائم یا کسی عالم دین محقق معتمد پر اعتماد کا ملترم و

¹ در مختار باب کتاب القاضی الی القاضی مطبع مجتبائی دہلی ۸۳/۲-۸۳

² درر و غرر، باب کتاب القاضی الی القاضی، مطبعہ احمد کاسل الکائنہ دار صادر بیروت، ۲/۱۳۳

ملازم ہے یا جہاں قاضی شرع نہیں تو مفتی اسلام مرجع عوام و متبع الاحکام ہو کہ احکام روزہ و عیدین اُسی کے فتوے سے نفاذ پاتے ہیں عوام کا لانعام بطور خود عید و رمضان نہیں ٹھہرا لیتے وہاں سے متعدد جماعتیں آئیں اور سب یک زبان اپنے علم سے خبر دیں کہ وہاں فلاں دن بر بنائے رویت روزہ ہوا یا عید کی گئی مجرد بازادی افواہ خبر اڑ گئی اور قائل کا پتا نہیں۔ پوچھتے تو یہی جواب ملتا ہے کہ سنا ہے یا لوگ کہتے ہیں، یا بہت پتا چلا تو کسی مجہول کا انتہا درجہ، منتہائے سند و ایک شخصوں کے محض حکایت کہ انہوں نے بیان کیا اور شدہ شائع ہو گئی، ایسی خبر ہر گز استفادہ نہیں بلکہ خود وہاں کی آئی ہوئی متعدد جماعتیں درکار ہیں جو بالاتفاق وہ خبر دیں، یہ خبر اگرچہ نہ خود اپنی رویت کی شہادت ہے نہ کسی شہادت پر شہادت، نہ بالتصریح قضائے قاضی پر شہادت نہ کتاب قاضی پر شہادت، مگر اس مستفیض خبر سے بالیقین یا بہ غلبہ ظن ملحق بالیقین وہاں رویت صوم و عید کا ہونا ثابت ہوگا اور جبکہ وہ شہر اسلامی اور احکام و حکام کی وہاں پابندی دوائی ہے تو ضرور مظنون ہوگا کہ امر بحکم واقع ہوا تو اس طریق سے قضائے قاضی کہ حجت شرعیہ ہے ثابت ہو جائیگی اور یہیں سے واضح ہوا کہ تاریک شہر جہاں نہ کوئی قاضی شرع نہ مفتی اسلام، یا مفتی ہے مگر نااہل جسے خود احکام شرع کی تمیز نہیں، جیسے آج کل کے بہت مدعیان خامکار، خصوصاً وہابیہ، خصوصاً غیر مقلدین و غیر ہم فجار، یا بعض سلیم الطبع سنی ناقص العلم نا تجربہ کار، یا مفتی محقق معتمد عالم مستند ہے مگر عوام خود سر، اس کے منتظر احکام نہیں، پیش خویش اپنے قیاسات فاسدہ پر جب چاہیں عید و رمضان قرار دے لیتے ہیں، ایسے شہروں کی شہرت بلکہ تواتر بھی اصلاً قابل قبول نہیں کہ اس سے کسی حجت شرعیہ کا ثبوت نہ ہوا، در مختار میں ہے :

دو گواہوں نے گواہی دی کہ فلاں شہر کے قاضی کے پاس چاند دیکھنے کی فلاں دو گواہوں نے گواہی دی ہے اور قاضی نے اس پر فیصلہ صادر فرمادیا ہے تو ان کی گواہی کی بنا پر یہ قاضی بھی فیصلہ دے سکتا ہے کیونکہ قاضی کی قضا حجت ہے اور اس پر وہ گواہ موجود ہیں البتہ اس صورت میں قاضی فیصلہ نہیں دے سکتا جب وہ صرف غیر رویت پر گواہی دیں کیونکہ یہ محض حکایت ہے، ہاں اگر خبر دوسرے شہر میں مشہور ہو جاتی ہو تو پھر صحیح مذہب کے مطابق ان پر روزہ لازم ہو جائے گا، مجتہبی وغیرہ (ملخصاً) (ت)

شہد وا انه شہد عند قاضی مصر کذا شاهد ان
بروئیتہ الهلال وقضی بہ. قضی القاضی بشہاً
دتہماً لان قضاء القاضی حجة وشہد وابہ. لالو
شہد وابرؤیة غیرہم لانه حکایة نعم لو
استفأض الخبر فی البلدة الاخری لزمہم علی
الصحیح من المذہب مجتہبی وغیرہ^۱ (ملخصاً)

ردالمحتار میں ہے :

¹ در مختار کتاب الصوم مطبع مجتہبی دہلی ۱۳۹۱ھ

یہ شہرت نہ تو قضاء قاضی پر شہادت ہے اور نہ ہی کسی اور شہادت پر، لیکن یہ خبر متواتر کے درجہ پر فائز ہے اور اس سے یہ ثابت ہوا ہے کہ فلاں شہر کے لوگوں نے اس دن روزہ رکھا تو اس پر عمل لازم ہوگا کیونکہ ہر شہر عادتاً حاکم شرعی سے خالی نہیں ہوتا تو اب ان کا روزہ ان کے حاکم شرعی کے حکم کی بنا پر ہی ہوگا گویا وہ شہرت حکم قاضی کا منقول ہونا ہے۔ الخ (ت)	هذه الاستفاضة ليس فيها شهادة على قضاء قاض ولا على شهادة لكن لما كانت بمنزلة الخبر المتواتر وقد ثبت بها ان اهل تلك البلدة صاموا يوم كذا لزم العمل بها لان البلدة لا تخلو عن حاكم شرعي عادة فلا بد من ان يكون صومهم مبنيا على حكم حاكمهم الشرعي فكانت تلك الاستفاضة بمعنى نقل الحكم المذكور الخ¹

اُسی میں ہے:

امام رحمہ نے فرمایا: شہرت کا معنی یہ ہے کہ اس شہر سے متعدد جماعتیں آئیں اور وہ تمام یہ اطلاع دیں کہ اس شہر میں لوگوں نے چاند دیکھ کر روزہ رکھا ہے محض ایسی افواہ سے نہیں جس کے پھیلانے والا معلوم نہ وہ، جیسا کہ اکثر ہوتا رہتا ہے کہ بہت سی خبریں شہر میں پھیل جاتی ہیں اور ان کے پھیلانے والا معلوم نہیں ہوتا، جیسا کہ حدیث میں ہے کہ آخری زمانے میں شیطان لوگوں کے درمیان آکر بیٹھے گا اور بات کرے گا لوگ اسے بیان کریں گے اور کہیں گے ہم نہیں جانتے یہ بات کس نے کہی، تو ایسی باتیں تو سننا ہی مناسب نہیں چہ جائیکہ ان سے حکم ثابت کیا جائے اھ قلت یہ کلام بہت اچھا ہے اور اسی کی طرف قول ذخیرہ کا اشارہ ہے کہ جب خبر مشہور اور ثابت ہو، کیونکہ ثبوت محض افواہ کی بنا پر نہیں ہوتا۔ (ت)	قال الر حمتی معنى الاستفاضة ان تأتى من تلك بلدة جماعات متعددون كل منهم يخبر عن اهل تلك البلدة انهم صاموا عن رؤية لا مجرد الشيوخ من غير علم بمن اشاعه كما قد تشيع اخبار يتحدث بها سائر اهل البلدة ولا يعلم من اشاعها كما ورد، ان في آخر الزمان يجلس الشيطان بين الجماعة ويتكلم بالكلمة فيتحدثون بها ويقولون لاندري من قالها فمثل هذا لا ينبغي ان يسمع فضلا من ان يثبت به حكم اه قلت وهو كلام حسن ويشير اليه قول الذخيرة اذا استفاض وتحقق فان التحقق لا يوجد مجرد الشيوخ²

¹ رد المحتار کتاب الصوم مصطفیٰ البابی مصر ۱۰۲/۲

² رد المحتار کتاب الصوم مصطفیٰ البابی مصر ۱۰۲/۲

تنبیہ الغافل والوسنان علی احکام ہلال رمضان میں ہے:

لما كانت الاستفاضة بمنزلة الخبر المتواتر وقد ثبت بها ان اهل تلك البلدة صامو ايوم كذا الزم العمل بها لان المراد بها بلدة فيها حاكم شرعي الخ ¹	جب چاند نظر آنے کی خبر، خبر متواتر کی طرح مشہور ہو، اور اس سے ثابت ہو جائے کہ فلاں شہر کے لوگوں نے چاند نظر آنے پر روزہ رکھا ہے تو ایسی خبر پر عمل لازم ہوگا کیونکہ اس سے وہ شہر مراد ہوگا جس میں حاکم شرعی ہوگا الخ (ت)

در بارہ استفاضة یہ تحقیق علامہ شامی کی ہے اور اس تقدیر پر وہ شرائط ضرور ہیں کہ صوم وعید رہنمائے حکم حاکم شرع عالم تبع احکام ہوا کرتا ہو، اور ایک صورت یہ بھی متصور کہ دوسرے شہر سے جماعات کثیرہ آئیں اور سب بالاتفاق بیان کریں کہ وہاں ہمارے سامنے لوگ اپنی آنکھ سے چاند دیکھنا بیان کرتے تھے جن کا بیان مورث یقین شرعی تھا ظاہر اس تقدیر پر وہاں کسی ایسے حاکم شرع کا ہونا ضرور نہیں کہ رویت فی نفسا حجت شرعیہ ہے۔

لقله صلى الله تعالى عليه وسلم صوم الرويته وافطر الرويته ²	حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ چاند دیکھنے پر روزہ رکھو اور چاند دیکھنے پر عید کرو۔ (ت)

جب جماعت تواتر، جماعت تواتر سے اُن کی رویت کی ناقل ہے تو رویت بالیقین ثابت ہوگئی اور شہادت کی حاجت نہ رہی کہ اثبات احکام میں تواتر بھی قائم مقام شہادت بلکہ اُس سے اقویٰ ہے کہ شہادت برخلاف تواتر آئے تو رد کردی جائے اور نفی پر تواتر مقبول ہے اور شہادت نامسموع۔ عالمگیر یہ میں محیط سے ہے:

ان وجد كلهم غير ثقات يعتمد على ذلك بتواتر الاخبار ³	اگر وہ تمام غیر ثقہ ہوں تب بھی تواتر خبر کی بنا پر اعتماد کیا جائے گا۔ (ت)

در مختار میں ہے: شهادة النفي المتواتر مقبولة⁴ (نفی متواتر کی گواہی مقبول ہے۔ ت) رد المختار میں ہے:

في النواذر الثاني شهدا عليه بقول او	نواذر میں امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ دو گواہوں نے

¹ تنبیہ الغافل والوسنان رسالہ من رسائل ابن عابدین الرسالة التاسعة سہیل اکیڈمی لاہور ۱۴۲۲ھ

² صحیح بخاری باب اذرا تیم الملل فصوصواقیہ بی کتب خانہ کراچی ۱۴۱۱ھ

³ فتاویٰ ہندیہ الباب الثانی عشر فی الجرح والتعدیل نورانی کتب خانہ پشاور ۱۳۹۳ھ

⁴ در مختار باب القبول وعدمہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۸۲ھ

کسی کے خلاف اس کے قول یا فعل پر گواہی دی تو مکان، وقت اور صفات کو بیان سے مدعا علیہ پر الزام ثابت ہو جائے گا۔ جب یہ گواہی اجارہ، بیع، کتاب، طلاق، عتاق، قتل اور قصاص سے متعلق ہو، اور اگر مشہود علیہ گواہ قائم کر کے ثابت کرے کہ اس دن وہ وہاں موجود نہ تھا تو پھر گواہی مقبول نہ ہوگی۔ لیکن محیط میں مسئلہ ۵۱ کے تحت کہا کہ اگر لوگوں سے متواتر ثابت ہو اور ہر کوئی جانتا ہو کہ یہ شخص اس وقت تک اس جگہ موجود نہ تھا تو اب دعوٰی قابل سماعت نہ ہوگا اور اسے بری الذمہ قرار دیا جائے گا ورنہ ثابت بالبداہت کی تکذیب لازم آئیگی (ت)	فعل، يلزم عليه بذلك اجرة او بيع او كتابة او طلاق او عتاق او قتل او قصاص في مكان او زمان او صفات فبرهن المشهود عليه انه لم يكن ثمة يومئذ لا تقبل لكن قال المحيط في الحادی والخمسین ان تواتر عند الناس وعلم الكل عدم كونه في ذلك المكان والزمان لا تسمع الدعوى ويقضى بفرأغ الذمة لانه يلزم تكذيب الثابت بالضرورة¹

عقود الدرر میں فتاویٰ صغیری سے ہے:

جب مشہور متواتر کے خلاف گواہ قائم ہوں تو انکی گواہی مقبول نہیں، مشہور متواتر وہ خبر ہے کہ اتنی کثیر قوم و کثیر لوگوں میں مشہور و مسموع ہو جن کا ٹھوٹا ہونا متصور نہ ہو سکتا ہو۔ (ت)	البينة اذا قامت على خلاف المشهور المتواتر لا تقبل وهوان يشتهر ويسمع من قوم كثير لا يتصور اجتماعهم على الكذب²

کلام علماء مثلاً قول مذکور در مختار کے: لو استفاض الخبر في البلدة الاخرى³ (اگر دوسرے شہر میں خبر مشہور ہو جائے۔ ت) اور قول ذخیرہ:

شمس الاثمة حلوائی نے کہا کہ ہمارے احناف کا صحیح مسلک یہ ہے کہ خبر مشہور متحقق ہو جائے تو اس شہر والوں پر بھی وہ حکم لازم ہو جاتا ہے۔ (ت)	قال شمس الاثمة الحلواني الصحيح من مذهب اصحابنا ان الخبر اذا استفاض وتحقق فيما بين اهل البلدة الاخرى يلزمهم حكم هذه البلدة اه⁴ وغير ذلك۔

¹ رد المختار باب القبول وعدمه مصطفیٰ البابی مصر ۳۳۱/۲

² العقود الدرر فی کتاب الشہادۃ و مطالبہ ارگ بازار قندھار ۳۶۱/۱

³ در مختار کتاب الصوم مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۹/۱

⁴ رد المختار بحوالہ الذخیرہ کتاب الصوم مصطفیٰ البابی مصر ۱۰۲/۲

بلاشبہ اس صورت کو بھی شامل، واللہ تعالیٰ اعلم باحکامہ۔

طریق ششم: اکمالِ عدت یعنی جب ایک مہینہ کے تیس ۳۰ دن کامل ہو جائیں تو ماہ متصل کا ہلال آپ ہی ثابت ہو جائیگا اگرچہ اس کے لیے رویت شہادت حکم استفاضہ وغیرہ کچھ نہ ہو کہ مہینہ تیس ۳۰ سے زائد کا نہ ہونا یقینی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

فان غم علیکم فاکملوا العدۃ ثلاثین۔ ^۱ رواہ الشیخان عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔	اگر مطلع ابراؤد ہو تو تیس ۳۰ کی تعداد مکمل کرو۔ اسے بخاری و مسلم نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔ (ت)

یہ طریقہ صفائی مطلع کی حالت میں کافی ہے اگرچہ ہلال نظر نہ آئے جبکہ گزشتہ ہلال رویت واضحہ یا دو گواہان عادل کی شہادت سے ثابت ہو لیا ہو، ہاں اگر ایک گواہ کی شہادت پر ہلال رمضان مان لیا اور اُس حساب سے تیس دن آج پورے ہو گئے اور اب مطلع روشن ہے اور عید کا چاند نظر نہیں آتا تو یہ اکمالِ عدت کافی نہ ہوگا بلکہ صبح ایک روزہ اور رکھیں کہ اگلے ہلال کا ثبوت حجت تامہ سے نہ تھا اور باوصف صفائی مطلع تیس کے بعد بھی چاند نظر نہ آنا صاف گواہ ہے کہ اس گواہ نے غلطی کی اور جبکہ وہ ہلال حجت تامہ دو گواہان عادل سے ثابت تھا تو آج بوصف صفائی مطلع نظر نہ آنا اس پر محمول ہوگا کہ ہلال بہت باریک ہے اور کوئی بخار قلیل المقدار خاص اُسی کے سامنے حاجب ہے جسے صفائی عامہ افق کے سبب نظر صفائی مطلع گمان کرتی ہے یا اس کے سوا کوئی اور مانع خفی خلاف معقاد ہے، ہاں اگر آج ابرا غبار ہے تو مطلقاً تیس پورے کر کے عید کر لیں گے اگرچہ ہلال رمضان ایک ہی شاہد کی شہادت سے مانا ہو کہ اب اس کی غلطی ظاہر نہ ہوئی۔ تنویر میں ہے:

بعد صوم ثلاثین بقول عدلین حل الفطر وبقول عدل لا۔ ^۲	دو عادل گواہوں کی بنا پر رمضان کے روزے تیس ہو جانے پر عید الفطر جائز ہے اور ایک عادل کی شہادت پر جائز نہیں (ت)

در مختار میں ہے:

نقل ابن الکمال عن الذخیرۃ انه ان غم هلال الفطر حل اتفاقاً الخ ^۳	ابن کمال نے ذخیرہ سے نقل کیا کہ اگر مطلع ابراؤد ہو تو عید بالاتفاق جائز الخ (ت)
وتامم تحقیقہ فی رد المحتار وما علقنا علیہ۔	اسکی تمام تفصیل رد المحتار اور اس پر ہمارے حاشیہ میں ہے (ت)

^۱ صحیح بخاری باب اذرا تیم اللہ فصول مواقدی کتب خانہ کراچی ۲۵۶/۱

^۲ تنویر الابصار مع در مختار کتاب الصوم مطبع مجتہبی دہلی ۱۳۹/۱

^۳ در مختار شرح تنویر الابصار، کتاب الصوم، مطبع مجتہبی دہلی ۱۳۹/۱

طریق ہفتم: علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے توپیں سننے کو بھی حوالی شہر کے دیہات والوں کے واسطے دلائل ثبوت ہلال سے گنا۔ ظاہر ہے کہ یہاں بھی وہی شرائط مشروط ہوں گے کہ اسلامی شہر میں حاکم شرع معتمد کے حکم سے انتیس کی شام کو توپوں کے فائر صرف بحالت ثبوت شرعی رؤیت ہلال ہوا کرتے ہوں کسی کے آنے جانے کی سلامی وغیرہ کا اصلاً احتمال نہ ہو ورنہ شہر اگرچہ اسلامی ہو مگر وہاں احکام شرعیہ کی قدر نہیں احکام نہال بے خرد یا نیچری رافضی وغیرہم بد مذہبوں کے حوالے ہیں جنہیں نہ قواعد شرعیہ معلوم نہ ان کے اتباع کی پروا، اپنی رائے ناقص میں جو آیا اس پر حکم لگادیا، توپیں چل گئیں، تو ایسی بے سروپا باتیں کیا قابل لحاظ ہو سکتی ہیں کمالا یحییٰ، پھر جہاں کی توپیں شرعاً قابل اعتماد ہوں ان پر عمل اہل دیہات ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ عند التحقیق خاص اس شہر والوں کو بھی ان پر اعتماد سے مفر نہیں کہ حاکم شرع کے حضور شہادتیں گزرنا اس کا ان پر حکم نافذ کرنا ہر شخص کہاں دیکھتا سنتا ہے حکم حاکم اسلام اعلان عام کے لیے ایسی ہی کوئی علامت معبودہ معروفہ قائم کی جاتی ہے جیسے توپوں کے فائر یا ڈھنڈورا وغیرہ۔

اقول: ہمیں سے ظاہر ہوا کہ ایسے اسلامی شہر میں منادی پر بھی عمل ہوگا حتیٰ کہ اس کی عدالت بھی شرط نہیں جبکہ معلوم ہو کہ بے حکم سلطانی ایسا اعلان نہیں ہو سکتا۔ عالمگیر یہ میں ہے :

خبر منادی السلطان مقبول عدلاکان او فاسقاً کذا فی جواہر الاخلاطی۔ ¹	سلطان کے منادی کی خبر مقبول ہوگی خواہ منادی عادل ہو یا فاسق، جیسا کہ جواہر اخلاطی میں ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قلت والظاهر انه يلزم اهل القرى الصوم بسماع المدافع اورؤية القناديل من المصر لانه علامة ظاهرة تفيد غلبة الظن وغلبة الظن حجة موجبة للعمل كما صرح به. واحتمال كون ذلك لغیر رمضان بعيد، اذ لا يفعل مثل ذلك عادة في ليلة الشك الا لثبوت رمضان۔ ²	قلت اور ظاہری یہی ہے کہ اہل دیہات پر شہر سے توپوں کی آواز اور قندیلوں کو دیکھنے سے روزہ لازم ہو جاتا ہے کیونکہ یہ علامت ظاہرہ ہے اس سے غلبہ ظن حاصل ہوتا ہے اور غلبہ ظن، عمل کا موجب ہوتا ہے جیسا کہ فقہانے اس پر تصریح کی ہے، اور یہ احتمال کہ یہ عمل رمضان کے علاوہ کسی کام کے لیے ہو بعید ہے کیونکہ شک کی رات یہ عمل ثبوت رمضان کے علاوہ کسی اور کام کے لیے عادت نہیں ہوتا۔ (ت)

¹ فتاویٰ ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الاول فی العمل بخبر واحد نوری کتب خانہ پشاور ۳۰۹/۵

² ردالمحتار، کتاب الصوم، مصطفیٰ البانی مصر ۹۹/۲

منہ الخالق میں ہے :

لم يذكر واعندنا العمل بالامارات الظاهرة الدالة على ثبوت الشهر كضرب المدافع في زماننا والظاهر وجوب العمل بها على من سبها ممن كان غائبا عن المصر كاهل القرى ونحوها كما يجب العمل بها على اهل المصر الذين لم يروا الحاكم قبل شهادة الشهود وقد ذكر هذا الفرع الشافعية فصرح ابن حجر في التحفة انه يثبت بالامارة الظاهرة الدالة التي لا تتخلف عادة كروية القناديل المعلقة بالبنابر ومخالفة جمع في ذلك غير صحيحة اه¹	علماء نے یہ ذکر نہیں کیا کہ ہمارے نزدیک امارات ظاہر مثلاً ہمارے دور میں توپوں کا چلنا جو ثبوتِ ماہ پر دال ہیں، پر عمل لازم ہے، اور ظاہر یہی ہے کہ اس پر شہر سے غائب، آواز سننے والے پر عمل واجب ہے مثلاً اہل دیہات وغیرہ پر جیسا کہ اس پر عمل کرنا ان اہل شہر کیلئے واجب ہے جنہوں نے گواہوں کی گواہی سے پہلے حاکم کو نہ دیکھا ہو، اور یہ جزئیہ شوافع نے بھی بیان کیا ہے ابن حجر نے تحفہ میں تصریح کی ہے کہ روزے کا ثبوت ان علاماتِ ظاہرہ سے ہو جاتا ہے جو عادتاً اس موقع پر معروف ہوں مثلاً مناروں پر معلق قنادیل روشن کا دیکھنا، اور کہا کہ ایک جماعت نے اس کی مخالفت کی ہے جو صحیح نہیں اھ (ت)

تنبیہ دربارہ ہلال غیر رمضان وشوال: جہاں دوسرے شہر کی رویت سے یہاں حکم ثابت کیا جائے جیسے دوم سے پنجم تک چار طریقوں میں اُن کے بارے میں علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی رائے یہ ہے کہ اگر وہ دوسرا شہر اس شہر سے اس قدر مغرب کو نہ ہٹا ہو جس کے باعث رویت ہلال میں اختلاف پڑ سکے جب تو وہ طریقے ہر ہلال میں کام دیں گے ورنہ غیر رمضان وشوال میں معتبر نہ ہوں گے یعنی اگر وہ شہر اس شہر سے اتنا غربی ہے جس کی مقدار بعض علماء نے یہ رکھی ہے کہ بہتر ۴۰ میل یا زیادہ اُس کا طول شرقی اس کے طول شرقی سے کم ہو اور وہاں کی رویت ہلال ذی الحجہ پر مثلاً شہادت یا شہادت علی الشہادت یا شہادت علی القضا گزری یا کتاب القاضی یا خبر متواتر آئی تو یہاں اس پر عمل نہ ہوگا بلکہ اپنے ہی شہر یا اس کے قریب مواضع یا شرقی بلاد سے اگرچہ کتنے ہی فاصلے پر ہوں ثبوت آنے پر مدار رکھیں گے، اور نہ ملاوتمیں کی گنتی پوری کریں گے۔ رد المحتار میں فرمایا:

يفهم من كلامهم في كتاب الحج ان اختلاف المطالع فيه معتبر فلا يلزمهم	کتاب الحج میں فقہاء کے کلام سے مفہوم ہے کہ حج میں اختلافِ مطالع کا اعتبار ہے لہذا ان حجاج پر

¹ منہ الخالق علی البحر الرائق، کتاب الصوم قبیل باب یفسد الصوم الخ، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۰۱۲ء

کوئی شئی لازم نہ ہوگی، اگر یہ ظاہر ہوا کہ فلاں شہر میں ایک دن پہلے چاند دیکھا گیا، کیا یہی بات غیر حجاج کے لیے قربانی کے بارے میں کہی جاسکتی ہے یا نہیں؟ میرے مطالعہ میں اس کا جواب نہیں آیا لیکن ظاہر یہی ہے کہ معتبر ہے کیونکہ روزہ میں اختلافِ مطالع کا اعتبار اس لیے نہیں کیا جاتا کہ اس کا تعلق مطلق رویت سے ہے بخلاف قربانی کے، اس میں ظاہر یہی ہے کہ یہ اوقاتِ نماز کی طرح ہے کہ ہر قوم پر اپنے اپنے وقت کے مطابق لازم ہوگی تو انکی تیرہویں کی قربانی کافی ہو جائے گی اگرچہ غیر کی رویت کے مطابق وہ چودھویں ہو۔ (ت)	شئى لو ظهر انه رؤى في بلدة اخرى قبلهم بيوم وهل يقال كذلك في حق الاضحية لغير الحجاج لم اره والظاهر نعم لان اختلاف المطالع انما لم يعتبر في الصوم لتعلقه بطلاق الرؤية وهذا بخلاف الاضحية فالظاهر انها كاوقات الصلوة يلزم كل قوم العمل بما عندهم فتجزئ الاضحية في اليوم الثالث عشرون كان على رؤيا غيرهم هو الرابع عشر¹

اقول: مگر صحیح اس کے خلاف ہے کلام علماء صاف مطلق و عام اور اس تخصیص میں بوجہ کلام،

رسالتآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حساب و کتاب کی اسقاط کی علت یہ بیان فرمائی کہ ہم اہل لوگ ہیں نہ لکھتے ہیں نہ حساب کرتے ہیں، جیسا کہ بخاری، مسلم، ابوداؤد اور نسائی وغیرہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے اور یہ علت تمام چاندوں کو شامل ہے اور یہ اگرچہ قیاس کے مخالف ہے لیکن دلالتِ الحاق سے مانع نہیں اگرچہ قیاساً مانع ہے جیسے کہ اس پر علماء نے تصریح کی ہے اور ان میں سے خود اس کتاب میں امام شامی نے بھی تصریح کی ہے، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ذی الحجہ کا چاند بعینہ فطر کے چاند کے مطابق ہے	فان رسول الله تعالى عليه وسلم علل اسقاط اعتبار الحساب، باننا امة امية لانكتب ولا نحسب۔ كما رواه الشيخان وابوداؤد والنسائي وغيرهم عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما، وهذه العلة تعم الاهلة وهذا وان كان خلاف القياس فلا يمتنع اللاحق به دلالة وان امتنع قياساً كما قد نص عليه العلماء ومنهم العلامة الشامي في نفس هذا الكتاب، ولا شك ان ذا الحجة كالفطر سواء بسواء،

¹ رد المحتار کتاب الصوم مصطفیٰ البابی مصر ۱۰۵۲

² صحیح بخاری باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا نكتب ولا نحسب قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۵۶۱، سنن ابی داؤد اول کتاب الصیام مطبع مجتبائی لاہور

کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کافرمان ہے کہ فطر کا دن وہی ہے جس دن لوگوں نے افطار کیا اور قربانی اسی دن ہے جس دن لوگوں نے قربانی دی۔ ترمذی نے اسے صحیح سند کے ساتھ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے۔ اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ بھی فرمان ہے تمہاری فطر کا دن وہ ہے جس میں تم افطار کرو، اور تمہاری اصْحٰی کا دن وہ ہے جس میں تم قربانی کرو۔ اسے ابوداؤد اور بیہقی نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے (ت)

ثُمَّ اقول: (پھر میں کہتا ہوں) یہ تمام کلام اس صورت میں ہے جب یہ تسلیم ہو کہ رویت پر مدار صرف صوم اور فطر کے بارے میں وارد ہے حالانکہ ایسی بات نہیں بلکہ اسی طرح ثبوت تو قربانی میں بھی ہے، امام ابوداؤد اور دارقطنی نے امیر مکہ حضرت حارث بن حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس بارے میں یہ عہد لیا تھا کہ ہم چاند دیکھنے کی بناء پر قربانی کریں اور اگر ہم چاند نہ دیکھ سکیں اور دو عادل آدمی گواہی دے دیں تو ان کی شہادت کی بناء پر قربانی کریں۔ دارقطنی نے فرمایا اسکی سند متصل اور صحیح ہے

وقد قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم الفطر يوم يفطر الناس والا ضحى يوم يضحى الناس،¹ اخرجه الترمذى بسند صحيح عن ام المؤمنين الصديقه رضى الله تعالى عنها وقال صلى الله تعالى عليه وسلم فطر كم يوم يفطرون و اضحاكم يوم تضحون،² رواه ابوداؤد و البيهقى بسند صحيح عن ابى هريرة رضى الله تعالى عنه۔

ثُمَّ اقول: هذا كله كلام معه على تسليم ان النوط بالرؤية انما ورد فى الصوم والفطر وليس كذلك بل قد ثبت كذلك فى الاضحية فقد اخرج ابوداؤد والدارقطنى عن امير مكة الحارث بن حاطب رضى الله تعالى عنه قال عهد الينا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ان ننسك للرؤية فان لم نره وشهد شاهد اعدل نسكنا بشهادتهما³ قال الدارقطنى هذا اسناد متصل صحيح⁴ فانقطع مبنى

¹ الجامع للترمذى، باب ما جاء فى الفطر والا ضحى متى يكون، امين كمپنى كتب خانہ رشیدیہ دہلی، ۹۹/۱

² سنن ابی داؤد کتاب الصیام باب اذا اخطأ القوم الملل مطبع مجتبائی لاہور ۳۱۸/۱

³ سنن الدارقطنی باب الشہادت علی رؤیة الملل نشر السنۃ ملتان ۱۶۷/۲

⁴ سنن الدارقطنی باب الشہادت علی رؤیة الملل نشر السنۃ ملتان ۱۶۷/۲

تو بحث کی بنیاد ہی ختم ہو گئی اور حق واضح ہو گیا واللہ الحمد، رہا معاملہ مسئلہ حج سے استدلال، تو میں کہتا ہوں کہ اس میں کوئی دلیل نہیں کیونکہ میرے خیال کے مطابق حج کا مسئلہ دفع حرج عظیم پر مبنی ہے اور اس کی نظیر تنویر اور در میں ہے کہ اگر واضح ہو گیا کہ امام نے بغیر طہارت کے نماز پڑھائی تو نماز لوٹائی جائے گی نہ کہ قربانی، کیونکہ بعض علماء نے یہ فرمایا کہ نماز کا صرف امام ہی اعادہ کرے، تو اب یہ مسئلہ اجتہادی قرار پایا، زیلی۔ جیسا کہ گواہوں نے گواہی دی کہ یہ عید کا دن ہے تو لوگوں نے نماز پڑھی پھر قربانی دی، بعد میں واضح ہوا کہ یہ عرفہ کا دن تھا تو ان کی نماز اور قربانی جائز قرار دی جائے کیونکہ ایسی غلطی سے بچنا ممکن نہیں تو مسلمانوں کے اجتماع کے تحفظ کے پیش نظر جواز کا حکم ہی لگایا جائے گا زیلی اھ ملخصاً مصححاً، بحمد اللہ پھر میں نے اللباب اور اس کی شرح بلکہ خود شرح در مختار کے مسئلہ سے متعلق در مختار میں تصریح دیکھی کہ اگر گواہوں نے وقوف عرفہ کے بعد گواہی دی کہ یہ وقوف وقت کے بعد ہوا ہے تو یہ گواہی مقبول نہ ہوگی اور حاجیوں کا وقوف استحساناً صحیح ہوگا یہاں تک کہ گواہوں کا وقوف بھی صحیح ہوگا ورنہ حرج شدید لازم آئے گا الخ تو اب حق ظاہر ہو گیا والحمد للہ رب العالمین۔

البحث من راسه واستبان الحق والله الحمد اماماً تمسك به من مسئلة الحج فاقول لاحجة فيها فانها فيما ارى لدفع الحرج العظيم ونظيره ما في التنوير والدر، تبين ان الامام صلى بغير طهارة تعاد الصلوة دون الاضحية لان من العلماء من قال لا يعيد الصلوة الا الامام وحده فكان للاجتهاد فيه مسأغ زيلعي، كما لو شهدوا انه يوم العيد فصلوا اثم ضحوا ثم بان انه يوم عرفة اجز اُتهم الصلوة والتضحية لانه لا يمكن التحرز عن مثل هذا الخطاء فيحكم بالجواز صيانة لجمع المسلمين زيلعي اه¹ ملخصاً مصححاً، ثم رأيت بحمد الله التصريح به في اللباب وشرحه بل في نفس الشرح المتعلق به الدر المختار حيث قال شهد وابعده الوقوف بوقوفهم بعد وقته، لا تقبل شهادتهم والوقوف صحيح استحساناً حتى الشهود للحرج الشديد الخ² فقد ظهر الحق والحمد للہ رب العالمین۔

غرض ثبوت ہلال کے شرعی طریقے یہ ہیں، ان کے سوا جس قدر طرق لوگوں نے ایجاد کئے محض باطل و منحزل و ناقابل قبول ہیں، خیالات عوام کا حصر کیا ہو مگر آج کل جہال میں غلط طریقے جو زیادہ رائج ہیں وہ بھی

¹ در مختار کتاب الاضحية مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۳۲

² در مختار باب الہدی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۳

سات عین:

یکم حکایتِ رؤیت: یعنی کچھ لوگ کہیں سے آئے اور خبر دی کہ وہاں فلاں دن چاند دیکھا گیا وہاں کے حساب سے آج تاریخ یہ ہے ظاہر ہے کہ یہ نہ شہادتِ رؤیت ہے کہ انہوں نے خود نہ دیکھا، نہ شہادتِ علی الشہادت کہ دیکھنے والے ان کے سامنے گواہی دیتے اور انہیں اپنی گواہیوں کا حامل بناتے اور یہ حسبِ قواعدِ شرعیہ یہاں شہادت دیتے بلکہ مجرد حکایت جس کا شرع میں اصلاً اعتبار نہیں اگرچہ یہ لوگ بھی ثقہ معتمد ہوں اور جن کا دیکھنا بیان کریں وہ بھی ثقہ مستند ہوں نہ کہ جہال، جہال میں تو یہ رائج ہے کہ کوئی آئے، کیسا ہی آئے، کسی کے دیکھنے کی خبر لائے اگرچہ خود اُس کا نام بھی نہ بتائے بلکہ سرے سے اُس سے واقف ہی نہ ہو، ایسی مہمل خبروں پر اعتماد کر لیتے ہیں۔ فتح القدیر و بحر الرائق و عالمگیریہ وغیرہ میں ہے:

لو شهد جماعة ان اهل بلدة كذا أو اهل رمضان قبلکم بیوم فصاموا هذا اليوم ثلثون بحسابهم ولم يرهؤلاء الهلال لا يباح فطر غد ولا تترويح في هذه الليلة لانهم لم يشهدوا بالرؤية ولا على شهادة غيرهم وانما حكاو رؤية غيرهم ¹	اگر کسی جماعت نے گواہی دی کہ فلاں شہر کے لوگوں نے تم سے ایک دن پہلے چاند دیکھا اور انہوں نے روزہ رکھا ہے اور یہ دن اُن کے حساب سے تیسواں بنتا ہو اور ان لوگوں نے چاند نہیں دیکھا تھا تو ان کے لیے آئندہ دن افطار کی اجازت نہیں اور نہ یہ اس رات تراویح چھوڑ سکتے ہیں کیونکہ گواہوں نے نہ تو رؤیت پر گواہی دی اور نہ غیر کی رؤیت پر شہادت دی بلکہ انہوں نے رؤیت غیر کی حکایت کی ہے (ت)

دوم افواہ: شہر میں خبر اُڑ جاتی ہے کہ فلاں جگہ چاند ہوا، جاہل اسے تواتر و استفاضہ سمجھ لیتے ہیں حالانکہ جس سے پوچھے سُنی ہوئی کہتا ہے، ٹھیک پتا کوئی نہیں دیتا، یا منتہائے سند صرف دو ایک شخص ہوتے ہیں اسے استفاضہ سمجھ لینا محض جہالت ہے، اُس کی صورتیں وہ ہیں جو ہم نے طریقِ پنجم میں ذکر کیں۔ منحۃ الخالق حاشیہ بحر الرائق میں ہے:

اعلم ان الامر بالاستفاضة تواتر الخبر من الواردين من بلدة الثبوت الى بلدة التي لم يثبت بها، لا مجرد الاستفاضة لانها قد تكون مبينة على اخبار رجل واحد مثلاً فيشيع الخبر عنه ولا شك ان هذا	واضح ہو کہ شہرت سے مراد چاند ہونے والے شہر سے دوسرے شہر میں آنے والے لوگوں کی خبر کا تواتر ہے محض شہرت کافی نہیں کیونکہ بعض اوقات کسی ایک آدمی کی خبر کی بناء پر مشہور ہو جاتا ہے اور یہ بلاشبہ کافی نہ ہوگی کیونکہ فقہاء کا قول یہ ہے کہ

¹ فتاویٰ ہندیہ الباب الثانی فی رؤیۃ الدلال نورانی مکتب خانہ پشاور ۱۹۹۱ء، بحر الرائق کتاب الصوم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۰۰۲ء

لا یکنی بدلیل قولہم اذا استفاض الخبر وتحقق فان التحقق لا یكون الا بما ذکرنا۔ ¹	جب خبر مشہور اور متحقق ہو کیونکہ تحقیق مذکورہ بات کے علاوہ ہو ہی نہیں سکتا۔ (ت)

قیر کو بارہا تحریر ہوا کہ ایسی شہرتیں محض بے سرو پائکتی ہیں اسی ذی الحجہ میں خبر شائع ہوئی کہ آنولے میں چاند ہوا ہے وہاں عامل لوگوں نے دیکھا اور فقیر کے ایک دوست کا خاص نام بھی لیا گیا، وہ آئے اور خود اپنی رویت اور وہاں سب کا دیکھنا بیان کرتے تھے، فقیر نے اُن کے پاس ایک معتمد کو بھیجا وہاں سے جواب ملا کہ یہاں ابر غلیظ تھا نہ میں نے دیکھا نہ کسی اور نے دیکھا، پھر خبر اُڑی کہ شاہجہان پور میں تو ایک ایک شخص نے دیکھا فقیر نے وہاں بھی ایک معتمد ثقہ کو اپنے ایک دوست عالم کے پاس بھیجا انہوں نے فرمایا اس کا حال میں آپ کو مشاہدہ کرائے دیتا ہوں، اُن کا ہاتھ پکڑ کر شہر میں گشت کیا، دروازہ دروازہ دریافت کرتے پھرتے عید کب ہے، کہا جمعہ کی، کہا کیا چاند دیکھا، کہا کہ دیکھا تو نہیں، کہا پھر کیوں؟ اس کا جواب کچھ نہ تھا، شہر بھر سے یہی جواب ملا، صرف ایک شخص نے کہا میں نے منگل کو چاند دیکھا تھا اور میرے ساتھ فلاں فلاں صاحب نے بھی۔ اب یہ عالم مع اُن معتمد کے دوسرے صاحب کے پاس گئے اُن سے دریافت کیا، کہا وہ غلط کہتا تھا، اور خود ان دونوں صاحبوں کے ساتھ اُن گواہ صاحب کے پاس آئے، اب یہ بھی پلٹ گئے کہ ہاں کچھ یاد نہیں۔ پھر خبر گرم ہوئی کہ رامپور میں چاند دیکھا گیا اور جمعہ کی عید قرار پائی، فقیر نے دو ثقہ شخصوں کو وہاں کے دو علمائے کرام اپنے احباب کے آپس بھیجا معلوم ہوا وہاں بھی ابر تھا کسی نے بھی نہ دیکھا، اس بارے میں اتنا معلوم ہوا کہ وہاں دو شخص دہلی سے دیکھ کر آئے ہیں، ان علماء نے ان دو شاہدوں کو بلا کر ان دو اثقات کے سامنے شہادت دلوائی اور جو الفاظ فقیر نے انہیں لکھوادئے تھے وہ ان سے کہلو کر ان کو تحمیل شہادت کرائی اور دونوں عالم صاحبوں نے خود ان دونوں شہود اصل کا تزکیہ کیا، اب ان دونوں فرع نے یہاں آ کر شہادت علی الشہادت حسب قاعدہ شریعہ دی اُس وقت فقیر نے عید کا فتویٰ دیا، دیکھئے افواہ اخبار کی یہ حالت ہوتی ہے، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

سوم خطوط و اخبار: بڑی دوڑیہ ہوتی ہے کہ فلاں جگہ سے خط آیا، فلاں اخبار میں یہ لکھا پایا، حالانکہ ہم طریق چہارم میں بیان کر چکے کہ حاکم شرع کا خاص مہمری دستخطی خط جس پر خود اس کی اور محکمہ دارالقضا کی مہر لگی اور اُس کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہو، اور یہاں بھی حاکم شرع کے نام آئے، ہر گز بغیر دو شاہدوں عادل کے جنہیں لکھ کر اپنی کتاب کا گواہ بنا کر خط سپرد کیا اور یہاں اُنہوں نے حاکم شرع کو دے کر شہادت ادا کی ہو، مقبول نہیں، پھر یہ ڈاک کے پرچے کیا قابل الثقات ہو سکتے ہیں، اور اخبار گئیں تو اصلًا نام لینے کے بھی قابل نہیں۔ در مختار میں ہے: لا یعمل بالخط² (خط پر عمل

¹ منہجہ التالیق حاشیہ بحر الرئق کتاب الصوم قبیل باب ما یفسد الصوم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۷۰/۲

² در مختار، باب کتاب القاضی الی القاضی، مطبع مجتبائی دہلی۔ ۸۳/۲

نہیں کیا جائے گا۔ ت) ہدایہ میں ہے: الخط يشبه الخط فلم يحصل العلم¹ (تحریر، دوسری تحریر کے مشابہ ہو سکتی ہے تو علم قطعی حاصل نہ ہوا۔ ت)

چہارم تار: یہ خط سے بھی زیادہ بے اعتبار، خط میں کاتب کے ہاتھ کی علامت تو ہوتی ہے، یہاں اُس قدر بھی نہیں، تو اس پر عمل کو کون کہے گا مگر اجہل سا اجہل جسے علم کے نام سے بھی مَس نہیں، فقیر نے اس کے رد میں ایک مفصل فتویٰ لکھا اور بحمد اللہ تعالیٰ اس پر ہندوستان کے بکثرت علماء نے مُسریں کیں کلکتے میں چھپ کر شائع ہوا تھا، گنگوہی مٹانے اپنے ایک فتویٰ میں تار کی خبر اسباب میں معتبر ٹھہرائی اور اُسے تحریر خط پر قیاس کیا تھا کہ تار کی خبر مثل تحریر خط کے ہے کیونکہ تحریر میں حروف اصطلاحی ہیں جس سے مطلب معلوم ہو جاتا ہے خواہ بحرکتِ قلم پیدا ہوں خواہ کسی لاٹھی یا بانس طویل کی حرکت سے (الی قولہ) بہر حال خبر تار کی مثل خط ہے اور معتبر ہے، یعنی خط میں قلم سے لکھتے ہیں تار دینا ایسا ہے کہ کسی بڑے بانس سے جو ہزاروں کوس تک لمبا ہے لکھ دیا تو جیسے وہ معتبر ہے ویسے ہی یہ، بلکہ یہ تو زیادہ معتبر ہونا چاہئے کہ وہاں چھوٹا سا قلم ہے اور یہاں اتنا بڑا بانس، تو اعتبار بھی اسی نسبت پر بڑھنا چاہئے، شملہ بہ مقدار قلم، قیاس تو اچھا دوڑا تھا مگر افسوس کہ شرعاً محض مردود و ناکام رہا۔ اوّل: خط و تار میں جو فرق ہیں ہم نے اپنے فتویٰ مفصلہ میں ذکر کئے جو اس قیاس کو ازینج برکنہ کرتے اور ان سے قطع نظر بھی کیجئے تو بحکم شرع خط ہی پر عمل حرام، پھر اس بانس کے قیاس کا کیا کام، حکم مقیس علیہ میں باطل ہے تو مقیس آپ ہی عاری و عاقل ہے، مولوی صاحب لکھنوی نے اپنے فتاویٰ میں خط و تار کو بے اعتبار ہی ٹھہرایا اور اس حکم میں حق کی موافقت کی مگر یہ کہنا ہر گز صحیح نہیں کہ خبر تار یا خط بدرجہ کثرت پہنچ جائے تو اس پر عمل ہو سکتا ہے، اسے استفاضہ میں داخل سمجھنا صریح غلط، استفاضے کے معنی جو علماء نے بیان فرمائے تھے وہ تھے کہ طریق پنجم میں مذکور ہوئے، متعدد جماعتوں کا آنا اور یک زبان بیان کرنا چاہئے، یہاں اگر متعدد جگہ سے خط یا تار آئے بھی تو اوّل وہاں وجہ ناجوازی سے جنہیں ہم نے اس فتویٰ میں مفصلاً ذکر کیا ہر گز بیان مقبول کے سلسلے میں نہیں آسکتے، ڈاک کے منشی، تار کے بابو، چٹھی رساں اکثر کفار یا عموماً مجاہل یا فاسق فجار ہوتے ہیں، اور بفرضِ باطل آئیں بھی تو یہ تعدد مجر عنہ میں ہوا نہ کہ مجرین میں کہ یہاں تار لینے والے بابو اگر مسلمان ثقہ ہوں بھی تو ہر گز اتنی جماعتِ متعددہ نہ ہوں گی جن کی اخبار پر یقین شرعی حاصل ہو بلکہ عامہ بلاد میں صرف دو ایک ہی تار گھر ہوتے اور صدر ڈاک خانہ تو ایک ہی ہوتا ہے اگرچہ بڑے شہر میں تقسیم کے لیے دو چار برانچ اور بھی ہوں، بہر حال یہ خط یا تار ہم کو تو معدود ہی شخصوں کے ذریعہ سے ملیں گے پھر استفاضے سے کیا علاقہ ہوا، کیا اگرزید آ کر کہہ دے کہ فلاں جگہ لاکھ آدمیوں نے چاند دیکھا تو یہ خبر مستفیض

¹ ہدایہ باب کتاب القاضی الی القاضی مطبع یوسفی لکھنؤ ۱۳۹/۱۳

کھائے گے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔

پنجم جنتیوں کا بیان: کہ فلاں دن پہلی ہے، اول بعض علمائے شافعیہ و بعض معتزلہ و غیر ہم کا خیال اس طرف گیا تھا کہ مسلمان عادل منجموں کا قول اس بارے میں معتبر ہو سکتا ہے اور بعض نے قید لگائی تھی کہ جب اُن کی ایک جماعت کثیر یک زبان بیان کرے کہ فلاں مہینے کی یکم فلاں روز ہے تو مقبول ہونے کے قابل ہے اگرچہ واجب العمل کسی کے نزدیک نہیں، مگر ہمارے ائمہ کرام اور جمہور محققین اعلام اسے اصلاً تسلیم نہیں فرماتے اور اس پر عمل جائز ہی نہیں رکھتے اور یہی حق ہے کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحیح حدیث میں یہاں قول منجمین سے قطع نظر و عدم لحاظ کی تصریح فرما چکے، پھر اب اُس پر عمل کا کیا محل۔ در مختار میں ہے:

لا عبرة بقول الموقتین ولو عدوا علی المذہب۔ ¹	صحیح مذہب کے مطابق اہل توقیت کا قول معتبر نہیں اگرچہ وہ عادل ہو۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

بل فی المعراج لا یعتبر قولہم بالاجماع ولا یجوز للمنجم ان یعمل بحساب نفسه۔ ²	بلکہ معراج میں ہے کہ اہل توقیت کا قول بالاجماع معتبر نہیں اور منجمین کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے حساب پر عمل پیرا ہوں (ت)

جب منجمین مسلمین ثقات عدول کے بیان کا یہ حال تو آجکل کی جنتیوں جو عموماً ہنود و غیر ہم کفار شائع کرتے ہیں یا بعض نیچری نام کے مسلمان یا بعض مسلمان بھی، تو وہ بھی انہی ہندوانی جنتیوں کی پیروی سے، کیا قابلِ التفات ہو سکتی ہیں؟ فقیر نے بیس برس سے بڑی بڑی نامی جنتیاں دیکھیں، اول مصرانی ہیئت ہی ناقص و مختل ہے پھر ان جنتی سازوں کو اس کی بھی پوری تمیز نہیں، تقویٰ مات کو اکب میں وہ وہ سخت فاحش غلطیاں دیکھنے میں آئیں جن میں کوئی سمجھ دار بچہ بھی نہ پڑتا پھر یہ کیا اور ان کی جنتی کیا، اور ان کی دوج اور پروا کی کسے پروا!

ششم قیاسات و قرائن: مثلاً چاند بڑا تھا روشن تھا دیر تک رہا تو ضرور کل کا تھا، آج بیٹھ کر نکلا تو ضرور پندرہویں ہے، اٹھائیسویں کو نظر آیا تھا مہینہ تیس کا ہوگا، اٹھائیسویں کو بہت دیکھا نظر نہ آیا مہینہ انتیس کا ہوگا۔ یہ قیاسات تو حسابات کی وقعت بھی نہیں رکھتے، پھر ان پر عمل محض جہل و زلل۔ حدیث میں ہے حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

¹ در مختار کتاب الصوم مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۸۱ھ

² ردالمحتار کتاب الصوم مصطفیٰ البابی مصر ۱۰۰۲ھ

من اقتراب الساعة انتفاخ الالهة^۱ رواه الطبرانی فی الکبیر عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔	قرب قیامت کی علامات سے ہے کہ ہلال بھولے ہوتے نکلیں گے۔ یعنی دیکھنے میں بڑے معلوم ہوں گے۔ (اسے طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

دوسری حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اقتراب الساعة ان یری الهلال قبلا ویقال هو لیلیتین^۲ رواه فی الاوسط عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔	علامات قیامت سے ہے کہ چاند بے تکلف نظر آئے گا کہا جائیگا دو رات کا ہے (اسے طبرانی نے اوسط میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

صحیح مسلم شریف میں ابوالبحرئ سعید بن فیروز سے ہے:

قال خرجنا للعمرة فلما نزلنا ببطن نخلة قال تراءینا الهلال فقال بعض القوم هو ابن ثلاث وقال بعض القوم هو ابن لیلیتین فقال ای لیلۃ رأیتموه قال قلنا لیلۃ کذا وکذا، فقال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مده للرؤیۃ فهو للیلۃ رأیتموه^۳۔	ہم عمرے کو چلے جب بطن نخعہ میں اترے ہلال دیکھا، کوئی بولا تین رات کا ہے، کسی نے کہا دو رات کا، عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ملے اُن سے عرض کی کہ ہم نے ہلال دیکھا، کوئی کہتا ہے تین شب کا مدار ہے کوئی دو شب کا۔ فرمایا: تم نے کس رات دیکھا؟ ہم نے کہا فلاں شب۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کا مدار رویت پر رکھا ہے تو وہ اسی رات کا ہے جس رات نظر آیا۔

ہفت کچھ استقرائی کچھ اختراعی قاعدے: مثلاً رجب کی چوتھی رمضان کی پہلی ہوگی۔ رمضان کی پہلی ذی الحجہ کی دسویں ہوگی۔ اگلے رمضان کی پانچویں اس رمضان کی پہلی ہوگی۔ چار مہینے برابر تیس تیس کے ہو چکے ہیں یہ ضرور انتیس کا، تین پے درپے انتیس کے ہوئے ہیں یہ ضرور تیس کا ہوگا۔ ان کا جواب اسی قدر میں ہے: مَا أَنْزَلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ^۴ (حق سبحانہ نے ان باتوں پر کوئی دلیل نہ اتاری۔) وجہ امام کردری میں ہے:

^۱ المعجم الکبیر للطبرانی حدیث ۱۱۰۴۵۱ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۲۴۴/۱۰

^۲ کنز العمال بحوالہ طبرانی اوسط، حدیث ۳۸۴۷۰۔ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۲۲۰/۱۴

^۳ صحیح مسلم باب بیان انہ لا اعتبار بکبرہ الملال وصغره قدیمی کتب خانہ کراچی ۳۴۸/۱

^۴ القرآن ۴۰/۱۲

رمضان کا مہینہ جمعرات کو شروع ہوا تو یوم خمیس کو قربانی جائز نہ ہوگی جب تک اس بات کا ثبوت نہ ہو جائے کہ یہ قربانی کا دن ہے، اور جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ روزے کا پہلا دن عید کا دن ہوتا ہے، یہ شریعت کا قاعدہ کلیہ نہیں بلکہ اس سال اتفاقاً ایسا ہو جانے کا بیان ہے۔ اسی طرح جو رجب کا چوتھا دن ہے لازم نہیں وہ رمضان کا پہلا دن ہو یا کبھی ایسا اتفاقاً ہو جاتا ہے (ت)	شهر رمضان جاء يوم الخميس لا يضحى ايضاً في يوم الخميس ما لم يتحقق انه يوم النحر، وما نقل عن علي رضي الله تعالى عنه ان يوم اول الصوم يوم النحر ليس بتشريع كلى بل اخبار عن اتفاق في هذه السنة وكذا ما هو الرابع من رجب لا يلزم ان يكون غرة رمضان بل قد يتفق -¹

خزانہ المفتین میں فتاویٰ کبریٰ سے ہے:

یہ جو مروی ہے کہ تمہاری عید کا دن تمہارے روزے کا دن ہے، یہ ہمیشہ کے لیے نہیں بلکہ معین سال میں ایسا واقعہ ہوا تھا کیونکہ رمضان کے پہلے دن سے لے کر ذوالحجہ کے پہلے دن تک تین ماہ ہوتے تو یوم نحر اور یوم صوم میں موافقت نہیں ہو سکتی مگر اس صورت میں کہ جب ان تین ماہ میں سے دو کامل ہوں اور ایک ناقص، اب اگر تینوں ماہ کامل ہوتے ہیں تو اس سے تاخیر ہوگا اور اگر تین یا دو ناقص ہو جاتے ہیں تو پھر اس پر تقدم ہوگا لہذا اس پر اعتماد درست نہیں۔ (ت)	ما يروى ان يوم نحر كم يوم صومكم كان وقع ذلك العام بعينه دون الابدلان من اول يوم رمضان الى غرة ذى الحجة ثلاثة اشهر فلا يوافق يوم النحر يوم الصوم الا ان يتم شهر ان من الثلاثة وينقص الواحد فاذا تمت الشهور الثلاثة تتأخر عنه واذا انقصت الشهور الثلاثة او شهران تقدم عليه فلا يصح الاعتماد على هذا -²

یہ کلام اجمالی بقدر کفایت ہے اور ان احکام کی تفصیل تام رسائل و مسائل فقیر میں ہے وبالله التوفیق، واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۳ صفر المظفر ۱۳۳۲ھ

از پبلی بھیت مسئولہ عبدالجلیل سوداگر

مسئلہ ۲۰۴:

جناب مولانا صاحب مکرم دام اکرام بعد ہدیہ سلام سنت الاسلام کے گزارش یہ ہے کہ اس مرتبہ

¹ فتاویٰ بزازیہ علی حاشیہ فتاویٰ ہندیہ کتاب الصوم الفصل الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۹۲/۴

² خزانہ المفتین، کتاب الصوم، قلمی نسخہ، ۶۰/۱

رمضان المبارک کے چاند میں اختلاف ہو کر عید الفطر میں اکثر اتفاق ہو گیا ہے، چنانچہ بریلی میں بھی جمعہ کی عید ہوئی، سنا گیا ہے کہ آپ نے پنجشنبہ کی شام کو بعد مغرب ارشاد فرمایا تھا کہ چونکہ آج ۳۰ رمضان المبارک ہے اس وجہ سے ہم تراویح نہیں پڑھیں گے اور کل سے بروز جمعہ روزہ نہیں رکھیں گے لیکن دوسروں کو حکم نہیں دیتے ہیں، بعد کو شہادتوں سے چاند رمضان کا منگل کے دن ثابت ہو کر پنجشنبہ کو ۳۰ رمضان قرار پائی اور جمعہ کو عید ہوئی، کارڈ ثانی پر جلد تحریر فرمائیے کہ آپ کا یقین مردوں کی باتوں پر تھا یا ذریعہ اطمینان کوئی اور تھا اور شہادتیں مصر سے آئے ہوئے لوگوں کی ہیں یا ہندوستان سے کس مقام سے تحقیق ہو اس لیے تصدیق کیا جاتا ہے کہ آئندہ کو کام آئے۔ بینو اتوجروا

الجواب:

یہاں نہ منگل کو ہلال رمضان دکھائی دیا نہ پنجشنبہ کو ہلال عید، لہذا اور بہت گہرا، شب جمعہ میں میں نے تراویح پڑھیں اور صبح روزہ کی نیت کی تھی کہ دفعۃً مصر سے کچھ لوگوں کے آنے کی خبر سُنی جنہوں نے وہاں ہلال رمضان منگل کی شام کو دیکھا تھا وہ بھلائے گئے اور اُنہوں نے شہادتیں دیں اور پوری تنفیج کی گئی اور رات کے ایک بجے صبح عید کا حکم دیا گیا اور اُسی وقت سے شہر و شہر کُسنہ و اطراف شہر میں اعلان کیا گیا میوے یہاں جمعہ کی عید ہوئی ورنہ انو امیں تو پہلے سے سُنی جاتی تھیں جن پر حکم نہیں ہو سکتا تھا، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۰۵: از منڈی افریقہ مسئلہ حاجی عبد اللہ حاجی یعقوب ۲۴ محرم ۱۳۳۱ھ

منڈی شہر میں سب آدمی مذہب شافعی ہیں اور حنفی مذہب والے ہم چند آدمی ہیں، اب یہاں پر روزے ۲۹ ہوئے، ۳۰ کی رات کو لہر بہت ہونے کے سبب سے چاند دیکھنے میں نہیں آیا لیکن بعد نماز مغرب کے تین شہروں سے ٹیلی گراف آئے کہ ہم نے چاند دیکھا ہے شوال کا، اور کل عید ہے، لیکن یہاں کے قاضی صاحب نے ٹیلی گراف کی خبر کو قبول نہ کیا اور تراویح کی نماز پڑھی اور پڑھائی اور روزہ بھی سب سے رکھایا، لیکن جب سورج طلوع ہوا، بعد دو ساعت کے منڈی شہر کے آس پاس کے باغیچوں سے آدمی آئے اُنہوں نے گواہی دی کہ ہم نے چاند دیکھا، تب قاضی صاحب نے شاہدوں سے گواہی لے کر روزہ کھولنے کا حکم دیا، تب تمام آدمیوں نے روزہ توڑ دیا اور خود بھی قاضی صاحب نے روزہ توڑ دیا، اُس دن بہت دیر ہونے کے سبب سے عید کی نماز نہیں پڑھی گئی دوسرے دن عید کی نماز ہوئی، اب ہم کو دوسرے آدمی کہتے ہیں کہ ہم کو ایک روزہ قضا کرنا چاہئے۔ اب ہمارا سوال یہ ہے کہ کیا ہم کو ایک روزہ قضا کرنا پڑے گا؟

الجواب:

تار برقیوں پر کہ قاضی نے اعتبار نہ کیا بہت صواب کیا، ایسا ہی چاہئے تھا، دربارہ ہلال خط یا تار کا کچھ اعتبار نہیں، صبح کو جو چند شہادتیں گزریں وہ لوگ اگر ثقہ اور ہلال عید میں قابل شہادت تھے اور اتنے فاصلہ پر تھے

کہ رات کو آکر گواہی نہ دے سکتے تھے تو اُن کی گواہی مان کر روزہ کھولنے کا حکم دینا بھی صحیح ہے اور اُس روزہ کی قضا نہیں کہ ثبوت شرعی سے ثابت ہو گیا کہ وہ روزِ عید تھا نہ کہ روزہ رمضان کا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۰۶: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شہرت واستفاضہ جو دربارہ ہلال شرعاً معتبر ہے اُس کے کیا معنی ہیں؟ اور مجرد شیوع واشتہار خبر کافی ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب:

اصل یہ ہے کہ مدارِ کار حقیقۃً رویت پر ہے و بس،

قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم صوموا لرؤيتہ وافطر والرؤيتہ۔ ^۱ اخرجہ الشيخان و غیرہما والحديث مشہور مستفیض۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: چاند دیکھنے پر روزہ رکھو اور چاند دیکھنے پر عید کرو۔ اسے بخاری، مسلم اور دیگر محدثین نے روایت کیا، اور یہ حدیث مشہور و معروف ہے (ت)

اور رویت کا ثبوت شہادت سے منوط فان البینۃ کاسمہا مبینۃ (کیونکہ بینہ (گواہ) اپنے نام کی طرح واضح کر نیوالے ہیں۔ ت) اور شہادت کی حلت رویت سے مربوط اذلا شہادۃ الاعن شہود (کیونکہ شہادت معائنہ کر نیوالوں کے بغیر نہیں ہوتی۔ ت) شہادت علی الشہادت والشہادت علی القضاء مقبول ہوتی ہے اُن کی وجہ قبول یہی ہے کہ وہ مثبت شہادت معائنہ ہیں،

اما الاولی فظاہر واما الاخری فلانہ لاحکم الاعن شہادۃ ومثبت المثبت مثبت۔	پہلی صورت تو واضح ہے، رہی دوسری تو وہ اس لیے کہ حکم شہادت کی بنا پر ہی ہو سکتا ہے اور مثبت کو ثابت کرنے والا مثبت ہی ہوتا ہے (ت)

تو ہر وہ گواہ کہ ان امور سے خالی ہو زہار قابل قبول نہیں، مثلاً ایک جماعت ثقات عدول یوں گواہی دے کہ فلاں جگہ چاند ہوا یا فلاں دن اُس شہر والوں نے روزہ رکھا یا آج اُن کے حساب سے فلاں تاریخ ہے ہر گز نہ مانیں گے یہاں تک کہ جو اس پر عمل کرے گا گناہگار ہوگا کہ یہ نہ شہادت رویت ہے، نہ شہادت علی الشہادت، نہ شہادت علی القضاء، بلکہ مجرد حکایت ہے جو کسی طرح حجت نہیں۔ فتح القدیر و فتاویٰ علّٰیگیر یہ میں ہے:

انما یلزم الصوم علی متأخری الرویۃ	تاخیر سے چاند دیکھنے والوں پر روزہ تب لازم ہوگا

¹ صحیح بخاری باب اذرا ایتیم الملل فصوصا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۵۶/۱



اذا ثبت عندهم رؤية اولئك بطريق موجب حتى لو شهد جماعة ان اهل بلدة كذا رأوا هلال رمضان قبلكم بيوم فصاموا هذا اليوم ثلثون بحسابهم ولم ير هؤلاء الهلال لا يباح فطر غد ولا ترك التراويح في هذه الليلة لانهم لهم يشهد وبالرؤية ولا على شهادة غيرهم وانما حكاو رؤية غيرهم-¹	تاخیر سے چاند دیکھنے والوں پر روزہ تب لازم ہوگا جب ان کے ہاں چاند کا ثبوت بطریق موجب شرعی ہو حتیٰ کہ اگر کسی جماعت نے گواہی دی کہ فلاں اہل شہر نے تم سے پہلے ایک دن چاند دیکھا اور انہوں نے روزہ رکھا ہے اور یہ دن ان کے حساب سے تیسواں بنتا ہے، لیکن انہوں نے چاند نہیں دیکھا تو ان کے لیے آئندہ کل عید جائز نہیں اور نہ ہی اس رات کی وہ تراویح ترک کر سکتے ہیں کیونکہ ان لوگوں نے چاند کے دیکھنے پر گواہی نہیں دی اور نہ غیر کے چاند دیکھنے کی گواہی پر گواہی دی ہے انہوں نے دُوسروں کی رویت کو حکایت کیا ہے (ت)

ہاں اگر رویت شہر دیگر کی خبر اُس حد شہرت و استفادہ کو پہنچے جو باعث ثبوت رویت یقینی و محقق ہو جائے تو صحیح یہ ہے کہ اعتبار کریں گے، ردالمحتار میں ہے:

في الذخيرة قال شمس الاثمة الحلواني الصحيح من مذهب اصحابنا ان الخبر اذا استفاد وتحقق فيما بين اهل البلدة الاخرى يلزمهم حكم هذه البلدة اهو مثله في الشر نبلاية عن المغنى-²	ذخیرہ میں ہے کہ شمس الاثمة حلوانی نے کہا ہمارے احناف کا صحیح مذہب یہی ہے کہ جب دوسرے شہر میں خبر مشہور و متحقق ہو تو تب ان پر اس شہر کا حکم لازم ہوگا شربلالیہ میں المغنی کے حوالے سے اسی طرح ہے۔ (ت)

مگر حاشا مجرد شیوع و شہرت کافی نہیں کہ صد ہا خبریں خصوصاً آج کل ایسی اڑتی ہیں جن کا تمام شہر میں چرچا ہوتا ہے، پھر تجربہ گواہ ہے کہ بعد تنقیح محض بے اصل نکلتی ہیں انہیں افواہ کہتے ہیں، نہ استفادہ شرعیہ، ولذا علماء تصریح فرماتے ہیں کہ ایسا چرچا محض نامعتبر جب تک ثبوت شرعی نہ ہو، اختیار شرح مختار میں یوم الشک کی نسبت لکھا:

ذلك بان يتحدث الناس بالرؤية ولا تثبت-³	وہ یہ ہے کہ لوگوں میں رویت کا چرچا ہو مگر ثبوت نہ ہو۔ (ت)

¹ فتح القدير فصل في رؤية الهلال مكتبة نورية رضوية سكر ۲/۲۴۳، فتاویٰ ہندیہ الباب الثانی فی رؤية الهلال نورانی کتب خانہ پشاور ۱۹۹/۱

² ردالمحتار کتاب الصوم مصطفیٰ البابی مصر ۱۰۲/۲

³ الاختیار لتعلیل المختار کتاب الصوم مصطفیٰ البابی مصر ۱۳۰/۱

واقعی ایسی خبروں کی ظاہری شوکت عام لوگوں کو دھوکا دیتی ہے مگر تفتیش کے بعد کھلتا ہے کہ حقیقت امر کیا ہے یا ان کی ٹھیک سند منتهی تک ملتی ہی نہیں، جس سے پوچھئے سنا، کہے گا، بعض اپنے منبر کا نام بھی بتائیں اُن منبر سے پوچھئے وہ سنا کہہ کر چپ رہیں گے، یا ہزار کاوش و عرق ریزی اصل نکلی تو اتنی کہ فلاں کا خط آیا فلاں نے تار دیا چند مسافر معقول صورت ملے، کہتے تھے فلاں شہر میں لوگوں نے دیکھا ہمارا فلاں قریب اُس شہر بعید سے آیا بیان کیا وہاں ہزاروں نے دیکھا، ہزاروں کا لفظ تو بیشک ہے مگر یہ نہ دیکھا کہ منقول عنہم میں ہے یا ناقل میں، غرض ایسی افواہ و حکایات شرعاً قابل التفات بھی نہیں، نہ ان کی بنا پر کوئی حکم ثابت ہو، واللہ الامام شمس الانمہ و ذخیرہ و معنی و امداد کا ارشاد سُن چکے کہ ہمارے ائمہ نے صرف استفاضہ و اشتہار کافی نہ جانا بلکہ اُس کے ساتھ تحقیق ہو جانے کی قید زیادہ فرمائی۔ علامہ عبدالغنی نابلسی حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں:

کسی خبر کو لوگوں میں سے بعض کا بعض سے تواتر نقل کرنا ممنوع ہے کیونکہ اس سلسلہ میں ان میں سے ہر ایک کی نسبت ظن، وہم اور تخمین کی ہے، اور خبر کا ایک دوسرے سے اس طرح مشہور ہونا کہ اگر ان میں سے ہر ایک سے پوچھا جائے کہ تُو نے دیکھا ہے اور مشاہدہ کیا ہے تو وہ کہے گا میں نے مشاہدہ تو نہیں کیا ہاں سنا ہے، اور جو کہے میں نے مشاہدہ کیا ہے تو اس کا حال معلوم کیا جائے گا تو اسے علامات ظنیہ اور اماراتِ وہمیہ اور ظنیات کو سند بنائے ہوئے پایگا اور اکثر طور پر ایسا ہوتا ہے کہ تو غور و تلاش کرے تو وہ خبر جس کو تُو متواتر مستند گمان کر رہا تھا وہ اصل میں ایک یادو کی خبر ہوتی ہے الخ انہوں نے جو کہا خوب کہا اللہ تعالیٰ ان پر رحمتیں نازل فرمائے (ت)	اما خبر التواتر من الناس لبعضهم بعضاً بذلك فهو ممنوع لاسناد الكل فيه الى الظن والتوهم والتخمين واستفاضة الخبر من بعضهم لبعض بحيث لو سألت كل واحد منهم عن رؤية ذلك و معاينته لقال لم اعينه وانما سمعت، ومن قال عاينته تستكشف عن حاله فتراه مستنداً الى ظنون و امارات وهيمية و علامات ظنية و ربما اذا تأملت وتفحصت وجدت خبر ذلك التواتر الذي تزعمه كله مستند الى الاصل الى خبر واحد او اثنين الى اخر ما افادوا جاد رحمة الله تعالى۔

اور یہ زعم ہم کو تو یقین ہو گیا صحیح نہیں، یقین وہ ہے جو حجت شرعیہ سے ناشی ہو، یوں تو ایک جماعت ثقات عدول کی وقعت ان چند مجہولوں یا ساقطوں یا تار و خطوط کی اوہام و ضبوط سے کیا کم تھی، انصاف کیجئے تو بدرجہا لاء تھے

¹ الحدیقہ الندیہ الصنف التاسع تتمیہ الاضاف التسمیہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۵۲۱/۲

پھر کیوں علمائے دین نے اسکی بے اعتباری کی تصریح فرمائی،

کما مر نقله عن الهندية والفتح ونحوه في البحر الرائق والدر المختار ومجمع الانهر وغيرها من الاسفار۔	جیسا کہ ہندیہ اور فتح کے حوالے سے گزر چکا، اسی طرح بحر الرائق، در مختار، مجمع الانهر اور دیگر کتب معتمدہ میں ہے۔ (ت)

بالکہ وہ استفاضہ جو شرعاً معتبر ہے اُس کے معنی یہ ہیں کہ اُس شہر سے گروہ کے گروہ متعدد جماعتیں آئیں اور سب بالاتفاق یک زبان بیان کریں کہ وہاں فلاں شب چاند دیکھ کر لوگوں نے روزہ رکھا یہاں تک کہ اُن کی خبر پر یقین شرعی حاصل ہو۔ ردالمحتار میں ہے:

قال الرحمتي معنى الاستفاضة ان تأتي من تلك البلدة جماعات متعددة من كل منهم يخبر عن اهل تلك البلدة انهم صاموا عن رؤية لا مجرد الشيوع من غير علم بمن اشاعه كما قد تشيع اخبار يتحدث بها سائر اهل البلدة ولا يعلم من اشاعها كما وردان في اخر الزمان يجلس الشيطان بين الجماعة فيتكلم بالكلمة فيتحدثون بها ويقولون لاندري من قالها فمثل هذا لا ينبغى ان يسمع فضلا من ان يثبت به حكم اه (قلت) وهو كلام حسن ويشير اليه قول الذخيرة اذا استفاض وتحقق فان التحقق لا يوجد بمجرد الشيوع ¹	شیخ رحمۃ نے فرمایا: شہرت کا مفہوم یہ ہے کہ اس شہر سے متعدد جماعتیں آئیں اور تمام اس بات کی اطلاع دیں کہ وہاں کے لوگوں نے چاند دیکھ کر روزہ رکھا ہے محض ایسی افواہ سے نہیں جس کے پھیلانے والا معلوم نہ ہو، جیسا کہ بعض اوقات بہت سی باتیں شہر میں پھیل جاتی ہیں لیکن وہ یہ نہیں جانتے ہوتے کہ انہیں کس نے پھیلا یا ہے، جیسا کہ حدیث میں وارد ہے کہ آخری زمانے میں شیطان لوگوں کے درمیان آکر بیٹھے گا اور وہ کچھ گفتگو کرے گا تو لوگ وہ گفتگو بیان تو کریں گے مگر کہیں گے ہمیں علم نہیں کہ یہ بات کس نے کی ہے، ایسی بات تو قابلِ سماعت ہی نہیں ہوتی چہ جائیکہ اس سے حکم ثابت ہوا (میں کہتا ہوں) یہ کلام نہایت ہی خوبصورت ہے اور ذخیرہ کا یہ قول کہ "جب خبر مشہور و متحقق ہو تو تب لازم ہے ورنہ محض شہرت ثبوت نہیں ہوتا" بھی اسی کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

¹ ردالمحتار کتاب الصوم مصطفیٰ البابی مصر ۱۰۲/۲

الشهادة بأن اهل البلدة رأوا الهلال وصاموا لانها لا تفيد اليقين فلذا لم تقبل الا اذا كانت على الحكم او على شهادة غيرهم لتكون شهادة معتبرة والافهى مجرد اخبار بخلاف الاسفاضة فانها تفيد اليقين-¹ والله تعالى اعلم	اس بات پر گواہی کہ فلاں اہل شہر نے چاند دیکھ کر روزہ رکھا ہے چونکہ مفید یقین نہیں اس لیے گواہی مقبول نہیں، البتہ اس صورت میں جب قاضی کے فیصلہ ہو یا غیر کی گواہی پر گواہ ہوں تاکہ یہ شہادت معتبرہ قرار پائے تو مفید یقین ہے ورنہ یہ محض خبر ہوگی بخلاف استفاضہ، کیونکہ وہ مفید یقین ہوتی ہے، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۰۷: از بہر انج چوک بازار مرسلہ حافظ محمد شفیع صاحب ۲۶ ماہ مبارک ۱۳۳۳ھ

رمضان شریف کا چاند غبار یا لبر ہونے کی حالت میں صرف ایک شخص نے دیکھا اور قاضی نے اُس پر فتویٰ چاند ہونے کا دے دیا اب کیا غرہ شوال اُس سے تیس دن پورے ہو جانے پر ثابت ہو جائے گا گو چاند بوجہ غبار یا لبر کے اُس رات کو نظر نہ آئے یا ایسا ایک سے زائد عادل گواہ ہونے پر کیا جاسکتا ہے، بینوا تو جروا۔

الجواب:

جبکہ ہلال ماہ مبارک بوجہ غبار ایک کی شہادت سے مان کر ۳۰ روزے پورے کئے اور ہلال شوال بوجہ لبر نظر نہ آیا تو صحیح یہ ہے کہ بالاتفاق اس صورت میں عید کر لی جائے، ہاں اگر تیس ۳۰ روزوں کے بعد مطلع صاف ہوا اور عید کا چاند نظر نہ آئے اور رمضان کا چاند شاہد واحد کے قول پر مانا تھا تو رائج یہ ہے کہ عید نہ کریں گے اور اگر دو عادلوں کی گواہی سے روزے رکھے تھے تو قول رائج پر ۳۰ کے بعد عید کر لیں گے اگر مطلع صاف ہو اور ہلال نظر نہ آئے، درمختار میں ہے:

بعد صوم ثلثین بقول عدلین حل الفطر-² (اتفاقاً ان كانت ليلة الحادى والثلثین متغیمة وكذا لو كان مصحیة على ما صححه في الدراية والخلاصة و البزازیة وفي الغیض الفتوى	دو عادل آدمیوں کی گواہی پر رمضان کے روزے رکھنے شروع کئے تھے تو ۳۰ روزوں کے بعد عید جائز ہوتی ہے (اتفاقاً اگر اکتیسویں رات لبر آلود ہو اور اگر مطلع صاف ہو پھر بھی درایہ، خلاصہ اور بزازیہ کی تصحیح کے مطابق یہی حکم ہے اور فیض

¹ رد المحتار کتاب الصوم مصطفیٰ البابی مصر ۲/۱۰۳-۱۰۲

² درمختار کتاب الصوم قبیل ما یفسد الصوم مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۹/۱

میں ہے کہ فتویٰ اسی قول پر ہے کہ عید الفطر جائز ہوگی اھ (شامی) اور اگر ایک عادل کے قول پر انہوں نے روزہ رکھنا شروع کیا تھا تو صحیح مذہب پر عید کرنا درست نہیں، مصنف نے اسی طرح اسے ذکر کیا ہے لیکن ابن کمال نے ذخیرہ سے یہ نقل کیا ہے کہ اگر چاند رات مطلع ابر آلود ہو تو بالاتفاق عید جائز ہے، زیلعی میں ہے کہ مشابہ بالحق یہ ہے کہ اگر مطلع ابر آلود ہو تو عید جائز، ورنہ جائز نہیں اھ اس کی تفصیل ردالمحتار اور اس پر ہمارے حواشی میں ہے، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

علی حل الفطر اھ^۱ (شامی) ولو صاموا بقول عدل لایحل علی المذہب کذا ذکرہ المصنف لکن قول الفطر حل اتفاقاً وفي الزیلعی الاشبه ان غم حل والا لا اھ^۲ وتنقیحہ فی ردالمحتار وما علقنا علیہ، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۰۸: از افضل گڑھ ضلع بجنور مرسلہ یوسف خاں وغیرہ ۲۶ رمضان ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ہذا میں کہ چاند شعبان کا اکثر جگہ دیکھا اور بہت سے آدمیوں نے نہیں دیکھا مثلاً قصبہ افضل گڑھ میں تخمیناً پندرہ بیس آدمی اقراری چاند دیکھنے یک شنبہ کے ہیں باقی تمام قصبہ خلاف ہے یعنی باقی نے نہیں دیکھا، اب رمضان شریف میں ابر محیط رہا اسی بنا پر ۳۰ یوم پورے کر کے روزہ ہر دو فریق نے رکھا، تھوڑے فریق نے ایک یوم پیشتر اور زیادہ فریق نے ایک روز بعد رکھا، اب عید قریب آگئی اگر ابر محیط ہوا تو عید فریق اول و دوم کو ایک ساتھ کرنا چاہئے یا علیحدہ علیحدہ پورے روزے کر کے کرنا چاہئے حالانکہ ہر فریق اپنے اپنے روزے پورے ۳۰ کرے گا، اگر دونوں اتفاق سے عید کرتے ہیں تو ایک فریق کے روزے ۳۰ ہوتے ہیں دوسرے کے ۳۱ ہوتے ہیں، ایسی حالت میں کیا کرنا چاہئے؟ بیہنو اتوجروا

الجواب:

اگر اُس کم فریق میں دو مرد یا ایک مرد و دو عورتیں ثقہ عادل شرعی جو نہ کسی کبیرہ کے مرتکب ہیں نہ صغیرہ پر مضر، نہ خفیف الحركات، اور انہوں نے ہلال شعبان شام یک شنبہ کو دیکھ کر وہاں اگر کوئی عالم فقیہ سنی المذہب دین دار ہے اس کے حضور بلفظ اشہد یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہہ کر گواہی دی، یا وہاں ایسا کوئی عالم نہ تھا تو مسلمانوں کو اپنی رویت کی خبر دی اور وہاں شام یک شنبہ یا تو مطلع صاف نہ تھا یا لوگوں نے چاند دیکھنے کی کوشش نہ کی یا کی تو بے وقت کی، یا ان دیکھنے والوں نے جہاں سے دیکھا جگہ بلالند پر یا آبادی سے باہر تھی تو ان صورتوں میں

^۱ ردالمحتار کتاب الصوم مصطفیٰ البانی مصر ۲/۳۰۳-۱۰۲

^۲ در مختار کتاب الصوم قبیل مایفسد الصوم مطبع مکتبائی دہلی ۱/۱۳۹

شرطوں سے یکم شعبان روز دو شنبہ کی ثابت ہو گئی اور اُس کی بنا پر بضرورت چہار شنبہ کا پہلا روزہ ہوا، جنہوں نے نہ رکھا اُس کی قضا رکھیں، پھر پنجشنبہ آئندہ کور رمضان کے ۳۰ ہو کر بضرورت جمعہ کی عید ہوگی، دونوں فریق بالاتفاق جمعہ کی عید کریں گے، ایک کے ۳۰ روزے ایک کے ۲۹ ہوں گے، ۲۹ والے ایک قضا رکھیں گے، اور اگر اُس فریق میں دو گواہ بھی عادل نہیں یا انہوں نے اس صفت والے عالم کے سامنے لفظ اشہد بمعنی مذکور شہادت نہ دی، یا مطلع صاف تھا اور عام لوگوں نے وقت پر چاند دیکھنے کی کافی کوشش کی اور نظر نہ آیا اور ان لوگوں میں کوئی خصوصیت مثل بلندی مقام یا بیرون آبادی کی نہ تھی تو ان صورتوں میں دو شنبہ کی یکم شعبان ثابت نہ ہوئی اور یہ بعض کہ دیکھنا بیان کرتے ہیں غلط کہتے ہیں ان کو دھوکا ہوا (اور نظر واقع سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے اس لیے کہ اس دن حال ہلال عادتاً قابلِ رؤیت نہ تھا) لہذا شعبان کی ۳۰ چہار شنبہ کو ہوئی، اور یکم ماہ مبارک پنجشنبہ سے ہو کر پنجشنبہ ۲۹ کو اگر رہے جمعہ کی ۳۰ ہوگی اور اس کم فریق کو بھی جائز نہ ہوگا کہ اپنے زعم کی بنا پر جمعہ کی عید کر لے بلالکہ ان پر بھی روزہ رکھنا واجب ہوگا، عام کے ۳۰ ہو گئے اور ان کے ۳۰ ہی ہوں گے، پہلا روزہ چہار شنبہ کا رمضان میں محسوب نہ ہوگا اگرچہ ان پر اپنی رؤیت عین کے سبب اُس دن بھی روزہ کا حکم تھا، یہ سب اُس صورت میں ہے کہ غرہ رمضان چہار شنبہ کا کسی اور ثبوت شرعی سے ثابت نہ ہو جائے ورنہ آپ ہی جمعہ کی عید ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

بقية الاشهر التسعة (ای ماعدار رمضان و العیدین) لا يقبل فيها الا شهادة رجلین اور رجل وامرأتین عدول احرار غیر محد و دین کما فی سائر الاحکام، بحر عن شرح الامام الاسیبی ج ۱ ^۱	باقی نوماہ (یعنی رمضان، عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے مہینوں کے علاوہ) میں ایسے دو ^۲ مرد یا ایک مرد و دو خواتین کی گواہی قبول کی جائے گی جو عادل، آزاد اور محدود فی القذف نہ ہوں جیسا کہ بقیہ احکام میں ہوتا ہے، بحر میں شرح امام اسیبی ج ۱ سے اسی طرح منقول ہے۔ (ت)

در مختار میں ہے:

شرط للفطر مع العدالة نصاب الشهادة و لفظ اشهد ولو كانوا ببلدة لا حاکم فيها صاموا بقول ثقة و افطروا باخبار عدلين للضرورة ^۲ (ملخصاً)	عید الفطر کے چاند کے لیے عدالت کے علاوہ نصاب شہادت اور لفظ شہادت (یعنی اشہد) کا ہونا بھی ضروری ہے اور وہ ایسا شہر ہو جہاں کوئی حاکم نہ ہو تو ضرورت کے پیش نظر ایک ثقہ کے قول پر لوگ روزہ رکھ لیں اور دو ^۲ عادل گواہوں کی خبر پر عید الفطر کر لیں۔ (ملخصاً) (ت)

^۱ ردالمحتار کتاب الصوم مصطفیٰ البابی مصر ۱۰۳/۲

^۲ در مختار کتاب الصوم مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۸/۱

ردالمحتار میں بعد عبارت مذکور ہے:

امداد میں ہے کہ اگر مطلع صاف ہو (تو باقی ماہ بھی) رمضان اور عید الفطر کی طرح ہیں یعنی عظیم جماعت کی گواہی ضروری ہے، مگر انہوں نے اس قول کی نسبت کسی کی طرف نہیں کی لیکن خیر الدین رملی نے کہا کہ ظاہر یہی ہے کہ باقی مہینوں میں چاند کے معاملہ میں دو^۲ مردوں کی گواہی کی مقبولیت کے لیے ابرآلود اور غیر ابرآلود میں کوئی فرق نہیں ہوتا کیونکہ یہاں وہ ملت ہی مفقود ہے جو جماعت کثیر کیلئے شرط ہے اور وہ ہے سب کا چاند کو تلاش کرنا، پس اگر دو^۲ مردوں نے صاف موسم میں شعبان کے چاند کی گواہی دی اور شعبان کے تیس دن مکمل ہونے پر رمضان کا ثبوت ہو جائے گا اگرچہ صاف موسم میں دو^۲ شخصوں کی گواہی سے رمضان ثابت نہیں ہوتا کیونکہ اب اس کا ثبوت ضمناً ہوگا (شامی کی عبارت ختم ہوئی) اقوال: تو جب سب کا چاند تلاش کرنا ثابت ہو جائے تو مانع کا ثبوت ہوگا لہذا بعض کی گواہی مقبول نہ ہوگی جب تک یہ بعض، عام لوگوں کے مقابلہ میں چاند کی رؤیت کے قریب (بلند جگہ یا آبادی سے باہر) ہونے میں منفر نہ ہوں پس ان کی شہادت مردود ہوگی اور اس پر عمل نہیں کیا جائیگا حتیٰ کہ گواہ بھی عمل نہیں کر سکتے جیسا کہ درمیں ہے کسی مکلف نے رمضان اور عید الفطر کا چاند دیکھا لیکن اس کا قول دلیل شرعی کی بنا پر رد کر دیا گیا تو وہ وجہ بخار وزہ رکھے۔ ردالمحتار میں ہے خیر رملی نے

وذكر في المداد انها في الصحو كرمضان والفطر اي فلا بد من الجمع العظيم ولم يعزه لاحد لكن قال الخبير الرملی الظاهر انه في الالهة التسعة لافرق بين الغيم والصحو في قبول الرجلين لفقد العلة الموجبة لاشتراط الكثير وهي توجه الكل طالبين فلو شهدا في الصحو بهلال شعبان وثبت بشروط الثبوت الشرعي ثبت رمضان بعد ثلاثين يوماً من شعبان وان كان رمضان في الصحو لا يثبت بخبرهما لان ثبوته حينئذ ضمني اه^۱ ما في الشامي اقول: فاذا ثبت توجه الكل طالبين تحقق المانع فلا يقبل تفرد البعض ما لم يتفردوا بما يقرب الرؤية لهم دون عامة الناس فكانت شهادتهم مردودة فلا يعملوا بها حتى في انفسهم كما في الدر رأى مكلف هلال رمضان او الفطر ورد قوله بدليل شرعي صام مطلقاً وجوباً^۲ وفي ردالمحتار وافاد

^۱ ردالمحتار کتاب الصوم مصطفیٰ البابی مصر ۱۰۳/۲

^۲ در مختار کتاب الصوم مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۸/۱

رد المحتار میں ہے خیر رملی نے کہا اگر چاند، ایک جماعت دیکھے لیکن عظیم جماعت نہ ہونے کی بنا پر ان کی گواہی مسترد کردی گئی تو ان کا حکم بھی یہی ہے (یعنی وہ روزہ رکھیں)۔ (ت) تنبیہ : اگر چاند دیکھنے والے نے روزہ رکھا اور تیس روزے مکمل کئے تو اب وہ عید الفطر امام کے ساتھ ہی کرے (نہ کہ اکیلا) کیونکہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے "روزے کا وہ دن ہے جس میں تم روزہ رکھتے ہو اور عید کا وہ دن ہے جس میں تم عید کرتے ہو"۔ اسے ترمذی اور دیگر محدثین نے روایت کیا ہے، اور باقی دیگر لوگ اس دن عید نہیں کر رہے لہذا اس شخص پر واجب ہے کہ وہ عید نہ کرے نہر اہ یہ وہ تفصیل ہے جو بندہ نے فقہاء کے کلام سے سمجھی ہے اور اللہ کی توفیق سے اب نزاع بھی واضح ہو گیا جیسا کہ آپ نے پڑھ لیا، اور حق کا علم میرے رب کے پاس ہے، وہو تعالیٰ اعلم (ت)

الخیر الرملی، انه لو كانوا جماعة وردت شهادتهم لعدم تكامل الجميع العظيم فالحكم فيهم كذلك۔ تنبيه : لو صام رأى هلال واكمل العدة لم يفطر الامع الامام لقوله صلى الله تعالى عليه وسلم صومكم يوم تصومون وفطر كم يوم تفطرون رواه الترمذی وغيره والناس لم يفطر وافي مثل هذا اليوم فوجب ان لا يفطر نهرا¹ هذا ما اخذته تفقها من كلامهم والنزاع واضح كما ترى بتوفيق الله والعلم بالحق عند ربی وهو تعالى اعلم۔

مسئلہ ۲۱۲۵۲۰۹: از سہرام عربیہ مرسلہ مولوی ظفر الدین صاحب مدرس اول ۱۵ ذی الحجہ ۱۴۳۶ھ

(۱) عید یہاں پنجشنبہ کو ہوئی مگر پھلوا ری میں سات آدمیوں کی رویت کے مطابق حسب الحکم شاہ بدر الدین صاحب چہار شنبہ کی عید ہوئی اس کے بارے میں انہوں نے مجھے خط لکھا پھر جب میں بانگی پور گیا تو بطور استفاضہ خبر مجھے پھلوا ری میں سات آدمیوں کا چاند دیکھنا اور شاہ صاحب کا حکم دینا معلوم ہوا تو جب عید چہار شنبہ کی ہوئی تو ذیقعدہ و ذی الحجہ دونوں مہینوں کے چاند تیس ہی کے مانے جائیں جب بھی سہ شنبہ کو ذی الحجہ ہوتی ہے مگر اس طریقہ پر ثبوت یہاں سوائے میرے کسی کو نہیں، تو آیا میرے فتویٰ دینے سے یہاں کے لوگوں کو نماز پڑھنا جائز ہو گا خود اسی شہر میں وہ خبر بطور استفاضہ آنے کی ضرورت ہے۔

(۲) یوم صومکم یوم نحرکم یہ کیسی حدیث ہے اور کس کتاب میں ہے اور کس موقع پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا تھا یہاں بالاتفاق روز شنبہ کو عید ہوئی مگر یہاں کے کسی شخص نے نہ عید کا

¹ رد المحتار کتاب الصوم مصطفیٰ البابی مصر ۹۸/۲

چاند دیکھانہ ذی قعدہ کا، صرف میرے فتویٰ و حکم کے مطابق ایسا ہوا میں نے اپنی تسلی کے لیے یہ سوالات کئے ہیں، شامی، قاضیخان، سراجیہ، بحر الرائق، عالمگیریہ، فتح القدیر، کافی میں ثبوت نہیں ملا، اس لئے حضور کو تکلیف دی۔

(۳) آج کل کے علماء قاضی کے حکم میں ہوں گے یا نہیں؟ اور اس کے لیے کیا کیا شرط ہے؟ یہ تمام عالم جس نے درسی کتابیں پڑھ لی ہوں اور درس یا وعظ میں مشغول ہو۔

(۴) نماز عید الاضحیٰ کے لیے لوگوں کا چاند دیکھنا یا دوسری جگہ کی رویت بطریق موجب ثابت ہونا بایں معنی ضرور ہے کہ جب تک نہ ہوگا ان لوگوں پر نماز واجب نہ ہوگی یا باوجود رویت عامہ بلاد اگر کسی جگہ کے لوگ بوجہ ابر خود نہ دیکھ سکے، نہ دس دن کے اندر کہیں سے کچھ معلومات یقینی بہم پہنچا سکے، حالانکہ جس وقت لوگ اس غفلت سے بیدار ہوئے تو اس کا موقع تھا کہ طریق موجب کے ذریعہ ثبوت حاصل کر سکتے تھے، مگر ایسا نہ کیا اور باوجود ان سب باتوں کے پھر نماز عید الاضحیٰ اُس دن جو ہر جگہ ۱۰ اذی الحجہ تھی اور اُن کے حساب سے ۹ تھی یہ نماز ہوگی یا نہیں؟ اور قربانی جو کی گئی وہ ٹھیک ہوئی یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب:

(۱) یہ گواہی کہ فلاں شہر والوں نے چاند دیکھا مقبول نہیں اگرچہ شاہد ایک جماعت ہو کہ یہ نہ شہادۃ علی الرؤیۃ نہ شہادۃ علی الشہادۃ۔ فتح القدیر و بحر الرائق و عالمگیریہ وغیرہ میں ہے:

لو شهد جماعة ان اهل بلدة كذا راوا هلال رمضان قبلكم بيوم فصاموا وهذا اليوم ثلثون بحسابهم ولم يرهؤ لاء الهلال، لا يباح فطر غد ولا ترك التروايح في هذه الليلة لانهم لم يشهدوا بالرؤية ولا على شهادة غيرهم وانما حكوارؤية غيرهم ¹	اگر لوگوں کی جماعت نے گواہی دی کہ فلاں اہل شہر نے تم سے ایک دن پہلے رمضان کا چاند دیکھا اور انہوں نے روزہ رکھا اور اُن کے حساب سے تیسواں دن ہے لیکن ان لوگوں نے چاند نہیں دیکھا تو آئندہ کل وہ عید نہ کریں اور نہ ہی اس رات کی تراویح ترک کریں کیونکہ اس جماعت نے نہ تو چاند دیکھنے پر گواہی دی اور نہ دوسروں کی شہادت پر گواہی دی، انہوں نے صرف دوسروں کی رویت کی حکایت کی ہے۔ (ت)

استفاضہ کے بعد تحقیق معتبر ہے خاص اس شہر کا جہاں حاکم شرعی ہو کہ اب یہ شہادۃ علی الحکم ہوگی، تنبیہ الغافل الوستان میں ہے:

لما كانت الاستفاضة بمنزلة الخبر المتواتر و	جب شہرت، خبر متواتر کے درجہ پر ہو اور شہرت سے یہ

¹ فتح القدیر فصل فی رؤیۃ الهلال مکتبہ نوریہ رضویہ سحر ۲/۲۳۳، فتاویٰ عالمگیری الباب الثانی فی رؤیۃ الهلال نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۹۹

بحر الرائق کتاب الصوم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۲۷۰

وقد ثبت بها ان اهل تلك البلدة صاموا يوم كذا لزم العمل بها لان المراد بها بلدة فيها حاكم شرعی۔ ¹	جب شہرت، خبر متواتر کے درجہ پر ہو اور شہرت سے یہ ثابت ہو جائے کہ فلاں اہل شہر نے فلاں دن روزہ رکھا ہے تو اس پر عمل لازم ہوگا کیونکہ اس سے مراد وہی شہر ہے جس میں کوئی نہ کوئی حاکم شرعی ہوگا (یعنی حاکم کے فیصلہ کے بعد ہی وہاں عمل ہوا)۔ (ت)

(ردالمحتار میں ہے:

فكانت تلك الاستفاضة بمعنى نقل الحكم المذكور۔ ²	وہ شہرت بمعنی حکم مذکور کے منقول ہونے کے ہے۔ (ت)

حاکم شرعی سلطان اسلام یا قاضی مولیٰ من قبلہ ہے، یا امور فقہ میں فقیہ بصیر وفقہ بلد، نہ آج کل کے عام مولوی۔ یہی جواب
سوال نمبر ۳ ہے۔ آج کل درسی کتابیں پڑھنے پڑھانے سے آدمی فقہ کے دروازے میں بھی داخل نہیں ہوتا نہ کہ واعظ جسے
سوائے طلاق لسان کوئی لیاقت جہاں درکار نہیں، خصوصاً جبکہ خاص مسائل رویت ہلال میں جمیع ائمہ سے تفرد ہو۔
(۲) مولیٰ علی سے نہ فرمایا بلکہ مولیٰ علی نے فرمایا کرم اللہ وجہہ، یہ اثر کسی کتاب حدیث سے نظر میں نہیں، فقہانے ذکر کیا
اور ساتھ ہی فرمادیا کہ یہ اُسی عام (سال) کو تھا نہ عام کو، یعنی اسی سال کے لئے تھا اور سالوں کے لیے نہیں۔ فتاویٰ کبریٰ و خزانہ
المفتین میں ہے:

ما يروى ان يوم نحر كم يوم صومكم كان وقع ذلك العام بعينه دون الابد۔ ³	یہ جو مروی ہے کہ تمہاری قربانی کا دن ہی تمہارے روزے کا دن ہے۔ یہ صرف اسی ایک معین سال کا معاملہ تھا دائمی نہیں۔ (ت)

وجیز کردری میں ہے:

مانقل عن علي رضي الله تعالى عنه ان يوم اول الصوم يوم النحر ليس بتشريع كل	جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ روزے کا پہلا دن ہی قربانی کا دن ہے، یہ ضابطہ شرعی کا

¹ تنبیہ الغافل والوطنان رسالہ من رسائل ابن عابدین رسالہ نمبر ۹ سہیل اکیڈمی لاہور ۲۵۲/۱

² ردالمحتار کتاب الصوم مصطفیٰ البابی مصر ۱۰۲/۲

³ خزانہ المفتین کتاب الصوم قلمی نسخہ ۶۰/۱

بل اخبار عن اتفاق فی هذه السنة۔ ¹	جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ روزے کا پہلا دن ہی قربانی کا دن ہے، یہ ضابطہ شرعی کا بیان نہیں بلکہ اسی سال اتفاقی معاملہ کے بارے میں اطلاع ہے۔ (ت)

تحقیق میں تفسیر سے الزام نہ ہوا مگر بے تحقیق محض افواہ پر عید و قربانی صحیح نہ ہوئی اگرچہ واقع میں وہم میں ہو، کہ جس طرح صحت نماز کے لیے دخول وقت شرط ہے یونہی اعتقاد دخول بھی۔ اگر اسے شک ہے کہ ثبوت نہیں اور جزافاً نماز پڑھ لی نماز فاسد ہوئی اگرچہ وقت حقیقہ ہو گیا ہو، یونہی نماز عید بھی کہ ہر مفسد صلوات خمس مفسد عیدین بھی ہے، امداد الفتاح و مراقی الفلاح و رد المحتار میں ہے:

یشترط اعتقاد دخوله لتكون عبادته بنية جازمة لان الشك ليس بجازم حتى لو صلي وعنده ان الوقت لم يدخل فظهر انه كان قد دخل لا تجزيه۔ ²	نماز کے لیے دخول وقت کا اعتقاد بھی شرط ہے تاکہ نیت جازمہ کے ساتھ عبادت ادا ہو کیونکہ شک سے جزم پیدا نہیں ہوتا حتیٰ کہ اگر کسی نے یہ خیال کرتے ہوئے نماز پڑھی کہ ابھی وقت داخل نہیں ہوا اور بعد میں پتا چلا کہ وقت داخل ہو چکا تھا تو اس صورت میں اس کی نماز کافی نہ ہوگی (ت)

رد المحتار میں امداد کے لفظ یہ ہیں:

وكذا يشترط اعتقاد دخوله فلو شك لم تصح صلوته وان ظهر انه قد دخل۔ ³	اسی طرح دخول وقت کا اعتقاد بھی شرط ہے پس اگر نمازی کو وقت کے بارے میں شک تھا تو اس کی نماز نہ ہوگی اگرچہ بعد کو پتا چلے کہ وقت داخل ہو چکا تھا۔ (ت)

بدائع امام ملک العلماء میں ہے:

كل ما يفسد سائر الصلوات وما يفسد الجمعة يفسد صلوة العیدین۔ ⁴	ہر وہ شئی جو باقی نمازوں اور نماز جمعہ کو فاسد کرتی ہے وہ نماز عیدین کو بھی فاسد کرتی ہے (ت)

اور جب نماز نہ ہوئی قربانی نہ ہوئی کہ شہر میں تقدم صلوة صحت اضحیٰ ہے والا فهو لحم

¹ فتاویٰ بزازیہ علی حاشیہ فتاویٰ ہندیہ الاوّل فی الشاہدۃ من کتاب الصوم نورانی کتب خانہ پشاور ۹۶/۴

² مراقی الفلاح مع حاشیہ الطحاوی باب شروط الصلوة نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۱

³ رد المحتار، باب شروط الصلوة، دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۶۹/۱

⁴ بدائع الصنائع فصل فی بیان ما یفسدھا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۷۹/۱

قدمہ لاحلہ کما نص علیہ حدیث و فقہاء (ورنہ وہ گوشت ہے جو اس نے اپنے اہل کے لیے عید سے پہلے تیار کیا جیسا کہ اس پر حدیث و فقہ میں تصریح ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۱۳: از بریلی مسئلہ ابن سید صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں شام پنجشنبہ کو ابر محیط تھارویت نہ ہوئی مگر دوسرے دن چاند کو قدرے بڑا دیکھ کر بعض لوگوں کو یہ خیال پیدا ہو کہ شاید کل کا ہو جنتری میں اگرچہ عید اتوار کی لکھی مگر ساتھ ہی رویت کو مشکوک لکھ دیا ہے ایسی صورت میں شرعاً عید دو شنبہ کی ہونا چاہئے یا اتوار کی، اگر عید قربانی اتوار کو کر لیں تو درست ہوگی یا نہیں؟ بیذنا تو جروا

الجواب:

شرع مطہر میں رویت کا اعتبار ہے (خود یہیں دیکھا جائے یا دوسرے شہر کی رویت پر شرعی شہادتیں گزریں) حدیث میں فرمایا: ان الله امدہ لرؤیتہ^۱ (اللہ تعالیٰ نے اس کا مدار رویت پر رکھا ہے۔ ت) خط یا تار یا عقلی قیاسوں یا دوسرے شہر کی حکایتوں کا شرع میں اصلاً اعتبار نہیں مثلاً کچھ لوگ آئے اور بیان کیا کہ وہاں فلاں دن کی عید ہے یا وہاں رویت ہوئی اس پر اصلاً لحاظ نہیں جب تک گواہان عادل شرعی خود اپنا دیکھنا نہ بیان کریں، درمختار میں ہے:

لا لو شہد و ابرؤیۃ غیرہم لانہ حکایۃ۔ ^۲	اس صورت میں ثبوت نہیں ہوگا اگر گواہوں نے غیروں کی رویت پر گواہی دی ہو کیونکہ یہ حکایت ہے (ت)

جنتریوں کا مشکوک لکھنا تو آپ ہی مشکوک و مہمل ہے اگر وہ یقینی بھی لکھیں تو بھی شرع میں اس پر اعتبار نہیں، درمختار میں ہے:

لا عبرۃ بقول الموقتین و لوعد و لا علی المذہب۔ ^۳	صحیح مذہب کے مطابق نحو میوں کے قول کا اعتبار نہیں اگرچہ وہ عادل ہوں۔ (ت)

چاند کے بڑے ہونے پر بھی لحاظ ناجائز ہے، حدیث میں فرمایا:

اقتراب الساعة انتقاخ الاهلة۔ ^۴ رواہ	قرب قیامت (کی نشانیوں) میں سے ہے کہ چاند

^۱ سنن الدار قطنی کتاب الصیام نشر السنۃ ۱۲۳/۲

^۲ درمختار کتاب الصوم مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۹/۱

^۳ درمختار کتاب الصوم مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۸/۱

^۴ المعجم الکبیر للطبرانی، حدیث ۱۰۴۵۱، المكتبة الفیصلیہ بیروت ۲۴۴/۱۰

الطبرانی فی الکبیر عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔	قرب قیامت (کی نشانیوں) میں سے ہے کہ چاند بڑا نظر آئے گا۔ اسے طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

دوسری حدیث میں ہے:

من اقتراب الساعة ان یری الهلال قبلا فیقال هو للیلتین۔ ^۱ رواہ فی الاوسط عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔	قرب قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ چاند واضح ہوگا تو کہا جائے گا کہ دوسری رات کا ہے۔ اسے طبرانی نے المعجم الاوسط میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

دونوں حدیثوں کا حاصل یہ کہ قرب قیامت کی یہ بھی ایک علامت ہے کہ ہلال بھولا ہوا نکلے، لوگ کہیں کل کا ہے، پس ایسی صورت میں اتوار کی عید اور قربانی بالکل باطل اور خلاف شرع ہے۔ عید کوئی دنیوی تقریب نہیں حکم الہی ہے، جب مطابق شرع نہ ہو محض بیکار بلکہ گناہ ہے، بالفرض اگر چاند پنجشنبہ ہی کو ہو گیا ہے جب بھی دوشنبہ کو نماز قربانی بلاشبہ صحیح ہے اور جمعہ کو ہوا تو یکشنبہ کو نماز و قربانی محض باطل، تو ایسے امر میں پڑنا شرع اور عقل دونوں کے خلاف ہے، مسلمان بھائیوں کو چاہئے کہ شرع کے کام شرع کے طور پر کریں اپنے خیالات کو دخل نہ دیں۔ وبالله التوفیق، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۱۳: مسؤلہ محمد امین خاں تاجر سبز منڈی شہجانیپور ۲۰ رجب ۱۴۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہلال رمضان مبارک یا عیدین اگر دس یا پانچ آدمیوں مسلمانوں نے مشاہدہ کیا اور کل ناقضان شرعی ہیں، مخلوق اللہ ہے کوئی قصر اللہیہ، کوئی ستر کشادہ رکھتا ہے کسی کی عورت بلا حجاب پیش اجانب جاتی ہے، کوئی سود لیتا ہے کوئی کذب و غیبت میں مبتلا رہتا ہے، کوئی اور منہیات میں۔ لیکن وہ سب معاملات میں ایسے ثقہ ہیں کہ مفتی کو ان کی شہادت پر یقین تام ہوتا ہے کہ اس امر خاص یعنی شہادت مسلمان میں یہ لوگ کاذب نہیں اور کوئی متقی اس شہادت میں ان کا شریک نہیں کہ متقی پر ہیزگار شہر میں بہت کمیاب ہیں، یاد بیہات میں ایسا اتفاق ہو کہ وہاں ایسے لوگ زیادہ ہوتے ہیں اور متقی پر ہیزگار شاذ و نادر، اس صورت میں روزہ رمضان شریف کا فرض ہوگا یا نہیں؟ اور نماز عید درست ہوگی یا نہیں؟ اور مفتی کو ایسے لوگوں کی شہادت باوجود یقین اہل شہر پر فرضیت صوم کا حکم کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر روزہ نہ رکھے تو اثم ہے یا نہیں؟ اور اگر رکھ کر توڑ ڈالے تو اس پر کفارہ واجب ہے یا نہیں؟

^۱ کنز العمال بحوالہ طبرانی اوسط حدیث ۳۸۴۷۰ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۲۲۰/۱۲

الجواب: صحیح یہ ہے کہ مسلمان اگرچہ فاسق ہو اہل شہادت ہے مگر اس کی شہادت قبول کرنی ناجائز ہے ماسوا اُس حالت کے کہ اُس کے بارے میں کہ حاکم کو ترمی صدق ہو کہ یہ بھی تبین میں داخل ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کر لو کہ کہیں کسی قوم کو بے جانے ایدانہ دے بیٹھو، پھر اپنے کئے پر پچھتاتے رہ جاؤ۔ (ت)	کما قال تعالیٰ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْحَبُوا عَلٰی مَا فَعَلْتُمْ لِّلْمُذْمِنِ ۝۱^۱

جب مفتی اہل فتویٰ کو ان کے بارے میں ترمی صدق ہو تو اُس کا حکم حجت شرعیہ ہے، رمضان و فطر واجب ہو جائیں گے اور اس کے حکم کے بعد عوام میں کسی کو خلاف کی گنجائش نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۱۵: از ریاست فرید کوٹ ضلع فیروزپور مسئلہ منشی سید محمد علی نور مین ۲۴ رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ
کیا فرماتے ہیں حضور فیض گنجور اعلیٰ حضرت تاج العلوم الشرعیہ اس معاملہ میں کہ اخبار دبدبہ سکندری سے معلوم ہوا کہ ملک آسام میں رویت ہلال سہ شنبہ کو ہو کر چہار شنبہ کو ہو کر پہلا روزہ ہوا، یہاں پنجاب اور عموماً اکثر حصہ ملک ہندوستان و مارواڑ میں چہار شنبہ کو رویت جمعرات کا پہلا روزہ ہوا اب اس صورت میں ہمارے واسطے کیا حکم ہے، کیا ہم پر اُس روز کی قضاء لازم آئے گی اور کس قدر فاصلہ تک رویت ہلال کا ایک حکم مانا جاسکتا ہے؟ اگر ۲۹ رمضان المبارک کو جو رویت ملک آسام کے حساب سے ۳۰ ہو جائے گی چاند نہ دیکھے یا اگر دو غبار کی وجہ سے نہ دیکھا جاسکے تو یہاں پورے تیس روزے کئے جائیں یا ملک آسام کی تحقیق تصدیق پر عید کر لی جائے، یہ بھی واضح خیال انور رہے کہ یہاں رویت رمضان پر کوئی غبار یا ابر نہیں تھا مطلع کھلا ہوا تھا چاند کوشش سے بھی نظر نہیں آیا۔ اس حکم سے جلد اطلاع فرمائیے کہ رمضان المبارک کا وقفہ کم رہ چکا ہے۔

الجواب:

ہمارے ائمہ مذہب صحیح معتمد میں دربارہ رمضان و عید فاصلہ بلاد کا اصلاً اعتبار نہیں، مشرق کی رویت مغرب والوں پر حجت ہے و بالعکس، ہاں دوسری جگہ کی رویت کا ثبوت، بروجہ صحیح شرعی ہونا چاہئے، خط یا تار، یا تحریر اخبار، افواہ بازار یا حکایت امصار محض بے اعتبار، بلکہ شہادت شرعیہ یا استفاضہ شرعیہ درکار، درمختار میں ہے:

^۱ القرآن ۴۹/۶

اختلاف المطالع غیر معتبر علی المذهب وعلیہ الفتویٰ فیلزم اهل المشرق برؤية اهل المغرب اذا ثبت عندهم رؤية اولئك بطريق موجب كما مر ¹	صحیح مذہب کے مطابق مطالع کا اختلاف معتبر نہیں، اور فتویٰ اسی پر ہے، تو اہل مغرب کی رویت کی بناء پر اہل مشرق پر روزہ لازم ہوگا بشرطیکہ ان کی رویت بطریق شرعی ان تک پہنچے، جیسا کہ گزر چکا ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قوله بطريق موجب كان يتحمل اثنان الشهادة اويشهد اعلیٰ حکم القاضی اويستفيض الخبر بخلاف ما اذا اخبر ان اهل بلدة كذا رآوه لانه حكاية ح- ²	قوله "بطريق موجب" سے مراد یہ ہے کہ دو مرد شہادت پر گواہی دیں یا قاضی کے فیصلہ پر گواہی دیں یا خبر مشہور ہو جائے بخلاف اس صورت کے کہ جب یہ خبر دیں کہ فلاں اہل شہر نے چاند دیکھا ہے کیونکہ یہ حکایت ہے، ح- (ت)

اسی میں ہے:

قال الرحمتی معنى الاستفاضة ان تأتي من تلك البلدة جماعات متعددة من كل منهم يخبر عن اهل البلدة انهم صاموا عن رؤية الخ- ³	شیخ رحمۃ نے فرمایا: شہرت کا مفہوم یہ ہے کہ اس شہر سے متعدد جماعتیں آئیں اور ہر ایک یہ اطلاع دے کہ اس شہر کے لوگوں نے چاند دیکھ کر روزہ رکھا ہے الخ (ت)

پس صورت مستفسرہ میں ہم کو نہ خبر آسام پر عمل جائز نہ خبر حیدر آباد، بلاکہ جب تک ثبوت شرعی نہ ہو پنجشنبہ ہی کہ پہلی ہے، اور اگر آئندہ پنجشنبہ کو خدا نخواستہ ابر یا غبار ہوا اور رویت نہ ہو تو حرام ہے کہ اس پنجشنبہ کو ۳۰ ماں کر جمعہ کی عید کر لیں بلاکہ اُس صورت میں ہم پر جمعہ کا روزہ بھی فرض ہوگا اگرچہ قواعد علم ہیأت سے جمعہ آئندہ یکم شوال ہے اور جبکہ ہمیں سہ شنبہ کی رویت ثابت نہ ہوئی تو جس نے چہار شنبہ کو بہ نیت نفل بھی روزہ نہ رکھا اُس پر بھی اُس روزہ کی قضاء نہیں کہ ہمارے حق میں یکم شنبہ کو تھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

¹ در مختار کتاب الصوم مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۹/۱

² ردالمحتار کتاب الصوم مصطفیٰ البانی مصر ۱۰۵/۲

³ ردالمحتار کتاب الصوم مصطفیٰ البانی مصر ۱۰۵/۲



الْبُدُورُ الْأَجَلَّةُ فِي أُمُورِ الْأَهْلِ ۱۳۰۲ھ

مع شرح

نُورِ الْأَدِلَّةِ لِلْبُدُورِ الْأَجَلَّةِ

مع حاشیہ

رَفْعُ الْعِلَّةِ عَنِ نُورِ الْأَدِلَّةِ

(رُؤْيِيتِ هِلَالِ كَيْ تَفْصِيْلِي احْكَام)

مسئلہ ۲۱۶:

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ط

اللَّهُ رَبُّ مُحَمَّدٍ صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(م) عہ، **فصل اول:** رُؤْيِيتِ هِلَالِ كَيْ حُكْمِ اور اس كَيْ متعلق مسائل و فوائد ميں پندرہ ہلال پر مشتمل۔

ہلال نمبر ۱: ۲۹ شعبان كو غروب آفتاب كے بعد ہلال رمضان كى تلاش فرض كفايہ ہے۔

عہ: قوسين كے اندر م، ش، ح سے بالترتيب متن، شرح اور حاشيہ مراد ہے۔

(ش) نمبر ۱: فرض کفایہ، یعنی سب ترک کریں تو سب گنہگار، اور بعض بقدر کفایت عہ کریں تو سب پر سے اُتر جائے، اور وجہ اس کی ظاہر ہے کہ شاید شعبان ۲۹ کا ہو جائے توکل سے رمضان ہے۔ اگر چاند کا خیال نہ کیا تو عجب نہیں کہ ہو جائے اور یہ بے خبر رہیں۔ توکل شعبان سمجھ کر ناحق رمضان کا روزہ جائے۔

یجب کفایۃ التماس الهلال لیلة الثلاثین من شعبان لانه قد یکون ناقصاً ^۱ (مراقی الفلاح) الظاہر منه الافتراض لانه یتوصل به الی الفرض ^۲ (ط ط) (حاشیۃ العلامة الطحطاوی علیہا)	شعبان کی تیسویں رات چاند کا تلاش کرنا واجب کفایہ ہے کیونکہ بعض اوقات وہ ناقص ہوتا ہے (مراقی الفلاح) (ت) اس سے ظاہر بھی ہے کہ یہ فرض ہے کیونکہ فرض تک پہنچنے کا یہ وسیلہ ہے (ط ط)

عہ: حاشیہ رفع العلة عن نور الادلة: قلت بقدر کفایت، فقیر نے یہ لفظ اس لیے زائد کر دیا کہ اگر التماس ہلال ایسے شخص نے کیا جس کا بیان عند الشرع مقبول نہ ہو تو اس کا التماس کرنا نہ کرنا یکساں ہو اور مقصود شرع کہ اُس کے ایجاب سے تھائی ثبوت ہلال، وہ حاصل نہ ہوا۔ مثلاً صفائے مطلع کی حالت میں صرف ایک آدمی نے تلاش کیا یا ہلال عیدین میں فقط عورتوں یا غلاموں نے تلاش کی، و علی هذا القیاس انما زدته تفقہاً فلیحذر۔

(م) نمبر ۲: یوں ہی ۲۹ رمضان کو ہلال عید کی۔

(ش) نمبر ۲: اگر چاند ہو گیا اور نہ دیکھا تو نادانستہ عید کے دن روزہ حرام میں مبتلا ہوں گے،

کذا یجب التماس ہلال شوال فی غیوب التماس والعشرین من رمضان ^۳ (ط ط)	اسی طرح شوال کا چاند اتنیسویں رمضان کی شام کو دیکھنا بھی واجب ہے (ط ط) (ت)

(م) نمبر ۳: ۲۹ ذیقعدہ کو ہلال ذی الحجہ کی تلاش بھی ضروری ہے۔

(ش) نمبر ۳: اقول: یہ یوں ضروری ہوا کہ حج و نماز عید و قربانی و تکبیرات تشریق کے اوقات جاننے اسی پر موقوف ہیں، تو اس کی تلاش عام لوگوں پر واجب کفایہ ہونی چاہئے اور اہل موسم پر فرض کفایہ کہ وہاں بے خیالی میں چاند ۲۹ کا ہو گیا اور بنا رکھا ۳۰ کا، تو قوف عرفہ کہ حج کا فرض اعظم رکن اکبر ہے، اپنے وقت سے باہر یوم النحر میں واقع ہوگا اور عام لوگوں کو کسی فرض میں خلل کا اندیشہ نہیں، پر واجبات میں دقت آئے گی، مثلاً کسی ضرورت سے نماز عید کی تاخیر بارہویں تک چاہی تو یہ جسے بارہویں سمجھے ہیں وہ تیرہویں ہے۔ اور ایام نماز کہ ایام نحر تھے گزر چکے، نماز بے وقت ہوئی،

^۱ مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی فصل فیما یثبت بہ الهلال نور محمد کتب خانہ کراچی ص ۳۵۴

^۲ حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح فصل فیما یثبت بہ الهلال نور محمد کتب خانہ کراچی ص ۳۵۴

^۳ حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح فصل فیما یثبت بہ الهلال نور محمد کتب خانہ کراچی ص ۳۵۴

بہت لوگ بارہویں کو قربانی کرتے ہیں، ان کی قربانیاں بے وقت ہو گئی، عرفہ کی صبح سے ہر نماز کے بعد تکبیر واجب ہوتی ہے، واقع میں جو عرفہ ہے یہ اُسے آٹھویں جان کر تکبیریں نہ کہیں گے۔

و کما ان مایتوصل به الی الفرض فرض فکذا ان مایتوصل به الی الواجب واجب فصیح الافتراض علی اهل الموسم والوجوب علی غیرهم هذا کله ما ذکرته تفقہا وارجوان یکون صوابا ان شاء اللہ تعالیٰ۔	جیسا کہ فرض تک پہنچانے والی چیز فرض ہوتی ہے اسی طرح واجب تک پہنچانے والی چیز واجب ہوتی ہے تو اہل موسم پر کوشش کرنا فرض اور دوسروں پر واجب ہے، تمام جو میں نے بیان کیا یہ بطور تفقہ ہے اور امید ہے کہ یہ انشاء اللہ تعالیٰ صواب ہوگا۔ (ت)

(م) نمبر ۴: ۲۹ رجب کو ہلال شعبان، ۲۹ شوال کو ہلال ذیقعدہ کی بھی تلاش کریں۔

(ش) نمبر ۴: ہلال شعبان کی تلاش کا حکم خود حدیث ^۱ میں ہے، حکمت اس میں یہ ہے کہ جب رمضان کا چاند بوجہ ابر نظر نہیں آتا تو حکم ہے کہ شعبان کی گنتی تیس پوری کر لیں۔ جب شعبان کا چاند بہ تحقیق نہ معلوم ہوگا تو اس کی گنتی پر کیا یقین ہو سکے گا۔ یوں ہی اگر ذی الحجہ کا چاند نظر نہ آئے تو ذیقعدہ کی گنتی تیس رکھیں گے، اور وہی بات یہاں پیش آئے گی،

کذا ینبغی ان یلتمسوا هلال شعبان ایضافی حق اتمام العدد ^۱ (ع) (فتاویٰ عالمگیریہ) عن السراج الوهاج، قلت وزدت ^۲ علیہ هلال ذی القعدة تفقہا۔	یوں ہی اتمام تعداد کے لیے شعبان کے چاند کا تلاش کرنا بھی ضروری ہے (ع) یہ فتاویٰ عالمگیری میں سراج وہاج سے ہے بندہ اس پر بطور استخراج اضافہ کرتا ہے کہ ذی القعدہ کے چاند کا بھی تلاش کرنا ضروری ہے۔ (ت)

ترمذی نے جامع میں اور حاکم نے مستدرک میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: رمضان کے لے شعبان کے چاند کو شمار کرو (۱۲) (م)

قلت اس پر میں نے بطور استنباط ذوالقعدہ کے چاند (باقی اگلے صفحے پر)

عہ۱: قلت خود حدیث میں ہے:

اخرج الترمذی فی الجامع والحاکم فی المستدرک عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احصوا اهلال شعبان لرمضان - ۱۲ (م)

عہ۲: قلت، وزدت علیہ هلال ذی القعدة

^۱ الفتاویٰ الہندیۃ الباب الثانی فی رؤیۃ الهلال دار المعرفۃ بیروت ۱ / ۱۹۷

^۲ جامع الترمذی باب ما جاء فی احصاء ہلال نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱ / ۱۲۳

تنبیہ: لوگ تین قسم ہیں: (۱) عادل (۲) مستور (۳) فاسق

عادل وہ مرتکب کبیرہ عہ۱ یا خفیف عہ۲ الحركات نہ ہو۔ اور مستور پر پوشیدہ حال جس کی کوئی بات مسقطِ شہادت معلوم نہیں۔ اور فاسق جو ظاہر ابد افعال ہے۔

عادل کی گواہی ہر جگہ مقبول ہے اور مستور کی ہلالِ رمضان میں، اور فاسق کی کہیں نہیں۔ پر بعض روایات کے بعض الفاظ بظاہر اس طرف جاتے ہیں کہ رمضان میں فاسق کی شہادت بھی سُن لیں۔ ممکن ہے کہ اُس شہر کا حاکم شرع یہی خیال رکھتا ہو، اگرچہ محققین نے اسے رد کر دیا۔ تو جس فاسق کو معلوم ہو کہ یہاں کے حاکم کا یہ مسلک ہے اس پر بیشک گواہی دینی واجب ہوگی ورنہ نہیں، اور رمضان میں جبکہ عادل و مستور کا ایک حکم ہے، تو اس وجوب میں بھی یکساں رہیں گے۔ رہا عادل، جب وہ دائم المقبول ہے تو اس پر وجوب بھی مطلقاً ہے یعنی رمضان ہو خواہ عید الفطر خواہ عید الاضحیٰ،

یلزم العدل ان یشہد عند الحاکم فی لیلة رؤیتہ کیلا یصبحوا مفطرين ^۱ وہی من فروض العین واما الفاسق ان علم ان الحاکم یمیل الی قول الطحاوی ویقبل قوله یجب علیہ واما	عادل پر لازم ہے کہ اس نے جس رات چاند دیکھا ہے اسی رات حاکم کے پاس گواہی دے تاکہ لوگ صبح کو بے روزہ نہ اُٹھیں، اور یہ گواہی فرض عین ہے، اور فاسق اگر جانتا ہے کہ حاکم کا میلان طحاوی کے قول کی طرف ہے اور اس کا قول قبول کر لیتا ہے تو اس پر

کا اضافہ کیا ہے یہ اور اس سے پہلے ذوالحج کے چاند میں تفکر کی ضرورت نہیں کیونکہ اس طرح کے معاملات بطور دلالتِ النص ملحق ہو جاتے ہیں اور اس میں فقہاء اور عوام دونوں مشترک ہیں جیسا کہ اس پر علامہ طحاوی وغیرہ نے تصریح کی ہے (۱۲) (ت)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)
تفقہا هذا والذی قبلہ فی ہلال ذی الحجۃ لیس مایتفکر فان امثال ذلك تلتحق علی وجه دلالة النص وهو مما یشتک فیہ الفقہاء والعوام کما نص علیہ العلامة ط وغیرہ ۱۲ (م)

عہ۱: قلت مرتکب کبیرہ نہ ہو قول ارتکاب کبیرہ میں اصرار صغیرہ بھی آگیا کہ صغیرہ اصرار سے کبیرہ ہو جاتا ہے اما قول العلماء هو ترک الكبائر والاصرار علی الصغائر الخ فارادوا الايضاح لا التتیمیم کما لا یخفی (رہا علماء کا یہ قول کہ کبائر کا ترک اور صغائر پر اصرار الخ تو اس سے مراد وضاحت ہے نہ کہ تکمیل تعریف، جیسا کہ مخفی نہیں۔ ت)

عہ۲: قلت خفیف الحركات نہ ہو جیسے بازار میں کھاتے پھرنا یا شارع عام چلنے پر راہ میں پیشاب کو بیٹھنا ۱۲ (م)

¹ مراتی الفلاح مع حاشیہ الطحاوی فصل فیما یثبت بہ اللہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۵۸

المستور ففيه شبهة الرويتين^۱ (ش عن الحلواني) اقول: واذا قد تقرّر قبول المستور كما سيأتي فارتفع النزاع وقد افاد بمفهوم الشرح ان الفاسق لا يجب عليه ان لم يعلم ذلك وهو الذي افاد (در) عن البزازی ونبه عليه (ش)۔	گواہی دینا واجب ہے۔ رہا مستور الحال شخص تو اس کے بارے میں دو^۲ روایات کا شبہ ہے (ش عن الحلواني) اقول: جب مستور کے قول کا مقبول ہونا ثابت ہے جیسا کہ عنقریب آ رہا ہے تو نزاع ختم ہو گیا اور مفہوم شرح سے یہ واضح ہوا ہے اگر فاسق اس معاملہ کو نہ جانتا ہو تو اس پر گواہی لازم نہیں، یہ وہ ہے جو (در) نے (بزازی) سے افادہ کی اور اس پر تنبیہ کی (شامی) نے۔ (ت)

پھر وجوب کا سبب یہ ہے کہ اگر دیکھنے والے نے اسی شب گواہی نہ دی تو ہلال رمضان میں صبح کو لوگ بے روزہ اٹھیں گے اور ہلال فطر میں روزہ دار۔ اور یہ دونوں ناروا جس کا الزام گواہی نہ دینے والے پر ہوگا۔

فان تأخير الحجة عن وقت الحاجة اثم، وقد قال تعالى وَلَا تَكُونُوا الشَّاهِدَةَ^۲ وَمَنْ يَكُنْهَا فَاِنَّهٗ اِثْمٌ كَابٍ^۲	کیونکہ ضرورتِ وقت سے گواہی میں تاخیر گناہ ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: گواہی کو مت چھپاؤ اور جو گواہی چھپائے گا تو اندر سے اس کا دل کنہ کار ہے۔ (ت)

اقول: مگر ہلال ذی الحجہ میں آٹھویں تک کوئی حاجت ایسی نہیں جو بوجہ تاخیر خلل پذیر ہو۔ بس یوں معلوم ہو جانا چاہئے کہ فجر عرفہ سے لوگ تکبیر میں مشغول ہوں اور حجاج سامان وقوف کریں،

فان اخرالى هذا فلا يؤخر وقت الحاجة ط انما كان الاثم به، فليكن التأخير الى هنا سابعا هذا ماقلته تفقها فليحذر۔	پس اگر یہاں تک مؤخر کرتا ہے تو کوئی حرج نہیں، لیکن وقت حاجت سے مؤخر نہ کرے، ط۔ کیونکہ اس سے گنہ گار ہوگا تو یہاں تاخیر سات ذوالحجہ تک ہو سکتی ہے۔ یہ بندہ نے بطور استخراج کہا ہے، اسے محفوظ کیجئے۔ (ت)

(م) نمبر ۵: ہلال دیکھنے والے عادل پر مطلقاً اور مستور پر رمضان میں، اور فاسق پر جب سمجھے کہ حاکم میری گواہی مان لے گا، واجب ہے کہ رمضان و عید الفطر میں اسی شب، اور ذی الحجہ میں آٹھویں تک حاکم شرع کے پاس حاضر ہو کر رویت پر گواہی دے۔

^۱ رد المحتار کتاب الصوم دار احیاء التراث العربی بیروت ۹۱/۲

^۲ القرآن ۲۸۳/۲

(م) نمبر ۶: یہاں تک زن پردہ نشین نکلے اگرچہ شوہر اذن نہ دے، اگرچہ کنیز اجازت مولیٰ نہ پائے۔ اگر سمجھیں کہ ثبوت رویت ہم پر موقوف ہے ورنہ یہ نکلنا ناجائز ہوگا۔

(ش) نمبر ۶: یجب علی الجارية المخدرة ان تخرج فی لیلتها۔^۱ (د) (درمختار) ای لیلۃ الرؤیۃ^۲ (ش) بلا اذن مولاها وتشهد کما فی الحافظیۃ^۳ (د) وکذا یجب علی الحرۃ ان تخرج بلا اذن زوجها کذا غیر المخدرة والمزوجة بالاولی^۴ (ش) محلہ اذا تعینت للشہادۃ والا حرم علیہا^۵ (ط)	پردہ نشین لونڈی پر اس رات نکلنا لازم ہے۔ (د) سے مراد در مختار ہے یعنی چاند رات۔ (ش) سے مراد شامی ہے یعنی اپنے مولیٰ کی اجازت کے بغیر نکلے اور گواہی دے جیسا کہ حافظہ میں ہے (د) اسی طرح آزاد عورت پر بھی بلا اجازت خاوند نکلنا لازم ہے، اسی طرح وہ لونڈی جو پردہ نشین نہ ہو اور وہ عورت جو منکوحہ نہ ہو ان کا نکلنا تو بطریق اولیٰ ہوگا (ش) یہ اس وقت ہے جب شہادت کے لیے اس کا تعین ہو ورنہ اس کا نکلنا حرام ہوگا (ط)۔ (ت)

یہ حکم اس صورت میں ہے جب خاص انہی لوگوں پر گواہی متعین ہو ورنہ پردہ نشین کو جانایا عورت کو بے اذن شوہر یا غلام و کنیز کو بے اجازت مولیٰ نکلنا روا نہیں،

قال ط (الطحاوی) والظاهر ان محل ذلك عند توقف اثبات الرؤیۃ والا فلا^۶ (ش)	طحاوی نے فرمایا: ظاہر یہی ہے کہ اس کی ضرورت اس وقت ہے جب رویت چاند کا اثبات ان پر موقوف ہو ورنہ ضروری نہیں (ش) (ت)

(م) نمبر ۷: جہاں ریاستیں اسلامی ہیں اُن بلاد میں جو عالم دین سُنی المذہب سب سے زیادہ علم فقہ رکھتا ہو وہ بحکم شرع سردار مسلمانان ہے، مسلمانوں پر فرض ہے کہ اپنی دینی باتوں میں اُسی کی طرف رجوع کریں اور اُس کے فتوؤں پر عمل کریں، تو چاند دیکھنے پر بھی واجب ہے کہ اُس شب اُس کے حضور ہو کر ادائے شہادت کرے۔

^۱ در مختار کتاب الصوم مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۸۱/۱

^۲ رد المحتار کتاب الصوم دار احیاء التراث العربی بیروت ۹۱/۲

^۳ در مختار کتاب الصوم مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۸۱/۱

^۴ رد المحتار کتاب الصوم دار احیاء التراث العربی بیروت ۹۱/۲

^۵ طحاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصوم نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۵۸

^۶ رد المحتار کتاب الصوم دار احیاء التراث العربی بیروت ۹۱/۲

(ش) نمبر ۷: علامہ عبدالغنی بن اسماعیل نابلسی قدس سرہ حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں:

وفی العتابی اذا خلا الزمان من سلطان ذی کفایۃ فالاُمور مؤکلة الی العلماء ویلزم الامة الرجوع الیهم۔ ^۱	عتابی میں ہے کہ جب دَور ایسے بادشاہ سے خالی ہو جو صاحبِ قدرت ہو تو اس وقت امور علماء کے سپرد ہوں گے اور اُمت پر لازم ہے کہ اس وقت وہ علماء کی طرف رجوع کرے۔ (ت)

اسی میں ہے:

المتبع اعلمهم فان استواء اقرع بینهم۔ ^۲	علماء میں جو سب سے زیادہ صاحبِ علم ہوگا لوگ اُس کی اتباع کریں، اگر علم میں برابر ہوں تو ان میں قرعہ ڈال لیں۔ (ت)

تنبیہ: آج کل اسلامی ریاستوں میں بھی قضاۃ و حکام اکثر بے علم ہوتے ہیں، تو عالم دین اُن پر بھی مقدم۔ اور وقتِ اختلاف فتویٰ عالم پر ہی عمل واجب۔

حکایت: امام الحرمین ابو المعالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے زمانے میں بادشاہِ وقت کے یہاں ۲۹ کے ہلال پر گواہیاں گزریں۔ بحکم سلطان اعلان ہوا کہ کل عید ہے، یہ خبر امام الحرمین کو پہنچی۔ گواہیاں قابلِ قبول نہ تھیں، امام کے حکم سے معاد و سرائے اعلان ہو کہ بحکم امام ابو المعالی کل روزہ ہے۔ صبح کو تمام شہر روزہ دار اٹھا۔ حاسدوں نے یہ خبر خوب رنگ کر بادشاہ تک پہنچائی کہ اگر امام چاہیں تو سلطنت چھین لیں۔ ملاحظہ ہو کہ انہیں کا حکم مانا گیا اور حکم سلطان کی کچھ پروا نہ ہوئی۔ بادشاہ نے برافروختہ ہو کر چوب دار بھیجے کہ جیسے بیٹھے ہیں تشریف لائیں۔ امام ایک جہہ پہنچے تھے، ویسے ہی دربار میں رونق افروز ہوئے، اشتعالِ شاہی دوبالا ہوا کہ لباس درباری نہ تھا سوال کیا، فرمایا: اطاعتِ اولوالامر واجب ہے۔ حکم تھا جیسے بیٹھے ہیں آئیں، میں یوں ہی بیٹھا تھا چلا آیا، کہا اعلان خلاف پر کیا باعث تھا؟ فرمایا: انتظامِ دنیا تمہارے سپرد ہے اور انتظامِ دین ہمارے متعلق۔ بادشاہ پر بیہتِ حق طاری ہوئی۔ باعزائِ تمام رخصت کی اور بدگوئیوں کو سزا دی۔

تنبیہ: علمِ دین فقہ و حدیث ہے منطق و فلسفہ کے جاننے والے علماء نہیں، یہ امور متعلق بہ فقہ ہیں، تو جو فقہ میں زیادہ ہے وہی بڑا عالم دین ہے، اگرچہ دوسرا حدیث و تفسیر سے زیادہ اشتعال رکھتا ہو پھر بھی عالم دین نہ ہوگا مگر سنی المذہب کہ فاسد العقیدہ جہل مرکب میں گرفتار جو جہل بسیط سے ہزار درجہ بدتر، خصوصاً غیر مقلدین کہ

^۱ الحدیقہ الندیہ النوع الثالث فی المندوب الیہا مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۳۵۱

^۲ الحدیقہ الندیہ النوع الثالث فی المندوب الیہا مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۳۵۱

فقہ و فتویٰ میں ان پر اعتماد تو ایسا ہے جیسے چور کو پاسبان بنانا۔

(م) نمبر ۸: جہاں کوئی عالم بھی نہ ہو مجمع مسلمین مثلاً مسجد جامع وغیرہ میں گواہی دیں۔

اگر حاکم موجود نہ ہو تو وہ مسجد میں گواہی دے (جامع الرموز) قلت: خاص مسجد کا ذکر اس لیے کہ وہ محل اجتماع ہے اور مقصود اعلان ہوتا ہے تاکہ اعلان ایسی جگہ ہو جائے جہاں لوگ جمع ہوں، جیسا کہ مخفی نہیں (ت)	(ش) نمبر ۸: وان لم يوجد حاکم يشهد في المسجد (ج) ۱ جامع الرموز قلت: انما خص المسجد له بمحل الاجتماع و انما المقصود الاعلان ليحصل حيثما وجد و امجتمعين كما لا يخفى۔

(م) نمبر ۹: جو بلائذ گواہی دینے میں تاخیر کرے گا پھر کہے گا میں نے دیکھا تھا اس کی گواہی مردود ہوگی۔

(ش) نمبر ۹: عذر کی صورت یہ کہ مثلاً شہر میں نہ تھا، دیہات میں دیکھا، وہاں سے اب آیا ہے، تو اس کی گواہی سُن لیں گے، اور تاخیر سے وہی مراد کہ وقت حاجت کے بعد پھر نہ اُٹھار کھے ہلال رمضان و عید الفطر میں پہلی ہی شب ہے۔

گواہوں نے رمضان کے آخری دن گواہی دی کہ انہوں نے اہل شہر کے روزہ شروع کرنے سے ایک دن پہلے چاند دیکھا تھا، اگر وہ گواہ شہر کے رہنے والے ہوں تو گواہی مسترد ہوگی کیونکہ انہوں نے گواہی میں تاخیر کی ہے اور اگر وہ خارج شہر سے آئے ہوں تو ان کی گواہی مقبول ہوگی، یہ فتح سے شامی میں ہے۔ (ت) قوله في آخر رمضان۔ اقول: جس شخص نے دلیل کو خوب جان لیا ہے اس پر واضح ہوگا کہ "الآخر" کا لفظ قید نہیں بلکہ اگر انہوں نے اس دن سے دوسرے دن گواہی دی جب لوگ صبح بے روزہ اُٹھے، انہوں نے کہا ہم نے گزشتہ رات چاند دیکھا اور وہ شہر کے رہنے والے تھے اور عذر بھی کوئی نہ ہو تو وہ فاسق قرار پائیں گے ان کی گواہی مسترد ہوگی کیونکہ انہوں نے ذمہ داری کی خلاف ورزی	شهد وافي آخر رمضان ع برؤية هلاله قبل صومهم بيوم ان كانوا في المصّر ردّت لترکهم الحسبة وان جاء وامن خارج قبلت من الفتح² (ش) (ح) عہ نمبر ۹: قوله في آخر رمضان، اقول من احاط بالدليل علم ان الآخر ليس بقيد بل لو شهد وامن غد بعد ما اصبح الناس مفطرين انارينا الهلال البارحة وكانوا في المصّر ولا عذر فسقوا و ردّت شهادتهم لترکهم الحسبة وقد علمت ذلك من نص العلماء ان الشهادة من

¹ جامع الرموز کتاب الصوم مکتبۃ الاسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/ ۳۵۴

² رد المحتار کتاب الصوم دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۹۱

کی ہے اور آپ یہ بھی جان چکے کہ علماء نے تصریح کی ہے کہ شہادت فرض عین ہے اور یہ چاند دیکھنے والی رات میں ہی گواہی دینا لازم ہے حتیٰ کہ پردہ نشین اور منکوحہ خواتین پر بغیر اجازت خاوند اور مولیٰ کے (چاند دیکھنے کے لیے نکلنا لازم ہے)۔ (ت)	فروض العين وانها تجب في ليلة الرؤية حتى تخرج المخدرة والمنكوحه بدون اذن زوجها ومولاها^۱ (ملخصاً)

(م) نمبر ۱۰: جب چاند پر نظر پڑے اور دیکھنے والوں کی گواہی کفایت نہ کرتی ہو، فوراً جہاں تک بن پڑے ایسے مسلمانوں کو دکھا دیں، جن کی گواہی کافی ہو، اور ویسے بھی دکھا دینا چاہئے کہ کثرت بہر حال بہتر ہے۔

(ش) نمبر ۱۰: اقول: اگر مطلع صاف نہیں، دفعتاً ابر ہٹا اور اسے چاند نظر پڑا، اب یہ اس قابل نہیں کہ اس کی گواہی مسوع ہو، خواہ فاسق ہے یا مستور یا اکیلا یا صرف عورتیں یا غلام ہیں اور ہلال ہلالِ عیدین تو ان لوگوں کا دیکھنا کافی نہ ہوگا۔ اور عجب نہیں کہ ابر پھر آجائے۔ لہذا نہایت تعجیل کر کے ایسے معتمد مسلمانوں کو دکھا دے جن کی گواہیاں کفایت کر جائیں قال اللہ تعالیٰ وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ^۲ (اللہ تعالیٰ کا فرمانِ مبارک ہے۔ نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرو) اس صورت میں تو بشرطِ قدرت معتمدین کو دکھانا لازم ہونا چاہئے، اور اگر ایسا نہیں بلکہ خود ان کی گواہی بس ہے، تاہم اوروں کا دکھانا اچھا ہی ہے کہ کثرتِ شہود بہر حال بہتر ہے عجب کیا کہ یہ اپنے نزدیک اپنی گواہی کافی سمجھیں اور حاکم شرع کو کسی وجہ سے اعتبار نہ آئے تو اور شہود کی حاجت پڑے ہذا کلمہ ماذکر تہ تفقہاً وارجو ان یکون حسناً ان شاء اللہ تعالیٰ (بندہ نے یہ تمام بطور استنباط کہا ہے اور امید ہے یہ ان شاء اللہ درست ہوگا۔ ت)

(م) نمبر ۱۱: جس شام احتمالِ ہلال ہو جب تک حکم حاکم شرعی فتویٰ عالمِ دین نہ ہو ہر گز ہر گز کسی وجہ سے بندوقیں یا آواز کی آتش بازی اپنے دنیوی کاموں کے لیے بھی ہر گز نہ کریں۔

(ش) نمبر ۱۱: اصطلاحیوں ٹھہری ہوئی ہے کہ جہاں اسلامی ریاست ہے بعد تحقیقِ ہلال توپ کے فیر ہوتے ہیں اور شہروں میں بندوقیں یا ہوائیاں وغیرہ چھوڑتے ہیں، اب اگر ثبوت شرع ہو گیا اور حاکم شرع نے بھی حکم دے دیا جب تو یہ فعل مستحسن ہے کہ ایک نیتِ صالحہ سے کیا جاتا ہے اور آتشبازی کا ناجائز ہونا بوجہ اضاعت مال تھا، یہاں جاری نہیں کہ بعد غرض محمود کے اضاعت کہاں۔ ورنہ دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ اعلانِ ہلال کے سوا اور کسی وجہ سے یہ فعل کریں، مثلاً دوست کے گھر بیٹا پیدا ہوا، بندوقیں سرکیں، یا خالی بیٹھے مال ضائع کرنا چاہا، ہوائیاں،

^۱ مراقی الفلاح مع حاشیہ الطحاوی فصل فیما یثبت بہ الملال نور محمد کارخانہ کتب کراچی ص ۳۵۸، ردالمحتار کتب الصوم وارجاء التراث العربی

بیروت ۹۱/۲

^۲ القرآن ۲/۵

ناٹریاں، توڑیاں چھوڑیں۔ یہ ممنوع ہے کہ اس میں مسلمانوں کو دھوکا ہوگا۔ دوسرے یہ کہ جاہلوں نے جو اپنے جاہلانہ مسئلوں سے بے حکم حاکم و فتویٰ عالم اپنے نزدیک رویت کی خبر ٹھیک جان کر پٹاخہ بازی شروع کر دی۔ اور یہ بھی زیادہ ناجائز و حرام ہے کہ منصب رفیع شرع پر جرات ہے۔

قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم افتوا بغير علم فضللوا و اضلوا¹ وعنه صلى الله تعالى عليه وسلم اجتر كم على الفتيا اجتر كم على النار² هذا كله ايضاً تفقهاً، ولا اظن احد ا يخالف فيه، والله الهادي للصواب۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے: جو بغیر علم کے فتویٰ دیں گے خود بھی گمراہ اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ بھی فرمان مبارک ہے: تم میں سے جو فتویٰ دینے میں زیادہ جرات کرے گا وہ جہنم میں جانے میں زیادہ جرات مند ہوگا۔ یہ تمام بھی بطور استخراج ہے اور میں گمان کرتا ہوں کہ اس میں کوئی مخالفت نہیں کرے گا۔ اللہ ہی صواب کی طرف رہنمائی فرمانے والا ہے۔ (ت)

(م) نمبر ۱۲: ہلال دیکھ کر اس کی طرف اشارہ نہ کریں۔ (ش) نمبر ۱۲: کہ افعال جاہلیت سے ہے،

تكره الاشارة الى الهلال عند رؤيته لانه فعل اهل الجاهلية³ (فتح القدير)	چاند دیکھنے پر اس کی طرف اشارہ کرنا مکروہ ہے کیونکہ یہ اہل جاہلیت کا عمل ہے (فتح القدير) (ت)

(م) نمبر ۱۳: ہلال دیکھ کر منہ پھیر لے۔ (ش) نمبر ۱۳: اقوال حدیث میں ہے:

ان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم كان اذا رأى الهلال صرف وجهه عنه۔⁴ رواه ابوداؤد عن قتادة مرسلًا ولا شواهد وسنده ثقات۔	حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب نیا چاند دیکھتے اپنا منہ (مبارک) اس کی طرف سے پھیر لیتے۔ اسے ابوداؤد نے حضرت قتادہ سے مرسل روایت کیا ہے اور اس کا شاہد کوئی نہیں اور اس کی سند ثقہ ہے (ت)

1 صحیح مسلم باب رفع العلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۴۰

2 سنن الدارمی باب الفتيا حدیث ۱۵۹ نشر السنۃ ملتان ۱/۵۳

3 فتح القدير فصل فی رؤیہ الهلال، نور یہ رضویہ سکھر ۲/۲۴۳

4 سنن ابی داؤد کتاب الادب باب ما یقول الرجل اذا رای الهلال آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۳۹

شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ شرکی چیز ہے افادہ المناوی فی التیسیر^۱ (مناوی نے تیسیر میں افادہ کیا۔ ت)
 اقول: یا یہ کہ کفار نے اُس کی عبادت کی اور شرع میں اُسے دیکھ کر اللہ جل جلالہ سے دُعا کرنی آئی، تو پسندیدہ ہوا کہ منہ پھیر کر
 کی جائے تاکہ کفار سے مشابہت نہ لازم آئے۔ واللہ ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔
 (م) نمبر ۱۴: یہ جو جابلوں میں مشہور ہے کہ فلاں چاند تلوار پر دیکھے فلاں آئینے پر۔ یہ سب جہالت و حماقت ہے، بلکہ حدیث میں
 جو دُعائیں فرمائیں وہ پڑھنی کافی ہیں۔
 (ش) نمبر ۱۴: حدیث میں روایتِ ہلال کی بہت دُعائیں^۲ آئیں، بعض حصین میں مذکور ہیں۔
 (ح) نمبر ۱۴: فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ جہاں تک اس وقت اپنی نظر میں ہیں تمام ادعیہ حدیث کو مع اشارہ رموز مخرجین جمع
 کرتا ہے وبالله التوفیق:

(م) اللہ اکبر اللہ اکبر الحمد للہ، برائی سے پھرنے اور نیکی کی طاقت اللہ تعالیٰ کی توفیق کے بغیر نہیں۔ اے اللہ میں تجھ سے اس ماہ میں خیر مانگتا ہوں اور شر تقدیر اور شر قیامت سے تیری پناہ ڈھونڈتا ہوں۔ (اطب) حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اے خیر و رشد کے چاند، میں تیرے پیدا کرنے والے پر ایمان رکھتا ہوں۔ (د) حضرت قتادہ سے مرسلًا مروی ہے اے اللہ! میں تجھ سے اس میں خیر مانگتا ہوں۔ (۳) اے اللہ! میں تجھ سے اس ماہ کی اور تقدیر کی خیر مانگتا ہوں اور اس کے شر سے تیری پناہ ڈھونڈتا ہوں (۳) (ط) حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سند حسن کے ساتھ مروی ہے: اے اللہ!	(م) اللہ اکبر اللہ اکبر الحمد للہ لا حول ولا قوۃ إلا باللہ۔ اللہم انی اسئلك من خیر هذا الشهر اعوذ بك من شر القدر ومن شریوم المحشر۔^۲ (اطب) عن عبادہ بن الصامت، ہلال خیر و رشد امنت بالذی خلقک۔^۳ (د) عن قتادة بلاغا، اللہم انی اسئلك من خیر هذا (۳) اللہم انی اسئلك من خیر هذا الشهر وخیر القدر واعوذ بك من شرہ۔^۴ (ط) عن رافع بن خدیج بأسناد حسن اللہم

^۱ التیسیر تحت حدیث کان اذاری الملل مکتبۃ الامام الشافعی ریاض سعودیہ ۲/۲۳۹

^۲ مسند احمد بن حنبل مرویات عبادہ بن الصامت دار الفکر بیروت ۵/۲۳۹

^۳ سنن ابی داؤد کتاب الادب باب ما یقول الرجل اذاری الملل آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۳۹

^۴ المعجم الکبیر للطبرانی حدیث ۴۴۰۹ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۴/۲۷۶

اس چاند کو ہم پر برکت، ایمان، سلامتی اور امن والا بنادے۔ (اق ت ک حب) حضرت طلحہ بن عبید اللہ سے سند حسن کے ساتھ مروی ہے اور اس چیز کی توفیق دے جو تجھے پسند اور تو اس سے راضی ہے (حب) نے طلحہ سے اور (طب) نے حضرت ابن عمر سے یہ الفاظ بھی نقل کئے سکون، عافیت اور رزق حسن مانگتا ہوں، (سن) نے حضرت حدیر السلمی سے مرسل روایت کیا میرا رب اور تیرا رب اللہ ہے (امی ت ک حب) نے حضرت طلحہ سے اور طب نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا، تمام حمد اس اللہ کی جو گزشتہ ماہ اسے لے گیا، حضرت قتادہ سے بلاغاً، اور (سن) نے حضرت عبد اللہ بن مطرف سے روایت کیا ہے اے اللہ! میں تجھ سے اس ماہ کی خیر، اس کا نور، اس کی برکت، اس کی ہدایت، اس کی طہارت اور عافیت مانگتا ہوں۔	اهلہ علینا باليمن والایمان والسلامۃ والسلام۔ ^۱ (اق ت ک حب) عن طلحة بن عبید اللہ باسناد حسن، والتوفیق لما تحب وترضی۔^۲ حب عن طلحة (طب) عن ابن عمر، والسکینۃ والعافیۃ والرزق الحسن^۳ (سن) عن حدیر السلمی مرسلًا، ربی وربک اللہ۔^۴ امی ت ک حب عن طلحة طب عن ابن عمر، الحمد للہ الذی ذہب بشہر کذا^۵ وعن قتادۃ بلاغًا (سن) عن عبد اللہ بن مطرف استلک من خیر ہذا الشہر ونورہ و برکتہ و ہدایہ و طہورہ و معافاتہ^۶ (سن) مثله، اللهم ارزقنا خیرہ ونصرہ وبرکتہ وفتحہ ونورہ ونعوذک من شرہ وشر ما بعدہ^۷ (مومص) عن علی موقوفاً۔

(سن) نے اس کی مثل روایت کیا۔ اے اللہ! ہمیں اس کی خیر، مدد، برکت، رحمت، فتح اور نور عطا فرما اور ہم اس کے اور اس کے مابعد کے شر سے تیری پناہ ڈھونڈتے ہیں۔ اسے (مومص) نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے موقوف روایت کیا ہے۔ (ت)

^۱ جامع ترمذی ابواب الدعوات امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/۹۸۸
^۲ الاحسان بترتیب ابن الحبان حدیث ۸۸۵ باب الادعیۃ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۳/۷۰
^۳ عمل الیوم واللیلیۃ حدیث ۶۳۵ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن انڈیا ص ۱۷۵
^۴ جامع ترمذی ابواب الدعوات امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/۹۸۸
^۵ عمل الیوم واللیلیۃ حدیث ۶۳۵ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن انڈیا ص ۱۷۵
^۶ عمل الیوم واللیلیۃ حدیث ۶۳۵ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن انڈیا ص ۱۷۵
^۷ المصنف ابن ابی شیبہ حدیث ۹۷۹۶ کتاب الدعوات ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱۰/۳۹۹ - ۳۰۰

(م) نمبر ۱۵: چاند پر جب کبھی نظر پڑے تو اس کے شر سے پناہ مانگے۔

(ش) نمبر ۱۵: ترمذی، نسائی، حاکم اُم المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چاند کو دیکھ کر فرمایا:

یا عائشۃ استعینی باللہ من شر هذا، فان هذا هو الغاسق اذا وقب۔ ^۱	اے عائشہ! اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ اس شر سے کہ یہی ہے وہ اندھیری ڈالنے والا جب ڈوبے یا گمنائے،

یعنی قرآن عظیم میں جس غاسق کا ذکر فرمایا وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ^۲ اور اس کے شر سے پناہ مانگنے کا حکم آیا اس سے یہی چاند مراد ہے۔

فصل دوم:

اُن امور میں جن کا دربارہ تحقیق ہلال کچھ اعتبار نہیں، بیس ۲۰ قمر پر مشتمل

(م) قمر نمبر ۱۶: اہل ہیأت کی بات کا کچھ اعتبار نہیں اگرچہ عادل ہوں اگرچہ کثیر ہوں، نہ ہی خود اس پر عمل جائز۔ (ش) قمر ۱۶/۱ اہل بیت وہ لوگ جو آسمانوں کے حال اور ستاروں کی چال سے بحث کرتے ہیں، وہ اپنے حساب سے بتاتے ہیں کہ فلاں دن رویت ہوگی فلاں مہینہ انتیس^{۲۹} کا ہوگا فلاں تیس^{۳۰}۔ پھر اُن کی بات کہ ایک حساب ہے ٹھیک بھی پڑتی ہے، پر صحیح مذہب میں اُس کا کچھ اعتبار نہیں اگرچہ وہ ثقہ عادل ہوں، اگرچہ اُن کی جماعت کثیر یک زبان ایک ہی بات پر اتفاق کرے۔ مثلاً وہ ۲۹ شعبان کو کہیں آج ضرور رویت ہوگی کل یکم رمضان ہے۔ شام کو ابر ہو گیا، رویت کی خبر معتبر نہ آئی، ہم ہر گز رمضان قرار نہ دیں گے، بلکہ وہی یوم الشک ٹھہرے گا، یا وہ کہیں آج رویت نہیں ہو سکتی، کل یقیناً ۳۰ شعبان ہے، پھر آج ہی رویت پر معتبر گواہی گزری، فوراً قبول کر لیں گے اور کچھ خیال نہ کریں گے کہ برہنہ بیت تو آج رویت ناممکن تھی۔ گواہ نے دیکھنے میں غلطی کی، یا غلط کہا، دلیل اس مسئلے اور اکثر مسائل آئندہ کی جو قمر ۵ تک آئیں گے یہ ہے کہ شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صوم و فطر کا حکم رویت پر معلق فرمایا، صحیحین وغیرہ میں بطریق کثیرہ بہت صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم سے مروی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

^۱ جامع ترمذی ابواب التفسیر سورۃ الفلق، نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۴۸۵

^۲ القرآن ۱۱۳ / ۳

صومو الرؤیتہ وافطر الرؤیتہ فان اغی علیکم فاکملوا عذّة شعبان ثلاثین۔ ¹	چاند دیکھ روزہ رکھو، چاند دیکھ کر ختم کرو۔ اور اگر مطلع صاف نہ ہو تو تیس ۳۰ کی گنتی پوری کرلو۔ (ت)

پس ہمیں اسی پر عمل فرض ہے، باقی رہا حساب، اسے خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یک لخت ساقط کر دیا، صاف ارشاد فرماتے ہیں،

انا میة لا نکتب ولا نحسب الشهر هكذا وهكذا والشهر هكذا وهكذا۔ ² رواه الشيخان ابوداؤد و نسائی عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔	ہم اُمّی امت ہیں، نہ لکھیں نہ حساب کریں دونوں ہاتھوں کی انگلیاں تین بار اٹھا کر فرمایا مہینہ یوں اور یوں اور یوں ہوتا ہے۔ تیسری دفعہ میں انگوٹھا بند فرمایا یعنی انتیس اور مہینہ یوں اور یوں ہوتا ہے، ہر بار سب انگلیاں کھلی رکھیں یعنی تیس۔ (اسے امام بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ ت)

ہم بحمد اللہ ولہ المنة اپنے نبی اُمّی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اُمّی امت ہیں، ہمیں کسی کے حساب کتاب سے کیا کام، جب
تک روایت ثابت نہ ہوگی نہ کسی کا حساب سنیں نہ تحریر مانیں، نہ قرائن دیکھیں، نہ اندازا جانیں۔

لا عبرة بقول الموقتين ولو عد ولا على المذهب بل في المعراج لا يعبر قولهم بالاجماع ولا يجوز للمنجم ان يعمل بحساب نفسه وفي النهر فلا يلزم بقول الموقتين انه اى الهلال يكون في السماء ليلة كذا وان كانوا عدولا في الصحيح كما في الايضاح اه وفي القنية عن ابن مقاتل انه كان يسألهم ويعتمد على قولهم اذا اتفق عليه جماعة منهم ثم نقل عن شرح السرخسي انه بيعد وعن مجد الائمة انه اتفق اصحاب ابى حنيفة الالنادر عہ	صحیح مذہب کے مطابق نجومیوں کا قول معتبر نہیں اگرچہ وہ عادل ہوں، بلکہ معراج میں ہے کہ ان کا قول بالاجماع معتبر نہیں اور نجومی کو خود اپنے حساب پر عمل کرنا درست نہیں۔ نہر میں ہے نجومیوں کا یہ قول کہ فلاں رات کو آسمان پر چاند نظر آئے گا صحیح روایت کے مطابق ان کے اس قول سے روزہ لازم نہ ہوگا، اگرچہ نجومی عادل ہو جیسا کہ ایضاح میں سے ہے اہ قنیہ میں ابن مقاتل سے مروی ہے کہ نجومیوں سے سوال کیا جائے اور اگر ان کی ایک جماعت کا اتفاق ہو جائے تو ان کے قول پر اعتماد کیا جائے، پھر شرح سرخسی سے نقل کیا ہے کہ یہ بعید (از قیاس) ہے، مجد الائمہ

¹ صحیح بخاری کتاب الصوم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۵۶/۱

² صحیح بخاری کتاب الصوم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۵۶/۱

والشافعی انه لا اعتماد قولهم اش ملخصاً	سے مروی ہے کہ کچھ شاذ احناف کو چھوڑ کر باقی تمام احناف اور شوافع اس پر متفق ہیں کہ نجومیوں کے قول پر اعتماد نہیں کیا جائے گا (اشامی ملخصاً ت)

تمہیہ: اس مسئلہ کے یہ معنی ہیں کہ جو بات وہ بطور ہیأت کہیں مقبول نہیں ورنہ اگر شہادت رویت ادا کریں تو مثل اور لوگوں کے ہیں، جن شرائط سے اوروں کی گواہی سنی جاتی ہے اُن کی بھی گواہی قبول ہوگی، پھر اُن کا قابل شہادت ہونا جیسی ہے کہ ہیأت و نجوم کی خلاف شرع باتوں پر اعتقاد نہ کرتے ہوں صرف صناعی طور پر آسمان کی گردشوں، ستاروں کی چالوں، طلوع و غروب، جوع و استقامت، بطور سرعت، قرآن، تسلیس ترجیح، تثلیث، مقابلہ، اجتماع وغیرہ سے بحث کرتے ہوں، ورنہ مثلاً امور غیب پر احکام لگانا سعد و نحس کے خرخشے اٹھانا، زائچہ کے راہ پر چلنا چلانا، اوتاد رابع، طالع رابع، عاشر، سابع پر نظر رکھنا زائچہ مانکہ کو جانچنا پر کھنا، شرٹا بھر ہے۔ اور اعتقاد کے ساتھ ہو تو قطعاً کفر، والعیاذ باللہ رب العالمین۔ اسی قبیل سے ہے ان کا کہنا کہ فلاں دن رویت واجب ہے فلاں دن محال۔ اگر وجوب واستحالة عادی مراد لیتے ہیں تو خیر کہ سنۃ اللہ کیلئے تبدیل نہیں، ورنہ حقیقی و عقلی کا قصد معاذ اللہ کھلا ہوا کفر ہے۔ اعاذنا اللہ بيمينه العظيم، امین (اللہ تعالیٰ اپنے بڑے احسان پر ہمیں محفوظ رکھے، آمین۔ ت)

اہل تخمیم میں قرار پایا ہے کہ جب تک چاند آٹھ درجے آفتاب سے دور نہیں ہوتا ہر گز نظر نہیں آتا صرح به الفاضل الرومی (اس پر فاضل رومی نے تصریح کی ہے۔ ت) اور جب ۱۲ درجے جدا ہوتا ہے ضرور نظر آتا ہے نص علیہ علامۃ الشریف (علامہ شریف نے اس پر نص کی ہے۔ ت) پھر وہ ۲۹ تاریخ مغرب کی تقویم یعنی اُس وقت فلک بروج سے شمس و قمر کے مواضع نکال کر فصل دیکھتے ہیں اگر آٹھ درجے سے کم پایا حکم لگا دیا کہ آج رویت ہر گز نہ ہوگی اور ۱۲ یا ۱۳ سے زائد دیکھا تو جزم کر دیا کہ ضرور ہوگی، اور اس کے مابین معلوم ہوا تو رویت ہلال مشکوک رکھتے ہیں، پھر منجمان ہند کی ادا کچھ زالی ہے۔ فقیر نے بارہا دیکھا کہ ۲۹ کی مغرب کو قمر ۱۲ درجے سے بہت زیادہ دُور ہے پھر بھی انہوں نے کل کی رویت رکھی۔ خیر یہاں یہ کہنا ہے کہ حکماء یونان اُن کے قواعد وضع کر چکے خود بھی ان پر مطمئن نہیں، تصریح کرتے ہیں کہ احوال قمر کا آج تک انضباط نہ ہوا پھر ایسے شاک و شک فی انہ شاک بات کا کیا اعتبار،

لَا عَلِمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ۝ سُبْحَانَكَ ۚ اقُولُ ۚ وَ	پاک ہے تیری ذات ہمیں علم نہیں مگر اتنا جو تُو نے ہمیں سکھایا، بلاشبہ تُو ہی جاننے والا ہے اور حکمت والا ہے

¹ رد المحتار کتاب الصوم مصطفیٰ البابی مصر ۱۰۰/۲

² القرآن ۲/ ۳۲

اقول اس سے اس کا رد ہو جاتا ہے جس پر شوافع میں سے امام سبکی نے اعتماد کیا ہے اور ان میں سے زرکشی نے اس کی تصویب کی۔ اور ہم احناف میں سے بعض نے ان کی طرف جھکاؤ کیا کہ ان کے قول پر اعتماد جائز ہے اس بناء پر کہ حساب قطعی ہوتا ہے اور شہادت ظنی۔ ہم کہتے ہیں کہ حساب بھی کسی معاملہ میں قطعی نہیں جیسا کہ آپ جان چکے، اور غلطی کا احتمال خبر عادل میں احتمال سے کم نہیں، اور شارع صلی اللہ تعالیٰ تعالیٰ علیہ وسلم نے حساب کو لغو قرار دیا اور شہادت کو بمنزل یقین فرمایا، الغرض مذہب صحیح یہی ہے کہ اہل توقيت (نجومیوں) پر اعتماد جائز نہیں (ت) اسے بخاری نے کتاب الصوم میں روایت کیا ہے اور باب کا نام "حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے کہ ہم نہ لکھیں اور نہ حساب کریں" فاضل مرحوم عبدالمجید لکھنوی کا "القول المنشور" میں اسے صرف مسلم کی طرف منسوب کرنا قلت مطالعہ ہے ۱۲ (ت) اقول: یہاں حرف استثناء لفظ شافعی کے بعد ہونا چاہئے کیونکہ ان میں سے کچھ حضرات نے اہل ہیئت پر اعتماد کیا ہے جیسا کہ آپ سُن چکے ہیں۔ (ت)

وبهذا يرد ما اعتمدہ الامام السبکی من الشافعية وصوبه الزركشي منهم وجنح اليه بعض منّا من جواز الاعتماد على قولهم بناءً على ان الحساب قطعي والشهادة ظني قلنا هذا الحساب ايضاً ليس من القطع في شئ كما علمت واحتمال الغلط ليس باقل من احتماله في خبر العدل والشارع صلى الله تعالى عليه وسلم قد الغى الحساب ونزل الشهادة بمنزلة اليقين وبالجملة فالمذهب عدم جواز الاعتماد عليهم اصلاً ۱۲۔

(ج) ۱۶/۱: عہ ۲: قد رواه البخاری فی کتاب الصوم وعقد له. باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لانکتب ولا نحسب، فقصر الفاضل المرحوم عبدالحی اللکھنوی فی "القول المنشور" عزوه علی مسلم تقصیر ۱۲۔

(ح) ۱۶/۱: عہ ۳: اقول: الاولی تأخیر الاستثناء بعد الشافعی لان من اصحابہ ايضاً من اعتمد علیہم كما سبعت ۱۲۔

(م) ۲: قمر میں دو ایک رات ضرور بیٹھتا ہے نمبر ۱۷ پر شریعت میں اس پر مدار حکم نہیں۔

(ش) ۱۷/۱: قمر ۱۷: مہینہ انتیس کا ہوتا ہے تو ایک رات بیٹھتا ہے، تیس کا ہو تو دو رات، پھر آج صبح کو طلوع شمس سے پہلے چاند جانب شرق نظر آیا تھا اور آج شام کی نسبت شہادت شرعی رویت پر گزری، بلاشبہ قبول کی جائے گی اور یہ لحاظ نہ ہوگا کہ آج صبح تک تو چاند موجود تھا بن ڈوبے کیونکہ ہلال عہ ہو گیا۔

طلوع شمس سے پہلے انیسویں دن کو چاند دیکھا گیا

روی یوم التاسع والعشرين قبل الشمس

طلوع شمس سے پہلے انیسویں دن کو چاند دیکھا گیا پھر غروب کے بعد تیسویں رات کو دیکھا گیا اور اس پر شرعی گواہی بھی ہوئی تو حاکم رات کی رویت پر فیصلہ دے جیسا کہ اس پر حدیث میں تصریح ہے اور اہل نجوم کے اس قول کی طرف توجہ نہ کرے کیونکہ یہ ممکن نہیں کہ ایک ہی دن میں چاند صبح اور شام دکھائی دے، یہ کیوں نہ ہو، حالانکہ ائمہ مذاہب نے تصریح کی ہے کہ صحیح مذہب یہی ہے کہ اہل نجوم کے قول کا اعتبار نہیں، شامی ملخصاً (ت)	ثم روى ليلة الثلاثين بعد الغروب و شهدت بينة شرعية بذلك فان الحاكم يحكم برؤيته ليلا كما هو نص الحديث ولا يلتفت الى قول المنجمين انه لا يمكن رؤيته صباحاً ثم مساء في يوم واحد، كيف وقد صرح ائمة المذهب الاربعة بان الصحيح انه لا عبرة بقول المنجمين اش ملخصاً۔

(ج) ۱۷/۲: چاند سورج دونوں کی اپنی چال مغرب سے مشرق کو ہے، اور حرکتِ یومیہ جس کے بسبب طلوع و غروب روزانہ ہوتا ہے مشرق سے مغرب کو تو چاند صبح کے وقت جب ہی نظر آئیگا کہ سورج کے پیچھے ہو یعنی جانب مغرب ہٹا ہوا ہو کہ اگر جانب مشرق بڑھا ہو تو آفتاب اس سے پہلے طلوع کرے گا، صبح کے وقت چاند آفتاب سے بھی زیادہ زیر زمین اترا ہوگا نظر کیونکر آئے، اور جب پیچھے ہے تو افق مشرقی پر سورج سے پہلے چمک آئیگا، آفتاب ہنوز زیر زمین ہوگا، تو نظر آسکتا ہے بشرطیکہ ۸ درجے سے کم نہ ہو، ورنہ اتنے قرب میں سورج کی شعاعیں اُسے چھپا لیں گی، نظر کام نہ کر سکے گی۔ اسی طرح شام کو مغرب میں جب ہی نظر آتا ہے کہ سورج کے آگے یعنی جانب مشرق بڑھا ہو کہ اگر جانب مغرب ہٹا ہوگا تو سورج سے پہلے ڈوب جائے گا، اور جب آگے ہے تو افق غربی پر بعد غروب آفتاب باقی رہے تو نظر آنا ممکن بشرطیکہ آٹھ درجے سے کم فصل نہ ہو۔ جب یہ بات سمجھ لی تو اگر آج صبح کو نظر بھی آئے پھر شام کو ہلال بھی ہو تو لازم ہے کہ صبح کو آٹھ درجے پیچھے تھا شام کو لا اقل آٹھ درجے آگے ہو گیا، چار پہر میں سولہ درجے طے کر گیا، حالانکہ وہ کبھی آٹھ پہر کامل میں بھی اتنا نہیں چلتا اس وجہ سے ہیأت والے اجتماعِ رویتِ صبح و شام کو نا ممکن کہتے ہیں، مگر جب ثبوت شرعی ہو تو انکار کا کیا یارا، إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر شئی پر قادر ہے۔ ت)

(م) قمر ۳ نمبر ۱۸: انیس رات کی صبح کو چاند نظر نہیں آتا، شرع اسے بھی نہیں سنتی۔

(ش) ۱۸/۳: یہ دعویٰ دعویٰ اول سے اخصل ہے وہاں دو ایک رات بیٹھنا تھا، عام ازیں کہ ۲۹ کو ڈوبے یا ۳۰ کو، یہاں خاص دعویٰ ہے کہ ۲۹ کو ضرور ڈوبتا ہے، شرع میں اس پر بھی لحاظ نہیں۔ مثلاً ۲۹ شعبان

¹ رد المحتار کتاب الصوم مصطفیٰ البابی مصر ۲ / ۱۰۴

روز یکشنبہ کو شام کے وقت ابر تھا، گواہان شرعی نے رویت بیان کی، صبح کو رمضان ٹھہرا، اب جو گنتی ہوئی آئی تو ۲۹ رمضان دو شنبہ کو طلوع شمس سے پیشتر چاند موجود تھا، اس پر کوئی خیال کرے دو شنبہ کی پہلی ہوئی تو آج ۲۹ کو چاند صبح کے وقت کیونکر نظر آتا، ضرور ہے کہ گواہوں نے غلطی کی شعبان ۳۰ کا ہوا، آج ۲۸ ہے ابر ہوا تو اسی حساب پر رمضان کے ۳۰ پُورے ہوں گے، تو یہ خیال محض غلط ہوگا بلکہ وہی دو شنبہ کی ۲۹ ٹھہرے گی اواسی پر بناء احکام رہے گی والد لیل علی ذلک مع السند قد انطوی فیما قد منا (اور اس پر دلیل مع سند ہماری سابقہ گفتگو میں آچکی ہے۔ ت)

(م) قمر ۴ نمبر ۱۹: دن کو دوپہر سے پہلے چاند جب ہی نظر آتا ہے کہ شب گزشتہ ہلال ہو چکا ہو، پر صحیح مذہب میں اس کا بھی لحاظ نہیں۔

(ش) ۱۹/۴: یعنی مثلاً پنجشنبہ ۲۹ شعبان یا ۲۹ رمضان کو ابر تھا رویت نہ ہوئی جمعہ کی دوپہر عد سے پہلے چاند نظر آیا تو اگرچہ قیاس یہی چاہتا ہے کہ شب جمعہ میں ہلال ہو گیا، ورنہ دوپہر سے پہلے نظر نہ آتا۔ تو آج پہلی ہونی چاہئے۔ مگر صحیح مذہب میں اس کا کچھ لحاظ نہ ہوگا اور آج تیس ہی ٹھہرے گی۔

دن کو دیکھا جانے والا چاند مذہب صحیح کے مطابق ہر حال میں آئندہ رات کا شمار ہوگا۔ اسے حدادی نے ذکر کیا مذہب صحیح جو امام اعظم اور امام محمد کا مذہب ہے کے مطابق خواہ زوال سے پہلے دکھائی دے یا زوال کے بعد (شامی) یہ اس حدیث نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے ثابت ہے کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر عید کرو، تو اس سے چاند کی رویت کا روزے اور عید سے پہلے ہونا ضروری ہے، اس سے متبادر یہی مفہوم ہوتا ہے کہ چاند کی رویت جو ہر ماہ کی آخری شام کی ہو، مراد ہے۔ یہی صحابہ، تابعین اور ان کے بعد آنے والے اہل علم نے کہا ہے، بخلاف تیسویں دن کے ماقبل الزوال دکھائی دینے کے، اور مختار امام اعظم	رؤیتہ بالنہار لليلة الاثنية مطلقاً على المذهب ذكره الحدادی (ای سواء روی قبل الزوال او بعده على المذهب الذی هو قول ابی حنیفة و محمد^۱ (ملخصاً) (ش) اوجب الحديث ای قوله عليه الصلوٰۃ والسلام صوموا الرؤیتہ وافطر والرؤیتہ. فوجب فسبق الرؤیة على الصوم و الفطر و المفهوم المتبادر منه الرؤیة عند عشیة آخر كل شهر عند الصحابة والتابعين ومن بعدهم بخلاف ما قبل الزوال من الثلثین و المختار

¹ ردالمحتار کتاب الصوم مصطفیٰ البانی مصر ۱۰۳/۲

قولہما^۱ (فت) (فتح القدیر) وکذا صرح باختیارہ فی ع وخز (خزانة المفتین) و ص (خلاصة) و ق (قاضی خان) و مروبز (بزازیة) و جو (جواهر الاخلاطی) و مج (مجمع الانهر) و ب (بحر الرائق) و الاختیار و جامع المضمرات و العناية و الغیاثیة و التتارخانیة و التجنیس و غیرہا۔	اور امام محمد کا قول ہی ہے (فتح القدیر) اس کے مختار ہونے پر ع، خزانتہ المفتین، خلاصہ، قاضی خاں، مر، بزازیہ، جواهر الاخلاطی، مجمع الانهر، بحر الرائق، اختیار، جامع المضمرات، عنایہ، غیاثیہ، تتارخانیہ اور تجنیس وغیرہ میں تصریح ہے۔ (ت)

(ح) ۱۹/۳ ع: دوپہر سے پہلے کی قید اس لئے لگائی کہ اگر بعد زوال نظر آیا تو عامہ کتب پر کسی کے نزدیک گزشتہ رات نہ ٹھہرے گا کہ تیس سکاچاند بھی اکثر دن سے نظر آجاتا ہے مگر دوپہر ڈھلنے کے بعد،

هكذا في عامة الكتب كالبدائع والايضاح والمنظومة والخانية وطم وش والبزازیة والعتابیة والذخيرة والتتارخانیة وجامع الرموز وجواهر الاخلاطی والاختیار والبحرو التبیین والمجتبى والقنية ومجمع البحرين و شرحه لابن ملك وشرح الكنز لملامسكين و غیرہا و وقع في المجمع الانهر تبعا ليا في الفتح من التحفة انه عند ابی يوسف اذ ارؤى قبل الزوال اوبعدہ الى وقت العصر فلما ضیة وبعده للمستقبل^۲	عام کتب میں اسی طرح ہے مثلاً بدائع، ایضاح، منظومہ، خانیه، طم، شامی، بزازیہ، عتابیه، ذخیرہ، تتارخانیہ، جامع الرموز، جواهر الاخلاطی، اختیار، بحر، تبیین، قنیہ، مجمع البحرین اور اس کی شرح لابن ملک، اور شرح کنز لملامسکین وغیرہ اور مجمع الانهر میں فتح کی اتباع میں اور وہاں تحفہ سے ہے کہ امام ابو یوسف کا قول یہ ہے کہ جب چاند زوال سے پہلے یا اس کے بعد عصر تک دکھائی دے تو وہ گزشتہ رات کا ہوتا ہے اور اگر اس کے بعد نظر آئے تو وہ آئندہ رات کا ہوگا۔ (ت)

(م) قمر ۵ نمبر ۲۰: کے بڑے ہونے کا کچھ خیال نہ چاہئے۔

^۱ کنز العمال بحوالہ معجم الکبیر حدیث ۳۸۴۶۹ مکتبۃ التراث الاسلامی مصر ۱۴/ ۲۲۰

^۲ کنز العمال بحوالہ معجم الاوسط حدیث ۳۸۴۷۰ مکتبۃ التراث الاسلامی مصر ۱۴/ ۲۲۰

(ش) ۲۰/۵: بہت لوگ چاند کو بڑا دیکھ کر کہنے لگتے ہیں کہ کل کا ہے یا آج ۲۹ نہ تھی ۳۰ تھی کہ ۲۹ کا چاند اتنا بڑا نہیں ہوتا، یہ اُن کی خام خیالی ہے، شرعی معاملے تو اوپر ہو چکے کہ وہاں قیاسی باتوں کا دخل نہیں اور بطور علم ہیأت ہی چلے تو ان شاء اللہ تعالیٰ فقیر ثابت کر سکتا ہے کہ ۲۹ کا چاند بعض ۳۰ کے چاندوں سے بڑا ہونا ممکن۔ اور سب سے بڑھ کر دافع اوہام یہ ہے کہ طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضرت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اقتراب الساعة انتفاخ الاهلة^۱ | قرب قیامت کا ایک اثر یہ ہے کہ ہلال بڑے نظر آئیں گے۔

اور معجم اوسط میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

من اقتراب الساعة ان يرى الهلال قبل ايقال | قرب قیامت کی ایک علامت یہ ہے کہ ہلال سامنے ہی نظر
هو ليلتين^۲ الحديث۔ | پڑے گا دیکھنے والا کہے گا کہ دو رات کا ہے۔

صحیح مسلم شریف میں ابوالبحرہ سے مروی ہے کہ ہم عمرے کو نکلے بطنِ نخلہ میں ہلال دیکھا کسی نے کہا تین رات کا ہے، کسی نے کہا دو رات کا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حال عرض کیا، فرمایا: تم نے کس رات دیکھا؟ ہم نے کہا فلاں رات۔ کہا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان الله تعالى امدده ١٥ للرؤية فهو لليلة ٢٥ | الله تعالیٰ نے اُسے رویت پر موقوف فرمایا ہے تو جس رات تم
رأيتوه^۳ | نے دیکھا اُسی رات کا ہے۔
(ح) ۱۲/۵: ۱۵ ای جعل وقت الصوم مبتدأ الى زمان | الله تعالیٰ نے وقتِ صوم کو رویت کا چاند کے زمانہ تک طویل
رؤية الهلال ۱۲۔ | (متحد) کیا ہے ۱۲ (ت) اور القول المنشور میں فاضل لکھنوی
المنشور للفاضل الكهنوي لرؤية رأيتوه | تحریر کیا ہے یہ تصحیف ہے ۱۲ (ت)
وهو تصحيف ۱۲

(م) قمر ۶: نہ اس نمبر ۲ کے اونچے ہونے پر نظر قمر ۷ نہ اس کے دیر تک ٹھہرنے پر التفات۔

(ش) ۲۱/۶: بہت لوگ چاند کو اونچا دیکھ کر بھی ایسی ہی انگلیں دوڑاتے ہیں، بعض کہتے ہیں اگر ۲۹ کا ہوتا تو اتنا

^۱ کنز العمال بحوالہ معجم الکبیر حدیث ۳۸۴۶۹ مکتبۃ التراث الاسلامی مصر ۱۴/ ۲۲۰

^۲ کنز العمال بحوالہ معجم الاوسط حدیث ۳۸۴۷۰ مکتبۃ التراث الاسلامی مصر ۱۴/ ۲۲۰

^۳ صحیح مسلم کتاب الصیام قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۴۸

نہ ٹھہرتا۔ یہ سب بھی ویسے ہی اوہام ہیں جن پر شرع میں التفات نہیں، خصوصاً یہ باتیں تو از روئے ہیأت بھی کلیہ نہیں ہو سکتیں، میں ان شاء اللہ تعالیٰ ثابت کر سکتا ہوں کہ کبھی ۳۰ کا ۳۹ کے بعض ہلالوں سے اونچا اور دیر پا ہونا متصور۔

(ج) ۲۱/۶ء: اونچا ہونا اور دیر تک رہنا غالباً زیادتِ فصل سے ہوتا ہے اور یہ ہم اوپر واضح کر چکے کہ کبھی ۲۹ کا بہ نسبت ۳۰ والے کے سورج سے دُور تر ہوتا ہے تو غالباً اتنا ہی اونچا بھی ہوگا اور اتنا ہی دیر میں ڈوبے گا۔ علاوہ ازیں دقائقِ ہیأت پر نظر کیجئے تو باوجود استوائی فصل ایک حالت میں بلند تر و دیر پا تر ہونا ممکنو ذلک یتنی علی مقدمات طویلہ لو تکلفنا علیہا لخر جتنا نحن بصدہ ۱۲) اور یہ طویل مقدمات پر مبنی ہے اگر ہم ان پر گفتگو شروع کر دیں تو زیرِ نظر موضوع سے کہیں دُور نکل جائیں گے ۱۲۔ (ت)

(م) قمر ۸: آج کا ہلال نمبر ۲۲: شفق سے پہلے ڈوبتا ہے کل کا بعد کو، یہ بھی معتبر نہیں۔

(ش) ۲۲/۸: شفق سے مراد شفقِ احمر ہے یعنی وہ سرخی جو غروبِ آفتاب کے بعد جانبِ مغرب رہتی ہے۔ عادتِ یوں ہے کہ جو ہلال اسی شب ہوا وہ اس سرخی کے غائب ہونے سے پہلے ڈوب جاتا ہے، اور جو کل ظاہر ہوا تھا اس کے بعد غروب کرتا ہے۔ پھر یہ بھی تجربہ کی بات ہے، صحیح مذہب میں اس پر اعتماد نہیں

فی مختارات النوازل وقیل ان غاب بعد الشفق فهو للماضیة وان غاب قبل الشفق فهو للمستقبلة ^۱ وھكذا ذکرہ مضعفاً مقابلاً لمذہب الصحیح المختار اعنی کونہ للمستقبلة مطلقاً فی مَجِّ وقت وق وبزو غیرھا من اسفار کثیرة۔	مختار النوازل میں ہے بعض نے کہا کہ اگر شفق کے بعد چاند غروب ہو گیا تو وہ گزشتہ رات کا ہوگا اور اگر شفق سے پہلے غروب ہو گیا تو وہ آئندہ رات کا ہوگا۔ یونہی یہ ضعیف قول مذہبِ صحیح اور مختار کے مقابل ذکر کیا ہے، اور مذہبِ صحیح یہ ہے کہ وہ چاند ہر حال میں آئندہ رات کا ہوگا، مَجِّ، فح القدير، قنیر، بزازیہ، اور دیگر کتبِ معتدہ میں یونہی ہے (ت)

(م) قمر ۹: تیسری رات نمبر ۲۳ عشاء سے پہلے چاند نہیں ڈوبتا، پر یہ بھی قابلِ لحاظ نہیں۔

(ش) ۲۳/۹: عادتِ اکثری یوں ہے کہ تیسری شب کا چاند غروب نہیں کرتا جب تک عشاء کا وقت نہ آجائے۔ حدیث شریف میں نمازِ عشاء کی نسبت ہے:

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یصلیہا لسقوط القمر	حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ نماز اس وقت پڑھا کرتے جس وقت تیسری رات کا

^۱ فتاویٰ بزازیہ علی ہامش فتاویٰ ہندیہ کتاب الصوم نورانی کتب خانہ پشاور ۹۶/۴

لثالثۃ۔^۱ رواہ ابوداؤد عن النعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔	حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ نماز اس وقت پڑھا کرتے جس وقت تیسری رات کا چاند ڈوبتا ہے (اسے ابوداؤد نے نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔ت)

پر معاملہ ہلال میں شرعاً اس پر بھی التفات نہیں مثلاً گواہی گزری کہ آج چاند ہوا کل جمعہ کی یکم رمضان ہے اب شنبہ کے بعد جو شنبہ یکشنبہ آئی کہ اس شہادت کی رُو سے تیسری شب تھی، اس میں دیکھا تو چاند مغرب ہی کے وقت عشاء کا وقت آنے سے پہلے ڈوب گیا جس کے سبب گمان ہوتا ہے کہ آج شب دوم ہے اس کا کچھ خیال نہ کریں گے اور تیسری ہی رات قرار دیں گے۔ تنبیہ: اقول: وبالله التوفیق بے شک اس شہادت پر عمل میں معاذ اللہ حدیث کی کچھ مخالفت نہیں، بلکہ عین حکم حدیث پر چلنا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وقتِ عشاء دیکھ کر نماز شروع فرماتے، وہ اس اکثری امر کے سبب غالباً اس وقت سے موافق پڑتی، یا یوں سہی کہ زمانہ اقدس میں ہمیشہ ہی مطابق آئی، اس سے یہ بھی لازم نہیں آتا کہ حضور نے ایک وقت بھی اس غروبِ قمر پر وقتِ نماز کی بنا رکھی ہو نہ کہ اُسے ابدی غیر ممکن الحلف جانتے نہ کہ اس کے سبب امر صوم میں شہادتِ شرعیہ جسے شرع نے مثل رویتِ عین قرار دیا ہو کی جائے۔

سئل فیما غاب الهلال باللیلۃ الثالثۃ قبل دخول وقت العشاء هل یعمل بالشہادۃ ام لا، اجاب، المعمول بہ ما شهدت البینۃ لان الشہادۃ نزلھا الشارع منزلة الیقین، و لیس فی العمل بالبینۃ مخالفة لصلوٰتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم^۲ (ش) عن فتاویٰ العلامة الشہاب الرملی الکبیر الشافعی ملخصاً وهذا واضح جدّاعہ واللہ الحمد ۱۲۔

¹ سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۶۰/۱

² رد المحتار كتاب الصوم مصطفى الباني مصر ١٠٠/٢



اقول: بحمد اللہ ہماری اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ اس کی ضرورت نہیں جو فاضل عبدالمکھنو نے القول المنثور میں اس اشکال کے جواب میں کہا کہ حدیث میں کوئی ایسی شئی نہیں جو دوام پر دال ہو، ہاں کبھی ایسا ہو جاتا تھا اور لفظ "کان" سے بھی ضابطہ نہیں ہونا چاہئے کیونکہ یہ دوام واستمرار پر دال نہیں ہوتا جیسا کہ شرح صحیح مسلم کے ابواب النوافل میں امام نووی نے اس پر تفصیلاً گفتگو کی ہے۔ پس اللہ کا شکر ادا کرو انتی یقیناً آئے جان لیا کہ حدیث کے ساتھ یہاں کوئی اشکال ہی نہیں اگرچہ کان ہمیشہ دوام پر دال ہو، علاوہ ازیں اس مسئلہ میں بہت زیادہ اختلاف ہے۔ ہم نے اس کے لیے ایک رسالہ لکھا جس کا نام "التاج المکمل فی انارة مدلول کان یفعل" رکھا ہے، لہذا چھٹکارے کے لئے ایسے معاملہ پر بنیاد رکھنا جو مختلف فیہ ہو اور ضرورت بھی نہ ہو قابل اعتماد نہیں ہے ۱۲ (ت)	ظهر بحمد الله انه لا حاجة الى ماتجشمه الفاضل عبدالحی اللکھنوی فی القول المنثور مجیباً عن هذا الاشکال انه لیس فی الحدیث ما یدل علی الدوام فقد یكون هكذا ولا تغتربقوله "کان" فانه لا یدل علی الاستمرار کما بسطه النووی فی شرح صحیح مسلم فی ابواب النوافل فتشکر انتھی. فقد علمت ان لا اشکال بالحدیث اصلاً ولو "کان" للدوام دواماً علی ان هذه المسئلة کثیرة الخلاف وقد عقدنا لیبیانها رسالتنا "التاج المکمل فی انارة مدلول کان یفعل" فبناءً التفصی علی امر مختلف فیہ مع عدم الحاجة الیه مما لا معول علیه ۱۲

(م) قمر ۱۰: چودھویں کا سورج ڈوبنے سے پہلے نکلتا ہے قمر ۱۱ پندرھویں کا بیٹھ کر، یہ دونوں بھی نامعتبر ہیں۔
(ش) ۱۰-۲۴/۱۱: حاکم شرع یا عالم دین نے شہادت شرعیہ لے کر شعبان کا مہینہ ۲۹ کا ٹھہرایا اور کل بروز جمعہ رمضان کا حکم دیا، اب اس حساب سے شب جمعہ ۱۵ کو چاند غروب سے پہلے نکلا، تو بہت جاہل اعتراض کریں گے کہ وہ حکم غلط تھا بلکہ ۳۰ کا چاند ہوا، اور ہفتہ کی پہلی، جب تو آج چاند بیٹھ کر نہ چمکا، یا حاکم و عالم نے گواہی ناکافی سمجھ کر شعبان کی گنتی ۳۰ پوری کی، شنبہ سے یکم رمضان رکھی۔ شب جمعہ میں چاند بیٹھ کر نکلا، جاہل لوگ کہیں گے کیوں صاحب! ہفتہ کی پہلی سے تو آج شب بدر ہوتی ہے یہ چاند بیٹھ کر کیوں نکلا، ضرور جمعہ کی پہلی تھی اور آج پندرھویں، یہ اور اس قسم کے سب خیالات محض مہمل و بیہودہ ہیں جن پر اصلاً مدار احکام نہیں، نہ حاکم و عالم پر شرع یہ لازم فرمائے کہ عند اللہ جو بات نفس الامر میں ہے اس پر مطلع ہو جائیں کہ یہ تکلیف مالا یطاق ہے، بلاکہ شرع ان پر یہی فرض کرتی ہے کہ دلیل شرعی سے جو بات ثابت ہو اس پر عمل کرو۔ عام ازیں کہ عند اللہ کچھ ہو، خود حضور اقدس عالم ماکان و مایکون صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

تم میرے حضور اپنے مقدمات پیش کرتے ہو اور شاید

انکم تختصمون الی ولعل بعضکم ان

يكون الحن بحجته من بعض فاقضى بنحو مما اسمع فمن قضيت له من حق اخيه شيئاً فلا ياخذ فانما اقطع له قطعة من نار¹ رواه احمد والستة عن ام المؤمنين ام سلمة رضي الله تعالى عنها۔	تم میرے حضور اپنے مقدمات پیش کرتے ہو اور شاید تم پر ایک دوسرے سے زیادہ اپنی حجت بیان کرنے میں تیز زبان ہو تو میں جو سنوں اس پر حکم فرماؤں پس جس کے لیے میں اُس کے بھائی کے حق سے کچھ حکم کروں وہ اسے نہ لے کہ یہ تو ایک آگ کا ٹکڑا ہے اس کے لیے قطع کرتا ہوں (اسے امام احمد وائمہ ستہ نے ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے۔ ت)

علاوہ بریں چاند کا چودھویں کو غروبِ شمس سے پہلے نکلنا اگرچہ اکثر ہے، اور اسی لئے اسے بدر کہتے ہیں مگر، بحسابِ ہیأت بھی
اس کا خلاف ممکن، کیا لا یخفی علی من یعلمہ (جیسا کہ اہل علم پر مخفی نہیں۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔
(م) قمر ۱۲: غلط ہے کہ ہمیشہ رجب نمبر ۲۵ کی چوتھی رمضان کی پہلی ہو۔

(ش) ۲۵/۱۲: عوام میں مشہور ہے کہ سال میں جس دن رجب کی چوتھی اسی دن آکر رمضان کی پہلی پڑے گی۔ یہ بات محض بے اصل
ہے، اس کا شرعی نہ ہونا تو خود ظاہر، تجربہ بھی خلاف پر شاہد۔ بعض دفعہ رجب کی تیسری اور رمضان کی پہلی مطابق ہوئی ہے۔

ماہو الرابع من رجب لا یلزم ان یکون غرة رمضان بل قد یتفق (بز)²	رجب کی چوتھی کا رمضان کی پہلی ہونا لازم نہیں بلکہ بعض دفعہ اتفاقاً ایسا ہو جاتا ہے (بزازیہ) (ت)

(م) قمر ۱۳: رمضان کی پہلی نمبر ۲۶ ذی الحجہ کی دسویں ہونا بھی ضروری نہیں۔
(ش) ۲۶/۱۳: کہیں مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے بعض آثار میں آگیا کہ تمہارے روزہ کا دن وہی تمہاری قربانی کا دن ہے،
یہ اُس سال کا ایک واقعی بیان تھا، نہ کہ ہمیشہ کے لیے حکم شرعی ہو۔ بارہایکم رمضان وہم ذی الحجہ مختلف پڑتی ہیں، مثلاً یکم رمضان
جمعہ کی ہو اور رمضان شوال ذیقعدہ تینوں مہینے ۲۹ کے تو عید اضحیٰ چہار شنبہ کی ہوگی اور دو ۲۹ کے تو پنجشنبہ کی، اور تینوں تیس ۳۰
کے تو شنبہ کی۔ ہاں دو تیس کے اور ایک ۲۹ کا، تو بے شک جمعہ کی پڑے گی۔ پھر یونہی ہونا کیا ضرور ہے!

¹ صحیح بخاری باب موعظۃ الامام للخصوم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۰۶۲/۲

² فتاویٰ بزازیہ علی ہامش فتاویٰ ہندیہ کتاب الصوم نورانی کتب خانہ پشاور ۹۶/۳

شہر رمضان اذا جاء يوم الخميس ويوم عرفة جاء يوم الخميس ايضا كان ذلك يوم عرفة لا يوم الضحى حتى لا تجوز التضحية في هذا اليوم وما يروى ان يوم نحر كم يوم صومكم كان وقع ذلك العام بعينه دون الابدال من اول يوم رمضان الى غرة ذى الحجة ثلاثة اشهر لا يوافق يوم النحر يوم الصوم الا ان يتم شهران من الثلاثة وينقص الواحد فاذا تمت الشهور الثلاثة تأخر عنه واذا نقصت الشهور الثلاثة او شهران تقدم عليه فلا يصح الاعتماد على هذا¹ (خذ) عن الفتاوى الكبرى۔	جب رمضان المبارک جمعرات کو آیا اور یوم عرفہ بھی جمعرات ہی کو آیا تو اب یہ یوم عرفہ تو ہو سکتا ہے یوم اضحیٰ نہیں ہو سکتا حتیٰ کہ اس دن قربانی جائز نہ ہوگی، اور جو یہ مروی ہے کہ تمہارا یوم نحر تمہارے روزہ کا دن ہے یہ ایک متعین سال میں اتفاق ہوا تھا، نہ کہ دائمی ضابطہ ہے، کیونکہ رمضان کے پہلے دن سے لے کر ذوالحجہ کی ابتداء تک تین ماہ ہیں تو یوم نحر یوم صوم کے موافق تب ہی ہوگا جب ان تین ماہ میں سے دو ۲ کامل اور ایک ناقص ہو، تو جب تینوں کامل واقع ہوئے تو یوم نحر اس سے مؤخر ہو جائے گا، اور اگر تینوں یا دو ناقص واقع ہوئے تو یوم نحر اس پر مقدم ہوگا لہذا اس پر اعتماد صحیح نہیں۔ یہ فتاویٰ الکبریٰ کے حوالے سے خزانہ میں ہے (ت)

(م) ۱۴: اکثری کہ اگلے رمضان کی نمبر ۲ پانچویں اس رمضان کی پہلی ہوتی ہے، پر شرع میں اس پر اعتماد نہیں۔
(ش) ۲۷/۱۴: سیدنا امام جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ:

خامس رمضان الماضي اول رمضان الاقبي ²	گزشتہ رمضان کی پانچویں آئندہ رمضان کی پہلی ہے۔ (ت)

بعض علماء نے کہا اس کا پچاس برس تک تجربہ ہوا، ٹھیک اُتر۔ بعض معاصرین نے لکھا، ۱۲ برس سے میں بھی تجربہ کرتا اور درست پاتا ہوں۔

اقول: مگر فقیر نے ۱۲۹۷ھ سے اب تک کے ۹ رمضانوں میں خیال کیا چند ہی سال میں صاف فرق پڑ گیا۔ پانچ برس تک تو حساب ٹھیک تھا اور اس قاعدے کے مطابق رمضان ۱۳۰۱ھ کی پنجم روز یکشنبہ

¹ خزانیہ المفتین کتاب الصوم قلمی نسخہ ۶۰/۱

² الاستبصار کتاب الصوم دار الکتب الاسلامیہ تہران ۶/۲ من الایضہ الفقیر دار الکتب الاسلامیہ تہران ۸/۲

آئی مگر ۱۳۰۲ھ بحساب تقویم یکم اسی دن مظنون تھی، مگر فقیر ۲۹ شعبان روز پنجشنبہ کو دیہات میں تھا کشادہ جنگل، صاف مطلع، لبر، غبار، دُخان کسی علت کا نام نہ نشان۔ میں اور میرے ساتھ اور مسلمان ہر چند غور کرتے رہے رویت نہ ہوئی، شب جمعہ کی خبر بھی نہ آئی، شنبہ کی عید قرار پائی۔ اب ۱۳۰۲ھ کا حساب تقویم اگر غلط بھی مائے تو مطلع صاف نہ تھا اور یکم ہیأت یکم یکشنبہ بھی ممکن تھی، تو تصحیح قاعدہ کو اسی دن یکم رکھئے تو پنجم پنجشنبہ کی ٹھہریگی۔ ۱۳۰۳ھ میں یکم بھی جمعرات کو ہونی چاہئے حالانکہ وہ بشادت عین بھی غلط، اور یکم ہیأت بھی ناممکن۔ لاجرم ماننا پڑے گا کہ ۱۳۰۳ھ میں ٹوٹ گیا۔ بالینمہ اگر دائمہ بھی ہو تو صرف ایک تجربہ ہے، نہ حکم شرعی جس پر احکام شرعیہ کی بناء ہو سکے۔

(م) قمر ۱۵: برابر چار مہینے سے زیادہ ۲۹ کے نہیں ہوتے، پر اس پر بھی مدار نہیں۔

(ش) ۲۸/۱۵: امام قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

قد یقع النقص متوالياً شهرين او ثلاثة ولا یقع اکثر من اربعة اشهر۔ ^۱	۲۰ یا تین ۳ مسلسل انتیس کے ہو سکتے ہیں، چار ماہ سے زائد ناقص نہیں ہو سکتے۔ (ت)

اسی طرح شرح صحیح مسلم میں ہے: لکن مصدر ابلغظة قالوا^۲ (لیکن اسے لفظ "قالوا" سے تعبیر کیا ہے۔ ت) پھر بھی یہ اسی قبیل سے تجربہ ہے، یا حساب جس پر شرع میں اعتماد نہیں۔ مثلاً بیع الآخر سے رجب تک چار مہینے ۲۹ کے ہوتے آئے، اب شعبان کی ۲۹ کو شہادت رویت گزری، بلاشبہ مقبول ہوگی، اور یہ خیال نہ کریں گے کہ ۵ برابر ۲۹ کے ہوئے جاتے ہیں۔

(م) قمر ۱۶: ان امور میں خط کا اعتبار جس طرح عوام میں رائج محض مردود ہے اگرچہ مہر شدہ ہو اور کاتب ثقہ اور خط معروف۔

(ش) ۲۹/۱۶: جاہل لوگوں بلکہ بعض اُن مدعیان علم میں بھی جو بزعم خود فقیہ العصر وحید الدہر ہوں، اعتماد خط کا عجیب جوش ہے۔ اپنے کسی معتمد کا خط آگیا اور شہادت شرعی میں کچھ باقی نہ رہا، گویا خط کا ہے کو ہے۔ خاص فلک قمر سے ان پر تفسیر ہلالین نازل ہوئی، پھر کورے جُہال کا تو کہنا ہی کیا ہے، وہاں خط سے گزر کر تاریخ خط سے استناد ہوتا ہے، حالانکہ علماء فرماتے ہیں خط پر اعتماد نہیں، نہ اس پر عمل ہو کہ خط خط کے

^۱ ارشاد الساری شرح صحیح بخاری کتاب الصوم دارالکتب العربی بیروت ۳/۳۵۷

^۲ شرح نووی علی صحیح مسلم کتاب الصوم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۴۷

مشابہ ہوتا ہے اور مُر مُر کے مثل ہو سکتی ہے۔

علمائے احناف کے ہاں یہ مسلم ہے کہ محض خط قابل توجہ نہیں، خیر یہ۔ خط پر نہ تو اعتماد کیا جائے نہ ہی عمل، خیر یہ۔ اس میں ایک ورق پر خط کے علاوہ کچھ نہیں جو کوئی شرعی دلیل نہیں، خیر یہ۔ محض خط علامت ہے اس پر احکام کی بنیاد نہیں رکھی جاسکتی خیر یہ۔ ہمارے علماء نے تصریح کی ہے کہ خط پر اعتماد اور عمل نہیں کیا جاسکتا خیر یہ ملخصاً۔ اعتبار اس کا ہے جس پر شرعی گواہی ہو، نہ کہ خطوط اور کاغذ موجود ہونے پر، خیر یہ۔ کیونکہ وہ کاغذ ہی ہے جس پر تحریر ہے اور اس پر نہ اعتماد کیا جاسکتا ہے اور نہ عمل، جیسا کہ ہمارے اکثر علماء نے تصریح کی ہے خیر یہ۔ شرعی طور پر خط پر نہ اعتماد کیا جاسکتا ہے نہ عمل خیر یہ۔ کاغذ اور خط دلائل شرعی سے نہیں خیر یہ۔

المقرر عند علماء الحنفية انه لا اعتبار بمجرد الخط والاتفات اليه خ¹ (خیر یہ) الخط لا يعتمد عليه ولا يعمل به خ²۔ ليس الموجود فيه سوى خط في ورق ليس من حجج الشرع في شئ خ³ مجرد الخط علامة لا تبني عليها الاحكام خ⁴۔ صرح علماءنا بعدم الاعتماد على الخط وعدم العمل به خ⁵۔ ملخصاً، العبرة لما تقوم البينة الشرعية عليه لالما يوجد من الخطوط والكواغذ خ⁶۔ انما هو كاغذ به خط وهو لا يعتمد عليه ولا يعمل به كما صرح به كثير من علمائنا خ⁷۔ مجرد خط لا يعتمد عليه ولا يعمل له شرعاً خ⁸۔ ليس الورق والخط من حجج الشرع خ⁹۔

1 فتاویٰ خیریتہ کتاب الادب القاضي دار المعرفۃ بیروت ۱۲/۲

2 فتاویٰ خیریتہ باب غلل المحاضر والسجلات دار المعرفۃ بیروت ۱۹/۲

3 فتاویٰ خیریتہ باب غلل المحاضر والسجلات ۲۳/۲

4 فتاویٰ خیریتہ کتاب الوقف دار المعرفۃ بیروت ۱۱۹/۱

5 فتاویٰ خیریتہ کتاب الوقف دار المعرفۃ بیروت ۱۱۸/۱

6 فتاویٰ خیریتہ کتاب الوقف دار المعرفۃ بیروت ۲۰۰/۱

7 فتاویٰ خیریتہ کتاب الوقف دار المعرفۃ بیروت ۲۰۳/۱

8 فتاویٰ خیریتہ کتاب الوقف دار المعرفۃ بیروت ۲۰۹/۱

9 فتاویٰ خیریتہ کتاب البيوع دار المعرفۃ بیروت ۲۲۸/۱

من کتاب البيوع لا يعتمد على الخط ولا يعمل به ولا شك ان الخط اعم من ان يكون بالقلم او بالطابع الذي هو الختم ملخصاً ^۱	کتاب البيوع میں ہے کہ خط پر نہ اعتماد کیا جاسکتا ہے نہ عمل، اور اس میں شک نہیں کہ خط سے مراد عام ہے خواہ وہ قلم سے تحریر کیا ہو یا اس پر مُسر مطبوع ہو خیر یہ ملخصاً (ت)

ان کے سوا بے اعتباری خط پندرہ کتابوں کی عبارتیں فقیر نے فتویٰ تار مندرجہ رسالہ از کی الابلال میں ذکر کیں وبالله التوفیق۔ تنبیہ: خط بعض صورتوں میں مقبول ہوتا ہے، کتاب القاضی الی القاضی یعنی حاکم شرع کو خط لکھے تو بشرائط کثیرہ حجت ملزمہ ہے

(ح) ۲۹/۱۶: ۱: الثلاثة من کتاب الدعوی کا لاخيرة ۱۲	آخری کی طرح یہ تینوں بھی کتاب الدعوی سے ہیں ۱۲ (ت)

- (م) قمر ۱۷: تار محض نمبر ۳۰ مہمل اور ناقابل التفات اگرچہ متعدد شہروں سے وارد ہو۔
- (ش) ۳۰/۱۷: فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے اس بارے میں ایک مفصل فتویٰ لکھا اور علمائے بدایوں ورام پور وحیدر آباد ودہلی نے مُسر کیں، وہ فتویٰ آخر رسالہ از کی الابلال میں مذکور ہوا، اور ہم ان شاء اللہ بحث استفاضہ میں یہ بھی ظاہر کریں گے کہ تار جیسا ایک جگہ ویسا ہی دس بیس مقام کا، سب نامعتبر ہیں، یعنی اگر کسی شہر میں متعدد تار مختلف امصار سے آئیں تو ان کی بھی کچھ وقعت نہ ہوگی کہ کثرت تار شرعی تو اثر و اشتہار سے اصلاً علاقہ نہیں۔
- (م) قمر ۱۸ نمبر ۳۱: بازاری افواہ اصلاً کوئی چیز نہیں۔
- (ش) ۳۱/۱۸: اکثر دیکھا گیا ہے کہ خبر رؤیت میں شہر میں شہرہ اور عام عوام کی زبان پر چاند چاند کا چرچا ہو گیا، پھر تحقیق کیجئے تو کچھ اصل نہ تھی۔ اسے افواہ کہتے ہیں۔ شرع جس تو اثر و شہرت کو قبول فرماتی ہے وہ اور چیز ہے۔
- (م) قمر ۱۹ نمبر ۳۲: مجرد حکایت محض نامسموع۔
- (ش) ۳۲/۱۹: گواہوں کا مجرد بیان کہ فلاں شہر میں چاند ہوا، یا فلاں فلاں نے چاند دیکھا، یا فلاں روز سے روزہ رکھا۔ مجرد حکایت ہے جس پر اصلاً التفات نہیں، بلکہ یا تو اپنے معائنہ کی شہادت ہو، یا

^۱ فتاویٰ خیر یہ کتاب الدعوی دار المعرفۃ بیروت ۵۱/۲

شہادت پر شہادت، یا شرعی شہرت۔ یہ مسئلہ بہت ضروری الحفظ ہے۔ یہ صرف عوام بلکہ آج کل کے بہت مدعیانِ علم، بلکہ بعض ذی علم بھی ناواقف پائے،

اور اللہ ہی ہدایت عطا فرمانے والا ہے، اس جماعت نے چاند دیکھنے کی گواہی نہیں دی اور نہ ہی دُوسروں کی گواہی پر گواہی دی ہے انہوں نے صرف دُوسروں کی رویت کی حکایت کی ہے لہذا ان کا قول قابلِ توجہ نہیں ہوگا، خزانہ اور اس مسئلہ پر در، طحاوی، طم، ش، فتح القدیر، ع، ب وغیرہ نے تصریح کی ہے۔ جیسا کہ ان میں سے بعض کو ہم نے ازکی الاحلال میں ذکر کر دیا ہے (ت)

واللہ الہادی ہذہ الجماعۃ لم یشہدوا بآ
لرؤیۃ ولا علی شہادۃ غیرہم وانما حکوا
بالرؤیۃ غیرہم فلا یلتفت الی قولہم^۱ خز،
وقد نص علی المسئلۃ فی دط طم ش فتع ب و
غیرہا کما ذکرنا بعض نصوصہا فی ازکی
الاحلال۔

(م) قر ۲۰ نمبر ۳۳: یقین عرفی کچھ بکا آمد نہیں، وصلى الله على خير خلقه سيدنا محمد وآله وصحبه اجمعين
والحمد لله رب العالمين۔

(ش) ۳۳/۲۰: قول: یہ ایک نفیس مسئلہ ہے جس پر فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے تنبیہ کی، یقین دو^۲ طرح کا ہوتا ہے: ایک شرعی کہ طریقہ شرع سے حاصل ہو۔ دوسرا عرفی کہ باوجود عدم طریقہ شرعی صرف اپنے مقبولات و مسلمات یا تجربات، مشہورات اور قرائن خارجیہ کے لحاظ سے اطمینان حاصل ہو جائے۔ ناواقف لوگ مدرک عرفی و شرعی میں تفرقہ نہ جان کر اسے کافی دوانی و دلیل شرعی گمان کرتے ہیں حالانکہ یہ صریح خطا ہے، مثلاً جہاں شرع مطہر نے شہادت میں عدد شرط کیا دو^۲ مرد یا ایک مرد و دو عورتیں ہوں، وہاں ہمارے اعظم کسی معتمد اجل مستند نے جسے افضل اولیاء عالم جانیں، اور وہ واقع میں بھی غوثِ زمانہ ہی ہو۔ شہادت دی کہ میرے سامنے ایسا ہوا اور میں نے یکشم خود دیکھا، ہمیں جو اعتبار اس کے فرمانے پر آئے گا ہر گز دو چار دس بیس کی بات پر بھی اس سے زیادہ نہ ہوگا مگر شرع دوسرا گواہ اور مانگے گی، اور معاملہ زنا میں تین۔ تو اگر ایسے ہی تین گواہی دیں جب بھی نامسموع کہ قرآن کریم نے بِأَنَّهُ بَعَثَ شَهِدًا^۳ فرمایا، اگرچہ اس میں شک نہیں کہ سامع مطلع کو ان کے ارشاد میں اصلاً محل شک نہ ہوگا۔ اسی طرح ہزاروں نظیریں اس مسئلہ کی ہوں گی اور

^۱ رد المحتار کتاب الصوم مصطفیٰ البابی مصر ۱۰۲/۲، فتح القدیر کتاب الصوم نوریہ رضویہ سکر ۲۳۳/۲

^۲ القرآن ۲/۲۴

پھر قرائن بے چارے کس گنتی شمار میں ہیں۔ ذی علم کو بارہا واقع ہوتا ہے کہ بہت امور خارجہ کے لحاظ سے چاند ہونے میں اطمینان کامل رکھتا ہے، مگر جب تک ثبوت شرعی نہ ہو ہر گز حکم رویت نہیں کرتا۔ یوں ہی جب ثبوت میزان شرع پر ٹھیک اترے گا مجبوراً حکم رویت کرے گا، اگرچہ بنظر امور دیگر کسی طرح ہلال کا ہونا دل پر نہ جے۔ ایسی ہی جگہ عالم و جاہل کا فرق کھلتا ہے، جب قرائن اس کے خلاف ظاہر ہوتے ہیں جہاں حکم عالم پر اعتراض کرنے لگتے ہیں، حالانکہ وہ جانتا ہے کہ جو میں نے کیا وہی رائے صائب تھی اور مجھ پر بہر حال مدرک شرعی کی پابندی واجب اس امر کی طرف اشارہ زیر یا زوہم بھی گزرا، اور ان یقینوں کی زیادہ توضیح رسالہ ازکی الاہلال میں مذکور ہوئی، وبالله التوفیق و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد و آلہ وصحبہ اجمعین۔

فائدہ: صحیح حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

شهران لا ینقصان شہر اعیاد رمضان وذی الحجۃ ^۱ ۔ رواہ احمد والستۃ عن ابن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔	عید کے دونوں مہینے ناقص نہیں ہوتے یعنی رمضان اور ذوالحجہ۔ (اسے امام احمد اور ائمہ ستہ نے حضرت ابن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

بعض علماء نے اس کے یہ معنی لیے ہیں کہ یہ دونوں مہینے ایک سال میں ۲۹ کے نہیں ہوتے۔ صحیح بخاری میں ہے:

قال محمد لا یجتمعان کلاهما ناقص ^۲ ۔	محمد بن سیرین کہتے ہیں یہ دو مہینے جمع نہیں ہوتے اس حال میں کہ دونوں ناقص (یعنی ۲۹ کے) ہوں۔ (ت)

امام سرائے نے فرمایا: لا ینقصان جمعاً فی ستہ واحد^۳ (ایک سال میں عید کے دو ماہ جمع نہیں ہوتے کہ دونوں ہی ناقص ہوں۔ ت) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ان نقص رمضان ثم ذوالحجۃ وان نقص ذوالحجۃ ثم رمضان ^۴ ۔	رمضان ۲۹ کا ہوگا تو ذوالحجہ ۳۰ کا، اور ذوالحجہ ۲۹ کا ہوگا رمضان ۳۰ کا۔ (ت)

^۱ مسند احمد بن حنبل مروی عن عبد الرحمن ابن ابی بکر رضی اللہ عنہ دار المعرفۃ بیروت ۵/ ۳۸، صحیح البخاری کتاب الصوم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱ (۲۵۶/)

^۲ صحیح البخاری کتاب الصوم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۵۶/۱

^۳ فتح الباری شرح صحیح بخاری کتاب الصوم دار المعرفۃ بیروت ۱۰۷/۴

^۴ صحیح البخاری کتاب الصوم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۵۶/۱

ف: فتح الباری میں امام سرائے کی بجائے امام بزار سے یہ عبارت منقول ہے۔

اور اس معنی کی مؤید وہ حدیث ہے جو بطریق زید بن عقبہ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ شہر اعیان لایکونان ثمانیۃ و خمسين یوماً^۱ عید کے دونوں مہینے ۵۸ دن کے نہیں ہوتے۔

بائیں ہمہ محققین کے نزدیک اس سے اکثری اغلبی حکم مراد ہے۔ نہ کہ دائمی ابدی۔ امام طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: قد وجدناهما ينقصان في احوالهما^۲ نے برسوں دیکھا کہ یہ دونوں مہینے سال میں ۲۹ کے ہوئے۔

اقول: معہذا حدیث اول کے تو عمدہ معانی علماء نے بیان فرمائے، اور تحقیق روشن یہی ہے کہ اس کا ثواب نہیں گھٹتا اگرچہ گنتی میں پورے ہوں، اور حدیث دوم کی صحت معلوم نہیں، اگر صحیح ہو تو بعض رواۃ سے اپنی فہم کی بناء پر نقل بالمعنی محتمل، واللہ تعالیٰ اعلم،

بالجملہ غرض یہ ہے کہ ایسے تجربات کا دائمی ہونا ضرور نہیں، اور دائمی ہوں بھی تو احکام شرع کا ان پر مدار نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم، واللہ الہادی و صلی اللہ تعالیٰ علی سید المرسلین محمد وآلہ وصحبہ اجمعین ط

^۱ فتح الباری شرح صحیح البخاری کتاب الصوم دار المعرفۃ بیروت ۱۰۷/۴

^۲ شرح معانی الآثار کتاب الصیام ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳۸۱/۱



مفسدات صوم (روزہ توڑ دینے والی اشیاء)

مسئلہ ۲۱۹۳۱۷: از علی گڑھ بوساطت رحیم اللہ خاں ۲۵ رمضان المبارک ۱۴۱۵ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں:

- (۱) رمضان میں عورت کوئی دوا خشک اپنے جسم میں رکھے تو روزے میں کچھ فساد آئے گا یا نہیں؟
- (۲) عورت بتی کسی دوا کی یا انگلی سے دوا اپنے جسم میں داخل کرے، یا مرد انگلی کرے تو روزہ ٹوٹے گا یا نہیں؟
- (۳) عورت کو لپٹا یا یا خیال باندھا، کچھ دیر بعد جس وقت کہ خواہش بالکل نہ رہی بوندیں خارج ہو چکی ہیں، پیشاب کو جاتے وقت بعد پیشاب کے کچھ گاڑھا پانی سفید نکلے جس کی شکل منی کی سی ہو تو اس کو منی کہا جائے گا یا نہی؟ اور روزہ اس سے ٹوٹے گا یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

- (۱) اگر روزے کی حالت میں یعنی طلوع صبح صادق سے غروب شمس تک رمضان خواہ غیر رمضان میں دوا خشک یا تر خواہ کوئی چیز فرج میں اس طرح رکھی گئی کہ فرج داخل کے اندر بالکل غائب کردی تو روزہ جاتا رہا، اور اگر مثلاً دوا کسی کپڑے میں باندھ کر فرج میں اس طرح رکھی کہ کپڑے کا سر افرج داخل سے باہر رہا اگرچہ فرج خارج میں غائب ہو جائے تو روزہ نہ جائے گا جب تک دوا کا کوئی حصہ کپڑے سے چھین کر فرج داخل کے اندر نہ گرے یا دوا ایسی تر ہو کہ کپڑے میں ٹپک کر فرج داخل میں لگے یا حرکت کے سبب کپڑا چڑھ جائے کہ بالکل فرج داخل کے اندر غائب ہو جائے، ان صورتوں میں روزہ جاتا رہے گا۔

تنویر الابصار اور در مختار میں ہے: کسی نے عود (کی لکڑی وغیرہ کو) دیر میں اس طرح داخل کیا کہ ایک کنارہ اس کا باہر ہو تو روزہ نہیں ٹوٹتا، اور اگر سب اندر چڑھالے تو ٹوٹ جائے گا اور یہی حکم ہے اس کا جو کوئی لکڑی نگل لے یا دھاگہ اگرچہ اس میں لقمہ بندھا ہوا ہو مگر اس صورت میں کہ جب لقمہ سے کچھ جدا ہو کر اندر رہ جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا، اس کا حاصل یہ ہے کہ پیٹ میں داخل ہونے والی چیز کا وہاں (پیٹ میں) استقرار (ٹھہرنا) فساد کے لیے شرط ہے بدائع، اگر عورت نے رُوئی داخل کی جو غائب ہو گئی تو روزہ فاسد ہو جائیگا، اور اگر اس کی کوئی طرف فرج خارج میں نکلی ہوئی رہی تو روزہ فاسد نہ ہوگا (یعنی روزہ نہیں ٹوٹے گا) اھ اختصار۔ ردالمحتار میں ہے کہ جو کچھ جوف میں داخل ہوا اگر وہ غائب ہو گیا تو روزہ فاسد ہو جائے گا، اور استقرار سے یہی مراد ہے اور اگر غائب نہ ہو بلکہ اس کی کوئی جانب خارج باقی رہ گئی یا خارج شئی سے متصل رہی تو عدم استقرار کی وجہ سے روزہ فاسد نہ ہوگا، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)	فی تنویر الابصار والدر المختار (ادخل عودا) ونحوہ (فی مقعدتہ و طرفہ خارج) وان غیبہ فسد وكذا الوابتلع خشبة او خيطا ولو فيه لقمة مربوطة الا ان ينفصل منها شئی ومفاده ان استقرار الداخل في الجوف شرط للفساد، بدائع، ولو ادخلت قطنه ان غابت فسد وان بقي طرفها في فرجها الخارج لا (لم يفطر) اھا ملتقطا وفي ردالمحتار ما دخل في الجوف ان غاب فيه فسد وهو المراد بالاستقرار وان لم يغيب بل بقي طرف منه في الخارج او كان متصلا بشئی خارج لا يفسد لعدم استقراره²۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) بتی اور دوا کا حکم مسئلہ سابقہ میں گزرا، اور انگلی فرج میں داخل کرنے سے عورت کا روزہ صرف چار صورت میں فاسد ہوگا: ایک یہ کہ انگلی داخل کرنے سے اُسی حالت میں کہ انگلی فرج کو مُس کر رہی ہے عورت کو انزال ہو جائے لوجود معنی الفطر وهو الامناء عن مباشرة كما في الهداية وغيرها (اس صورت میں معنی افطار پایا گیا اور وہ مباشرت کی وجہ سے منی کا خروج ہے، ہدایہ وغیرہ۔ ت) دوسرے یہ کہ انگلی پانی یا روغن کی مانند کسی شے سے ایسی تر ہو کہ اُس کی تری چھوٹ کر فرج داخل میں لگے۔ تیسرے یہ کہ خشک انگلی داخل کی وہ فرج کی رطوبت سے ایسی تر ہو گئی کہ اب اس سے چھوٹ کر دوسری چیز میں لگے، بعدہ انگلی باہر کر کے ایسی ہی

¹ در مختار باب ما يفسد الصوم مجتہائی دہلی ۱۳۹/۱

² ردالمحتار باب ما يفسد الصوم مصطفى البابی مصر ۱۰۷/۲

³ ردالمحتار باب ما يفسد الصوم مصطفى البابی مصر ۱۰۹/۲

تری کی حالت میں پھر اندر کی کہ تری چھوٹ کر فرج داخل میں لگی۔ چوتھے یہ کہ انگلی کٹی ہوئی جسم سے جدا تھی وہ فرج داخل کے اندر غائب کردی گئی کہ سراباہر نہ رہا، یہ احکام بھی اُسی مسئلہ سے ظاہر ہیں ان میں برابر ہے خواہ انگلی مرد کی ہو یا عورت خود اپنی

ادخل اصبعه الیابسۃ فی دبرہ او فرجہا لم یفطر ولو مبتلة فسد اہ ^۱ ملتقطاً	اگر کسی نے انگلی دُر میں دی یا عورت نے اپنی فرج میں داخل کی تو روزہ نہیں ٹوٹے گا، اور اگر انگلی تر تھی تو روزہ ٹوٹ جائے گا (اختصاراً) (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قوله ولو مبتلة فسد لبقاء شئ من البلة فی الداخل۔ ^۲	قوله اگر (انگلی) تر ہوئی تو ٹوٹ جائے گا، یہ اس لیے ہے کہ اس صورت میں داخل دُر و فرج میں کچھ تری باقی رہ جائے گی۔ (ت)

حاشیہ طحاوی میں ہے:

ظاہر کلامہ یقتضی ان الذی ادخل فی فرجہا الرجل والحکم واحد۔ ^۳	ظاہر کلام کا تقاضا یہ ہے کہ فرج عورت میں انگلی داخل کرنے والا مرد ہو، حالانکہ (دونوں صورتوں میں خواہ مرد ہو یا عورت) حکم ایک ہے (ت)

فتح القدیر میں ہے:

لو ادخل الاصبح فی دبرہ او فرجہا الداخل لا یفسد الصوم الا ان تكون مبلولة بماء او دهن على المختار وقيل يجب عليه القضاء والغسل۔ ^۴	اگر کسی نے مرد کی دُر یا عورت کی فرج داخل میں انگلی داخل کی تو مختار قول پر روزہ فاسد نہ ہوگا مگر اس صورت کہ جب وہ پانی یا تیل کے ساتھ تر ہو۔ بعض نے کہا ہے کہ ایسی صورت میں روزہ کی قضاء اور غسل لازم ہو جائے گا۔ (ت)

^۱ در مختار باب ما یفسد الصوم مجتبائی دہلی ۱/۱۳۹

^۲ ردالمحتار، باب ما یفسد الصوم، مصطفیٰ البابی مصر، ۱۰۸/۲

^۳ حاشیہ طحاوی علی الدر المختار باب ما یفسد الصوم دار المعرفۃ بیروت ۱/۳۵۱

^۴ فتح القدیر باب ما یوجب القضاء والكفارة نوریہ رضویہ سکھر ۲/۲۶۷

تمہیہ: فتح القدیر و مراقی الفلاح و فتاویٰ ظہیریہ و فتاویٰ ہندیہ و غیرہ عامہ کتب میں جو انگلی کی تری میں آب و روغن کا ذکر ہے محض تمثیل و تصویر ہے، نہ تخصیص و تقیید کہ اگر دودھ یا گھی لعاب دہن میں تر ہو جب بھی بدائہ حکم یہی ہے کہ مدار صرف کسی تری کا خارج سے جوف میں جا کر رہ جانا ہے کما افادہ فی ردالمحتار (جیسا کہ ردالمحتار میں بیان ہوا۔ ت) و لہذا در مختار میں مطلق مبتلہ (تر ہوئی۔ ت) فرمایا، اور شک نہیں کہ فرج کی رطوبت جب انگلی سے لگ کر باہر آئی اب وہ بھی رطوبت خارج ہو گئی، اب دوبارہ جو باہر سے جا کر فرج داخل کے اندر رہ جائے گی ضرور فسادِ صوم لائے گی جس طرح لعاب دہن اگر قبل خروج اُسے نکل جائے روزہ میں خلل نہیں، اور اگر دہن سے جدا کر دینے کے بعد کھائے گا روزہ جائے گا کما فی ردالمحتار عن البدائع و مثله فی کثیر من الکتب (جیسا کہ بدائع سے ردالمحتار میں اور اسی طرح اکثر کتب میں ہے۔ ت) رہا علماء کا فرمانا کہ اگر کان سے میل نکالا اور میل لگی ہوئی سلائی دوبارہ سہ بارہ کان میں کی تو بالاجماع روزہ نہ جائے گا۔ بزاز یہ و نور الایضاح و در مختار و غیرہ میں ہے:

واللفظ للوجیز، اجمعوا انہ لو حک اذنه بعود فاخرج العود و علی راسه درن ثم ادخله ثانیاً وثالثاً کذلک انہ لا یفسد ¹	و نیز کی عبارت یہ ہے فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر کسی نے عود (لکڑی) کے ساتھ اپنا کان کھر چا پھر لکڑی جب باہر نکالی تو اس کے سرے پر میل تھی اب اسی لکڑی کو دوبارہ یا سہ بارہ اسی طرح (کان میں) داخل کیا تو روزہ فاسد نہ ہوگا۔ (ت)

وہ اس مسئلہ سے جدا ہے وہاں روزہ نہ ٹوٹنے کی وجہ یہ ہے کہ کان کریدنے میں سلائی دماغ تک نہیں جاتی تو میل جوف میں داخل نہ ہوا بخلاف یہاں کے کہ فرج داخل خود جوف ہے۔ مراقی الفلاح میں ہے:

حک اذنه بعود فخرج علیہ درن مافی الصباخ ثم ادخله ای العود مراراً الی اذنه لا یفسد صومه بالاجماع، کما فی البزازیة جلعدم وصول البفطر الی الدماغ ² ، واللہ تعالیٰ اعلم۔	اگر کان کو لکڑی کے ساتھ کھر چا پھر جب لکڑی واپس نکالی تو اس پر کان کے اندر سے میل آئی پھر اس لکڑی کو کئی دفعہ کان میں داخل کیا تو بالاتفاق روزہ فاسد نہ ہوگا، جیسا کہ بزاز یہ میں ہے کیونکہ کوئی چیز روزہ توڑنے والی دماغ تک نہیں پہنچی۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

¹ فتاویٰ بزاز یہ علی حاشیہ فتاویٰ ہندیہ کتاب الصوم نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۹۸

² مراقی الفلاح مع حاشیہ طحطاوی باب فی مالا یفسد الصوم، نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، ص ۳۶۲

(۳) منی اپنی رنگت اور بُور اور توام وغیرہ کے باعث اور پانیوں سے ممتاز ہو جاتی ہے بہر حال صورت مستفسرہ میں جو کچھ نکلا اگرچہ منی ہی ہو جبکہ بالکل شہوت ساکن ہو جانے کے بعد بلا شہوت بعد پیشاب نکلا تو اس سے نہ غسل واجب ہو نہ روزے میں کچھ خلل آیا اور مجرد خیال باندھنے سے تو روزہ اصلاً نہیں جاتا اگرچہ اسی حالت تصور ہی میں شہوت کے ساتھ انزال ہو جائے، ہاں لپٹانے یا بوسہ لینے یا ہاتھ لگانے کی حالت میں اگر انزال ہو تو روزہ فاسد ہو کر قضا لازم آئے گی اور ان افعال کے ختم کے بعد شہوت ہنوز باقی رہی اور اس حالت میں کہ یہ عورت کے جسم سے جدا ہے منی اُتری اور بشوت نکل گئی تو اگرچہ غسل واجب ہوگا مگر روزہ نہ جائے گا کہ یہ انزال اُن افعال سے نہ ہوا بلکہ مجرد تصور ہوا،

در مختار میں ہے کہ اگر سوچنے سے انزال ہو گیا اگرچہ وہ سوچ طویل تھی یا نسیاناً جماع شروع کیا تھا، روزہ یاد آنے پر فوراً چھوڑ دیا، اسی طرح حکم ہے اگر اس نے طلوع فجر ہوتے ہی جماع چھوڑ دیا، اگر چھوڑنے کے بعد منی کا خروج ہوا اس سے روزہ فاسد نہ ہوگا کیونکہ یہ احتلام کی طرح ہے اھ مختصر۔ اس سے زیر بحث مسئلہ کا حکم بطریق اولیٰ معلوم ہو گیا جو نہایت ہی واضح ہے، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)	فی الدر المختار انزل بفکر وان طال او نزع المجامع حال کونه ناسیاً فی الحال عند ذکرہ وکذا عند طلوع الفجر وان امنی بعد النزع لانه کالا احتلام لم یفطرا ۱ ملتقطاً وبہ یعلم ما ذکرنا بالاولیٰ کما لا یخفی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۲۱ تا ۲۲۰: ۲۶ صفر ۱۳۱۷ھ

- (۱) ایک شخص پان کھلے کے اول شب میں سویا، صبح کو اُٹھ کر نیت روزہ کرتا ہے، روزہ درست ہوگا یا نہیں؟
- (۲) حالت روزہ میں اگر کوئی پانی سے استنجا کرے اور بائی اخراج ہو اور بدستور استنجا کرنے میں مشغول رہے تو روزہ رہا یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

- (۱) اگر پان کھالیا تھا منہ میں صرف چند دانے چھالیا کے دانتوں میں لگے رہ گئے تو روزہ صحیح ہو جائے گا اور اگر صبح کے بعد بھی ایسا اگال کثیر منہ میں تھا جس کا جرم خواہ عرق لعاب کے ساتھ حلق میں جانا مظنون ہے تو روزہ نہ ہوگا۔

^۱ در مختار باب ما یفسد الصوم مجتہبائی دہلی ۱/۵۰-۱۳۹

(۲) اس سے روزہ میں کوئی خلل نہیں آتا لعدم الفطر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۲۲: مسئلہ عبد الرحمان صاحب جو پوری از گوڑہ ضلع راولپنڈی ۲۶ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو لوگ پان یا تمباکو یا نسوار کے عادی ہیں وہ اگر روزہ کی حالت میں پان تمباکو نسوار منہ میں رکھ لیں اور اس کا جرم حلق کے اندر نہ جانے دیں تو روزہ ٹوٹ جائیگا یا نہیں؟ اور بصورت ٹوٹ جانے کے قضا لازم آئے گی یا کفارہ؟ مدلل بیان کیجئے، بینوا توجروا

الجواب:

پان جب منہ میں رکھا جائے گا اس کا عرق ضرور حلق میں جائیگا، اور تمباکو جیسی کھائی جاتی ہے وہ اگر منہ میں ڈالی جائیگی تو یقیناً اس کا جرم لعاب کے ساتھ حلق میں جائے گا اور نسوار تو بہت باریک چیز ہے جب اوپر کو سُوگی جائے گی ضرور دماغ کو پہنچے گی اور ان طلب والوں کے مقاصد بھی پورے نہیں ہوں گے اور فقہیات میں ایسا مظنون مثل متیقن ہے، یہ سب شیطانی وسوسے ہیں، ان چیزوں کے استعمال سے جو روزہ جائے اس کی فقط قضا نہیں بلکہ کفارہ بھی ضرور ہوگا کہ ان میں صلاح بدن و قضاے شہوت ہے اور اگر بالفرض ان میں احتیاط یقینی کی صورت متصور بھی ہوتی جب بھی ممانعت میں شک نہ تھا جیسے مباشرتِ فاحشہ کہ بے انزال ناقص نہیں مگر ممنوع ضرور ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من وقع فی الشبهات فی الحرام كالراعی یرعی حول الحی یوشک ان یرتع فیہ ^۱ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	جو شبہات میں داخل ہوتا ہے وہ حرام میں داخل ہو جائے گا جیسا کہ محفوظ جگہ کے قریب بکریاں چرانے والا قریب ہے کہ وہ حرام میں واقع ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۲۳: از کلکتہ پور نزدیک اسپتال ای، بی، ایس، آر، یکم ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ روزہ کس کس حالت میں نہیں ہوتا؟ مثلاً اگر کوئی شخص پچھلے کو اتنا زیادہ کھالے کہ صبح کو اسے کھٹی ڈکاریں آئیں تو روزہ ہوا یا نہیں؟ اگر نہیں ہوا تو کیا خرابی واقع ہوئی؟ دوسری یہ بات کہ روزہ کس کس حالت میں درست نہیں رہتا؟

الجواب:

کھٹی ڈکار سے روزہ نہیں جاتا، یہ کسی کتاب میں نہیں لکھا۔ روزہ تین باتوں سے جاتا ہے اجماع اگرچہ

^۱ صحیح مسلم، باب اخذ الحلال و ترک الشبهات، قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۸/۲

انزال نہ ہو، اور ۲ مس جبکہ انزال ہو، اور ۳ باہر سے کوئی چیز جوف میں اس طرح داخل ہو کہ باہر اُس کا علاقہ نہ رہے مثلاً ڈورے میں بوٹی باندھ کر نگل لی اور ڈور باہر ہے تو اگر اسے نکال لے گا روزہ نہ جائے گا اور اگر ڈور باہر نہ رہی یا نکالنے میں بوٹی یا اس کا کچھ حصہ جوف میں رہ گیا تو روزہ جائز رہا،

کل ذلک منصوص علیہ فی الدر المختار ^۱ وغیرہ	اس تمام پر در مختار اور دیگر کتب میں تصریح ہے۔ واللہ
من الاسفار۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۲۴: مرسلہ قاری عبدالنبی طالب علم ۲ رجب المرجب ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ روزہ دار کو فصد کھلوانا اور سوزاک میں پچکاری لگوانا جائز ہے یا نہیں؟ اور فصد یا پچکاری لگوانا تو روزہ باطل ہو جائے گا یا نہیں؟

الجواب:

فصد سے روزہ نہ جائے گا، ہاں ضعف کے خیال سے بچے تو مناسب، اور پچکاری سے مرد کا روزہ نہ جائے گا عورت کا جائز ہے

گ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

^۱ در مختار باب ما یفسد الصوم مجتہبی دہلی ۱۵۰/۱



الاعلام بحال البخور فی الصّیام

(حالتِ روزہ میں دُھونی لینے کے بارے میں اطلاع)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
اللہ رب محمد صلی علیہ وسلم

مسئلہ ۲۲۵: از جو ناگزہ کاٹھیاواڑ سرکل مدار المہام مرسلہ مولوی امیر الدین صاحب ۵ ذیقعدہ ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک کامل عارف باللہ کے مقبرہ میں بارہ بارہ چند حضرات مل کر بعد ۴ بجے دن کے فاتحہ کے لیے حاضر ہوتے ہیں اور بوقتِ فاتحہ ہمیشہ مزار شریف سے کچھ فاصلہ پر لو بان جلایا جاتا ہے اور حاضرین مزار شریف کے قریب کھڑے ہو کر فاتحہ پڑھتے ہیں مگر حضار میں سے کسی شخص کا ارادہ خوشبو یا دُھواں لینے کا ہرگز نہیں ہوتا، اگر بغیر قصد و ارادے کے دُھواں ناک و حلق وغیرہ میں چلا جائے تو کیا روزہ فاسد ہو جائے گا؟ ماہ رمضان المبارک میں ایک شخص نے بیان کیا کہ اس خفیف دُھوئیں سے روزہ جاتا رہا اور کفارہ لازم آیا، اور جہاں لو بان جلتا ہے روزہ دار وہاں سے علیحدہ کھڑے ہوتے ہیں اگرچہ مکان ایک ہے۔ بینوا توجروا

الجواب:

الحمد لله الذي فرض علينا الصيام طهرا وجعل هذا الدين يسرا والصلوة والسلام على اطيب ريحان الرحمان طيبا ونشرا وعلى اله وصحبه الذين من اقتفاهم لا يصل اليه دخان الضلال وردا ولا صدرا۔	تمام تعریف اللہ عزوجل کی جس نے طہارت کے لیے ہم پر روزے فرض فرمائے اور اس دین کو آسان بنایا، اور صلوة و سلام ہو اس ذات اقدس پر جو خوشبو کے لحاظ سے رحمان کے تمام گلستان میں اعلیٰ ہیں، اور آپ کے آل و اصحاب پر جنہوں نے آپ کی اس طرح اتباع کی کہ انہیں کسی بھی طرف سے گمراہی کی کوئی غبار لاحق نہ ہو سکے۔ (ت)

متون و شروح و فتاویٰ عامہ کتب مذہب میں جن پر مدارِ مذہب ہے علی الاطلاق تصریحات روشن ہیں کہ دُھواں یا غبار حلق یا دماغ میں آپ چلا جائے کہ روزہ دار نے بالقصد اسے داخل نہ کیا ہو تو روزہ نہ جائے گا اگرچہ اس وقت روزہ ہونا یاد تھا۔ اوقایہ و اُتقایہ و اصلاح و اہلقتی و تنبیہ وغیرہا میں ہے:

واللفظ للإصلاح دخل غبار اودخان او ذباب حلقه لم يفطر ¹ ۔	اصلاح کے الفاظ یہ ہیں: حلق میں اگر غبار، دُھواں یا مکھی داخل ہو گئی تو روزہ نہ ٹوٹے گا (ت)

² اگر رمتن در میں ہے:

دخل حلقه غبار اودخان او ذباب ولو ذاكر الم يفسد ² ۔	روزہ دار کے حلق میں غبار، دُھواں یا مکھی چلی گئی حالانکہ اسے روزہ یاد تھا تو روزہ فاسد نہ ہوگا (ت)

³ بدایہ و ہدایہ و دوائی و کافی میں ہے:

واللفظ للکافی، لو دخل حلقه ذباب وهو ذاكر لصومه يفسد قیاسا لوصول المفطر الى جوفه وكونه مبالا يتغذى لا ينافی الفساد كالترايب وفي الاستحسان لا يفسد لانه لا يمكن التحرز عنه فان	کافی کی عبارت یہ ہے روزہ دار کے حلق میں مکھی چلی گئی حالانکہ اسے روزہ یاد تھا تو روزہ قیاساً فاسد ہو جائے گا۔ اس لئے کہ روزہ توڑنے والی چیز اس کے حلق میں چلی گئی اور اس کا غذا اولی چیز نہ ہونا فساد کے منافی نہیں جیسا کہ مٹی کا حکم ہے اور استحساناً روزہ فاسد نہ ہوگا کیونکہ اس سے بچنا ممکن نہیں ہے

¹ در مختار، باب یفسد الصوم، مجتبائی دہلی، ۱۴۹/۱

² غرر مع درر الحکام باب موجب الافساد احمد کامل الکائنہ دار السعادة بیروت ۲۰۲/۱

الصائم لا يجد بدامن ان يفتح فيه ليتكلم فصار كالغبار والدخان ¹ ۔	کیونکہ روزہ دار کو بات کرنے کے لئے منہ کھولنا پڑتا ہے تو مکھی کا حکم غبار اور دھوئیں کی طرح ہے۔ (ت)

"فتح القدير" میں ہے:

قوله فاشبه الغبار والدخان اذا دخلا في الحلق فانه لا يستطاع الاحتراز عن دخولهما لدخولهما من الانف اذا طبق الفم وصار ايضا كبطل يبقی في فيه بعد المضضة ² ۔	مصنف کا قول مکھی کا داخل ہونا غبار اور دھوئیں کی طرح ہے کیونکہ جب وہ حلق میں داخل ہو جائیں تو ان کے دخول سے بچنا ممکن نہیں ہوتا، منہ اگر بند بھی ہو تو وہ ناک کے ذریعے داخل ہو جائیں گے اور یہ اس تری کی مانند بھی ہے جو گلی کے بعد منہ میں رہ جاتی ہے۔ (ت)

"نور الايضاح" متن امداد الفتاح میں ہے:

لايفسد الصوم لو دخل حلقه دخان بلا صناعه او غبار ولو غبار الطاحون او ذباب او اثر طعم الادوية وهو ذاكر لصومه ³ ۔	ان صورتوں میں روزہ نہیں ٹوٹتا جب حلق میں بلا قصد دھواں داخل ہو جائے یا غبار خواہ وہ آٹے کی چکی کا ہو یا مکھی یا دوائیوں کے ذائقے کا اثر منہ میں داخل ہو جائے اگرچہ روزہ دار کو روزہ دار ہونا یاد ہو۔ (ت)

"حانیہ" و "خلاصہ" و "انزاع" و "المفتین" میں ہے:

واللفظ للخانية اذا دخل الدخان او الغبار او ريح العطر او الذباب حلقه لايفسد صومه ⁴ ۔	حانیہ کی عبارت یہ ہے: حلق میں دھواں، غبار، عطر کی خوشبو یا مکھی داخل ہو جائے تو روزہ فاسد نہیں ہوگا۔ (ت)

"سراج الوہاب" و "ہندیہ" میں ہے:

¹ ہدایہ باب ما یوجب القضاء والكفارة المكتبة العربية کراچی ۱۹۸/۱

² فتح القدير باب ما یوجب القضاء والكفارة نوریہ رضویہ سکر ۲۵۸/۲

³ نور الايضاح ما لا یفسد الصوم مطبع علیی، لاہور ص ۶۴

⁴ فتاویٰ قاضی خان الفصل فیما لا یفسد الصوم منشی نوکسور لکھنؤ ۹۸/۱

لو دخل حلقه غبار الطاحونة او طعم الادوية او غبار الهرس واشباهه، او الدخان او ماسطح من غبار التراب بالريح او بحوافر الدواب واشباه ذلك لم يفطره ¹	اگر روزہ دار کے حلق میں بچی کا غبار، ادویات کا ذائقہ، گھوڑے کے دوڑنے یا اس کی ہم مثل کی غبار، دھواں، ہوا کے ذریعے اڑنے والی، چوپایوں اور اس کے ہم مثل کی وجہ سے اڑنے والی غبار چلی جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (ت)

¹ وجیز و² انقروی و³ واقعات المفتین میں ہے:

دخل الذباب او الدخان او الغبار حلقه او بقى بلل بعد المضضة فابتلعه مع البزاق لم يفطر ²	روزہ دار کے حلق میں مکھی، دھواں یا غبار چلی گئی یا کٹی کے بعد تری منہ میں رہ گئی اور اسے وہ تھوک کے ساتھ نگل گیا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا

ہاں اگر صائم اپنے قصد وارادہ سے اگر یا لبوبان خواہ کسی شے کا دھواں یا غبار اپنے حلق یا دماغ میں عمدہ بے حالت نسیان صوم داخل کرے، مثلاً بخور سلگائے اور اسے اپنے جسم سے متصل کر کے دھواں سونگھے کہ دماغ یا حلق میں جائے تو اس صورت میں روزہ فاسد ہوگا۔³ در مختار میں ہے:

مفاده انه لو ادخل حلقه الدخان افطراي دخان كان ولو عودا او عنبرالوذا كرا لامكان التحرز عنه فليتنبه له كما بسطه الشرنبلاي ³	اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کسی روزہ دار نے بقصد اپنے حلق میں دھواں داخل کیا تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا خواہ وہ دھواں عود یا عنبر کا ہو، اگر اسے روزہ یاد ہو کیونکہ اس سے بچنا ممکن ہے اس پر متنبہ رہنا چاہئے، جیسا کہ اس پر شرنبلائی سے تفصیلی گفتگو کی ہے۔

علامہ شرنبلائی نے² غنیہ ذوی الاحکام و³ امداد الفتاح و⁴ مراقی الفلاح تینوں کتابوں میں فرمایا:

وهذا لفظ المراقى وفيما ذكرنا اشارة الى انه من ادخل بصنعه دخانا حلقه باى صورة كان الادخال فسد صومه	مراقی الفلاح کی عبارت یہ ہے جو کچھ ہم نے ذکر کیا اس میں یہ اشارہ ہے کہ اگر کسی نے ارادۂ حلق میں دھواں داخل کیا خواہ ادخال کی کوئی صورت

¹ فتاویٰ ہندیہ الباب الرابع فیما یفسد الصوم نورانی کتب خانہ پشاور ۲۰۳/۱

² فتاویٰ انقرویۃ کتب الصوم دار الاشاعۃ العربیہ قندھار افغانستان ۱۵/۱

³ در مختار باب ما یفسد الصوم مجتبائی دہلی ۱۳۹/۱

ہو تو روزہ ٹوٹ جائے گا خواہ وہ دُھواں، غبر، عود یا ان کے ہم مثل کسی کا ہو حتیٰ کہ جس نے دُھونی سلگائی اور اپنے قریب کر کے اس کا دُھواں سونگھا حالانکہ روزہ یاد تھا روزہ ٹوٹ جائے گا کیونکہ اس صورت میں پیٹ اور دماغ کو روزہ توڑنے والی شے سے محفوظ رکھنا ممکن ہے، یہ ان چیزوں میں سے ہیں جن سے اکثر لوگ غافل ہیں، لہذا اس پر خصوصی توجہ دیجئے، یہ وہم نہ کیا جائے کہ یہ تو پُھول اور کستوری سونگھنے کی طرح ہی ہے کیونکہ خوشبو کی مہک اور جوہر دخان میں جو ارادہٴ جوف میں جائے، بڑا واضح فرق ہے (ت)	سواء کان دخان عنبر اوعود او غیرہما حتی من تبخر ببخور فأواه الی نفسه واشتم دخاناً اذا کرا لصومه افطر لامکان التحرز عن ادخال البفطر جوفه و دماغه وهذا مما یغفل عنه کثیر من الناس فلیتنبہ له ولا یتوهم انه کشم الورد ومائه والمسک لوضوح الفرق بین هواء تطیب بریح المسک وشبهه و بین جوهر دخان وصل الی جوفه بفعله^۱

اسی طرح^{۲۵} رد المحتار میں امداد الفتاح اور^{۲۶} طحاویہ میں غنیہ سے نقل فرما کر مقرر رکھا۔^{۲۷} مجمع الانہر شرح ملتقى الابحر میں ہے:

اس بناء پر اگر کسی روزہ دار نے مذکورہ اشیاء میں سے کسی چیز کو اپنے حلق میں داخل کیا تو اس کا روزہ فاسد ہو جائیگا حتیٰ کہ جس نے بخور کے ساتھ دُھونی دی اور اس کا دُھواں سونگھا اور روزہ یاد ہوتے ہوئے حلق میں داخل کیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا کیونکہ فقہاء نے متعدد جگہ پر دخول اور ادخال میں فرق کیا ہے کیونکہ ادخال صائم کا اپنا عمل ہے جس سے بچنا ممکن ہے اس کی تائید صاحب نہایہ کا یہ قول کرتا ہے کہ جب مکھی پیٹ میں داخل ہو گئی تو روزہ نہیں ٹوٹے گا کیونکہ کوئی ایسی چیز نہیں پائی گئی جو روزہ کی ضد ہو اور وہ خارج سے کسی شے کا باطن میں داخل کرنا ہے، اس سے بہت سے لوگ غافل ہیں لہذا اس پر توجہ چاہئے۔ (ت)	علی هذا لو ادخل حلقه فسد صومه حتی ان من تبخر ببخور فاستشم دخانه فأدخله حلقه اذا کرا لصومه افطر لانهم فرقوا بین الدخول والادخال فی مواضع عديدة لان الادخال عمله والتحرز ممکن ویؤیدہ قول صاحب النہایة اذا دخل الذباب جوفه لایفسد صومه لم یوجد مأهو ضد الصوم وهو ادخال الشئ من الخارج الی الباطن وهذا مما یغفل عنه کثیر فلیتنبہ له^۲

^۱ مراقی الفلاح مع حاشیہ الطحاوی باب فی بیان مالا یفسد الصوم نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۲-۳۶۱

^۲ مجمع الانہر، باب موجب الفساد، دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۲۳۵

^{۲۸} حاشیہ الکنز للعلامة السيد ابی السعود الازہری پھر طحاوی علی المراقی میں ہے:

واللفظ للاول قوله او دخل حلقه غبار والتقييد بالدخول للاحتراز عن الادخال ولهذا صرحوا بان الاحتواء على المبخرة مفسد ^۱ ۔	قوله "دخل حلقه غبار" دخول کی قید ادخال سے احتراز کے لئے اسی لئے فقہاء نے تصریح کی کہ بخوردان پر محتوی ہونا مفسد روزہ ہے۔ (ت)

بدیہاً واضح کی صورت مذکورہ سوال صورت دخول ہے نہ کہ شکل ادخال، تو اس میں انتقاضِ صوم کا حکم محض بے سند و بے اصل خیال۔

اقول: وبالله التوفيق وبه الوصول الى ذرى التحقيق تحقيق مقام وتنقيح مرام بتوفيق الملك العلام یہ ہے کہ حقیقت صوم امساك عن المفطرات الشرعية میں محصور، اور تکالیف شرعیہ قدر وسع پر مقصور، اور انتقائے حقیقت کو انتقائے شے قطعاً لازم و ضرور، جس میں ضرورت و عدم ضرورت کا تفرقہ عقلاً و نقلاً باطل و مجبور، مثلاً حقیقت نکاح ایجاب و قبول ہے اگرچہ جانب ولی سے، اب اگر کوئی شخص ایسی جگہ ہو جہاں نہ کوئی ولی نہ حاکم اسلام اور بوجہ شدت احتیاج زن حالت تا بجنون حقیقی پہنچے کہ اہلیت تصرف سے خارج ہو جائے تو اس ضرورت شدیدہ کے لحاظ سے ہر گز روانہ ہوگا کہ کوئی عورت بکجرد ایجاب بے قبول اس کی زوجہ بن جائے یا حقیقت زکوٰۃ کہ تملیک فقیر الخ ہے، اگر کہیں ایسا ہو کہ مصرف کوئی نہ ملے جیسا کہ زمان برکت نشان سیدنا مسیح کلمتہ اللہ صلوة اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ میں ہونے والا ہے تو یہ ممکن نہیں کہ براہ ضرورت زکوٰۃ اپنی حقیقت سے منسلخ ہو کر کسی غنی کو دینا زکوٰۃ قرار پائے، ارکان ساقط بضرورت، حقیقت ارکان سعت ہوتے ہیں نہ ارکان اصل حقیقت، ورنہ تحقق شے بے حقیقت شے محال عقلی ہے تو منافات نسخ ذات میں ضرورت و بے ضرورت سے تفرقہ نہیں کر سکتے، اب ہم ان اشیاء کو جو خارج سے جوف صائم میں داخل ہوں نظر کریں تو انچائے مختلفہ کو پاتے ہیں ان میں بعض وہ ہیں جن سے کسی وقت صائم کو احتراز ممکن نہیں، جیسے ہوا، بعض وہ جن سے احیاناً تلبس ہر شخص کو ضرور، اور ان سے تحرز کلی نامقدور، جیسے دخول غبار و دھان کہ کسی نہ کسی طرح انسان کو ان سے قرب کی حاجت ضروری ہے اور وہ اپنی حد ذات میں ممکن الاحتراز نہیں، آدمی کو کلام سے چارہ نہیں، اور کلام نہ بھی کرے تو بے تنفس کیونکر گزرے، اور ہوا کہ ان کی حامل ہوتی ہے اور تمام

^۱ فتح المعین حاشیہ علی شرح ملا مسکین باب ما یفسد الصوم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۱/۳۳۱، طحاوی علی المراقی الفلاح باب فی بیان ما لا یفسد الصوم نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۶۲

فضا میں بھری اور متحرک رہتی، جا بجا لیے پھرتی ہے، آدمی مُنہ بند بھی رکھے تو یہ ناک کی راہ سے داخل ہو سکتے ہیں اور بعض وہ جن سے ہمیشہ تحرز کر سکتا ہے اگرچہ نادراً بعض اشخاص کو بعض حالات ایسے پیش آئیں کہ تلبس پر مجبور کریں، جیسے طعام و شراب، اور انہیں دُخان و غبار کا بالقصد ادخال کہ یہ تو اپنا فعل ہے انسان اس میں مجبور محض نہیں، شرع مطہر نے کہ حکیم و رحیم ہے جس طرح قسم اول کو مفطرات سے خارج فرمایا کہ اگر اسے ملحوظ رکھیں تو صوم ممتنع اور تکلیف روزہ تکلیف بالاحمال ٹھہرے، اسی قسم ثانی کو مطلقاً شمار مفطرات میں نہ رکھا اگر مفطر مائیں تو دو حال سے خالی نہیں، یا تو حکم فطر ہمیشہ ثابت رکھیں تو وہی تکلیف مالا یطاق ہوتی ہے یا وقت ضرورت باوصف حصول مفطر روزہ باقی جانیں تو بقائے شے مع انقائے حقیقت یا اجتماع ذات و منافی ذات لازم آئے اور یہ باطل ہے، ہم ابھی کہہ آئے ہیں کہ دربارہ حقائق ضرورت کارگر نہیں ہوتی ولہذا شرع مطہر سے ہرگز معہود نہیں کہ کسی شے کو بخصوصہ مفطر قرار دے کر بعض جگہ بنظر ضرورت حکم افطار ساقط فرمایا مثلاً کتب فقہیہ پر نظر ڈالے،

اولاً: بیمار قریب مرگ ہو گیا مجبوراً دوا پی ضرورت کیسی شدید تھی جس نے روزہ توڑنا جائز کر دیا مگر روزہ ٹوٹنے کا حکم مرتفع نہ ہوا۔

ثانیاً: تلوار سر پر لئے کھڑا ہے کہ نہیں کھاتا تو قتل کر دے گا کیسی سخت ضرورت ہے حکم ہوگا کھالے مگر یہ نہ ہوگا کہ روزہ نہ جائے۔

ثالثاً: مخمضہ والے مضطر کی ضرورت سے زیادہ کس کی ضرورت ہے، جس کے لئے مردار سے مردار حرام سے حرام میں اثم زائل، اور بقدر حفظ رفق، تناول فرض ہوا مگر یہ نہیں کہ یہ حالت بصورت صوم واقع ہو تو ضرورت کے لحاظ سے روزہ نہ ٹوٹے۔

رابعاً: سوتا برابر رہتا ہے النوم اخو الموت (نیند موت کی بہن ہے۔ ت) سوتے کے پاس بچنے کا کیا حیلہ، احتراز کا کیا چارہ، مگر یہ ناممکن الاحترازی، بقائے صوم کا حکم نہ لائی، سوتے میں حلق میں کچھ چلا جائے تو روزے پر وہی فساد کا حکم آئے گا، غرض خادم فقہ کے نزدیک بدیہیات سے ہے کہ شرع مطہر کبھی کسی چیز کو مفطر مان کر ضرورت و عدم ضرورت کا فرق نہیں فرماتی، لحاظ ضرورت صرف اس قدر ہوتا ہے کہ افطار جائز بلکہ کبھی فرض ہو جائے مگر مفطر مفطر نہ رہے یہ ناممکن، تو ثابت ہوا کہ اس اصل اجماع عقل و نقل و قاعدہ شرعیہ آیہ لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا¹ (اللہ تعالیٰ کسی نفس کو اس کی طاقت سے بڑھ کر کُلف نہیں ٹھہراتا۔ ت) نے واجب کیا کہ قسم ثانی بھی راساً عدد مفطرات سے مجبور اور مفطر شرعی صرف قسم ثالث میں محصور ہو۔ بحمد اللہ تعالیٰ اس تقریر منیر سے روشن ہوا کہ مفطر نہ ہونے کے لئے جس طرح قسم سوم کی ضرورت نادرہ

¹ القرآن ۲/ ۲۸۶

کہ اتفاقاً بعض صائمین کو بعض احوال میں لاحق ہو جیسے مفطر و مکروہ و نائم و مریض کی مجبوری کافی نہیں ہو سکتی، یوں ہی قسم اول کی ضرورت دائرہ لازمہ غیر مفطر بھی درکار نہیں بلکہ صرف قسم دوم کی ضرورت عامہ فعلیہ بس ہے اور جب اس کی بناء پر وہ شے شمار مفطر سے خارج رہی تو اب تفصیل و تفریق اوقات و حالات ضرورت، نہیں کر سکتے ورنہ وہی استحالہ لازم آئے گا جسے ہم ابھی عقلاً و نقلاً باطل کر چکے بس دخولِ دُخان و غبار بے قصد و اختیار کبھی کہیں پایا جائے اصلاً مفسدِ صوم نہیں ہو سکتا، نہ اس کہنے کی گنجائش کہ فلاں جگہ اتفاق دخول وہاں جانے سے ہوا نہ جاتا نہ ہوتا، اور جانا قصداً تھا تو ممکن الاحتراز ہوا۔ امامؒ ۲۹ مکروری و جیز میں فرماتے ہیں:

اذا بقي بعد المضضة ماء فابتلعه بالبراق ثم لم يفطر لتعذر الاحتراز ^۱	اگر کُلّی کے بعد منہ میں کچھ پانی باقی رہ جائے اور روزہ دار اسے تھوک کے ساتھ نگل جائے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا کیونکہ اس سے بچنا ممکن نہیں (ت)

فتح سے اسی مسئلہ میں گزرا:

صار كبلل يبقى في فيه بعد المضضة ^۲	یہ اس تری کی طرح ہے جو کُلّی کے بعد منہ میں باقی رہ جاتی ہے۔ (ت)

شر نبلائیہ میں امام زیلیعی سے ہے:

اذا دخل حلقه غبار او ذباب وهو ذاكر لصومه لا يفطر لانه لا يقدر على الامتناع عنه فصار كبلل يبقى في فيه بعد المضضة ^۳	جب روزہ دار کے حلق میں غبار یا مکھی داخل ہو جائے اگرچہ اسے روزہ یاد ہو تو روزہ فاسد نہ ہوگا کیونکہ اس سے بچنے پر قادر نہیں یہ اس تری کی طرح ہے جو کُلّی کے بعد اس کے منہ میں باقی رہتی ہے (ت)

شرح الملتقی للعلامہ عبد الرحمن الرومی میں ہے:

انه لا يقدر على الامتناع عنه فانه اذا اطبق الفم لا يستطيع الاحتراز عن الدخول من الانف فصار كبلل يبقى في	روزہ دار اسے روکنے پر قادر نہیں کیونکہ اگر منہ بند بھی رکھے پھر بھی ناک کے ذریعے غبار کے دخول سے احتراز کی طاقت نہیں رکھتا تو یہ یوں ہی جیسے کہ وہ

^۱ بزازیہ، ر حاشیہ فتاویٰ ہندیہ کتاب الصوم نورانی کتب خانہ پشاور ۱۰۰/۳

^۲ فتح القدیر باب ما یوجب القضاء نوریہ رضویہ سکھر ۲۵۸/۲

^۳ غبیۃ ذوی الاحکام حاشیہ درر الحکام باب موجب الافساد مطبعہ احمد کامل الکاتبۃ دار سعادت ۲۰۲/۱



فیہ بعد المضبۃ ^۱	تری جو کُلی کے بعد منہ میں باقی رہ جاتی ہے (ت)

دیکھو کُلی کے بعد جو تری منہ میں باقی رہتی ہے اُسے بھی شرع نے اسی تعذر تحرز کی بنا پر مفطر نہ ٹھہرایا اب وہاں یہ لحاظ ہر گز نہیں کہ یہ کُلی خود بھی ممکن الاحتراز تھی یا نہیں، اگر محض بے ضرورت کُلی کی جب بھی وہ تری ناقض صوم نہ ہوگی حالانکہ ضرور کہہ سکتے تھے کہ یہ اس کا دخول اس کُلی کرنے سے ہوا، نہ کرتا نہ ہوتا، اور کُلی بے ضرورت تھی تو ممکن الاحتراز ہوا۔^۲ بزاز یہ میں ہے:

یکرہ ادخال الماء فی الفم بلا ضرورة وفي ظاهر الرواية لا بأس لان المقصود التطهير فکان کالمضبۃ ^۲	بلا ضرورت پانی کا منہ میں داخل کرنا مکروہ ہے اور ظاہر روایت کے مطابق اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ مقصود تطہیر ہے لہذا یہ کُلی کی طرح ہے (ت)

حدیہ کہ بے ضرورت کُلی کرنی ظاہر الروایۃ میں مکروہ بھی نہیں حالانکہ عنقریب آتا ہے کہ بے ضرورت نمک دیکھنے کے لئے شور با پکھنا مکروہ و ناجائز ہے، تو وجہ وہی کہ شرع مطہر اسے شمار مفطرات سے خارج فرما چکی تو اب ضرورت و عدم ضرورت پر نظر نہ ہوگی نہ اس میں کسی مفطر کا احتمال پیدا ہوگا کہ کراہت آئے۔

ثم اقول: وبالله التوفیق اس پر تو عرض تحقیق مستقر ہوا کہ دخول بلا صنعه کیف ماکان (بلا قصد دخول جیسے بھی ہو۔ ت) اصلاً صالح افطار نہیں، ولہذا علمائے کرام نے مدار فرق صرف دخول و ادخال پر رکھا، دخول کا کوئی فرد مفطر میں داخل نہ کیا کما سعت من نصوصهم (جیسا کہ ان کی تصریحات آپ سُن چکے۔ ت) مگر یہاں ایک نکتہ دقیقہ اور ہے سبب شئی مفضی الی الشئی (شئی کا سبب شئی تک پہنچانے والا ہوتا ہے۔ ت) دو قسم ہے: ایک مفضی کلیۃً یا غالباً جس کے بعد وقوع مسبب عادت متیقن یا مظنون بظن غالب ہو کہ فقہیات میں وہ بھی ملحق بالیقین۔

دوسرا مفضی نادراً جس کے بعد مسبب کبھی واقع ہو جائے قسم اول کے قصد کو قصد مسبب کہنا مستبعد نہیں کہ جب صاحب قصد کو معلوم کہ اس کے بعد مسبب ضرور یا اکثر واقع ہی ہوتا ہے اور اس نے سبب کار تکاب بالقصد کیا تو گویا وقوع سبب کا التزام کر چکا باس معنی خیال کر سکتے ہیں کہ ایسا دخول داخل شق ادخال ہوگا، مگر قسم دوم ہر گز اس قابل نہیں، پُر ظاہر کہ یہ سبب سبب کافی نہ ہوگا۔ اور اس کے بعد وقوع مسبب

^۱ مجمع الانہر شرح ملتقى الابحر باب موجب الفساد دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۳۵/۱

^۲ بزاز یہ بر حاشیہ فتاویٰ ہندیہ کتاب الصوم نورانی کتب خانہ پشاور ۱۰۵/۴

حالت شک و احتمال ہی میں آئے گا اس کے قصد کو مجازاً بھی قصد نہیں کہہ سکتے و هذا لا يذهب عن عقل عاقل نبیه، فضلا عن فاضل فقیہ (یہ تو کسی عقل عاقل سے مخفی نہیں چہ جائیکہ کسی فاضل فقیہ کے علم سے مخفی ہو۔ ت)

حجت ساطعہ لیجے کان میں بالقصد پانی کا ادخال صحیح الاقوال پر مفسد صوم ہے مگر یہی ائمہ کرام جو بحالت قصد ادخال افساد و ابطال کی تصحیح فرماتے ہیں نہانے یاد رکھنے کے اندر جانے میں اگر پانی کان میں چلا جائے تو روزہ نہ جانے کی تصریح فرماتے ہیں ائمہ نے اصلاً اس کا اعتبار نہ فرمایا کہ اس دخول آب کا سبب نہانا یا غوطہ لگانا ہوا اور یہ افعال اس نے بالقصد کئے تو گویا بالقصد پانی کان میں پہنچایا وجہ وہی ہے کہ یہ افعال عاجز دخول آب کے موجب نہیں ہوتے اگرچہ کبھی واقع ہوتا بھی ہے تو ان کا قصد اس کا قصد نہیں ہو سکتا۔ خانیہ میں ہے:

لو خاض الماء فدخل الماء في اذنه لا يفسد صومه وان صب الماء في اذنه اختلفوا فيه والصحيح هو الفساد لانه وصل الى الجوف بفعله فلا يعتبر فيه صلاح البدن ¹	اگر پانی میں غوطہ لگایا اور پانی کانوں میں داخل ہو گیا تو روزہ فاسد نہ ہوگا اور اگر کان میں پانی خود ڈالا اس بارے میں اختلاف ہے، مذہب صحیح یہی ہے کہ روزہ فاسد ہو جائے گا کیونکہ اس صورت میں پانی پیٹ تک اس کے عمل سے پہنچا ہے لہذا اس میں اصلاح بدن کا اعتبار نہیں ہوگا۔ (ت)

فتاویٰ امام بزاز میں ہے:

لو خاض الماء فدخل اذنه لا يفسد بخلاف دخول الدهن وان صب الماء في اذنه افسده في الصحيح لوجود الفعل لا يعتبر فيه صلاح البدن ²	روزہ دار پانی میں غوطہ زن ہوا، اس کے کان میں پانی داخل ہو گیا تو روزہ فاسد نہ ہوگا بخلاف تیل کے دخول کے، اور اگر پانی کان میں ڈالا تو یہ صحیح قول کے مطابق روزہ کو فاسد کر دے گا کیونکہ یہ اس کے اپنے عمل سے ہوا ہے، پس اس صورت میں اصلاح بدن کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ (ت)

^{۳۲} جواہر الاخلاطی میں ہے:

لو اغتسل او خاض في الماء فدخل الماء اذنه لا يفسد صومه بخلاف ولو ادخل الماء في اذنه ففیه الاختلاف	اگر غسل کیا یا پانی میں غوطہ زن ہوا تو پانی کان میں داخل ہو گیا بالاتفاق روزہ فاسد نہ ہوگا اور اگر پانی کان میں داخل کیا تو اس میں اختلاف ہے

¹ فتاویٰ قاضیان الفصل الخامس فیما لا یفسد الصوم من شئ نزلک شور لکھنؤ ۱ / ۹۹

² بزاز یہ بر حاشیہ فتاویٰ ہندیہ کتاب الصوم نورانی کتب خانہ پشاور ۴ / ۱۸

والاصح هو الفساد دلوصولہ الی الراس و وصول مألفیه صلاح البدن غیر معتبر کما لو ادخل خشبة فی دبرہ وغیبها ^۱	اگر غسل کیا یا پانی میں غوطہ زن ہوا تو پانی کان میں داخل ہو گیا بالا اتفاق روزہ فاسد نہ ہوگا اور اگر پانی کان میں داخل کیا تو اس میں اختلاف ہے اصح قول یہ ہے کہ روزہ فاسد ہو جائے گا کیونکہ یہ دماغ تک پہنچ جاتا ہے اور دماغ تک ایسی چیز کا پہنچنا جس میں اصلاح بدن نہ ہو غیر معتبر ہے، جیسا کہ اگر کسی نے اپنی دہر میں لکڑی داخل کی اور وہ غائب ہو گئی (ت)

فتح القدیر میں ہے:

الفساد اذا دخل الماء أذنه لا اذا دخل بغير صنعه كما اذا خاض نهر ^۲	روزے کا فساد تب ہوگا جب خود اپنے کان میں پانی داخل کرے، اپنے عمل کے بغیر پانی داخل ہونے سے فاسد نہ ہوگا جیسا کہ نہر میں غوطہ زن ہوا۔ (ت)

دیکھو کسی صریح تصریحیں ہیں کہ ایسے سبب کا قصد مسبب نہیں، یہاں تک کہ اس صورت میں باوصف فعل سبب وقوع
مسبب کو بغیر صنعه (اپنے عمل کے بغیر۔ ت) فرماتے ہیں۔ اب ہم اپنے مسئلہ دائرہ کو دیکھیں تو کسی مکان میں جہاں بخور
سلگتا ہو موضع بخور سے جدا دور جاکھڑا ہونا کہ دھواں لینے کا قصد درکنار دھوئیں کے پاس تک نہ ہو، ہر گز کسی عاقل کے
نزدیک دخول دخان کا سبب غالب نہیں ہو سکتا ورنہ واجب تھا کہ رمضان المبارک میں دن کو آگ روشن ہونا، شام کے لئے کچھ
کھانا پکنا حرام و باعث افطار صیام ہوتا اس میں تو شاید خود یہ معترضین بھی شامل ہوں اور امکان احتراز ہی کی ہوس ہوا اگرچہ
عند التحقیق مفطرات میں اس کو دخل نہیں کما بینناہ بآبیین وجہ لا یحوم حوم حماہ شبہۃ (ہم نے اسے ایسی واضح
وجہ کے ساتھ بیان کیا جسے شبہ کا کوئی جالا ڈھانپ نہیں سکتا۔ ت) تو وہ بدایہ حاصل، کیا ممکن نہ تھا کہ جو کچھ پکانا ہو سحری تک
پکار کھیں یا شام کے وقت بازاری اشیاء پر قناعت کریں خصوصاً اہل عرب کہ ویسے بھی کھجوروں پر قناعت کے عادی تھے، ہاں سحر
کا پکاسرد ہو جانا یا بازاری اشیاء میں مزہ نہ آتا، یہ عدم امکان تحرز نہ ہوا زبان کا مزہ ٹھہرا، کیا اس کے لئے روز روزے رکھ کر باطل کر
دینا حلال ہو جاتا، جس گھر میں دھواں ہو وہاں موجود ہونا درکنار، نصوص علماء شاہد عدل، کہ خود کھانا پکانا، صبح سے شام تک
روٹی لگانا بھی دخول دخان کا سبب غالب نہیں،

اولاً: ^۵تقیہ و ^۶تاتارخانیہ و ^۷بجز الرائق و در مختار و رد المحتار و غیرہا میں ہے:

^۱ جوامع الاخلاطی کتاب الصوم قلمی نسخہ ص ۷۷

^۲ فتح القدیر باب ما یوجب القضاء نوریہ رضویہ سکر ۲/۲۶۷

والنظم للدر، لا يجوز ان يعمل عملاً يصل به الى الضعف فيخبز نصف النهار ويستريح الباقي فان قال لا يكفيني كذب بأقصر ايام الشتاء ¹	در کے الفاظ میں کوئی ایسا عمل جائز نہیں جو کمزور کر دے تو نانباتی مثلاً یوں کرے کہ نصف دن روٹی پکائے اور باقی دن آرام کرے، پس اگر وہ شخص کہے کہ اس قدر عمل مجھے کفایت نہیں کرتا تو اس کی تمذیب کی جائے سردیوں کے سب سے چھوٹے دن ہیں (ت)

دیکھو نان پز کو فرماتے ہیں اگر گرمی کے دنوں میں سارے دن روٹی لگانے سے وہ ضعف پیدا ہو کہ ادائے صیام میں خلل انداز ہو تو ادھے دن پکائے کہ چھوٹے دنوں میں دن بھر پکاتا تھا، نمازوں وغیرہ کے وقت نکال کر گرمیوں کا نصف دن اسی کے قریب قریب ہو جائے گا، یہ نہیں فرماتے کہ ضعف تو جب آئے گا آئے گا اور چوتھائی دن درکنار روٹی پکانے سے دھواں جو حلق و دماغ میں جا کر روزہ ہی کھودے گا۔ ٹائپا: ^{۳۸}سراجیہ وغیرہ میں ہے:

امة افطرت في رمضان متعددة لضعف اصابها من عمال السيد من طبخ او غيره كان واسعا وقضية للمملوك ان يمتنع عما يعجزه عن اداء الفرائض ²	وہ لوٹڈی جس نے اپنے مالک کی خدمت مثلاً کھانا پکانا وغیرہ پیدا ہونے والے ضعف کے پیش نظر مجبوراً روزہ توڑ دیا تو جائز ہے اور غلام کو یہ حکم ہے کہ وہ ایسے کاموں سے رُک جائے جو ادائے فرائض سے عاجز کر دینے والے ہوں (ت)

یہ فرمایا کہ کنیز کو پکانے کی محنت سے ضعف ایسا لاحق ہوا کہ مجبوراً روزہ توڑنا پڑا، جائز ہے اور قضا رکھے، یہ کیوں نہیں فرماتے کہ سرے سے پکانا ہی سبب افطار ہے، اور کنیز کو جائز نہیں کہ اس میں مولیٰ کی اطاعت کرے۔ ^{۳۹}ظہیر یہ و ^{۴۰}ولو الحیہ و بحر الرائق وغیرہ میں ہے:

للامه ان تمتنع من امثال امر المولى اذا كان ذلك يعجزها عن اقامة الفرائض لانها مبقاة على اصل الحرية في حق الفرائض ³	لوٹڈی کے لئے مولیٰ کے ایسے احکام سے رک جانا ہے جس سے وہ ادائے فرض سے عاجز آجائے گی کیونکہ ادائے فرض کے اعتبار سے وہ اصلاً آزاد ہے۔ (ت)

¹ در مختار کتاب الصوم مطبع مجتبائی دہلی ۱۵۲/۱

² فتاویٰ سراجیہ کتاب الصوم منشی نوکشتور لکھنؤ ص ۲۹

³ بحر الرائق فصل فی العوارض، ۱/۴۱۳، سید سعید کمپنی کراچی ۲/۸۲-۲۸۱

ہائے: نور الایضاح و مراقی الفلاح میں ہے:

روزہ دار کے لئے کسی شے کا چکھنا مکروہ ہے کیونکہ یہ روزہ کو فاسد کرنے کے درپے ہونا ہے۔ اسی طرح طعام کا چبانا بھی بلا عذر مکروہ ہے جیسے خاتون بچے کے لئے کسی دوسرے کو چبانے والا پالے (مثلاً حائضہ عورت کو پائے تو چبانا مکروہ ہے) عورت کو اگر چبانے کے سوا چارہ نہ ہو تو بچے کی حفاظت کے لئے ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں، اور خاتون کے لئے طعام کا چکھنا بھی جائز ہے جبکہ خاوند بد خلق ہو تا کہ وہ نمک وغیرہ چکھ سکے اور شوہر حسن اخلاق والا ہے تو پھر چکھنا جائز نہیں۔ اور لونڈی کا حکم اسی طرح ہے۔ میں کہتا ہوں اجیر بھی اسی حکم میں ہے (ت)	کرہ للصائم ذوق شئی لما فیہ من تعرض الصوم للفساد و کرہ مضغہ بلا عذر کالمرأة اذا وجدت من یمضغ الطعام لصبیہا کمفطرة لحیض، اما اذا لم تجد بدا منه فلا بأس بمضغها لصیانة الولد والمرأة ذوق الطعام اذا کان زوجها سئى الخلق لتعلم ملوحتہ وان کان حسن الخلق فلا یحل لها و کذا لامة قلت کذا الاجیر¹۔

حاشیہ طحاوی میں ہے:

قوله "کذا الاجیر" یعنی کھانے پکانے کا مزدور۔ (ت)	قوله کذا الاجیر ای للطبخ²۔

کنز و بحر و نہر و ہندیہ وغیرہا میں ہے:

پہلی دونوں کتب کی عبارت یہ ہے بلا عذر شئی کا چکھنا اور چبانا مکروہ ہے کیونکہ یہ فسادِ صوم کے درپے ہونا ہے، اس سے روزہ فاسد نہ ہوگا کیونکہ صورت و معنی افطار نہیں پایا گیا۔ بلا عذر "کی قید اس لئے لگائی کہ عذر کی صورت میں چکھنا مکروہ نہیں، جیسا کہ خانہ میں اس عورت و لونڈی کے بارے میں ہے جس کا خاوند یا مولیٰ بد خلق ہو، اگر ایسا عذر ہو تو زبان کے ساتھ چکھنے میں حرج نہیں اور چبانے میں عذر یہ ہے مثلاً کوئی خاتون نہیں جو بچے کے لئے	واللفظ للاولین کرہ ذوق شئی و مضغہ بلا عذر لما فیہ من تعریض الصوم للفساد ولا یفسد صومه لعدم الفطر صورة و معنی قید بقوله بلا عذر لان الذوق بعذر لا یکرہ کما قال فی الخانیة، فیمین کان زوجها سئى الخلق او سیدھا، لا بأس بان تذوق بلسا نہا و المضغ بعذر بان لم تجد المرأة من یمضغ لصبیہا الطعام من حائض او نفساء او غیرہما

¹ مراقی الفلاح مع حاشیہ الطحاوی فصل فیما یکرہ للصائم نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۷۱

² مراقی الفلاح مع حاشیہ الطحاوی فصل فیما یکرہ للصائم نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۷۱

من لا یصوم ولم تجد طبیخاً ولا لبناً حلیباً لابأس به للضرورة، الا ترى انه یجوز لها الافطار اذا خافت علی الولد فالمرضع اولی ^۱ ۔ (ملخصاً)	طعام چبائے مثلاً حاضہ یا نفاس والی کوئی عورت یا جو روزہ دار نہ ہوں، اور نہ روٹی پکی ہوئی اور نہ دودھ میسر ہو تو اب ضرورت کے پیش نظر کوئی حرج نہیں، کیا آپ نہیں جانتے کہ جب کسی خاتون کو بچے کے ضائع ہونے کا خوف ہو تو روزہ چھوڑ سکتی ہے، تو چبانا تو بطریق اولیٰ جائز ہوگا۔ (ت)

فتح القدیر میں ہے:

الذوق لیس بافطار بل یحتمل ان یصیر ایاہ اذ قد یسبق شئی منه الی الخلق فان من حام حول الحی یوشک ان یقع فیہ انتہت ^۲ ۔	مختصرات۔ چکھنا افطار نہیں بلکہ اس میں یہ احتمال ہوتا ہے کہ کہیں کوئی شے حلق میں چلی جائے (یعنی افطار کا سبب ہے) کیونکہ جو محفوظ جگہ کے قریب جاتا ہے قریب ہے کہ اس میں داخل ہو جائے۔ گزشتہ عبارتیں اختصار کے ساتھ ختم ہو گئیں۔ (ت)

دیکھو کنیز مولیٰ یا عورت شوہر کے لئے یا نانا پڑمزدوری پر روزے میں کھانا پکائے تو اسے نمک چکھنا جائز نہیں بتاتے جبکہ مولیٰ و شوہر و مستاجر خوش خلق و حلیم ہوں کہ نمک کی کمی بیشی پر سختی نہ کریں گے اور کج خلق و بد مزاج ہوں تو روار کھتے ہیں، اور بچے کو کوئی چیز چبا کر دینے میں شرط لگاتے ہیں کہ جب کوئی حیض یا نفاس والی عورت خواہ کوئی بے روزہ دار ایسا نہ ملے جو چبا سکے، نہ بچہ کو دودھ وغیرہ اشیاء جن میں چبانے کی حاجت نہ ہو دے سکے اور ساتھ ہی یہ بھی فرماتے ہیں کہ چکھنے چبانے سے روزہ جاتا نہیں بلکہ احتمال ہے کہ شاید حلق میں چلا جائے، لہذا بے ضرورت نا جائز ہوا مگر یہ نہیں فرماتے کہ سرے سے پکانا ہی حلال نہیں۔ ابھی گزر چکا کہ غلام و کنیز ایسے احکام میں اطاعت مولیٰ نہ کریں، پھر زن و ابیر تو دوسرے درجے میں ہیں، اور پھر ظاہر کہ نمک ہر گز حلق میں چلے جانے کا سبب کُلی یا اعلیٰ کیسا، سبب مساوی بھی نہیں، ہاں احتمال قریب ہے۔ ولہذا محقق علی الاطلاق نے بلفظ احتمال ہی تعبیر فرمایا، اب پکانے کی ان اجازتوں کا منشاء و^۲ حال سے خالی نہیں یا تو امر وہی ہے کہ دخولِ دخان جبکہ شرعاً دائرہ مفطرات سے خارج ہو چکا مدار کار حقیقۃً قصدِ ادخال پر رہا، بغیر اس کے جب افطار ہی نہیں تو اس کے قرب و تعریض میں کراہت کیوں ہو، یا اگر قصد سبب اغلب قصد مسبب ٹھہراؤ تو واجب

^۱ بحر الرائق باب ما یفید الصوم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۸۰/۲-۲۷۹

^۲ فتح القدیر باب ما یوجب القضاء و الکفارہ نور یہ رضویہ سکھر ۲۶۸/۲

کہ دخول دخان کے لئے طبع وغیرہ کی سببیت اُس سے بھی اضعف و نادر تر ہو جو دخول شور باکے لئے ذوق کی اور فی الواقع تجربہ بھی اس کی ندرت کا گواہ، دھوان جب حلق میں جاتا ہے اس کی تلخی محسوس ہوتی اور طبیعت کی دافعہ فوراً دفع کرتی ہے، اور جب دماغ میں جاتا اس کی سوزش معلوم ہوتی اور دماغ کو اذیت دیتی ہے، یہ حالت کھانا پکانے والوں کو شاذ و نادر واقع ہوتی ہے نہ کہ ہر وقت یا ہر روز، تو دھوئیں سے دُور جُدا کھڑا ہونا اور بھی زیادہ سبب شاذ تر ہوگا، اُسکے قصد کو قصدِ مسبب کہنا کیونکر ممکن، لاجرم یہاں اگر ہوگا تو وہی محض دخول جسے تمام کُتب میں تصریحاً فرمایا کہ ہر گز مفسدِ صوم نہیں، بالجملة اصول و فروع شرعیہ پر نظر ظاہر اسی طرف منجر کہ اسباب علی الاطلاق ساقط النظر، ولہذا جس طرح رمضان مبارک میں انہانا،^۲ دریا میں جانا حرام نہ ہوا حالانکہ اس کے سبب کان میں پانی بھی چلا جاتا ہے۔^۳ دن کو کھانا پکانا اور کاموں کے لیے آگ جلانا حرام نہ ہوا۔ مسلمان نانا بیوں،^۱ حلوائیوں،^۴ لوہاروں،^۵ سناروں وغیرہم کی دکانیں قطعاً معطل کر دینا واجب نہ ہو حالانکہ ان میں دھوئیں سے ملاسبت ہے۔^۹ جڑاروں،^۶ قصابوں،^۷ شکر سازوں،^۸ حلوائیوں کا بازار ہر ہتال کر دینا لازم نہ ہوا کہ کثرتِ مگس کا موجب ہے۔ دن کو^{۱۲} بجٹی پینا،^{۱۳} غلہ پھٹکنا،^{۱۴} باہر نکلنا گلیوں میں چلنا حرام نہ ہوا۔ حالانکہ وہ غالباً غبار سے خالی نہیں ہوتیں۔ یونہی^{۱۵} کو مساجد بلکہ گھروں میں بھی جھاڑوں دینا خصوصاً صدرِ اوّل میں فرش کچھ ہوتے تھے۔^{۱۶} عطاروں کا دوائیں کُٹنا،^{۱۷} اُزار عوں کا غلہ ہوا پر اڑا کر صاف کرنا۔^{۱۸} معماروں کا مٹی کی دیوار گرانا۔^{۱۹} مسافروں کا خوب چلتی ہوئی ریگستان میں سفر کرنا۔^{۲۰} فوجِ صائمین کا گھوڑوں پر سوار نرم زمینوں سے گزرنے کا غلبہ دخول غبار کے اسباب ہیں ان کی حرمت بھی کہیں مذکور نہیں بلکہ فوجی مجاہدوں کا روزہ احادیث سے ثابت اور بے ضرورت کُلی کا جواز تو صراحۃً منصوص، بہر حال اس قدر تو قطعی یقینی اسباب غیر غالبہ کلیۃً نا ملحوظ، لہذا علمائے کرام نے بخور کے سبب فسادِ صوم ہونے کی یہی تصویر فرمائی کہ اگر دان پر محتوی ہو جائے یعنی ایسا جھک جائے کہ گویا وہ اس کے جسم کے اندر اور اس کا بدن اُس پر مشتمل ہے اور شر نبالایہ و امداد و مرقاتی و طحطاوی و شامی و مجمع الانہر میں تو اس پر بھی قناعت نہ فرمائی کہ فَا وَاہ الی نفسہ^۱ بخور دان کو اپنے بدن کے متصل کر لیا بلکہ صراحۃً اس پر زیادت کی و اشتهم دخانہ^۲ قریب کر کے اس کا دھوان اُوپر کو سو گنگھا، یہ خاص قصد ادخال اور اس کا مفطر ہونا بے مقال اور صورتِ سوال پر حکم افطار باطل خیال ہکذا ینبغی التحقیق واللہ سبحانہ ولی التوفیق والحمد للہ رب العالمین

^۱ مراقی الفلاح مع حاشیہ طحطاوی باب فی بیان مالا یفسد الصو، نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، ص ۳۶۱

^۲ غنیۃ ذوی الاحکام حاشیہ در الاحکام باب موجب الافساد مطبعہ کامل الکائنۃ دار سعادت مصر ۱/ ۲۰۲

(تحقیق کا حق یہی تھا اللہ سبحانہ ہی توفیق کا مالک ہے والحمد للہ رب العالمین - ت) اور اس پر ایجاب کفارہ تو صریح بہتان۔ کفارہ کے لئے جنایت کاملہ چاہئے اور بے قصد و بے ارادہ کون سی جنایت کاملہ ہو سکتی ہے، اگر بفرض غلط اس صورت میں روزہ جانا بھی ٹھہرا لیتے تو کیا شرع سے کوئی اس کی نظیر بنا سکتا ہے کہ بلا قصد جو افطار واقع ہو اس میں حکم کفارہ دیا گیا ہو، بھلا یہ تو بلا ارادہ حلق یا دماغ میں ڈھواں جاتا ہے، بلا تعمّد جماع بھی تو موجب کفارہ نہیں جو اکبر و اشنع مفطرات ہے۔ تنویر الابصار میں ہے:

ان جامع فی رمضان اداء اوکل او شرب عمدا، قضی و کفر ¹ ۔	اگر ادائے رمضان عمداً جماع کیا یا کھاپی لیا تو قضاء و کفارہ دونوں لازم ہوں گے۔ (ت)

در مختار میں ہے: عمد اراجع للکل² (قصد کی قید ہر ایک سے متعلق ہے۔ ت) ردالمختار میں ہے:

المراد تعمد الافطار والناس وان تعمد استعمال المفطر لم يتعمد الافطار ³ ۔	یہاں ارادۃ افطار مراد ہے، بھول جانے والا اگرچہ کھانے پینے کا قصد تو کرتا ہے مگر اس کا افطار کا ارادہ نہیں ہوتا۔ (ت)

یہ مسئلہ بدیہیات فقہیہ سے ہے حاجتِ ایضاح سے غنی۔

قلت: وانما اطنبنا الكلام في هذا المقام حرصاً على احكام الاحكام وادغام الاوهام احترازاً ان لا يعثر عاثر حين يعثر على بحث للعلامة الشرنبلالی في هذا المرام حيث قال رحمه الله تعالى في غنية ذوی الاحكام قوله اودخل حلقه غباراً واثر طعم الادوية فيه لانه لا يمكن الاحتراز منها اهل دخوله من الانف اذا طبق الفم كما في الفتح قلت فهذا يفيد	قلت: ہم نے اس مقام پر اتنی طویل گفتگو اس لئے کی ہے کہ احکام میں استحکام اور اوہام کا ازالہ ہو اور اگر آپ علامہ شرنبلالیہ کی بحث پر مطلع ہوں تو وہاں ہر کسی کے اعتراض سے محفوظ ہو جائیں انہوں (رحمہ اللہ تعالیٰ) نے غنیہ ذوی الاحکام میں فرمایا قولہ یا روزہ دار کے حلق میں غبار یا ادویات کا ذائقہ داخل ہو جائے کیونکہ اس سے احتراز ممکن نہیں اھ کیونکہ اگر منہ بند بھی ہو تو ناک کے ذریعے دخول ہو جائیگا، جیسا کہ فتح القدیر میں ہے، قلت یہ عبارت بتا رہی ہے

¹ تنویر الابصار متن در مختار باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ مجتہبائی دہلی ۱/۱۵۱

² در مختار باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ مجتہبائی دہلی ۱/۱۵۱

³ ردالمختار باب ما یفسد الصوم مصطفیٰ البابی مصر ۲/۱۱۸

اگر ایسے کام میں مشغولیت سے چارہ ہو جس سے غبار حلق میں داخل ہو جاتی ہے تو اب اگر عمل کیا تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔ سید طحاوی نے حاشیہ مراقی اور حاشیہ درمیں کہا ہے اور یہ عبارت پہلی کتاب کی ہے قولہ یا غبار روزہ دار کے حلق میں داخل ہو گئی الخ اس سے ان لوگوں کا حکم معلوم ہو گیا جو گیہوں چھانتے یا ایسے کام کرتے ہیں جن کے ساتھ غبار لازمی ہے اور وہ ہے روزہ کا نہ ہونا، سبب الانہر میں مؤلف سے ہے اگر ایسے کام سے بچنے کا چارہ ہو جس سے دخول غبار ہوتا ہے اب اگر ایسا عمل کیا تو روزہ فاسد ہو جائے گا، دلیل یہ علت ہے کہ اس سے بچنا ممکن نہیں اھ سید شامی نے رد المحتار میں فرمایا قولہ "اس سے بچنا ممکن ہو تو الخ شرب لبالیہ اھ تو اس سے گمان کر لیا گیا ہے کہ زیر بحث مسئلہ ان میں سے ہے یہاں غبار والے سبب میں مشغول ہونے سے بچنا ممکن ہے اور حقیقت امر یہ ہے کہ علامہ رحمہ اللہ تعالیٰ اس بات کے منکر نہیں کہ احکام کا مدار یہاں فقط دخول اور ادخال کے فرق پر ہے کیا آپ نے ملاحظہ نہیں کیا کہ متن کے حوالے سے پیچھے گزرا کہ روزہ اس صورت میں فاسد نہ ہوگا

انہ اذا وجد بدامن تعاطی ما یدخل غبارہ فی حلقہ افسد لو فعل اھ^۱ وقال السید الطحاوی فی حاشیة علی المراقی وعلى الدر واللفظ للاولی قوله اودخل حلقہ غبار الخ به عرف حکم من صناعتہ الغریبۃ والاشیاء التي یلزمها الغبار وهو عدم الصوم وفي سكب الانهر عن المؤلف ولو وجد بدامن تعاطی ما یدخل الخ ویدل علیہ التعلیل بعدم امکان التحرز^۲ اھ وقال السید الشامی فی رد المحتار قوله لعدم امکان التحرز عنه هذا یفید انہ اذا وجد بدامن تعاطی الخ شرب لبالیہ^۳ اھ ملخصاً فیظن ان مانحن فیہ من باب تعاطی سبب ممکن التحرز عنه، وحقیقة الامر ان العلامة الباحت رحمہ اللہ تعالیٰ لاینکر ان مدار الاحکام ہہنا علی التفرقة بین الدخول والادخال، فحسب اما سبعت الی ما مر من قوله فی متنہ لایفسد الصوم -

^۱ غنیۃ ذوی الاحکام حاشیہ درر الحکام باب موجب الفساد احمد کامل الکاتبیہ دار سعادت مصر ۲۰۲/۱

^۲ طحاوی علی مراقی الفلاح باب بیان ما لایفسد الصوم نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۶۲

^۳ رد المحتار باب ما یفسد الصوم وما لایفسدہ مصطفیٰ البانی مصر ۱۰۶/۲

جب دُھواں حلق میں بلا قصد و عمل داخل ہوا، اس کی دونوں شروحات اور حاشیہ درر کے حوالے سے یہ قول بھی گزر چکا کہ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ روزہ دار نے اگر خود دُھوئیں کو داخل کیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا، قولہ کیونکہ اس صورت میں روزہ توڑنے والی اشیاء کے ادخال سے احتراز ممکن ہے اس لئے در میں علامہ مدقق علانی نے شربلالی کے کلام کی تلخیص کرتے ہوئے صرف ایک حرف کی تلخیص کی ہے اور وہ دخول اور ادخال میں فرق ہے جیسا کہ پیچھے ہم نے ان کے الفاظ آپ کے سامنے رکھے، جو ہم نے بیان کیا اس سے علامہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مطمح نظر یہ ہے کہ سبب اگر لازمی طور پر مفضی ہے تو اس سبب کا قصد مسبب کا ہی قصد ہوگا تو یہ ادخال بالقصد کے باب سے ہوگا، اگر یہ درست ہے تو یہ صرف وہاں ہی ہوگا جہاں سبب قطعی یا ظن غالب کے طور پر مفضی ہوگا اس پر دلیل یہ ہے کہ تینوں کتب میں حکم فساد کا مدار محض ان اسباب میں مشغول ہونے کو قرار دیا ہے، ان کے الفاظ یہ ہیں "اگر اس نے ایسا کیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا"، یہ نہیں کہا "اگر کیا اور داخل ہو گیا"، کیونکہ ان کی نظر اس پر تھی کہ ایسے اسباب کا کرنا ہی دخول کا موجب ہے لہذا اس کے ذکر پر اکتفاء فرمایا ورنہ کوئی عاقل چہ جائیکہ ایسا فاضل یہ بات کہے کہ محض ان کاموں

و لدخل حلقه دخان بلا صنعه¹ و شرحیہ له وحاشیتہ علی الدرر من قوله فیما ذکرنا اشارة انه من ادخل بصنعه فسد صومه² وقوله لامكان التحرز عن ادخال المفطر³ ولذا الماتی العلامة المدقق العلانی فی الدرر علی تلخیص کلام الشربلالی لم یلخص الا حرفاً واحداً وهو التفرقة بالدخول والادخال كما اسعناك نصه وانما مطمع نظره وملح بصره رحمه الله تعالى ما القینا عليك ان السبب اذا كان مفضیاً ولا بد كان قصده قصد السبب فكان من باب الادخال بصنعه، وانما یستقیم ان استقام فیما یفرض قطعاً او ظناً غالباً ومن الدلیل علیہ نوطہ فی الكتب الثلاثة حکم الفساد بمجرد تعاطی تلك الاسباب حیث قال "افسد لو فعل" ولم یقل "لو فعل ودخل" فانما ینظر الی ان فعله یوجب الدخول فاجتزأ بذكره عنه والا فلا یتوهم عاقل فضلاً عن فاضل فضلاً عن مثل هذا الفاضل ان

¹ نور الایضاح باب ما یفسد الصوم مطبع علمی لاہور ص ۶۳

² مراقی الفلاح مع حاشیہ طحطاوی باب فی بیان ما یفسد الصوم نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۶۱

³ غنیہ ذوی الاحکام مع حاشیہ درر باب موجب الافساد مطبع احمد کمال الکائنہ دار سعادت مصر ۲۰۲/

مجرد تعاطى تلك الافعال يفسد الصوم وان لم يدخل شئى ثم هو رحمه الله تعالى دار يقيقاً ان الكينونة فى بيت فيه بخور ليس سبباً غالباً لدخول الدخان ولذا علق الفساد فى كتبه الثلاثة "بأيوائه الى نفسه" بل ولم يقنع به حتى زاد "واشتم دخانه" فقد وضح اتضاح الشمس فى رابعة النهار ان لامساس بمسألتنا لمباحث العلامة الفاضل هنا۔

ثم اقول: وبه ظهر والله الحمد انه لا يرد على بحثه ماقد منا من مسائل الطبخ والذوق و الاغتسال وخوض الماء والطحن والسف ودخول الطرقات وامثالها، فهذا غاية ما وصل اليه ذهنى القاصر فى تصحيح بحثه لكن يرد عليه من البنصوصات مسألة المضضة وروداً لامردله فانها سبب اغلبى بل كلى لدخول البلل ولم يكن تعاطيها ولو بلا ضرورة بل بلا حاجة ليفسد الصوم بالاجماع وان قيل فى النوادر بکراحتها ولعل مجيباً يجيب بان ليس الحامل فيه على الحكم بعدم الفطر مجرد امتناع التحرز بل وشئى آخر وهو كونه قليلاً تابعاً للرقيق كما قالوا فى لحم بين اسنانه قال فى الهداية لو

میں مشغول ہونا روزہ توڑ دیتا ہے اگرچہ کوئی شئی داخل نہ ہوتی ہو، پھر علامہ رحمہ اللہ تعالیٰ یہ بھی یقیناً جانتے ہیں کہ جس گھر میں بخور ہو وہاں موجود ہونا دھوئیں کے دخول کا سبب غالب نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ تینوں کتب میں یہ قید لگائی ہے کہ اسے اپنے قریب کرے بلکہ اس پر بھی اکتفا نہ کیا حتیٰ کہ یہ زائد کیا کہ اس کا دھواں سونگھے، اب تو روشن دن کی طرح واضح ہو گیا کہ علامہ فاضل نے جو یہاں کہا ہے اس کا تعلق ہمارے زیر بحث مسئلہ سے نہیں ہے۔

ثم اقول: بحمد الله اس سے واضح ہو گیا کہ جو ہم نے پیچھے مسائل بیان کئے مثلاً کھانا پکانا، چکھنا، غسل کرنا، پانی میں غوطہ لگانا، بجلی پینا، غلہ پھٹکنا اور گلیوں میں چلنا وغیرہ، یہ سب علامہ کی بحث کا رد نہیں کرتے۔ علامہ کی بحث کی تصحیح میں بندہ کا ذہن قاصر اسی انتہائی مقام پر پہنچا ہے، لیکن اس پر منصوصات میں سے مسئلہ کلی کرنا ایسا وارد ہوتا ہے جس کا جواب نہیں کیونکہ وہاں تری کا دخول سبب اغلب ہی تک نہیں بلکہ کلی سبب ہے اور روزہ دار کا اس میں مشغول ہونا اگرچہ بلا ضرورت بلکہ بلا حاجت ہو حالانکہ اس صورت میں روزہ بالاتفاق نہیں ٹوٹتا، اگر یہ کہا جائے کہ نوادر میں ہے کہ اس میں کراہت تو ہے تو شاید جواب دینے والا یہ کہے کہ کلی میں عدم فطر کے حکم کا باعث محض احتراز کا امتناع ہی نہیں بلکہ ایک اور شئی بھی ہے اور وہ اس کا قلیل اور تھوک کے تابع ہونا ہے جیسا کہ فقہاء نے اس گوشت کے بارے میں کہا ہے جو

دانتوں میں پھنس جاتا ہے۔ ہدایہ میں ہے کسی نے دانتوں کے درمیان پھنسا ہوا گوشت کھالیا اگر وہ تھوڑا تھا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا کیونکہ قلیل دانتوں کے تابع ہونے کی وجہ سے بمنزل تھوک ہوگا۔ بخلاف کثیر کے، کیونکہ وہ دانتوں کے درمیان باقی نہیں رہ سکتا اور قلیل و کثیر میں فرق یوں ہے کہ اگر چنے کی مقدار ہو تو کثیر اور اس سے کم ہو تو قلیل اھ۔

اقول: یہاں یہ بات بھی مفید نہیں کیونکہ روزہ نہ ٹوٹنے کی وجہ یہی بیان کی گئی کہ تری سے چبنا ممکن نہیں تو معاملہ پھر اسی طرف لوٹ آیا جہاں تھا، فتح میں ہے تابع اس لیے قرار دیا کہ کھانے کے بعد دانتوں کے ارد گرد پر اثر کا باقی نہ رہنا ممکن ہے اگرچہ وہ اثر بہت قلیل ہو پھر وہ تھوک کے ساتھ اپنی جگہ سے حلق کی طرف چلا جاتا ہے تو اب روزہ ٹوٹ جانے کو بعینہ اس اثر کے ساتھ متعلق کرنا ممکن نہ رہا، ہاں کثیر سے متعلق ہوگا اور وہ اتنی مقدار ہے جو نماز کو فاسد کر دے کیونکہ اسے نماز کے معاملہ میں کثیر اعتبار کیا گیا ہے، مشائخ میں سے بعض نے قلیل و کثیر میں یوں فرق کیا کہ اس شئی کو نگلنے کے لئے تھوک کی مدد کی ضرورت ہے یا نہیں، اگر مدد درکار ہے تو قلیل ورنہ کثیر، اور یہ بہت خوب فرق ہے کیونکہ جوف میں وصول کے بعد روزہ نہ ٹوٹنے کے حکم میں مانع صرف یہ ہے کہ اس سے احتراز آسان نہ تھا اور یہ بات اس میں

اکل لحمابین اسنانه فان كان قليلا لم يفطر لان القليل تابع لاسنانه بمنزلة ريقه، بخلاف الكثير لانه لا يبقى فيها بين الاسنان والفاصل مقدار الحصة ومادونها قليل¹ اھ۔

اقول: ولا يجدي فان عدم الافطار ههنا ايضا انما هو معلل بعدم امكان التحرز، فرجع الامر الى ما وقع، قال في الفتح وانما اعتبر تابعا لانه لا يمكن الامتناع عن بقاء اثر ما من المآكل كل حوالی الاسنان وان قل ثم يجري مع الريق التابع من محله الى الحق فامتنع تعليق الفطار بعينه فيعلق بالكثير وهو ما يفسد الصلوة لانه اعتبر كثيرا في فصل الصلوة ومن المشائخ من جعل الفاصل كون ذلك مباححتاج في ابتلاعه الى الاستعانة بالريق او لا الاول قليل والثاني كثیر وهو حسن لان المانع من الحكم بالافطار بعد تحقق الوصول كونه لا يسهل الاحتراز عنه وذلك فيما

¹ الهداية باب ما يوجب القضاء والكفارة المكتوبة العربية كراچی ۱/۱۹۸

يجرى بنفسه مع الرقيق الى الجوف لافياً
 يتعمد في ادخاله لانه غير مضطر فيه اهـ □ وقد
 نقل كلامه العلامة الشرنبلالی نفسه في المراق
 تصريحاً وفي الغنية تلويحاً مقراً عليه،
 وهذا ايضاً بحمد الله تعالى مشيد اركان مانحونا
 اليه من ان المناط هو الفرق بالدخول والادخال
 لاغير وان لا نظر في الدخول الى كون سببه
 مبايسته التحرز عنه، الاترى ان الانسان
 غير مضطرا الى اكل مايبقى شئ منه في اسنانه
 كاللحم وامثاله، بل يمكن الاجتزاء بمثل اللبن
 ثم ان سلم له ان تعاطى الاسباب الغالبة من
 باب الادخال المفطر لوجب ان يكون مفطراً
 مطلقاً وان احتاج اليها كما قد منا بحقيقته
 فليس من لم يكن عنده ما يغنيه يومه ولم
 يقدر على الاكتساب بالبحرفة غربة وهرس
 وخبز وطبخ ونحوها مبايدخل فيه الغبار و
 الدخان باجل ضرورة واكل حيلة من مريض
 اونائم او مكره او ذى مخصة فاذا لم يستحق
 اولئك اسقاط

جاری ہو سکتی ہے جو تھوک کے ساتھ جوف میں جائے، لیکن
 اس میں جاری نہیں ہو سکتی جس کا ادخال عمداً ہو کیونکہ اس
 میں روزہ دار مجبور نہیں اہ علامہ شرنبلالی نے یہ کلام مراقی
 میں تصریحاً اور غنیہ میں اختصار کے ساتھ اسے ثابت رکھتے
 ہوئے نقل کیا ہے، بحمد اللہ یہ بھی ہماری اس گفتگو کی بنیادوں
 کو مستحکم کرتا ہے کہ فرق کا مدار دخول اور ادخال پر ہے، اس کے
 علاوہ کوئی فرق نہیں اور دخول میں اس طرف نظر کرنا بھی
 مناسب نہیں کہ اس کا سبب ہونا ایسا تھا جس سے بچنا آسان
 تھا، کیا آپ ملاحظہ نہیں کرتے کہ دانتوں میں جو بچ جاتا ہے
 مثلاً گوشت وغیرہ تو انسان اس کے کھانے پر مجبور نہیں بلکہ
 انسان کا اس سے محفوظ رہنا ممکن بھی ہے، مثلاً دودھ وغیرہ کے
 ذریعے، پھر اگر یہ تسلیم کر لیا جائے ایسے اسباب میں مشغول
 ہونا جن سے غالباً دخولِ غبار ہو جاتا ہے اور روزہ ٹوٹ جاتا
 ہے، تو ضروری ہوگا کہ یہ ہر حال میں روزہ ٹوٹنے کا سبب بنے
 اگرچہ آدمی ان کا محتاج ہو، جیسا کہ ہم پیچھے اس کی حقیقت
 بیان کر آئے، تو وہ شخص جس کے پاس دن گزارنے کے لیے
 کوئی چیز نہ ہو اور وہ آٹا چھانسنے، گھوڑا دوڑانے، روٹی کھانے اور
 پکانے وغیرہ جو دخولِ غبار کا سبب ہیں ان کے علاوہ کسی کاروبار
 پر قادر بھی نہ ہو تو ایسا شخص مریض، سونے والے، مکرہ اور
 صاحبِ اضطراب سے ضرورت

حكم الفطر فأنّ يستحقه من هو دونهم وقد جرى هو بنفسه في متنه على تعميم الغبار غبار الطاحونة فالوافق الافرقت الصق بالاصول بالقبول عندى هو الاطلاق الذى جرت عليه المتون والشروح و الفتاوى قاطبة الى واسط القرن الحادى عشر حتى جاء العلامة الشرنبلالى فنظر ما نظر ولقد احسن واجاد فى كتبه الثلاثة اذا علق الفساد بالبخور على اشتغال الدخان والعلم بالحق عند الملك المَنَّان۔	میں زیادہ اور حیلہ میں کم نہیں ہوتا، تو جب مذکورہ لوگ اسقاط حکم افطار کے مستحق نہیں تو جو ان سے کم درجہ کا معذور ہے وہ اسقاط کا کیسے مستحق ہوگا، علامہ نے خود متن میں عام غبار کا اعتبار کیا ہے جیسے بجلی کی غبار، تو اصول کے زیادہ موافق و مناسب ہوگی اور قبول کے زیادہ لائق۔ میرے نزدیک وہ اطلاق ہے جس پر گیارہویں صدی کے وسط تک تمام متون و شروحات اور فتاویٰ کی نقل جاری رہی تھی کہ علامہ شرنبلالی کا دور آیا تو انہوں نے اس پر غور و فکر کیا جو ان کی شان کے لائق تھا، انہوں نے اپنی تینوں کتب میں یہ لکھ کر بہت ہی خوب کیا کہ بخور کا دھواں قصداً سونگھنے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔ حق کا علم مالک اور احسان فرمانے والے اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ (ت)

الحمد لله یہ جواب عجب ، کاشف صواب ، ورافع حجاب اوائل ذی القعدة الحرام کے چند جلسوں میں تمام اور بلحاظ تاریخ "الاعلام بحال البخور فى الصيام" نام ہوا، وصلى الله تعالى على سيدنا ومولانا محمد وآله وصحبه وبارك وسلم، والله وسبحانه وتعالى اعلم وعلمه جل مجده اتم واحكم۔

مسئلہ ۲۲۶: مسئلہ امانت علی شاہ ساکن قصبہ نواب گنج ضلع بریلی ۷ ار رمضان ۱۳۳۱ھ

اس سے پہلے میں نے آپ سے سوال کیا تھا کہ روزہ دار کو غوطہ لگانا چاہئے یا نہیں؟ اور سرمہ لگانا چاہئے یا نہیں؟ تو ایک شخص کہتا ہے کہ غوطہ لگانا کیا بلکہ ناف کے اوپر پانی پہنچ جائے گا تو روزہ ٹوٹ جائے گا، اور سرمہ بعد عصر کے لگانا چاہئے۔ اور ایک شخص نے یہ بھی کہا کہ سرمہ لگا کر سونا نہ چاہئے، اور روزہ دار کو خوشبو سونگھنا چاہئے یا نہیں؟ اور سرمے میں تیل ڈالنا چاہئے یا نہیں؟ اور بدن پر روغن ملنا چاہئے یا نہیں؟ اور ہلاس سونگھنا چاہئے یا نہیں؟ اور مسواک کرنا چاہئے یا نہیں؟ اور لکڑی چباننا چاہئے یا نہیں؟ اور دانتوں میں خلال کرنا چاہئے یا نہیں؟ اور منجن ملنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب:

وہ شخص غلط کہتا ہے، پانی بدن کے اوپر ہونے سے روزہ جائے تو نہانے سے بھی جائے، وضو سے بھی جائے۔ ہاں جوف کے اندر مسام کے سوا منافذ سے پہنچے تو روزہ جائے گا مگر غوطے میں ایسا نہیں، غوطہ لگا کر کھلے ہوئے منفذ نھتوں کو دیکھئے کہ ان میں بھی پانی نہیں پہنچتا اور سُرْمہ بھی ہر وقت لگانے کی اجازت ہے اور لگا کر سو بھی سکتا ہے اور سونے سے بھی کھکھار میں سُرْمہ کی رنگت آجائے تو کچھ حرج نہیں کہ یہ مسام سے پہنچا اور آنکھوں میں معاذ اللہ کان یا ناک کے سوراخ نہیں کہ ان میں داخل روزہ کو مضر ہو۔ روزہ دار خوشبو سونگھ سکتا ہے، سونگھنے سے جس کے اجزاء دماغ میں نہ چڑھیں بہ خلاف اگر لوہان کے دھوئیں کے کہ اسے سونگھ کر دماغ کو چڑھ جائے گا تو روزہ جاتا رہے گا۔ روزہ دار سر میں روغن ڈال سکتا ہے، کہ یہ بھی مسام میں کوئی منفذ نہیں۔ بدن پر بھی روغن مل سکتا ہے مل کر خوب جذب کر سکتا ہے، ہاں مثلاً کان میں نہیں ڈال سکتا، اگر ڈالے گا روزہ جاتا رہے گا۔ روزہ دار کو ناس لینا حرام ہے اُس کا کوئی ذرہ دماغ کو پہنچا تو روزہ جاتا رہے گا۔ مسواک کرنا سنت ہے، ہر وقت کر سکتا ہے، اگرچہ تیسرے پہر یا عصر کو چبانے سے لکڑی کے ریزے چھوٹیں یا مزہ محسوس ہو تو نہ چاہئے۔ خلال کرنے میں تو کوئی مضائقہ نہیں مگر رات کا دانتوں میں کچھ بچا رکھنا نہ چاہئے جسے دن کو خلال سے نکالے، ہاں سحری کھا کر فارغ ہوا تھا کہ صبح ہو گئی تو اب ہی خلال کرے گا اس کا حرج نہیں، روزہ میں منجن ملنا نہ چاہئے۔



باب القضاء والكفارة

مسئلہ ۲۲۷: از بنگال ضلع کمرلا پراگنہ سرائل ڈاک خانہ ہرن بیڑ موضع بھوپن مرسلہ عاصم علی صاحب ۲۰ رمضان المبارک ۱۳۲۰ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میت کے نماز و روزہ وغیرہ کے کفارے کے عوض میں قرآن شریف کو حیلہ کرنا
جائز ہے یا نہیں؟ مع دلائل قویہ و حوالہ کتب معتبرہ ارشاد فرمایا جائے کیونکہ اس ملک بنگالہ میں اکثر علماء حیلہ مذکورہ کو جائز
رکھتے ہیں اور جو ناجائز کہتا ہے اُس کے ساتھ جھگڑنے پر آمادہ ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دلیل بیان کرو، اس لیے حضور پُر نور کو
تکلیف دی جاتی ہے۔ بیِّنوا بِالْاَدْلِلِ تَوَجَّروا عِنْدَ الْجَلِيلِ (دلیل کے ساتھ بیان کرو اور اللہ تعالیٰ سے اجر پاؤ۔ ت)

الجواب:

یہ حیلہ دو طور پر ہے:

اول: یہ کہ نماز روزے وغیرہ جس قدر ذمہ میت ہوں سب کے کفارے میں خود قرآن مجید ہی مسکین کو دے دیا جائے یعنی
مصحف مبارک ہی کو اُن فرائض کا معاوضہ و کفارہ بنالیا جائے، یہاں جہاں اسی طرح کرتے ہیں اُن کا خیال ہے کہ قرآن بے بہا
چیز ہے اُس کی قیمت کا کون اندازہ کر سکتا ہے تو اگر لاکھوں کفارے ہوں ایک مصحف میں سب ادا ہو جائیں گے، ولہذا انہیں میت
کی عمر اور اس کی قضا

نمازوں و روزوں کا حساب کرنے کی بھی حاجت نہیں ہوتی کہ حساب تو جب کیجئے کہ کچھ کمی کا احتمال ہو اور جہاں ہر طرح یقیناً زیادہ ہی چیز جارہی ہے وہاں حساب کس لئے۔ یہ طریقہ یقیناً قطعاً باطل و مہمل ہے شرع مطہر نے کفارے میں مال معین فرمایا ہے کہ ہر نماز ہر روزے کے عوض نیم صاع گندم یا ایک صاع جو یا ان کی قیمت۔ اور اس سے مقصود شرعاً دوسرے نفع رسانی مساکین ہے اوسر اپنی رحمت کلمہ سے ترک فرائض پر مالِ جرمانہ لے کر ان شاء اللہ بندہ تارک کو مطالبہ سے سبکدوش فرمانا، ولہذا ہر نماز روزہ کے ایک مقدار مال معین فرمائی کہ جرم کم و زائد میں امتیاز رہے، جس نے تھوڑے چھوڑے ہیں تھوڑا مال دے کر پاک ہو جائے، جس نے زیادہ چھوڑے اس پر اسی حساب سے جرمانہ بڑھتا جائے، مصحف شریف میں دو لحاظ ہیں: ایک کاغذ و سیاہی و جلد کا اعتبار، اس لحاظ سے وہ ایک مال ہے اسی لحاظ سے اس کی بیع و شرا ہوتی ہے، بایں معنی اس کی قیمت وہی ہے جتنے پر بازار میں ہدیہ ہو، روپیہ دو روپیہ یا دس پندرہ جو حیثیت ہو اسی لحاظ سے وہ کفارے میں دیا جاسکتا ہے تو بازار کے بھاؤ سے جتنے داموں پر ہدیہ ہو اسی قدر مال دینا ٹھہرے گا، اور کفارہ ادا ہوا تو صرف اتنے ہی نماز روزوں کا ادا ہوگا جو ان داموں کے مقابل ہوں مثلاً روپے کے پانچ صاع گیہوں آتے ہیں اور یہ مصحف شریف کہ دیا گیا دو روپے ہدیہ کا تھا تو گویا دس صاع گیہوں دئے گئے صرف بیس نمازوں یا بیس روزوں کا عوض ہوئے، دو چار روپے مالیت کی چیز سے عمر بھر کی نمازوں کا کفارہ کیونکر ادا ہو سکتا ہے۔ دوسرے لحاظ اس کلام کریم کا اعتبار ہے جو اس میں لکھا ہے اصلاً مال نہیں بلکہ وہ اس احد صد جل و علا کی صفت قدیمہ کریمہ اس کی ذات پاک سے قائم اور اس کے کرم سے ہمارے درقوں، ہمارے سینوں، ہماری زبانوں، ہماری آنکھوں، ہمارے کانوں، ہمارے دلوں پر کتابت و حفظ و تلاوت و نظر و سماعت و فہم میں متجلی ہے، فلو جہہ الکریم الحمد کما ینبغی لجلالہ و عظم جودہ و افضالہ، عوام نے سچ کہا کہ وہ بے بہا ہے اور غلط سمجھا کہ اس کی قیمت حد سے سوا ہے بلکہ وہ بے بہا بایں معنی ہے کہ تقویم و مالیت سے پاک و ور ہے بایں معنی وہ کفارہ نہیں ہو سکتا کہ کفارہ مال سے ہوتا ہے اور وہ مال نہیں۔ ہدایہ میں ہے:

چوری مصحف میں قطع ید نہیں کیونکہ مکتوب کے اعتبار سے یہ مالیت سے بالاتر ہے باقی اس کی حفاظت مکتوب کی وجہ سے ہوئی ہے نہ کہ جلد اور اوراق کی وجہ سے۔ (ت)	لاقطع فی سرقة المصحف لانه لامالية له على اعتبار المکتوب و احرازه لاجله لا للجلد و الاوراق ¹ ۔

¹ ہدایہ باب ما یقطع فیہ و ما لا یقطع المکتبۃ العربیہ کراچی ۵۲/۲

فتح القدير میں ہے:

مصحف کی چوری میں قطع ید نہیں اور امام شافعی نے کہا قطع ید ہے۔ امام ابو یوسف سے بھی ایک روایت یہی ہے کیونکہ یہ مال محفوظ ہے، بیچا اور خریدا جاتا ہے، اور اس لیے بھی کہ اس کے اوراق مال ہیں اور جو کچھ اس میں تحریر ہے اس سے مالیت میں اضافہ ہوگا نہ کہ کمی۔ ظاہر مذہب کی دلیل یہ ہے ہے کہ مالیت تابع یعنی اوراق کی ہیں نہ کہ متبوع کی جو کہ مکتوب ہے (ت)	لا في سرقة المصحف وقال الشافعي يقطع وهو رواية عن ابي يوسف لانه مال محرز يباع ويشترى ولان ورقه مال وبما كتب فيه از دادبه ولم ينتقص وجه الظاهران المألية للتبع وهي الاوراق المتبوع وهو المکتوب¹۔

اسی طرح کافی شرح وافی و تبیین الحقائق و بحر الرائق و رد المحتار و غیرہا معتمدات اسفار میں ہے۔ بالجملة مصحف میں جو چیز بے بہا ہے یعنی قرآن وہ مال نہیں کہ کفارہ بن سکے، اور جو مال ہے یعنی کاغذ و جلد، وہ بے بہا نہیں کہ عمر بھر کی نماز روزوں کا بدلہ ہو سکے، کاغذ کے اعتبار سے مال ٹھہرانا اور مکتوب کے لحاظ سے بحد قیمت سمجھ کر میت کی تمام عمر بلکہ ہفت پشت کا کفارہ کرنا ایسا ہے جیسے زید پر کسی کے لاکھ روپے آتے ہوں وہ اس کے بدلے ایک روپے کا مصحف شریف بلکہ ایک آنے کا کوئی پارہ دے کر ادا ہو جانا چاہئے کہ یہ لاکھوں کروڑوں روپے کا ہے بے بہا ہے یوں تو ایک آیت بلکہ ناخن برابر کاغذ پر ایک اسم اللہ لکھ کر دے دیجئے اور کروڑوں روپے کا قرضہ اتار دیجئے کہ دنیا و مافیہا ایک اسم جلالت کی قیمت نہیں ہو سکتی جیسے بندوں کے دین میں یہ حیلہ پیش نہیں کیا جاتا ویسے ہی رب العزت عز جلالہ کے دین میں۔ حدیث میں ارشاد ہوا: فدين الله احق ان يقضى² (اللہ تعالیٰ کا دین زیادہ حق رکھتا ہے کہ اسے پورا کیا جائے۔ ت)

دوسرا طریقہ: یہ کہ میت پر جس قدر نماز روزے وغیرہ اقصا ہوں سب کا حساب لگائیں اور اس کا کفارہ معین کریں کہ مثلاً ہزار من گندم ہوئے مصحف شریف اتنے گیکھوں یا اُن کی قیمت کے عوض مسکین کے ہاتھ بیع کریں وہ قبول کر لے مصحف تو اس نے پایا اور اس پر ہزار من گندم یا مثلاً تین ہزار روپے ثمن مصحف کے دین ہو گئے، اب اس سے کہیں کہ اتنے گیکھوں یا روپے جو ہمارے تجھ پر واجب الادا ہیں وہ ہم نے فلاں میت کے کفارہ میں تجھے دے، فقیر کہے میں نے قبول کئے۔ یہ حیلہ قرآن عظیم کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہر کتاب یا کپڑے یا

¹ فتح القدير باب ما يقطع فيه وما لا يقطع المكتبة العربية کراچی ۱۳۲/۵

² صحیح بخاری باب من مات وعليه صوم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۲۲/۱

برتن و امثالہا سے ہو سکتا ہے، دہلی کے متاخرین علماء نے یہ حیلہ لکھا مگر نظر فقہی میں یہ بھی صحیح نہیں آتا، فقیر غفرلہ المولیٰ القدير نے اس کی تحقیق منیر اپنے فتاویٰ میں ذکر کی یہاں اسی قدر کافی کہ کفارے میں مال دینا چاہئے اور دین کہ ساقط کر دیا مال نہیں۔ تبیین الحقائق میں ہے:

لو كان له دين على فقير فابراه منه سقط زكوة عنه لانه كالهلاك فلو ابراه عن البعض سقط زكوة ذلك البعض لما قلنا وزكوة الباقي لا تسقط عنه ولو نوى به الاداء عن الباقي لان الساقط ليس بمال والباقي يجوز ان يكون مالا فكان الباقي خيرا منه فلا يجوز الساقط عنه¹۔	اگر کسی کا فقیر پر قرض تھا معاف کر کے قرض سے اسے بری کر دیا تو اس قرض کی زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی کیونکہ ہلاک ہونے والے مال کی طرح ہے اور اگر کچھ معاف کیا تو مذکورہ دلیل کی بنا پر اتنے حصہ کی زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی لیکن باقی حصہ کی زکوٰۃ ساقط نہ ہوگی اگرچہ وہ ساقط ہو نیوالے حصہ کو باقی کی زکوٰۃ میں شمار کرے کیونکہ ساقط ہونے والا مال نہیں اور باقی رہنے والے کا مال ہونا ممکن ہے اور بقیہ حصہ اس سے بہتر ہے لہذا اس سے اسقاط جائز نہ ہوگا۔ (ت)

بلکہ ضرور ہے کہ وہ دین اس سے وصول کر کے قبضہ میں لا کر کفارے میں دیں۔ در مختار میں ہے:

اوصى لصلواته وثلاث ماله ديون على المعسرين فتركها الوصى لهم عن الفدية لم تجزه ولا بد من القبض ثم التصديق عليهم² وتمام الكلام على ازالة الاوهام في فتاونا فليدرا جعها من يتخالج في صدره شئ ولا يعجل، والله تعالى اعلم۔	کسی نے اپنی نمازوں کے لئے وصیت کی اس حال میں کہ اس کا ثلث مال تنگ دستوں پر قرض تھا تو وصی نے نمازوں کے فدیہ کے طور پر ان تنگ دستوں کا قرض چھوڑ دیا تو یہ کافی نہ ہوگا کیونکہ پہلے اس مال پر قبضہ ضروری ہے اس کے بعد ان پر صدقہ کرنا جائز ہوگا اھ ازالہ اوہام کے لئے تفصیلی گفتگو ہمارے فتاویٰ میں ہے، جس کے سینے میں کوئی شے کھٹک رہی ہو وہ اس کا مطالعہ کرے اور جلد بازی سے کام نہ لے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۲۸: از بگرام ضلع ہروئی محلہ میدان پورہ مرسلہ حضرت سید ابراہیم میاں صاحب ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ

شب سہ شنبہ ۱۲ رمضان المبارک کو ہم لوگوں کی آنکھ قریب ساڑھے چار بجے کھلی، جلد جلد ہم لوگوں نے

¹ تبیین الحقائق کتاب الزکوٰۃ المطبوعہ الکبریٰ الامیریہ مصر ۲۵۸/۱

² در مختار فصل فی وصایا الذمی وغیرہ مجتہبی دہلی ۳۳۴/۲

یعنی سحری کھا کر حہ پی رہے تھے کہ یکایک اذان ہو گئی فوراً کھلی کر کے اور کاموں میں مصروف ہو گئے، صبح کو ایک بزرگ سے سب حال کہا گیا انہوں نے اس قسم کے کلمات کہے جس سے ابطالِ صیام معلوم ہوا نہایت تشویش ہوئی، جب ہم لوگوں نے جان لیا کہ روزہ یقیناً نہیں ہے تب ہم چند آدمیوں نے دن کو یعنی ۱۲ بجے اسی ماہ کھالیا اور یہ امر تخمیناً دس آدمیوں سے واقع ہوا یعنی روزہ کھول لینا، بعد کو اور لوگوں سے ذکر ہوا تو ان لوگوں نے تنبیہ کی اور کہا کہ کھانا کھانا مناسب نہ تھا استطاعتِ کفارہ نہیں حتیٰ کہ دو ماہ متواتر روزے رکھنے کی بھی بظاہر قدرت نہیں، اب جیسی رائے ہو مطلع فرمایا جائے۔ بینو اتوجروا

الجواب:

آج کل کہ آفتاب اوائلِ برج حمل میں ہے۔ بریلی بگلرام کے قریب قریب عرض کے شہروں میں سحری چار بجے تک کھانی چاہئے، ساڑھے چار بجے کب کی صبح ہو چکتی ہے، اس وقت کچھ کھانے پینے کے معنی ہی نہ تھے، وہ روزہ یقیناً نہ ہوا اُس کی قضا فرض ہے مگر غیر مریض و مسافر کو روزہ جاتے رہنے کی بھی حالت میں بوجہ ادب و حرمت ماہ مبارک دن بھر مثل روزہ رہنا واجب تھا، دن کو پھر جو قصداً کھایا حرام تھا گناہ ہوا، توبہ کی جائے، مگر روزہ تو تھا ہی نہیں جسے اس کھانے نے توڑا ہو، لہذا کفارے سے کچھ علاقہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۲۹: از خورجہ ضلع بلند شہر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید رمضان شریف میں روزہ سے تھے اخیر رمضان المبارک میں جبکہ وہ روزہ سے تھے ان کے درد صدر میں ہو اور دست آئے اور استفراغ کئی بار ہوا، درد کی بہت سخت تکلیف تھی، بالآخر ۴ بجے بخوف ترقی مرض بعد ظہر ڈاکٹری دوا حالتِ صوم میں پلا دی گئی، روزہ تڑوا دیا گیا، ایسی حالت میں دریافت طلب امر یہ ہے کہ روزہ توڑنے کی وجہ سے آیا ساٹھ روزے رکھے جائیں یا ساٹھ مسکین کھلائے جائیں یا کچھ نہ کیا جائے؟ درد سے آرام ہونے کے بعد جو آٹھ سات روزے باقی تھے وہ بوجہ ضعف و ناطقتی کے نہیں رکھے گئے تا عید الفطر۔ ایسی صورت میں شارع کا کیا حکم ہے؟ بینو اتوجروا

الجواب:

اس صورت میں نہ ساٹھ روزے ہیں نہ ساٹھ مسکین غرض کفارہ نہیں صرف اُس روزہ کی جو توڑا اور ان روزوں کی جو نہ رکھے قضا ہے ہر روزہ کے بدلے ایک روزہ و بس۔

در مختار میں عوارض میحہ سے ہے یعنی روزہ نہ رکھنے کو مباح کرنے والی چیزوں میں سے یہ ہیں ہلاکت کا خوف یا نقصان عقل کا خوف، یہ خوف خواہ پیاس سے ہو	فی الدرالمختار من مبيحات الفطر خوف هلاك اونقصان عقل ولو بعطش او جوع

شدید اولسعة حیة ^۱ ۔	سخت بھوک کی وجہ سے یا سانپ کے کاٹنے سے ہو (ان صورتوں میں روزے کا ترک جائز ہے) (ت)

شامی میں ہے:

فلہ شرب دواء ینفعه ^۲ ۔	روزہ دار کے لیے ایسی دوا کا پینا جائز ہے جو اسے نفع دے۔ (ت)

مسئلہ ۲۳۰: از بہرائچ چوک بازار مرسلہ حافظ محمد شفیع صاحب ۲۶ ماہ مبارک ۱۳۳۳ھ

اگر رمضان شریف کا چاند مکہ معظمہ یا ہندوستان سے دور دراز ملکوں میں ۲۹ شعبان کو ہوا اور مثلاً بہرائچ میں اُس تاریخ کو چاند نہیں نظر آیا بلکہ ۳۰ شعبان کو چاند ہوا کیا اس صورت میں بہرائچ کے باشندوں کو ایک روزہ کی قضا علم و واقفیت قطعی ہونے پر لازم آتی ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے صورت مذکورہ میں قضا ایک روزہ کی لازم نہیں اس لیے کہ جب قریب ملک میں چاند نظر آئے تو اُس کا اعتبار ہے دور ملک کا اس بارے میں اعتبار نہیں، عمر کا قول اُس کے برخلاف ہے یعنی وہ قضا لازم ہونے کا التزام کرتا ہے۔ بینوا تو جروا

الجواب:

عمر کا قول صحیح ہے، ہمارے ائمہ کرام کا مذہب صحیح و معتمد یہی ہے کہ دربارہ ہلال رمضان و عید اختلاف مطالع کا کچھ اعتبار نہیں، اگر مشرق میں رویت ہو مغرب پر حجت ہے، اور مغرب میں تو مشرق پر، مگر ثبوت بروجہ شرعی چاہئے، خط یا تار یا تحریر اخبار یا افواہ بازار یا حکایت امصار محض بے اعتبار۔ کما فصلناہ فی فتاوانا بما لا مزید علیہ (جیسا کہ اس کی ایسی تفصیل اپنے فتاویٰ میں تحریر کی ہے جس پر اضافہ و شواہد ہے۔ ت) در مختار میں ہے:

اختلاف المطالع غیر معتبر علی المذہب وعلیہ اکثر المشائخ وعلیہ الفتوی فیلزم اهل المشرق برؤية اهل المغرب اذا ثبت عندهم رؤية اولئك بطريق موجب ^۳ (ملخصاً) واللہ تعالیٰ اعلم۔	مذہب صحیح کے مطابق مطالع کے اختلاف کا اعتبار نہیں، اس پر اکثر مشائخ ہیں اور فتویٰ اسی قول پر ہے، لہذا اہل مشرق پر اہل مغرب کی رویت کی بنا پر روزہ رکھنا لازم ہوگا بشرطیکہ ان کے ہاں ثبوت چاند موجب شرعی سے ثابت ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

^۱ در مختار، فصل فی العوارض، مجتبائی دہلی، ۱۵۲/۱

^۲ ردالمحتار، فصل فی العوارض، مصطفیٰ البانی مصر ۱۲۶/۲

^۳ در مختار کتاب الصوم، مجتبائی دہلی، ۱۳۹/۱

مسئلہ ۲۳۱: از موضع درو ضلع نینی تال مسئلہ عبد الجلیل خاں ۱۳ صفر المظفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے طعام سحری ساڑھے چار بجے سے پانچ بجے تک کھانا باہر صحن مکان میں نکلنے سے کچھ سفیدی شرق میں آسمان پر معلوم ہوئی اور اذان صبح بھی ہو گئی چونکہ تین روزے ہو چکے تھے روزہ رکھ لیا گیا دن میں کچھ اشخاص نے کہا یہ روزہ نہیں ہوا اس واسطے ایک بجے دن کو توڑ ڈالا، پس اندریں صورت ایک روزہ قضا واجب ہوا یا ساٹھ؟ دیگر یہ کہ ماہ صیام میں جو روزے قضا ہو گئے ہوں اور وہ قضا بھی ادا نہ ہوئے تو بقول بعض بالعوض ایک قضا کے کیا ساٹھ کا حکم ہے یا ہر وقت میں ایک ہی رکھنا ہوگا؟ بینوا تو جروا

الجواب:

اس رمضان شریف میں پانچ بجے تک کسی طرح وقت نہ تھا جبکہ پانچ بجے تک سحری کھائی تو روزہ بلاشبہ ہوا ہی نہیں کہ توڑنا صادق آئے قضا لازم ہے اور کفارہ نہیں، ہاں رمضان مبارک میں اگر کسی وجہ سے روزہ نہ ہو تو غیر معذور شرعی کو دن بھر روزہ کی طرح رہنا واجب اور کھانا پینا حرام، ایک بجے کھانا کھالیا یہ دوسرا گناہ ہوا، تو بہ فرض ہے واللہ تعالیٰ اعلم ایک روزہ کی قضا ایک ہی ہے ساٹھ کا حکم کفارہ میں ہے کہ کسی نے بلا عذر شرعی رمضان المبارک کا ادا روزہ جس کی نیت رات سے کی تھی بالقصد کسی غذا یا دوا یا نفع رساں شئی سے توڑ ڈالا اور شام تک کوئی ایسا عارضہ لاحق نہ ہوا جس کے باعث شرعاً آج روزہ رکھنا ضرورت نہ ہوتا تو اس جرم کے جرمانہ میں ساٹھ روزے پے درپے رکھنے ہوتے ہیں ویسے جو روزہ نہ رکھا ہو اس کی قضا صرف ایک روزہ ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۳۲: از گوئڈل علاقہ کاٹھیاواڑ مسئلہ عبدالستار بن محمد اسماعیل ۱۲ رجب ۱۳۳۲ھ

ماہ رمضان المبارک میں ایک شخص نے قبل صبح صادق سحری کا کھانا کھا کر روزے کی نیت کر کے کھانا پینا بند کیا، بعد اس کے اپنی منکوحہ سے خوش طبعی کرتے ہوئے بلاجماع منزل ہوا اور یہ امر قبل صبح صادق یا بعد صبح صادق ہوا اب اس کا روزہ رہا یا قضا کرے یا کفارہ دے؟ اور عورت کے لیے کیا حکم ہے؟

الجواب:

عورت کے لئے کچھ حکم نہیں اور مرد پر بھی کفارہ نہیں، اور اگر انزال قبل صادق ہوا تو قضا بھی نہیں، اور بعد صبح صادق ہوا اور اس وقت مس وغیرہ نہیں کر رہا تھا اس کے بعد مجربقائے تصور سے واقع ہوا جب بھی قضا نہیں، ورنہ اس روزہ کو پورا کرے اور ایک روزہ اس کے عوض رکھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۳۳:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر دو صاحب کسی شخص کا روزہ زبردستی تو وادیں ان کے لیے کیا حکم ہے؟ اور جو صاحب روزہ توڑیں وہ کیا کریں اور ان کے لیے کیا حکم ہے؟ دوسرے کسی صاحب کے بار ڈالنے سے روزہ توڑا جائے تو ہر دو صاحبان کے لئے کیا حکم ہوگا؟

الجواب:

بلا ضرورت و مجبوری شرعی فرض روزہ زبردستی تو وادنے والا شیطانِ مجسم و مستحقِ نارِ جہنم ہے اور بغیر سچی مجبوری کے فقط کسی کے بار ڈالنے یا زبردستی سے فرض روزہ توڑ دینے والے پر عذاب ہے، اور روزہ ادائے رمضان تھا تو حسبِ شرائط اس پر کفارہ واجب جس میں ساٹھ روزے لگاتار رکھنے ہوتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۱ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

از لاہور مسئلہ گلاب خلیفہ

مسئلہ ۲۳۴:

بخدمت شریف جناب عالی خاندانِ دامِ اقبالکم بعد ادائے آداب کے عرض کمترین کی یہ ہے کہ جو شخص اس ماہ رمضان میں روزہ نہ رکھے اور بعد میں پورا روزہ رکھے جس طرح حکم رسول ہو تحریر فرمائیں کیونکہ اس ماہ میں طاقت نہیں ہے رکھنے کی، کمزوری ناطقتی بدن میں ہے۔ جناب کو اس وجہ پر تکلیف دیتا ہوں صاف تحریر فرمائیں، اور ایک شخص روزہ نہیں رکھتا ہے اپنے عوض ایک عورت کو روزہ رکھاتا ہے، آپ فرمائیں مرد کا مرد کو لازم ہے یا عورت کا عورت کو؟ غیر عورت ہے جس کو روزہ رکھاتا ہے۔ فقط

الجواب:

جو ایسا مریض ہے کہ روزہ نہیں رکھ سکتا روزہ سے اُسے ضرر ہوگا، مرض بڑھے گا یا دن کھینچیں گے، اور یہ بات تجربہ سے ثابت ہو یا مسلم طبیب حاذق کے بیان سے جو فاسق نہ ہو تو جتنے دنوں یہ حالت رہے اگرچہ پورا مہینہ وہ روزہ ناغہ کر سکتا ہے اور بعد صحت اس کی قضا رکھے، جتنے روزے چھوٹے ہوں ایک سے تیس تک۔ اپنے بدلے دوسرے کو روزہ رکھوانا محض باطل و بے معنی ہے، بدنی عبادت ایک کے لئے دوسرے پر سے نہیں اُتر سکتی، نہ مرد کے بدلے مرد کے رکھے سے نہ عورت کے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

باب الفدیۃ

مسئلہ ۲۳۵:

مسئولہ قاضی عبدالحمید صاحب پیش امام از قصبہ کلڑی

۲۸ محرم ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و فضلاء شرع متین اس مسئلہ میں کہ امام اگر عذر سے روزہ نہیں رکھتا ہے پر اعادہ روزہ کا یقینی ایک مسکین کو ہمیشہ کھانا کھلا دیتا ہے مگر نماز تراویح پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟ اور تراویح کے پڑھانے میں حرج تو نہیں ہے؟ جواب دو

الجواب:

بعض جاہلوں نے یہ خیال کر لیا ہے کہ روزہ کا فدیہ ہر شخص کے لئے جائز ہے جبکہ روزے میں اسے کچھ تکلیف ہو، ایسا ہر گز نہیں، فدیہ صرف شیخ فانی کے لیے رکھا ہے جو بہ سبب پیرانہ سالی حقیقتاً روزہ کی قدرت نہ رکھتا ہو، نہ آئندہ طاقت کی امید کہ عمر جتنی بڑھے گی ضعیف بڑھے گا اُس کے لیے فدیہ کا حکم ہے، اور جو شخص روزہ خود رکھ سکتا ہو اور ایسا مریض نہیں جس کے مرض کو روزہ مضر ہو، اس پر خود روزہ رکھنا فرض ہے اگرچہ تکلیف ہو۔ بھوک پیاس گرمی خشکی کی تکلیف تو گویا لازم روزہ ہے اور اسی حکمت کے لیے روزہ کا حکم فرمایا گیا ہے، اس کے ڈر سے اگر روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہو تو معاذ اللہ روزے کا حکم ہی بیکار و معطل ہو جائے، امام مذکور اگر واقعی کسی ایسے مرض میں مبتلا ہے جسے روزہ سے ضرر پہنچتا ہے تو تا حصولِ صحت اُسے روزہ قضا کرنے کی اجازت ہے اُس کے بدلے اگر مسکین کو کھانا دے تو مستحب ہے ثواب ہے جبکہ اُسے روزہ کا بدلہ نہ سمجھے اور سچے دل سے نیت رکھے کہ جب صحت پائے گا جتنے روزے قضا ہوئے ہیں ادا کرے گا۔ اس صورت میں وہ امامت کر سکتا ہے اور اگر ویسا مریض نہیں اور کم ہمتی کے سبب روزے قضا کرتا ہے تو سخت فاسق ہے اور اسے امام بنانا گناہ، اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی۔ واللہ تعالیٰ اعلم



تفاسیر الاحکام لفدیة الصلوة والصيام (بعد از موت نماز و روزہ کے فدیہ کے تفصیلی احکام)

بسم الله الرحمن الرحيم ط
الله رب محمد صلى عليه وسلم

مسئلہ ۲۴۷۲۳۶: از پٹنہ محلہ لودی کٹرہ مرسلہ قاضی محمد عبدالوحید صاحب فردوسی ۱۰ صفر ۱۳۱۶ھ

بسم الله الرحمن الرحيم الحمد لله رب العالمين کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسئلوں میں:

- (۱) موتی کے روزہ کا فدیہ جو فقہ کی کتابوں میں نصف صاع گیہوں یا ایک صاع جو لکھا ہے، اس وزن کی تطبیق اس ہندوستان کے کس وزن کے برابر کی گئی ہے، کتب فقہ میں جو فی روزہ دو سیر گیہوں یا چار سیر جو لکھا ہے وہ بیس گنڈے کے حساب سے ہے یا انیس^{۱۹} گنڈے کے؟ غرض پٹنہ ضلع میں اگر کوئی شخص فدیہ دینا چاہے تو وہ کس وزن سے فی روزہ دے گا؟
- (۲) چاول کا حساب کس چیز میں ہوگا گیہوں یا جو میں؟ یعنی فی روزہ چاول مثل گیہوں کے ۲ تا ۴ یا مثل جو کے ۴ تا ۲ دیا جائے گا؟ اور اگر چاول دیا جاسکتا ہے تو کل اقسام کے چاول ایک ہی حساب میں ہیں یا باسستی، سلیما، جوشاندہ مثل گیہوں کے اور موٹا چاول مثل جو کے ہے؟

(۳) دھان مثل جو کے فی روزہ چار ۴ ٹار دے سکتے ہیں یا نہیں؟

(۴) فدیہ روزہ کا اگر کسی کے ذمہ بہت سا باقی ہے تو وہ کل بیک دفعہ بیک وقت ادا کرے یا بدفعات جزو جزو کر کے دے سکتا ہے مثلاً زید متوفی کے ذمہ ۳۰ روزوں کا فدیہ باقی ہے تو یہ ۶۰ ٹار گیہوں بیک دفعہ بیک وقت دینا چاہئے یا ایک ایک دو دو کر کے ادا کر دینے کا مجاز ہے کہ نہیں؟ اس میں ایک صورت یہ بھی نکلتی ہے کہ اگر زید کے ذمہ ایک ہی روزہ کا فدیہ باقی رہے تو وہ اس دوسرے گیہوں کو پاؤ پاؤ کر کے ۸ دفعہ یا آدھ آدھ سیر کر کے ۴ دفعہ دے سکتا ہے یا نہیں؟

(۵) متعدد روزوں کا فدیہ کل ایک ہی دن ایک شخص کو دے سکتے ہیں یا روز روز دوسرے دوسرے کو دینا چاہئے؟ مثلاً زید متوفی کے ذمہ دس روزوں کا فدیہ چاہئے تھا اگر یہ ادا کیا جائے تو کل ایک ہی شخص کو ایک ہی دن بیک وقت بیک دفعہ دے دے یا ایک ہی آدمی کو دس روز پیٹم دے یا ایک ہی دن میں دس آدمیوں کے دے دے یا دس روز کر کے دوسرے دوسرے کو دے، اس کی چار ۴ شکلیں نکلیں، وھوہذا:

شکل اول: ایک ہی دن ایک شخص کو کل دسوں روزوں کا بیک دفعہ بیک وقت دیا جائے۔

شکل دوم: ایک ہی آدمی کو دس روزوں تک برابر دیا جائے۔

شکل سوم: ایک ہی دن میں دس آدمیوں کو دیا جائے۔

شکل چہارم: دس روز کر کے دس آدمیوں کو دیا جائے۔ یہ چاروں شکلیں جائز ہیں یا نہیں؟

(۶) اس کے مستحق کون کون اشخاص ہیں؟ سید کو دے سکتے ہیں یا نہیں؟ اقربا میں جو لوگ غریب ہیں ان کو دینے کا حکم ہے یا نہیں؟ گھر کے نوکر چاکر کو اگر دیں اور مشاہرہ یا کھانے میں وضع نہ کریں تو جائز ہے یا نہیں؟

(۷) غلہ دینا بہتر ہے یا اس کی قیمت باندھ کر جو اس زمانہ میں نرخ بازار ہو، کون زیادہ مناسب ہے؟ اور نقد روپیہ کا بھی کل وہی حکم ہے جو غلہ کا ہے یا فرق ہے؟

(۸) اگر کسی غریب کے ذمہ روپیہ قرض کا باقی ہے اور فدیہ پانے کا مستحق ہے تو روپیہ فدیہ میں روزے کے دے سکتا ہے یا نہیں؟

(۹) فدیہ ادا کرتے وقت یہ لفظ کہنا چاہئے کہ یہ غلہ یا نقد فلاں کے روزہ کا فدیہ ہے یا انما الاعمال بالنیات^۱ (اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔ ت) کافی ہے؟

^۱ صحیح بخاری باب کیف کان بدو الوجی قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱

(۱۰) شیخ فانی اور موتی کے فدیہ کے احکام میں کوئی فرق ہے یا دونوں کا ایک حکم ہے، اور اگر فرق ہے تو وہ کونسا فرق ہے؟
(۱۱) اگر اپنی زندگی میں ہی روزہ قضا شدہ کا فدیہ کوئی شخص دے دے حالانکہ وہ شیخ فانی نہیں ہے تو وہ روزہ اس سے ساقط ہوگا یا نہیں؟

(۱۲) اگر زید نے انتقال کیا اور اس کے ذمہ روزہ فرض باقی رہ گیا ہے تو اس کے وارث یا اقربا اُس روزہ کے بدلے میں روزہ رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب:

(۱) وزن بلاد میں مختلف ہوتے ہیں لہذا ہم تولوں اور انگریزی روپوں کا حساب بتاتے ہیں کہ ہر شخص اپنے یہاں کے وزن رائج کو آسانی اس سے تطبیق دے سکے، ایک روزہ یا ایک نماز کا فدیہ یا کفارہ میں ایک مسکین کی خوراک یا ایک شخص کا صدقہ فطریہ سب گیارہوں سے نیم صاع اور جو سے ایک صاع ہے۔ صاع دو سو ستر^۱ تولے ہے، نیم صاع ایک سو پینتیس^۲ تولے۔ تولہ بارہ^۳ ماشہ، ماشہ آٹھ^۴ رتی، رتی آٹھ چاول۔ انگریزی روپیہ سکہ رائج سو گیارہ ماشہ ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

اعلم ان الصاع اربعة امداد والمد بالاستار اربعون والاستار بكسر الهمزة بالمشاقيل اربعة ونصف كذا في شرح درر البحار ^۱ ملخصاً۔	معلوم ہونا چاہئے کہ صاع چار مد اور مد چالیس استار اور استار (ہمزہ پر کسرہ کے ساتھ) ساڑھے چار مثقال ہے، جیسا کہ شرح درر البحار میں ہے اھ ملخصاً (ت)

صاع چار مد ہے اور ہر مد چالیس استار اور ہر استار ساڑھے چار مثقال، تو ہر مد ایک سو اسی^۲ مثقال ہوا اور مثقال ساڑھے چار ماشہ ہے ولہذا ہر ہم شرعی کہ مثقال ۷۰/۱۰۰ سات عشر ہے۔

في الدر المختار كل عشرة دراهم وزن سبعة مثاقيل ^۲ ۔	در مختار میں ہے ہر دس درہم بوزن سات مثقال کے ہے۔ (ت)

پچیس رتی اور پانچواں حصہ رتی کا ہوا یعنی ۳ ماشہ ۱۱-۵ سرخ۔ جواہر الاخلاطی میں ہے:

الدرهم الشرعي وعشرون حبة وخمس حبة ^۳ ۔	درہم شرعی پچیس رتیاں اور رتی کا پانچواں حصہ ہے (ت)

^۱ ردالمحتار باب صدقة الفطر مصطفیٰ البانی مصر ۸۳/۲

^۲ الدر المختار باب زکوۃ المال مجتہبی دہلی ۱۳۳/۱

^۳ الجواہر الاخلاطی (قلمی نسخہ) کتاب الزکوۃ ص ۲۲

کشف الغطاء میں ہے:

واضح رہے ہمارے نزدیک عراقی صاع معتبر ہے اور وہ آٹھ رطل ہے، رطل بیس استار کا ہوتا ہے اور استار ساڑھے چار مثقال کا، مثقال بیس قیراط کا اور قیراط ایک اور حبه کے چار خمس کا ہوتا ہے، اور حبه جسے فارسی میں سُرخ کہا جاتا ہے وہ ماشہ کا آٹھواں حصہ ہوتا ہے، لہذا اب مثقال ساڑھے چار ماشے قرار پایا۔ (ت)	بدانکہ معتبر نزد ماصاع عراقی ست و آں ہشت رطل ست، و رطل بیست استار، و استار چار و نیم مثقال، و مثقال بیست قیراط، و قیراط یک حبه و چہار خمس حبه، و حبه کہ آنرا بفارسی سُرخ گویند ہشتم حصہ ماشہ است، پس مثقال چہار و نیم ماشہ باشد¹۔

اسی حساب سے دوسو² درہم نصاب فصہ کے ساڑھے باون تولہ اور بیس³ مثقال نصاب ذہب کے ساڑھے سات تولے ہوتے ہیں، پس چہارم صاع کی مقدار آٹھ سودس ماشے یعنی ساڑھے سڑھ (۶۷-۲/۱) تولے ہوئے اور نیم صاع ۱۳۵ تولے اور اس انگریزی روپیہ سے ایک سو چالیس روپیہ بھر جہاں سیر سو روپے بھر یعنی ترانوںے تولے نو ماشے کا ہو جیسے بریلی، وہاں نیم صاع کے کچھ کم ڈیڑھ سیر یعنی ایک سیر سات چھٹانک دو ماشے ساڑھے چھ رتی ہوئے، اور ایک صاع کے آدھ پاؤ کم تین سیر اور پانچ ماشے رتی، اور انگریزی سیر سے کہ اسی روپے بھر یعنی پورے پچھتر تولے کا ہے، اور دہلی و لکھنؤ میں وہی رائج ہے، ساڑھے تین سیر اور ڈیڑھ چھٹانک اور دسواں حصہ چھٹانک کا ریاست رام پور کا سیر چھیانوے روپے یعنی پورے نوے تولے کا ہے وہاں تین سیر کامل کا ایک صاع و علیٰ ہذا القیاس فی سائر البقاع (اسی قاعدے پر باقی علاقوں کو قیاس کیا جائے۔ ت)

(۳۲) گندم و جو کے سوا چاول دھان وغیرہ کوئی غلہ کسی قسم کا دیا جائے اُس میں وزن کا کچھ لحاظ نہ ہوگا بلکہ اسی ایک صاع جو یا نیم صاع گندم کی قیمت ملحوظ رہے گی اگر اس کی قیمت کے قدرے تو کافی مثلاً نیم صاع گیہوں کی قیمت دو⁴ آنے ہے تو روپے کے چار سیر والے چاول سے صرف آدھ سیر کافی ہوں گے، اور چالیس سیر والے دھان سے پانسیر دینے ہوں گے، درمختار میں ہے:

وہ چیزیں جن پر نص مذکورہ نہیں مثلاً باجرہ اور روٹی، تو ان میں قیمت کا اعتبار ہے (ت)	مالم ینص علیہ کذرة وخبز یعتبر فیہ القیمة²۔

¹ کشف الغطاء فصل در احکام دعا و صدقہ و نحو ان از اعمال خیر برائے میت مطبع احمدی، دہلی ص ۶۸

² الدر المختار، باب صدقۃ الفطر، مجتبائی دہلی، ۱۳۵/۱

ہندیہ میں ہے:

انما تجب من اربعة اشياء من الحنطة والشعير والتمر والزبيب وما سواه من الحبوب لايجوز الا بالقيمة اه ^۱ ملتقطاً۔	یہ صرف ان چار چیزوں میں لازم ہے گندم، جو، کھجور، اور منقہ۔ اور جو ان کے سوا غلہ جات ہیں ان میں فقط قیمت کا ہی اعتبار ہوگا (ملتقطاً) (ت)

لباب میں ہے:

هذه اربعة انواع لاجلها ما غيرها من انواع الحبوب فلا يجوز الا باعتبار القيمة كالارز والذرة والماشى والعدس والحمص وغير ذلك ^۲ ۔	ان کی چار ہی اقسام ہیں پانچویں کوئی نہیں، لہذا ان کے علاوہ غلہ جات میں قیمت ہی کا اعتبار ہوگا مثلاً چاول، باجرہ، ماش، مسور اور چنے وغیرہ (ت)

(۵۴) فدیہ نماز روزہ میں سوال پنجم کی چاروں صورتیں تو بلاشبہ جائز ہیں اور سوال چہارم کی بھی سب صورتیں روا، مگر جس
میں فقیر کو نصف صاع سے کم دینا ہو اس میں قول راجح عدم جواز ہے، سراجیہ، ودر مختار و ہندیہ وغیرہا میں اسی پر جزم کیا اور
یہی مختار امام ابواللیث ہے۔

في السراجية لايجوز ان يؤدى عن صلوة لفقيرين اه وفي الدر لو ادى للفقير اقل من نصف صاع لم يجز ولو اعطاه الكل جائز ^۴ اه وفي الهندية عن التتار خانية عن الواجبية لو دفع عن خمس صلوات تسع امنان لفقير واحد ومناللفقير واحد اختار الفقيه انه يجوز عن اربع صلوات ولا يجوز عن	سراجیہ میں ہے کہ ایک نماز کا فدیہ دو فقراء کو دینا جائز نہیں اہ اور در میں ہے اگر کسی فقیر کو نصف صاع سے کم دیا تو جائز نہ ہوگا، ہاں اگر اسے تمام دے دیا تو جائز ہے اہ اور ہندیہ میں تاتار خانہ سے وہاں ولو الجبہ سے ہے کہ اگر کسی نے پانچ نمازوں کا فدیہ نو مد ایک فقیر کو دیا اور ایک مد ایک فقیر کو ، توفیقہ ابواللیث کہتے ہیں کہ وہ فدیہ چار نمازوں کا ادا ہو جائے گا پانچویں

^۱ الفتاویٰ الہندیہ الباب الثامن فی صدقۃ الفطر نورانی کتب خانہ پشاور ۱۹۱/۱

^۲ الباب المناسک مع ارشاد الساری فصل فی احکام الصدقہ دارالکتب العربیہ بیروت ص ۶۴

^۳ فتاویٰ سراجیہ باب قضاء الفوائت نوکشتور لکھنؤ ص ۱۷

^۴ ودر مختار، باب قضاء الفوائت مجتبائی دہلی، ۱۰۱/۱

کا نہیں اھ۔ بحر میں ہے کہ شیخ ابو بکر اسکاف نے کہا کہ وہ تمام نمازوں کا فدیہ ہوگا، ابو القاسم کہتے ہیں اور یہی فقیہ ابو الیث کا مختار ہے کہ یہ چار نمازوں کا فدیہ ہوگا پانچویں کا نہیں کیونکہ اس سے تفریق ہوگئی، اور کفارہ قسم میں ہر مسکین کو نصف صاع سے کم نہیں دیا جاسکتا، یہاں بھی حکم اسی طرح ہے، تو حاصل یہ ہوا کہ نماز کا کفارہ اس لحاظ سے کفارہ قسم سے الگ ہے کہ اس میں تعداد شرط نہیں، اور اس لحاظ سے موافق ہے کہ اگر ایک فقیر کو نصف صاع سے کم دیا جائے تو جائز نہیں اھ تنویر کے مسئلہ ظہار میں ہے کہ اگر ایک ہی فقیر کو ساٹھ دن کھانا کھلایا تو یہ جائز ہوگا اھ قلت جب یہ وہاں جائز یہاں تعدد شرط ہے تو وہاں بطریق اولیٰ جائز ہونا چاہئے جہاں تعدد شرط نہیں ہے۔ (ت)	الصلوة الخامسة اه^۱ وفي البحر قال ابو بكر الاسكاف يجوز ذلك كله وقال ابو القاسم وهو اختيار الفقيه ابى الليث يجوز عن اربع صلوات دون الخامسة لانه متفرق ولا يجوز ان يعطى كل مسكين اقل من نصف صاع في كفارة اليمين فكذلك هذا فالحاصل ان كفارة الصلوة تفارق كفارة اليمين في حق انه لا يشترط فيها العدد وتوافقها من حيث انه لو ادى اقل من نصف صاع الى فقير واحد لا يجوز اه^۲ وفي ظهار التنوير جاز لو اطعم واحد استين يوماً اه^۳ قلت فاذا جاز هذا فيما يشترط فيه التعدد فما لا يشترط فيه اولي بالجواز۔

(۶) مصرف اس کا مثل مصرف صدقہ فطر و کفارہ یمین و سائر کفارات و صدقات واجبہ ہے بلکہ کسی ہاشمی مثلاً شیخ علوی یا عباسی کو بھی نہیں دے سکتے۔ غنی یا غنی مرد کے نابالغ فقیر بچے کو نہیں دے سکتے کافر کو نہیں دے سکتے، جو صاحب فدیہ کی اولاد میں ہے جیسے بیٹا بیٹی، پوتا پوتی، نواسا نواسی، یا صاحب فدیہ جس کی اولاد میں جیسے ماں باپ، دادا دادی، نانائانی، انہیں نہیں دے سکتے، اور اقرباً مثلاً بہن بھائی، چچا، ماموں خالہ، پھوپھی، بھتیجا، بھتیجی، بھانجا، بھانجی، ان کو دے سکتے ہیں جبکہ اور موانع نہ ہوں، یونہی نوکروں کو جبکہ اجرت میں محسوب نہ کریں۔

رد المحتار میں ہے جوز کوۃ کا مصرف ہے صدقۃ الفطر،	فی رد المحتار مصرف الزکوۃ ہو مصرف

^۱ الفتاویٰ الہندیہ باب قضاء الفوائت نورانی مکتب خانہ پشاور ۱۳۵/۱

^۲ البحر الرائق باب قضاء الفوائت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۹۱/۲

^۳ تنویر الابصار متن در مختار باب الکفارة مطبع مجتبائی دہلی ۲۵۱/۱

کفارہ ، نذر اور دیگر صدقات واجبہ کا بھی وہی مصرف ہے تہستانی۔ اقول: (میں کہتا ہوں۔ ت) یہ اس راہ کو اختیار کیا گیا جو امام ابو یوسف سے مروی قول کی تصحیح کے مطابق ہے کہ صدقات واجبہ کسی کافر ذمی کو دینا ناجائز ہے۔ درمیں ہے ذمی کو (زکوٰۃ) نہیں دی جاسکتی البتہ زکوٰۃ، عشر اور خراج کے علاوہ صدقات ذمی کو دئے جاسکتے خواہ وہ صدقہ واجبہ ہی ہوں مثلاً نذر، کفارہ اور صدقہ فطر، اس میں امام ابو یوسف کا اختلاف ہے، امام مذکور کے قول پر حاوی مقدسی نے فتویٰ دیا ہے اہ اور اسی میں ہے اگر معلم نے اپنے خلیفہ کو زکوٰۃ دی اگر وہ اس طرح کام کرتا ہے کہ اگر معلم نہ دیتا تب بھی وہ اس کا کام کرتا ایسی صورت میں دینا درست ہے ورنہ نہیں اہ اور معراج الدراہ اور ہندیہ میں ہے اسی طرح حکم ہے اس رقم کا جو بہ نیت زکوٰۃ عید وغیرہ کے موقعہ پر خدام مردوں یا عورتوں کو دی جاتی ہے (ت)	ایضاً لصدقة الفطر والكفارة والنذر وغير ذلك من الصدقات الواجبة كما في القهستانی¹ - اقول: وهو متمش على تصحيح ما عن أبي يوسف من عدم جواز شئ من الصدقات الواجبة لكافر ذمی قال في الدرالندفع (ای الزکوٰۃ) الى ذمی وجاز دفع غيرها وغير العشر والخراج اليه ای الذمی ولو واجبا كنذر وكفارة وفطرة خلافاً للثانی وبقوله يفتی حاوی القدسی اہ² وفيه لو دفعها المعلم لخليفة ان كان بحيث يعمل له لولم يعطه. صح والا لا اہ³ وفي معراج الدراية ثم الهندية وكذا ما يدفعه الى الخدم من الرجال والنساء في الاعياد وغيرها بنية الزکوٰۃ⁴۔

صدقات واجبہ زوجین کو بھی نہیں دے سکتے۔ اقول: فدیہ نماز و روزہ جب بعد مرگ دیا جائے تو مقتضائے نظر فقہی یہ ہے کہ
زوجہ کا فدیہ شوہر فقیر کو فوراً اور شوہر کا زوجہ فقیرہ کو بعد عدت گزرنے کے دینا جائز ہو کہ اب زوجیت نہ رہی اور شوہر زوجہ کے
مرتے ہی اجنبی ہو جاتا ہے ولہذا اسے مَس جائز نہیں۔

در مختار میں ہے کہ زکوٰۃ ان کو نہ دی جائے جن کے درمیان زوجیت کا تعلق ہو خواہ خاتون کو طلاق بائنہ	في الدرالمختار لا يصرف الى من بينها زوجية ولو مبانة⁵ قال الشامي ای

¹ ردالمحتار باب المصرف مصطفى البابي مصر ۱۲/۲

² در مختار باب المصرف مجتبائی دہلی ۱۳۱/۱

³ در مختار باب المصرف مجتبائی دہلی ۱۳۲/۱

⁴ الفتاویٰ الہندیۃ الباب السابع فی المصارف نورانی مکتب خانہ پشاور ۱۹۰/۱

⁵ در مختار باب المصرف مجتبائی دہلی ۱۳۱/۱

فی العدة ولو بثلاث نهر معراج الدرايه اه¹ وفي ردالمحتار عن بدائع الامام ملك العلماء المرأة تغسل زوجها لان اباحة الغسل مستفادة بالنكاح فتبقى ما بقى النكاح والنكاح بعد الموت باق الى ان تنقضى العدة بخلاف ما اذا ماتت فلا يغسلها لانتهاء ملك النكاح لعدم المحل فصار اجنبياً²، والله تعالى اعلم۔	ہو چکی ہو اھ۔ علامہ شامی نے فرمایا یعنی وہ عدت میں ہو اگر چہ تین طلاقیں ہو چکی ہوں یہ نہر میں معراج الدرايہ سے ہے اھ ردالمحتار میں امام ملک العلماء کی بدائع سے ہے کہ خاتون اپنے خاوند کو غسل دے سکتی ہے کیونکہ غسل کی اباحت نکاح کی وجہ سے حاصل ہوئی تو جب تک نکاح باقی ہے اباحت بھی باقی رہے اور نکاح تو خاوند کی موت کے بعد بھی باقی رہتا ہے یہاں تک کہ عدت گزر جائے بخلاف اس صورت کہ جب بیوی فوت ہو جائے تو خاوند اسے غسل نہیں دے سکتا کیونکہ محل نہ رکھنے کی وجہ سے نکاح ختم ہو گیا لہذا اب خاوند اجنبی قرار پائے گا واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

(۷) قیمت افضل ہے مگر قحط میں کھانا دینا بہتر،

فی الدر المختار دفع القیبة ای الدراهم افضل من دفع العین علی المذهب المفقی بہ، جوہرۃ بحر عن الظہیریۃ وهذا فی السعة امام فی الشدة فدفع العین افضل³۔	در مختار میں ہے مفتی بہ مذہب کے مطابق قیمت یعنی دراهم کا ادا کرنا عین شے سے افضل ہے جوہرہ۔ اور بحر میں ظہیریہ سے ہے کہ یہ عام حالات یعنی آسانی کے وقت ہے اگر کسی وقت شدت اور قحط ہو تو عین شے کا دینا افضل ہوگا۔ (ت)

باقی احکام نقد وغنہ یکساں ہیں مگر وہ تفاوت جو خاص گندم و جو میں بسبب اعتبار وزن معتبر، شرعی اسقاط میں لحاظ مالیت کا ہے مثلاً فرض کیجئے کہ نیم صاع گندم کی قیمت دو آنہ ہے اور ایک صاع جو کی ایک آنہ تو ایک آنہ کی قیمت کی کوئی چیز کپڑا، کتاب، چاول، باجو وغیرہا لحاظ قیمت جو دے سکتے ہیں اگرچہ گندم کی قیمت نہ ہوئی مگر چارم صاع گندم کافی نہیں اگرچہ قیمت ان کی بھی ایک صاع جو کے برابر ہو گئی کہ چار چیزیں جن پر نص شرعی وارد ہو چکی ہے یعنی گندم، جو، خرما، کشمش ان میں قیمت کا اعتبار نہیں، جتنا وزن شرعاً واجب ہے اُس قدر دینا ہوگا۔

¹ ردالمحتار باب الصرف مصطفیٰ البابی مصر ۶۹/۲

² ردالمحتار باب الجنازہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵۷۶/۱

³ الدر المختار باب الصدقة الفطر مجتبائی دہلی ۱۳۵/۱

محیط امام سرخسی پھر ہندیہ میں ہے کہ اگر کسی نے ایسی جید گندم کا چوتھائی صاع ادا کیا جس کی قیمت جو کے نصف صاع کو پہنچ جاتی ہے تو یہ کل کی طرف سے جائز نہیں بلکہ یہ اپنی طرف سے عطیہ ہے، باقی کی تکمیل کرنا اس پر لازم ہوگا، اور اسی طرح گندم کا چوتھائی صاع جو جو کے صاع کی قیمت کو پہنچ جائے دینا جائز نہیں اہ بدائع میں ہے کیونکہ قیمت کا اعتبار وہاں ہے جہاں نص میں عین کی تصریح نہیں (ت)۔	فی محیط الامام السرخسی ثم الهندية، لوادی ربع صاع من حنطة جيدة تبلغ قيمته قيمة نصف صاع من شعير لا يجوز عن الكل، بل يقع عن نفسه وعليه تکمیل الباقي وكذا لا يجوز ربع صاع من حنطة عن صاع من شعير اه¹ ملخصاً، فی البدائع لان القيمة انما تعتبر في غير المنصوص عليه²

قیمت میں نرخ بازار آج کا معتبر نہ ہوگا جس دن ادا کر رہے ہیں بلکہ روز و جو کا مثلاً اُس دن نیم صاع گندم کی قیمت دو آنے تھی آج ایک آنہ ہے تو ایک آنہ کافی نہ ہوگا۔ دو آنے دینا لازم، اور ایک آنہ تھی اب دو آنے ہو گئی تو دو آنے ضرور نہیں ایک آنہ کافی۔

در مختار میں ہے کہ زکوٰۃ، عشر، خراج، صدقہ فطر، نذر، عتاق کے علاوہ کفارہ میں قیمت کا دینا جائز ہے اور قیمت یوم و جو کے اعتبار سے ہوگی اور صاحبین کی رائے کے مطابق یوم ادا کی قیمت کا اعتبار کیا جائے گا (ت)	فی الدر المختار جاز دفع القيمة في زكاة وعشر وخراج وفطرة ونذر وكفارة غير العتاق وتعتبر القيمة يوم الوجوب وقال يوم الاداء³

(۸) یہاں صورتیں متعدد ہیں، فدیہ والا اپنی حیات میں فدیہ ادا کرتا ہے جیسے شیخ فانی روزے کا یا اُس کے بعد وارث بلا وصیت بطور خود دیتا ہے یا حکم وصیت ادا کیا جاتا ہے اور در صورت وصیت مدیون پر یہ دین بعد موت مورث، حادث ہوا ہے جیسے کسی نے ترکہ سے کوئی چیز غصب کر کے صرف کر ڈالی کہ اس کے تاوان کا اس پر دین آیا یا دین حیات مورث کا ہے تو یہ چار صورتیں ہیں۔ صورت اخیر میں عدم صحت کا حکم در مختار وغیرہ میں مصرح ہے یعنی زید پر نماز روزے وغیرہ کا فدیہ تھا اس نے وصیت کی کہ میرے مال

¹ الفتاویٰ الہندیہ الباب الثامن فی صدقة الفطر نورانی کتب خانہ پشاور ۱۹۲/۱

² بدائع الصنائع کتاب الزکوٰۃ ۱۱۱۱ سید کراچی ۳/۲

³ الدر المختار باب زکوٰۃ الغنم مجتبائی دہلی ۱۳۳/۱

سے ادا کرنا عمرو فقیر حیات زید سے زید کامدیون تھا، وصی نے وہ دین فدیہ میں عمرو کو چھوڑ دیا فدیہ ادا نہ ہوا

قال قبیل باب الوصی، اوصی لصلواتہ وثلث ماله دیون علی المعسرین فترکہا الوصی لهم عن الفدیة لم تجزہ ولا بد من القبض ثم التصدق علیہم ولو امر ان يتصدق بالثلث فمات فغصب غاصب ثلثها مثلاً واستهلکہ فترکہ صدقة علیہ وهو معسر یجزیہ لحصول قبضہ بعد الموت بخلاف الدین، کل من القنیة¹ فی ردالمحتار قوله اوصی لصلواتہ او صیاماتہ، منح، قوله لم تجزہ وقیل تجزہ قال فی القنیة قال استاذنا والاول احب الی حق توجده الروایة، قوله بخلاف الدین ای فی المسألة السابقة فانه مقبوض قبل الموت، بقى لواوصی بكفارة صلواتہ والمسألة بحالها هل یجزیہ لحصول قبضہ بعد الموت اولاً، یراجع اه²

باب الوصی سے تھوڑا پہلے ہے کسی نے اپنی نمازوں پر فدیہ کی وصیت کی اور اس کے مال کا تہائی حصہ تنگ دست لوگوں پر دین تھا وصی نے وہ حصہ ان تنگ دستوں پر نمازوں کے فدیہ کے طور پر چھوڑ دیا تو کافی نہ ہوگا کیونکہ پہلے قبضہ ضروری ہے اور اس کے بعد ان پر صدقہ کرے تو تب درست ہوگا، اگر اس نے کہا میرا تہائی مال صدقہ کر دیا جائے پھر وہ فوت ہو گیا اور کسی غاصب نے مثلاً تہائی مال غصب کر لیا اور اسے ہلاک کر دیا (حالانکہ وہ غریب تھا) وصی نے بطور صدقہ وہ مال اس سے نہ لیا تو جائز ہوگا کیونکہ موت کے بعد وصی کو قبضہ حاصل تھا بخلاف اس صورت کے جب مال کسی پر قرض ہو، یہ مسائل قنیہ سے مروی ہیں اھ

ردالمحتار میں ہے قوله "فوت ہونے والے نے اپنی نمازوں یا روزوں کے بارے میں وصیت کی"، منح۔ قوله "یہ کفایت نہیں کرے گا" لیکن بعض کے نزدیک یہ کافی ہے۔ قنیہ میں ہے کہ ہمارے استاذ نے فرمایا مجھے پہلا قول بہت محبوب ہے حتیٰ کہ کوئی دوسری روایت آجائے۔ قوله "بخلاف قرض" یعنی گزشتہ مسئلہ میں کیونکہ مال موت سے پہلے قبضہ میں نہیں ہوگا۔ باقی رہا یہ معاملہ کہ اگر کسی نے

¹ الدر المختار، فصل فی وصایا الذمی، مجتہائی دہلی، ۳۳۴/۲

² ردالمحتار فصل فی وصایا الذمی وادراہیاء التراث العربی بیروت ۴۴۷/۵

اراد بقوله والمسألة بحالها مسألة الغصب،
ورأيتني كتبت عليه مانصه

اقول: وبالله التوفيق وله الحمد تبتني عندي
مسألة الفديه والغصب على ان الوصية بالمال
لاتتناول الدين مآكان دينا فاذا صار عينا
بالقبض تناولته كما صرح به في الظهيرية حيث
قال اذا كان مائة عين ومائة درهم على اجنبى
دين فآوصى لرجل بثلث ماله فانه يأخذ ثلث
العين دون الدين الاترى ان حلف ان لا مال له
وله ديون على الناس لم يحنث ثم ماخرج من
الدين اخذ منه ثلثه حتى يخرج الدين كله لانه
لما تعين الخارج مالا، التحق بمآكان عينا في
الابتداء، ولا يقال لما لم يثبت حقه في الدين
قبل ان يتعين كيف يثبت حقه فيه اذا تعين
لانا نقول مثل هذا غير ممتنع الاترى

نمازوں کے کفارہ کی وصیت کی اور صورت مذکورہ ہی ہو تو
موت کے بعد حصول قبضہ کی وجہ سے یہ کافی ہوگا یا نہیں اس پر
غور کیا جائے اور المسئلة بحالها سے مراد مسئلہ غصب
ہے ردالمحتار کے حاشیہ پر بندہ نے جو کچھ تحریر کیا ہے وہ یہ
ہے۔ اقول: اللہ کی توفیق اور اسی کے لیے حمد ہے، سے کہتا
ہوں میرے نزدیک فدیہ اور غصب کا مسئلہ اس پر مبنی ہے کہ
وصیت بالمال دین کو شامل ہی نہیں جب تک وہ دین رہے،
ہاں جب وہ دین قبضہ کی وجہ سے عین ہو جائے تو پھر وصیت
اسے شامل ہوگی جیسا کہ ظہیر یہ میں ان الفاظ سے صراحت
کی ہے کہ جب ایک سودر ہم عین اور ایک سودر ہم کسی اجنبی
پر دین تھے تو فوت ہونے والے نے تہائی مال کی وصیت کی
تو اب عین کی تہائی سے وہ مال لیا جائے گا نہ کہ دین سے کیا
آپ کے علم میں نہیں اگر کوئی آدمی حلف اٹھاتا ہے کہ اس کے
پاس مال نہیں حالانکہ اس نے لوگوں سے قرض لینا ہے تو اس
کی قسم نہیں ٹوٹے گی، پھر دین میں جو حصہ خارج ہوگا اس سے
تہائی لیا جائے یہاں تک کہ سارا دین خارج ہو جائے کہ جب
خارج ہونے والا مال متعین ہو جائے تو اس مال کے ساتھ
لاحق ہو جائے گا جو ابتدائی طور پر عین تھا یہ اعتراض نہیں کیا
جاسکتا کہ جب متعین ہونے سے پہلے دین میں مالک کا حق
ثابت نہیں ہوا تو متعین ہو جانے کے بعد حق کیسے ثابت
ہوگا کیونکہ ہم کہتے ہیں اس طرح کا معاملہ ممتنع نہیں ہوتا، کیا
آپ نہیں جانتے کہ جس کے حق میں تہائی

مال کی وصیت کی گئی اس کا حق قصاص میں ثابت نہیں ہوتا وہ جب تبدیل ہو کر مال بن جائے تو اس میں اس کا حق ثابت ہو جائے گا۔ اس سے خانیہ اور وہبانیہ کے دونوں اقوال میں تطبیق ہو جائے گی۔ خانیہ میں ہے کہ دیون وصیت بالمال میں داخل نہیں ہوتے۔ وہبانیہ میں ہے کہ دیون کا اس میں دخول زیادہ مناسب ہے جیسا کہ منحة الخالق میں اسی طرف میلان ہے تو اس کے لیے منحة الخالق میں قضا کے متفرق مسائل کی طرف رجوع کرو۔ رہا مسئلہ فدیہ کا معاملہ تو دین موت سے پہلے تھا اور وصی نے قبضہ سے پہلے ہی اس کے اسقاط کا ارادہ کیا تو یہ وصیت کا ایسی چیز میں اجرا ہوگا جس کو یہ شامل ہی نہیں، تو جب تک قبضہ نہ ہو اور صدقہ نہ کیا جائے یہ جائز نہ ہوگا اور مسئلہ غصب میں وفات کے وقت مال عین تھا، پھر غاصب کا قبضہ، اس کا اسے ہلاک کرنا اور اس کا دین بننا یہ سب موت کے بعد ہوا ہے تو اسے وصیت شامل ہوگی تو اس طرح یہ جائز ہے، یہ وہ تھا جو مجھ پر واضح ہوا۔ اور اس سے اس چیز کا جواب بھی آگیا جس میں علامہ محشی نے لفظ "یراجع" سے توقف کیا کیونکہ اس اعتبار سے اس پر کوئی غبار نہیں، مگر جب یہ ثابت ہو جائے کہ کفارات کی ادائیگی ترک دین سے اصلاً جائز ہی نہیں اور اس میں توقف ہے، چاہئے یہ کہ جو ہم نے تحریر کیا ہے اس تمام کا مطالعہ کیا جائے اھ میرا حاشیہ ختم ہوا۔ (ت)

ان الموصی له بثلاث المال لایثبت حقه فی القصاص ومتی انقلب ما لایثبت حقه فیہ اھ۔ وبہ یحصل التوفیق بین قولی الخانیة لا تدخل الديون ای فی الوصیة بالمال والوہبانیة ان الدخول اجدر کما جنح الیہ فی منحة الخالق فراجعها من شئى القضاء، ففی مسألة الفدیة لما کان الدین سابقاً علی الموت وقد اراد الوصی اسقاطه قبل القبض فیکون انفاذ الوصیة فیما لم تتناولہ فلا یجوز ما لم یقبض فیتصدق وفی مسألة الغصب لما کان المال عیناً عند الوفاة وانما حصل قبض الغاصب واستهلاک وصیر ورته دیناً بعد الموت فقد تناولته الوصیة فجاز هذا ما ظہر لی وبہ یظہر الجواب عما توقف فیہ العلامة المحشی بقوله یراجع فانه لا غبار علیہ من هذه الجهة الا ان یثبت ان اداء الکفارات بترك الدین لا یجوز اصلاً وفیہ وقفة فلیراجع ولیحرراھ ما کتبت علیہ۔

باقی صور کا حکم قابل تفتیش و مراجعت ہے۔ اقول: وبالله التوفیق امر محتمل ہے اور قائل کہہ سکتا ہے کہ قاعدہ شرعیہ ادائے کامل بہ کامل ہے، نہ کامل بناقص۔ ولہذا اوقات ثلاثہ میں کوئی نماز ادا و قضا جائز نہیں، مگر آج کی عصر یا اس جنازے کی نماز جو انہیں اوقات میں لایا گیا لتأدیہما حیثئذ کما وجبتا

والمسائل بتعلیلاتھا مذکورۃ متوناً وشروحاً (کیونکہ ان کی ادائیگی اس طرح ہو رہی ہے جس طرح وہ واجب ہوئے تھے اور یہ تمام مسائل اپنی تعلیلات کے ساتھ متون اور شروحات میں مذکور ہیں۔ ت) روزوں میں کوئی ناقص نہیں اور قضا نمازیں عموماً کامل ہیں ولہذا کل کی عصر آج آفتاب ڈوبتے قضا نہیں کی جاسکتی اور جو مال کسی پر دین ہو جب تک وصول نہ ہو مال کامل نہیں ناقص ہے خصوصاً جبکہ کسی مفلس پر ہو کہ وہ تو گویا مردہ مال ہے ولہذا حاصل ملک مال کہ تمول وغنا نہیں ہوتا زید کے لاکھ روپے کسی مفلس پر قرض آتے ہوں جب تک پاس نصاب نہ ہو فقیر ہے خود زکوٰۃ لے سکتا ہے۔

فی الاشباہ من له دين على مفلس مقرر، فقير على المختار ¹ ۔	اشباہ میں ہے جس کا کسی ایسے شخص پر قرض ہو جو مفلس اقرار کرنے والا ہو تو مختار قول پر وہ فقیر ہے۔ (ت)

بلکہ عرفاً دین کو مال ہی نہیں کہتے اگر لاکھوں قرض میں پھیلے ہوں اور پاس کچھ نہیں تو قسم کھا سکتا ہے کہ میرا کچھ مال نہیں کما تقدم عن الظهيرية ومثله في البحر والتنوير وغيرهما (جیسا کہ ظہیریہ کے حوالے سے پہلے گزرا، اس کی مثل بحر، تنویر، اور دیگر کتب میں ہے۔ ت) ولہذا کسی عین یعنی نصاب موجود کی زکوٰۃ، دین بہ نیت زکوٰۃ معاف کر دینے سے ادا نہیں ہو سکتی کہ نصاب موجود مال کامل ہے تو مال ناقص اس کی زکوٰۃ نہیں ہو سکتا بلکہ جو دین آئندہ ملنے کا ہے اس کی زکوٰۃ بھی معافی دین سے ادا نہ ہو گی کہ دین باقی، دین ساقط سے بہتر ہے، دین ساقط اب کبھی مال نہیں ہو سکتا اور دین باقی میں احتمال ہے شاید وصول ہو کر مال ہو جائے، ہاں جو نصاب کسی فقیر پر دین تھی وہ کل یا بعض اسے معاف کر دے تو قدر معاف شدہ کی زکوٰۃ ساقط ہو گئی کہ ناقص ناقص سے ادا ہو سکتا ہے۔

في الدر المختار، لو ابرأ الفقير عن النصاب صح و سقط عنه، واعلم ان اداء الدين عن الدين و العين عن العين وعن الدين يجوز و اداء الدين عن العين وعن دين سيقبض لا يجوز اه ² في تبیین الحقائق لو كان له	در مختار میں ہے: اگر کسی نے فقیر کو نصاب سے بری کر دیا تو صحیح ہوگا اور اس سے زکوٰۃ ساقط ہو جائیگی۔ واضح رہے کہ دین کی ادائیگی دین سے اور عین کی ادائیگی عین سے، اور دین دونوں سے جائز ہے لیکن دین کی ادائیگی عین سے اور اس دین سے جو عنقریب مقبوض ہوگا ان دونوں سے جائز نہیں اھ تبیین الحقائق میں ہے اگر کسی کا فقیر پر

¹ الاشباہ والنظائر، تاب الزکوٰۃ، دار القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی، ۲۲۰/

² در مختار کتاب الزکوٰۃ مجتہدانی، دہلی، ۱۳۰/

دین تھا اس نے فقیر کو قرض سے بری کر دیا تو اس سے زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی خواہ اس سے زکوٰۃ کی اس نے نیت کی ہو یا نہ، اس لیے کہ یہ ہلاک ہو نیوالے مال کی طرح ہے اور اگر بعض نے ساقط کیا تو سابقہ دلیل کی بنا پر بعض سے ساقط ہو جائیگی لیکن باقی سے زکوٰۃ ساقط نہ ہوگی اگرچہ باقی سے ادائیگی کی نیت کی گئی ہو کیونکہ جو ساقط ہے مال نہیں اور جو باقی ہے اس کا مال ہونا ممکن ہے تو باقی ساقط سے بہتر ٹھہر الہذا اس سے سقوط نہیں ہوگا (ت)	دین علی فقیر فابراًہ عنہ سقط منه زکوٰۃ نوٰی بہ عن الزکوٰۃ او لا لانہ کالہلاک ولو ابراہ عن البعض سقط زکوٰۃ ذلك البعض لما قلنا وزکوٰۃ الباقي لا تسقط ولو نوٰی بہ الاداء عن الباقي لان الساقط ليس بمال والباقي يجوز ان يكون ما لا فکان خیرا منه فلا يجوز الساقط عنه اه¹۔

یہ تقریر منیر بتوفیق القدر اقتضاء کرتی ہے کہ دین معاف کرنے سے فدیہ مطلقاً ادا نہ ہو جب تک وصول کر کے فدیہ میں نہ دی، اس تقدیر پر وہ حیلہ ہند والوں میں متعارف ہے اور بعض متاخرین فضلاء ہند نے اسے کشف الغطاء میں ذکر کیا کہ:

معروف یہ ہے کہ میت کی عمر کے تمام سالوں کا حساب لگاتے ہیں، کم از کم مدت ببلوغ جو مرد میں بارہ سال اور عورت میں نو سال ہے نکال کر باقی عمر ہر دن رات کی چھ نمازوں کے مقابل (اعتبار سے) تین صاع لیتے ہیں اور ہر ماہ کے تیس دن شمار کئے جاتے ہیں حتیٰ کہ ایک سال (جو تین سو ساٹھ دنوں کا ہے) کی نمازوں کا فدیہ ایک ہزار اسی صاع بنتا ہے اور ۱۵ صاع رمضان کا فدیہ زیادہ کرتے ہیں تو تمام سال کا فدیہ ایک ہزار پچانوے (۱۰۹۵) صاع ٹھہرا، پس اسی طریقے سے تمام سالوں کا حساب کر لیا جائے اور اس کے حاصل کے مطابق اس کی قیمت	متعارف چنان ست کہ حساب کنند سالہائے میت را دانی مدت ببلوغ کہ در مرد دوازده سال و در زن نہ سال ست وضع کنند باقی را مقابل ہر شش نماز واجب شبانہ روز سہ صاع کامل گیرند و ماہ کامل سی روز اعتبار کنند تا فدیہ نماز ہائے یک سال کہ سی صد و شصت روز ست یک ہزار و ہشتاد صاع حاصل آید و پانزدہ صاع فدیہ رمضان افزایند ہمگی فدیہ تمام سال یک ہزار و نو دو بیخ صاع شود ہمیں طریق سالہائے تمام عمر را حساب کنند و حاصل آن را موافق قیمت مبلغ شخص نمایند و بنا بر ضرورت عسرت

¹ تبیین الحقائق کتاب الزکوٰۃ المطبوعہ الکبریٰ الامیریہ مصر ۱/۲۵۸

دے دی جائے، اگر تنگ دستی ہو تو ایک مصحف کو اس مقدار کے زر پر کسی فقیر کو فروخت کر دیں اور یہ اس کے ذمہ دین کر دیں اس کے بعد اسے کہیں کہ تیرے ذمہ جو دین آیا ہے یہ فلاں کی نماز اور روزوں کا فدیہ میں نے تجھے دیا ہے وہ فقیر کہ اسے قبول کرتا ہو، اگر قیمت کا حساب نہ کریں اور قرآن کو اس کی مقدار جنس کے ساتھ ہدیہ کریں تاکہ یہ جنس اس کے ذمہ ہو جائے اور اسے فدیہ کے عوض بخش دیں اور وہ قبول کرے تو یہ بھی کفایت کر جائے گا (ت)	مصحف را بمثل آنقدر زر بدست فقیرے فروشد و تسلیم نمایند تا آنقدر زر بر ذمہ اش شود پس بگویند کہ اس قدر زر را کہ بر ذمہ تو دین ست عوض فدیہ نماز و روزہ ہائے فلاں میت کہ بایں قدر می رسد ترا دایم و بگوید فلاں کردیم و اگر مبلغ حساب نکنند و قرآن را بمثل آن را عوض فدیہ بوی بخشند داد قبول نماید نیز کفایت می کنند¹

امراً مخض ناتمام و ناکافی ہے اور اس پر ایک قرینہ واضح یہ بھی ہے کہ عامہ کتب معتمدہ مذہب میں ضرور تمند کے لیے جو حیلہ اس کا ارشاد فرمایا سخت دقت طلب اور بہت طول عمل ہے جس کا خود ان فاضل کو اعتراف ہے، یہ متعارف طریقہ ذکر کر کے لکھا:

مشہور و منقول در اکثر کتب چنانست کہ قدرے گندم کہ میسر شود منجمد فدیہ بایں نام بہ فقیر دہند و او قبول کند پس از وے طلب نمایند و بستانند باز بوی بد همان نام دہند و ہمچنین مکرر کنند تا آنکہ فدیہ نماز و روزہ در فدیہ ہاتمام ادا شود و ایں حیلہ خالی از تکلف نیست²	مشہور اور اکثر کتب میں منقول یہ ہے کہ جو بھی گندم میسر ہو نماز روزہ کے فدیہ کے طور پر اسے فقیر کو دیا جائے وہ قبول کرے اس کے بعد اس سے بطور ہبہ لے لیں پھر اسے بطور فدیہ دے دیں اسی طرح بار بار کریں حتیٰ کہ نماز و روزہ کا فدیہ مکمل ہو جائے اور یہ حیلہ تکلف سے خالی نہیں۔ (ت)

اقول: اسی حیلہ جملہ کی تصریح فرمائی در مختار و ہزازیہ و خلاصہ و عالمگیری و بحر الرائق وغنیہ و صغیری شروح منیہ و فتح اللہ المعین حاشیہ کنز و منحۃ الخالق و طحاوی علی الدر المختار و رد المحتار میں زائدین علی مافی الشرح کلہم فی باب قضاء الفوات (جو شرح میں ہے اس پر اضافہ کرتے ہوئے ان سب نے یہ مسئلہ باب قضاء الفوات میں ذکر کیا ہے۔ ت) اور جامع الرموز و بر جندی شروح نقایہ و

1 کشف الغطا فصل در احکام دعا و صدقہ و نحو ان از اعمال خیر برائے میت مطبع احمدی دہلی ص ۶۷

2 کشف الغطا فصل در احکام دعا و صدقہ و نحو ان از اعمال خیر برائے میت مطبع احمدی دہلی ص ۶۸

طحطاوی علی مراقی الفلاح میں کلہم فی الصوم (ان سب نے کتاب الصوم میں یہ مسئلہ ذکر کیا ہے۔ ت) اسی کو علامہ عبد الغنی بن اسماعیل نابلسی قدس سرہ القدسی نے شرح ہدایہ ابن العمار میں اپنے والد ماجد علامہ اسماعیل بن عبد الغنی نابلسی محشی درر وغیر انہوں نے احکام الجنائز سے نقل فرمایا کہ فی منحة الخالق (جیسا کہ منحۃ الخالق میں ہے۔ ت) اسی پر امام اجل ناصر الدین ابو القاسم محمد بن یوسف حسینی سرقدی نے ملقط میں نص فرمایا کہ فی شرح مختصر الوقایۃ عبد العلی (جیسا کہ شرح مختصر الوقایۃ عبد العلی میں ہے۔ ت) اسی طرح علامہ مدقق علانی نے در منقہ شرح ملتقی اور علامہ شریف ابوالسعود ازہری نے شرح نور الایضاح میں تصریح فرمائی کہ فی شرحہ للسید احمد المصری (جیسا کہ سید احمد مصری کی شرح میں ہے۔ ت) یہی تبیین الحارم، علامہ سنان الدین یوسف مکی میں مذکور کہ فی شفاء العلیل و بل العلیل للعلامة الشامی (جیسا کہ شفاء العلیل و بل العلیل للعلامة الشامی میں ہے۔ ت) یہ سب عبارات اور ان سے زائد اس وقت فقیر کے پیش نظر ہیں بلکہ شفاء العلیل سے ہمارے ائمہ کی کتب فروع و اصول کی طرف اس کی نسبت ظاہر۔

اس کے الفاظ یہ ہیں میرے مطالعہ کے مطابق ہمارے ائمہ کی کتب خواہ فروع یا اصول میں ہوں یہ مذکور ہے کہ جب میت نے فدیہ صوم کی وصیت نہ کی ہو تو اس کا ولی بطور نفل فدیہ دے سکتا ہے، اور ولی سے مراد وہ شخص ہے جو اس کے مال میں بطور وارث یا وصی ہونے کے ناطہ سے تصرف کر سکتا ہو، فقہاء نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر ولی کسی شے کا مالک نہ ہو تو کسی سے قرض لے کر فقیر کو دے اس سے بطور ہبہ واپس لے پھر فقیر کو دے، اسی طرح بار بار کیا جائے حتیٰ کہ فدیہ پورا ہو جائے۔ (ت)	حيث قال اعلم المذكور فيما رأيته من كتب ائمتنا فروعاً واصولاً انه اذا لم يوص بفدية الصوم يجوز ان يتبرع منه وليه وهو من له التصرف في ماله بوراثة او وصاية قالو اولولم يملك شيئاً يستقرض الولي شيئاً في دفعه للفقير ثم يستوهبه منه ثم يدفعه لآخر وهكذا حتى يتم¹۔

اور فاضل سید علاء الدین شامی نے منہ الجلیل میں اسے متون و شروح و حواشی کی طرف نسبت کیا

اس کی عبارت یہ ہے متون، شروح اور حواشی میں یہ منصوص ہے یہ سارا کچھ ولی کر سکتا ہے، اور ولی	حيث قال والمنصوص في كلامهم متوناً وشروحاً وحواشی ان الذي يتولى

¹ شفاء العلیل، رسالہ من رسائل ابن عابدین، الرسالة السابعة، سہیل اکیڈمی لاہور ۱۹۶۱

ذٰلِكَ اِنْما هُوَ الْوَلِيُّ وَاِنْ الْمَرَادُ بِالْوَلِيِّ مِنْ لِهٖ وَلَايَةِ التَّصَرُّفِ فِي مَالِهٖ بِوَصَايَةِ اَوْ وِرَاثَةِ وَاِنْ الْمَيِّتُ لَوْلَمْ يَمْلِكْ شَيْئاً يَفْعَلْ لِهٖ ذٰلِكَ الْوَارِثُ مِنْ مَالِهٖ اِنْ شَاءَ فَاِنْ لَمْ يَكُنْ لِلْوَارِثِ مَالٌ يَسْتَوْهَبُ مِنَ الْغَيْرِ اَوْ يَسْتَقْرُضُ بِبَلِيدٍ فَعَهْ لِلْفَقِيرِ ثُمَّ يَسْتَوْهَبُ مِنَ الْفَقِيرِ وَهٰكِذَا اِلَى اِنْ يَتِمُّ الْمَقْصُودُ¹۔	سے مراد وہ شخص ہے جو میت کے مال میں اس کی وصیت یا وارث ہونے کی حیثیت سے تصرف کر سکتا ہو اور میت اگر کسی شے کا مالک نہ ہو تو وارث اپنے مال سے بھی یہ حیلہ کر سکتا ہے تاکہ کسی فقیر کو دے پھر فقیر سے بطور ہبہ واپس لے اسی طرح کرے یہاں تک کہ مقصود ہو جائے۔ (ت)

یہ ائمہ متقدمین سے لے کر ہمارے زمانے تک کے علمائے متاخرین کے نصوص ہیں جن میں سوائس طریقہ دور کے طریقہ دین کا اصلاً پتانہ دیا اور طریقہ دور میں جو سخت تکلیف ہے مخفی نہیں۔ وجہ امام کروری میں ہے:

اِنْ لَمْ يَكُنْ لِهٖ مَالٌ يَسْتَقْرُضُ نَصْفَ صَاعٍ وَ يَعْطِيهِ الْمَسْكِينِ ثُمَّ يَتَصَدَّقُ بِهِ الْمَسْكِينِ عَلَى الْوَارِثِ اِلَى الْمَسْكِينِ ثُمَّ الْوَارِثُ اِلَى الْمَسْكِينِ ثُمَّ وَثْمَ حَتَّى يَتِمَّ لِكُلِّ صَلَوةٍ نَصْفَ صَاعٍ كَمَا ذَكَرْنَا²۔	اگر وارث کے پاس مال نہ ہو تو وارث نصف صاع قرض لے اور کسی مسکین کو دے پھر وہ مسکین اس وارث پر صدقہ کرے پھر وارث، مسکین پر صدقہ کرے اسی طرح بار بار کیا جائے حتیٰ کہ ہر ہر نماز کا فدیہ نصف صاع ہو جائے جیسے ہم ذکر کر آئے (ت)

بعینہم اسی طرح نیم صاع، بحر الرائق و خلاصہ و ہندیہ و طحاوی علی نور الایضاح و ابی السعود علی مسکین و ملتقط و بر جندی و در مختار و غیرہا معتمدات اسفار میں ہے۔ اب فرض کیجئے کہ زید نے بتتر ۴۰ سال کی عمر میں وفات پائی، بارہ برس نکال کر ساٹھ ۶۰ رہے۔ ہر سال کے دن تین سو ساٹھ ۳۶۰ نہ رکھے جس طرح کشف الغطاء میں اختیار کیا ہر سال قمری کبھی تین سو پچپن ۳۵۵ دن سے زائد نہیں ہوتا۔

هٰذَا الْعَرَفِيُّ الْبَاخُذُ بِالْأَهْلَةِ أَمَّا الْحَقِيقِيُّ فَيَكُونُ أَقْلٌ مِنْهَا بِسَاعَاتٍ كَمَا فَصَّلَ فِي مَحَلِّهِ، أَقُولُ وَكَذَا لَا حَاجَةَ بِنَا إِلَى اخْذِ الشَّمْسِيَّةِ ثَلَاثُمِائَةٍ وَ	یہ عرفی سال ہے جو چاند کی بنا پر ہوتا ہے، رہا حقیقی سال تو وہ اس سے کچھ ساعتیں کم ہوتا ہے جیسا کہ اس کی تفصیل اپنے مقام پر کی گئی ہے اقول اسی طرح ہمیں شمسی سال تین سو پینسٹھ دن کا لینے کی ضرورت

¹ منہ الجلیل، رسالہ من رسائل ابن عابدین، الرسالة الثامنة، سہیل اکیدمی لاہور، ۱۲/۱۲

² الفتاویٰ البرازیہ علی حاشیہ فتاویٰ ہندیہ التاسع عشر فی الفوائت نورانی کتب خانہ پشاور ۶۹/۴

نہیں جیسا کہ احکام جنازہ میں یہ کہتے ہوئے لیا گیا ہے کہ فدیہ نماز میں احتیاطاً سٹشی سال کا اعتبار کرنا چاہئے ماسوائے دن کے چوتھائی حصہ کے اھ۔ کیونکہ جب عمر کے سالوں کا اعتبار چاند کے اعتبار سے ہے تو یقیناً دن ہمارے حساب سے زائد نہ ہوں گے اور یقینی بات میں احتیاط کی محتاجی نہیں ہوتی، اگر یہ کہا جائے کہ انہوں نے زائد دن اس لیے لئے ہیں شاید میت نے بعض نمازوں میں کوتاہی کی ہو تو اس کا فدیہ ہو جائے قلت اس کے بعد فقہاء نے فرمایا ہے پھر میت کی عمر شمار کی جائے اس سے ببلوغ کی مدت بارہ سال خارج کر دی جائے اگر وہ مذکر ہو، اور اگر مؤنث ہے تو نو سال خارج کی جائے الخ جیسا کہ احکام جنازہ میں بھی ہے تو جب وہ ساری عمر کی بات کر رہے ہیں تو اس سے خارج کوئی نہیں رہا جس کے لیے احتیاط کی ضرورت ہو۔ (ت)	خمسة وستين يوماً كما فعل في احكام الجنائز قائلا ينبغى ان تحسب فدية الصلوة بالسنة الشمسية اخذا باحتياط من غير اعتبار ربيع اليوم اه¹ فان سن العبر اذا حسبت بالقمر يات علمنا قطعاً ان الايام لاتزيد على ما نحسب، والمقطوع به لا يحتاج الى الاحتياط فان قيل لعلهم اخذوا الزائد ليقع عما يؤد عنه من الصلوات التي على ان يكون الميت فرط فيها قلت قالوا بعد ذلك ثم يحسب سن الميت فيطرح منه اثنا عشرة سنة لمدة ببلوغه ان كان الميت ذكراً وتسع سنين ان كانت انثى الخ² كما في احكام الجنائز ايضاً فاذا اتوا على جميع العبر فمأذاعلى ان يكون شاذاً يحتاط له۔

تو یہی تین سو پچپن کافی ہیں پس ایک سال کی نمازوں کے دو ہزار ایک سو تیس (۲۱۳۰) فدیے ہوئے، اور تیس ۳۰ فدیے یعنی فدیے رمضان المبارک کے ملا کر دو ہزار ایک سو ساٹھ^{۱۱۰}، انہیں ساٹھ میں ضرب دینے سے ایک لاکھ انتیس ہزار چھ سو (۱۲۹۶۰۰) ہوتے ہیں، اتنی بار وارث و فقیر میں تصدق و ہبہ کی الٹ پھیر ہونی چاہئے تو فدیہ ادا ہو، یہ صرف صوم و صلوة کا فدیہ ہوا اور ہنوز اور بہت فدیے و کفارے باقی ہیں مثلاً (۳) زکوٰۃ فرض کیجئے ہزاروں روپے زکوٰۃ کے اس پر مجتمع ہو گئے تھے اور نیم صاع کی قیمت دو آنے ہے تو آٹھ ہزار دو روپے بہ نیت زکوٰۃ دینے لینے کو درکار ہیں (۴) قربانیاں، اگر فی قربانی ایک ہی روپیہ قیمت رکھئے تو ساٹھ^{۱۲۰} قربانیوں کے لیے چار سو اسی^{۱۸۰} دو روپے (۵) قسموں کے کفارے، ہر قسم کے لیے دس مسکین جدا جدا درکار ہیں ایک کو دس بار دینا کافی نہ ہوگا (۶) ہر سجدہ تلاوت کے لیے بھی احتیاطاً ایک فدیہ مثل ایک نماز کے ادا چاہئے وان لم یجب علی الصحیح كما

1 منہ الخالق بحوالہ احکام الجنائز حاشیہ بحر الرائق باب قضاء الفوائت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۹۰/۲

2 منہ الخالق بحوالہ احکام الجنائز حاشیہ بحر الرائق، باب قضاء الفوائت، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۹۰/۲

فی التاتار خانیة (اگرچہ صحیح قول کے مطابق واجب نہیں جیسا کہ تاتار خانیہ میں ہے۔ ت) (۷) صدقاتِ فطراپنے اور اپنے اہل و عیال کے جس قدر ادا نہ ہوئے ہوں (۸) جتنے نوافل فاسد ہوئے اور ان کی قضاء نہ کی (۹) جو جو منیتیں مانیں اور ادا نہ کیں (۱۰) زمین کا عشر یا خراج جو ادا سے رہ گیا وغیرہ وغیرہ اشیائے کثیرہ،

ان میں سے بعض کا تذکرہ ردالمحتار میں ہے اس پر بہت سا اضافہ شفاء العلیل میں کیا اور منۃ الجلیل میں ان میں سے بڑی بڑی کی تفصیل ہے اگر تفصیل چاہتے ہو تو اس کی طرف رجوع کرو۔ در مختار میں یہ ضابطہ کلیہ بیان کیا جس کا حاصل یہ ہے ہر وہ عبادت جو بدنی ہو (جیسے نماز) تو وصی اس کے مرنے کے بعد میت کی طرف سے ہر واجب کے عوض صدقۃ الفطر کی مقدار فدیہ دے، اگر عبادت مالی ہو مثلاً زکوٰۃ تو وصی مقدار واجب میت کی طرف سے ادا کرے اور اگر مالی اور بدنی کا مرکب ہو جیسے حج تو کسی شخص کو بھیج کر میت کے مال سے حج کرائے کذا فی البحر اھ۔ قلت بحر کا کلام بہت جامع اور نافع ہے اس کے الفاظ یہ ہیں کہ نماز، روزے کی طرح ہے اور ہر وتر کے عوض نصف صاع ادا کیا جائے اور اللہ تعالیٰ کے بقیہ حقوق کا معاملہ بھی اسی طرح ہے خواہ وہ مالی ہوں یا بدنی، عبادت محض ہوں یا اس میں ذمہ داری کا پہلو بھی ہو مثلاً صدقۃ الفطر یا اس کا عکس ہو مثلاً عشر یا اس میں محض ذمہ داری ہو مثلاً نفقات یا اس میں معنی عقوبت ہو مثلاً کفارات اھ (ملخصاً)

(ت)

علی ماذکر بعضها فی ردالمحتار وزاد کثیرا فی شفاء العلیل وفصل جلفا فی منۃ الجلیل فراجعها ان اردت التفصیل وافاد فی الدرالمختار ضابطة کلیة ان ماکان عبادة بدنية فان الوصى يطعم عنه بعد موته عن کل واجب کالفطرة والمالية کالزکوة یشخرج عنه القدر الواجب والمركب کالحج یحج عنه رجلا من مال المیت بحر اھ^۱ قلت وکلام البحر اجمع وانفع حیث قال الصلوة کالصوم، ویؤدی عن کل وتر نصف صاع، وسائر حقوقه تعالیٰ کذلک مالیا کان أو بدنیاً عبادة محضة اوفیه معنی المؤنة کصدقۃ الفطر او عکسه کالعشر او مؤنة محضة کالنفقات او فیه معنی العقوبة کالكفارات اھ^۲ (ملخصاً)

ان کے لیے کوئی حد معین نہیں کر سکتے اس قدر ہونا چاہئے کہ براءت ذمہ پر ظن حاصل ہو واللہ تعالیٰ یقبل الحسنات ویقبل السيئات (اللہ تعالیٰ حسنات کو قبول کرے اور برائیوں کو ختم کرے۔ ت)

^۱ الدر المختار کتاب الصوم فصل فی العوارض مجتہبائی دہلی ۱۵۳/۱

^۲ البحر الرائق فصل فی العوارض ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۸۵/۲

ان ہزاروں لاکھوں بار کے ہیر پھیر کی دقت دیکھئے اور اس ہندی طریقہ کی سہولت کہ ایک ہی دفعہ میں اُس کے اور اس کی سات ے پشت کے تمام انواع و اقسام کے فدیے، کفارے، مواخذے و حروف کہنے میں معاً ادا ہو سکتے ہیں تو اوّل تا آخر تمام علمائے مذہب کا اس کلفت کے اختیار اور اس سہولت کے ترک پر اتفاق قرینہ واضح ہے کہ اُن کے نزدیک اُس آسانی کی طرف راہ نہ تھی ورنہ اسے چھوڑ کر اس مشقت پر اطباء نہ ہوتا بالجملہ دین سے فدیہ ادا کرنے کی دو صورتیں ہیں:

ایک وہ کہ در مختار کتاب الوصایا عبارت مذکورہ سابقہ میں ذکر فرمائی کہ مدیون سے دین وصول کر کے بعد قبضہ پھر اسے فدیہ میں دے دے۔

دوسری وہ کہ در مختار کتاب الزکوٰۃ میں مذکور ہوئی کہ مال فدیہ میں دے کر آتے میں واپس کرے اگر مدیون نہ دینا چاہے ہاتھ بڑھا کر لے لے کہ اپنا عین حق لیتا ہے،

اس کے الفاظ یہ ہیں مال موجود کی زکوٰۃ دین سے ادا کرنے کی تدبیر یہ ہے کہ فقیر مقروض کو اپنی زکوٰۃ حوالہ کر دے پھر اس سے دین کے عوض زکوٰۃ کی رقم واپس لے لے، اگر مقروض نہ دے تو اس کا ہاتھ پکڑ کر چھین لے کیونکہ یہ اسے اس کے حق کی جنس ملی ہے پھر اگر مدیون فقیر مزاحمت کرے تو اس کو قاضی کے پاس لے جائے کہ وہ اس سے دلوادے گا۔ (ت)	حيث قال وحيلة الجواز ان يعطى مديونه الفقير زكواته ثم يأخذها عن دينه ولو امتنع المديون مديده واخذها لكونه ظفر بجنس حقه فان ما نعه رفعه للقاضي¹

اسی طرح ذخیرہ و ہندیہ و اشباہ و غیرہا میں ہے باقی یہ صورت کہ جو دین فقیر پر آتا تھا یا اب اس کے ہاتھ کچھ بیچ کر مدیون کر لیا یہ فدیہ میں چھوڑ دیا جائے اس کے جواز کا پتا کلمات علماء سے اصلاً نہیں چلتا بلکہ ظاہر عدم جواز مفہوم ہوتا ہے تو احتیاط اس میں ہے کہ جب تک مشائخ مذہب سے اُس کے جواز کے پتے کی تصریح نہ ملے ایسے امر پر اقدام نہ کیا جائے ہذا ما ظہر لی والعلم بالحق عند ربی (یہ مجھ پر ظاہر ہوا ہے اور حق کا علم میرے رب کے پاس ہے۔ ت)

فائدہ: علماء نے حتی الامکان تقلیل دور پر نظر فرمائی ہے، علامہ شمس قسستانی نے تین صاع سے دور فرض کیا کہ ہر بار میں ایک دن کامل کی نماز ادا ہو۔ احکام الجنائز میں چار ہزار ہتر^{۴۲} درہم سے دور رکھا کہ اُن اعصار و امصار کے حساب سے ہر دور میں ایک سال کی نماز کا فدیہ ہو۔ ردالمحتار میں دور یک سالہ

¹ الدر المختار کتاب الزکوٰۃ مجتہبائی، دہلی ۱۳۰۱ھ

ذکر کر کے کہا اس سے زیادہ قرض لے تو ہر بار میں زیادہ ساقط ہو،

ویشمل کل ذلک وما سواہ ما فی منة الجلیل ومبا تعارفہ الناس ونص علیہ اهل المذهب ان الواجب اذا کثر اداروا صرة مشتملة علی نقودا وغیرہا کجواہرا وحلی اوساعة وبنوا الامر علی اعتبار القیمة الخ^۱۔	یہ تمام کو شامل ہے، اس کے علاوہ جو منۃ الجلیل میں ہے کہ جو لوگوں کے ہاں معروف ہے اسی پر اہل مذہب نے تصریح کی کہ جب واجب کثیر ہوں تو ایک تھیلی میں نقدی وغیرہ مثلاً جواہر، ہار، زیور ڈال کر دُور کریں تو فقہاء نے قیمت کا اعتبار کیا ہے الخ (ت)

یہ سب واضحیات ہیں اور ہر فہم بعد ادر اک حساب حتی المقدور تخفیف دُور کر سکتا ہے یہاں تک کہ اگر ممکن ہو کہ جس قدر اموال تمام فدیوں، کفاروں، مطالبوں کی بابت محسوب ہوئے سب دفعۃً تھوڑی دیر کے لیے کسی سے قرض مل سکیں تو دُور کی حاجت ہی نہ رہے گی کہ کوئی شے اتنے اموال کے عوض فقیر کے ہاتھ بیچے، اور اگر کفارہ قسم بھی شامل ہے تو دس کے ہاتھ۔ پھر وہ اموال قرضہ گرفتہ فدیہ میں دے کر شئی بیچ کر شمن میں لے لے اور حسبِ مقدرت فقراء کو کچھ دے کر ان کا دل خوش کر دے، ہنوز اس مسئلہ میں بہت تفصیل باقی ہیں کہ خیال طول ان کے ذکر سے عنان کشی ہوئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۹) دینے والے کی نیت کافی ہے لفظ کی حاجت نہیں،

کما صرحوا بہ فی الزکوۃ وقال العلامة السید الحموی فی شرح الاشباہ والنظائر العبرة لنية الدافع لالعلم المدفوع الیہ اه^۲ و فی رد المحتار لا اعتبار للتسمیة الخ^۳ وقد فصلناه فی زکوۃ فتاوانا۔	جیسا کہ مسئلہ زکوۃ میں اس کی تصریح موجود ہے علامہ سیّد حموی نے شرح الاشباہ والنظائر میں فرمایا دینے والے کی نیت کا اعتبار ہے، اسے معلوم ہونا ضروری نہیں جسے دی جا رہی ہو اور رد المحتار میں ہے زبان سے نام لینے کا اعتبار نہیں الخ ہم نے اس کی پوری تفصیل اپنے فتاویٰ کے کتاب الزکوۃ میں دی ہے۔ (ت)

مگر زبان سے بھی کہہ دینے کو علماء مناسب بتاتے ہیں یہاں تک کہ طریقہ ادا میں میت کے باپ دادا تک کا نام لینا فرماتے ہیں کہ مسکین سے کہا جائے یہ مال تجھے فلاں بن فلاں کے اتنے روزوں یا اتنی

¹ منۃ الجلیل، رسالہ من رسائل ابن عابدین، الرسالة الثامنة، سہیل اکیڈمی لاہور ۲۱۲/۱

² غمر عیون البصائر مع الاشباہ والنظائر کتاب الزکوۃ ادارة القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲۲۱/۱

³ رد المحتار کتاب الزکوۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۱/۲

نمازوں کے فدیہ میں دیا، وہ کہے میں نے قبول کیا، شرح نقایہ علامہ قسستانی میں ہے:

ینبغی ان یقول الدافع للمسکین فی کل مرة انی ادفعک مال کذا فدیہ صوم کذا لفلان بن فلان المتوفی ویقول المسکین قبلته¹۔	مسکین کو دینے والا ہر دفعہ کہے میں تجھے فلاں بن فلاں میت کی طرف سے فدیہ صوم کے طور پر مال دے رہا ہوں اور مسکین کہے میں نے اسے قبول کیا۔ (ت)

منہ الخالق وشرح ہدایۃ ابن عمار واحکام الجنائز میں ہے:

یقول المسقط لواحد من الفقراء هكذا افلان بن فلاں ویذکر اسمہ و ابیہ، فاتتہ صلوات سنۃ، هذه فدیته من ماله، نملکک ایاہا ویعلم ان المال المدفوع الیہ صار ملکاً له ثم یقول الفقیر هكذا وانا قبلتها وتسلکتها منک²۔	وارث فقراء میں سے کسی ایک کو یوں کہے کہ یہ فلاں بن فلاں ہے، میت کا نام اس کے والد کا نام ذکر کر کے کہے اس کی سال کی نمازیں فوت ہو گئی تھیں ہم ان کے فدیہ کے طور پر اس مال کا تجھے مالک بنا رہے ہیں، اور وہ مال فقیر کی ملک میں چلانا معلوم کرے، پھر فقیر یوں کہے میں نے قبول کیا اور تجھ سے اسے اپنی ملک میں لیا۔ (ت)

پُر ظاہر کہ یہ سب اولویتیں ہیں جن پر توقف ادا نہیں،

کما علمت فلا نظراً یوہمه کلام الفاضل المعاصر فی منۃ الجلیل حیث قال ویدفع عن الجنایۃ علی الحرم والاحرام مما یوجب دماً او صدقة نصف صاع اودون ذلك فلا بد من التعرض لاجرائها بان یقال خذ هذا عن جنایۃ علی حرم او احرام اھ³ وانا الواجب التعرض فی النیۃ والقول یعم النفسی	جیسا کہ آپ جان چکے، اس کی طرف توجہ نہ کی جائے جس کا وہم فاضل معاصر کے رسالہ منۃ الجلیل میں کلام سے پیدا ہو رہا ہے انہوں نے کہا حرم اور احرام میں جس جنایت کی وجہ سے دم لازم آیا ہو یا نصف صاع صدقہ یا اس سے کم صدقہ لازم آیا ہو تو اس کے نکالتے وقت یہ کہنا ضروری ہے کہ یہ حرم یا احرام میں جنایت کا فدیہ ہے تو اُسے وصول کراھ کیونکہ تعرض نیت میں ضروری ہے اور قول کلام نفسی

¹ جامع الرموز فصل موجب الافساد مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۱-۷۰-۷۳

² منہ الخالق حاشیہ بحر الرائق باب قضاء الفوائت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۹۰/۲

³ منہ الجلیل رسالہ من رسائل ابن عابدین الرسالۃ الثامنۃ سہیل اکیڈمی لاہور ۲۲۳/۱

فأفهم، واللہ تعالیٰ اعلم۔	کو شامل ہوتا ہے، فأفهم واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

(۱۰) متعدد فرق ہیں:

(۱) شیخ فانی اپنی حیات میں روزہ کاندیہ دے گا اور وہ کافی ہوگا۔ اگر زندگی میں عجز زائل ہو کر قوت نہ آجائے مگر نماز کاندیہ نہیں دے سکتا کہ اس سے عجز مستمر متحقق نہیں ہوتا مگر دم واپس کھڑے ہو کر نہ ہو سکے بیٹھ کر پڑھے، بیٹھ کر نہ ہو سکے لیٹ کر اشارہ سے پڑھے۔

(۲) شیخ فانی پر روزہ کاندیہ حیات میں دینا واجب ہے اگر قادر ہو، بعد مرگ وجوب نہیں جب تک اپنے مال میں وصیت نہ کرے۔

(۳) شیخ فانی کہ زندگی میں روزہ کاندیہ دے اس کے کافی ہونے پر یقین کیا جائے گا کہ اس میں صراحۃً نص وارد، یونہی اگر فدیہ روزہ کی وصیت کرے اور فدیہ روزہ بے وصیت اور فدیہ نماز بے وصیت میں شبہ ہے اور فدیہ نماز بے وصیت میں شبہ اتومی، وحسبنا اللہ ونعم الوکیل۔

(۴) زندگی میں فدیہ صوم شیخ فانی پر اس کے کل مال میں ہے اور بعد مرگ بے وصیت، بے اجازت ورثہ ثلث سے زائد میں نافذ نہ ہوگی۔

فی تنویر الابصار والدر المختار، لومات و علیہ صلوات فائتة واوصی بالكفارة يعطى لكل صلوة كالفطرة وكذا الوترو الصوم وانما يعطى من ثلث ماله ولو فدى عن صلوته في مرضه لا يصح بخلاف الصوم اه ^۱ ملخصاً. وفي رد المحتار اذا اوصى بفدية الصوم يحكم بالجواز قطعاً. واذا لم يوص ففتطوع بها الوارث فقال محمد في الزيادات يجزيه	تنویر الابصار اور در مختار میں ہے اگر کوئی فوت ہوا اور اس کی نمازیں رہ گئی تھیں اور اس نے کفارہ کی وصیت کی تو ہر نماز کے عوض صدقہ فطر کے برابر فدیہ دیا جائے، اسی طرح وتر اور روزے کا حکم ہے، باقی یہ فدیہ صرف اس کے تہائی مال سے ادا کیا جائیگا، اگر کسی نے اپنی نماز کاندیہ مرض موت میں دیا تو صحیح نہیں بخلاف روزہ کے کہ اس کاندیہ مرض موت میں دینا جائز ہے۔ رد المحتار میں ہے جب کسی نے فدیہ صوم کی وصیت کی تو قطعاً جواز کا حکم دیا جائے، اور اگر اس نے وصیت نہ کی مگر وارث نے بطور نفل فدیہ ادا کر دیا تو امام محمد نے زیادات میں فرمایا اگر

^۱ در مختار باب قضاء الفوائت مطبع مجتبائی دہلی ۱۰/۱

اللہ تعالیٰ نے چاہا تو یہ فدیہ کفایت کر جائے گا۔ اسی طرح انہوں نے اسے مشیت باری تعالیٰ سے معلق فرمایا، جب کسی نے نماز کے فدیہ کی وصیت کی تو جب اس نے وصیت نہ کی ہو تو شبہ بہت قوی ہوگا۔ نیز تنویر اور در میں ہے وصیت کی بنا پر وارث کو میت کی طرف سے فدیہ دینا لازم ہے اور اگر وارث نے بطور احسان فدیہ دے دیا تب بھی ان شاء اللہ یہ فدیہ دینا جائز ہے، اور شیخ فانی اگر امیر ہو تو اس پر فدیہ دینا لازم ہے اور اگر روزہ رکھنے پر قادر ہو گیا تو قضا کرے کیونکہ دوام عجز کا شرط ہے یعنی فدیہ کے روزے کا خلیفہ ہونے کے لیے دوام عجز شرط ہے، یہ تمام عبارتیں اختصاراً ذکر کی گئی ہیں۔ بحر الرائق کے باب الصوم میں ہے وصیت کے ساتھ مقید اس لئے کیا کہ اگر میت وصیت نہ کرے تو ورثاء پر کوئی شے لازم نہ ہوگی، جیسا کہ زکوٰۃ کا معاملہ ہے۔ (ت)	ان شاء اللہ تعالیٰ وكذا علقه بالمشيئة فيما اذا وصى بفدية الصلوة فاذا لم يوص فالشبهة اقوى¹ وفي التنوير والدر فدى لزوماً عن الميت وليه بوصية وان تبرع وليه جاز ان شاء الله تعالى والشيخ الفاني يفدى وجوباً لموسراً ومتى قدر قضى لان استمرار العجز شرط الخليفة اه² (الكل بالا لتقاط) وفي صوم البحر الرائق وقيد بالوصية لانه لو لم يأمر لايلزم الورثة شئ كالزكاة³

ان کے سوا اور فرق ہیں کہ مطالعہ بحر الرائق وغیرہ سے ظاہر مگر مقدار فدیہ وغیرہ جس قدر احکام نو مسائل سابقہ میں مذکور ہوئے ان میں فدیہ حیات و ممات یکساں ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

(۱۱) نہ کنز میں ہے للشيخ الفاني وهو يفدى⁴ (شیخ فانی فدیہ ادا کرے۔ ت) فقط غیر فانی پر قضا فرض ہے پیش از قضا قضا آجائے تو فدیہ کی وصیت واجب، کہا فی رد المحتار وغیرہ من الاسفار (جیسا کہ رد المحتار اور دیگر کتب میں ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

بحر الرائق میں ہے ولی میت کی طرف سے نہ روزہ رکھے نہ نماز پڑھے کیونکہ حدیث نسائی میں ہے کوئی	(۱۲) انه، في البحر الرائق، الولي لا يصوم عنه و لا يصلي لحديث النسائي^ع لا يصوم

عہ: ای فی سننہ الکبریٰ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما (م)

¹ رد المحتار باب قضاء الفوائت مصطفیٰ البانی مصر ۱۴۱۱ھ

² در مختار باب ما یفسد الصوم مجتبائی دہلی ۱۳۳۱ھ

³ البحر الرائق فصل فی العوارض ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۸۴/۲

⁴ کنز الدقائق فصل فی العوارض ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۷۰

احد عن احد ولا یصلی احد عن احد اھ ^۱ واللہ تعالیٰ اعلم۔	شخص کسی کی طرف سے نہ روزہ رکھے اور نہ نماز پڑھے۔ اھ، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۳۸: از شہر کہنہ بریلی مسئلہ محمد شفیع علی خاں مرحوم ۲۴ شعبان ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کی عمر ۷۵ سال کی ہے اور بوجہ کمزوری کے برداشت اور طاقت روزہ رکھنے کی نہ ہو ایسی صورت میں اس کو کیا کرنا چاہئے اور کفارہ روزوں کا کس طرح ہو اور کفارہ ہر روز دیا جائے۔ بینوا اتوجروا

الجواب:

طاقت نہ ہونا ایک تو واقعی ہوتا ہے اور ایک کم ہمتی سے ہوتا ہے کم ہمتی کا کچھ اعتبار نہیں، اکثر اوقات شیطان دل میں ڈالتا ہے کہ ہم سے یہ کام ہر گز نہ ہو سکے اور کریں گے تو مر جائیں گے، بیمار پڑ جائیں گے، پھر جب خدا پر بھروسہ کر کے کیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ ادا کر دیتا ہے کچھ بھی نقصان نہیں پہنچتا، معلوم ہوتا ہے کہ وہ شیطان کا دھوکا تھا ۷۵ برس عمر میں بہت لوگ روزے رکھتے ہیں، ہاں ایسے کمزور بھی ہو سکتے ہیں کہ ستر ہی برس کی عمر میں نہ رکھ سکیں تو شیطان کے وسوسوں سے بچ کر خوب صحیح طور پر جانچ چاہئے، ایک بات تو یہ ہوئی، دوسری یہ کہ ان میں بعض کو گرمیوں میں روزہ کی طاقت واقعی نہیں ہوتی مگر جاڑوں میں رکھ سکتے ہیں یہ بھی کفارہ نہیں دے سکتے بلکہ گرمیوں میں قضا کر کے جاڑوں میں روزے رکھنا ان پر فرض ہے، تیسری بات یہ ہے کہ ان میں بعض لگاتار مہینہ بھر کے روزے نہیں رکھ سکتے مگر ایک دو دن بیچ کر کے رکھ سکتے ہیں تو جتنے رکھ سکیں اتنے رکھنا فرض ہے جتنے قضا ہو جائیں جاڑوں میں رکھ لیں، چوتھی بات یہ ہے کہ جس جوان یا بوڑھے کو کسی بیماری کے سبب ایسا ضعف ہو کہ روزہ نہیں رکھ سکتے انہیں بھی کفارہ دینے کی اجازت نہیں بلکہ بیماری جانے کا انتظار کریں، اگر قبل شفا موت آجائے تو اس وقت کفارہ کی وصیت کر دیں، غرض یہ ہے کہ کفارہ اس وقت ہے کہ روزہ نہ گرمی میں رکھ سکیں نہ جاڑے میں، نہ لگاتار نہ متفرق، اور جس عذر کے سبب طاقت نہ ہو اُس عذر کے جانے کی امید نہ ہو، جیسے وہ بوڑھا کہ بڑھاپے نے اُسے ایسا ضعیف کر دیا کہ گنڈے دار روزے متفرق کر کے جاڑے میں بھی نہیں رکھ سکتا تو بڑھاپا تو جانے کی چیز نہیں ایسے شخص کو کفارہ کا حکم ہے، ہر روزے کے بدلے پونے دو سیر گیہوں اٹھنی اوپر بریلی کی تول سے، یا ساڑھے تین سیر جو ایک روپیہ بھر اوپر۔ واللہ تعالیٰ اعلم، اسے کفارہ کا اختیار ہے کہ روز کا روز دے دے یا مہینہ بھر کا پہلے ہی ادا کر دے یا ختم ماہ کے بعد کئی فقیروں کو دے یا سب ایک ہی فقیر کو دے سب جائز ہے۔

^۱ البحر الرائق، فصل فی العوارض، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ۲۸۵/۲

مسئلہ ۲۴۹: از مدرسہ اہلسنت و جماعت بریلی، مسئلہ مولوی اشرف علی صاحب طالبعلم ۲۹ ذیقعدہ ۱۳۳۲ھ
ایک شخص نے انتقال کیا اور اس کے ذمہ کچھ روزہ فرض اور کچھ وقوتوں کی نماز رہ گئی اب اس کی نماز روزہ کا فدیہ ادا کرنا چاہتے ہیں تو
اس فدیہ کا کون مستحق ہے، کس قسم کے لوگوں کو دیا جائے؟ بیینواتوجروا

الجواب:

اس کے وہی مستحق ہیں جو زکوٰۃ کے مستحق ہیں، فقیر محتاج مسلمان کہ نہ ہاشمی ہوں، نہ اس کی اولاد، نہ یہ اُن کی اولاد۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۵۰: از مارہرہ شریف ضلع ایٹہ سرکار کلاں، مرسلہ حضرت سید محمد میاں صاحب دامت برکاتہم ۷ شعبان ۱۳۳۱ھ
فدیہ صوم جو شخص فانی کے لیے ہو اس کی مقدار بحساب انگریزی اسی تولہ کے سیر سے کیا ہے اُس سے مطلع فرمایا جاؤں فتویٰ
رضویہ میں فتویٰ بارق النور میں ایک صاع کی مقدار آٹھ رطل اور ہر رطل کی مقدار ۳۶ روپے بھر ہے اس حساب سے ایک
صاع دو سو اٹھاسی روپیہ بھر ہوا مگر اس میں ایک سو اٹھاسی بھر لکھا ہے شاید غلطی سے لکھا گیا ہو مجھے خیال پڑتا ہے کہ سال گزشتہ
کے اشتہار افطار و سحر میں صدقہ فطر کی مقدار سوادوسیر اور ایک اٹھنی انگریزی بھر لکھی ہوئی تھی یہ اس فتاویٰ کے مقدار صاع
سے جو دو سو اٹھاسی ہو یا ایک سو اٹھاسی ہو بہر حال مختلف رہتی ہے میں صرف بحساب اسی تولہ کے سیر کے مقدار صدقہ فطر و فدیہ
دریافت کرنا چاہتا ہوں فقط۔

الجواب:

صاع وہی دو سو ستر تولے ہے جس کا سکہ رائج ہند سے دو سو اٹھاسی روپے بھر وزن ہوا کہ یہ روپیہ سو اگیارہ ماشے ہے مگر احسن
واحوط یہ ہے کہ گہیوں کا صدقہ جو کی صاع سے ادا کیا جائے یعنی جس پیمانہ میں ایک سو چوالیس^{۱۴۲} روپے بھر جو آئیں اُس بھر
گیہوں دئے جائیں ظاہر ہے کہ گہیوں وزن میں زیادہ آئیں گے جو سے بھاری ہیں فقیر نے صاع شعیری حاصل کیا اور اس میں
گیہوں بلا تکویم و تقصیر بھر کر تولے تو پورے تین سو اکاون^{۳۵۱} روپے بھر ہوئے تو صدقہ فطر فدیہ صوم وغیرہ میں نیم صاع گندم
کے اٹھنی اوپر پونے دو سو روپے بھر گہیوں دینا احوط ہے جس کے بریلی کے سیر سے اٹھنی بھر اوپر پونے دو سیر ہوئے اور اسی
روپے بھر کے سیر سے اٹھنی بھر اور تین چھٹانک دو سیر ہوئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۵۱: از گوئدہ محلہ نبی گنج مکان مولوی نوازش احمد مسئلہ حافظ محمد اسحاق ۲۳ ذیقعدہ ۱۳۳۱ھ
شیخ فانی کی تعریف کیا ہے اور اُس کی عمر کی کچھ تعداد بھی معین ہے یا نہیں، احکام شرعیہ مثل نماز روزہ، وضو و غسل کے کیا حکم
ہے؟ بیینواتوجروا

الجواب:

شیخ فانی کی عمر اسی یا توے سال لکھی ہے اور حقیقتہً بنائے حکم اس کی حالت پر ہے اگر سو برس کا بوڑھا روزہ پر قادر رہے شیخ فانی نہیں اور اگر وہ ستر برس میں بوجہ ضعف پیٹہ بڑھاپے سے ایسا زار و نزار ہو جائے کہ روزہ کی طاقت نہ رہے تو شیخ فانی ہے۔ غرض شیخ فانی وہ ہے جسے بڑھاپے نے ایسا ضعیف کر دیا ہو، اور جب اُس ضعف کی علت بڑھاپا ہوگا تو اُس کے زوال کی اُمید نہیں اُسے روزے کے عوض فدیہ کا حکم ہے باقی نماز و طہارت کے بارہ میں پیر جو ان سب کا ایک حکم ہے، جو جس وقت جس حالت میں جتنی بات سے معذور ہوگا بقدر ضرورت تا وقت اُسے تخفیف دی جائے گی قال تعالیٰ لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا¹ (اللہ تعالیٰ کا مبارک فرمان ہے اللہ ہر کسی کو اس کی طاقت کے مطابق ہی حکم دیتا ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم



¹ القرآن ۲/۲۸۶



مکروہاتِ صوم

مسئلہ ۲۵۲: از بگلرام شریف محلہ میدان پورہ مرسلہ حضرت سید ابراہیم صاحب ۱۸ ذیقعدہ ۱۳۱۱ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ روزے میں منجن جو بادام، کونلہ، سپاری و گل وغیرہ کا بنتا ہے اُس کا استعمال کرنا
کرنا کیسا ہے اور دربارہ مسواک کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب:

مسواک مطلقاً جائز ہے اگرچہ بعد زوال، اور منجن ناجائز و حرام نہیں بلکہ اطمینان کافی ہو کہ اس کا کوئی جزو حلق میں نہ جائے گا،
مگر بے ضرورت صحیحہ کراہت ضرور ہے۔ درمختار میں ہے: کرہ لہ ذوق شعی^۱ (روزہ دار کو شے کا چکھنا مکروہ ہے۔ ت)

واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۵۳ تا ۲۵۴: از علی گڑھ بوساطت رحیم اللہ خاں ۲۵ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں، بینوا توجروا:

(۱) روزے میں اپنی عورت کو لپٹانا یا پاس لیٹنا جس سے خواہش غالب ہو اور مندی نکلے تو روزہ مکروہ ہوگا یا جاتا رہے گا؟

^۱ الدر المختار باب ما یفسد الصوم مجتبائی دہلی ۱۵۲/۱

(۲) عورت کی شرمگاہ دیکھنا روزے کو توڑے گا یا نہیں؟

الجواب:

(۱) ان افعال سے روزہ جانے کی تو کوئی صورت ہی نہیں جب تک انزال نہ ہو اور خالی پاس لیٹنا جس میں بدن چھوٹا یا بوسہ لینا کچھ نہ ہو مکروہ بھی نہیں رہا، لپٹانا یا بوسہ لینا یا بدن چھوٹانا ان میں اگر بہ سبب غلبہ شہوت فسادِ صوم کا اندیشہ ہو یعنی خوف ہے کہ صبر نہ کر سکے گا اور معاذ اللہ جماع میں مبتلا ہو جائے گا یا بلا جماع ہی ان افعال کی حالت میں انزال ہو جائے گا تو یہ سب فعل مکروہ ممنوع ہیں اور اگر یہ اندیشہ نہ ہو تو کچھ حرج نہیں، مگر مباشرتِ فاحشہ یعنی ننگے بدن لپٹانا کہ ذکرِ فرج کو مس کرے روزے میں مطلقاً مکروہ ہے۔ اسی طرح سراج و ہاج میں بوسہ فاحشہ کو بھی مطلقاً مکروہ فرمایا، بوسہ فاحشہ عورت کے لب اپنے لبوں میں لے کر چبائے، اور زبان چوسنا بدرجہ اولیٰ مکروہ جبکہ عورت کا لعابِ دہن جو اس کی زبان چوسنے سے اُس کے منہ میں آئے تھوک دے، اور اگر حلق میں اتر گیا تو کراہت درکنار روزہ ہی جاتا رہے گا، اور اگر قصدِ آمحالتِ لذت پی لیا تو کفارہ بھی لازم آئے گا۔

در مختار میں ہے: بوسہ لینا، چھونا اور معانقتہ کرنا مکروہ ہے اگر جماع یا انزال مفسد روزہ کا خوف ہو، اور اگر مفسد روزہ کا خوف نہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔ ردالمختار میں ہے: سراج میں اس پر جزم کیا ہے کہ بوسہ فاحشہ یہ ہے کہ اس کے دونوں ہونٹ اپنے منہ میں لے کر دبانا مطلقاً مکروہ ہے خواہ فسادِ روزہ سے خوف ہو یا نہ ہو۔ نہر میں ہے مشہور روایت کے مطابق بوسہ میں تفصیل ہے ظاہر الروایۃ میں مباشرتِ فاحشہ کا بھی یہی حکم ہے اور امام محمد سے مطلق اس کی کراہت مروی ہے اور یہ روایت حسن سے ہے، بعض نے کہا یہی ہے اھ ذکر اختلاف کے بغیر فتح میں کراہت کو مختار قرار دیا ہے، اور ولوالحیہ میں کراہت پر جزم کا اظہار ہے۔ اور مباشرتِ فاحشہ سے مراد یہ ہے	فی الدر المختار کرہ قبلۃ ومس و معانقۃ ان لم یأمن المفسد وان امن لا بأس^۱ ملخصاً وفي رد المختار جزم فی السراج، بان القبلة الفاحشة بان یبضع شفתיها تکره علی الاطلاق ای سواء أمن اولاً، قال فی النهر، والمعانقة علی التفصیل فی المشهور وكذا المباشرة الفاحشة فی ظاهر الروایة وعن محمد کراحتها مطلقاً وهو روایة الحسن، قیل وهو الصحیح اه واختار الکراهة فی الفتح وجزم بها فی الولوالجیة بلا ذکر خلاف، وهی ان یعانقها وهما

^۱ الدر المختار باب ما یفسد الصوم مجتبائی دہلی ۱۵۲/۱

کہ مرد عورت دونوں معاف کرے اس حال میں کہ دونوں ننگے ہوں اور مرد کا فرج خاتون کی شرمگاہ کو مس کر رہا ہو، بلکہ ذخیرہ میں یہ کہا ہے کہ ایسا عمل بالاتفاق مکروہ ہے کیونکہ یہ غالباً جماع کا سبب بن جاتا ہے اہ اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ امام محمد کی روایت ظاہر روایت کا بیان ہے اور جو کچھ نہر کے حوالے سے گزرا وہ مناسب نہیں، پھر میں نے تار خانہ میں محیط سے اس پر تصریح دیکھی جو میں نے دونوں روایات میں مطابقت دیتے ہوئے ذکر کی ہے کہ ان دونوں میں کوئی فرق نہیں واللہ الحمد اہ اختصاراً در میں ہے غذا اور دوا کی شناخت کا ضابطہ یہ ہے پیٹ میں ایسی شے کا پہنچ جانا جو بدن کی اصلاح کا سبب ہو (وہ غذا یا دوا کہلاتی ہے) محبوب کا لعاب دہن اسی قبیل سے ہے، اگر کوئی نکل جائے تو ایسی صورت میں چونکہ اصلاح بدن موجود ہے لہذا وہ کفارہ ادا کرے جیسا کہ درایۃ وغیرہ میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)	متجردان ویس فرجہ فرجھا بل قال فی الذخیرۃ ان هذا مکروہ بلا خلاف لانه یفرض الی الجماع غالباً اہ وبہ علم ان روایۃ محمد بیان لکون مافی ظاہر الروایۃ وما مر عن النہر لیس ماینبغی ثم رأیت فی التتار خانۃ عن المحیط، التصریح بما ذکرته من التوفیق بین الروایتین وانه لا فرق بینہما واللہ الحمد اہ باختصار وفی الدر، الضابط وصول مافیہ صلاح بدنہ لجوفہ ومنہ ریق حبیبہ فیکفر لوجود معنی صلاح البدن فیہ، درایۃ، وغیرہا^۲ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) نہ۔ اگرچہ بار بار بتکرار دیکھے، یہاں تک کہ دیکھنے ہی کی حالت میں بے چھوئے انزال ہو جائے، ہاں اس صورت میں کراہت ضرور ہے،

در مختار میں ہے اگر انزال ہو جائے نظر کرنے سے اگرچہ عورت کی شرمگاہ کی طرف نظر مکرر ہو روزہ نہ ٹوٹے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)	فی الدر المختار انزل بنظر ولوالی فرجھا مرارا لم یفطر^۳۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

^۱ رد المختار باب ما یفسد الصوم الخ مصطفیٰ البابی مصر ۲/۲۳-۱۲۲

^۲ در مختار باب ما یفسد الصوم مجتبائی دہلی ۱۵۱/۱

^۳ در مختار باب ما یفسد الصوم مجتبائی دہلی ۱۴۹/۱

مسئلہ ۲۵۵: از فرید پور ضلع بریلی مرسلہ قاضی محمد نبی جان صاحب ۲۷ رمضان مبارک ۱۳۱۸ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں ایک شخص ہے اس کو حاجت غسل کی ہے مگر روزہ اس نے رکھا مگر قصد ابوقت ظہر تک اُس نے غسل نہ کیا، وقت نماز ظہر کے غسل کیا، کیا روزہ اُس کا رہا یا گیا؟
الجواب:

روزہ ہو جائے گا اگرچہ شام تک نہ نہائے، ہاں ترک نماز کے سبب سخت اشد کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۲۵۶: از بانگی پور پٹنہ محلہ مراد پور مرسلہ علی حسن صاحب تاجر ۲۳ محرم شریف ۱۳۳۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے رمضان شریف کا روزہ جنابت کی حالت میں رکھا اور قصد اُدن بھر افطار کے وقت تک غسل نہیں کیا تو کیا یہ روزہ اُس کا بغیر کسی نقص کے درست ہوگا یا نہیں؟ اور روزے کے لیے طہارت شرط ہے یا نہیں؟ اور کیا کوئی ایسی عبادت بدنی بھی ہے جو بے طہارت صحیح ہو؟
الجواب:

وہ شخص نمازیں عمدہ آکھونے کے سبب سخت کبائر کا مرتکب اور عذابِ جہنم کا مستوجب ہو مگر اس سے روزے میں کوئی نقص و خلل نہ آیا طہارت باجماع ائمہ اربعہ شرطِ صوم نہیں۔ رب عزوجل فرماتا ہے:

اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَى نِسَائِكُمْ ^۱	روزے کی راتوں میں تمہارے لئے بیویوں سے جماع حلال کیا گیا ہے۔ (ت)

آیہ کریمہ نے ہر جزو شب میں جماع و تلبیس باجماع حلال فرمایا اور محض تحلیل ہی نہیں بلکہ بصیغہ امر ارشادی ارشاد ہوا۔

فَالَّذِينَ بَاسِمُهُمُ وَهُمْ وَابَتَعُوا مَّا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ ^۲	اور اب ان سے مباشرت کرو اور تلاش کرو جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے لکھ رکھا ہے (ت)

اور ظاہر ہے کہ جزو اخیر شب کو بھی لیلۃ الصیام شامل، اور وہ بھی اس احل لکم اور باشر وھن کے امر میں داخل، اور اسے بحالت جنابت صبح کرنا اور تا قیام غسل، روزے میں جنب رہنا بدائتہ لازم، تو قرآن عظیم اس کی حلت و دخول زیر امر ارشادی پر حاکم۔ اگر اس سے روزے میں کوئی نقص و خلل

^۱ القرآن ۱۸۷/۲

^۲ القرآن ۱۸۷/۲

آتا ضرور اتنے حصے کا استثناء فرمادیتا، پھر صاحب شرع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عملاً اُس کا بے نقص و بے خلل ہونا فرمادیا۔ صحیحین میں ام المؤمنین عائشہ صدیقہ و ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یدرکہ الفجر وهو جنب من اہله ثم یغتسل و یصوم ¹ ۔	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات سے قربت فرماتے اور صبح ہو جاتی جب تک نہ نہاتے اس کے بعد غسل فرماتے اور روزہ رکھتے۔

صحیح مسلم وموطا مالک وسنن ابی داؤد ونسائی میں ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے:

ان رجلا قال لرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وهو واقف علی الباب وانا اسبع یا رسول اللہ انی اصبح جنباً وانا ارید الصیام فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وانا اصبح جنباً وانا ارید الصیام فاغتسل واصوم فقال الرجل یا رسول اللہ انک لست مثلنا قد غفر اللہ لك ما تقدم وما تا خرف غضب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وقال انی ارجوان اکون اخشیکم للہ اعلمکم بما اتقی ² ۔	یعنی حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے دروازہ اقدس کے پاس کھڑے تھے ایک شخص نے حضور سے عرض کی اور میں سُن رہی تھی کہ یا رسول اللہ! میں صبح کو جنب اٹھتا ہوں اور نیت روزے کی ہوتی ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں خود ایسا کرتا ہوں اُس نے عرض کی حضور کی ہماری کیا برابری، حضور کو تو اللہ عزوجل نے ہمیشہ کے لیے پوری معافی عطا فرمادی ہے۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غضب ناک ہوئے اور فرمایا: بیشک میں امید رکھتا ہوں کہ مجھے تم سب سے زیادہ اللہ عزوجل کا خوف ہے اور میں تم سب سے زیادہ جانتا ہوں جن جن باتوں سے مجھے بچنا چاہئے۔

اس حدیث صحیح نے خوب واضح فرمادیا کہ اس سے روزہ میں کوئی نقص نہیں آتا اور نہ وہ صاحب سائل تھے محل بیان میں سکوت نہ فرمایا جاتا، سکوت کیسا اخیر کے ارشاد نے اور بھی روشن فرمادیا کہ اس میں کوئی بات خوف کی نہیں، نہ یہ اس میں داخل جس سے بچنا چاہئے۔ اور پُر ظاہر کہ روزہ غیر متجزی ہے جو چیز اس میں نقص پیدا کرے گی اگر سارے روزے میں ہوئی تو موجب نقص ہوگی اور اس کے اوّل یا آخر کسی لطیف حصہ میں ہوئی تو ضرر دے گی،

¹ الصحیح البخاری باب الصائم یصح جنباً قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۵۸/۱

² سنن ابی داؤد کتاب الصائم آفتاب عالم پریس لاہور ۳۲۵/۱

ولہذا ہمارے علمائے کرام نے انہیں آیات و احادیث سے ثابت فرمایا کہ اگر تمام دن جنب رہا جب بھی روزہ کو کچھ مضر نہیں۔
مراتی الفلاح میں ہے:

یا کسی نے حالت جنب میں صبح کی اگرچہ وہ اسی حالت میں ایک دن یا کئی دن رہا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی "اب تم مباشرت کر سکتے ہو" اس بات کا متقاضی ہے کہ فجر سے تھوڑا سا پہلے تک مباشرت جائز ہو اور اس کے بعد غسل لازم ہو، اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی "میں نے حالت جنابت میں صبح کی ہے اور میں روزے کا ارادہ رکھتا ہوں میں غسل کروں گا اور روزہ رکھوں گا۔ (ت)	او اصبح جنباً ولو استمر علی حالته یوماً او ایاماً لقولہ تعالیٰ فالئن بأشروہن لاستلزام جواز المباشرة الی قبیل الفجر وقوع الغسل بعد ضرورة وقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وانا اصبح جنباً وانا ارید الصیام واغتسل واصوم ¹ ۔

بحر الرائق میں ہے:

اگر کسی نے حالت جنب میں صبح کی تو نقصان دہ نہیں، محیط میں اسی طرح ہے۔ (ت)	لو اصبح جنباً لا یضرہ کذا فی محیط ² ۔

عالمگیریہ میں ہے:

جس نے بحالت جنابت صبح کی یا دن کو احتلام ہو گیا تو یہ اسے نقصان دہ نہیں۔ محیط سرخسی میں اسی طرح ہے (ت)	ومن اصبح جنباً واحتلم فی النهار لم یضرہ کذا فی محیط السرخسی ³ ۔

ہاں بوجہ ارتکاب کبیرہ اس کی نورانیت بالصوم میں فرق آئے گا، نہ اس لیے کہ جنب تھا کہ جنابت سے نورانیت میں تفاوت آتا تو بحال جنابت صبح کرنے سے بھی آتا بلکہ اس لیے کہ نماز فوت کی، یہاں تک کہ اگر نماز بحال جنابت ہو سکتی تو دن بھر بلکہ مہینہ بھر جنب رہنے سے بھی حصول نورانیت بصوم میں فرق نہ ہوتا، یہ فرق بوجہ فوت نماز ایسا ہوگا جیسے روزہ میں کسی کو ظلمًا مارنے سے، مگر اس سے کوئی نہ کہے گا کہ نفس صوم میں کوئی نقص آگیا، گناہ کے سبب روزے میں خلل آنا ظاہر یہ کامذہب فاسد ہے، اس کی نظیر ایسی ہے کہ کوئی ریشمیں

¹ مراتی الفلاح علی حاشیۃ الطحاوی باب فی بیان مالایفسد الصوم نور محمد کتب خانہ کراچی ص ۳۶۲

² البحر الرائق، باب فی بیان مالایفسد الصوم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۳۷۷

³ الفتاویٰ الہندیۃ الباب الثامن مالایفسد الصوم نورانی کتب خانہ پشاور ۲۰۰/۱

کپڑے پہن کر قرآن عظیم کی تلاوت کرے اس سے نہ تلاوت میں کوئی نقص ہو نہ اس کے ثواب میں کمی، ہاں غفلت گناہ ملنے کے باعث اس کے لیے نورانیت خالصہ نہ رہی۔ یہ ان میں داخل ہوا جن کو فرماتا ہے:

اور کچھ اور ہیں جو اپنے گناہوں کے مقرر ہوئے اور ملایا ایک کام اچھا اور دوسرا بُرا۔ (ت)	وَاٰخِرُونَ اعْتَرَفُوا بِذُنُوبِهِمْ خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا وَاٰخِرًا سَيِّئًا ¹

در مختار میں ہے:

کسی نے قرآن حکیم پڑھا لیکن اس کے احکام پر عمل نہ کیا تو تلاوت پر ثواب ملے گا، جیسا کہ کوئی نماز پڑھے اور گناہ کرے۔ (ت)	قَرَأَ الْقُرْآنَ وَلَمْ يَعْمَلْ بِمَوْجِبِهِ يَثَابَ عَلَى قِرَائَتِهِ كَمَنْ يَصِلُ وَيَعْصِي ²

طحاوی ورد المختار میں ہے:

قرأت قرآن پر ثواب ملے گا اگرچہ ترک عمل کی وجہ سے گناہ گار ہوگا، تو ثواب ایک جہت سے اور گناہ دوسری جہت سے ہے۔ (ت)	يَثَابُ عَلَى قِرَائَتِهِ وَإِنْ كَانَ يَأْتِمُ بِتَرْكِ الْعَمَلِ فَالْثَوَابُ مِنْ جِهَةٍ وَالْإِثْمُ مِنْ أُخْرَى ³

بہت عبادات بدنہ ہیں جن میں طہارت شرط نہیں، جیسے یاد پر تلاوت اور مسجد میں اعتکاف کہ ان دونوں میں وضو ضرور نہیں اور قرآن عظیم کو بے چھوئے دیکھنا، کعبہ معظمہ پر بیرون مسجد سے نظر کرنا، عالم کو بنگاہ تعظیم دیکھنا، ماں باپ کو بنظر محبت دیکھنا، عالم سے مصافحہ کرنا، یہ سب عبادات بدنہ ہیں اور سب بحال جنابت بھی روا ہیں۔ حدیث میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

پانچ چیزیں عبادت سے ہیں کم کھانا اور مسجد میں بیٹھنا اور کعبہ کو دیکھنا اور مصحف کو دیکھنا اور عالم کا چہرہ دیکھنا۔ (اسے مسند فردوس میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا گیا ہے۔ ت)	خَسَنُ مِنَ الْعِبَادَةِ قَلَّةُ الطَّعْمِ وَالْقُعُودُ فِي الْمَسَاجِدِ وَالنَّظَرُ إِلَى الْكُعْبَةِ وَالنَّظَرُ إِلَى الْمَصْحَفِ وَالنَّظَرُ إِلَى وَجْهِ الْعَالِمِ ⁴ - رَوَاهُ فِي مَسْنَدِ الْفَرْدُوسِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ -

¹ القرآن ۱۰۲/۹

² الدر المختار کتاب الخطر والاباحۃ مجتہبائی دہلی ۲۳۸/۲

³ رد المختار کتاب الخطر والاباحۃ مصطفیٰ البابی مصر ۲۸۱/۵

⁴ الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۲۹۶۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۹۵/۲

دار قطنی وغیرہ کی روایتوں سے کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

خمس من العبادة النظر الى المصحف والنظر الى الكعبة والنظر الى الوالدین والنظر فی زمزم وہی تحط الخطایا والنظر فی وجه العالم ¹ ۔	پانچ چیزیں عبادت سے ہیں مصحف کو دیکھنا اور ماں باپ کو دیکھنا اور زمزم کے اندر نظر کرنا اور اس سے گناہ اُترتے ہیں اور عالم کا چہرہ دیکھنا۔

صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے:

لَقِیْنِی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلٰی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم وَاَنَا جَنْبٌ فَآخِذٌ بِبِیْدِی فَمَشِیْتُ مَعَهُ حَتّٰی قَعَدَ فَاَنْسَلَلْتُ فَاتَّيْتُ الرَّحْلَ فَاَعْتَسَلْتُ ثُمَّ جِئْتُ وَهُوَ قَاعِدٌ فَقَالَ اَیْنَ کُنْتَ یَا اَبَا هُرَیْرَةَ فَقُلْتُ لَهْ فَقَالَ سَبِّحَانَ اللّٰهِ یَا اَبَا هُرَیْرَةَ اِنَّ الْبُؤْسَ لَا یَتَنَجَّسُ ² ۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اچانک ملاقات ہو گئی حالانکہ میں حالتِ جنابت میں تھا تو آپ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا میں آپ کے ساتھ چلتا رہا حتیٰ کہ آپ تشریف فرما ہوئے تو میں چپکے سے نکل گیا رہائش گاہ میں جا کر غسل کیا پھر واپس آیا تو آپ تشریف فرما تھے، فرمایا: اے ابوہریرہ! کہاں چلے گئے تھے؟ میں نے ساری بات عرض کی۔ تو آپ نے فرمایا: سُبْحَانَ اللّٰهِ، ابوہریرہ! مومن ناپاک نہیں ہوتا۔ (ت)

اور افضل واعلیٰ تمام عباداتِ بدنیہ جن کے لیے طہارت صغریٰ، نہ کبریٰ، کچھ شرط نہیں، ذکر الہی ہے اور دعا و ذکر کا عبادت ہونا بدیہی ہے بلکہ ذکر ہی اصل جملہ عبادات ہے قَالَ تَعَالٰی اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِیْ ذِکْرِیْ³ (میری یاد کے لیے نماز قائم رکھ۔ ت) اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حدیث ہے:

الدعاء مخ العبادة ⁴ ۔ رواه الترمذی عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔	دعا مغزِ عبادت ہے (اسے ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

اور ان کے لیے طہارت شرط نہ ہونا ظاہر، ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

¹ کنز العمال بحوالہ دار قطنی حدیث ۴۳۴۹۳ التراث الاسلامی مصر ۸۸۰/۵

² الصحیح للبخاری کتاب الغسل باب الجنب یتخرج ویبشی فی السوق قدیمی کتب خانہ کراچی ۴۲/۱

³ القرآن ۱۴/۲۰

⁴ جامع للترمذی ابواب الدعوات ما جاء فی فضل الدعاء امین کمپنی دہلی ۱۷۳/۲

كان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يذكر الله على كل احيانه¹ - رواه مسلم وابوداؤد والترمذى وابن ماجة-	رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم اپنے جميع اوقات میں ذکر الہی فرماتے تھے (اسے مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجة نے روایت کیا ہے۔ ت)

جنب کو بہ نیت دُعا و ثنا الحمد وآیہ الکرسی پڑھنے کی اجازت ہے والمسئلة مشهورة وفي الكتب مزبورة (یہ مسئلہ نہایت مشہور ہے اور کتب میں مسطور ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۵۷: ۲۶ رجب ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جمعہ کا روزہ نفل رکھنا کیسا ہے۔ ایک شخص نے جمعہ کا روزہ رکھا دوسرے نے اُس سے کہا جمعہ عید المومنین ہے روزہ رکھنا اس دن میں مکروہ ہے اور باصرار بعد دوپہر کے روزہ تڑوا دیا اور کتاب سرالقلوب میں مکروہ ہونا لکھا ہے دکھلادیا ایسی صورت میں روزہ توڑنے والے کے ذمے کفارہ ہے یا نہیں؟ اور تڑوانے والے کو کوئی الزام ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب :

جمعہ کا روزہ خاص اس نیت سے کہ آج جمعہ ہے اس کا روزہ بالتحصیص چاہئے مکروہ ہے مگر نہ وہ کراہت کہ توڑنا لازم ہوا، اور اگر خاص بہ نیت تخصیص نہ تھی تو اصلاً کراہت بھی نہیں، اُس دوسرے شخص کو اگر نیت مکروہہ پر اطلاع نہ تھی جب تو اعتراض ہی سرے سے حماقت ہوا، اور روزہ توڑ دینا شرع پر سخت جرات، اور اگر اطلاع بھی ہوئی جب بھی مسئلہ بتا دینا کافی نہ تھا نہ کہ روزہ تڑوانا، اور وہ بھی بعد دوپہر کے، جس کا اختیار نفل روزے میں والدین کے سوا کسی کو نہیں، توڑنے والا اور تڑوانے والا دونوں گنہگار ہوئے، توڑنے والے پر قضا لازم ہے کفارہ اصلاً نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

¹ سنن ابن ماجة ابواب الطهارة (۱۰۰) ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۶



سحرو افطار کا بیان

۱۳ ذیقعدہ ۱۳۱۷ھ

مسئلہ ۲۶۰۵۲۵۸: از پرنسپل راولپنڈی ضلع بلاسپور ملک متوسط مرسلہ منشی عتیق احمد صاحب
کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

اب تم مباشرت کر سکتے ہو، کھاؤ پیو، یہاں تک، پھر روزہ کو رات تک پورا کرو، اور نہ مباشرت کرو جبکہ تم۔ (ت)	(۱) قَالَنَ بَاشِرُوهُنَّ كُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى تُمَاتُوا الصِّيَامَ إِلَى الْبَيْتِ وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ ^۱ ۔

ان چاروں اوامر مشروط، و نہی ظاہر آہ آخر، آہ کریمہ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا^۲ (یہ اللہ کی حدود ہیں ان کے قریب نہ جاؤ۔
ت) سے متعلق ہے یا نہیں، اگر نہیں ہے تو جمع کا صیغہ کیوں فرمایا گیا، اگر صرف نہی آخر سے متعلق ہے تو حدود اللہ کس
طرح ایک پر عائد۔

(۲) جیسا کہ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ^۳ (سفید دھاگا کالے دھاگے سے واضح ہو جائے۔ ت)

^۱ القرآن ۱۸/۱۲

^۲ القرآن ۱۸/۱۲

^۳ القرآن ۱۸/۱۲

میں بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے حقیقی تلگے کو سمجھا تو من الفجر (فطر ہونے تک۔ ت) نازل ہوا۔ تلک حدود اللہ (یہ اللہ کی حدود ہیں۔ ت) کا نزول بھی کیا اسی طرح ہوا ہے جبکہ بعض نے سفیدہ صبح تک کھایا ہو جس سے اندیشہ روزے میں خلل ہونے کے باعث ان احکام اربعہ کے بعد تلک حدود اللہ نازل ہوئی ہو یا یہ آیت نازل ہونے پر بھی صبح ظاہر ہونے تک کھانے کا معمول برابر جاری رہا عموماً ہر ایک سحری کھاتا رہا۔

(۳) حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سحری کھانا بالکل قریب صبح کے دوامی تھا یا اتفاقی، جیسا کہ بعض حدیثوں میں مروی ہے اور اگر معمول دوامی تھا تو کیا آخر تک رہا اور اسی طرح عموماً سب کو اجازت تا آخر وقت بالقصد ہے یا اس حالت میں کہ آخر وقت ہی اس کو ملا ہو تب۔ بینوا تو جروا

الجواب :

(۱) سب احکام مذکورہ کی طرف اشارہ ہے، معالم میں ہے:

تلک حدود اللہ یعنی تلک الاحکام التي ذکرها في الصيام والاعتكاف ^۱ ۔	یہ اللہ کی حدود ہیں یعنی یہ وہ احکام ہیں جن کا ذکر اس نے روزے اور اعتکاف کے بارے میں فرمایا ہے (ت)

بیضاوی میں ہے: ای الاحکام التي ذكرت^۲ (یعنی وہ احکام جو پیچھے ذکر ہوئے ہیں۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) اس آیت کا نزول من الفجر^۳ کے طور پر نہیں سحری کی تاخیر مستحب و مسنون ہے، احادیث صحیحہ میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تعجیل افطار و تاخیر سحور کا حکم فرمایا اور ارشاد ہوا: "میری امت ہمیشہ خیر سے رہے گی جب تک افطار میں جلدی اور سحری میں دیر کرے گی۔" مگر تعجیل افطار کے معنی یہ ہیں کہ جب غروب آفتاب پر یقین ہو جائے فوراً افطار کر لے وہم و وسوسہ کو دخل نہ دے نہ بلا وجہ رافضیوں کی طرح شب کا ایک حصہ داخل ہونے کا انتظار کرے، ایسی جلدی کہ ہنوز غروب میں شک ہو حرام و مفسد صوم۔ اور تاخیر سحری کے معنی یہ ہیں کہ اُس وقت تک کھائے جب تک طلوع فجر

^۱ معالم التنزیل مع الجازن تحت آیت تلک حدود اللہ الخ لمصطفیٰ البابی مصر ۱/۱۶۵

^۲ بیضاوی (انوار التنزیل) علی حاشیہ القرآن الکریم مصطفیٰ البابی مصر ۱/۴۱۱

^۳ القرآن ۱۸۷/۲

^۴ صحیح بخاری باب تعجیل الافطار قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۶۳/۱، مسند احمد بن حنبل مروی از ابو ذر دار القریبیر و ت ۱۵/۱۳

کا ظن غالب نہ ہو بخلاف افطار کے کہ وہاں بحالت شک روزہ جاتا رہتا ہے، وجہ فرق یہ ہے کہ شرعِ مطہر کا قاعدہ کلیہ ہے کہ الیقین لایزول بالشک یعنی شک سے یقین زائل نہیں ہوتا۔ رات میں طلوع فجر کا جب تک شک نہ ہوا تھا بقائے لیل پر یقین تھا وقوعِ شک سے بھی یہ یقین زائل نہ ہوگا اور رات ہی کا حکم رہے گا جب تک طلوع فجر کا ظن غالب نہ ہو۔ ولہذا ارشاد فرمایا: حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ يَهَاں تک کہ سفید ڈورا تمہارے لیے خوب ظاہر ہو جائے۔ اور افطار میں غروب شمس جب تک مشکوک نہ ہوا تھا دن پر یقین تھا تو حالتِ شک میں بھی وہی یقین حاصل، اور دن باقی سمجھا جائے گا اور اُس وقت روزہ کھولنا دن میں کھولنا ٹھہرے گا، زمانہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اب تک انہیں قواعد پر عمل رہا ہے۔

(۳) تاخیرِ سحور بمعنی مذکور مطلقاً مستحب و مسنون ہے، صرف اسی حالت کی خصوصیت نہیں کہ انہی وقت آنکھ کھلی ہو، عادتِ مستمرہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہی تاخیر تھی ہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر کسی کا علم نہیں ہو سکتا، حضور صاحبِ وحی، صاحبِ علمتہ علم الاولین والآخرین (تمام اولین و آخرین کے علوم کے جامع۔ ت) و صاحبِ عِلْمِكَ مَا لَمْ تَنْتَعِلْهُ وَ كَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا^۱ (اللہ نے تعلیم دی ہر اس کی جو آپ نہ جانتے تھے اور اللہ کا آپ پر فضل عظیم ہے۔ ت) ہیں اوقات حقیقہً جن میں حدِ مشترک صرف ایک آن ہوتی ہے، اُن کا امتیاز حقیقی طاقتِ بشری سے خارج ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُس پر مطلع تھے، لہذا احیائاً ایسی تاخیر واقع ہوئی کہ دوسرا اس پر قادر نہیں، ایک شب سحری تناول فرمانے کے بعد صرف اتنے وقفہ پر کہ آدمی پچاس آیات پڑھ لے نمازِ صبح شروع فرمادی۔ ایسے امور میں اتباع کی قدرت نہیں، ہمارے لیے وہی حکم ہے جو جواب سوالِ ثانی میں مذکور ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۶۱: از شہر کہنہ بریلی ۲۷ رجب ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہ مسئلہ جو مشہور ہے کہ رمضان شریف میں رات کے سات حصے کئے جائیں، جب ایک حصہ رات کا باقی رہے کھانا پینا ترک کر دے، آیا یہ مسئلہ صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا تو جو را

الجواب:

یہ قاعدہ ہر گز صحیح نہیں بلکہ کبھی رات کا ہنوز حصہ باقی رہتا ہے کہ صبح ہو جاتی ہے اور کبھی ساتواں

^۱ القرآن ۱۱۳/۴

آٹھواں، نواں، یہاں تک کہ کبھی صرف دسواں حصہ تقریباً رہتا ہے اُس وقت صبح ہوتی ہے ہم روُس، روج کے لیے بریلی اور اس کے موافق العرض شہروں میں ایک تقریبی نقشہ دیتے ہیں جس سے اس اجمال کی تفصیل ظاہر ہوگی، افق حقیقی پر انطباق مرکز شمس، جانب مغرب سے، اُسی پر انطباق مرکز، جانب شرق تک شب نجومی ہے اور افق حسی بالعمنی الثانی سے تجاوز کنارہ آخرین شمس، جانب غرب سے اُسی افق سے ارتفاع کنارہ اولین شمس، جانب شرق تک شب عرفی ہے اس کی تحصیل میں دونوں جانب کے دقائق اکسار بھی شب نجومی سے ساقط کئے جاتے ہیں اور افق حسی مذکور بے تجاوز کنارہ آفریں شمس سے طلوع فجر صادق تک شب شرعی ہے تحصیل فجر میں بھی جانب طلوع شمس کہ دقائق اکسار وقت باقی سے مستثنیٰ ہیں۔ یہ نقشہ خود فقیر کا ایجاد ہے جس کا اجمالی بیان یہ ہوا اور جو شخص اس فن میں کچھ ادراک رکھتا ہو اُسے تفصیل بھی بتائی جاسکتی ہے، وبالله التوفیق واللہ الحمد والمِنَّة واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

تاریخ شمسی	راس برج	شعبان	صباح	عشاء	مغرب	مطلع	تحدید نسبت
۲۰ مارچ	حل	۱۲	۰	۱۱	۱۵۲	۲۰	۴۰
۲۲ اپریل	ثور	۱۱	۱۰	۱۱	۱۵۲	۲۰	۲۱
۲۲ مئی	جوزا	۱۰	۲۸	۱۰	۱۲۲	۳۱	۹۱
۲۲ جون	سرطان	۱۰	۱۲	۱۰	۱۲۲	۳۱	۱۴
۲۲ جولائی	اسد	۱۰	۲۸	۱۰	۱۲۲	۳۱	۹۱
۲۲ اگست	سنبلہ	۱۱	۱۰	۱۱	۱۵۲	۲۰	۸۳
۲۳ ستمبر	میزان	۱۲	۰	۱۱	۱۵۲	۲۰	۴۹
۲۳ اکتوبر	عقرب	۱۲	۵۰	۱۲	۱۲۲	۳۱	۴۹
۲۳ نومبر	قوس	۱۳	۳۲	۱۳	۱۲۲	۳۱	۴۱
۲۳ دسمبر	جدی	۱۳	۴۸	۱۳	۱۲۰	۲۵	۱۴
۲۳ جنوری	دلو	۱۳	۳۲	۱۳	۱۲۲	۳۱	۴۱
۲۱ فروری	حوت	۱۲	۵۰	۱۲	۱۲۲	۳۱	۴۹

عہ: یعنی نواں حصہ قدرے کم

مختصر جدول یہ ہے

تاریخ	برج	نسبت صبح و شب عرفی	برج	تاریخ
۲۲ جون	سرطان	چٹا حصہ کچھ کم	سرطان	۲۲ جون
۲۳ جولائی	اسد	ساتواں حصہ کچھ زیادہ	جوزا	۲۲ مئی
۲۴ اگست	سنبلہ	آٹھواں حصہ	ثور	۲۱ اپریل
۲۴ ستمبر	میزان	نواں حصہ	حمل	۲۰ مارچ
۲۴ اکتوبر	مقرب	نواں حصہ قدے کم	حوت	۲۰ فروری
۲۴ نومبر	قوس	دسواں حصہ کچھ زیادہ	دلو	۲۱ جنوری
۲۴ دسمبر	جدی	دسواں حصہ اس سے کچھ کم	جدی	۲۲ دسمبر

ان بیانون سے واضح ہوا کہ راس السرطان کی صبح جس طرح تمام سال میں سب صبحوں سے باعتبار نسبت بڑی ہے کہ کوئی صبح اپنی رات کا اتنا بڑا حصہ نہیں ہوتی یوں ہی وہ مقدار میں بھی جمع صبحوں سے زائد ہے کہ اتنی مدت کوئی صبح نہیں پاتی مگر اس کے خلاف راس المجدی کی صبح بالآئکہ نسبت میں تمام صبحوں سے کم ہے کہ کوئی صبح اپنی رات کا اتنا چھوٹا حصہ نہیں ہوتی لیکن وہ مقدار میں سب سے کم نہیں بلکہ نصف جنوبی میں سب سے زائد مقدار کی فجر ہے، سال میں سب سے چھوٹی فجر فجر الاعتدالین ہے مگر وہ نسبت میں سب سے کم نہیں بلکہ نصف جنوبی میں سب نسبتوں سے زائد ہے، نیز روشن ہوا کہ صبح کا اپنی مقدار چھوٹی بڑی ہونے میں مطلقاً تابع روز ہونا کہ جتنا دن گھٹے صبح چھوٹی ہوتی جائے اور جتنا بڑھے ترقی پائے، یا مطلقاً تابع شب ہونا کہ ہمیشہ اس کی کمی فزونی رات کی کاهش و بیشی پر رہے جیسا کہ آج کل کے ناواقف محاسبوں میں کسی نے اسے نہار کسی نے لیل کا ٹکڑا سمجھ کر گمان کیا ہے محض غلط ہے بلکہ صبح اپنی کمی بیشی میں میل سمتی کی تابع ہے اعتدالین پر کہ میل متغی ہوتا ہے صبح سب سے چھوٹی مقدار پر ہوتی ہے پھر جتنا میل بڑھتا جاتا ہے صبح کی مقدار زیادہ ہوتی جاتی ہے یہاں تک کہ انقلاب پر اپنی اعظم مقادیر پر آتی ہے، پھر جس قدر میل گھٹتا ہے صبح چھوٹی ہوتی جاتی ہے حتیٰ کہ اعتدال پر پھر اپنی انقصر مقادیر پر آتی ہے اور انقلاب قطب ظاہر کے اعظم مقادیر، انقلاب قطب خفی کے اعظم مقادیر، سے بھی اعظم ہوتی ہے، یا عام فہمی کے لیے یوں کہئے کہ صبح ہر دو نصف شمالی و جنوبی میں بڑے کی تابع ہے نصف شمالی میں دن، رات سے بڑا ہوتا ہے صبح اس کی زیادت و قلت کے ساتھ بڑھتی گھٹتی ہے اور نصف جنوبی میں رات، دن سے بڑی ہوتی ہے، صبح افزائش و کاهش میں اُس کے ساتھ چلتی ہے، راس الحمل پر اپنی اقل مقدار تک پہنچ کر دن کے ساتھ بڑھنی شروع ہوئی، جب انقلاب صیفی میں دن اپنی نہایت زیادت پر آیا، صبح بھی غایت ازدیاد پر پہنچی، پھر دن گھٹنا شروع ہوا، صبح بھی انہیں قدموں پر رجعت قمری کرتی ہوئی گھٹتی چلی یہاں تک کہ اعتدال خریفی پر پھر اسی اقل مقادیر پر آگئی، اب رات کے ساتھ فزونی کرنے لگی جب انقلاب شتوی نے شب بیدا (اندھیری اور طویل رات) دکھائی صبح بھی اس نصف میں اپنی اعظم مقادیر پر آئی، آگے رات

کم ہوتی چلی، صبح بھی بدستور اُٹے پاؤں کئی پر پلٹی، حتیٰ کہ اعتدال ربیعی پر پھر انقص مقدار ہوئی، وھکذا الیٰ ما شاء اللہ تعالیٰ، واللہ تعالیٰ اعلم۔



ہدایۃ الجنان باحکام رمضان ۱۴۲۳ھ

(رمضان کے احکام میں جنت کی راہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسئلہ ۲۶۲: از شاہجہان پور محلہ جگدل نگر متصل اسٹیشن ریلوے مرسلہ محمد فصاحت اللہ خاں ۷ رمضان المبارک ۱۴۲۳ھ
بعد اوائے آداب کے عرض پر دازہوں کہ ایک اشتہار مولوی اعظم شاہ صاحب نے بابت افطار و سحری رمضان المبارک و نیز چند
مسائل روزے کے جو اوپر نقشہ اور پشت پر نقشہ لکھے ہیں، شائع کر کے تقسیم کرائے ہیں جو کہ شاہجہان پور میں سال گزشتہ میں
بابت چاند عید اضحیٰ نزاع ہو چکا ہے اس خیال سے اس نقشہ کی بابت تحقیقات کرنا ضروری ہے۔ آج کے روزے کا نقشہ دیا ہوا
بابت افطار و سحری اور نقشہ مولوی اعظم شاہ اور نقشہ مولوی ریاست علی خان صاحب کا مقابلہ کیا گیا جو اعظم شاہ کے نقشہ
اور آپ کے نقشہ سے بہت فرق آیا بابت سحری کے، اور آپ کا نقشہ اور مولوی ریاست علی خاں کا نقشہ قریب قریب ہے جو کہ
اب ایسی حالت میں بڑا نقصان کم علموں کا ہو رہا ہے اور ہوگا کیونکہ کل کے روز ایک عورت نے چار بج کر چالیس منٹ پر سحری
کھائی، اور جب اُس کی حالت مولوی اعظم کو معلوم ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ روزہ جاتا رہا اس پر اس نے روزہ توڑ ڈالا

جب مولوی ریاست علی خاں صاحب سے دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ اُس کا روزہ تھا کیونکہ وہ وقت سحری کھانے کا تھا اور نیز اس اشتہار میں جو مسائل بابت رمضان المبارک اور وقت افطار اور وقت سحری اور مسائل تراویح کے لکھے ہیں وہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ صحیح لکھے ہیں یا نہیں، بندہ اشتہار مذکور روانہ خدمت عالی کرتا ہے اور بعد ملاحظہ جملہ اشتہار کے اس کے صحیح اور غیر صحیح پر توجہ فرمائی جائے، اور اگر غلط ہے تو جس جس مسئلہ میں غلطی ہو اُس کا جواب بحوالہ کتاب ارقام فرمادیتے، اگر نقشہ غلط ہو تو بابت نقشہ کے اسی قدر کافی ہے کہ نقشہ غلط ہے اور اس اشتہار کے بھیجنے کی بابت جناب مخدوم و مکرم مولوی ریاست علی خان صاحب نے بھی تاکید فرمائی تھی جب میں نے عرض کیا تھا کہ اس اشتہار کو بریلی روانہ کروں گا تو فرمایا کہ ضرور بھیج دو تاکہ وہاں سے جواب آنے کے بعد اُس اشتہار کی صحت اور غلطی کا اعلان کر دیا جائے۔ فقط۔

الجواب:

بعد مراسم سنت ملتس، بعد سوال، جواب واجب اور وقت وجوب اظہار صواب لازم، اوقات صحیح نکالنے کا فن جسے علم توقیت کہتے ہیں، ہندوستان کے طلبہ تو طلبہ اکثر علماء اس سے غافل ہیں، نہ وہ درس میں رکھا گیا ہے نہ ہیأت کی درسی کتابوں سے آسکتا ہے اور جو کچھ مسالہ مولوی مسیح الدین خاں کا کوروی وغیرہ بنا گئے وہ فقط ناکافی ہی نہیں بلکہ سخت اغلاط میں ڈالنے والا ہے، یونہی مرزا خیر اللہ منجم کی دو حرنی جدول سے کوئی ناواقف فن نفع نہیں پاسکتا، اگر کسی نے بڑی تحقیقات چاہی تو زیچ بہادر خانی کی جد اول تعدیل النہار سے کام لیا سحری کو تو اُن سے کچھ تعلق ہی نہیں اور افطار میں بھی ناقص ہے جب تک متعدد ضروری اصلاحیں اُس کے ساتھ شریک نہ ہوں، پھر جسے وہ اصلاحیں آتی ہیں اُسے اُن جدول کی کیا حاجت، فقیر نے اس فن میں نہ نری کتابی باتوں پر اعتماد کیا، نہ خالی دلائل ہندسہ پر، نہ تنہا تجربہ و مشاہدہ پر، بلکہ سب کو جمع کیا اور بتوفیق الہی اپنی ذہنی جدتوں سے بہت کچھ کام لیا یہاں تک بفضلہ تعالیٰ برہان و عیان کو مطابق کر دیا، میرا نقشہ بفضلہ تعالیٰ اجزاف نہیں ہوتا جو ہیأت و ہندسہ جانتا ہو وہ اُسے براہین کے مطابق پائے گا، اور جو نگاہ رکھتا ہو صبح صادق و کاذب کو دیکھ کر پہچان سکتا ہو وہ اسے مشاہدہ سے موافق پائے گا، میرے نقشوں میں بریلی کی سی سحری و افطار میں پانچ پانچ منٹ کی احتیاط ہوتی ہے اور دوسرے شہروں کا تقریبی وقت بھی اُسی صحت کے ساتھ دیا جاتا ہے کہ کم و بیش چار پانچ منٹ احتیاطی رہیں۔ جو نقشہ میرے بتائے ہوئے وقت سے جتنا مخالف ہو یقین جانئے کہ وہ اتنا ہی غلط ہے اگرچہ کسی کا بنایا ہوا ہو، دو نقشے اگر صحیح باقاعدہ دینے ہوں تو صرف اس قدر فرق کر سکتے ہیں کہ احتیاطی منٹ کسی نے دو ایک کم رکھے کسی نے زائد، یا ایک منٹ کی تحتانی کسروں میں کسی نے زیادہ تعمق کیا کسی نے بے ضرورت سمجھ کر مسابلت سے کام لیا و بس۔ اب آپ خود دیکھ سکتے ہیں کہ

ان مولوی صاحب کے نقشے میں کتنا فرق ہے، شاہجہان پور، بریلی، بدایوں، پبلی بھیت، دہلی، رامپور، لکھنؤ، مراد آباد کے وقت یہاں اور شاہجہان پور والے دونوں نقشوں میں دے ہیں ان میں ہر شہر کے لیے سحری کے اوقات میں بیس بائیس منٹ تک کا فرق ہے اور دہلی کے لیے تو ۲۸ منٹ تک ہے کہ دو منٹ کم آدھا گھنٹا ہوا مگر پبلی بھیت کے لیے اللہ اعلم کس وجہ سے اس قدر ترقی واقع ہوئی کہ ابتداء میں وقت ٹھیک آیا اور آخر ماہ میں بڑھتے بڑھتے احتیاطی منٹ کا بھی اصلاً نشان نہ رہا کنارے ہی پر آ لگا بلکہ تدقیق کی جائے تو عجب نہیں کہ کچھ حصہ صبح کا آجائے۔ بات یہ ہے کہ مولوی صاحب نے شاہجہان پور کے وقت بطور خود تجویز کر کے باقی شہروں کے لیے صرف ان کا تفاوت طول جو ان کے خیال میں تھا گھٹا بڑھایا حالانکہ تبدل اوقات میں بڑا حصہ تفاوت عرض کا ہے دو شہروں میں تفاوت طول اصلاً نہ ہو صرف اختلاف عرض سے طلوع و غروب و صبح و عشا میں گھنٹوں کا فرق پڑ جاتا ہے شاہجہان پور و پبلی بھیت میں اکیس منٹ کا تفاوت کسی طرح نہیں بنتا، یہی حال کلکتے کا ہے کہ اخیر کی تاریخوں میں کچھ ہی خفیف نام احتیاط کارہ گیا ہے دو سال ہوئے کہ خاص کلکتے کے اوقات یہاں سے شائع ہوئے تھے ۲۱ نومبر سے ۲۸ تک تاریخیں اس سال بھی پڑی ہیں ان سے ملا کر دیکھ سکتے ہیں پرچہ مرسل ہے افطار کے اوقات میں اتنا زیادہ تفاوت نہیں مگر اس کا تھوڑا بھی بہت ہے، مثلاً شاہجہان پور میں احتیاطی منٹ گھنٹے گھنٹے آخر میں صرف ایک ہی رہ گیا مگر دہلی پر آفت پوری ہے اول سے آخر تک غروب سے پہلے افطار لکھا خصوصاً آخر میں تو پانچ منٹ پیش از غروب افطار ہوئی ہے، شاہجہان پور میں جس نے ۴ بج کر ۴۰ منٹ تک سحری کھائی اس کا روزہ یقیناً صحیح ہوا، وہ عورت توڑنے سے سخت گنہ گار ہوئی اس کا روزہ نہ ہونے کا حکم محض غلط تھا۔ ابوداؤد، دارمی ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من افقی بغیر علم کان اثبہ علی من افتناہ ^۱ ۔	جس نے بے علم فتویٰ دیا اس کا وبال فتویٰ دینے والے پر ہے۔
	(ت)

اگر گھڑی صحیح تھی تو یقیناً پاؤ گھنٹے سے زیادہ وقت باقی تھا۔ مسلمانو! یہ دین ہے، جس پر خدا کی دین ہے وہ جانتا ہے کہ اس کا یکھنا مجھ پر دین ہے قواعد و براہین ہیأت و ہندسہ بالائے طاق سہی، وقت پہچاننا تو ہر مسلمان پر فرض عین ہے، افسوس کہ ہزاروں آدمی حتیٰ کہ بہت ذی علم بھی صبح صادق و کاذب کی ٹھیک تمیز دیکھ کر نہیں بتا سکتے اور اس پر کتب ہیئت وغیرہ کی پریشان بیانیوں نے انہیں اور دھوکے میں ڈالا ہے، سچ

^۱ سنن ابی داؤد باب التوقی فی الفتیای الفتوی آفتاب عالم پریس لاہور ۱۵۹/۲

فرمایا امام حجۃ الاسلام غزالی قدس سرہ العالی نے کہ ابتداء میں انسان کو ان دونوں صبح میں امتیاز مشکل ہوتا ہے بکثرت بار بار بغور مشاہدہ کرتا رہے تو بعنایت الہی دونوں صبحیں خوب نگاہ میں بچ جاتی ہیں کہ بہ نگاہِ اولیں دیکھ کر کہہ سکتا ہے کہ ابھی صبح صادق ہوئی یا نہ ہوئی، یہاں متعدد وجوہ سے لوگ اشتباہ میں ہیں اُن کا بیان کر دینا ضرور ہے کہ مسلمان سمجھ لیں اور اغلاط سے بچیں۔

فأقول: وبالله التوفیق (پس میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالیٰ سے ہے۔ ت) اوگ صبح کاذب کو حدیث میں مستطیل یعنی لمبی اور صادق کو مستطیر پھیلی ہوئی فرمایا ہے، ناواقف گمان کرتے ہیں کہ صبح کاذب کوئی ڈورے کی مثل باریک سفید ہے اور جہاں ذرا چوڑی سفیدی ہوئی تو صبح صادق ہو گئی یہ محض غلط وہم ہے، رات کی چھائی ہوئی اندھیری میں باریک ڈور کیا نظر آ سکتا صبح کاذب بھی ضرور عرض رکھتی ہے اور نگاہ میں دو تین گز بلکہ اس سے زیادہ تک چوڑی ہوتی ہے بلکہ حدیث کی مراد وہ ہے جو خود حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دستِ اقدس کے اشارے سے تعلیم فرمائی کہ شرقاً غرباً جو سفیدی پھیلی ہوتی ہے وہ صبح کاذب ہے اور دونوں دست مبارک کی کلمے کی انگلیاں ملا کر ہاتھ پھیلانے یعنی جنوباً شمالاً افق میں پھیلنے والی سپیدی پھیلی صبح صادق ہے۔

ہاجی: بعض کتب میں صبح کاذب کی وجہ تسمیہ یہ لکھی کہ یعقبہ ظلمۃ فالافق یکذبہ یعنی اس کے عقب میں ظلمت ہوتی ہے، یہ سپیدی تو کہہ رہی ہے صبح ہو گئی، افق اسکی تکذیب کرتی ہے لہذا اسے صبح کاذب کہتے ہیں۔ اس کے معنی علمائے عہدِ زمانہ قریب نے یہ سمجھ لیے کہ صبح کاذب کی سپیدی جا کر اُس کے بعد اندھیرا ہو جاتا ہے پھر صبح صادق نکلتی ہے حالانکہ یہ محض باطل ہے، صبح کاذب کی سپیدی جہاں شروع ہوتی ہے وہ اخیر تک بڑھتی ہی جاتی ہے ہر گز غروبِ آفتاب تک وہاں تاریکی نہیں آتی بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ صبح کاذب کی سپیدی افق سے بہت اونچی ظاہر ہوتی ہے اور اس کے عقب میں اس کے پیچھے یعنی افق میں اس کے نیچے بالکل اندھیرا ہوتا ہے، جب صبح صادق پھیلتی ہے یہ تاریکی بھی روشنی سے بدل جاتی ہے۔

حاجی: بعض کتب ہیئت اور ان کے اتباع سے بعض کتب فقہ مثل رد المحتار میں لکھ دیا کہ جب آفتاب افق سے ۱۵ درجے نیچے رہتا ہے وقت صبح صادق ہوتی ہے اور صبح کاذب اس سے صرف تین درجے پہلے یعنی ۱۸ درجے کے انحطاط پر ہوتی ہے مگر ہزاروں بار کا مشاہدہ شاہد ہے کہ یہ بھی محض غلط ہے بلکہ جب آفتاب کا انحطاط قریب ۸ درجے کے رہ جاتا ہے اس وقت یقیناً صبح صادق ہو جاتی ہے، صبح کاذب اس سے بہت درجوں پہلے ہو چکتی ہے، میں نے آج ہی رات کہ شب ہشتم ماہ مبارک ہے پچشم خود معائنہ کیا کہ آفتاب ہنوز تینتیس درجے سے زیادہ افق سے نیچا تھا کہ صبح کاذب اپنی جھلک دکھا رہی تھی، صبح صادق ہونے کو ایک گھنٹے کامل سے بھی زیادہ وقت باقی تھا۔

عہ: یعنی سعد اللہ صاحب رام پوری ۱۲

رابعاً: عوام صبح کا طلوع ہونا سنتے ہیں تو اپنے زعم میں یہ گمان کرتے ہیں کہ افق یعنی زمین کے کنارہ سے یہ سپیدی اُٹھتی ہوئی جب بلندی پر آتی ہے تو ہمیں مکانوں میں یا چھت پر دکھائی دیتی ہے جیسے آفتاب وغیرہ ستارے شہر میں اپنے طلوع سے دیر کے بعد نظر آتے ہیں اس بنا پر وہ صبح ہوتی دیکھ کر سمجھتے ہیں کہ بہت پہلے ہو چکی ہے جب تو اتنی بلندی آگئی ہے حالانکہ یہ بھی ان کا محض وہم ہے بلکہ یہ سفیدی افق سے بہت اونچی ہی ہماری نظروں میں پیدا ہوتی ہے۔ فرض کیجئے کہ آدمی جنگل بلکہ سمندر میں ہو کہ نگاہ کے سامنے درخت، غبار، ابر وغیرہ کوئی شے اصلاً حائل نہ ہو تو وہاں بھی یہ بیاض افق سے بہت اوپر ہی حادث ہوگی اور اس کے نیچے تمام کنارہ آسمان تاریک ہوگا، اسی کو تو یعقوبہ ظلمۃ (اس عقب میں ظلمت ہوتی ہے۔ ت) کہا گیا، اپنی ہی سمجھ کے قابل یوں سمجھیں کہ نظر بواقع ضرور رہے کہ آفتاب کی کرنیں پہلے اُس حصے میں سپیدی لاتی ہوں گی جو کنارہ زمین کے متصل ہے مگر وہ نہ کبھی محسوس ہوئی، نہ ہو، افق میں بخارات کا ازدحام اور خطوط نظر کا صدہا میل بخار وغیرہ کثافات کو طے کر کے افق تک جانا، آفتاب کی دھوپ جیسی روشن چیز کو کتنا میلہ کر کے دکھاتا ہے کہ سپیدی کی جگہ سرخی معلوم ہوتی ہے اور تیزی نام کو نہیں ہوتی پھر یہ خفیف ضعیف سپیدی کیا اس قابل ہے کہ افق میں نظر آ سکے جو صاف بھی کم ہے اور نظر سے دُور بھی بہت ہے یہ تو ہمیشہ اوپر چمکے گی جہاں نظر سے قُرب بھی ہے اور جگہ بہ نسبت افق صاف تر ہے۔

خامساً: بعض کتب میں واقع ہوا کہ صبح رات کا ساتواں حصہ ہے، اسے لوگ ہر موسم میں ہر مقام کے لیے عام سمجھ لیے، حالانکہ جن عالم نے ایسا فرمایا وہ اُس موسم اور اُس عرض بلد کے لیے خاص تھا ورنہ یقیناً صبح ہمارے بلاد میں رات کے چھٹے حصے سے دسویں حصے تک ہوتی جس کی مفصل جدول فقیر نے اپنے فتاویٰ میں لکھی ہے اس ماہ مبارک میں بھی صبح رات کے نویں حصے سے دسویں حصے تک ہے، جو لوگ ساتواں حصہ لگائیں گے وہ آپ ہی رات کو دن بنائیں گے، اب ہم بتوفیق اللہ تعالیٰ صبح کاذب کے شروع سے صبح صادق کے انتشار تک جو صورتیں اس سپیدی کی پیش آتی ہیں اُن کا واضح بیان کرتے ہیں جو آج تک کسی کتاب میں نہ لکھا گیا جو ہمارا برسوں کا مشاہدہ ہے اور جسے بغور سمجھ لینے والا ان شاء اللہ تعالیٰ بہت جلد صبح کاذب و صادق میں امتیاز کا ملکہ پیدا کر سکتا ہے:

(۱) افق سے کئی نیزے بلندی پر جانب مشرق آج جہاں سے آفتاب نکلنے کو ہو، اس کی سیدھ میں یعنی دائرہ منطقۃ البروج کی سطح کرہ بخار پر رات کی اندھیری میں ایک خفیف سپیدی کا دھبہ پیدا ہوتا ہے جسے چاروں طرف سے رات کی اندھیری گھیرے ہوئے



ہے اس انداز پر۔ یہ صبح کاذب کی بنیاد پڑتی ہے۔

(۲) جوں جوں آفتاب افق کے نزدیک آتا جاتا ہے یہ سپیدی ترقی کرتی ہے مگر ترقی معکوس یعنی اوپر سے

نیچے کو بڑھتی جاتی ہے، افق سے بہت اونچی چمکی تھی اور نیچے دُور تک اندھیرا تھا اب وہ اونچی سپیدی تو اپنی جگہ رہتی ہے اور اس کے نیچے سپیدی اور اس میں ملتی جاتی ہے یہاں کہ شدہ شدہ افق کے قریب تک آنے کو ہوتی ہے مگر ان سب حالتوں میں وہ ایک طولانی ستون کی حالت میں ہوتی ہے گویا ایک سفید چادر اوپر سے نیچے لٹکائی گئی ہے کہ اسی حد تک سپیدی ہے اور آس پاس بالکل اندھیرا ان شکلوں پر

یہاں انج کی شکل میں ڈبے بنانے ہیں جلد ۱۰ ص ۵۷۲

(۳) ان تمام اشکال کے بعد اس عمود کے حصّہ زیریں کے دونوں پہلوؤں پر نہایت تھوڑی دُور تک ایک خفیف بھورا پن خاصتری رنگ پیدا ہوتا ہے کہ کبھی تیز میں آتا ہے اور معاً نگاہ کے نیچے سے نکل جاتا ہے اس طرز پر  اب یہ وہ وقت کہ صبح صادق اپنے رُخ روشن سے نقاب اٹھایا چاہتی ہے مگر ہنوز صبح نہیں کہ اُس کے لے تین شرط ہے اور یہ تین نہیں:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: یہاں تک کہ تمہارے لئے ظاہر ہو جائے سفیدی کا دُور سیاہی کے دُور سے پُوچھٹ کر۔ (ت)

حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ^۱

ان تمام حالتوں تک صبح کاذب ہی ہے اور نمازِ عشاء اور سحری کھانے کا وقت بالاتفاق باقی ہے۔

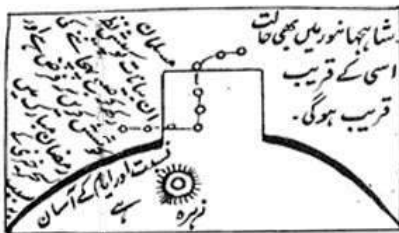
(۴) اس کے بعد وہ دونوں پہلو سپید ہو جاتے ہیں اگرچہ ان کی سپیدی مائل بہ تیرگی ہوتی ہے اور جنوباً شمالاً اس کا عرض بہت خفیف ہوتا ہے، اس وضع پر یہ ابتدائے صبح ہے اور اس وقت میں ہمارے مشائخ کرام کو اختلاف ہے: بعض نے اُسے صبح قرار دیا اور یہی احوط ہے، بعض نے  بلحاظ شرط استظارہ و انتشار اسے بھی صبح کاذب کے حکم میں رکھا اور یہی اوسع ہے۔ ان جمیع حالتوں میں عمود کے تمام بالائی حصّے کے آس پاس نری سیاہی ہوتی ہے۔

(۵) اس کے بعد دونوں پہلوؤں کی یہ سپیدی آتماً جنوباً شمالاً پھیلتا شروع ہوتی ہے اور ایک خفیف دیر میں پھیل جاتی ہے۔ اس طور پر  یہ یقینی اجماعی صبح صادق ہے اور ہنوز وہ عمود بدستور باقی، اور اس کے تین طرف سیاہی ہوتی ہے مگر یہ سچی سپیدی جیسی جیسی جنوب شمال میں پھیلتی ہے ساتھ ہی نیچے سے اوپر چڑھتی جاتی ہے برعکس سپیدی کاذب کے کہ اوپر سے نیچے بڑھتی آتی تھی یہاں تک کہ اب وہ عمود سپید رفتہ رفتہ اس منتشر سپیدی میں گم ہوتے ہوتے فنا ہو جاتا ہے یعنی اُس کے اطراف کی

^۱ القرآن ۱۷۸/۲

مثال ۳ مثال ۲ مثال ۱

کو اکب سے ایک شکل حرف کاف بنتی ہے اس وضع پر یہ کاف آج کل کچھلی رات کو طالع ہوتا ہے اس سے ایک نیزے کے فاصلے پر ان دونوں بڑا روشن ستارہ زہرہ ہے، ریلی میں صبح کاذب کا نمود آج کل اس کاف کے الف یعنی حصہ وسطانی کے گرد ہوتا ہے اور زہرہ تک پھیلتا ہے پھر زہرہ کے دونوں پہلوؤں سے جنوب و شمال کو صبح صادق تجلی کرتی ہے اس شکل پر، اوقات کے متعلق تجلی کرتی ہے اس شکل پر،



Page 580 of 836

مصححہ بالتصریح سے عدول صریح جہل نامقبول، کافی امام حاکم شہید میں ہے:

تقبل شهادة المسلم والمسلمة عدلا كان الشاهد او غير عدل ¹ ۔	مسلمان مرد اور عورت کی شہادت مقبول ہوگی خواہ شاہد عادل ہو یا نہ ہو۔ (ت)

در مختار میں ہے: صححہ البزازی² (اس کو بزازی نے صحیح قرار دیا ہے۔ ت) فتح القدیر میں ہے: وبہ اخذ الحلواني³ (اسے حلوانی نے اختیار کیا ہے۔ ت) ردالمحتار میں ہے:

وكذا صححه في المعراج والتجنيس ومشى عليه في نورالايضاح وانه ظاهر الرواية ايضاً فالحاكم الشهيد في الكافي جمع كلام محمد في كتبه التي هي ظاهر الرواية والمراد بغير العدل المستور ⁴ ۔ ملخصاً	معراج اور تجنیس میں اسے صحیح کہا، نورالایضاح نے بھی اسی کو اختیار کیا، اور ظاہر روایت بھی یہی ہے تو حاکم شہید نے الکافی میں امام محمد کا وہ کلام جمع کیا ہے جو ان کی کتب میں مذکور ہے اور یہی ظاہر الروایۃ ہے اور غیر عادل سے مراد مستور الحال ہونا ہے (ت)

دوم: قبول شہادت کے لیے مطابقت قواعد شرعیہ کے ساتھ مطابقت قواعد عقلیہ کی قید بڑھانی بھی خلاف مذہب معتمد ہے، رؤیت ہلال میں جس قدر عقلی بات کہ شرع مطہر نے بھی قبول فرمائی ہے مثلاً اٹھائیس کو چاند نہیں ہو سکتا اتنی قواعد شرعیہ میں آگئی اس سے زائد جو قواعد اہل بیت نے دربارہ ہلال اپنے ظنون و تخمینات سے گھڑے ہیں شرع نے اصلاً ان کی طرف التفات نہ فرمایا اور صراحتاً ارشاد فرمایا:

انامة امية لانكتب ولا نحسب الشهر هكذا وهكذا وهكذا ⁵ الحديث	ہم اُمی امت ہیں نہ لکھتے ہیں اور نہ ہی حساب جانتے ہیں مہینہ اس طرح، اس طرح، اس طرح ہے، الحدیث۔ (ت)

در مختار میں ہے:

لا عبرة بقول الموقتين ولوعد ولا	مذہب کے مطابق نجومیوں کا قول مقبول نہیں اگرچہ

¹ ردالمحتار بحوالہ کافی لمحمد کتاب الصوم مصطفیٰ البابی مصر ۹۹/۲-۹۸

² در مختار، کتاب الصوم مجتہائی وعلی، ۱۳۸/۱

³ فتح القدیر، کتاب الصوم، نوریہ رضویہ کھر ۲۵۰/۲

⁴ ردالمحتار کتاب الصوم مصطفیٰ البابی مصر ۹۹/۲-۹۸

⁵ سنن ابی داؤد کتاب الصوم آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۷۳

علی المذہب ^۱	وہ عادل ہوں۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

بل فی المعراج لایعتبر قولہم بالاجماع ولا یجوز للمنجم ان یعمل بحساب نفسه ^۲	بلکہ معراج میں ہے کہ نجومیوں کا قول بالاتفاق معتبر نہیں، اور منجم کے لیے اپنے حساب پر بھی عمل کرنا جائز نہیں۔ (ت)

اقول: یہ شرع مطہر عالم ماکان وما یکون کے ارشادات ہیں عالم اُمّی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ سیر نیرین ضرور اُس عزیز عظیم کے حساب مقدر پر ہے **ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ** ﴿۳﴾ (یہ سادھا ہے زبردست جاننے والے کا۔ ت) اور کیوں نہ معلوم ہوتا حالانکہ انہیں پر نازل ہوا کہ **اَلشَّمْسُ وَ اَلْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ** ﴿۴﴾ (سورج اور چاند حساب سے ہیں۔ ت) بالیں ہمہ اس عالم حقائق عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے در باب رویت ہلال حساب کو یک لخت ابطال و اہمال فرمایا کہ حضور جانتے تھے کہ یہ اُن محاسبات قطعیہ سے نہیں جن کا ذکر کریمہ بحسبان میں ہے بلکہ ناقص و نامنضبط متاخرین اہل بیت کے تخمینات ہیں جن کا مختلف دشوار نہیں، ولہذا امام اہل بیت بطلموس نے مجسطی میں با آنکہ ثوابت تک کے ظہور و اخفاء کے لیے فصل جداگانہ وضع کی، رویت ہلال کا اصلاً ذکر نہ کیا کہ وہ اصلاً اس کے انضباط پر قادر نہ ہو اور متاخرین نے جو کچھ لکھا اُن شدید باہمی اختلافات کے بعد (جو مطالعہ شرح موافق و شرح زین سلطان وغیرہ سے ظاہر ہیں) خود بھی کوئی ضابطہ صحیحہ نہ بتا سکے **اِنْ يَتَّبِعُونَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُونَ** ﴿۵﴾ (وہ پیچھے نہیں جاتے مگر گمان کے اور وہ تو نہیں مگر اٹکلیں دوڑاتے ہیں۔ ت) کے مصداق رہے، ولہذا منجمین کے ان حسابات میں اکثر خطا پڑی ہے، ابھی چند سال کا ذکر ہے کہ رمضان مبارک جنزیوں میں بلا اشتباہ ۳۰ روز کا لکھا تھا اور یہاں سے نقشہ سحری و افطار میں ۲۹ دن کا مہینہ شائع ہوا بفضلہ تعالیٰ ایسی صاف عام رویت ۲۹ کی ہوئی جس میں اصلاً اختلاف نہ ہوا، مخالفین میں سے ایک صاحب نے بعض خاص احباب سے کہا میں ۲۹ کو نقشہ ہاتھ میں لیے منتظر رہا

^۱ در مختار کتاب الصوم مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۸۱ھ

^۲ ردالمحتار کتاب الصوم مصطفیٰ البابی مصر ۱۰۰۲ھ

^۳ القرآن ۶/۹۶

^۴ القرآن ۵۵/۵

^۵ القرآن ۱۰/۶۶

کہ آج رویت نہ ہو اور فوراً نقشہ لے کر پہنچوں کہ ۲۹ کا مہینہ کب ہوا، حالانکہ یہ اُن کی خام خیالی تھی، یہاں نقشوں میں تصریح کردی جاتی ہے کہ بنائے قواعد علم ہیئت ہے، شرع مطہر میں رویت پر مدار ہے، اگر رویت اس کے خلاف ہو نقشہ پر لحاظ نہ ہوگا، بالجملة ایسے قواعد عقلیہ کیا قابل لحاظ ہو سکتے ہیں جن کے سبب ثقہ عادل کی شہادت شرعیہ رد کی جائے۔

وبہ ظہر الجواب عما ذکرھنا الامام السبکی الشافعی ان الشهادة ظنية والحساب قطعی فانہ رحمہ اللہ تعالیٰ ظن انہ کسائر حسابات الهيئة من الطلوع والغرب والتحويل والتقويم والخسوف وليس كذلك بل هو مثل حساب وقت الكسوف بداية ونهاية بل ادون رتبة فانه يتم بعد تكرار الاعمال الطوال مرة بعد اخرى بخلاف هذا ومن جرب تجربتي عرف معرفتي لا جرم رده كل من جاء بعده من محققى الشافعية ايضا وحققوا ان العبرة بالشهادة الشرعية وان خالفت تلك القواعد العقلية كما فصله في رد المحتار۔	اس سے امام سبکی شافعی کی گفتگو کا جواب بھی آگیا کہ شہادت ظنی ہے اور حساب قطعی، کیونکہ انہوں نے اسے باقی حسابات مثلاً طلوع، غروب، تحویل، تقویم اور خسوف کی حالت پر قیاس کیا ہے حالانکہ معاملہ ایسا نہیں ہے بلکہ یہ تو ابتداء و انتہا کے اعتبار سے کسوف بلکہ رتبہ کے اعتبار سے اس سے بھی کم درجہ پر ہے کیونکہ یہ یکے بعد دیگرے تکرار عمل سے تام ہو جاتا ہے بخلاف مذکورہ کے، جو بھی مجھ جیسا تجربہ کرے گا اسے ہماری طرح ہی معرفت ہوگی، یہی وجہ ہے کہ ان کے بعد آنے والے محققین شوافع نے بھی ان کا رد کیا ہے اور یہی ثابت کیا کہ اعتبار شہادت شرعیہ کا ہے اگرچہ وہ قواعد عقلیہ کے مخالف ہو، جیسا کہ اس کی تفصیل رد المحتار میں ہے۔ (ت)

سوم: رمضان مبارک میں بحال صفائی مطلع ایک ثقہ کی گواہی مطلقاً رد کر دینا مذہب منقح کے خلاف ہے بلکہ وہ بضرع محرر مذہب امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ اس حالت سے مقید ہے جبکہ اس اکیلے کاروایت سے تفرّد خلاف ظاہر ہو ورنہ اگر بیرون شہر سے آیا اور اہل شہر نے نہ دیکھا یا یہ بلندی پر تھا اور لوگ زمین پر، یا لوگوں نے تلاش ہلال میں کوشش نہ کی تو صفائے مطلع میں بھی ایک کی شہادت ظاہر الروایۃ مصححہ معتمدہ منقحہ پر مقبول ہے۔ در مختار میں ہے:

صحیح فی الاقضية، الاكتفاء بواحد، ان جاء بخارج البلد او كان على	کتاب الاقضية میں اس بات کی تصحیح ہے کہ ایک گواہ پر اکتفاء درست ہے جبکہ وہ بیرون شہر سے

مکان مرتفع واختارہ ظہیر الدین ^۱ ۔	کتاب الاقضية میں اس بات کی تصحیح ہے کہ ایک گواہ پر اکتفاء درست ہے جبکہ وہ بیرون شہر سے آیا ہو یا وہ کسی جگہ بلند پر ہو، اور ظہیر الدین نے اسی کو مختار کہا ہے۔ (ت)

روالمختار میں ہے:

واعتمده في الفتاوى الصغرى ايضاً وهو قول الطحاوى و اشار اليه الامام محمد في كتاب الاستحسان من الاصل قال في النهاية اذا جاء من خارج البصر او كان في موضع مرتفع فانه يقبل عندنا اه فقلوه عندنا يدل على انه قول ائمتنا الثلاثة رضى الله تعالى عنهم وقد جزم به في المحيط وعبر عن مقابله بقبيل ففيه التصريح بانه ظاهر الرواية وهو كذلك، ويظهر لى ان لامنافاة بينهما لان رواية اشتراط الجمع العظيم محمولة على ما اذا كان الشاهد من المصر في مكان غير مرتفع فتكون الرواية الثانية مقيدة لاطلاق الرواية الاولى الخ اه باختصار ^۲ ۔	فتاویٰ صغریٰ میں بھی اسی پر اعتماد کیا ہے اور یہی امام طحاوی کا قول ہے، امام محمد کی اصل کتاب الاستحسان میں اسی کی طرف اشارہ کیا ہے، فرمایا: نہایہ میں ہے جب گواہ بیرون شہر سے آیا ہو وہ کسی بلند جگہ پر ہو تو ہمارے نزدیک اس کی گواہی مقبول ہوگی اہ نہایہ کا عندنا یہ واضح کر رہا ہے کہ یہ تینوں ائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا قول ہے۔ محیط میں اس پر جزم ہے اور اس کے مقابل قول "قبیل" سے ذکر کیا اور اس میں تصریح ہے کہ یہ ظاہر الروایت ہے، اور وہ اسی طرح ہے، میرے نزدیک ان روایات میں کوئی منافات نہیں کیونکہ یہ روایت کہ جم عظیم کا ہونا ضروری ہے، یہ اس صورت پر محمول ہے جب گواہ شہری بلند جگہ والا نہ ہو، تو اب دوسری روایت پہلی مطلق روایت کے لیے مقید بن جائے گی الخ اہ اختصاراً (ت)

یہاں تین روایتیں ہیں اور تینوں مصححہ، اور تینوں ظاہر الروایہ ہیں، اور فقیر نے اپنی تعلیقات حاشیہ شامی میں بیان کیا ہے کہ وہ سب اپنے اپنے محامل پر مقبولہ معمولہ ہیں، اور فقہ میں بڑا کام یہی قول منقح کا ادراک ہے وباللہ التوفیق۔

چہارم: جب رمضان دو عادلوں کی شہادت سے ثابت ہوا ہو اور ۳۰ روزوں کے بعد اکتیسویں شب

^۱ در مختار کتاب الصوم مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۸۱ھ

^۲ در مختار کتاب الصوم مصطفیٰ البابانی مصر ۱۰۱۲ھ

باوصف صفائے مطلع ہلال نظر نہ آئے تو علماء کو اختلاف شدید ہے ایسی نادر صورت کے ذکر کی اشتہار میں حاجت نہ تھی، اور ذکر ہوا تو مذہب مفتی بہ کا اتباع ضرور تھا اور یہاں مفتی بہ یہی ہے جس کے ضعف کی طرف اشتہار میں اشعار کیا یعنی عید کر لی جائے اگرچہ چاند نظر نہ آئے، بلکہ علامہ نوح نے فرمایا کہ یہی مذہب ہمارے ائمہ ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ہے، اور دوسرا قول کہ ۳۱ روزے رکھے جائیں صرف بعض مشائخ کا ہے تو اس تقدیر پر تو وہ اصلاً قابل لحاظ نہ رہا۔ تنویر الابصار میں ہے:

بعد صوم ثلاثین عدلین حل الفطر ^۱ ۔	تیس روزوں کے بعد دو عادل گواہوں کی شہادت پر عید الفطر جائز ہوتی ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ای اتفاقاً ان كانت ليلة حادی والثلاثين متغیبة وكذا لومصحية على ماصححه في الدراية والخلاصة والبزازیة ^۲ ۔	یعنی یہ جواز بالاتفاق ہے جب اکتیسویں رات مطلع ابر آلود ہو اور درایہ، خلاصہ اور بزازیہ کی تصحیح کے مطابق اگر مطلع ابر آلود نہ بھی ہو تب بھی یہی حکم ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

ونقل العلامة نوح الاتفاق على حل الفطر في الثانية ايضاً عن البدائع والسراج والجوهرية قال والمراد اتفاق ائمتنا الثلاثة وما حكى فيها من الخلاف انما هو لبعض المشائخ، قلت وفي الغيظ، الفتوى على حل الفطر ^۳ ۔	علامہ نوح نے بدائع، سراج اور جوہرہ سے نقل کیا کہ دوسری صورت (جب اکتیسویں رات مطلع ابر آلود نہ ہو) میں بھی جواز عید الفطر پر بھی اتفاق ہے اور پھر کہا یہاں اتفاق سے مراد ہمارے تینوں ائمہ کا اتفاق ہے اور اس میں جو اختلاف منقول ہے وہ بعض مشائخ کا ہے۔ میں کہتا ہوں فیض میں ہے فتویٰ جواز فطر پر ہے (ت)

مذہب مفتی بہ بلکہ اپنے تمام ائمہ کے مذہب صحیح و معتد کو ضعیف بتانا اور اُس کے مقابل بعض مشائخ کے قول

^۱ در مختار شرح تنویر الابصار کتاب الصوم مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۹۱ھ

^۲ ردالمحتار کتاب الصوم مصطفیٰ البابی مصر ۱۰۲/۲

^۳ ردالمحتار کتاب الصوم مصطفیٰ البابی مصر ۱۰۲/۲

پر اعتماد کرنا حکم در مختار و تصحیح القدوری وغیرہما جہل و خرقِ اجماع ہے۔

پنجم: ۳۰ شعبان کو مطلع صاف ہونے کے ساتھ یوم شک کی تخصیص محض باطل ہے بلکہ مطلع صاف نہ ہو تو ۲۹ شعبان کے بعد کادن بالاتفاق یوم الشک ہے اور بہ نیت رمضان اس کا روزہ رکھنا ممنوع، اختلاف اگر ہے تو اس میں ہے کہ بحال صفائے مطلع بھی ۳۰ شعبان یوم الشک ہے یا نہیں، معراج الدراہ شرح ہدایہ و مجتبیٰ شرح قدوری و جامع الرموز شرح نقایہ میں تصریح کی کہ وہ اصلاً یوم الشک نہیں، اور در مختار میں بحوالہ شرح مجمع العینی زاہدی سے نقل کیا کہ بر بنائے عدم اعتبار اختلاف مطلع وہ بھی یوم الشک ہے کہ شاید کہیں اور رویت ہوئی ہو، ردالمختار میں ہے:

القہستانی قیدہ بما اذا غم فلو مصحیة ولم یر احد فلیس بیوم شک اھ ومثله فی المعراج عن المجتبی ^۱ ۔	تہستانی نے اسے اس صورت کے ساتھ مقید کیا جب مطلع ابر آلود ہو، اگر مطلع ابر آلود نہ ہو اور کسی نے چاند بھی نہ دیکھا ہو تو یہ یوم شک نہ ہوگا۔ معراج میں مجتبیٰ کے حوالے سے اسی طرح منقول ہے۔ (ت)

در مختار میں ہے:

هو یوم الثلثین من شعبان وان لم یکن علة ای على القول لعدم اعتبار اختلاف المطالع لجواز تحقق الرؤية فی بلدة اخرى، شرح المجمع للعینی عن الزاہدی ^۲ ۔	یوم شک شعبان کا تیسواں دن ہوگا اگرچہ علت نہ ہو (یعنی مطلع صاف ہو) یعنی اس قول پر جس میں اختلاف مطلع کا اعتبار نہیں کیونکہ کسی دوسرے شہر میں رویت کا ثبوت ہو سکتا ہے۔ یہ امام عینی کی شرح المجمع میں زاہدی کے حوالے سے منقول ہے۔ (ت)

اقول: تو کلام زاہدی مضطرب ہو اور کلام معراج معارض سے سالم رہا اور اسی کے مثل تبیین الحقائق وغیرہ معتمدات میں ہے
اور وہی اظہر و ازہر ہے کہ شک استوائے طرفین کی حالت ہے۔ یہی بحر الرائق میں ہے:

هو استواء طرفی الادراك من النفی والاثبات ^۳ ۔	نفی و اثبات کے ادراک کی دونوں اطراف کے برابر ہونے میں شک ہے۔ (ت)

^۱ ردالمختار کتاب الصوم مصطفیٰ البانی مصر ۹۵/۲

^۲ در مختار کتاب الصوم مجتبائی دہلی ۱۷۷/۱

^۳ بحر الرائق کتاب الصوم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۴۶/۲

اور جبکہ مطلع صاف ہو اور چاند اصلاً نظر نہ آئے تو صرف اس احتمال بعید پر کہ شاید کہیں اور سے رویت کا ثبوت آجائے شک متحقق ہونا کس درجہ بعید ہے۔

فان مجرد الرؤية بلدة اخرى لا يلزمنا ما لم تثبت بطريق شرعي وهو احتمال لاعن دليل فلا يعارض الظن الحاصل من استقرار الحس الصحيح في المراه الصريح فافهم۔	محض دوسرے شہر میں دیکھ لینا ہمارے لیے لزوم کو کافی نہیں جب تک طریق شرعی سے اس کا ثبوت نہ ہو، یہ تو بغیر دلیل محض احتمال ہے، اب یہ اس ظن کے مقابل و معارض کیسے ہو سکتا ہے جو حس صحیح سے رویت صحیحہ میں حاصل ہوتا ہے غور کرو (ت)

ششم: یہ کہنا کہ جو لوگ اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں کرتے اُن کے قول پر روزہ شک کا جائز ہونا چاہئے سخت عجیب، اور دونوں قول سے مخالف و غیر مصیب ہے ۳۰ شعبان کو جب رویت نہ ہو تو اس میں ہرگز اختلاف قولین نہیں کہ اُس دن روزہ رمضان رکھنا گناہ ہے، اختلاف علت حکم میں ہے، جو بحال صفائے مطلع اُسے یوم الشک نہ قرار دیں، اُن کے نزدیک اس لیے کہ لاتقدموا رمضان بصوم یوم ولا یومین (رمضان سے پہلے ایک یا دو دن روزہ نہ رکھو۔ت)، خود اشتہار میں در مختار سے نقل کیا:

اما على مقابله فليس بشك ولا يصام اصلاً ^۱ ۔	اسکے مخالف قول پر یوم شک نہیں تو اب ہرگز روزہ نہ رکھا جائے گا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ولا يجوز صومه ابتداء لا فرضاً ولا نفلاً ^۲ ۔	رمضان سے پہلے نہ فرضی روزہ رکھا جائے اور نہ نفلی (ت)

اسی میں ہے:

لانه احتياط في صومه للخواص بخلاف يوم الشك ^۳ ۔	اس لیے کہ اس روزہ کے رکھنے میں خواص کے لیے کچھ احتیاط نہیں، بخلاف یوم شک کے۔ (ت)

^۱ در مختار کتاب الصوم مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۱۷

^۲ ردالمحتار کتاب الصوم مصطفى البابی مصر ۹۵/۲

^۳ ردالمحتار کتاب الصوم ۹۵-۹۶/۲

اور جو اس حال میں بھی یوم الشک کہیں ان کے نزدیک اس لیے کہ:

من صام یوم الشک فقد عصی ابا القاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ^۱	جس نے یوم شک کا روزہ رکھا اس نے حضور ابوالقاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔ (ت)

در مختار میں ہے:

لا یصام یوم الشک ہو یوم الثلاثین من شعبان وان لم یکن علة، الا تطوعا ویکره غیره ^۲ ۔ (ملخصاً)	یوم شک میں روزہ نہ رکھا جائے اور یہ شعبان کا تیسواں دن ہو سکتا ہے اگرچہ کوئی علت نہ ہو، ہاں نفلی روزہ رکھا جاسکتا ہے، اس کے علاوہ مکروہ ہے (ت)

ہفتم: اس ایجادی اختراعی حکم کی یہ تعلیل "کیونکہ بالضرور دنیا میں اس روز چاند ہوا ہوگا" اس بالضرور پر کیا دلیل، خود ہی اشتہار میں در مختار و شرح مجمع یعنی سے اتنا نقل کیا کہ: لجواز تحقق الرویة فی بلدة اخرى^۳ (کیونکہ دوسرے شہر میں رویت کا ثبوت ہو سکتا ہے۔ ت) نہ کہ لوجوب وقوع الرویة فی مکان من الدنیا (دنیا کے کسی گوشے میں رویت کا وقوع واجب و لازم۔ ت)

ہشتم: اگر ہر ۲۹ کو کہیں نہ کہیں رویت ہونی ضرور ہو تو عدم اعتبار اختلاف مطالع پر کہ ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا وہی مذہب ہے اور اسی پر فتویٰ اور اسی پر اعتماد ہے ہمیشہ رمضان ۲۹ ہی دن کا ہونا لازم ہو کہ بالضرور دنیا میں چاند ہوا ہوگا اور اختلاف مطالع معتبر نہیں حالانکہ یہ اجماع اُمت و نصوص صریحہ کے خلاف ہے۔

نہم: جب بالضرور کہیں نہ کہیں رویت ہونی معلوم، تو ائمہ کا ارشاد کہ ثبوت شرعی مثل شہادت واستفاضہ شرعیہ سے دوسری جگہ رویت ہونی ثبوت ہو تو ہم پر لازم ہوگا ورنہ نہیں کما نص علیہ فی الدر المختار وسائر الاسفار (جیسا کہ در مختار اور دیگر کتب میں اس پر تصریح ہے۔ ت) محض لغو و مہمل بلکہ غلط و باطل ہو، کہ جب یقیناً دوسری جگہ وقوع رویت معلوم ہے تو یقین سے زیادہ اور کون سا ثبوت چاہئے، کیا ضروریات کے لیے بھی گواہی کی حاجت ہے افسوس کہ علماء نے طریق موجب شرعی سے

^۱ سنن ابی داؤد باب کراہیۃ صوم یوم الشک آفتاب عالم پریس لاہور ۹۶/۲-۹۵

^۲ در مختار کتاب الصوم مطبع مجتہبی دہلی ۱۱/۱۳

^۳ در مختار کتاب الصوم مطبع مجتہبی دہلی ۱۱/۱۴

مقید کیا، اشتہاری فتویٰ دیکھتے تو معلوم ہوتا کہ خود ہی بالضرور ثابت ہے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔ وہم: اب یہ تعیلل عجب ہوگی کہ خود مدعا کا ابطال محض کرے گی، جب بالضرورت رویت معلوم تو جو لوگ اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں کرتے ان کے نزدیک یہ یوم الشک کہ ہر سے آیا بلکہ یقین یوم البتین ہے اور روزہ جائز ہونا کیا معنی، بلکہ فرض ہونا چاہئے کہ یقیناً رمضان ہے، بالجملہ ہر ۲۹ کو کہیں نہ کہیں رویت ضروری و لازم مان لینا معاذ اللہ ائمہ کرام کو مخالف اجماع مسلمین و مخالف نصوص قاطعہ و مجامین قرار دینا ہے جس پر راضی نہ ہوگا مگر بدین یا مجنون، ہاں احتمال کہئے، پھر اگر ہوا تو یوم الشک ہوا اور یوم الشک کا روزہ جائز نہیں، پھر جواز کہ ہر سے آیا۔

یاز وہم: رمضان و فطر میں اعتبار اختلاف مطالع کو قول محققین حنفیہ و محدثین مذہب و مجتہدین روایات فقہیہ قرار دینا محض غلط تہمت ہے بلکہ اُس کا عدم اعتبار ہی ہمارے ائمہ کرام و مجتہدین عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مذہب ہے اور اسی پر فتویٰ ہے، اور اسی پر جمہور، اور یہی احوط و اقویٰ من حیث الدلیل، تو بوجہ کثیرہ اسی پر عمل واجب، اور اس سے عدول ہر گز جائز نہیں۔ تنویر الابصار و در مختار و بحر الرائق و فتاویٰ خلاصہ وغیرہ میں ہے:

اختلاف المطالع غیر معتبر علی ظاهر المذہب و علیہ اکثر المشائخ و علیہ الفتویٰ ^۱ ۔	ظاہر مذہب پر اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں، اکثر مشائخ کی یہی رائے ہے اور اسی پر فتویٰ ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

هو المعتمد عندنا عند المالکیة و الحنابلة ^۲ ۔	ہمارے، مالکیہ اور حنابلہ کے ہاں یہی معتمد ہے (ت)

فتح القدیر میں ہے: الاخذ بظاهر الروایة احوط^۳ (ظاہر الروایۃ پر عمل احوط ہے۔) بحر الرائق میں ہے: الاحتیاط، العمل بأقوی الدلیلین^۴ (دونوں دلیلوں سے قوی پر عمل بہتر ہے۔) (ت)

^۱ در مختار، کتاب الصوم، مطبع مجتبائی دہلی، ۱۴۰۱ھ

^۲ ردالمحتار کتاب الصوم مصطفیٰ البانی مصر ۱۰۵/۲

^۳ فتح القدیر، کتاب الصوم، نوریہ رضویہ سکھر، ۲۴۳/۲

^۴ ردالمحتار، بحوالہ النہر خطبہ کتاب مصطفیٰ البانی مصر ۵۴/۱

عقود الدرر میں ہے: العمل بما علیہ الاکثر^۱ (عمل اس پر کیا جائے جس پر اکثر ہوں۔ ت) فتاویٰ خیر یہ میں ہے:

صرحوا به ان ماخرج عن ظاهر الرواية ليس مذهبا لابي حنيفة رضي الله تعالى عنه ولا قولاً له ^۲ ۔	فقہاء نے اس کی تصریح کی ہے کہ ظاہر الروایۃ سے جو خارج ہے وہ نہ تو امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب ہوتا ہے اور نہ ہی قول (ت)

بحر میں ہے:

ما خرج عن ظاهر الرواية فهو مرجوع عنه و المرجوع عنه لم يبق قولاً له ^۳ ۔ (ملخصاً)	جو ظاہر الروایۃ سے خارج ہو وہ قول مرجوع عنہ ہے اور مرجوع عنہ آپ (امام اعظم) کا قول نہیں ہوتا۔ (ت)

شامی میں ہے:

ماخالف ظاهر الرواية ليس مذهباً لاصحابنا ^۴ ۔	جو قول ظاہر الروایۃ کے خلاف ہو وہ ہمارے اصحاب کا مذہب نہیں ہوتا (ت)

اسی میں ہے: العمل بما علیہ الفتویٰ^۵ (جس پر فتویٰ ہو اس پر عمل کیا جائے۔ ت) تو ان تمام عظیم قولوں کے خلاف دو ایک متاخرین علماء کا قول خلاف کو شبہ کہہ دینا کیا شبہ ڈال سکتا یا کیا قابل التفات ہو سکتا ہے، درمختار میں ہے:

الحکم والفتیابالقول المرجوح جهل وخرق للاجماع ^۶ ۔	قول مرجوح پر فیصلہ اور فتویٰ محض جہالت اور اجماع کی مخالفت ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے۔

^۱ عقود الدرر، مسائل وفوائد شتی من الحظر والاباحۃ حاجی عبدالغفار وپسران قندھار افغانستان ۳۵۶/۲

^۲ فتاویٰ خیر یہ کتاب الطلاق دار المعرفۃ بیروت ۵۲/۱

^۳ بحر الرائق کتاب القضاء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۷۰/۶

^۴ ردالمحتار کتاب احیاء الموات، دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۷۸/۵

^۵ ردالمحتار باب صدقۃ الفطر دار احیاء التراث العربی بیروت ۷۸/۲

^۶ درمختار مقدمہ کتاب، مجتبائی دہلی، ۱۵/۱

كقول محمد مع وجود قول ابي يوسف اذا لم يصح او يقووجهه واولى من هذا بالبطلان، الافتاء بخلاف ظاهر الرواية اذا لم يصح والافتاء با لقول المرجوع عنه¹ اهـ	جیسا کہ امام محمد کا قول امام ابو یوسف کا قول کی موجودگی میں جبکہ اس کی تصحیح نہ کی گئی ہو یا اس کی دلیل قوی نہ ہو اور اولیٰ بالبطلان ہے ظاہر الروایت کے مخالف پر فتویٰ دینا جبکہ اس کی تصحیح نہ کی گئی ہو اور اسی طرح قول مرجوع عنہ پر فتویٰ دینا ہے اه (ت)

دوارد ہم اقول: وبالله التوفیق ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جس پر عرش تحقیق مستقر فرمائیں وہ ایسا نہیں ہوتا کہ اس کے ارکان کسی کے منزل کے منزل ہو جائیں، رویت ہلال میں اختلافِ مطالع معتبر ماننے والے ذرا سمجھ کر بتائیں کہ اس اعتبار سے کیا مراد، اور وہ کتنی مسافت ہے جس میں اختلافِ مطالع معتبر ہوگا:

اولاً اس کے قائلین اس بارے میں خود مختلف ہیں اور مختلف بھی اتنے کہ آٹھ گئے کافرق، جواہر ولباب وغیرہا میں اُسے ایک مہینہ کی راہ سے مقدار کیا، روزانہ بارہ کوس کی منزل معتاد کے لحاظ سے از انجا کہ میل یہاں کے کوسوں کا ۸/۵ ہے ۱۹۲ میل مسافت یکروزہ ہوئی اور مہینہ بھر کی راہ ۵۷۶ میل جس کے ۱۹۲ فرسخ ہوئے، جواہر میں اس تحدید پر قصہ سیدنا سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام سے استدلال کیا:

عُدُّوْهَا شَهْرًا وَرَأَوْا حَبَاشَهُمْ² قَالَ فَانْهَ قَدْ اَنْتَقَلَ كُلُّ غَدُوٍّ وَّرَاحٍ مِّنْ اَقْلِيمٍ اِلَى اَقْلِيمٍ وَبَيْنَ كُلِّ مِنْهَآ مَسِيْرَةُ شَهْرٍ³۔	اس کی صبح کی منزل ایک مہینہ کی راہ اور شام کی منزل ایک مہینہ کی راہ۔ فرمایا وہ ہر صبح و شام ایک اقلیم سے دوسرے اقلیم کی طرف تشریف لے جاتے اور ان کے درمیان ایک ماہ کی مسافت ہوتی۔ (ت)

یہ دلیل جیسی ہے رُوبلش بیس و حالت پیرس (اس کا چہرہ دیکھو اور اس کا حال پوچھو۔ ت) ولہذا ایقظ الوستان میں اسے نقل کر کے کہا: فی دلالة القصة على ذلك نظر⁴ (اس مسئلہ پر واقعہ کی دلالت محل نظر ہے۔ ت)

¹ رد المحتار مقدمہ کتاب مطلب لا يجوز العمل بالضعيف حتى لنفسه مصطفیٰ البانی مصر ۱/۵۵

² القرآن ۱۲/۳۴

³ منبیه الغافل والوستان عن رسا کل ابن عابدین بحوالہ القسستانی عن الجواہر سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۲۵۰

⁴ منبیه الغافل والوستان عن رسا کل ابن عابدین بحوالہ القسستانی عن الجواہر، سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۲۵۰

رد المحتار میں فرمایا: لایخفی مافی هذا الاستدلال^۱ (اس استدلال میں جو نظر ہے ہو مخفی نہیں۔ ت) تاج تمیزی نے کہا: بہتر میل سے کم میں اختلاف مطالع ممکن نہیں۔ علامہ رملی شافعی نے شرح منہاج میں اسی کو اختیار کیا اور اسی پر اپنے والد کا فتویٰ بتایا۔ ایقاظ الوسنان میں اسی کو اولیٰ کہا،

حيث قال فالاول اى ما ذكر التاج من ان اختلاف المطالع لا يمكن في اقل من اربعة و عشرين فرسخا ولى لان الظاهر من قوله لا يمكن الخ انه قدرة بالقواعد الفلكية ولا مانع من اعتبارها ههنا كاعتبارها في اوقات الصلوة^۲۔	الفاظ یہ ہیں کہ پہلا قول کہ تاج تمیزی نے جو ذکر کیا کہ اختلاف مطالع چوبیس فرسخ سے کم ممکن نہیں اولیٰ ہے کیونکہ یہ ان کے قول لا يمكن الخ سے ظاہر یہ ہے کہ انہوں نے قواعد فلكیہ سے اندازہ لگایا ہے اور اس مقام پر ان کا اعتبار کرنے میں کوئی مانع نہیں جیسا کہ اوقات نماز میں ان کا اعتبار ہے۔ (ت)

کہاں چوبیس^۳ کہاں ایک سو بانوے^{۱۹۲} پورے آٹھ گئے کافر ہے، اور ضرور ہونا تھا کہ ائمہ مجتہدین کا نورِ علم اس کے ساتھ نہیں،

وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا^۳۔	اور اگر وہ غیر خدا کے پاس سے ہوتا تو ضرور اس میں بہت اختلاف پاتے۔ (ت)

جیسا سب حضرات نے مطلق فرمایا کوئی تخصیص سمت و جانب کی نہ رکھی حالانکہ معظم معمرہ خصوصاً بلاد ہندوستان اور ان کے امثال کثیرہ مثل خطہ مقدسہ عرب وغیرہ میں جہاں عرض میل کلی کے اندر ہے یا اُس سے بہت متفاوت نہیں، یہ اختلاف معتبر ہو تو یونہی کہ غربی شہر کی رویت شرقی پر حجت نہ ہو کہ ممکن کہ شرقی میں وقت غروب شمس فصل نیرین کم تھا قمر کا شعاع شمس سے انفصال قابل رویت ہلال نہ ہوا تھا جب حرکت فلكیہ نیریں کو بلد غربی کی افق پر لے گئے اتنی دیر میں انفصال بقدر استدلال ہو گیا مگر غربی میں شرقی کی رویت مطلقاً کیوں نا معتبر ہو خصوصاً جب کہ عرض متحد یا متقارب ہو کہ اضطجاع وانتصاب افق یکساں ہو، پھر ظاہر کہ جب مشرق میں بعد قابل رویت ہو چکا تھا تو غربی میں تو اور زیادہ فصل و ظہور ہو جائے گا، اور جنوب و

^۱ رد المحتار مطلب فی اختلاف المطالع مصطفیٰ البابی مصر ۱۰۵/۲

^۲ تنبیہ الغافل والوسنان من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۲۵۰/۱

^۳ القرآن ۸۲/۳

عہ: اقول: اور تدقیق اوق سے ۳۶۴۰۹ قدم اس لیے کر زمین کا نصف قطر استوائی ۲۹۶ء ۳۹۶۳ میل ہے اور نیم قطر قطبی ۷۹۷ء ۳۹۸۹ پس نیم قطر معدل ۵۸۳ء ۳۹۵۶ پھر کمال تدقیق اوق سے قطر: محیط:: ۱: ۱۴۱۵۹۲۶۵ء ۳ لوغار شمس ۱۴۹۹ء ۷۹۷۰ و لوغار شم معدل ۳۱۵۹ء ۵۹۷ مجموعہ ۲۹۴۲۶۵۸ء ۲ پھر نسبت انصاف مثل نسبت اضلاع ہے تو ۱ کے لوگار شم ۲۵ء ۲۵۵۲ کو ۲ اس تقریق کیابلکہ ۷۷۷۷۷ جمع کیا حاصل ۸۳۹۱۹۳۳ء اعدوش ۷۶۹۰۵۴ یہ ایک درجہ محیطیہ کے میل ہوئے اور گز ۲۱۵۳۶ تو قدم ۳۶۴۰۹ بار رفع یوں بھی مطلب ثابت ہے کہ بالایخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ت) اب حاصل قسمت ۸۳۳۲۱۵۸ ہوگا یعنی ۸ درجے ۲۰ دقیقے ۲۸ ثانیے ۲۳ لثے امنہ غفر اللہ تعالیٰ له (م)

معتبر ہو، مگر بنے گی یہ بھی نہیں کہ تفاوت عرض بھی قطعاً اختلافِ رویت لاتا ہے جس کے بعض وجوہ کی طرف ابھی اشارہ ہو چکا تو اس کا نظر سے اسقاط ناممکن، تفاوت عرض سے یہاں تک تو ہوگا کہ ایک شہر میں ہلال مرئی ہو اور دوسرے شہر میں چاند اس وقت زیر زمین جا چکا ہو رویت و عدم رویت ہلال تو بالائے طاق رہی، غرض لوں بھی ٹھیک نہیں آتی، اور حقیقت امر یہ ہے کہ تحدید کرنے والوں نے محض سرسری طور پر ایک حد کہہ دی تنقیح پر آئیے تو قیامت تک وہ خود اس کی حد بست نہ کر سکیں گے۔

۱۱۱؎ اس سب سے قطع نظر کیجئے تو اب ہمارا وہ سوال متوجہ ہے کہ اس اعتبار اختلاف سے کیا مراد، آیا دو ۲۰ شہروں کا ایسا فصل کہ چاند جب اک میں مرئی ہو تو دوسرے میں رویت ہمیشہ ناممکن ہو، یہ وہ اختلافِ مطالع ہے جسے معتبر مانتے ہیں یا صرف ایسا فصل کہ ایک میں رویت ہونے کے ساتھ دوسرے میں رویت نہ ہونا ممکن ہو یہ معتبر ہے، بالجملة بنظر فاصلہ بلدین دوسرے شہر میں عدم امکان چاہئے یا امکان عدم، اول تو یقیناً باطل ہے دنیا میں کوئی فاصلہ ایسا نہیں کہ ایک جگہ ۲۹ کی رویت کو صرف نظر بفصل مسافت بے لحاظ خصوص حال ہلال حال دوسری جگہ محال کرتا ہو، اختلاف معتبر ماننے والوں نے بڑی حدیک ماہرہ راہ بتائی، اور انہیں بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ ہزار بار یہاں بھی ۲۹ کا چاند ہوا اور یہاں سے مہینوں راہ کے فاصلے پر بھی ہوا بلکہ جب یہاں ۲۹ کا ہو تو اس عرض میں غرب کو جتنا بڑھے بدرجہ اولیٰ ۲۹ ہی کا ہوگا تو بالضرورة تہائی ہی مقصود اور اب بالیقین راہ تحدید مسدود، مہینے بھر کی راہ تو بہت ہے، ۲۴ فرسخ کا فاصل جس پر تاج تہیزی نے ادا کیا کہ اس سے کم ہیں اختلاف ممکن نہیں، اور علامہ شامی نے راہ تحسین ظن فرمایا کہ ان کا یہ دعویٰ قواعد فلكیہ پر ہی مبنی ہوگا۔

اقول: ہرگز قواعد فلكیہ اس عدم امکان کے ساتھ مساعد نہیں بلکہ صراحۃً اس کا رد کرتے ہیں، ایک درجہ زمین یقیناً ۲۴ فرسنگ سے کم ہے کہ یہ ۶۹ میل ہے اور وہ بہتر، مگر ایک درجے بلکہ اس سے کم فصل غربی پر بھی اختلاف رویت ممکن، دربارہ ہلال کہ کب صالح رویت ہوتا ہے اگرچہ اختلاف اقوال بکثرت ہے، اس میں دس قول تو اس وقت میرے پیش نظر ہیں جن کی وجہ وہی ولوکان من عند غیر اللہ (اگر وہ غیر خدا کے پاس سے ہوتا۔ ت) ہے مگر متاخرین اہل ہیئت نے بعد تطاول تجارب جس پر استقرار رائے کیا، وہ یہ ہے کہ نیرین میں بعد، سوادس ۱۰ درجے سے زائد ہو اور بعد معدل ۱۰ سے کم نہ ہو۔ زنج سلطانی میں ہے:

اگر بعد معدل میان ۱۰ درجہ و دو از ۱۰ درجہ باشد و بعد سوا، از ۱۰ درجہ بعد معدل اگر دس ۱۰ اور بارہ درجہ کے درمیان ہو اور بعد، سوا	دس ۱۰ درجہ سے زائد ہو تو چاند ایک بار دیکھا جاسکتا ہے (ت)

پیش تر باشد ہلال بتواں دید باریک^۱۔

علامہ عبدالعلیٰ رجندی شرح میں فرماتے ہیں:

تاہر دو شرط وجودِ نگیر و ہلال مرئی نہ شود و متعارف درین زمان	جب تک یہ دونوں شرطیں نہ پائی جائیں چاند نظر نہیں آسکتا
این ست ^۱	اور اس زمانہ میں یہی متعارف ہے (ت)

اب فرض کیجئے کہ یہاں وقتِ غروب بعد سواطحہ لظ یعنی دس درجے سے ایک دقیقہ کم تھا تو ہلال قابلِ رؤیت نہ تھا اور ایک درجہ حرکت وسطیٰ ۴ دقیقہ میں ہے اور اس مدت میں سبق قمر تقریباً دو دقیقہ بلکہ کبھی اس سے بھی زائد ہے تو جب قمر اس شہر سے ایک درجہ بلکہ کم فاصلے کے مقامِ رؤیت پر آیا بعد دس درجے سے زائد ہو گیا اور رؤیت ہو گئی، اسی طرح ارتفاعِ قمر وغیرہ اختلاف کے ذرائع سے بھی تقریر مدعا ممکن، تو ثابت ہوا کہ ۲۴ بلکہ ۲۳ فرسخ سے کم بھی اختلاف ممکن ہے، اب کوئی راہ نہ رہی سوا اس کے کہ حد اصلاً نہ باندھئے بلکہ یا تو ہمیشہ ہر جگہ ہر ماہ کے لیے خصوص حال ہلال، حال و محال استیلا پر نظر کیجئے یا مطلقاً کہہ دیجئے کہ ایک شہر کی رؤیت دوسرے کے لیے اصلاً معتبر نہیں اگرچہ ۲۴ فرسخ سے بھی کم فاصلہ ہو، ثانی تو بالا اجماع مردود ہے اختلاف معتبر ماننے والے بھی ایسے عموم و اطلاق کے ہر گز قائل نہیں، اور اوّل کی طرف راہ نہیں، مگر انہیں حسابات دقیقہ طویلہ مرئی و عرض مرئی و انکسار افقی اختلاف منظر افقی و تعدیل الغروب و بعد معدل وغیرہ کے ذرائع سے جن کے بعد بھی بہت اوقات سواظن و تخمین کے کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔ یہ وہی محاسبات ہیں جن کو شریعتِ مطہرہ در بارہ ہلال یک لخت ساقط و باطل فرمایا، تو بحمد اللہ تعالیٰ نہ ہلال روشن بلکہ آفتاب پردہ براگن کی طرح آشکارا ہوا کہ اختلاف مطالع معتبر ماننا ہی خلاف تحقیق تھا اور یہ کہ وہ مؤیدِ بحیث نہیں بلکہ وہی حدیث مجمع علیہ کے ارشاد واجب الانقیاد سے دُور و سخیق تھا اور یہ کہ نہ صرف رمضان و شوال بلکہ کسی مہینے میں شرعِ مطہر اُس کی طرف اصلاً دعوت نہیں فرماتی اور یہ کہ ہمارے ائمہ کا مذہب مہذب اس اعلیٰ درجہ تدقیقِ انیق پر ہوتا ہے کہ مدعیانِ تحقیق تک اس کی ہوا بھی نہیں آتی ہکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالیٰ ولی التوفیق (تحقیق یوں ہی ہونی چاہئے اور توفیق کا مالک اللہ ہے۔ ت) کیا انہیں معلوم نہ تھا اختلاف مطالع ہوتا ہے، ضرور معلوم تھا، مگر ساتھ ہی یہ بھی جانتے تھے کہ اس کا فتح باب اسی حساب ناقص النصاب کی طرف کھینچ کر لے جائے گا، جسے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رد فرما چکے ہیں، لاجرم صاف فرمادیا کہ اختلاف مطالع اصلاً معتبر نہیں ان اللہ امدہ لرؤیتہ^۲ حق تعالیٰ نے مدارِ رؤیت پر رکھا ہے، اگر رؤیت ثبوت شرعی سے ثابت ہے اگرچہ کتنا ہی فاصلہ ہو، اور نہیں تو نہیں اگرچہ کتنا ہی قریب ہو، اور یہیں سے ظاہر

^۱ شرح زیج سلطانی عبدالعلیٰ البرجندی

^۲ صحیح مسلم کتاب الصیام قدیمی کتب خانہ کراچی ۳۴۹/۱

ہو کہ دربارہ صلوات اختلافِ مطالع پر اس کا قیاس محض مع الفارق ہے حساب طلوع و غروب و صبح و شفق و مثل اول و ثانی و اضحاک جلیلہ و مضبوطات کلیہ ہیں بخلاف حساباتِ رؤیت ہلال کہ قدمائے اہل ہیئت نے اپنے بڑے کار و گ نہ پا کر سرے سے اس کی طرف التفات ہی نہ کیا اور متاخرین نے ہزار اضطراب و اختلاف کے بعد آخر علامہ برجنڈی کی طرح لکھ دیا کہ، بالجمہ ضبط آں بر سبیل تحقیق متعسرست بلکہ متعذر (رؤیت ہلال کا تحقیقی ضابطہ انتہائی مشکل اور متعذر ہے۔ ت) اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ ایک ماہرہ راہ پر اختلافِ مطالع کو بحسب قواعد مبرہنہ علم ہیئت ماننا جیسا کہ مولوی عبدالح صاحب لکھنوی سے اپنے فتاویٰ جلد اول طبع اول ص ۳۰۹ پر واقع ہوا، محض قلتِ تدبّر سے ناشی تھا، نیز ہماری تقریر سے ظاہر ہوا کہ اختلافِ مطالع کے یہ معنی قرار دینا کہ ایک شہر میں رؤیت ہو سکتی ہے دوسرے میں نہیں جیسا کہ انہیں سے اُسی صفحہ پر واقع ہوا، محض باطل ہے یہاں ہرگز امکان و انتناع کا اختلاف نہیں بلکہ وقوع و امکان عدم کا، کہا اوضحنا سابقاً (جیسا کہ سابقہ گفتگو میں ہم نے اسے واضح کر دیا ہے۔ ت) خود مولوی صاحب مذکور نے اسی فتوے کے آخر میں صفحہ ۱۰۳ پر حق کی طرف رجوع کر کے اختلافِ مطالع کے معنی یوں لکھے: "یہ ممکن ہے کہ ایک جگہ ہلال دیکھا جائے اور دوسری جگہ نہیں۔" یہ عبارت پھر بھی متحمل ہے، جلد دوم ص ۱۴۷ پر صاف تر لکھا: "اگر دو شہروں میں اس قدر بُعد مسافت ہے کہ اختلافِ مطالع ہوتا ہے اور یہ ہو سکتا ہے کہ ایک جگہ طلوع ہلال ہو اور دوسری جگہ اس روز نہ ہو۔" اور ایک امام زلیلی کے "اشبہ" لکھ دینے پر مولوی صاحب مذکور کا فرمانا کہ "یہی مذہب محدثین حنفیہ کا ہے" محض دعویٰ ہے، زلیلی صاحب مذہب نہیں نہ محدثین حنفیہ ان میں منحصر، ابو حنیفہ و ابو یوسف و محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے برابر کون سے محدثین ہوں گے جن کا مذہب عدم اعتبار اختلافِ مطالع ہے، اور محدثی اگر محدثین و متاخرین ہی سے خالص ہے تو بالغ مرتبہ اجتہاد امام ابن الہمام کیا کم محدث ہیں، جو فرما چکے کہ، ظاہر الروایۃ ہی پر عمل احوط ہے۔ رہی حدیث کریب کہ انہوں نے ملک شام میں رمضان مبارک کا چاند شب جمعہ کو دیکھا پھر مدینہ طیبہ میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے آکر بیان کیا انہوں نے فرمایا ہم نے شب شنبہ میں دیکھا تو ہم اپنے ہی حساب سے ۳۰ پورے کریں گے، کریب نے کہا کیا آپ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رؤیت و حکم پر اکتفا نہ کریں گے فرمایا: لا، ہکذا امرنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم^۱ (نہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں یہی حکم دیا۔ ت) جس سے امام زلیلی نے استناد کیا اور اس کی بنا پر مولوی صاحب مذکور نے اسے موافق حدیث بتایا۔ اقول: حدیث مذکور واقعہ عین لا عموم لہا (یہ ایک خاص

^۱ جامع ترمذی ابواب الصیام امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱۱/۸۷

واقعہ ہے اس کا حکم عمومی نہیں۔ ت) بحال صفائے مطہر بکثرت ائمہ ایک کی گواہی نہیں مانتے ممکن کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اسی بنا پر نہ مانی ہو، اور امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حکم تو بے نصاب شہادت ثابت ہو ہی نہ سکتا تھا، تنویر میں ہے:

شہد وانہ شہد عند قاضی مصر کذا الخ ^۱	گواہوں نے کہا کہ انہوں نے قاضی شہر کے پاس اس طرح گواہی دی ہے الخ (ت)

رد المحتار میں ہے:

قوله "شہدوا" من اطلاق الجمع علی مافوق الواحد وفي بعض النسخ شہدا بضییر التثنیۃ وهو اولی ^۲ ۔	قوله "شہدوا" یہاں جمع کا اطلاق ایک سے زائد پر ہے، بعض نسخوں میں ضمیر تثنیہ کے ساتھ شہدا ہے اور یہی اولیٰ ہے۔ (ت)

در مختار میں ہے:

یلزم اهل المشرق برؤية اهل المغرب اذا ثبت عند هم رؤية اولئك بطريق موجب كما مر ^۳ ۔	اہل مشرق پر اہل مغرب کی رؤیت روزہ رکھنا لازم تب آئے گا جب ان کی رؤیت بطریق موجب شرعی ثابت ہوگی جیسا کہ گزرا ہے (ت)

رد المحتار میں ہے:

كان يتحمل اثنان الشهادة او يشهدا علی حکم القاضی او يستفیض الخبر ^۴ ۔	دو آدمی شہادت پر شہادت دیں یا حکم تام پر شہادت دیں یا خبر مشہور ہو۔ (ت)

لہذا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے لا فرمایا: بنگاہ اولیں یہ جواب فقیر کے خیال میں آیا تھا، پھر دیکھا امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں اور جواب دیا اور اس کے بعض کی طرف بھی اشارہ کیا، فرماتے ہیں:

قد یقال ان الاشارة فی قوله	یوں کہا جاسکتا ہے کہ حضرت ابن عباس کے ارشاد

^۱ در مختار کتاب الصوم مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۹۱

^۲ رد المحتار کتاب الصوم مصطفیٰ البانی مصر ۱۰۲۲

^۳ در مختار کتاب الصوم مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۹۱

^۴ رد المحتار مطلب فی اختلاف المطالع مصطفیٰ البانی مصر ۱۰۵۱۲

ہکذا میں اس بات کی طرف اشارہ ہے جو ان کے اور حضرت ام فضل کے درمیان جاری ہوئی تو اب یہ دلیل نہیں کیونکہ ان کے کلام کی طرح ہمارے سامنے معاملہ آجائے تو ہم اس پر فیصلہ نہیں کریں گے کیونکہ ایسا بیان کرنے والے نے نہ تو کسی کی شہادت پر گواہی دی ہے اور نہ کسی حاکم کے فیصلہ پر، اگر کوئی سوال اٹھائے کہ حضرت معاویہ کے روزہ کی اطلاع اس گواہی کو متضمن ہے کیونکہ وہ امیر تھے، اس کا جواب یہ دیا جائے گا کہ یہاں لفظ شہادت کا ذکر نہیں، اور اگر اس بات کو تسلیم کر بھی لیا جائے تو وہ تنہا ہیں، تو ان کی شہادت سے قاضی پر قضا کا فیصلہ لازم نہ ہوگا اللہ تعالیٰ بزرگ و برتر بہتر جانتا ہے اور ظاہر الروایت پر عمل احوط ہے اھ اقول: حدیث میں ہے تو نے اسے دیکھا ہے، میں نے کہا ہاں، اور رمضان کے لیے یہ اطلاع ہی کافی ہے، تو بندہ حقیر نے جو ذکر کیا وہ اولیٰ ہے (ت)	ہکذا الى نحو ما جرى بينه وبين ام الفضل و حينئذ لا دليل فيه لان مثل ما وقع من كلامه لو وقع لنا لم نحكم به لانه لم يشهد على شهادة غيره ولا على حكم الحاكم، فان قيل اخباره عن صوم معاوية يتضمنه لانه الامام يجاب بانه لم يأت بلفظ الشهادة ولو سلم فهو واحد لا يثبت بشهادته وجوب القضاء على القاضي والله سبحانه وتعالى اعلم والاخذ بظاهر الرواية احوط اھ¹ اقول: لكن في الحديث قال انت رايتہ قلت نعم² و الاخبار في رمضان كاف فيما ذكره الفقير اولى۔

معبد امولوی صاحب مذکور کو حدیث سے استناد اس وقت پہنچتا کہ دمشق و مدینہ طیبہ میں یک ماہہ راہ کا فصل ثابت کیا جاتا ورنہ حدیث خود ان کے بھی مخالف ہوگی کیا لا یخفی (جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔ ت) یہاں ایک امر یہ بھی قابلِ تنبیہ ہے کہ مولوی صاحب مذکور نے اپنے فتاویٰ میں تین جگہ عبارت تاتار خانیہ:

جب ایک شہر والوں نے چاند دیکھا تو کیا ہر شہر والوں پر روزہ لازم ہوگا؟ اس میں مشائخ کا اختلاف ہے، بعض نے کہا ہے اس سے روزہ لازم نہیں، ہر شہر والوں کے حق میں ان کی اپنی رویت ہی معتبر ہے۔ خانیہ میں ہے ظاہر الروایت کے مطابق اختلافِ مطالع کا اعتبار نہیں، اور قدوری	اهل بلدة اذا رآو الهلال هل يلزمه ذلك في حق كل بلدة اخرى اختلف المشائخ فيه، فبعضهم قالو الا يلزم ذلك فانما المعتبر في حق اهل بلدة رؤيتهم وفي الخانية لا عبرة لاختلاف المطالع في ظاهر الرواية وفي القدوري

¹ فتح القدیر کتاب الصوم نوریہ رضویہ سکر ۲۴۳/۲

² فتح القدیر کتاب الصوم نوریہ رضویہ سکر ۲۴۳/۲

میں ہے جب دونوں شہروں کے درمیان اتنا تفاوت ہو جس سے مطالع میں اختلاف نہ ہو تو لازم ہوگا، شمس الائمہ حلوانی نے ذکر کیا ہے کہ ہمارے مذہب میں صحیح یہی ہے۔ (ت)	اذاکان بین البلدین تفاوت لایختلف المطالع یلزمہ وذكر شمس الائمة الحلوانی انه الصحيح من مذهب اصحابنا ^۱ ۔

نقل کی اور ظاہر خیال کیا کہ تصحیح امام شمس الائمہ اعتبار اختلاف کی طرف ناظر ہے حالانکہ وہ مذہب اصحابنا فرما رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ مذہب اصحابنا نہیں مگر ظاہر الروایۃ کہا قد منا نقوله فیما سبق (جیسا کہ ہم نے پہلے تذکرہ کر دیا ہے۔ ت) اور ظاہر الروایۃ نہیں مگر عدم اعتبار اختلاف جیسا کہ خود مولوی صاحب کو اعتراف، ج ۲ ص ۶۲ پر لکھا:

ظاہر الروایۃ کے موافق اکثر مشائخ حنفیہ کے نزدیک اختلاف مطالع کا مطلقاً اعتبار نہیں (ت)	نزد اکثر مشائخ حنفیہ موافق ظاہر الروایۃ اختلاف مطالع را مطلقاً اعتبار نیست ^۲ ۔

ج ۲ ص ۷۴ پر کہا: جب کسی شہر میں ثابت ہو جائے کہ فلاں شہر میں چاند ہوا تو ان پر موافق اس کے حکم دیا جائے گا گو دونوں شہروں میں بُعد مسافت ہو اور یہی ظاہر الروایۃ ہے^۳۔

امام حلوانی نے فرمایا ہمارے اصحاب کا صحیح مذہب یہی ہے کہ جب خبر دوسرے شہر میں مشہور و متحقق ہو جائے تو پھر دوسرے شہر والوں پر پہلے اہل شہر کا حکم لازم ہوگا۔ (ت)	لاجرم پھر غنیہ ذوی الاحکام میں فرمایا: قال الامام الحلوانی الصحيح من مذهب اصحابنا ان الخبر اذا استفاض في بلدة اخرى وتحقق يلزمهم حكم تلك البلدة ^۴ ۔

مسلك منقطع شرح منک متوسط میں فرمایا:

جب شہر میں ثبوت ہو جائے تو ظاہر الروایۃ کے مطابق باقی لوگوں پر لازم ہوگا، اکثر مشائخ کی یہی	ان ثبت في مصر لزوم سائر الناس في ظاهر الرواية و عليه اکثر المشائخ

^۱ مجموعہ فتاویٰ عبدالحکیم کتاب الصوم مطبع یوسفی لکھنؤ ۲۶۵/۱، ۲۷۵، ۲۷۳، فتاویٰ تاتارخانیہ کتاب الصوم ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۵/۲

^۲ مجموعہ فتاویٰ محمد عبدالحکیم کتاب الصوم مطبع یوسفی لکھنؤ ۲۷۳/۱

^۳ مجموعہ فتاویٰ محمد عبدالحکیم کتاب الصوم مطبع یوسفی لکھنؤ ۲۶۶/۱

^۴ غنیہ ذوی الاحکام حاشیہ درر الحکام کتاب الصوم احمد کامل الکاظمی فی دار السعادت بیروت ۲۰۱/۱

وبہ کان یفتی ابو الیث وشمس الائمة الحلوانی وهو مختار صاحب التجريد والكافی وغیرهم من المشائخ ¹	رائے ہے، فقیہ ابوالیث اور شمس الائمہ حلوانی نے بھی اسی پر فتویٰ دیا ہے، صاحب تجرید وکافی اور دیگر مشائخ کے ہاں یہی مختار ہے۔ (ت)

خلاصہ وعالمگیریہ وغیرہا معتمدات میں فرمایا:

عليه فتوى الفقيه ابی الیث وبه کان یفتی شمس الائمة الحلوانی قال لورأی اهل مغرب هلال رمضان یجب الصوم علی اهل المشرق ²	فقیہ ابوالیث کا اسی پر فتویٰ ہے، شمس الائمہ اسی پر فتویٰ دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر اہل مغرب رمضان کا چاند دیکھ لیں تو اہل مشرق پر رمضان کا روزہ لازم ہو جائے گا (ت)

دیکھو کیسی صریح تصریحات ہیں کہ امام شمس الائمہ کا فتویٰ اسی پر ہے کہ اختلافِ مطالع اصلاً معتبر نہیں، بالجملہ بعد اس جاننے کے کہ اختلافِ مطالع کا نامعتبر ہونا ہی ظاہر الروایۃ ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور وہی معتمد جمہور و قول کثیر ہے، اس سے عدول کی کوئی راہ نہیں مگر الحمد للہ مولوی لکھنؤ صاحب نے اپنے فتاویٰ کی جلد سوم میں حق کی طرف صاف رجوع کی، صفحہ ۶۷ پر کہتے ہیں:

سوال: رویت یکجا مفید حکم بجائے دیگرے شود یا آنکہ اختلاف مطالع معتبرست۔	سوال: آیا ایک جگہ رویت کا حکم دوسری جگہ پر لاگو ہوتا ہے یا اختلافِ مطالع معتبر ہے؟
جواب: اختلافِ مطالع معتبر نیست و حکم یکجا مفید حکم بجائے دیگرے شود اگر خبر رویت مشتہر شود وانتشار پذیرد ودر مختار مے آرد و اختلاف المطالع غیر معتبر علی ظاہر المذہب وعلیه اکثر المشائخ وعلیه الفتاویٰ بحر عن الخلاصة انتھی در جامع رموز مے آرد الصحيح من مذہب اصحابنا انه یلزم	جواب: اختلافِ مطالع ک اعتبار نہیں ہے اور ایک جگہ کا حکم دوسری جگہ کے لیے معتبر و مفید ہوتا ہے جبکہ خبر مشہور ہو کر اطراف میں پھیل جائے، ظاہر مذہب میں اختلافِ مطالع کا اعتبار نہیں، اکثر مشائخ کا یہی قول ہے اور فتویٰ بھی اسی پر ہے کذا فی البحر عن الخلاصہ انتھی، اور جامع الرموز میں یہ مذکور ہے ہمارے ائمہ کا صحیح مذہب یہی ہے

¹ مسلک منقظ شرح منک متوسط فصل فی اشتباہ یوم عرفہ الخ دار الکتاب العربی بیروت ص ۱۳۳

² فتاویٰ ہندیہ کتاب الصوم نورانی کتب خانہ پشاور ۱۹۸۰-۹۹

اذا استغاض الخبر في البلدة الاخرى ^۱ ۔ ملخصاً۔	کہ جب خبر دوسرے شہر میں مشہور ہو جائے تو روزہ لازم ہو جاتا ہے۔ (ت)

یہ وہی صحیح من مذہب اصحابنا ہے کہ پہلے قول خلاف کی طرف منسوب سمجھا گیا تھا اور ایک اور سوال کے جواب میں بھی مطلقاً مقام بعید کی شہادت مقبول مانی، ص ۷۳ و ۷۴:

سوال: گواہان بروز بست و نہم از رمضان گواہی دادند کہ ماہلال رمضان یک روز قبل دیدہ ایم کہ بداں حساب امر وز سیم رمضان ست پس شہادت ایشان مقبول خواهد شد یا نہ؟ جواب: اگر گواہاں ہما نجا بودند و از اول رمضان ساکت ماندہ بست و نہم رمضان گواہی دادند گواہی ایشان مقبول نخواہد شد و اگر از سفر از مقام بعید می آیند شہادت مقبول خواهد شد کذا فی الخلاصۃ ^۲ ۔	سوال: گواہوں نے ۲۹ رمضان کو یہ گواہی دی کہ ہم نے رمضان کا چاند ایک روز پہلے دیکھا تھا اس حساب سے آج ۳۰ رمضان بنتا ہے تو ان گواہوں کی گواہی مقبول یا نہ؟ جواب: اگر گواہ اسی مقام کے رہنے والے ہوں اور رمضان کے پہلے دن خاموش رہے اور اب ۲۹ رمضان کی گواہی دے رہے ہیں تو ان کی گواہی مقبول نہ ہوگی اور اگر کہیں دور کے مقام سے سفر کر کے آئے ہوں تو ان کی شہادت قبول کی جائیگی کذا فی الخلاصہ۔ (ت)

یہ تیسری جلد مولوی صاحب نے آپ ہی سوالات قائم کر کے لکھی ہے اور اس میں بہت جگہ پہلی جلدوں کے اغلاط کی اصلاح کر دی ہے ان کے فتاویٰ دیکھنے والے کو اس کا لحاظ ضرور ہے، مدت سے خیال تھا کہ مسئلہ اختلاف مطالع میں ایک بیان ثانی لکھا جائے کہ ابر اختلاف اُٹھ کر مطلع صاف نظر آئے، الحمد للہ کہ آج کا وقت آیا واللہ الحمد فی الاولیٰ والاخریٰ و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ بدر تجلی من البطحاء و علیٰ آلہ و صحبہ نجوم الہدیٰ۔

سیر دھم نیم صاع کیوں سے روزے کا فدیہ اور فطر کا صدقہ ہے ایک سو پینتیس تولہ ہے انگریزی سے اسی ۸۰ روپے بھر ہے اور روپیہ سوا گیارہ ماشے کا ہے آدھ پاؤ کم دوسیر نہ ہو بلکہ تین چھٹانک اور میسواں حصہ چھٹانک کا کم دوسیر، جیسا کہ ہم نے اپنے فتاویٰ جلد ۳ صدقہ فطر کے بیان میں

^۱ مجموعہ فتاویٰ محمد عبدالمجید لکھنوی باب رؤیہ ہلال مطبع یوسفی لکھنؤ ۱۳/۷۰-۷۱

^۲ مجموعہ فتاویٰ محمد عبدالمجید لکھنوی باب رؤیہ ہلال مطبع یوسفی لکھنؤ ۱۳/۷۱

^۳ فتاویٰ رضویہ (جدید) جلد ہذا صفحہ ۲۳۹

مشرحاً بیان کیا ہے اور یہ فتویٰ تحفہ حنفیہ عظیم آباد میں چھپ بھی گیا ہے اور بریلی کے سیر سے کہ پورے سو روپے بھر کا ہے ایک سیر سات چھٹانک دو ماشے ساڑھے چھ رتی اور رامپور کے سیر سے کہ چھیانوے کا ہے پورا ڈیڑھ سیر، فاحفظ ولا تنزل چہار دہم جس نے بعد شرعی روزہ نہ رکھا اسے دقت نہ ہو تو حرمت ماہ مبارک کے لحاظ سے حتیٰ الوسع چھپا کر کھانا پینا چاہئے مگر کسی روزہ دار کے سامنے کچھ نہ کھانے کا مطلقاً وجوب محتاج دلیل ہے۔

پانزدہم کاغذ یا کنکر یا خاک وغیرہ اشیا کو کہ نہ دواہیں نہ غذا، نہ مرغوب طبع، اگر تیل بھر نہیں پیٹ بھر کھالے گا صرف قضا ہوگی کفارہ نہ آئے گا۔ یونہی روزہ توڑنا عمدہ حقنہ وغیرہ اشیا کے مذکورہ مابعد کو بھی شامل، مگر اس میں کفارہ نہیں۔ نیز کفارہ صرف اور روزہ رمضان کے توڑنے میں ہے، جبکہ یہ نہ صاحبِ عذر تھا نہ اُس دن میں کوئی آسمانی عذر مثل حیض یا مرض پیدا ہو جائے، نہ ہی توڑنا کسی کے جبر و اکراہ سے ہو اور روزے کی نیت رات سے کی ہو، درمختار میں ہے:

ثم انما يكفر ان نوى ليلا ولم يكن مكرها ولم يطرأ مسقط كمرض وحیض ¹	پھر کفارہ تب ہو گا جب تک رات کو نیت کی ہو اور مجبور بھی نہ ہو اور کفارہ چھوڑنے کا کوئی عارضہ مثل مرض و حیض وغیرہ کے لاحق نہ ہوا ہو (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قوله مسقط ای سہاوی لاصنع له فيه ولا في سببه، رحمته ²	قوله مسقط یعنی وہ عارضہ سہاوی جس میں بندے کا کوئی دخل نہ ہو اور نہ اس کے سبب میں دخل ہو، رحمته (ت)

تو یہ اشتہاری مطلق احکام سب غلط ہیں۔

شانزدہم کفارے میں شرعاً ترتیب ہے سب میں پہلے ایک غلام آزاد کرنا ہے، اس کی طاقت نہ ہو تو دو^۲ مہینے کے لگاتار روزے، یہ بھی نہ ہو سکے تو اخیر درجہ ساٹھ مسکین کما نص اللہ تعالیٰ علیہ فی آیۃ الظہار (جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آیت ظہار میں تصریح فرمادی ہے۔ ت) غلام آزاد کرنا تو شاید اشتہار میں اس لیے مذکور نہ ہوا کہ یہاں غلام کہاں، مگر روزوں اور ساٹھ مسکینوں میں ترتیب نہ رکھنا صحیح نہیں،

¹ درمختار باب ما یفسد الصوم وما لا یفسد مطبع مجتبائی دہلی ۱۵۱/۱

² ردالمحتار مطلب فی الکفارة مصطفیٰ البابی مصر ۱۳۰/۱

یہ اگر جہل نہ ہو تو سخت تر ہے کہ تجہیل و تضلیل ہے۔

ہفتہ ہم جلق سے روزہ نہیں ٹوٹتا جب تک اس سے انزال نہ ہو۔ درمختار میں ہے: استمنى به ولم ينزل¹ (مشت زنی کی، انزال نہ ہوا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔) تو یہ اطلاق بھی غلط ہے۔

ہیجہ ہم قصداً قے کرنے سے بھی روزہ نہیں جاتا مگر جبکہ روزہ یاد ہونے کی حالت میں منہ بھر کر ہو۔ ردالمحتار میں ہے:

لا فطر فی الکمل علی الاصح الا فی الاعادة والاستقاء بشرط الملامع التذکیر شرح الملتقى ² ۔	اصح قول کے مطابق ان تمام میں افطار نہ ہوگا البتہ اس صورت میں جب قے کو لوٹائے یا خود قے کرے بشرطیکہ منہ بھر کر ہو روزہ ہونا یاد ہو، شرح الملتقى (ت)

نوزو ہم مفطرات غیر کفرات مثل حقنہ وغیرہا کا مطلقاً دوبارہ کرنا موجب کفارہ نہیں جب تک بقصد معصیت نہ ہو۔ درمختار میں ہے:

کل ما انتفى فيه الكفارة محله ما اذالم يقع ذلك منه مرة بعد اخرى لاجل قصد المعصية فان فعله وجبت زجره ³ ۔	جس صورت میں کفارہ لازم نہ ہو اس کا محل یہ ہے کہ جب اس شخص سے وہ فعل بتکرار گناہ کے قصد سے صادر نہ ہو، پس اگر اس فعل کو مکرر کرے گا تو زجر کفارہ واجب ہوگا۔ (ت)

اور اس عبارت سے اگرچہ علامہ طحطاوی نے یہ استظهار کیا کہ دوہی بار کرنے میں کفارہ واجب کر دیں گے اور علامہ شامی نے اسے نقل کر کے مقرر رکھا مگر اس معنی پر جزم انہیں بھی نہیں، اتنا ہی فرمایا ہے:

ظاہرہ انه بالمرّة الثانية تجب عليه الكفارة ولو حصل فاصل بایام ⁴ ۔	ظاہر یہ ہے کہ اگر دوسری دفعہ کیا تو کفارہ لازم اگرچہ درمیان میں متعدد ایام کا فاصلہ ہو (ت)

اور فقیر کے نزدیک یہ ہنوز محتاج مراجعت ہے، اگر یہ مراد ہوتی تو مرّة اخرى (دوبارہ کرنا۔ ت) کہنا کافی تھا مرّة بعد اخرى (بار بار کرنا۔ ت) ظاہراً بار بار تکرار کی طرف ناظر ہے فلیراجع و

¹ درمختار باب ما یفسد الصوم وما لا یفسده، مجتبائی دہلی ۱۵۰/۱

² ردالمحتار مطلب فی الکفارة مصطفیٰ البابی مصر ۱۲۰/۲

³ درمختار باب ما یفسد الصوم الخ مجتبائی دہلی ۱۵۱/۱

⁴ ردالمحتار باب ما یفسد الصوم الخ مصطفیٰ البابی مصر ۱۱۵/۲

لیحور (غور طلب ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

بسمِ حامد کو بھی مثلِ مرضہ روزہ نہ رکھنے کی اجازت اسی صورت میں ہے کہ اپنے یا بچے کے ضرر کا اندیشہ غلبہ ظن کے ساتھ ہونہ کہ مطلقاً جیسا کہ اشتہار نے زعم کیا۔

بست ویکم جب رکعات تراویح میں اختلاف پڑے کہ بیس^{۲۰} پڑھیں یا اٹھارہ^۸، تو اس میں نہایت کثرت سے مختلف صورتیں ہیں، اُن کی تمام تر تفصیل اور اُن کے اصول کی تائید اور اُن کے احکام تحقیق و تحصیل فقیر نے تعلیقات ردالمحتار میں ذکر کی یہاں اجمالاً اتنا گزارش کہ نہ مطلقاً اختلاف امام و قوم کی حالت میں مقتدیوں کو دو رکعت پڑھنے کا حکم، نہ مطلقاً تنہا پڑھنے کا حکم، نہ یہ حکم مطلقاً امام کو کسی عدد پر یقین نہ ہونے کے ساتھ خاص، مثلاً مقتدیوں کا یقین ہے کہ بیس ہو گئی اور امام کو شک تھا یا اٹھارہ کا یقین ہی ہے تو مقتدی اصلاً دو رکعت نہ پڑھیں گے، نہ جماعت سے نہ تنہا، کہ جب انہیں تراویح کا مل ہو جانے کا یقین ہے تو اب انہیں امام کے شک یا یقین سے زیادہ کا کیونکر حکم ہو سکتا ہے، اپنے جزم پر غیر کا جزم بھی حاکم نہیں ہو سکتا نہ کہ شک، ردالمحتار میں ہے:

لو تیقن الامام بالنقص لمهمم الاعادة الامن تیقن منهم بالتمام ^۱	اگر امام کو کم کا یقین ہو تو ان پر اعادہ لازم ہے مگر ان میں سے جسے تکمیل کا یقین ہو (ت)

فتح القدیر میں ہے:

لان یقینه لا یبطل بیقین غیرہ ^۲	کیونکہ اس کا یقین کسی دوسرے کے یقین سے باطل نہیں ہو سکتا۔ (ت)

اور اگر مقتدیوں کو ۸ کا یقین ہے اور امام کو بیس کا شک ہو تو خود امام بھی دو اور پڑھے گا اور یقین مقتدیاں کی اقتداء کرے گا اور جماعت سے پڑھی جائیں گی۔ در مختار میں ہے:

لو اختلف الامام والقوم فلو الامام علی یقین لم یعد والاعاد بقولهم ^۳	اگر امام اور مقتدیوں کے درمیان اختلاف ہو گیا اگر امام کو یقین ہو تو اعادہ نہ کرے اور اگر یقین نہ ہو تو مقتدیوں کا قول معتبر ہونے کی وجہ سے اعادہ ہوگا۔ (ت)

^۱ ردالمحتار باب سجود السجود ارجاء التراث العربی بیروت ۱۱/ ۵۰۷

^۲ فتح القدیر باب سجود السجود نوریہ رضویہ سکر ۱۱/ ۴۵۷

^۳ در مختار باب سجود السجود مجتبائی دہلی ۱۰۳

فتح القدیر میں ہے:

ان اعدا الامام الصلوٰۃ واعادوا معہ مقتدین بہ صح اقتدائہم ^۱	اگر امام نے اعادہ نماز کیا اور لوگوں نے اس کی اقتدا میں اعادہ کیا تو ان کی اقتدا درست ہوگی (ت)

بست و دوم حافظ کہ ایک بار ختم کر چکا اب دوسری تاریخوں میں دوسری جگہ سنانا چاہتا ہے جہاں ابھی لوگوں نے قرآن عظیم نہیں سنا ہے تو مذہب صحیح و معتمد پر اس کے عدم جواز کی اصلاً کوئی وجہ نہیں نہ اس قرآن سُنے کا ثواب نہ ہونے کے کوئی معنی، ظاہر ہے کہ ان راتوں میں وہ بھی تراویح ہی پڑھے گا نہ کہ نفل محض، تو ضرور تراویح کا امام ہو سکتا ہے اور جب امام تراویح ہو سکے گا تو دوبارہ قرآن عظیم پڑھنے سے کیونکر ممنوع ہو سکتا ہے، اور جب اس سے ممنوع نہیں تو بلاشبہ جو کچھ قرآن عظیم اُس میں پڑھے گا وہ تراویح صحیحہ مسنونہ ہی میں ہوگا، پھر ثواب نہ ملنا چہ معنی، اور اس کی یہ تعلیل کہ "وہ اب نفل سناتا ہے اور مقتدی واجب سُنانا چاہتے ہیں" اس سے بھی زیادہ فاسد و علیل۔ تراویح میں پہلا ختم بھی واجب نہیں صرف سنت ہی ہے اور دوبارہ ختم کرنا اگرچہ حافظ پر سنت مؤکدہ نہ تھا مگر یہ قبل ایقاع ہے بعد وقوع سنت در کنار جتنا پڑھے گا فرض ادا ہوگا کہ نماز میں فرض ابتدائی اگرچہ ایک ہی آیت ہے مگر سارا قرآن عظیم اگر ایک رکعت میں پڑھے سب فرض ہی واقع ہوتا ہے لانه فرد

فَأَقْرَعُوا صَمَاتِيسَ مِنَ الْقُرْآنِ^۱ (کیونکہ یہ بھی (ارشاد باری تعالیٰ) "جو قرآن میں سے آسان ہے پڑھو" کافر ہے۔ ت) ولہذا اگر سُورت بھول کر رکوع میں چلا جائے پھر رکوع میں یاد آئے تو حکم ہے کہ رکوع کو چھوڑے اور کھڑا ہو کر سُورت پڑھے اور پھر رکوع کرے حالانکہ ضم سُورت صرف واجب تھا اور واجب کے لیے رفض فرض جائز نہیں جیسے قعدہ اولیٰ بھول کر جو سیدھا کھڑا ہو جائے اب اُسے عود حلال نہیں کہ قعدہ واجب تھا اور قیام فرض ہے مگر سُورت جو پڑھے گا یہ بھی فرض واقع ہوگی تو فرض کے لیے رفض فرض ہوا، ولہذا اگر کھڑا ہو کر سُورت پڑھے اور اس خیال سے کہ رکوع تو پہلے کر چکا ہوں دوبارہ رکوع نہ کرے نماز باطل ہو جائیگی کہ فرض کے لیے جو فرض چھوڑا گیا وہ جاتا رہا تھا اس پر فرض تھا کہ رکوع دوبارہ کرتا۔ رد المحتار میں ہے:

فی المبتغی لوسہا عن السورۃ فرکع یرفض الركوع و یعود الی القیام ویقرأ اھ فی البحرانہ اذا عاد وقرأ السورۃ	المبتغی میں ہے اگر سُورت پڑھنا بھول گیا رکوع کر لیا تو رکوع چھوڑ کر قیام کی طرف لوٹ آئے اور قرأت کرے اھ بحر میں ہے جب لوٹ کر سُورت پڑھی تو سُورت بطور

^۱ فتح القدیر باب سجود السونوریہ رضویہ سکر ۱۱/۴۵

صارت فرضاً فقد عاد من فرض الی فرض لان کل فرض طوله یقع فرضاً اھ ملتقطاً	فرض ادا ہوگی تو یہ ایک فرض سے دوسرے فرض کی طرف لوٹا ہوا کیونکہ ہر فرض کی طوالت بھی فرض میں شامل ہوئی ہے اھ ملتقطاً (ت)

ایک بار ختم کر کے دوسری راتوں میں دوسرا ختم نئے لوگوں کو سنانا تو نہایت صاف امر ہے اگر بالفرض کوئی شخص آج اپنی تراویح پڑھ کر آج ہی رات اور لوگوں کی امامت تراویح میں کرے اور قرآن عظیم سنائے تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس قرآن سننے کا ثواب نہ ہوگا۔ روایت مختارہ امام قاضی خاں پر تو ظاہر ہے کہ وہ متنفل محض کے پیچھے تراویح کی اقتداء بلا کراہت جائز مانتے ہیں، صرف امام کے حق میں کراہت کہتے ہیں اگر نیت امامت کرے ورنہ اس پر بھی کراہت نہیں، خانیہ میں فرمایا:

لوصلی العشاء والتراویح والوتر فی منزله ثم امر قوماً آخرین فی التراویح ونوی الامامة کره ولا یکره للقوم، ولو لم یبنوا الامامة اولاً و شرع فی الصلوة و اقتدی به الناس فی التراویح لم یکره لواحد منهم ² ۔	اگر کسی نے نماز عشاء، تراویح اور وتر گھر ادا کئے پھر تراویح میں لوگوں کی امامت کی نیت سے تراویح کی امامت کی تو یہ مکروہ ہے لیکن قوم کے لیے یہ مکروہ نہیں ہے اور اگر اوّل اس نے امامت کی نیت نہ کی نماز میں شروع ہوا تھا کہ لوگوں نے تراویح میں اقتدا کر لی تو اب کسی کے حق میں کراہت نہیں۔ (ت)

اور روایت مختارہ امام شمس الانمہ سرخسی پر اگرچہ یہ ناجائز ہے اور ان لوگوں کی تراویح نہ ہوں گی،

لان التراویح سنة مستقلة شرعت بوجه مخصوص فلا تتأدی الابه۔	کیونکہ نماز تراویح مستقل سنت ہے جو وجہ مخصوص پر مشروع ہے تو یہ اسی وجہ مخصوص کے ساتھ ہی وہ ادا ہوگی (ت)

اور یہی اصح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے، عالمگیریہ میں محیط سے ہے:

الامام یصلی التراویح فی مسجدین فی کل مسجد علی الکمال لایجوز ³ ۔	ایک امام جو دو مساجد میں مکمل طور پر نماز تراویح پڑھائے تو یہ جائز نہیں ہے (ت)

¹ رد المحتار باب سجود السجود ارجاء التراث العربی ۵۰۰/۱

² فتاویٰ قاضی جان فصل فی نیت التراویح نوکسور لکھنؤ ۱۱۱/۱

³ فتاویٰ ہندیہ فصل فی التراویح نورانی کتب خانہ پشاور ۱۱۶/۱

اسی میں جامع الضمائر شرح قدوری سے ہے: الفتویٰ علیٰ ذلک^۱ (فتویٰ اسی قول پر ہے۔) جوہرہ نیرہ میں ہے:

لوصلی امام التراويح فی مسجدین فی کل مسجد علی الکمال قال ابوبکر الاسکاف لایجوز وقال ابو نصر یجوز لاهل المسجدین واختار ابو اللیث قول الاسکاف وهو الصحیح ^۲ ۔	اگر کوئی امام دو مساجد میں مکمل طور پر نماز تراویح پڑھائے تو شیخ ابوبکر اسکاف نے فرمایا یہ جائز نہیں، اور شیخ ابونصر نے کہا دونوں مساجد والوں کے لئے جائز ہے، شیخ ابوللیث نے اسکاف کے قول کو اختیار کیا اور یہی صحیح ہے (ت)

نیز ہندیہ میں محیط سے ہے:

لوصلی التراويح مقتدیا بمن یصلی مکتوبۃ او ترا وناقلۃ الاصح انه لایصح الاقتداء به لانه مکروہ مخالف لعمل السلف ^۳ ۔	اگر کسی نے نماز تراویح ایسے شخص کی اقتدا میں ادا کی جو فرض یا وتر یا نفل پڑھا رہا تھا تو یہ اقتداء درست نہیں کیونکہ یہ مکروہ اور عمل اسلاف کے مخالف ہے (ت)

مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ نماز ہی نہ ہوگی، تراویح نہ ہونا اور بات ہے اور نماز نہ ہونا اور بات،

الاتری انه انما علل بالکراهۃ ومخالفة المأثور وهما لاینفیان الاقتداء ولا یفسدان الصلوة۔	آپ نے دیکھا نہیں کہ علت کراہت اور مخالفت مأثور کو قرار دیا گیا ہے اور یہ دونوں اقتداء کے منافی نہیں اور نہ ہی نماز کو فاسد کرتی ہے (ت)

تو وہ نماز اگرچہ تراویح نہیں یقیناً نماز صحیح و نفل محض ہے اور نفل محض میں بھی استماع قرآن فرض ہے اور اس ادائے فرض پر ثواب نہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں تو قرآن سننے کا ثواب یہاں بھی ہے ہاں روایت مفتی بہا پر اس صورت خاصہ میں یعنی جبکہ امام اپنی تراویح پڑھ کر اُسی رات اوروں کی امامت کرے یہ کہہ سکتے ہیں کہ تراویح میں ختم قرآن کا انہیں ثواب نہ ملے گا کہ یہ تراویح نہیں، اور صورت اولیٰ میں تو اس کی طرف بھی اصلاح راہ نہیں کہ وہ نماز بلاشبہ تراویح اور وہ ختم ختم فی التراویح ہے، بات یہ ہے کہ اس مسئلہ میں بھی مولوی صاحب نے مولوی عبدالحلہ صاحب

^۱ فتاویٰ ہندیہ فصل فی التراویح نورانی کتب خانہ پشاور ۱۱۶/۱

^۲ الجوہرۃ النیرہ باب قیام شہر رمضان مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۱۸/۱

^۳ فتاویٰ ہندیہ فصل فی التراویح نورانی کتب خانہ پشاور ۱۱۷/۱

لکھنوی کا اتباع کیا ہے۔ مولوی صاحب لکھنوی خزانیۃ الروایات سے ناقل ہیں:

قال السغناق، امام ختم فی التراویح مرة و ختم ثانيا بغیر هذا القوم لا یخرج هذا القوم الثاني عن السنية لان الامام خرج السنية فصار له نفلا فیدر کون ثواب صلوة النفل ولا یدر کون ثواب صلوة التراویح ¹ ۔	شیخ سغناق کہتے ہیں امام نے ایک مرتبہ تراویح میں قرآن ختم کیا تو دوسری قوم سنت کو ادا کرنے والی قرار نہیں پائے گی کیونکہ امام سنت ادا کر چکا تھا اب اس کے لئے وہ نفل ہے، لوگ نماز نفل کا ثواب تو پائیں گے مگر تراویح کا ثواب نہیں پائیں گے (ت)

ظاہر ہے کہ اس کا بنی وہ قول ضعیف ہے کہ جب ختم قرآن ہو جائے تو تراویح سنت نہیں رہتیں،

كما یفصح عنه قوله یدر کون ثواب صلوة النفل وقوله ولا یدر کون ثواب صلوة التراویح۔	جیسا کہ ان کا یہ قول واضح کر رہا ہے کہ وہ نماز نفل کا ثواب پائیں گے اور یہ قول بھی کہ وہ تراویح کا ثواب نہیں پائیں گے۔ (ت)

اور یہ قول ضعیف و ناماخوذ ہے اصح و معتمد و معمول بہ یہی ہے کہ ختم اگرچہ ہو جائے تراویح سارے ماہ مبارک میں سنت مؤکدہ ہیں، اسی پر جوہرہ میں جزم کیا اور اسی کو سراج الوہاج میں اصح کہا۔ عالمگیریہ میں ہے:

لو حصل الختم ليلة التاسع عشر والحادی والعشرين لا یتروک التراویح فی بقية الشهر لانها سنة کذا فی الجوہرة النيرة الاصح انه یکره له التروک کذا فی السراج الوہاج ² ۔	اگر قرآن انیسویں یا اکیسویں کو ختم ہو گیا تو باقی ماہ میں تراویح کو ترک نہ کیا جائے کیونکہ یہ سنت ہیں، جیسا کہ الجوہرۃ النیرۃ میں ہے۔ اصح یہ ہے کہ تراویح کا ترک مکروہ ہے، جیسا کہ السراج الوہاج میں ہے۔

تو اب اس سے عدول کا اختیار نہ رہا۔ فتاویٰ خیر یہ جلد اول میں فرمایا:

انت علی علم بانہ بعد التنصيص علی اصحیثہ لا یعدل عنه الی غیرہ ³ ۔	آپ باخبر ہیں کہ جب اس حکم کے اصح ہونے پر تصریح مل جائے تو دوسرے قول کی طرف عدول نہیں کیا جائیگا (ت)

اسی کی جلد ثانی میں فرمایا: حیث ثبت الاصح لا یعدل عنه⁴ (جب اصح کا ثبوت ہو تو پھر اس سے

¹ مجموعہ فتاویٰ بحوالہ خزانیۃ الروایات کتاب الصلوة مطبعہ سنی لکھنؤ ۱۳۴/۱

² فتاویٰ ہندیہ فصل فی التراویح نورانی کتب خانہ پشاور ۱۱۸/۱

³ فتاویٰ خیر یہ کتاب الطلاق دار المعرفۃ بیروت ۳۹/۱

⁴ فتاویٰ خیر یہ کتاب الصلح کتاب الطلاق ۱۰۴/۲

عدول نہ کیا جائے۔ ت) خود مولوی لکھنوی صاحب نے لکھا:

مفتی بہ و مختار محققین آنت کہ تراویح سنت علیحدہ است و ختم سنت علیحدہ بیچ ازیں ہر دو تابع دیگر نیست پس بعد ختم سنیت تراویح باقی خواہد ماند چنانکہ بود^۱۔	مفتی بہ اور مختار محققین کے ہاں یہ ہے کہ تراویح الگ سنت اور ختم قرآن الگ سنت ہے۔ یہ دونوں ایک دوسرے کے تابع نہیں لہذا قرآن کے بعد سنیت تراویح اسی طرح قائم رہے گی جیسے کہ پہلے تھی۔ (ت)

باوصف اس جاننے کے پھر مفتی بہ سے عدول ہر گز روا نہ تھا اور اس نہ چننے کے لئے مولوی لکھنوی صاحب کی یہ توجیہ کہ:

قول مفتی بہ پر۔ اگرچہ تراویح از ذمہ مقتدیوں کے ذمہ سے ساقط ہو جائیں گی کیونکہ سنت تراویح میں امام اور مقتدی دونوں برابر ہیں لیکن ختم کے سقوط میں اختلاف ہے کیونکہ فقہا اقتداء کے باب میں نماز امام کے ضعف کو اگرچہ وہ ایک رکن میں ہو مانع اقتداء قرار دیتے ہیں جیسا کہ در مختار وغیرہ میں ہے، مسافر کی اقتداء مقيم کے ساتھ وقتی نماز میں صحیح ہے اور وہ ادا بھی چار رکعت کرے لیکن بعد میں تبدیلی آ جاتی ہے لہذا اقتداء درست نہیں ہوگی کیونکہ اب اگر پہلی دو رکعات میں اقتداء کرے گا تو قعدہ کے اعتبار سے فرض ادا کرنے والے کی منتقل کی اقتداء لازم آئے گی اور اگر آخری دو رکعات میں اقتداء کرے تو قرات کے اعتبار سے یہی خرابی لازم آئیگی انتہی، حالانکہ اس صورت میں امام اور مقتدی دونوں نے فرض کی تکبیر تحریمہ کہی لیکن نماز امام کے ایک جز کے ضعف کی وجہ سے فساد اقتداء کا حکم جاری ہو گیا۔ اس	قول مفتی بہ پر۔ اگرچہ تراویح از ذمہ مقتدیوں ساقط خواہد شد چہ در سنت تراویح امام و مقتدی ہر دو برابر اند لیکن در سقوط ختم اشکالیست چہ فقہا در باب اقتداء ضعف نماز امام را اگرچہ بہ یک رکن باشد مانع اقتداء می نویسند چنانچہ در در مختار وغیرہ مذکور است اما اقتداء المسافر بالمقیم فیصح فی الوقت و یتتم لا بعدہ فیما یتغیر لانہ اقتداء بالمفتروض بالممتنفل فی حق القعدة لو اقتداء فی الاولیین والقراءة لو اقتداء فی الآخریین^۲۔ انتہی دریں صورت باوجودیکہ امام و مقتدی ہر دو تحریمہ فرض بستہ، سبب ضعف یک جز از اجزاء نماز امام حکم بفساد اقتداء دادہ شد پس بناءً علیہ در صورت سوال ہم حکم بعدم سقوط ختم از مقتدیان دادہ خواہد شد و ہمیں امر از عبارت

^۱ مجموعہ فتاویٰ کتاب الصلوٰۃ مطبع یوسفی لکھنؤ ۱۳۴۱ھ

^۲ مجموعہ فتاویٰ کتاب الصلوٰۃ مطبع یوسفی لکھنؤ ۱۳۵۱ھ

پر بناء کرتے ہوئے سوال مذکور کے جواب میں یہی حکم ہوگا کہ مقتدیوں کے ذمہ سے ختم قرآن ساقط نہیں ہوگا، اور عبارت سغنائی سے یہی بات مفہوم ہو رہی ہے لہذا جہاں بھی سقوط وعدم سقوط ختم میں اختلاف ہو جائے وہاں امام کے لیے ضروری ہے کہ وہ تراویح میں دوسرے ختم کی نذر مانتے ہوئے کہے کہ مجھ پر اللہ کی رضا کی خاطر نماز تراویح میں ختم قرآن لازم تاکہ اس پر ختم قرآن واجب ہو جائے اور مقتدیوں کی اقتداء بھی درست ہو جائے، جیسا کہ خزائن الروایۃ میں اس کی تفصیل ہے واللہ اعلم المحرر محمد عبد الحی عفا عنہ (ت)	سغنائی مفہوم شود ہر گاہ در باب سقوط ختم وعدم سقوط آں اختلافی واقع شد پس امام را لازم کہ ختم ثانی رابع تراویح بر خود نذر کردہ گیر دو گوید للہ ان اتم القرآن فی صلوة التراویح تا ختم او واجب شود واقتدائے مقتدیان درست شود چنانچہ در خزائن الروایۃ تفصیل آں مذکور است واللہ اعلم حررہ محمد عبد الحی عفا عنہ^۱

انصافاً شطرنج میں اضافہ بغلہ سے بہتر ادا سنن و نوافل میں اضعفیت مانع صحت بنا، نہیں ہو سکتی ورنہ جس طرح عاری کے پیچھے لابس کی نماز نہیں ہو سکتی یونہی کلاہ پوش کے پیچھے عمامہ بند کی نماز نہ ہو سکے کہ وہ سنیت میں مقتدیوں سے اضعف ہے۔ جیسا یہ مان کر کہ مقتدیوں کے ذمہ سے تراویح ساقط ہو جائیگی پھر یہ فرمانا کہ امام پر نذر ماننا لازم کہ اقتدائے مقتدیان درست ہو صریح تناقض ہے۔

عبارت سغنائی کا ہر گز یہ مفاد نہیں کہ باوصف صحت تراویح صرف اس بنا پر کہ امام ایک بار ختم کر چکا ہے مقتدیوں کے ذمہ سے ختم ساقط نہ ہوگا بلکہ اس کا مبنی صراحۃً وہی تھا کہ تراویح ختم کے لیے تھیں جب ختم ہو چکا تراویح بھی ختم ہو گئیں تو امام نفل محض پڑھ رہا ہے اور متفل کے پیچھے تراویح ادا نہیں ہوتیں، ولہذا تصریح کی کہ ثواب نفل پائیں گے ثواب تراویح نہ پائیں گے، یہ مفاد اس مفاد کے صریح مضاد ہے نہ کہ باہم اتحاد۔

راجا شروع سے معلوم ہے کہ جماعت نفل بہ تداعی مشروع نہیں اور تراویح باجماعت وارد ہوئیں تو وجہ متواتر ماثور پر مقتصر ہوں گی اور وہ یونہی ہے کہ امام مقتدی سب نیت تراویح کرتے یہاں اضعف و اقویٰ کو دخل نہیں، ولہذا اوپر تصحیح گزری کہ تراویح جس طرح متفل کے پیچھے ساقط نہ ہوگی یونہی مفترض کے پیچھے بھی ادا نہ ہوں گی حالانکہ مفترض یقیناً اعظم قوت پر ہے تو جب تک دلیل صریح سے ثبوت نہ دیا جائے

^۱ مجموعہ فتاویٰ درینکہ بعد یک ختم قرآن آیا سنت تراویح الخ مطبع یوسفی لکھنؤ ۱۵۲/۲۵۱

کہ امام کا ایک بار ختم کئے ہوئے ہونا بھی ماثور و متوارث کے خلاف ہے اس پر اس کا قیاس محض بے معنی ہے بالجملہ منتقل کے پیچھے تراویح نہ ہونا تو ضرور منقول بلکہ اس پر فتوائے فحول، اور ایک بار ختم قرآن پڑھ لینے کے باعث حافظ کا امامت دیگر اس سے معزول ہونا کہیں منقول نہیں اور آپ کی اپنی رائے سے بے نقل صحیح حجت و مقبول نہیں۔
خامساً بلکہ امر بالعکس ہے خود اسی خزانۃ الروایات میں کنز الفتاویٰ سے منقول:

رجل امر قوماً فی التراويح و ختم فیہا ثم امر قوماً اخرین لہ ثواب الفضیلة ولہم ثواب الختم ¹	کسی نے تراویح میں امامت کرتے ہوئے قرآن ختم کیا پھر دوسرے لوگوں کی امامت کی تو اب امام کے لیے ثواب فضیلت اور لوگوں کے لیے ختم کا ثواب ہوگا (ت)

یہ صریح جزئیہ ہے اور آپ کے خیال کا صاف رد اور قاضی گجراتی کا ارشاد کہ ہذا الکتاب غیر مشہور بین العلماء فلا وثوق بہ (یہ کتاب علماء کے درمیان مشہور نہیں لہذا اس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا ہے۔ ت) مسلم نہیں، صاحب کنز الفتاویٰ امام احمد بن محمد بن ابی بکر حنفی مصنف مجمع الفتاویٰ و خزانۃ الفتاویٰ ہیں کشف الظنون میں انہیں بلفظ شیخ و امام وصف کیا:

حيث قال كنز الفتاوى للشيخ الامام احمد بن محمد صاحب مجمع الفتاوى الحنفى ²	ان کے الفاظ یہ ہیں کنز الفتاویٰ، شیخ امام احمد بن محمد حنفی صاحب مجمع الفتاویٰ کی کتاب ہے (ت)

سادساً ہم عنقریب واضح کرتے ہیں کہ نذر سے بھی عقدہ کشائی نہ ہوگی امثال فاضل لکھنوی سے قال ابو حنیفۃ والحق کذا (امام ابو حنیفہ نے اسی طرح فرمایا ہے مگر حق یہ ہے۔ ت) فرمانے والے ہیں، مصنف خزانۃ الروایۃ ایک متاخر ہندی قاضی جگن گجراتی کی ایسی تقلید سخت عجیب و بعید

ولكن الله يفعل ما يريد والحمد لله على اراء السبيل السديد والله سبحانه وتعالى	اللہ اپنے ارادے کے مطابق کرتا ہے اور صحیح رہنمائی فرمانے پر اللہ تعالیٰ ہی کی حمد و ثناء ہے اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے جس کی ذات نہایت ہی مقدس و بالا ہے (ت)

بست وسوم اگر وہ مسئلہ و تعلیل قبول کر لیے جائیں تو حافظ مذکور اگر نذر بھی مان لے کہ میں تراویح

¹ خزانۃ الروایات

² کشف الظنون باب الکاف منشورات مکتبۃ المثنیٰ بغداد ۱۵۱۸/۲

مع جماعت و ختم قرآن ادا کروں گا تو اب بھی کار بر آری مسلم نہیں کہ مقتدیوں پر وجوب اصلی تھا اور نذر کا وجوب عارضی ہے اور وہ وجوب اصلی سے، اضعف ہے، تو اضعف پر اقویٰ کی بناء صحیح نہیں۔ فتح اللہ المعین پھر طحاوی پھر رد المحتار میں ہے:

بناء القوی علی الضعیف انما یمنع اذا كانت القوة ذاتیة فلو عرضت بالنذر كما هنا فلا ومن هنا قال فی شرح المبنیة النذر كالنفل ¹ ۔	قوی کی بناء ضعیف پر تب منع ہے جب قوت ذاتی ہو، اگر نذر کی وجہ سے عارضی ہو جیسا کہ یہاں ہے تو پھر مانع نہیں۔ اسی مقام پر شرح منیہ میں ہے کہ نذر نفل کی طرح ہوتی ہے (ت)

اور ضعیف بھی مانئے تو سبب وجوب مختلف ہیں جب بھی بناء صحیح نہ ہوئی جیسے نذر ناذر کی اقتداء نہیں کر سکتا بلکہ ناذر مفترض کی اقتداء نہیں کر سکتا حالانکہ فرض اقویٰ ہے تو سبب وہی کہ سبب جدا ہے۔ در مختار میں ہے:

لا یصح اقتداء ناذر بفترض ولا بنذر لان کلا منہما کمفترض فرضاً اخر الا اذا نذر احد ہما عین منذور الاخر للاتحاد ² ۔	نذر ماننے والے کے لیے فرض ادا کرنے والے اور نذر ادا کرنے والے کی اقتداء صحیح نہیں کیونکہ یہ دونوں الگ الگ فرائض ادا کر رہے ہیں البتہ اس صورت میں جائز ہوگی جب دونوں کی نذر ایک ہو کیونکہ اس صورت میں اتحاد حاصل ہوگا (ت)

مولوی صاحب نے یہاں بھی فاضل لکھنوی کا اتباع کیا اور فاضل لکھنوی نے حسب حوالہ خود قاضی جگن ہندی کا، والحق احق ان یتبع (جبکہ حق ہی اتباع کے لائق تر ہے۔ ت)

بست و چہارم تحقیق یہ ہے کہ جس نے فرض جماعت سے پڑھے اور تراویح تنہا وہ تو جماعت و تر میں شریک ہو سکتا ہے، اور جس نے فرض تنہا پڑھے ہوں اگرچہ تراویح جماعت سے پڑھی ہوں وہ وتر کی جماعت میں داخل نہیں ہو سکتا وقد حققناہ فی فتاؤنا بما یکفی ویشفی (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاویٰ میں اس پر تسلی بخش گفتگو کی ہے۔ ت)

¹ رد المحتار باب الوتر والنوافل دار احیاء التراث العربی بیروت ۴۷۶/۱، طحاوی علی الدر المختار باب الوتر والنوافل دار المعرفۃ بیروت ۲۹۷/۱

² در مختار باب الامامۃ مجتبائی دہلی ۸۴/۱

در مختار میں ہے:

لو لم یصل التراويح بالامام یصلی الوتر معہ ¹ ۔	اگر کسی نے تراویح امام کے ساتھ ادا نہیں کی تو وتر امام کے ساتھ ادا کر سکتا ہے (ت)

جامع الرموز میں ہے:

لکنہ اذا لم یصل الغرض معہ لایتبعہ فی الوتر ² ۔	اگر فرض امام کے ساتھ ادا نہ کئے ہوں تو پھر وتر میں امام کی اتباع نہ کرے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

امالوصلها جباعۃ مع غیبرہ ثم صلی الوتر معہ لا کراہۃ ³ ۔	اگر فرض کسی اور کی اقتداء میں ادا کیے پھر وتر دوسرے امام کے ساتھ پڑھے تو اب کراہت نہ ہوگی (ت)

مولوی عبدالحق صاحب لکھنوی نے بھی فقہائے کرام سے اس کی ممانعت ہی نقل کی اگرچہ صرف اس بنا پر کہ اس کی وجہ اپنی سمجھ میں نہ آئی، اپنی خاص رائے مخالف بتائی، اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں:

در قنیه از عین الائمہ ودر تاتارخانیہ از علی بن احمد رحمہ اللہ تعالیٰ مر قوم کہ ہر کہ فرض باجماعت ادا نہ کردہ باشد وتر ہم بجماعت ادا نہ سازد و ہمچنین در غنیہ وغیرہ مذکور ست لیکن کدای وجہ قوی معتد بہ عدم جواز معلوم نمی شود حق جواز معلوم می شود انتہی ⁴ ۔	در قنیه میں عین الائمہ سے اور تاتارخانیہ میں علی بن احمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ جو شخص فرض جماعت کے ساتھ ادا نہ کرے وہ وتر بھی جماعت سے نہ پڑھے۔ اور اسی طرح غنیہ وغیرہ میں مذکور ہے۔ لیکن اس کے عدم جواز پر قوی و معتد بہ وجہ معلوم نہیں ہو سکی جواز حق معلوم ہوتا ہے انتہی (ت)

امام عین الائمہ کراچیسی و امام علی بن احمد و قنیه وغنیہ و جامع الرموز و ردالمحتار کے نصوص صریحہ کے مقابل صرف آپ کی "معلوم نمی شود" (معلوم نہیں ہو سکی۔ ت) پر عمل کی کوئی وجہ نہیں، کما لا یخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں ہے۔ ت)

¹ در مختار باب الوتر والنوافل مطبع مجتبائی دہلی ۹۹/۱

² جامع الرموز فصل فی الوتر والنوافل مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۲۱۶/۱

³ ردالمحتار باب الوتر والنوافل بحث صلوۃ التراویح دار احیاء التراث العربی بیروت ۴۷۶/۱

⁴ مجموعہ فتاویٰ کتاب الصلوۃ مطبع یوسفی لکھنؤ ۳۶-۱۳۵

بست و پنجم بارہ برس سے کم عمر تخصیص نہیں بلکہ صحیح و مختار یہ ہے کہ نابالغ کے پیچھے بالغوں کی کوئی نماز جائز نہیں اگرچہ ایک دن کم پندرہ برس کا ہو، امامت بالغین کے لیے بلوغ شرط ہے خواہ یہ ظہور آثار مثل احتلام و انزال خواہ بتمامی پانزدہ سال۔ در مختار میں ہے:

لا یصح اقتداء رجل بصبي مطلقاً ولا فی نفل علی الاصح ^۱	بالغ مرد کی اقتداء بچے کے پیچھے مطلقاً اگرچہ نفل نماز میں ہو اصح مذہب پر درست نہیں ہے (ت)

بست و ششم آیت سجدہ کہ نماز میں تلاوت کی جائے سجدہ فوراً واجب ہے، اگر تین آیت کی تاخیر کی گئے گا، پھر اگر عداً سجدہ نہ کیا نہ معاً رکوع کیا کہ سجدہ تلاوت رکوع سے ادا ہو جاتا تو اس کی اصلاح سجدہ سہو سے نہیں ہو سکتی کہ وہ سجدہ سہو ہے کہ نہ سجدہ عمد، اور اگر سجدہ تلاوت کرنا بھول گیا اور حرمت نماز سے باہر نکل گیا تو اب بھی سجدہ سہو نہیں ہو سکتا کہ حرمت سے خروج جیسا کہ مانع سجدہ تلاوت ہے یوں ہی مانع سجدہ سہو، ہاں اگر حرمت نماز میں باقی ہے کلام نہ کیا اٹھ کر چلا نہ گیا اور یاد آیا تو سجدہ تلاوت نماز میں کیا مگر سہوً تاخیر مثلاً دوسری رکعت میں یاد آیا کہ سجدہ تلاوت چاہئے تھا اور اب ادا کیا جب بھی سجدہ سہو کا حکم ہے اگرچہ سجدہ تلاوت نماز میں ادا ہو گیا، در مختار میں ہے:

هی علی التراخی ان لم تکن صلوٰۃ فعلی الفور لصیر ورتھا جزاً منها ویأثم بتأخیرھا ویقضیھا ما دامہ فی حرمة الصلوة ولو بعد السلام، فتح ^۲	سجدہ تلاوت لازم ہوتا ہے تراخی کے طور بشرطیکہ سجدہ مذکورہ نماز میں لازم نہ ہوا کیونکہ اگر نماز میں لازم ہوا تو فی الفور نماز کے اندر کرنا ہی ضروری ہے کیونکہ اب وہ نماز کی جز بن گیا ہے لہذا اس کی تاخیر سے گنہ گار ہوگا اور اس کی قضا بجا لا سکتا ہے جب تک وہ حرمت نماز کے اندر ہے اگرچہ سلام کے بعد ہو، فتح۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قوله ولو بعد السلام ای ناسیاً ما دام فی المسجد ^۳	قوله سلام کے بعد الخ یعنی بھول جانے والا شخص جب تک مسجد میں ہے سجدہ ادا کر سکتا ہے (ت)

^۱ در مختار کتاب الصلوٰۃ مجتہائی و ہلی ۸۴/۱

^۲ در مختار باب سجود التلاوة مجتہائی و ہلی ۱۰۵/۱

^۳ در المختار باب سجود التلاوة دار احیاء التراث العربی بیروت ۵۱۸/۱

اسی میں ہے:

لو اخر التلاویة عن موضعها فان عليه سجود السهو كما في الخلاصة جازماً. بانه لا اعتداد على ما يخالفه وصححه في الولو الجية ¹ ۔	اگر نماز میں سجدہ تلاوت مؤخر کر دیا تو اس کی وجہ سے سجدہ سہو آئے گا جیسا کہ خلاصہ میں بطور جزم بیان ہے یعنی اس کے مخالف قول پر اعتداد نہیں کیا جائیگا، ولوالجیہ نے بھی اس قول کی تصحیح کی ہے۔ (ت)

ایضاً در مختار میں ہے:

سجود السهو يجب بترك واجب سهو افلا سجود في العبود قيل الا في اربع ² ۔	بھول کر ترک واجب میں سجدہ سہو ہوتا ہے لہذا قصداً ترک میں سجدہ سہو نہیں ہوگا، بعض کی رائے میں صرف چار مقامات پر عمدہ ترک واجب میں سجدہ سہو لازم ہو جاتا ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

اشار الى ضعفه تبعا لنور الايضاح لمخالفته للمشهور وقد رده العلامة قاسم بانه لا يعلم له اصل في الرواية ولا وجه في الدراية ³ ۔	نور الايضاح کی اتباع کرتے ہوئے انہوں نے اس کے ضعیف ہونے پر اشارہ کیا ہے کیونکہ یہ قول مشہور کے خلاف ہے، اور علامہ قاسم نے اس کی یوں تردید کی ہے کہ اس قول کی روایت میں کوئی اصل معلوم نہیں اور نہ ہی اس پر کوئی عقل دلیل موجود ہے (ت)

بست و ہفتم در بارہ ہلال تار کی گواہی شرعاً محض باطل و نامعتبر و حقیقتاً نہایت بے اعتبار و ناہم (ہم نے اس کی اپنے فتاویٰ میں خوب تفصیل بیان کی ہے جس پر اضافہ دشوار۔ ت) نامعتبر شرعی کا درجہ اعتبار کو پہنچا کیونکہ، یہاں بھی مولوی صاحب نے مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی کا اتباع کیا ہے مولوی صاحب لکھنوی نے با آنکہ جابجا خود بے اعتبار تار کی تصریح کی، جلد اول ص ۵۲۳ اس باب (یعنی رویت ہلال) میں صرف خبر، تار یا تحریر خطی کافی نہیں جب تک کہ بطور کتاب القاضی الی القاضی (قاضی کا دوسرے قاضی کی طرف لکھنا۔ ت) کی تحریر نہ پہنچے، قاعدہ الخط یشبہ الخط (تحریر دوسری تحریر کے مشابہ ہوتی ہے۔ ت) کا مشہور ہے⁴۔ ایضاً صفحہ ۵۳۰ بحسب ضوابط فقیہ مجر و اخبارات تار وغیرہ در باب

¹ ردالمحتار باب سجود السهو و احياء التراث العربي بیروت ۱۴۹۷ھ

² در مختار باب سجود السهو مجتبائی دہلی ۱۰۲ھ

³ ردالمحتار باب سجود السهو و احياء التراث العربي بیروت ۱۴۹۷ھ

⁴ مجموعہ فتاویٰ کتاب الصوم مطبع یوسفی لکھنؤ ۱۲۷۲ھ

حکم صوم و افطار معتبر نہیں¹۔ صفحہ ۱۰۶ پر یہ لکھا:

رویت ہلال کے بارے میں خبروں کی شہرت معتبر ہے، اگر کسی شہر سے یہ خبر آئے کہ گزشتہ رات اس جگہ چاند دیکھا گیا ہے یا تار کے ذریعے یہ خبر معلوم ہو تو جب تک کثیر تحریروں اور متعدد خبروں کے ذریعے یہ خبر شہرت حاصل نہ کرے اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ (ت)	واقعی در باب رویت ہلال شہرت اخبار معتبرست اگر از شہرے خبرے رسیدہ کہ بہ شب گزشتہ در آنجا رویت شدہ یا بواسطت تار برقی دریافت ایں امر شدہ تا وقتیکہ شہرت آں نہ شود از تحریرات کثیرہ و اخبار عدیدہ معلوم نہ شود اعتبار آں نباید ساخت ² ۔

اس کی شہرت ہو جانے سے یہ تو مراد نہیں ہو سکتی کہ جب اس شہر میں خبر مشہور ہو گئی کہ فلاں جگہ سے تار آیا ہے تو اب وہی تار جس کی خبر شرعاً ناکافی اور بحسب ضوابط فقیہ نامعتبر تھی معتبر ہو جائیگا اسے تو کوئی عاقل گمان نہ کرے گا ورنہ کسی فاسق، فاجر، شراب خور، زنا کار کی خبر شہر میں اڑ جائے کہ وہ اپنا چاند دیکھنا بیان کرتا ہے تو چاہئے کہ معتبر ہو جائے، حالانکہ تار اُس سے بھی زیادہ بے اعتبار، کہ فاسق اہل شہادت ہے ولہذا اگر حاکم شرع اس کی شہادت قبول کر لے حکم صحیح ہو جائے گا اگرچہ حاکم آثم ہو نص علیہ فی الفتح والبحر و دروغیرہ من الاسفار الغر (فتح، بحر، دروغیرہ دیگر مشہور کتب میں اس پر تصریح ہے۔ ت) اور تار اصلاً اہلیت شہادت نہیں رکھتا، ہاں شاید یہ مراد ہو کہ جب اُس شہر سے متعدد تار آئیں تو اعتبار کیا جائے گا اور یہ اُس استفاضہ و شہرت میں داخل ہوگا جسے فقہائے کرام نے در بارہ رویت ہلال معتبر رکھا ہے مگر خیال نہ کیا کہ یہ تعدد ہوگا تو مروی عنہ میں نہ راوی میں کہ یہاں بھی تار بابو اُن سب تاروں کا ناقل ہوگا حالانکہ اُن میں اکثر کفار ہوتے ہیں تو یہ استفاضہ مختصرہ اُس سے بھی بدتر ہوگا کہ ایک فاسق فاجر سرباز پکارتا پھرے کہ فلاں شہر میں لاکھ آدمیوں نے چاند دیکھا ہے کیا اسے استفاضہ کہیں گے حاشا و کلاً، اور جہاں تار گھر متعدد بھی ہوں اور فرض کریں کہ ہر آفس میں اُس شہر سے خبر آئی تو کیا چند کافریا فاسق یا مجہول آکر کہہ دیں کہ فلاں جگہ کے فلاں فلاں سگان نے ہم سے اپنا چاند دیکھنا بیان کیا تو یہ حکایت محضہ تاحد استفاضہ پہنچے گی، استغفر اللہ تار والا تو بے چارہ اتنی بات کا بھی گواہ نہیں اُس نے تو تار میں ایک حرکت پائی اور اس سے کچھ حروف مصطلح سمجھے جو نہایت جلدی میں کمال بے جزی کے ساتھ ایک کاغذ پر لے کر چپراسی کے حوالے کئے، حرکت دینے والے بھی خود رویت ہلال

¹ مجموعہ فتاویٰ کتاب الصوم مطبع یوسفی لکھنؤ ۱/۲۷۳

² مجموعہ فتاویٰ کتاب الصوم مطبع یوسفی لکھنؤ ۱/۲۶۴

والے نہ تھے وہاں کے بنگالی باؤ یا ہندو یا نصاریٰ وغیرہم تھے، اُن کے پاس چاند دیکھنے والے خود نہ آئے، ایک پرچے پر لکھ کر یا خود انگریزی نہ جانی تو کسی ہندو وغیرہ کفار سے انگریزی کرا کر کسی نوکر چاکر یا راہ چلتے کے ہاتھ تار آفس میں بھیج دی وہ وہاں کا بابو یہاں بھیج دے گا اس کی بلا کو بھی غرض نہیں کہ جس کے نام سے تار جاتا ہے خود وہ بھیجتا بھی ہے یا کسی نے محض جھوٹ اس کی طرف سے تار دلوایا ہے ایسے نفیس سلسلے کی خبر اگر شرع معتبر کرے تو قیامت ہے، یہ تو تار کے مملات ہیں، زبانوں کی کہی ہوئی خود ہمارے آگے مسلمانوں کی ادا کی ہوئی ہزار افواہ بازار ہر گز استفاضہ شرعیہ نہیں جب تک پایہ ثبوت و تحقیق کو نہ پہنچیں پھر متعدد تاروں سے سوا اس کے کہ گورنمنٹ کے خزانے میں چند روپے داخل ہو گئے، اور کیا نتیجہ! یہاں جو استفاضہ شرع نے معتبر فرمایا اس کے معنی معلوم کیجئے، ردالمحتار میں ہے:

شیخ رحمۃ کہتے ہیں کہ استفاضہ کا معنی یہ ہے کہ اس شہر سے متعدد جماعتیں آئیں اور ہر کوئی یہ اطلاع دے کہ انہوں نے چاند دیکھ کر روزہ رکھا ہے محض ایسی افواہ سے نہیں کہ جس کے پھیلانے والا معلوم نہ ہو جیسا کہ بہت سے باتیں شہروں میں پھیل جاتی ہیں اور ان کے پھیلانے والا معلوم نہیں ہوتا، تو ایسی بات سُننا مناسب نہیں چہ جائیکہ اس سے کوئی حکم شرعی ثابت کیا جائے اھ قلت یہ کلام بہت ہی خوب ہے، ذخیرہ کے ان الفاظ میں بھی یہی بات ہے کہ جب مشہور و متحقق ہو جائے تب لازم ہوگا کیونکہ ثبوت و تحقیق محض افواہ سے نہیں ہوگا۔ (ت)	قال الرحمتی معنی الاستفاضة ان تأتي من تلك البلدة جماعات متعددة كل منهم يخبر عن اهل تلك البلدة انهم صاموا من رؤية لا مجرد الشیوع من غیر علم بمن اشاعه كما قد تشیع اخبار يتحدث بها سائر اهل البلدة ولا يعلم من اشاعها فمثل هذا لا ينبغی ان یسمع فضلا من ان یتثبت به حکم اھ قلت وهو کلام حسن ویشیر الیه قول الذخیرة اذا استفاض وتحقق فان التحقق لا یوجد بمجرد الشیوع¹۔

دیکھئے استفاضہ اس کا نام ہے کہ اُس شہر سے متعدد جماعتیں آئیں اور سب یک زبان خبر دیں کہ وہاں رؤیت ہوئی اور روزہ چاند دیکھ کر رکھا، بے تحقیق خبریں جن کی سند معلوم نہیں اگرچہ تمام اہل شہر کی زبان پر ہوں، کان رکھنے کے قابل نہیں ہوتیں، نہ کہ اُن سے کسی حکم شرعی کا اثبات، انصاف کیجئے تو تار کی یہی حالت ہے شہر والے ہر گز یہ بھی نہیں بتا سکتے کہ یہ اشاعت کن لوگوں کے ہاتھوں سے ہوئی، تار کے فارم کس نے لکھے،

¹ ردالمحتار کتاب الصوم دار احیاء التراث العربی بیروت ۹/۲

تار بابو کو فارم دینے کون گیا، وہاں کا تار بابو کون تھا، یہاں کون ہے چہر اسی کہ دے گیا کون تھا تو وہی رہا کہ لا یعلم من اشاعہا (اسے مشہور کرنے والے کا علم نہیں۔ ت) اور استفاض لغوی کے ساتھ تحقیق متحقق نہ ہوا کہ استفاضہ شرعی ہوتا، اور یہیں سے ظاہر کہ انتظام زمانہ حال جس پر مولوی لکھنوی صاحب نے اعتماد و اتکال کیا یہاں کچھ بھی بکار آمد نہیں، انتظام اس کا ہے کہ تار جو دیا جائے اپنی تین مقررہ میعادوں پر بھیج دیا جائے گا اس میں فرق نہ آئے گا مکتوب الیہ ملا تو اسے پہنچا دیا جائے گا، آفس کی غلطی سے نہ پہنچا تو محصول اتنی مدت تک واپس دیا جائے گا، یہ انتظام اصلاً نہیں کہ تار دینے جو آئے اس کی شناخت لی جائے کہ آیا وہی ہے یا دوسرا شخص غلط اس کے نام سے دیتا ہے، نہ اس کا انتظام ہے کہ فارم لکھنے والے نے کلام قائل کا صحیح ترجمہ کیا ہے یا اُس نے کچھ کہا اور یہ تار کے تنگ لفظوں میں اُسے ادا نہ کر سکا، یا محصول کے بچاؤ کو مطلب ناقص رہ گیا، نہ اس کا انتظام ہے کہ تار دینے، لینے، پہنچانے والے عادل، ثقہ، متقی ہو نا درکنار، مسلمان ہی ہوں، پھر انتظام مذکور نے کیا کام دیا، باقی تفصیل فتاویٰ فقیر میں ملاحظہ ہو اور ان تمام خرابیوں سے قطع نظر کیجئے تو قبول استفاضہ جس امر پر مبنی تھا یہاں عامہ بلاد میں سرے سے وہ مبنی ہی مفقود ہے، مبنی یہ تھا کہ استفاضہ سے اُس شہر میں روزہ ہونا بالیقین ثابت ہوگا اور شہر عادیہ حاکم شہر سے خالی نہیں ہوتا اور روزہ وعید حکم حاکم اسلام ہی سے ہوا کرتے ہیں تو اس استفاضہ سے معلوم ہوگا اُس شہر میں حاکم شرع نے حکم دیا اور اس کا حکم حجت شرعیہ ہے لہذا مقبول ہوگا جیسے دو گواہ عادل گواہی دیں کہ ہمارے سامنے فلاں حاکم شرع کے یہاں شہادتیں گزریں اور اس نے حکم دیا۔ ردالمحتار میں ہے:

جب استفاضہ خبر متواتر کی طرح ہے اور اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ اس شہر کے لوگوں نے فلاں دن روزہ رکھا ہے تو اس پر عمل ہوگا کیونکہ عادیہ شہر حاکم شرعی سے خالی نہیں ہوتا تو ایسی صورت میں لامحالہ ان کا روزہ ان کے حاکم شرعی کے فیصلے پر مبنی ہوگا تو اب استفاضہ بمعنی حکم مذکور کا نقل کرنا ہوگا۔ (ت)

الاستفاضة لما كانت بمنزلة الخبر المتواتر وقد ثبت بها ان اهل تلك البلدة صاموا يوم كذا الزم العمل بها لان البلدة لا تخلو عن حاكم شرعي عادة فلا بد من ان يكون صومهم مبنياً على حكم حاكمهم الشرعي فكانت تلك الاستفاضة بمعنى نقل الحكم المذكور¹۔

¹ ردالمحتار کتاب الصوم دار احیاء التراث العربی بیروت ۹۴/۲

یہاں عامہ بلاد میں نہ حاکم شرعی نہ لوگ پابند احکام شرعیہ، پھر استفادہ ہوا بھی تو کیا وحسبنا اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔
 بست و ہشتم مسئلہ اختلافِ مطالع کی تحقیق اعلیٰ وجہ اتفق پر بحمد اللہ تعالیٰ بیان ہو چکی جس سے روشن کہ وہ اصلاً کبھی کسی ہلال میں
 معتبر ہونے کے قابل نہیں۔ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک ارشاد:

انامۃ الامیۃ لا نکتب ولا نحسب، الشهر هکذا و هکذا	ہم اُمی امت ہیں نہ لکھتے ہیں اور نہ حساب جانتے ہیں ہم ماہ کو یوں یوں شمار کرتے ہیں الحدیث (ت)

مطلقاً اس کے ابطال و اہمال کو کافی و دافی، کہ اس کی بنا پر مہینے میں انہیں حسابات غیر مضبوط پر ہے جن کو شرع مطہر یکسر ساقط
 النظر فرما چکی، مگر دربارہ ہلال اضحیٰ علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو براہِ بشریت ایک اشتباہ واقع ہوا اور انہیں گمان گزرا یہاں
 اس کا اعتبار چاہئے وہ خود بھی اسے مسئلہ مذہب نہیں بتاتے صرف اپنی ایک رائے کہتے اور تصریح فرماتے ہیں کہ یہ حکم میں نے
 کسی کتاب میں نہ دیکھا اور اس کی بناءً دو^۱ بلکہ ایک ہی امر پر کرتے ہیں اگر وہ اپنے اس خیال کا منشا ظاہر نہ فرماتے تو شبہ رہتا کہ
 شاید یہاں کوئی دقیقہ ہو مگر الحمد للہ کہ ان کے بیان نے امر واضح کر دیا اُن دونوں امر میں علامہ شامی کی رائے سامی سے
 لغزش ہوئی ہے تو ان کے اتباع کی طرف ہر گز سبیل نہیں۔

امر اول یہ فرمایا کہ اختلافِ مطالع صوم میں تو اس لیے نا معتبر ہوا تھا کہ حدیث نے اُسے مطلق روایت سے متعلق فرمایا تھا جب
 کہیں چاند دیکھا گیا روایت ہو گئی، بخلاف اضحیہ کہ اس کا ویسا تعلق وارد نہیں۔
 امر دوم یہ کہ کلام علما سے کتاب الحج میں مفہوم ہوتا ہے دربارہ حج اختلافِ مطالع معتبر ہے تو اگر بعد و قوف گواہ گزریں کہ آج
 دسویں تھی قبول نہ کی جائے گی۔ رد المحتار میں فرمایا:

لا يعتبر اختلافها بل يجب العمل بالاسبق رؤية وهو المعتمد عندنا و عند المالکۃ والحنابلة لتعلق الخطاب عاماً بمطلق الرؤية في حديث صوموا لرؤيته ^۲	اختلافِ مطالع کا اعتبار نہ ہوگا بلکہ پہلے چاند کی روایت پر عمل واجب ہوگا اور یہی ہمارے (احناف)، مالکیہ اور حنابلہ کے ہاں معمد ہے کیونکہ حدیث پاک "صوموا لرؤيته"۔ (چاند دیکھنے پر روزہ رکھو) میں خطاب مطلق روایت کو شامل ہے۔ (ت)

^۱ سنن ابی داؤد کتاب الصیام آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۳۱۷

^۲ رد المحتار مطلب فی اختلاف المطالع دار احیاء التراث العربی بیروت ۹۶/۲

تنبیہ: کتب الحج میں کلام علماء سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ حج میں اختلافِ مطالع کا اعتبار ہے کیونکہ اگر واضح ہو جائے کہ کسی دوسرے شہر میں ایک دن پہلے چاند دیکھا گیا تھا تو اب حجاج پر کوئی شے بھی لازم نہ ہوگی، اور کیا قربانی کے بارے میں غیر حجاج کے حق میں بھی یہی کہا جائے گا؟ اس بارے میں حکم میری نظر سے نہیں گزرا، ظاہر یہی ہے (کہ اختلافِ مطالع کا اعتبار ہوگا) کیونکہ صوم میں اختلافِ مطالع کا اعتبار اس لیے نہیں کہ حدیث مبارک میں روزہ کا تعلق مطلق رویت سے ہے بخلاف قربانی کے کہ اس میں ظاہر یہی ہے کہ یہ اوقات نماز کی طرح ہے ہر قوم پر اپنے اوقات کے مطابق عمل لازم ہوگا۔ (ت)	تنبيه: يفهم من كلامهم في كتاب الحج ان اختلاف المطالع فيه معتبر فلا يلزمهم شئ لو ظهر انه رؤى في بلدة اخرى قبلهم بيوم وهل يقال كذلك في حق الاضحية لغیر الحجاج لم اره والظاهر نعم لان اختلاف المطالع انما لم يعبر في الصوم لتعلقه بمطلق الرؤية وهذا بخلاف الاضحية فالظاهر انها كواقات الصلوة يلزم كل قوم العمل بما عندهم¹۔

اقول: دونوں صحیح نہیں، الحمد للہ دربارہ اضحیہ بھی ویسی ہی حدیث وارد ہے جیسی صوم و افطار میں تھی شرع نے اُسے بھی مطلق رویت سے ویسا ہی متعلق فرمایا ہے جیسا اُن دونوں کو سنن ابی داؤد شریف میں امیر مکہ حارث بن حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے:

ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی کہ رویت پر قربانی کریں پھر اگر ہمیں رویت نہ ہو اور دو گواہ عادل گواہی دیں تو ان کی گواہی سے قربانی کر لیں۔	قال عهد الينا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ان ننسك للرؤية فان لم نره وشهد شاهدا عدل نسكنا بشهادتهما²۔

امام دارقطنی نے فرمایا: هذا اسناد متصل صحيح³ (اس کی سند متصل اور صحیح ہے۔ ت)۔ اور حج میں ردِ شہادت نہ بنائے اعتبار اختلاف ہے ورنہ مہینہ بھر سے فاصلہ کی رویت گواہ بیان کریں تو مقبول ہو، حالانکہ علماء مطلقاً دفرماتے ہیں بلکہ اس کی وجہ دفع حرج ہے جیسا کہ لباب و شرح لباب میں تصریح ہے یعنی ہزار ہا کوس کے فاصلوں سے تمام اقطار و اطراف زمین سے لاکھوں بندہ خداج کے لیے

¹ رد المحتار مطلب فی اختلاف المطالع دار احیاء التراث العربی بیروت ۹۶/۲

² سنن ابی داؤد کتاب الصیام آفتاب عالم پریس لاہور ۳۱۹/۱

³ دارقطنی باب الشہادت علی رویتہ الملالم حدیث نمبر انشر السنۃ ملتان ۱۶۷/۲

حاضر ہوئے اب کہ وقت گزر گیا گواہ گواہی دینے آئے کہ تم نے دسویں کو وقوف عرفہ کیا تمہارا حج نہ ہوا، کتنا بڑا حرج عظیم ہے، لاکھوں بندوں کے کروڑوں روپے کا خرچ اور جانوں کی مشقتیں سب برباد گئیں، اب یا تو سال بھر اور یہ تمام لشکر ہائے عظیم الشان مکہ معظمہ میں پڑے رہیں کہ نہ انہیں روٹی نصیب ہو نہ اہل مکہ کے لیے دانہ بچے یا حکم دیا جائے کہ سب اپنے وطنوں کو واپس جا کر ویسے ہی کروڑوں کے خرچ اور جانوں کی مشقت سے پھر سال آئندہ حاضر ہوں ان دونوں آفتوں سے اُن دونوں گواہوں کی تغلیط آسان تر ہے۔

وقد قال الله تعالى وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ ^۱ ۔	اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے: اللہ نے تم پر دین میں تنگی نہیں فرمائی۔ (ت)

ولمذا وہی علماء تصریح فرماتے ہیں کہ اگر وقت ہنوز باقی اور تدارک ممکن ہے گواہی مقبول ہوگی پھر اعتبار اختلاف مطالع کدھر رہا۔ در مختار میں ہے:

شہد و ابعاد الوقوف، بوقوفہم بعد وقته لا تقبل شہادتہم والوقوف صحیح استحسنًا حتی الشہود للخرج الشدید وقبلہ ای قبل وقته قبلت ان امکن التدارک لیلا مع اکثرہم والا ^۲ ۔	اگر وقوف عرفات کے بعد گواہوں نے گواہی دی کہ حاجیوں کا وقوف وقت کے بعد ہوا ہے تو گواہی مقبول نہ ہوگی اور استحسنًا حاجیوں کا وقوف صحیح ہوگا ورنہ حرج شدید لازم آئے گا، اور اگر گواہوں نے گواہی وقوف سے پہلے دی تو گواہی مقبول ہوگی بشرطیکہ رات کو اکثر لوگوں کے ساتھ تدارک ہو سکے ورنہ نہیں (ت)

خود اسی ردالمحتار میں ہے:

لو شہد و ابعاد الوقوف قبل وقته قبلت شہادتہم بخلاف الشہادة بانہم وقفوا بعد یومہ فان التدارک غیر ممکن اصلا فلذا لم تقبل ^۳ (ملخصًا)	اگر وقوف کے بعد گواہوں نے یہ گواہی دی کہ وقوف وقت سے پہلے ہوا ہے تو گواہی مقبول ہوگی، بخلاف اس صورت کے جب یہ گواہی ہو کہ وقوف یوم عرفہ کے بعد ہوا کیونکہ اس صورت میں تدارک ممکن نہیں اس لیے گواہی مقبول نہ ہوگی (ت)

^۱ القرآن ۷۸/۲۲

^۲ در مختار باب الہدی مجتہبائی و ہلی ۱۸۳/۱

^۳ ردالمحتار باب الہدی دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۵۱-۵۲/۲

ان تصریحات کے بعد اُس سے اعتبار اختلاف مطالع کی طرف خیال جانا محض شانِ بشریت ہے۔

کذلک یریکم اللہ ایتہ فی الافاق وفي انفسکم لعلکم تذکرون۔	اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے آفاق میں اور خود تمہارے اندر تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔ (ت)

ہست و نہم چالیس^{۴۰} روپے کو نصاب قرار دینے میں بھی شاید مولوی صاحب نے مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی کا اتباع کیا ہے، مگر وہ صحیح نہیں، صحیح چھپن^{۵۱} روپے ہے جیسا کہ جواہر اخلاطی سے ثابت ہے اور ہم نے اپنے فتاویٰ میں اُسے مفصل ذکر کیا۔
سیم تاریخ ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۹ کو شب قدر بالا اختلاف اور ۲ رمضان کو شب قدر بالاتفاق فرمانے میں شاید اتفاق سے مراد قولِ جمہور ہوا اگرچہ بالا اختلاف سے اس کا مقابلہ سخت موہم خلاف ہے ورنہ لازم آئے گا کہ اُن تاریخوں میں شب قدر ماننے والوں کے نزدیک ایک رمضان میں دو دو شب قدر ہوں، ایک ان کے قول خاص کے مطابق اور دوسری ۲ کو قول متفق علیہ کے موافق۔ یونہی اس اشتہار میں اغلاط بکثرت ہیں مگر بعد ایام مبارک، اگر انصاف و ہدایت مطلوب ہو تیس^{۳۰} رد کیا کم ہیں، واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم واحکم۔



درء القبح عن درک وقت الصبح ۱۳۲۶ھ (صبح صادق کو سمجھنے میں کوتاہی کا ازالہ)

بسم الله الرحمن الرحيم

الله رب محمد صلى عليه وسلم

مسئلہ ۲۶۳: از بازار لال کرتی کیمپ میرٹھ مرسلہ شیخ محمد احسان الحق حنفی قادری ۱۲ رمضان ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مبین و مفتیان شرع متین اس باب میں کہ شریعت میں صبح صادق کا کوئی کلیہ قاعدہ ہے جس کے ذریعہ سے معلوم ہو جایا کرے کہ صبح صادق فلاں وقت ہوتی ہے، اور آنکھوں سے دیکھنے کی کچھ ضرورت نہ رہے یا کوئی حساب اور کلیہ قاعدہ نہیں ہے بلکہ آنکھوں سے دیکھنے ہی پر منحصر ہے، اگر قاعدہ کلیہ نہیں ہے تو مفتاح الصلوٰۃ میں جو بحوالہ خزانۃ الروایات لکھا ہے کہ رات کا ساتواں حصہ فجر ہوتا ہے اس کا کیا مطلب ہے؟ بینوا اتوجروا
الجواب:

شریعت مطہرہ محمدیہ علی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتیمۃ نے نماز روزہ حج و زکوٰۃ وعدت وفات و طلاق ومدت حمل و ایلا و تاویل عنین و منتائ حیض و نفاس وغیر ذلک امور کے لئے یہ اوقات مقرر فرمائے

یعنی طلوع صبح و غروب شمس و نصف النہار و مثلین و روز و ماہ و سال ان سب کے ادراک کا مدار رویت و مشاہدہ پر ہے ان میں کوئی ایسا نہیں جو بغیر مشاہدہ مجرد کسی حساب یا قانون عقلی سے مدرک ہو جاتا، ہاں رویت و مشاہدہ ان سب کے ادراک کا سبب کافی ہے اور یہی اس شریعت عامہ تامہ شاملہ کالمہ کے لائق شان تھا کہ تمام جہان کے لیے اتزی ہے اور ان میں اکثر وہ ہیں کہ دقائق محاسبات ہیئت و زج کی تکلیف انہیں نہیں دی جاسکتی، انا امة امیة لا نکتب ولا نحسب¹ (ہم اُمی اُمت ہیں نہ لکھتے ہیں اور نہ حساب کرتے ہیں۔ ت) فرما کر اپنے تمام غلاموں کے لیے ایک آسان اور واضح راستہ کھول دیا اور ان تمام اوقات کے لیے حکیم رحیم عزجلالہ نے دو کھلی نشانیاں مقرر فرمادیں چاند اور سورج جن کے اختلاف احوال پر نظر کر کے خواص و عوام سب اوقات مطلوبہ شرعیہ کا ادراک کر سکیں،

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا تورات کی نشانی مٹی ہوئی رکھی اور دن کی نشانیاں دکھانے والی کہ اپنے رب کا فضل تلاش کرو اور برسوں کی گنتی اور حساب جانو اور ہم نے ہر چیز خوب جُدا جُدا ظاہر فرمادی۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تم سے چاند کو پوچھتے ہیں تم فرمادو وہ وقت کی علامتیں ہیں لوگوں اور حج کے لیے۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ تمہارے لیے ظاہر ہو جائے سفیدی کا ڈور سیاہی کے ڈور سے پو پھٹ کر، پھر رات آنے تک روزے پورے کرو۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد اقدس ہے: تم چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر روزہ چھوڑو۔ (ت)	کہا قال تعالیٰ وَجَعَلْنَا الْاَيْلَ وَالنَّهَارَ اَيَاتٍ لِّبَنِي اٰدَمَ وَجَعَلْنَا اَيَّةَ الْاَنْهَارِ مُبَصِّرًا تَلْتَلَتْنَعُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوْا اَعْدَادَ السِّنِّينَ وَالْحِسَابِ ۚ وَكُلَّ شَيْءٍ فَضَّلْنَاهُ تَفْصِيْلًا ۝۲ وقال تعالیٰ يَسْأَلُوْكَ عَنِ الْاَهْلِ ۚ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَاجِّ ۝۳ قال تعالیٰ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِّنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۚ ثُمَّ اَتَّبِعُوا الصِّيَامَ اِلَى الْاَيْلِ ۝۴ وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صوموا لرؤیتہ وافطر والرؤیتہ ۝۵

پھر ان میں بعض تو وہ ہیں جن کا مدار صرف رویت پر ہی رہا وہ ہلال کہ ان اللہ امدہ

¹ سنن ابی داؤد کتاب الصیام آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۳۱۷

² القرآن ۱۲/۱۷

³ القرآن ۱۹۰/۲

⁴ القرآن ۱۸۷/۲

⁵ صحیح بخاری کتب الصوم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۵۶/۱

لرؤیتہ^۱ (بیشک اللہ تعالیٰ نے چاند کا مدار رؤیت پر رکھا ہے۔ ت) اس کے ظہور و خفاء کے وہ اسباب کثیرہ نامنضبط ہیں جن کے لیے آج تک کوئی قاعدہ تک کوئی قاعدہ منضبط نہ ہو سکا۔ ولہذا بطلموس نے محبلی میں بآئکہ متخیرہ خمسہ و کواکب ثوابت کے ظہور و خفاء کے لیے باب وضع کیے مگر رؤیت ہلال سے اصلاً بحث نہ کی، وہ جانتا تھا کہ یہ قابو کی چیز نہیں، اس کا میں کوئی ضابطہ کلیہ نہیں دے سکتا، بعد کے لوگوں نے اپنے تجارب کی بناء پر اگرچہ لحاظ درجہ ارتفاع یا بعد سوا یا بعد معدل و قوس تعدیل الغروب وغیر ذلک کچھ باتیں بیان کیں مگر وہ خود ان میں شدت مختلف ہیں اور باوصف اختلاف کوئی اپنے قرار داد پر جازم بھی نہیں جیسا کہ واقف پر ظاہر ہے اسی لیے اہل ہیئت جدیدہ بآئکہ محض فضول باتوں میں نہایت تدقیق و تعمق کرتے ہیں اور سالانہ المنک میں ہر روز کے لیے قمر کے ایک ایک گنٹھ کا میل و مطالع قمر اور ہر مہینہ میں آفتاب کے ساتھ اس کے جملہ انظار اجتماع و استقبال و ترجیح ایمن والیسر کے وقت دیتے ہیں اور ہر تاریخ پر متخیرات و ثوابت کے ساتھ اس کے قرانات بیان کرتے ہیں مگر رؤیت ہلال کا وقت نہیں دیتے وہ بھی سمجھے ہوئے ہیں کہ یہ ہمارے بوتے کا نہیں ولہذا ہمارے علماء نے تصریح فرمائی کہ اس بارہ میں قول اہل توقیت پر نظر نہ ہوگی، در مختار میں وہانیہ سے ہے: وقول اولی التوقیت لیس بموجب^۲ (اہل توقیت کا قول سبب وجوب نہیں نہیں سکتا۔ ت) اور باقی وہ ہیں کہ اگرچہ اُن کا اصل مدار رؤیت نہ ہو سکتا تھا مگر رؤیت ہی کے تکرر سے تجربہ نے اُن کے بارے میں ضوابط کلیہ دیئے جن کا ادراک بے رؤیت نہ ہو سکتا تھا مگر بعد ادراک وہ قاعدہ مقرر ہو کر وقت کو قوانین علم ہیئت و تزج کے ضابطہ میں لے آنا میسر ہوا جس کے سبب ہم پیش از وقت حکم لگا سکتے ہیں کہ فلاں وقت مطلوب شرعی فلاں گھنٹے منٹ سیکنڈ پر واقع ہوگا۔ واقف فن کا وہ حکم لگایا ہوا کبھی خطا نہ کرے گا کہ آخر مدار کار شمس و قمر کی چال پر ہے اور اُن کی چال عزیز علیم نے ایک حساب مضبوط پر منضبط فرمائی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: سورج اور چاند حساب سے ہیں۔ اور
ارشاد ربانی ہے: یہ حکم ہے زبردست علم والے کا۔ (ت)

قال تعالیٰ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ^۳
وقال تعالیٰ ذَلِكْ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ^۴۔

^۱ سنن الدار قطنی کتاب الصیام حدیث ۲۶ نشر السنۃ ملتان ۱۲۲/۲

^۲ در مختار کتاب الصوم مجتبائی دہلی ۱۳۸/۱

^۳ القرآن ۵۵/۵

^۴ القرآن ۳۸/۳۶

حساب تو قطعی تھا ہی، جتنی بات کی طرف اسے راہ نہ تھی وہ مکرر رویت نے براہ تجربہ بتادی اور اب تجربہ و حساب دو قطعوں سے مل کر حکم قطعی ہمارے ہاتھ آگیا مثلاً طلوع و غروب اگر نجومی مراد ہوتے یعنی مرکز شمس کا افق حقیقی پر طرفین شرق و غرب میں انطباق کہ ان کے جاننے کے لیے رویت کی کچھ حاجت نہ تھی، شہر کا عرض اور جزر شمس کا میل ہونا ہی اُن کا وقت بتانے کے لیے کافی و وافی ہوتا جس کے ذریعہ سے ہم ہر عرض کے لیے جداول تعدیل النہار تیار کر لیتے ہیں مگر شرع مطہر میں اس طلوع و غروب کا کچھ اعتبار نہیں، طلوع و غروب عرفی درکار ہے یعنی جانب شرق آفتاب کی کرن چمکنا یا جانب غرب کل قرص آفتاب نظر سے غائب ہو جانا اس میں بھی اگر صرف نصف قطر آفتاب کا قدم در میان ہوتا تو دقت نہ تھی، مرکز عالم سے آفتاب کا ہر جزو مرکز شمس پر بعد دریافت کر کے ہر روز کے نصف قطر کی مقدار دریافت کر سکتے تھے جس کی جدول المنک میں دی ہوئی ہوتی ہے مگر بالائے زمین ۴۵ میل سے ۵۲ میل تک علی الاختلاف بخارات ہوا، غلیظ کا محیط ہونا اور شعاع بصر کا پھیلے اس ملاء غلیظ پھر اُس کے بعد ملاء صافی میں گزر کر افق میں پہنچنا حکیم عزوجل کے حکم سے اشعہ بصریہ کے لیے موجب انکسار ہوا جس کے سبب آفتاب یا کوئی کوکب قبل اس کے کہ جانب شرق افق حقیقی پر آئے نظر آنے لگتا ہے اور جانب غرب بالآفاق حقیقی پر اس کا کوئی کنارہ باقی نہیں رہتا، دیر تک ہمیں نظر آتا رہتا ہے، یہ انکسار ہی وہ چیز ہے جس نے صد ہا مومنین کو بیچ و تاب میں رکھا اور طلوع و غروب کا حساب ٹھیک نہ ہونے دیا اور یہی وہ بھاری تیج ہے جس سے آجکل عام جنتریوں والوں کے طلوع و غروب غلط ہوتے ہیں اس انکسار کی مقدار مدت دریافت کرنے کو عقل کے پاس کوئی قاعدہ نہ تھا جس سے وہ محتاج رویت نہ رہتی، ہاں سالہا سال کے مکرر مشاہدہ نے ثابت کیا کہ اس کی مقدار اوسطاً ۳۳ دقیقہ فلکیہ ہے، اب ضابطہ ہمارے ہاتھ آگیا کہ ان ۳۳ دقیقوں سے اختلاف منظر کے ۹ ثانیہ منہا کر کے باقی پر اس کا نصف قطر شمس زائد کریں، یہ مقدار انحطاط شمس ہوگی یعنی طلوع یا غروب کے وقت آفتاب افق حقیقی کے اتنے دقیقے نیچے ہوگا، جب قدر انحطاط معلوم ہوئی تو دائرہ ارتفاع کے اجزاء سے وقت و طالع معلوم کرنے کے قاعدوں نے جو علم ہیئت و زج میں دے ہوئے ہیں راہ پائی اور ہمیں حکم لگانا آسان ہو گیا کہ فلاں شہر میں فلاں دن اتنے گھنٹے منٹ سکند پر آفتاب طلوع کرے گا اور اتنے پر غروب معمول سے زیادہ ہوا میں رطوبت یا ثافت اگر چہ انکسار میں کچھ کمی بیشی لاتی ہے جس کا ادراک تھرمامیٹر اور بیرومیٹر سے ممکن، اور وہ قبل از وقوع نہیں ہو سکتا، مگر یہ تفاوت معتد بہ نہیں جس سے عام احکام مطلوبہ شرعیہ میں کوئی فرق پڑے نہ تو نہیں مثلیں و سایہ کا ادراک بھی حساب سے بہت آسان تھا کہ عرض بلد و میل شمس سے اس کا غایہ الار ارتفاع پھر جدول سے اتنے ارتفاع کا ظل اصلی معلوم کر کے

اُس پر ایک یاد و مثل بڑھا کر اتنے ظل کے لیے ارتفاع اور اس ارتفاع کے لیے وقت معلوم کر لیتے مگر یہاں بھی اُسی انکسار کا قدم در میان ہے کہ کوکب جب تک ٹھیک سمت الراس پر نہ ہو انکسار کے پچے سے نہیں چھوٹ سکتا مگر رویت نے انکسار افقی کلی بتایا اور تناسب سے انکسارات جزئیہ مدرک ہوئے جن کی جدول فقیر نے اپنے تحریرات ہندسہ میں دی ہے اس کے ملاحظہ سے پھر انہیں قوانین نے راہ پائی، اور ہر روز کے لیے وقت عصر پیش از وقوع ہمیں بتانا آسان ہوا، طلوع و غروب شفق کو تو انکسار سے بھی علاقہ نہ تھا کہ اُس وقت آفتاب پیش نگاہ ہوتا ہی نہیں کہ بصر کی شعاعوں کا انکسار لیا جائے وہاں سرے سے عقل کو اس ادراک کی راہ نہ تھی کہ آفتاب افق سے کتنا نیچا ہوگا کہ صبح طلوع کرے گی یا کتنا نیچا جائے کہ شفق ڈوب جائے گی تو پھر رویت ہی کی احتیاج پڑی اور صد ہا سال کے تکرر مشاہدہ نے ثابت کیا کہ آفتاب ان دونوں وقت تقریباً اٹھارہ درجے نیچے ہوتا ہے، یہ وہ علم ہے جو اکثر ہیأت دانوں پر مخفی رہا، رجماً بالغیب باتیں اڑا کئے، صبح کاذب کے وقت انحطاط شمس میں مختلف ہوئے، کسی نے سترہ درجہ کہا کسی نے اٹھارہ، کسی نے انیس ۱۹ بتائے، اور مشہور اٹھارہ ہے، اور اسی پر شرح چمنی نے مثنیٰ کی، اور صبح صادق کے لیے بعض نے پندرہ درجے بتائے ہیں۔ اسے علامہ برجندی نے حاشیہ چمنی میں بلفظ قد قیل نقل کیا اور مقرر رکھا، اور اسی نے علامہ خلیل کا ملی کو دھوکا دیا کہ دونوں صبحوں میں صرف تین درجہ کا فاصلہ بتایا جسے ردالمحتار میں نقل کیا اور معتبر رکھا، حالانکہ یہ سب ہوسات بے معنی ہیں، شرع مطہر نے اس باب میں کچھ ارشاد فرمایا ہی نہیں، اس نے تو صبح کی صورتیں تعلیم فرمائی ہیں کہ صبح کاذب شرقاً غروباً مستطیل ہوتی ہے اور صبح صادق جنوباً شمالاً مستطیل، اور ہم اوپر کہہ آئے کہ مقدار انحطاط جاننے کی طرف کسی برہان عقلی کو راہ نہیں صرف مدار رویت پر ہے، اور رویت شاہد عدل ہے کہ صبح کاذب کے وقت ۱۸ یا ۱۹ درجے اور صادق کے وقت ۱۵ درجے انحطاط ہونا اور صادق و کاذب میں صرف تین درجے کا تفاوت ہونا سب محض باطل ہے بلکہ ۱۸ درجہ انحطاط پر صبح صادق ہو جاتی ہے اور اس سے بہت درجے پہلے صبح کاذب، فقیر نے پچشم خود مشاہدہ کیا کہ محاسبات علم ہیأت سے آفتاب ہنوز ۳۳ درجے افق سے نیچا تھا اور صبح کاذب خوب روشن تھی، صبح صادق کے سالہا سال سے فقیر کا ذاتی تجربہ ہے کہ اس کی ابتداء کے وقت ہمیشہ ہر موسم میں آفتاب ۱۸ ہی درجہ زیر افق پایا ہے، اور صبح کاذب کے لیے جس سے کوئی حکم شرعی متعلق نہ تھا اب تک اہتمام کا موقع نہ ملا، ہاں اتنا اپنے مشاہدہ سے یقیناً معلوم ہوا کہ اس میں اور صبح صادق میں ۱۵ درجے سے بھی زائد فاصلہ ہے نہ کہ ۳ درجہ، لاجرم برہان شرح مواہب الرحمن پھر شرنبلالیہ علی الدرر پھر ابوالسعود علی الکمز وغیرہا میں ہے:

البیاض لایذهب الا قریباً من ثلث الليل ¹	سفیدی، تہائی رات کے قریب ختم ہو جاتی ہے۔ (ت)

یہ وہی سپیدی مستطیل ہے جسے وہ اپنے ملک میں ہمیشہ تہائی رات کے قریب تک رہتی فرماتے ہیں کما دل علیہ الحصر (جیسا کہ حصر کا لفظ اس پر دال ہے۔ ت) اور ظاہر ہے کہ اُن بلاد میں رات ۱۲ گھنٹے اور اس سے بھی کچھ زائد تک پہنچتی ہے جس کی تہائی تقریباً پونے گھنٹے اور یکم مقابلہ قطعاً معلوم ہے کہ ادھر جتنے حصہ شب تک یہ سپیدی رہے گی ادھر اتنا ہی حصہ شب کا باقی رہے گا۔ تو اس بیان پر لیالی شتا میں صبح کا ذب کی مقدار وہاں پونے پانچ گھنٹے ہوئی، اور معلوم ہے کہ وہاں صبح صادق کی مقدار پونے دو گھنٹے سے زائد نہیں، تو صبح صادق و کاذب میں تین گھنٹے تک کا فاصلہ ثابت ہوا نہ کہ صرف تین ہی درجے۔ مگر امام زبیلی نے تمیین الحقائق میں فرمایا:

روی عن الخلیل انه قال رأیت البیاض بمكة شرفها الله تعالى ليلة فمذهب الابعد نصف الليل ²	شیخ خلیل سے منقول ہے کہ میں نے مکہ (اللہ تعالیٰ اسے اور بزرگی عطا فرمائے) میں ایک رات سفیدی دیکھی تو وہ نصف رات کے بعد ختم ہوئی۔ (ت)

ظاہر ہے کہ مکہ معظمہ میں وہ سپیدی کہ آدھی رات تک رہی، اگر ہو سکتی ہے تو یہی سرطان کی بیاض دراز، ورنہ مکہ معظمہ میں اس کی صبح و شفق مستطیل ڈیڑھ گھنٹا بھی نہیں، تو خلیل بن احمد عروضی کی روایت و روایت اگر صحیح ہے اُس دن دونوں صبح میں تقریباً پانچ گھنٹے کا فاصلہ ہو گا یہ بہت بعید ضرور ہے مگر اس قدر میں شک نہیں کہ تین درجے کا قول فاسد و مجبور ہے، اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ برہان کے اس بیان یا خلیل کی اس روایت کو دربارہ وقت مغرب مذہب امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذریعہ تضعیف جاننا،

كما وقع عن الطر ابلسی فی البرهان فعدل عن اتباع المحقق ابن الہمام مع شدة تأسيسه به۔	جیسا کہ برہان میں طرابلسی سے ہے، انہوں نے باتباع محقق ابن الہمام یہاں سے عدول کر لیا حالانکہ وہ ان کی شدید اتباع کرتے ہیں (ت)

محض خطا ہے، امام کے نزدیک وقت مغرب شفق ابیض مستطیل تک ہے جو فجر صادق کی نظیر ہے، وہ کبھی ان بلاد میں تہائی کیا چوتھائی رات تک بھی نہیں رہتی، اور یہ جو اس قدر دیر پا ہے بیاض دراز نظیر صبح کاذب ہے

¹ تبذیر ذوی الاحکام حاشیہ درر الحکام کتاب الصلوٰۃ احمد کامل دار سعادت بیروت ۵۱/۱

² تمیین الحقائق کتاب الصلوٰۃ مطبع کبری امیر یہ مصر ۸۱/۱

کہ اُسی کی طرح احکام شرعیہ سے یکسر ساقط والی بعض ہذا اونحو منہ او مآ التبیین (اس کے بعض یا اس کے مثل کی طرف تبیین میں اشارہ ہے۔ ت)

ثُمَّ اقُول: (پھر میں کہتا ہوں۔ ت) صبح صادق کے لیے ۱۵ درجے انخطاط ہونے کا بطلان اور ۸ درجے انخطاط کی صحت، اس واقعہ مشہورہ سے بھی ثابت ہے جو فتح القدیر و بحر الرائق و در مختار میں وعامہ کتب معتبرہ میں مذکور کہ بلغار سے ہمارے مشائخ کرام کے حضور استفتاء آیا تھا کہ گرمیوں کی چھوٹی راتوں میں ان کو وقت عشاء نہیں ملتا آدھی رات تک شفق ابیض رہتی ہے اور وہ ابھی نہ ڈوبی کہ مشرق سے صبح صادق طلوع کر آئی، امام برہان الدین کبیر نے حکم دیا کہ عشاء کی قضاء پڑھیں اور امام بقالی و امام شمس الائمہ حلوانی وغیرہما نے فرمایا ان پر سے عشاء ساقط ہے^۱۔ بالجملہ ان راتوں میں وہاں وقت عشاء نہ پانا متفق علیہ ہے، اب اگر انخطاط صبح صادق ۱۵ درجے ہوتا تو سال کی سب سے چھوٹی رات یعنی شب تحویل سرطان میں بھی ان کو وقت عشاء ملتا ایک رات بھی فوت نہ ہوتا نہ کہ راتوں، اس پر دلیل سنئے، بلغار کا عرض شمالی ساڑھے انچاس درجے ہے کما فی الزیج السمرقندی ثم الزیج الالوغ بیکی (جیسا کہ سمرقندی اور الوغ بیگی زنج میں ہے۔ ت) اور میل کلی یعنی راس السرطان کا میل اُس زمانے میں ۲۳-۲۱ درجے سے کچھ زائد تھا کہ اس کی مقدار زمانہ رصد سمرقند میں جسے تقریباً پانسو برس^۲ ہوئے لحال تھی یعنی ۲۳-۲۱ درجے سے ۷ اثنائے زیادہ تو زمانہ امام شمس الائمہ حلوانی میں جسے پونے نو سو برس^۳ گزرے اور بھی زائد ہوگا اور طوسی کا رصد مراغہ لیجئے تو وہ اپنے ہی زمانہ میں الح لہ کا رہا ہے یعنی ۲۳ درجے ۳۵ دقیقہ، خیر اس کی نہ سنیے اُس پر تجربہ ہوا ہے کہ اعمال میں کچا ہے، تو بلحاظ تناسب کہ اب الح الر یعنی ۲۳ درجے ۲۷ دقیقہ معہ کسر خفیف ہے اُس وقت کا میل الح لہ بالرفع رکھے یعنی ۲۳ درجے ۳۳ دقیقہ تو وہاں راس السرطان کی غایت انخطاط یعنی وقت ببلوغ دائرہ نصف اللیل ۱۶ درجے ۵۷ دقیقہ تھی یا تقریباً ۱۷ درجے کہنے اور انخطاط صبح ۱۵ درجے ہے تو قطعاً یہی انخطاط شفق ابیض ہے کہ جانبین سے تعادل و تناظر ہے، اس تقدیر پر بعد غروب شمس جب تک افق سے آفتاب کا انخطاط بڑھتے بڑھتے ۱۵ درجے تک پہنچا امام اعظم کے مذہب میں وقت مغرب تھا پھر اس کے بعد جبکہ انخطاط اس سے ترقی کر کے آدھی رات کو ۱۷ درجے تک پہنچا پھر

عہ ۱: مبداء زنج سنہ شمار کھا ہے یعنی آٹھ سو اکتالیس ہجری۔)

عہ ۲: وفات امام حدود ۴۵۰ ہجری میں ہے یعنی ۴۸ یا ۵۲ یا ۵۶ یا ۵۸ میں ۱۲ مرنہ۔)

^۱ در مختار کتاب الصلوٰۃ مجتبائی دہلی ۶۰/۱

آدھی رات ڈھلے اُس سے کم ہوتا پھر ۵ درجے رہا اُس وقت صبح ہوئی، اس بیچ میں کہ تقریباً چار درجے انحطاط بدلا، یقیناً اجتماع وقتِ عشاء تھا، تو فوتِ عشاء کیا معنی، اور اگر مقدار وقت جاننا چاہو تو عرض شمالی ۹۴° ۳۰' - میل شمالی ۳۲° ۳۳' = ۵۲° ۵۷' + بعد سمتی مفروض ۱۰۵° = ۱۰۳° نصف ۵۶° ۸۲° ۳۰' جیب ۹۵۸۹۳۶۵ ی ۹۵۸۹۳۶۵ جیب اول ۱۰۵° - نصف مذکور ۹۳° ۳۱' ۳۰° جیب ۳۰° ۳۷' ۴۰° جیب دوم ۸۵۵۶۱۸۷ ی ۰ قاطع عرض پس ۴۰° ۴۳' ۱۰ ات شروع وقت عشاء ۶۶° ۷۷' ۰ ی ۰ قاطع میل ۲۰° ۱۶' ۱۳ شروع وقت صبح ۸۹۹۶۸۹۷ ی ۹۸۷۹ ی یعنی رات کے ۱۰ بج کر ۴۳ منٹ ۴۰ سیکنڈ پر مغرب ختم ہو گیا اور ایک بج کر ۱۶ منٹ ۲۰ سیکنڈ پر صبح شروع ہوئی تو ۱۱/۲ گھنٹے سے زیادہ وقت عشاء رہا اور جب اس رات میں جس کا غایۃ الانحطاط یعنی نہایت قلت میں ہے اتنا طویل وقت ملا تو گرمی کی اور راتوں میں کہ انحطاط اس سے بھی زائد ہے اور بھی زیادہ وقت ہاتھ آئے گا اور یہ متفق علیہ مسئلہ یقیناً غلط ہو جائے گا، ہاں جب صبح و شفق کا انحطاط ۱۸ درجے لیجئے تو ۹۴° ۳۰' + ۸۱° = ۱۷۵° یا تمام العرض ۳۰° ۰۲' غایت مفروضہ ۸۱° = ۲۲° ۳۰' یعنی جس چیز کا میل شمالی ساڑھے بائیس درجے یا اس زائد ہوگا اُس میں ٹھیک آدھی رات کو انحطاط ۱۸ درجے یا اس سے بھی کم ہوگا جو ظہور بیاض کے لیے کافی ہے تو تمام رات میں ایک آن کو بھی افق مظلم ہو کر وقتِ عشاء نہ آئے گا اور اب یہ فقط راس السرطان ہی پر نہیں بلکہ ۱۴ درجے جو راس ۱۶ درجے سرطان تک یہی حال رہے گا جس کی مقدار ایک مہینہ تین دن بلکہ زائد ہوئی^۱ ہکذا ینبغی التحقیق واللہ ولی التوفیق (تحقیق اسی طرح مناسب تھی، توفیق کا اللہ ہی مالک ہے۔ ت) اس تمام بیان سے تین باتیں واضح ہوئیں جن سے جواب سوال روشن و مبین:

(۱) اصلاً مدارِ رؤیت ہے شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسباب میں کوئی ضابطہ و حساب ارشاد نہ فرمایا، نہ عقل صرف مقدار انحطاط صبح بتا سکتی تھی۔

(۲) ہاں رؤیت نے وہ تجارب صحیحہ دئے جن سے قاعدہ کلیہ ہاتھ آیا اور بے دیکھے وقت بتانا ممکن و میسر ہوا۔

(۳) از انجا کہ یہاں جو قاعدہ ہوگا رؤیت ہی سے مستفاد ہوگا کہ شرع و عقل دونوں ساکت ہیں تو لاجرم

^۱ یعنی دائرہ نصف النہار جانب سمت القدم ۱۲ منہ

جو قاعدہ رویت یا اس کے دئے ہوئے قوانین کی مخالفت کرے، خود باطل ہونا لازم، کہ فرع جب تکذیب اصل کرے تو فرع باقرار خود کاذب ہے کہ اس کا صدق اس پر بنتی تھا، جب مبنی باطل یہ خود باطل، یہ قاعدہ کہ صبح رات کا ساتواں حصہ ہوتی ہے انہیں قواعد باطلہ فاسدہ سے ہے کہ رویت و قوانین عطیہ رویت، بالاتفاق اس کے بطلان پر شاہد عدل ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم مسئلہ ۲۶۴: از پبلی بھیت قاضی محلہ مرسلہ قاضی ممتاز حسین صاحب ممتاز ۲۰ رمضان ۱۳۱۷ھ طعم سحری کا جب وقت نہیں رہتا ہے تو در مسجد پر نقارہ بجایا جاتا ہے بعض کہتے ہیں کہ جائز ہے اور بعض کہتے ہیں ناجائز ہے، اس میں کیا حکم ہے؟

الجواب:

سحری کا نقارہ اجازت یا ممانعت جس اصطلاح معروف پر مقرر کیا جائے اجازت ہے کہ کہیں ممانعت نہیں، در منستی شرح الملتقی میں ہے:

ینبغی ان یکون بوق الحمام یجوز کقرب النوبة ^۱ ۔	حمام کا توتا جائز ہو ناچاہئے جیسا کہ نقارہ جائز ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ینبغی ان یکون طبل السحر فی رمضان لا یقاظ النائمین للبحور کبوق الحمام تأمل ^۲ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	رمضان میں سحری کے وقت سونے والوں کو جگانے کے لیے طبل اسی طرح ہے جیسے حمام کے لیے توتا بجایا جاتا ہے، غور کیجئے، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۶۵: از کوہ الموڑہ رانی دھارہ مسئلہ حکیم مولوی خلیل اللہ خاں صاحب سلمہ ۷ ماہ مبارک ۱۳۳۳ھ سحر و افطار کے نقشے عطا ہوں صاحبزادہ نواب دولہا صاحب مانگتے ہیں، ایک دو منٹ کا تفاوت دیکھ لیا جائے گا۔

الجواب:

نقشے بھیجتا ہوں، الموڑے اور بریلی میں اس ماہ مبارک میں سحری کا اوسط تفاوت منفی پانچ (۵-) ہے یعنی اتنے منٹ وقت بریلی سے پہلے ختم ہے اور افطار کا اوسط مثبت ایک (+۱/۴) یعنی وقت بریلی سے

^۱ در منستی علی حاشیہ مجمع الانہر فصل فی المتفرقات من کتاب الکراہیۃ و ارجاء التراث العربی بیروت ۵۵۳/۲

^۲ ردالمحتار کتاب الحظر والاباحہ مصطفیٰ البابی مصر ۲۴۷/۵

سوا منٹ بعد۔ لیکن یہ حساب ہموار زمین کا ہے پہاڑ پر فرق پڑے گا، اور وہ فرق بتفاوت بلندی متفاوت ہوگا، اگر دو اُہزار فٹ بلندی ہے تو غروب تقریباً چار منٹ بعد ہوگا، اور طلوع اُسی قدر پہلے، لہذا جب تک یہ نہ معلوم ہو کہ وہ جگہ کس قدر بلند ہے جواب نہیں دے سکتا۔ اگر کسی دن کے طلوع یا غروب کا وقت صحیح گھڑی سے دیکھ کر لکھو تو میں اس سے حساب کر لوں کہ وہ جگہ کتنی بلند ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۶۶: از سہادر ضلع ایٹہ مرسلہ سید فردوس علی صاحب ۲۱ رمضان المبارک ۱۳۲۸ھ

بعد آداب و متمنائے قدمبوسی گزارش ہے کہ ۵ رمضان شریف یوم شنبہ مطابق ۱۰ ستمبر کو افطار روزہ ایک مسجد میں ریلوے ٹائم سے پونے سات بجے روزہ افطار کیا جاتا تھا مطلع فرمائیے کہ اُس روز ریلوے ٹائم سے کس قدر فرق ہے، زیادہ حدِ ادب فقط الجواب:

سہادر میں جس کا عرض شمالی الر ص ح ۲ درجے ۳۸ دقیقہ اور طول شرقی ع خ ۷۸ درجے ۵۳ دقیقہ ہے پنجم ماہ مبارک روز شنبہ مطابق ۱۰ ستمبر ۱۹۱۰ء کو غروب آفتاب صبح وقت سے چھ بج کر سوا چھبیس منٹ پر ہوا تو وہ گھڑی جس کے ساڑھے چھ پر افطار کیا گیا اگر صحیح تھی روزہ بے تکلف ہو گیا کہ غروب کو پونے چار منٹ گزر چکے تھے اس سے پہلے جو پونے سات پر افطار کرتے تھے خلاف سنت تھا افطار میں اتنی تاخیر مکروہ ہے ریلوے وقت سہادر کے اپنے وقت سے چودہ منٹ اٹھائیس سیکنڈ تیز ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۶۷: از الہ آباد صدر بازار محمد حشمت اللہ صاحب ۱۹ رمضان ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص امام مسجد ہے اوسب لوگ روزہ اُس کی اذان سے افطار کرتے ہیں اور وہ دیر سے افطار کا حکم دیتا ہے یہاں تک کہ کئی مرتبہ آزمایا گیا ہے کہ تار اُکل آیا اس کو تار ادکھا بھی دیا گیا تو اس پر بھی اس نے کہا کہ ابھی دو منٹ کی دیر ہے تو اس حالت میں کچھ روزہ میں نقص تو واقع نہیں ہوتا ہے؟ اگر کوئی واقع ہوتا ہے تو کیا کرنا چاہئے؟ الجواب:

جب آفتاب تمام و کمال ڈوبنے پر یقین ہو جائے فوراً روزہ کی افطار سنت ہے، حدیث میں فرمایا:

لا تَزَالُ امْتَقِي بِخَيْرٍ مَا عَجَلُوا الْفَطْرَ وَآخِرُ السَّحُورِ ^۱	ہمیشہ میری اُمت خیر سے رہے گی جب تک افطار میں جلدی اور سحری میں دیر کریں۔

^۱ مسند احمد بن حنبل روایات ابوذر دار الفکر بیروت ۵/۱۳

مگر اتنی جلدی جائز نہیں کہ غروب مشکوک ہو اور افطار کرے یا سحری میں اتنی دیر لگائے کہ صبح کا شک پڑ جائے اور تارے کی سند نہیں بعض تارے دن سے چمک آتے ہیں ہاں، سیاروں کے سوا جو کواکب ہیں وہ اکثر ہمارے بلد میں غروب آفتاب کے بعد چمکتے ہیں اگر ان ستاروں میں سے کوئی ستارہ چمک آتا ہے اور پھر وہ افطار نہیں کر دیتا اور دو^۲ منٹ کی دیر بتاتا ہے تو یہ رافضیوں کا طریقہ ہے، اور بہت محرومی و بے برکتی ہے، اُسے توبہ کرنی چاہئے واللہ تعالیٰ اعلم اس صورت میں مسلمان اس پر نہ رہیں جب غروب پر یقین ہو جائے افطار کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۶۸: از کوہ الموڑہ رانی دھارہ مسئولہ حکیم مولوی خلیل اللہ صاحب سلمہ ۷ ماہ مبارک ۱۳۳۳ھ

بعد از اہدائے سلام سنت الاسلام و لوازم آداب تسلیمات فدویانہ، معروض خدمت فیض درجت آنکہ والا نامہ گرامی بشرف صدور لایا، مفخر و ممتاز فرمایا، کل اس کوٹھی کی بلندی دریافت کی گئی بلندی دریافت کرنے کا ایک آلہ ہوتا ہے جو سطح سمندر سے جس قدر بلند ہو وہ بتاتا ہے، ایک چھوٹا سا آلہ ہے جو کہ چھوٹی سی ڈبیہ کی طرح ہوتا ہے مثل گھڑی کے گول، اس میں سوئی ہوتی ہے جو کہ بلندی کے نمبروں پر گشت کرتی ہے، غرض وہ کل دیکھا گیا اس کے ذریعہ سے ذیل کی بلندی دریافت ہوئی، پانچسز ار پانچ سو پچاس فٹ سطح آب سے بلندی ہے اس لیے صاحبزادہ نواب دولہا صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ اب لکھ بھیجو کہ اس حساب سے کیا وقت نکلتا ہے، لیکن یہ بلندی اُس وقت ٹھیک وقت بتا سکتی ہے جبکہ یہ جگہ ہموار ہو یہاں شرقاً و غرباً پہاڑ ہے جس باعث سے طلوع مؤخر اور غروب مقدم ہوتا ہے اور یہ ٹیکری پہاڑ جو کہ غربی جانب ہے ہم سے تین سو یا چار سو فٹ بلند ہے اور شرقی جانب کا پہاڑ غالباً چھ سو فٹ ہو گا اور شمالی جانب پندرہ روزہ کے راستہ پر برف کا پہاڑ نظر آتا ہے جس پر شعاع آفتاب کی بہت پہلے پڑتی ہے اور مطلع صاف ہو تو اس کی چمک یہاں پر بخوبی نظر آتی ہے اور قریب کے پہاڑوں پر کہیں شعاع نہیں ہوتی اور لوگ نماز پڑھتے ہوتے ہیں اور شرق و غرب جو پہاڑ ہے اس پر بھی الموڑہ ہی کی آبادی ہے، سب طرف مکانات بنے ہوئے ہیں اور اس کوٹھی سے اور خاص شہر یعنی بازار سے چندال تفاوت نہیں، اب اگر ایک ہزار فٹ پر دو^۲ منٹ بڑھا جائیں تو گیارہ منٹ اور سوا منٹ طول یا عرض بلد کا کل سوا بارہ منٹ جمع کرنا پڑیں گے، جس حساب سے آج کا افطار ۰۲۳ منٹ پر ہونا چاہئے (۰۱۱ + ۱۲ = ۰۲۳) لیکن میرے خیال میں ۲۰ منٹ سے پیشتر ہی مشرق سے سیاہی نمودار ہو جاتی ہے لیکن مغربی بادلوں میں خوب سرخی اور چاروں طرف کسی قدر بادلوں پر سرخی پائی جاتی ہے، چونکہ صاحبزادہ صاحب موصوف کو تحقیق مطلوب ہے اس لیے خاکسار نے یہاں کی مجموعی کیفیت گزارش کردی، امید کہ جواب باصواب سے ممتاز فرمایا جائے، رام پور سے جو نقشے آئے ہیں اُن میں اس نقشے کے حساب

سے تین چار منٹ کا، بل ہے یعنی غروب چار منٹ موخر ہے۔

الجواب:

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، شرقی غریبی پہاڑوں کے سبب تاخیر طلوع و تقدیم غروب معتبر نہیں، وہ دیوار ہائے مکان کی مثل ہیں، نہ وہ شعاعیں کہ کوہ برف پر پڑ کر روشنی دیتی ہیں کچھ قابل لحاظ نہیں جبکہ وہ پہاڑ اس سے بلند تر ہیو وہ شب کی چاندنی کے مثل ہیں کہ چاند پر شعاع شمس ہی پڑ کر روشنی پیدا ہوتی ہے۔ نہ یہاں اربعہ متناسبہ ہے کہ دو ہزار فٹ پر چار منٹ تھے تو ہزار پر دو اور ساڑھے پانچ ہزار پر گیارہ ہوں بلکہ یہاں تزاہد علی سبیل التناقص ہے، ہر بلندی پر جو تفاوت ہے اس سے دو چند پر دو چند سے کم ہوگا مثلاً سو فٹ بلندی پر افق ۱۰ دقیقے نیچے گرتا ہے اور ہزار فٹ پر صرف ۰۳۳ دقیقے، نہ کہ ۱۰ کا دس گنا، اور چار ہزار فٹ پر ایک درجہ سات دقیقے، نہ کہ ۰۳۳ کہ دو درجے چودہ دقیقے، یعنی اس سے دو چند ہوتا کہ ۱۰ دقیقے کا چالیس گنا کہ پورے سات ۷ درجے ہوتا و قس علیٰ ہذا (اور اس پر قیاس کرو۔ ت) ۵۵۵۰ فٹ بلندی پر میں نے حساب کیا افق ایک درجہ ۱۹ دقیقے ۱۰ ثانیے گرا، جس کے سبب شروع ماہ مبارک میں کہ تقویم سرطانی کہ ۲۰ درجے پر تھی، طلوع و غروب الموڑہ میں ہموار زمین کے اعتبار سے ۶ منٹ ۷ سیکنڈ تفاوت تھا یعنی طلوع شمس اس قدر پہلے اور غروب اس قدر بعد اور آخر ماہ مبارک میں کہ تقویم اسد کے ۱۸ پر ہوگی تفاوت ۶ منٹ ۲۵ سیکنڈ ہوگا، یہ ۲۲ سیکنڈ کا فرق تفاوت میل شمسی کے باعث ہے، غرض اواخر رمضان حال میں ساڑھے چھ منٹ، تو یہ فرق سمجھئے اور سوا منٹ بلحاظ عرض طول مجموع پونے آٹھ منٹ وقت افطار بریلی پر بڑھیں گے جس میں احتیاطی منٹ بھی شامل ہیں۔ ۱۳ ماہ مبارک مطابق ۲۷ جولائی کی نسبت جو تم نے ۱۲ منٹ بڑھائے ۰۷ بڑھاؤ (۱۲ + ۰۷ = ۱۹) وہی بات آگئی جو تم نے لکھی کہ "میرے خیال میں ۲۰ منٹ سے پہلے ہی مشرق سے سیاہی نمودار ہو جاتی ہے"۔ ایک رامپور کیا ہندوستان بھر کے نقشوں کی بایں معنی قدر کرنا بے جا نہیں جانتا کہ وہ بیچارے اپنے گمان میں تو اچھا سمجھ کر کرتے ہیں، اگرچہ یہ فتویٰ ہے اور بے علم فتویٰ سخت حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۷۹ تا ۲۸۰: از اردو نگلہ ڈاک خانہ اچھنیرہ ضلع آگرہ محمد صادق علی خاں صاحب رمضان ۱۳۳۰ھ

(۱) روزہ افطار کرنا کس چیز سے مسنون ہے؟

(۲) رمضان مبارک میں روزہ افطار کے بعد مغرب نماز پڑھ کر بہت سے آدمی جمع ہو کر حلقہ پیتے ہیں جس سے بیہوش ہوتے ہیں کچھ خبر نہیں رہتی، ہاتھ پیروں میں ریشہ ہو جاتا ہے، آیا یہ حالت شرعاً سکر میں ہے یا نہیں؟ ایسا حلقہ پینا جائز ہے یا نہیں؟

بینوا تو جروا

الجواب:

(۱) خرمائے تر، اور نہ ہو تو خشک، اور نہ ہو تو پانی۔ سنن ابی داؤد و جامع ترمذی میں بسند حسن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے:

كان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يفطر قبل ان يصلي على رطبات فان لم تكن رطبات فتميرات وان لم تكن تميرات فحسا حشرات من ماء ¹ - والله تعالى اعلم۔	حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز ادا کرنے سے پہلے تر کھجور سے روزہ افطار فرماتے، اگر تر کھجوریں نہ ہوتیں تو خشک کھجوریں استعمال فرماتے، اگر کھجوریں نہ ہوتیں تو پانی کے چند گھونٹ پیتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

(۲) ایسا حقه پینا کبھی ہو، حرام ہے، اور یہ حالت سکر نہیں بلکہ تقطیر ہے، اور سکر و تقطیر دونوں حرام۔ ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث میں ہے:

نهی رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عن كل مسكر ومفتر ² ۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر نشہ آور مفتر سے منع فرماتے تھے (ت)

اور تفصیل مسئلہ ہمارے رسالہ حقۃ المر جان لمہم حکم الدخان میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۷۱: از بنارس محلہ کنڈی گڑ ٹولہ متصل شفا خانہ مرسلہ حکیم عبد الغفور صاحب ۱۲ رمضان ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دعاء افطار اللهم صمت و علی رزق افطرت قبل از افطار پڑھنی چاہئے یا بعد افطار؟ مظاہر حق نواب قطب الدین حسن واشعۃ الملعات شیخ عبد الحق میں ترجمہ افطرت کا بصیغہ ماضی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ دُعا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد افطار کے پڑھتے تھے، چنانچہ ابن ملک نے بھی اس کو لکھا ہے، قول ابن ملک کو کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دعائم کو بعد افطار کے پڑھتے تھے نواب قطب الدین حسن دہلوی نے مظاہر حق شرح مشکوٰۃ میں نقل کیا ہے، لیکن بعض کتابوں میں لکھتے ہیں کہ دعائم کو پہلے افطار پڑھنی چاہئے۔ بینوا تو جروا۔

الجواب:

فی الواقع اس کا محل بعد افطار ہے،

ابوداؤد عن معاذ بن زہرۃ	ابوداؤد میں حضرت معاذ بن زہرہ رضی اللہ عنہ سے

¹ جامع ترمذی باب ماجاء ما یستحب علیہ الافطار امین کمپنی دہلی ۸۸/۱، سنن ابی داؤد باب ما یفطر علیہ آفتاب عالم پریس لاہور ۳۲۱/۱

² سنن ابی داؤد کتاب الاشریہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱۶۳/۲

انہ بلغہ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان اذا افطر اللهم لك صمت وعلی رزقك^۱ فحمل افطر علی معنی ارادة الافطار وصرف عن الحقيقة من دون حاجة اليه وذا لا يجوز وھكذا فی افطرت۔	کہ رسالتآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم افطار کے وقت یہ دُعا پڑھتے: "اے اللہ! میں نے تیری رضا کی خاطر روزہ رکھا، تیرے رزق پر افطار کیا" تو یہاں افطر سے مراد ارادہ افطار لینا اور حقیقی معنی سے بے ضرورت اعراض کرنا ہے حالانکہ یہ جائز نہیں اور اسی طرح کا معاملہ "افطرت" میں ہے (ت)

مولانا علی قاری علیہ الباری مرتقاہ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

(كان اذا افطر قال) ای دعا وقال ابن الملك ای قرأ بعد الافطار^۲ الخ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	(جب افطار کرتے تو کہتے) یعنی دُعا کرتے ابن الملك نے کہا کہ افطار کے بعد یہ دُعا پڑھتے تھے الخ۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)



^۱ سنن ابی داؤد باب القول عند الافطار آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۳۲۲

^۲ مرتقاہ شرح مشکوٰۃ کتاب الصوم مسائل متفرقة مکتبہ امدادیہ ملتان ۳/۲۵۸

العروس المعطار فی زمن دعوة الافطار^۱

(افطار کی دُعا کے وقت کے بیان میں عطر آلود دُلہا)

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ رب محمد صلی علیہ وسلم

مسئلہ ۲۷۲: از بنارس محلہ پتر کنڈہ مرسلہ مولوی محمد عبد المجید صاحب چشتی فریدی پانی پتی ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۱۲ھ
ہمارے علماء رحمہم الغفار وابقاہم الی یوم القرار، اس میں کیا فرماتے ہیں کہ دعائے افطار روزہ اللہم لك صبت
وعلی رزقك افطرت کو بعض علماء فرماتے ہیں کہ قبل افطار کہے، چنانچہ رسالہ تنبیہ الانام فی آداب الصیام میں ہے:
اور قبل افطار کہ یہ پڑھنا اللہم لك صبت الخ سنت ہے^۱ انتھی۔ اور بعض فرماتے ہیں کہ وقت افطار کہے۔ چنانچہ رسالہ
مفتاح الجنة مؤلفہ مولانا کرامت علی جوہری مرحوم میں ہے: اور افطار کے وقت سنت ہے کہ کہے اللہم لك صبت^۲
الخ انتھی۔ اور کتاب

^۱ تنبیہ الانام فی آداب الصیام

^۲ رسالہ مفتاح الجنة، مولوی کرامت علی

جو اہم الاحکام تصنیف مولوی عبد اللہ معروف بہ مستان شاہ میسوری میں نقلًا عن الکفایہ ہے۔ مثلاً سنت وہی ہے کہ وقت افطار یہ دُعا کہے اللھم لك صمت الخ انتھی۔ اور رسالہ خیر الکلام فی مسائل الصیام مؤلفہ جناب مولوی محمد عبد الحلیم مرحوم لکھنوی میں ہے:

وقت افطار سنت آنست کہ بہ گوید اللھم لك صمت الخ ^۱	افطار کے وقت سنت یہ ہے کہ دُعا مانگے: اے اللہ! میں نے تیرے لیے روزہ رکھا الخ (ت)

اور نور الہدایہ ترجمہ اردو شرح وقایہ مؤلفہ مولوی وحید الزمان میں ہے: جس وقت افطار کرے کہے اللھم لك صمت و علی رزقك افطرت یعنی اے اللہ! تیرے ہی واسطے میں نے روزہ رکھا تھا اور تیرے رزق پر افطار کرتا ہوں۔ روایت کیا اس کو ابو داؤد نے کہ ایسا ہی کرتے تھے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم^۳ انتھی۔ اور رسائل ارکان اربعہ مؤلفہ مولانا و مقتدانا جناب مولوی عبد العلی کے رسالہ صوم میں ہے:

وینبغی ان یقول عند الافطار اللھم لك صمت و علی رزقك افطرت عن معاذ بن زھرۃ قال بلغنی ان رسول اللہ کان اذا افطر قال اللھم لك صمت و علی رزقك افطرت، رواہ ابو داؤد انتھی ^۴ ۔	افطار کے وقت یہ کہنا چاہئے اے اللہ! میں نے تیرے لیے روزہ رکھا اور تیرے رزق پر افطار کیا، کیونکہ حضرت معاذ بن زہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب افطار فرماتے تو کہتے اے اللہ! میں نے تیری خاطر روزہ رکھا اور تیرے رزق پر افطار کیا، اسے ابو داؤد نے روایت کیا انتھی (ت)

اور رسالہ تعلیم الصیام میں ہے: معاذ بن زہرہ نے کہا حضرت (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) افطار کے وقت یوں کہتے تھے:

اللھم لك صمت و علی رزقك افطرت، رواہ ابو داؤد مرسل ^۵ انتھی۔	اے اللہ! میں نے تیری خاطر روزہ رکھا اور تیرے رزق پر افطار کیا۔ اسے ابو داؤد نے مرسل روایت کیا۔ (ت)

اور شیخ عبد الحق قدس سرہ کی مدارج النبوة میں ہے:

^۱ جو اہم الاحکام، مولوی عبد اللہ

^۲ رسالہ خیر الکلام فی مسائل الصیام، مولوی عبد الحلیم

^۳ نور الہدایہ ترجمہ شرح وقایہ، کتاب الصوم باب مکروہات ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۷۶/۱

^۴ رسائل ارکان اربعہ بیان اندہ یستحب الافطار بالتمر مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۲۱۵

^۵ رسالہ تعلیم الصیام

ودروقت افطار فرمودے اللھم لك صمت الخ انتھی۔	حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم افطار کے وقت فرماتے اے اللہ! میں نے تیرے لیے رکھا الخ انتھی (ت)

اور انہیں کی اشعۃ المعات میں حدیث معاذ بن زہرہ کے ترجمہ میں ہے:

بود آنحضرت چوں افطار می کردم گفت اللھم لك صمت خداوند برائے رضائے تو روزہ داشتہ ام و علیٰ رزقك افطرت و بر روزی تو کہ رسانیدی می کشادم روزہ را ^۱ انتھی۔	حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب افطار کرتے، فرماتے اللھم لك صمت اے اللہ! میں نے تیری رضا کیلئے روزہ رکھا و علیٰ رزقك افطرت اور تیرے عطا کردہ رزق پر روزہ افطار کیا انتھی (ت)

اور بعض کہتے کہ اس دعا کو بعد افطار کہے۔ چنانچہ مظاہر حق ترجمہ اردو مشکوٰۃ مؤلفہ جناب مولوی قطب الدین مرحوم دہلوی میں ہے: ابن ملک نے کہا ہے کہ حضرت (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ان کلمات (یعنی اللھم لك صمت الخ) کو بعد افطار کہتے تھے^۲ انتھی۔ تو ان قولوں میں صحیح قول کون سا ہے؟ اور نیز اس میں کہ وقت افطار سے مراد قبل از افطار ہے اور پہلے قول اور اس قول کا مال واحد ہے یا بعد افطار اور پچھلے قول اور اس قول کا مال واحد ہے اور نیز اس میں کہ لفظ افطرت کا ترجمہ "افطار کرتا ہوں میں" جیسا کہ مؤلف نور الہدایہ ترجمہ اردو شرح و قافیہ نے کیا ہے صحیح ہے یا "افطار کیا میں نے" جیسا کہ شیخ قدس سرہ نے اشعۃ المعات میں کیا ہے صحیح ہے؟ اور نیز اس میں کہ بر تقدیر صحت ترجمہ ثانی کے اس دُعا کا بعد افطار ہونا ثابت ہوگا یا نہیں؟ اور نیز اس میں کہ زید تو کہتا ہے کہ حدیث کے لفظ اذا افطرت قال اللھم لك صمت الخ (جب افطار کرتے تو فرماتے اے اللہ! میں نے تیرے لیے روزہ رکھا الخ۔ ت) میں اذا حرف شرط ہے، افطر جملہ فعلیہ شرط ہے، قال اپنے فاعل ضمیر مستتر اور اللھم لك الخ مقولہ کے ساتھ جزا ہے۔ اور عمرو کہتا ہے اذا حرف شرط، افطر شرط، اور فقد قال جزا۔ بس یہ کلام تو تمام ہو چکا اب اللھم لك صمت برأسہ اور نیز ایک دوسرا کلام ہے قال سے اس کو کچھ تعلق نہیں تو دونوں میں صحیح قول کس کا ہے؟ اور نیز اس میں زید تو کہتا ہے کہ اللھم لك صمت الخ دُعا ہے اور عمرو کہتا ہے نہیں، کیونکہ دُعا تو وہ کلام ہوتا ہے جو کہ متضمن مضمون طلب ہو، اور یہ ایسا نہیں تو دُعا بھی نہیں، تو دونوں میں صحیح

^۱ مدارج النبوة باب دہم در انواع عبادات نوع چہارم در صوم نوریہ رضویہ سکر ۲۲۹/۱

^۲ اشعۃ المعات کتاب الصوم فصل ثالث نوریہ رضویہ سکر ۸۴/۲

^۳ مظاہر حق ترجمہ مشکوٰۃ المصابیح کتاب الصوم افطار کی عادات الاشاعت کراچی ۳۱۲/۲

قول کس کا ہے؟ اور نیز اس میں کہ لفظ عند ظرف ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو ظرف زمان بمعنی وقت ہے یا ظرف مکان بمعنی نزدیک اور پاس کے؟ اور نیز اس میں کہ مولانا بحر العلوم مرحوم کے قول وینبغی ان یقول عند الافطار کا ترجمہ "اور لائق ہے کہ کچھ وقت افطار کے" کرنا چاہئے یا "اور لائق ہے یہ کہ کچھ نزدیک افطار کے" کرنا چاہئے؟ بینوا اتوجروا

الجواب:

اقول: وبالله التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقيق مقتضائے دلیل یہ ہے کہ دُعا روزہ افطار کر کے پڑھے اؤگا حدیث مذکور ابی داؤد کہ ابن السنی نے کتاب عمل الیوم واللیلہ اور بیہقی نے شعب الایمان میں یوں روایت کی:

عن معاذ بن زھرة قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا افطر قال الحمد لله الذی اعاننی فصیت ورزقنی فافطرت ¹	حضرت معاذ بن زہرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب افطار فرماتے تو یہ پڑھتے: سب حمد اللہ کی جس نے میری مدد فرمائی کہ میں نے روزہ رکھا اور مجھے رزق عطا فرمایا کہ میں نے افطار کیا۔ (ت)

اور نیز ابن السنی نے کتاب مذکور اور طبرانی نے معجم کبیر اور دار قطنی نے سنن میں موصوفاً یوں تخریج کی:

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا افطر قال اللهم لك صمنا وعلی رزقك افطرن فتقبل منا اناک انت السميع العليم ²	حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب افطار فرماتے تو یہ دُعا پڑھتے: اے اللہ! ہم نے تیرے لیے روزہ رکھا اور تیرے رزق پر افطار کیا، ہماری طرف سے قبول فرماتو سننے اور جاننے والا ہے (ت)

و نیز حدیث ابی داؤد و نسائی و دار قطنی و حاکم و غیر ہم:

عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما	حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے

¹ شعب الایمان باب فی الصیام حدیث ۳۹۰۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۴۰۶/۳، کتاب عمل الیوم واللیلہ باب ما یقول اذا افطر حدیث ۴۷۹ معارف نعمانیہ حیدر آباد دکن ص ۱۲۸

² کتاب عمل الیوم واللیلہ باب ما یقول اذا افطر حدیث ۴۸۰ معارف نعمانیہ حیدر آباد دکن ص ۱۲۸، سنن الدار قطنی باب القبلة للصائم حدیث ۲۱ نشر السنۃ ملتان ۱۸۵/۲

قال كان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم اذا افطر قال ذهب الظأ وابتلت العروق ويثبت الاجران شاء الله تعالى¹۔	کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم افطار کرتے تو فرماتے: پیاس چلی گئی، رگیں تر ہو گئیں، اور اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو اجر ثابت ہو گیا (ت)

ان سب کا مفاد صریح یہی ہے افطر شرط اور قال کذا اس کی جزاء مجرد قول کہ مقولے سے معرا کر لیا جائے صلاحیت وقوع ہی نہیں رکھتا، ترتب کہ لازم جزائیت ہے کہاں سے آئیگا، اللہم کو کلام متناف قرار دینا ایسی بات ہے کہ شرع مائتہ عامل خواں بھی قبول نہ کرے گا، اور جزا شرط سے مقدم نہیں ہوتی بل یعقبہ ویترتب علیہ کما لایخفی علی کل من له ادنی مسکة (بلکہ جزا شرط سے مؤخر اور اس پر مترتب ہوتی ہے جیسا کہ ہر اس شخص پر واضح ہے جو اس فن کے ساتھ تھوڑا سا بھی تعلق رکھتا ہے۔ ت) اور مقارنت حقیقیہ یہاں معقول نہیں کہ عین وقت افطار بالاکل والشرب یعنی جس وقت کوئی مطعم حلق سے اتارا جائے عادی خاص اُس حالت میں قرأت ناسیسر، لاجرم تعقیب مراد، وهو المقصود ہاں افطار بالجماع میں اقتران حقیقی مقصود مگر وہ یہاں قطعاً مراد نہیں کما لایخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت) یہیں سے واضح ہوا کہ قول ثانی وثالث کا مال ایک ہی ہے اور نکتہ تعبیر اشعار بعدیت متصلہ ہے کہ لفظ بعد بعدیت منفصلہ کو بھی شامل، اور وہ خلاف مقصود ہے۔ لہذا بلفظ "وقت۔" تعبیر کہ نافی انفصال ہو، ہنگام استحالہ مقارنہ اگرچہ معاقبہ تقدم و تاخر دونوں کو متناول، مگر حالت مجازات مانع تقدم ہے، ولہذا جہاں خارج سے تقدم معلوم، شرط میں تاویل ارادہ وغیرہ معمول،

كما في قوله عز وجل إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ² وفي حديث كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم إذا دخل الخلاء قال اللهم اني اعوذ بك من الخبث و الخبائث³، رواه الاثمة احمد والستة عن انس	جیسا کہ اللہ عز وجل کے مبارک ارشاد میں ہے جب تم نماز کا ارادہ کرو تو چہرے کو دھو لو۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث میں ہے، جب کوئی بیت الخلاء میں داخل ہونے کا ارادہ کرے تو کہے اے اللہ! میں ناپاک و خبیث سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ اسے امام احمد اور ائمہ ستہ نے حضرت انس

¹ سنن ابی داؤد باب القول عند الافطار آفتاب عالم پریس لاہور ۳۲۱/۱، سنن الدار قطنی باب القبلة للصائم نشر النسخة ملتان ۱۸۵/۲

² القرآن ۶/۵

³ جامع ترمذی باب ما یقول اذا دخل الخلاء امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۳/۱

بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے لیکن مذکورہ صورت میں لفظ افطر کو ارادہ افطار پر محمول کرنا بے ضرورت حقیقت سے اعراض ہے اور یہاں کوئی مجاز پر قرینہ بھی نہیں، لہذا ایسا نہ کیا جائے اور نہ اسے قبول کیا جائے۔ (ت)	بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اماھننا فحمل "افطر" علی الارادة، عدول عن الحقيقة من دون حاجة تحمل عليه ولا صار فیدعو اليه، فلا يفعل ولا يقبل۔

ہاں ان اوجیہ میں افطرت (میں نے افطار کیا) اور افطرنّا (ہم نے افطار کیا)، ذہب الظمّا (بیاس چلی گئی) ابتلت العروق (رگیں تر ہو گئیں) سب صیغہ ماضی ہیں اور افطار باللفظ متصور نہیں کہ مثل عقود انشاء مقصود لاجرم اخبار متعین، تو تقدیم علی الافطار میں یہ سب بھی ارتکاب تجوز کے محتاج ہوں گے کہ خلاف اصل ہے والنصوص يجب حملها علی ظواہرھا مالک تمس حاجة واین حاجة (جب تک کوئی مجبوری نہ ہو نصوص کو ظاہر پر ہی محمول کرنا چاہئے اور یہاں کوئی ضرورت و مجبوری نہیں۔ ت) یہاں سے بھی ظاہر ہوا کہ ترجمہ حضرت شیخ محقق نور اللہ مرقدہ الشریف ہی صحیح ہے اور "افطار کرتا ہوں" بلاوجہ حقیقت سے عدول۔ طرفہ یہ کہ اب بھی حاجت تجوز باقی۔

لما قدمنا من امتناع المقارنة فلا بد من تاویل الحال بالاستقبال والافطار بالارادة۔	کیونکہ ہم نے پہلے بیان کر دیا کہ یہاں مقارنت و اتصال ممتنع ہے لہذا حال کو بمعنی استقبال اور افطار بمعنی ارادہ افطار کیا جائے گا۔ (ت)

ہاں مرسل ابن السنی و بیہقی میں لفظ الحمد للہ اور مؤید تاخیر کہ حمد بعد اکل معبود ہے جس طرح قبل اکل تسمیہ۔ رابعا یہ تو ظاہر ہے اور شاید مدعی تقدیم کو بھی مسلم ہو کہ یہ دُعائیں دن میں پڑھ لینے کی نہیں کہ ہنوز وقت افطار بھی نہ آیا، اب اگر عمر و بعد غروب شمس یہ دُعائیں پڑھ کر افطار کرے اور زید بعد غروب فوراً افطار کر کے پڑھے تو دیکھنا چاہئے کہ اس میں کس کا فعل اللہ عز و جل کو زیادہ محبوب ہے، حدیث شاہد عادل ہے کہ فعل زید زیادہ پسند حضرت جلا و علا ہے کہ رب العزت تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے:

ان احب عبادی الی اعجلهم فطرا ¹ ، رواہ الامام احمد و	مجھے اپنے بندوں میں وہ زیادہ پیارا ہے جو اُن میں سب سے زیادہ جلد افطار کرتا ہے (اسے)

¹ جامع ترمذی باب ما جاء فی تعیل الافطار امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۸۸/۱

الترمذی وحسنہ وابنا خزیمۃ وحبّان فی صحیحہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن ربہ تعالیٰ وتقدّس۔	امام احمد اور ترمذی نے حسن کہا۔ ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اپنی اپنی صحیح میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اور آپ نے اللہ تبارک و تعالیٰ سے ذکر کیا، یعنی یہ حدیث قدسی (ہے۔ ت)

شک نہیں کہ صورت مذکورہ میں زید کا افطار جلد تر ہو تو یہی طریقہ زیادہ پسند و مرضی رب اکبر ہوا جلّ جلالہ، وعمّ نوالہ، یہ
دوسرا مؤید ہے اس کا کہ وقت الافطار وبعد الافطار کا آل واحد ہے کہ جب افطار غروب شمس کے بعد جلد ہو تو واجب وافضل، اور
مقارنت افطار ودعاء، نامتیسر اور پیش از غروب، وقت افطار معدوم، تو وہ صورت بعدیت متصلہ ہی مقصود و مفہوم۔

خاصاً فعل اقدس حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بتانے والے بھی اسی کا انکار کرتے ہیں، عادت کریمہ تھی کہ
قریب کسی کو حکم فرماتے کہ بلندی پر جا کر آفتاب کو دیکھتا رہے، وہ نظر کرتا ہوتا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کی
خبر کے منتظر ہوتے، ادھر اُس نے عرض کی کہ سورج ڈوبا دھر حضور والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خرما وغیرہ تناول فرمایا،

الحاکم وصححه عن سهل بن سعد و الطبرانی فی الکبیر عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہما وهذا حدیث سهل قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا کان صائماً امر رجلاً اوفی علی نشز فاذا قال غابت الشمس افطر¹ ولفظ حدیث ابی الدرداء امر رجلاً یقوم علی نشز من الارض فاذا قال قد وجبت الشمس افطر²۔	حاکم نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کر کے صحیح کہا اور طبرانی نے الکبیر میں حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ حدیث سہل کے الفاظ یہ ہیں: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب روزہ دار ہوتے تو کسی شخص کو بلند جگہ پر جا کر چاند دیکھنے کا حکم فرماتے، جب وہ کہتا سورج ڈوب گیا ہے، تو پھر افطار فرماتے، حدیث ابو الدرداء کے الفاظ یہ ہیں کسی شخص کو حکم دیتے زمین کے اونچے مقام پر کھڑے ہو کر سورج دیکھو جب وہ کہتا سورج ڈوب

¹ المستدرک للحاکم کتاب الصوم دار الفکر بیروت ۱/۳۳۴

² مجمع الزوائد بحوالہ طبرانی کبیر دار الکتب العربیہ بیروت ۱۵۵/۳

وفي كشف الغبة عن جميع الامة. للامام العارف سيدي عبد الوهاب الشعراني قدس سره الرباني كانت عائشة رضي الله تعالى عنها تقول رأيت رسول الله صلى الله تعالى عليه وهو صائم يتروصد غروب الشمس بتمرة فلما توارت القاهافي فيه¹۔	گیا ہے تو آپ افطار فرماتے۔ كشف الغمة عن جميع الامة للامام عارف سيدي عبد الوهاب شعراني قدس سره الرباني میں سيده عائشة رضي الله تعالى عنها کا بیان یوں منقول ہے کہ میں نے رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم کو روزے کی حالت میں دیکھا آپ کھجور پکڑے سورج کے غروب ہونے کا انتظار فرما رہے ہیں، جیسے ہی وہ ڈوبا آپ نے کھجور منہ میں ڈال لی۔ (ت)

یہ تینوں حدیثیں بھی اُس تقدیم افطار کا پتا دیتی ہیں کہ اخبار و افطار میں اصلاً فصل نہ تھا کیا لایخی (جیسا کہ مخفی نہیں۔ ت) لاجرم تصریح فرمائی کہ یہ دُعا افطار کے بعد واقع ہوئی، مولانا قاری رحمۃ الباری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں زیر حدیث مذکور ابی داؤد فرماتے ہیں:

ان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم كان اذا افطر قال اى دعا وقال ابن الملك اى قرأ بعد الافطار² الخ۔	رسالتآب صلى الله تعالى عليه وسلم جب افطار فرماتے تو کہتے یعنی دُعا فرماتے، ابن الملك نے کہا کہ آپ افطار کے بعد یہ کلمات پڑھتے الخ (ت)

اس عبارت سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ اللھم لك صمت الخ دُعا ہے، دُعا کے معنی پکارنا، اور اللھم سے بہتر کون سا پکارنا ہوگا، بلکہ اسی مرقاۃ میں تصریح فرمائی کہ کل ذکر دُعا وکل دعا ذکر³ (ہر ذکر دُعا ہے اور ہر دُعا ذکر ہے۔ ت) صحیح بخاری شریف میں باب وضع کیا: باب الدعاء بعد الصلاة (نماز کے بعد دُعا کے بارے میں باب) اور اسی میں حدیث لائے:

تسبحون في دبر كل صلوة عشرا وتحمدون عشرا او تكبرون عشرا⁴۔	تم ہر نماز کے بعد دس دفعہ سبحان الله اور دس دفعہ الحمد لله اور دس دفعہ الله اكبر کہو۔ (ت)

یونہی باب الدعاء اذا هبط واديا (یہ باب اس بارے میں ہے کہ جب کسی وادی میں اترے تو دُعا کرے۔ ت) میں حدیث جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اشارہ کیا:

¹ كشف الغمة عن جميع الامة كتاب الصوم دار الفكر بيروت ۲۵۵/۱

² مرقاۃ شرح مشکوٰۃ كتاب الصوم مكتبة امداديه ملتان ۲۵۸/۴

³ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ كتاب الدعوات المكتبة الحبيبية كويت ۱۳۵/۵

⁴ صحیح بخاری الدعاء بعد الصلوة قدیمی کتب خانہ کراچی ۹۳۷/۱۲

قال كنا اذا صعدنا كبرنا واذا نزلنا سبحنا ¹	جب ہم اُپر چڑھتے تو اللہ اکبر اور جب نیچے اترتے تو سبحان اللہ کہتے (ت)

یوں ہی باب الدعاء اذا اراده سفرا او رجوع (یہ باب اس بارے میں ہے کہ جب سفر کا ارادہ کرے یا سفر سے لوٹے تو دعا کرے۔ ت) میں حدیث یکبر علی کل شرف² الخ (آپ ہر بلندی پر تکبیر کہتے۔ ت) لائے بلکہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے احادیث کثیرہ میں ذکر کو دعا فرمایا، صحیحین میں ہے:

عن ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کنا مع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی سفر فکنا اذا علونا کبرنا فقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایہا الناس اربعو اعلیٰ انفسکم فانکم لاتدعون اصم ولا غائباً ولكن تدعون سبیعاً بصیراً ³	حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے ہم حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کر رہے تھے جب ہم بلند جگہ پر چڑھتے تو تکبیر کہتے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے آپ پر نرمی کرو کیونکہ تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے تم تو سننے اور دیکھنے والے کو پکار رہے ہو۔ (ت)

جامع ترمذی میں ہے:

عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خیر الدعاء دعاء یوم عرفة وخیر ما قلت انا والنبیون من قبلی لا اله الا اللہ وحده، لا شریک له، له المملک وله الحمد وهو علی کل شئی قدیر قال الترمذی حدیث حسن غریب ⁴ قال مناوی خیر ما قلت ای مادعوت ⁵	حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے بہتر دعا یوم عرفہ کی دعا ہے، اور سب سے بہتر یہ دعا ہے جو میں نے اور مجھ سے پہلے انبیاء نے مانگی: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں، ملک و حمد اسی کے لیے ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے، ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن غریب ہے، مناوی "خیر ما قلت" کا ترجمہ "جو میں نے دعا کی" کیا ہے۔ (ت)

¹ صحیح بخاری باب التسمیٰ اذا هبط وادیا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۰۱۱ء

² صحیح بخاری باب الدعاء اذا اراد سفر قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۰۱۲ء

³ صحیح بخاری باب الدعاء اذا علا عقیقہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۰۱۲ء

⁴ جامع الترمذی باب فی فضل الاحول والاقوة امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱۹۸۲ء

⁵ التیسیر شرح جامع صغیر تحت حدیث خیر الدعاء مکتبہ الامام الشافعی ریاض ۵۲۵/۱

ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان، حاکم جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی:

قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم افضل الذكر لا اله الا الله وافضل الدعاء الحمد لله ¹ - حسنه الترمذی وصححه الحاکم۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے بہتر ذکر لا اله الا اللہ اور افضل دعا الحمد لله ہے۔ ترمذی نے اسے حسن کہا اور حاکم نے اسے صحیح قرار دیا۔ (ت)

معذرتاً یہ تصریح سے بلغ ہے اللهم لكل صمت (اے اللہ! میں نے تیرے لیے روزہ رکھا۔ ت) کہنے والا اخلاص عبادت
لوجه اللہ عرض کرتا ہے اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

إِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيقُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ² ۔	اللہ تعالیٰ کسی نیکو کار کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ (ت)

اور فرماتا ہے: الصوم لی وانا اجزی بہ³ (روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا ہوں۔ ت) پھر علی رزقك
افطرت (تیرے رزق پر میں نے افطار کیا۔ ت) کہہ کر شکرِ نعمت بجالاتا ہے۔ اور رب جل وعلا فرماتا ہے: لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّ
ثَلَاثًا⁴ (اگر تم شکر کرو تو میں تمہارے لیے اضافہ کروں گا۔ ت) اگر دو شخص بادشاہ کے درِ دولت پر حاضر ہوں، ایک عرض
کرے اے بادشاہ! مجھے یہ دے دے۔ دوسرا عرض کرے اے بادشاہ! میں تیرا فرمان سر آنکھوں سے بجالاتا ہوں اور تیرا ہی دیا
کھاتا ہوں انصاف کیجئے۔ حُسنِ طلب کس کا حصہ ہے۔

أذكر حاجتي ام قد كفاني
حياءك ان شيتك الحياء
اذا اثني عليك المراء يوماً
كفاه من توضك الثناء
كريم لا يغيره صباح
عن الخلق الكريم ولا مساء
(کیا میں اپنی حاجت ذکر کروں یا آپ کا حیا ہی میرے لیے کافی ہے، جو آپ کا زیور ہے۔

¹ جامع ترمذی باب ان دعوة المسلم مستجاباً ما بين كفي كتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱۴۱۲ھ

² القرآن ۱۲۰/۹

³ مشکوٰۃ کتاب الصوم الفصل الاول مجتبیٰ دہلی ص ۱۷۳

⁴ القرآن ۷۱/۳

جب کسی دن کسی نے آپ کی تعریف کی تو آپ کی ثنا کا روشن ہونا ہی اس کیلئے کافی تھا، ایسا کریم کہ صبح و شام مخلوق کو نوازتے ہوئے کوئی تغیر واقع نہیں ہوتا)

بالجملہ قابل قبول و مؤید بالمعقول والمنقول وہی قول ثانی و ثالث ہے اور وقت الافطار و عند الافطار و بعد الافطار و ہنگام افطار و نزدیک افطار و پس افطار، سب کا حاصل ایک ہی ہے، نزدیک ترجمہ عند ہے، اور عند خواہ ظرف مکان ہو کما افادہ فی الاتقان^۱ الشریف (جیسا کہ اتقان شریف میں ہے۔ ت) خواہ ظرف زمان و مکان دونوں کما نص علیہ فی القاموس^۲ (جیسا کہ اس پر قاموس میں تصریح ہے۔ ت) امتیاز بحسب مدخول علیہ ہوگا کما بینہ فی تاج العروس^۳ (جیسا کہ اس کی تفصیل تاج العروس میں ہے۔ ت) مگر شک نہیں کہ زمان، زمانی پر داخل ہو کر افادہ قرب زمانی ہی کرے گا، کوئی عاقل نہ کہے گا کہ عند الصبح کا حاصل قرب مکان صبح ہے، اصل یہ کہ وضع عند قرب مطلق کے لیے ہے، حسی ہو یا معنوی، کما صرح بہ فی مسلم الثبوت^۴ و شرح الکافیۃ لرضی وغیرہا من المعتبرات (جیسا کہ مسلم الثبوت، شرح کافیہ للرضی اور دیگر معتبر کتب میں اس پر تصریح کی ہے۔ ت) مکانیات سے قرب مکانی ہوگا، زمانیات سے قرب زمانی، متعالی عن المكان والزمان سے قرب مکانات، کما فی قوله تعالیٰ عِنْدَ مَلِئِکٍ مُّقْتَدِرٍ^۵ (جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی میں ہے: (عظیم قدرت والے بادشاہ کے حضور۔ ت) تو نظر باصل معنی کہ عند لغت میں بمعنی جانب و ناحیہ تھا کما فی القاموس^۶ (جیسا کہ قاموس میں ہے۔ ت) اور اتحاد جہت مستلزم قرب، اور وہ ہنگام حقیقت قرب مکانی کہ جہت حقیقیہ مختص بمکانیات ہے، اُسے طرف مکان کہیں صحیح اور نظر بحال کہ یہ قرب حسی و معنوی سب کو شامل ہو کر زمانیات کو بھی تناول ہو گیا ظرف زمان و مکان دونوں کہیں بھی صحیح،

یہ تمام وہ تھا جو مجھ پر آشکار ہوا اس کے دیگر استعمالات

ہذا مآظہری ولہ استعمالات آخر

^۱ الاتقان فی علوم القرآن النوع الاربعون فی معرفۃ معانی الادوات مصطفیٰ البابی مصر ۱۶۵/۱

^۲ القاموس المحیط تحت فصل العین باب الدال مصطفیٰ البابی مصر ۳۳۰/۱

^۳ تاج العروس تحت فصل العین باب الدال احیاء التراث العربی بیروت ۳۳۴-۳۵/۲

^۴ مسلم الثبوت مسائل ادوات التعلیق مطبع انصاری دہلی ص ۶۸

^۵ القرآن ۵۵/۵۴

^۶ القاموس المحیط تحت فصل العین باب الدال احیاء التراث العربی بیروت ۳۳۰/۱

منسلخ فیہا عن معنی الظرفیۃ کالحکم والاعتقاد کقولک هذا عند ابی حنیفۃ والفضل والاحسان کقولہ تعالیٰ فَإِنْ أَتَمَّتَ عَشْرًا فَبِنْ عِنْدَكَ^۱ وغیرہ ذلک کہا ذکرہ الحریری فی درۃ الغواص لیس ہذا مقام تفصیلہا۔	بھی ہیں جو معنی ظرفیت کے علاوہ ہیں، مثلاً حکم اور اعتقاد جیسا کہا جائے یہ امام ابو حنیفہ کا قول ہے یا بمعنی فضل و احسان کے "مثلاً" اللہ تعالیٰ کا مبارک فرمان ہے پس اگر آپ دس مکمل کریں تو تمہارا احسان ہے، ان کے علاوہ دیگر معانی بھی ہیں جنہیں حریری نے درۃ الغواص میں ذکر کیا ہے لیکن یہ مقام تفصیل نہیں (ت)

معانی از قبیل ثانیاً اور افطار منجملہ معانی تو اس مراد وہی قرب زمانی، ہر ذی عقل جانتا ہے کہ عند الافطار کے معنی حین الافطار ہیں نہ کہ فی مکان الافطار، اسی مکان کان فیہ البقتر حین افطر والا فالافطار لیس مباحل فی المكان (افطار کے وقت جہاں افطار کرنے والا ہو، ورنہ افطار خود مکان میں حلول نہیں کرتا۔ ت) کیا آج اگر کسی شخص نے ایک جگہ روزہ افطار کیا اور چھ مہینے بعد آکر اس جگہ پر دُعا مذکور پڑھ لے یا چار پہر تک وہیں بیٹھا رہا صبح کو دُعا پڑھے تو یقول عند الافطار (افطار کے وقت کہے۔ ت) کا حکم ادا ہو گیا کہ آخر مکان تو وہی ہے، لاجرم ماننا پڑے گا کہ یہاں عند سے اتحاد زمان ہی مفاد اور اتحاد سے وہی تعقیب متصل مراد، یہ سب واضحاتِ جلیلہ ہیں جن کی اضاحت گویا وقت کی اضاعت، مگر کیا کیجئے کہ بعد وہم و اہم و ورود سوال حاجتِ ازاحت۔

ان تقریرات سے بحمد اللہ تعالیٰ تمام سوالوں کا جواب ہو گیا اور روشن طور پر منجلی ہوا کہ مقتضائے سنت یہی ہے کہ بعد غروب جو خرے یا پانی وغیرہ از قبل نماز افطار مجل کرتے ہیں اُس میں اور علم بغروب شمس میں اصلاً فصل نہ چاہئے یہ دُعا میں اس کے بعد ہوں، ہاں کبھی افطار مقابلِ سحر اس کھانے کو کہتے ہیں جو صائم شام کو کھاتا ہے۔

ابن خزیمۃ فی صحیحہ ومن طریقہ البیہقی وابو الشیخ بن حبان فی الثواب عن سلمان الفارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یرفعہ الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی فضائل شہر رمضان، قال من فطریہ صائماً کان مغفرۃ لذنوبہ وعتق رقبتہ	ابن خزیمہ نے صحیح میں، اور اسی طریق سے بیہقی نے اور ابوالشیخ بن حبان نے الثواب میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فضائلِ رمضان کے بارے میں مرفوعاً بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیان فرمایا جس نے کسی کا روزہ افطار کروایا اس کے گناہ معاف اور اس کی گردن جہنم سے آزاد

من النار، وكان له مثل اجره من غير ان ينقص من اجره شيء، قالوا يا رسول الله ليس كلنا يجد ما يفطر الصائم¹ الحديث وفي رواية ابي الشيخ فقلت يا رسول الله افرأيت ان لم يكن ذلك عنده؟ قال فقبضه من طعام، قلت افرأيت ان لم يكن عنده، لقمة خبز قال فمذقة من لبن قال افرأيت ان لم يكن عنده قال فشربة من ماء² وفي حديث ابي داود وغيره بسند صحيح عن انس رضي الله تعالى ان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم جاء الى سعد بن عباد فجاء بخبز وزيت فاكل ثم قال النبي صلى الله عليه وسلم افطر عندكم الصائمون واكل طعامكم الابرار وصلت عليكم الملائكة³ وفي لفظ افطرناً مرة مع رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فقر بوالية زيتاً فاكلوا كلنا حتى فرغ قال اكل طعامكم الابرار وصلت عليكم الملائكة وافطر عندكم الصائمون۔

ہو جائے گی، اور اس کے لیے روزہ دار کے برابر اجر ہوگا اور روزہ دار کے اجر میں بھی کمی نہ ہوگی۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو روزہ دار کو سیر ہو کر کھانا کھلانے کی طاقت نہیں رکھتے الحدیث۔ اور ابوالشیخ کی روایت میں ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس کے بارے میں کیا حکم ہے جس کے پاس اتنا نہ ہو؟ فرمایا تو ایک مٹھی طعام سہی۔ میں نے عرض کیا اگر اس کے پاس روٹی کا ٹکڑا نہ ہو؟ فرمایا دودھ کا گھونٹ۔ عرض کیا اگر یہ بھی نہ ہو؟ فرمایا پانی کا گھونٹ پیش کر دے۔ اور ابوداؤد وغیرہ میں سند صحیح کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سعد بن عبادہ کے پاس آئے، انہوں نے روٹی اور زیتون پیش کیا، آپ نے تناول کیا اور فرمایا تمہارے پاس روزہ داروں نے افطار کیا، تمہارا کھانا ابرار نے کھایا اور تم پر ملائکہ نے رحمت کی دعا کی۔ دوسری روایت کے الفاظ ہیں: ایک دفعہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ افطاری کی۔ آپ کی خدمت اقدس میں زیتون پیش کیا گیا آپ نے اور ہم سب نے تناول کیا جب فارغ ہوئے فرمایا: تمہارے کھانے کو نیک لوگوں نے کھایا تمہارے لیے ملائکہ نے دعا کی اور تمہارے

¹ صحیح ابن خزیمہ باب فضائل شہر رمضان المکتب الاسلامی بیروت ۱۹۲/۳

² کنز العمال بحوالہ جب حدیث ۲۳۶۵۸ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۲۶۰/۸، الترغیب والترہیب بحوالہ ابن حبان فی کتاب الثواب الترغیب فی اطعام

الطعام مصطفیٰ البانی مصر ۱۴۴/۲

³ سنن ابی داؤد کتاب الاطعمۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۱۸۲/۳

پاس روزہ داروں نے افطار کیا۔ (ت) اسی طعام شام سے پہلے ایک دُعا وارد ہوئی ہے اُس میں بھی یہ الفاظ موجود ہیں:

الدار قطنی فی الافراد عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا قرب الی احدکم طعامہ وهو صائم فليقل، بسم اللہ و الحمد للہ اللہم لك صمت وعلی رزقك افطرت وعلیک توکلت سبخنک وبحمدک تقبل منی انک انت السبیح العلیم¹۔	امام دارقطنی نے افراد میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تمہارے پاس کھانا لایا جائے اور تم حالتِ روزہ میں ہو تو یہ کلمات کہو اللہ کے نام کے ساتھ شروع، تمام حمد اللہ کے لیے ہے، اے اللہ! میں نے تیرے لیے روزہ رکھا اور تیرے رزق پر افطار کیا اور تجھ پر توکل کیا، تیری ذات مقدس ہے اور حمد تیری ہے، مجھ سے قبول فرمالے، بیشک تُو سننے اور جاننے والا ہے۔" (ت)

حدیث طبرانی:

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا افطر قال بسم اللہ اللہم لك صمت وعلی رزقك افطرت²۔	حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب افطار فرماتے تو کہتے: "اللہ کے نام کے ساتھ، اے اللہ! میں نے تیرے لیے روزہ رکھا اور تیرے رزق پر افطار کیا۔" (ت)

میں کہ ظاہر تسمیہ مشعر تقدیم ہے، اگر افطار سے یہی طعام شام بمعنی مذکور مراد، جب تو امر واضح ہے، ورنہ وہ بسبب شدت
ضعف قابل احتجاج نہیں، اس کی سند میں داؤد بن الزرقان متروک ہے۔

قال فی التقریب التہذیب متروک کذبہ الازدی اھ قلت³	التقریب التہذیب میں ہے کہ یہ متروک ہے اور ازدی نے اسے کاذب کہا ہے اھ میں کہتا ہوں

¹ کنز العمال بحوالہ قط فی الافراد حدیث ۳۸۷۳۸ مکتبۃ التراث الاسلامی حلب ۵۰۹/۸

² مجمع الزوائد بحوالہ طبرانی اوسط باب ما یقول اذا افطر دار الکتب بیروت ۱۵۶/۸

³ تقریب التہذیب تحت حرف الدال دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲۷۹/۱

و کذا الجوز جانی کما فی المیزان۔	جوز جانی نے بھی کہا ہے، جیسا کہ میزان میں ہے۔ (ت)

یہ اس مسئلہ میں آخر کلام ہے، امید کرتا ہوں کہ یہ تحقیق و تفصیل اس تحریر کے غیر میں نہ ملے گی، واللہ الحمد وبہ التوفیق ایامہ نسأل ہدایۃ الطریق، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔





صوم نفل

مسئلہ ۲۷۳: از بنارس محلّہ مانپور متصل کول چونرہ اونچی سیٹر ہی مرسلہ عبدالستار ۱۵ شوال ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ۲۷ تاریخ ماہ رجب کی، روزہ رکھنا چاہئے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:

بیہقی شعب الایمان اور دہلی نے مسند الفردوس میں سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کی:

رجب میں ایک دن اور رات ہے جو اس دن کا روزہ رکھے اور وہ رات نوافل میں گزارے سو برس کے روزوں اور سو برس کے شب بیداری کے برابر ہو، اور وہ ۲۷ رجب ہے اسی تاریخ اللہ عزوجل نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔	فی رجب یوم وليلة من صام ذلك اليوم وقام تلك الليلة كان كمن صام من الدهر مائة سنة وقام مائة سنة وهو لثلاث بقین من رجب وفيه بعث الله تعالى محمداً صلى الله تعالى عليه وسلم^۱۔

قال البيهقي منكر^۲ (امام بیہقی نے اس روایت کو منکر کہا ہے۔ ت) نیز اسی میں بطریق ابان

^۱ الفردوس بمأثور الخطاب حدیث ۳۸۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲/۳، شعب الایمان حدیث ۳۸۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲/۳

^۲ کنز العمال بحوالہ ہب حدیث ۳۵۱۶۹ مکتبۃ التراث الاسلامی بیروت ۱۴/۱۲

بن عیاش حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی:

رجب میں ایک رات ہے کہ اس میں عمل نیک کرنے والے کو سو برس کی نیکیوں کا ثواب ہے اور وہ رجب کی ستائیسویں شب ہے جو اس میں بارہ رکعت پڑھے ہر رکعت میں سورہ فاتحہ اور ایک سورت، اور ہر دو رکعت پر التحیات اور آخر میں بعد سلام سبحن اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر سو بار، استغفار سو بار، درود سو بار، اور اپنی دنیا و آخرت سے جس چیز کی چاہے دعا مانگے اور صبح کو روزہ رکھے تو اللہ تعالیٰ اس کی سب دعائیں قبول فرمائے سوائے اس دعا کے جو گناہ کے لیے ہو۔ (بیہقی فرماتے ہیں یہ روایت سابقہ روایت سے زیادہ ضعیف ہے۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں اس کے دو ۲ راوی متمم بالکذب ہیں۔ ت)	فی رجب لیلة یکتب للعامل فیہا حسنات مائة سنة، وذلك لثلاث بقین من رجب فمن صلی فیہ اثنتی عشرة رکعة یقرأ فی کل رکعة فاتحة الكتاب وسورة من القرآن، ویتشهد فی کل رکعة ویسلم فی آخرہن، ثم یقول، سبحن اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر مائة مرة ویستغفر اللہ مائة مرة ویصلی عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مائة مرة ویدعو لنفسه ما شاء من امر دنیاة وأخرتہ ویصبح صائماً فان اللہ یتستجیب دعاء کلہ الا ان یدعو فی معصیة^۱ قال البیہقی هو اضعف من الذی قبلہ^۲، قال ابن حجر فیہ متہمان^۳۔

فوائد ہناد میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی:

۲۷ رجب کو مجھے نبوت عطا ہوئی جو اس دن کا روزہ رکھے اور افطار کے وقت دعا کرے دس برس کے گناہوں کا کفارہ ہو (اس کی اسناد منکر ہے۔ ت)	بعث نبیاً فی السابیع والعشرین رجب فمن صام ذلك الیوم ودعا عند افطارہ کان له كفارة عشر سنتین^۴۔ اسنادہ منکر۔

^۱ شعب الایمان حدیث ۳۸۱۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/۷۴

^۲ کنز العمال بحوالہ شعب الایمان حدیث ۳۵۱۷۰ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۲/۳۱۲

^۳ ماہیت بالنسب مع اردو ترجمہ بحوالہ ابن حجر ذکر ماہ رجب ادارہ نعیمیہ رضویہ لال کھوہ موچی گیٹ لاہور ص ۲۵۲

^۴ تنزیہ الشریعۃ بحوالہ فوائد ہناد کتاب الصوم حدیث ۴۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/۱۶۱

جزء ابی معاذ مروزی میں بطریق شہر ابن حوشب ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موقوفاً مروی:

من صائم یوم سبع وعشرین من رجب کتب اللہ لہ صیام ستین شہرا و هو الیوم الذی ہبط فیہ جبریل علی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالرسالة ^۱ ۔	جو رجب کی ستائیسویں کا روزہ رکھے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ساٹھ مہینوں کے روزوں کا ثواب لکھے، اور وہ دن ہے جس میں جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے پیغمبری لے کر نازل ہوئے۔

تذریۃ الشریعۃ سے ماثبت بالسنتہ میں ہے:

وهذا أمثل ماورد فی هذا المعنی ^۲ ۔	یہ اُن سب حدیثوں سے بہتر ہے جو اس باب میں آئیں۔

بالجملہ اس کے لیے اصل ہے اور فضائل اعمال میں حدیث ضعیف باجماع ائمہ مقبول ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۷۴: ۱۲ شعبان المعظم ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ روزہ رکھنا مبارک رجب مرجب کی ۷ تا ۲۰ کو سوارِ رمضان کے بہ نسبت اور روزوں کے فضیلت رکھتا ہے یا نہیں؟ اور اگر رکھتا ہے تو کیا وجہ ہے اور ماسوا اس روزے کے درمیان سال بھر کے اور کون کون روزہ ایسا ہے جس کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد واسطے روزہ رکھنے کے فرمایا ہے، اور اگر کوئی شخص روزہ ۲۷ رجب المرجب کو رکھے تو کس قدر مستحق ثواب کار ہوگا؟ اور نیز دوسرے روزوں میں؟ اور اگر کوئی منع کرے اور روں کو، اور منکر ہو خود، تو وہ کون ہے گنہ گار ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب:

صوم وغیرہ اعمالِ صالحہ کے لیے بعد رمضان مبارک سب دنوں سے افضل عشر ذالحجہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ما من ایام العمل الصالح فیہن احب الی اللہ تعالیٰ من هذه الايام العشر قالوا یا رسول اللہ	دس دنوں سے زیادہ کسی دن کا عمل صالح اللہ عزوجل کو محبوب نہیں، صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ

^۱ تذریۃ الشریعۃ بحوالہ جزء ابی معاذ کتاب الصوم حدیث ۳۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۶۱/۳

^۲ تذریۃ الشریعۃ بحوالہ جزء ابی معاذ کتاب الصوم حدیث ۳۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۶۱/۳، ماثبت بالسنتہ مع اردو ترجمہ ذکر ماہ رجب ارادہ نعیمیہ رضویہ

لال کھوہ موچی گیٹ لاہور ص ۲۳۴

ولا الجهاد في سبيل الله قال ولا الجهاد في سبيل الله الارجلا خرج بنفسه وماله ثم لم يرجع من ذلك بشئ¹۔ رواه البخارى والترمذى وابوداؤد وابن ماجة والطبرانى في الكبير بسند جيد والبيهقى كلهم عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما والطبرانى فيه بسند صحيح عن ابن مسعود والبزار في مسنده بسند حسن وابو يعلى بسند صحيح وابن حبان في صحيحه عن جابر بن عبد الله رضى الله تعالى عنهم اجمعين۔	اور نہ راہ خدا میں جہاد؟ فرمایا: اور نہ راہ خدا میں جہاد مگر وہ کہ اپنی جان و مال لے کر نکلے پھر ان میں سے کچھ واپس نہ لائے (اسے بخاری، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ اور طبرانی نے المعجم الکبیر میں سند جید کے ساتھ اور بیہقی تمام حضرات نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے، اور اس میں طبرانی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بزار نے اپنی مسند میں سند حسن کے ساتھ اور ابو یعلیٰ نے سند صحیح کے ساتھ اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے روایت کیا ہے۔ (ت)

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ما من ايام احب الى الله ان يتعبد له فيها من عشر ذي الحجة يعدل صيام كل يوم منها بصيام سنة وقيام كل ليلة منها بقيام ليلة القدر²۔ رواه الترمذى وابن ماجة والبيهقى۔	اللہ عزوجل کو عشرہ ذی الحجہ سے زیادہ کسی دن کی عبادت پسندیدہ نہیں، اُن کے ہر دن کا روزہ ایک سال کے روزوں اور ہر شب کا قیام شب قدر کے برابر ہے۔ (اسے ترمذی، ابن ماجہ اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔ ت)

خصوصاً روزِ عرفہ کہ افضل ایام سال ہے، اس کا روزہ صحیح حدیث سے ہزاروں روزوں کے برابر ہے اور دو سال کا مل کے گناہوں کی معافی، ایک سال گزشتہ اور ایک سال آئندہ۔

الائمة السنة الا البخارى عن ابى قتادة رضى الله عنه	بخاری کے علاوہ ائمہ ستہ نے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ

¹ جامع الترمذی باب ماجاء فی العمل فی ایام العشر امین کہنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۹۴/۱، السنن الصغیر للبیہقی باب العمل الصالح فی العشر الخ دار الکتب

العلمیہ بیروت ۳/۸۱

² جامع الترمذی باب ماجاء فی العمل فی ایام العشر امین کہنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۹۴/۱، سنن ابن ماجہ باب صیام العشر امین سعید کہنی کراچی

سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یوم عرفہ کے بارے دریافت کیا گیا تو فرمایا یہ سال گزشتہ اور آئندہ کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔ اور ابو یعلیٰ نے سند صحیح کے ساتھ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے عرفہ کے دن روزہ رکھا اس کے مسلسل دو سالوں کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اور طبرانی میں سند حسن کے ساتھ اور بیہقی نے اور بیہقی کے الفاظ ہیں ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا گیا ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمایا کرتے کہ عرفہ کے روزہ کا ثواب ہزار دن کے روزوں کے برابر ہے۔ (ت)	قال سئل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عن صوم يوم عرفة قال يكفر السنة الماضية والباقية¹ ولا يعلی بسند صحيح عن سهل بن سعد رضی الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من صام يوم عرفة غفر له ذنب سنتين متتابعين² وللطبرانی بسند حسن والبيهقي واللفظ له عن ام المؤمنين رضی الله تعالى عنها قالت كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول صيام يوم عرفة كصيام الف يوم۔³

پھر سب دنوں سے افضل روزہ عاشورہ یعنی دہم محرم کا روزہ ہے اس میں ایک سال گزشتہ کے گناہوں کی مغفرت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

جس نے عرفہ کا روزہ رکھا اس کے پہلے اور آئندہ کے سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور جس نے عاشوراء کا روزہ رکھا اس کے ایک سال کے گناہ معاف کر دئے جاتے ہیں۔ اسے طبرانی نے معجم الاوسط میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے (ت)	من صام يوم عرفة غفر له سنة امامه وسنة خلفه ومن صام عاشوراء غفر له سنة⁴۔ رواه الطبرانی بسند حسن في معجمه الاوسط عن ابي سعيد ن الخدری رضی الله تعالى عنه۔

¹ صحیح مسلم کتاب الصیام قدیمی کتب خانہ کراچی ۳۶۸/۱، سنن ابن ماجہ باب صیام العشر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۲۵

² مسند ابو یعلیٰ حدیث ۵۱۰ مؤسسہ علوم القرآن بیروت ۵۰۵/۶

³ شعب الایمان حدیث ۶۳۷۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳۵۷/۳

⁴ الترغیب والترہیب بحوالہ معجم الاوسط الترغیب فی صوم یوم عرفہ الخ مصطفیٰ البابی مصر ۱۱۲/۲

محرم کے ہر دن کا روزہ ایک مہینہ کے روزوں کے برابر ہے۔

الطبرانی فی الکبیر الصغیر عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بسند لا بأس به عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من صام یوماً من المحرم فله بكل یوم ثلثون حسنة^۱۔	طبرانی نے معجم الکبیر اور صغیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایسی سند کے ساتھ روایت کیا ہے جس میں کوئی حرج نہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے محرم کا ایک روزہ رکھا اس کے لیے ہر دن میں تیس^{۳۰} نیکیاں ہیں (ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

افضل الصوم بعد رمضان، شعبان لتعظیم رمضان^۲۔ رواہ الترمذی واستغربه والبیہقی فی الشعب وفیہ صدقة بن موسیٰ۔	رمضان کے بعد سب سے افضل شعبان کے روزے ہیں تعظیم رمضان کے لیے۔ (اسے ترمذی نے روایت کر کے غریب کہا اور بیہقی نے شعب الایمان میں ذکر کیا، اور اس میں ایک راوی صدقہ بن موسیٰ ہے۔ ت)

تو ۲ رجب کے روزے بعد رمضان سب روزوں سے افضل کہنا صحیح نہیں، ہاں بعض احادیث اُس کی فضیلت میں مروی ہوئیں کہ فقیر نے اپنے فتاویٰ میں ذکر کیں، اُن سب میں بہتر حدیث موقوف ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے:

من صام یوم سبع عشرین من رجب کتب اللہ تعالیٰ له صیام ستین شہراً^۳۔	جو ۲ رجب کا روزہ رکھے اللہ تعالیٰ اُس کے لیے پانچ برس کے روزوں کا ثواب لکھے۔

ایسی جگہ حدیث موقوف مرفوع ہے کہ تعین مقدار اجر کی طرف رائے کو اصلاً راہ نہیں، اور حدیث ضعیف^۴ فضائل اعمال میں باجماع ائمہ مقبول ہے کما فصلنا ہ بما لا مزید علیہ فی رسالتنا الہاد الکاف فی حکم الضعاف (اس کی پوری تفصیل جس پر اضافہ دشوار ہے ہم نے اپنے رسالہ الہاد الکاف فی حکم الضعاف

^۱ المعجم الکبیر حدیث ۱۱۰۸۲ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۷۲/۱

^۲ جامع الترمذی ابواب الزکوۃ باب ماجاء فی فضل الصدقة امین کینی دہلی ۸۴/۱ شعب الایمان حدیث ۳۸۱۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/۷۷۷

^۳ تنزیہ الشریعہ بحوالہ جزء ابی معاذ کتاب الصوم حدیث ۴۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۶۱/۲

^۴ اس کے مطالعہ کے لیے رسالہ "منیر العین فی حکم تقبیل الایمان" ملاحظہ ہو جو فتاویٰ رضویہ (جدید) جلد ۵ کے ص ۴۲۹ پر ہے۔

میں کی ہے۔ ت) احادیث صحاح و صوالح میں اور بھی بہت روزوں کے فضائل آئے ہیں جیسے شش عید و ایام بیض کہ دونوں میں ہر ایک سال بھر کے روزوں کا ثواب لاتا ہے کہ مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا^۱ (جس نے کوئی نیکی کی اس کا دس گنا اجر ملے گا۔ ت) و روزہ دو شنبہ و روزہ پنجشنبہ و روزہ چہار شنبہ و پنجشنبہ کہ دوزخ سے آزاد ہیں^۲ اور روزہ چہار شنبہ و پنجشنبہ و جمعہ کہ جنت میں گوہر و یاقوت و زبرجد کا گھر بناتے ہیں^۳ بلکہ روزہ جمعہ یعنی جب اس کے ساتھ پنجشنبہ یا شنبہ بھی شامل ہو مروی ہوا کہ دس ہزار برس کے روزوں کے برابر ہے^۴ رواہ البیہقی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرفوعاً (ا) سے بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً نقل کیا ہے۔ ت) روزہ سے منع کرنا خیر سے منع کرنا اور مناع للخیر (خیر سے روکنے والا) کے وبال میں داخل ہونا ہے جب تک ذلتاً یا عارضاً مانعت شرعیہ نہ ثابت ہو، ۲۷ کے علاوہ روزہ ہائے رجب میں احادیث کثیرہ وارد ہیں جن میں بعض خود اور بعض بتعدد مرتبہ صالح رکھتی ہیں، شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ القوی نے مابین بالسنۃ میں ان کی تفصیل فرمائی۔

و ما یروی عن الفاروق الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فلان رجب کانت تعظیہ الجاہلیۃ ایضاً وقد کان العہد قریباً والاحکام لم تتبین عند کثیر من الاعراب فتخشى الزیادۃ للکل وجہۃ ہو مولیہا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	اور جو فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے پس اس لئے کہ اہل جاہلیت بھی رجب کی تعظیم کرتے تھے زمانہ جاہلیت اسلام سے قبل قریب تھا اور بہت سے عربوں پر احکام اچھی طرح واضح نہ ہو سکے تھے تو اس لئے رجب کے روزوں کے متعلق بیان میں از خود اضافہ کرنے کا خدشہ موجود ہے جبکہ ہر ایک کیلئے اپنے عمل کی راہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۷۵: از موضع سرنیاں ضلع بریلی مرسلہ امیر علی صاحب ۱۳۳۱ھ

اکثر عورتیں مشکل کشا علی کا روزہ رکھتی ہیں کیسا ہے؟

الجواب:

روزہ خاص اللہ عزوجل کے لیے ہے، اگر اللہ کا روزہ رکھیں اور اس کا ثواب مولانا علی کی نذر کریں

^۱ القرآن ۱۶۰/۶

^۲ کنز العمال حدیث ۲۴۱۹۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۵۶۴/۳، الترغیب والترہیب الترغیب فی صوم الاربعاء الخ مصطفیٰ البابی مصر ۱۲۶/۲

^۳ شعب الایمان حدیث ۳۸۷۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳۹۷/۳

^۴ الترغیب والترہیب الترغیب فی صوم الاربعاء مصطفیٰ البابی مصر ۱۲۶/۲

تو حرج نہیں مگر اس میں یہ کرتی ہیں کہ روزہ آدھی رات تک رکھتی ہیں، شام افطار نہیں کرتیں، آدھی رات کے بعد گھر کے کواڑ کھول کر کچھ دُعا مانگتی ہیں اُس وقت روزہ افطار کرتی ہیں، یہ شیطانی رسم ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۷۶: از۔ بلگرام شریف محلہ میدان پورہ مرسلہ حضرت صاحبزادہ سید ابراہیم میاں صاحب قادری دامت برکاتہم ۲۳ رمضان ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اعتکاف آخر عشرہ رمضان شریف کا پورے دس روز میں ادا ہوتا ہے یا تین چار روز آخر میں بھی جائز ہے؟ ایک شخص کا بیان ہے کہ مقصود مشروعت اعتکاف کے واسطے شرف ادراک لیلۃ القدر کی ہے یہ کاملہ میں حاصل ہوگا، دوسرے شخص کا بیان ہے تین چار روز میں بھی جائز ہے ایسا دیکھا گیا ہے۔

الجواب:

اعتکاف عشرہ اخیرہ کی سنت مؤکدہ علیٰ وجہ الکفایہ ہے، جس پر حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مواظبت و مداومت فرمائی پورے عشرہ اخیرہ کا اعتکاف ہے، ایک روز بھی کم ہو تو سنت ادا نہ ہوگی، ہاں اعتکافِ نفل کے لیے کوئی حد مقرر نہیں، ایک ساعت کا بھی ہو سکتا ہے، اگرچہ بے روزہ ہو۔ ولہذا چاہئے کہ جب نماز کو مسجد میں آئے نیت اعتکاف کر لے کہ یہ دوسری عبادت مفت حاصل ہو جائے گی، درمختار میں ہے:

سنة مؤكدة في العشر الاخير من رمضان ای سنة	رمضان کے آخری عشرہ میں سنت مؤکدہ ہے یعنی سنت کفایہ ہے، جیسا کہ برہان وغیرہ میں ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

واقله نفلا ساعة من ليل او نهار عند محمد، وهو ظاهر الرواية عن الامام لبناء النفل على المسامحة وبه يفتى والساعة في عرف الفقهاء جزء من الزمان لا جزء من اربعة وعشرين كما يقوله المنجمون	امام محمد کے نزدیک کم سے کم نفلی اعتکاف دن و رات میں ایک گھڑی کا بھی ہو سکتا ہے اور امام اعظم سے بھی ظاہر الروایت میں ہے کیونکہ نفل کی بناء آسانی پر ہے اور اسی پر فتویٰ ہے، عرف فقہاء میں ساعت کا مفہوم زمانے کا ایک جز ہے نہ کہ چوبیس گھنٹوں میں سے ایک گھنٹہ جو کہ اہل توقیت

¹ درمختار باب الاعتکاف مجتبائی، ج ۱/۱۵۶

کہا فی غرر الاذکار وغیرہ ^۱ ۔	کا مؤقف ہے، جیسا کہ غرر الاذکار وغیرہ میں ہے۔ (ت)

فتح القدیر میں ہے:

الاعتکاف ینقسم الی واجب وهو المندور تنجیزاً او تعلیقاً والی سنة مؤکدة وهو اعتکاف العشر الاوخر من رمضان والی مستحب وهو ما سواهما ^۲ ۔	اعتکاف واجب، سنت مؤکدہ اور مستحب پر منقسم ہے، واجب جس کی نذر مانی گئی ہو خواہ فی الفور یا معلق ہو، اور سنت مؤکدہ وہ رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف ہے، اور مستحب جو ان مذکورہ دونوں صورتوں کے علاوہ ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

المسنون هو اعتکاف العشر بتمامه ^۳ ، واللہ تعالیٰ اعلم۔	سنت اعتکاف وہ رمضان کا پورا عشرہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)



^۱ در مختار باب الاعتکاف مطبع مجتبائی دہلی ۱/۵۷-۱۵۶

^۲ فتح القدیر باب الاعتکاف مکتبہ نوریہ رضویہ کھر ۲/۳۰۵

^۳ ردالمحتار باب الاعتکاف مصطفیٰ البابی مصر ۲/۱۴۳



کتاب الحج

مسئلہ ۲۷۷:

مسئلہ واحد یار خاں صاحب از بریلی

۴ ذی قعدہ ۱۳۲۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورت کاج کو جانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب:

حج کی فرضیت میں عورت مرد کا ایک حکم ہے، جو راہ کی طاقت رکھتا ہو اُس پر فرض ہے مرد ہو یا عورت، جو ادا نہ کرے گا عذاب جہنم کا مستحق ہوگا۔ عورت میں اتنی بات زیادہ ہے کہ اُسے بغیر شوہر یا محرم کے ساتھ لیے، سفر کو جانا حرام، اس میں کچھ حج کی خصوصیت نہیں، کہیں ایک دن کے راستہ پر بے شوہر یا محرم جائے گی تو گنہگار ہوگی، ہاں جب فرض ادا ہو جائے تو بار بار عورت کو مناسب نہیں کہ وہ جس قدر پردے کے اندر ہے اُس قدر بہتر ہے۔ حدیث میں اس قدر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امہات المؤمنین کو حج کرا کر فرمایا ہذہ ثم حصر البیوت یہ ایک حج ہو گیا اس کے بعد گھر کی چٹائیاں۔ پھر یہ بھی اولویت کا ارشاد ہے نہ کہ عورت کو دوسرا حج ناجائز ہے، ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس کے بعد پھر حج کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۸۰۶۲۷۸:

از ایضہ ۸ رمضان مبارک مرسلہ اسحاق نائب مدرس تحصیلی اسکول

جناب مولانا صاحب! عرض حال ذیل کو ملاحظہ فرما کر جواب ضرور ضرور لکھ دیجئے گا:

(۱) زید خرچ زاد راہ آمد و رفت کا اپنی ذات خاص سے رکھتا ہے اگر والدین اجازت حج مکہ معظمہ کی نہ دیں تو حج نامبرہ کا ہو سکتا ہے یا کیا؟

(۲) والدین پر قرضہ قلیل اور حقیقت زمینداری اس سے کہیں زیادہ قیمت کی ہے۔

(۳) زید مذکور کی اہلیہ نیز عیال اطفال سے کوئی نہیں ہے۔

الجواب:

جبکہ زید اپنے ذاتی روپے سے استطاعت رکھتا ہے تو حج اس پر فرض ہے، اور حج فرض میں والدین کی اجازت درکار نہیں بلکہ والدین کو ممانعت کا اختیار نہیں، زید پر لازم ہے کہ حج کو چلا جائے اگرچہ والدین مانع ہوں، والدین پر قرض ہونا اس شخص پر فرضیت میں خلل انداز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۲۸۱: از شہر کہنہ مسؤلہ سید محمد نور اللہ صاحب اشرفی جیلانی محرر دارالافتاء اہلسنت بریلی ۸ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کو بوجہ ہونے امکان حج کے جب کبھی حج کی ترغیب دی تو کہتا ہے کہ ہم نے حاجیوں کی اکثر مدد کی ہے پس ہم پر حج کرنا فرض نہیں ہے، اور کسی عالم کا قول نہیں مانتا، پس کیا اس سے حج شرعاً ساقط ہے؟

الجواب:

یہ کلمہ کفر ہے، حاجیوں کی مدد کرنے سے حج ساقط نہیں ہو سکتا، اس شخص پر توبہ و تجدید اسلام فرض ہے، تجدید نکاح و تجدید اسلام کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۸۲: از بدایوں مولوی محلہ مکان عطا احمد صاحب از طرف اہلیہ شاہ ابوالحسین صاحب مرحوم و مغفور ۷ رمضان ۱۳۲۹ھ حضرت جناب مولانا صاحب! بعد سلام سنت واضح ہو مجھ کو سخت ضرورت و انتشار برائے دریافت ایک امر واقع ہو گیا وہ یہ ہے کہ میں اس سال جو حج بیت اللہ کو جاتی ہوں تو بارادہ حج بدل اپنے پیر و مرشد جناب نانا صاحب حضرت شاہ آل رسول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جاتی ہوں مارہرہ آکر ایک امر جدید دریافت ہوا کہ جس سے آج اور اب تک بے خبر محض تھی، وہ امر یہ ہے کہ جناب مرحومہ مغفورہ والدہ صاحبہ جو بیت اللہ تشریف لے گئی تھیں وہاں جا کر ان کو مرض الموت پیدا ہوا اور بتاریخ آٹھویں ذی الحجہ مقام منی پہنچ کر انتقال ہو گیا اور حج نہیں ہوا، تو مجھ پر اب حج والدہ مغفورہ لازمی ہو گیا، چونکہ میں اپنے ہمراہ بوجہ محرمیت برادر زادہ کو لیے جاتی ہوں جس کی عمر ۱۹ سال کی ہے اور اوّل مرتبہ یہ برادر زادہ بیت اللہ جاتا ہے تو دریافت طلب آپ سے یہ امر ہے کہ میں اس بچے سے حج والدہ مغفورہ کرا دوں اور خود حج بعوض پیر و شد

کروں اور میں سابق میں اپنے شوہر اور اپنے والد مغفور کا حج کر کے آئی ہوں اور میرا ذاتی حج عرصہ اٹھارہ سال ہوا کہ ہو چکا تھا، اگر برادر زادہ سے حج والدہ مرحومہ نہ ہو سکتا ہو تو میں خود قیام کر کے ایک سال تک دونوں حج مرشد والدہ کروں، ان امور کا جواب جلد مرحمت ہو۔

الجواب:

بعد ادائے تسلیم خادمانہ ملتس اگر حضرت کی والدہ ماجدہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا پر اُسی سال حج فرض ہوا تھا اس سے پہلے کسی برس میں مال وغیرہ اتنا نہ تھا کہ حج فرض ہوتا تو جب تو ان کا حج بفضلہ تعالیٰ ادا ہو گیا، بلکہ ایسا ادا ہوا کہ ان شاء اللہ قیامت تک ہر سال حج ادا کرتی رہیں گی، اور اگر اس سال سے پہلے فرض ہو چکا تھا تو البتہ حج فرض اُن پر باقی رہا، حضرت ان کی طرف سے ادا فرمائیں یا ادا کرا دیں تو اجر عظیم ہے، اب دیکھا جائے کہ یہ صاحبزادے جب سے بالغ ہوئے کسی سال زمانہ حج میں مال وغیرہ اتنا سامان ان کے پاس تھا کہ ان پر حج فرض ہو گیا یا اب تک ان پر فرض نہ ہوا اور اگر ان پر اصلاً فرض نہ ہوا تو حضرت ان کو والدہ ماجدہ کی طرف سے حج کرا دیں اور خود پُر نور پیرو مرشد برحق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے کریں، اور اگر خود ان پر حج فرض ہو لیا ہو تو یہ دوسرے کی طرف سے حج کرنے سے گنہگار ہوں گے مگر حج جس کی طرف سے کریں گے ادا ہو جائے گا ان پر گناہ رہے گا اور ایسی صورت میں اُن سے حج غیر کرانا بھی مکروہ ہے کہ ایک گناہ کا حکم دینا ہے، زیادہ حدِ ادب!

۲۲ ذیقعدہ ۱۳۲۲ھ

از نواب مولوی سلطان احمد خاں صاحب

مسئلہ ۲۸۳:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حج بدل کی کیا شرائط ہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:

حج بدل یعنی نیابتاً دوسرے کی طرف سے حج فرض ادا کرنا کہ اُس پر سے استقاطِ فرض کرے ان شرائط سے مشروط ہے: (۱) جس کی طرف سے حج کیا جائے قبل اجماع اس پر حج فرض ہو، اگر فقیر نے حج کرا دیا پھر غنی ہوا خود حج کرنا فرض ہوگا۔ (۲) مجموع عنہ حج بدل یعنی نائب کے وقوف عرفہ کرنے سے پہلے خود ادا سے عاجز ہو، اگر بحالِ قدرت حج کرایا پھر عاجز ہو گیا از سر نواجم لازم ہوگا۔

(۳) عجز اگر ممکن الزوال تھا مثل جس و مرض، تو شرط ہے کہ تادم مرگ دائم رہے، اگر بعد حج خود قادر ہوا خود ادا فرض ہوگی بخلاف اس عجز کے کہ قابلِ زوال نہیں، جیسے نابینائی اگر بطور خرقِ عادت

بعد اجماع زائل بھی ہو جائے اعادہ ضرور نہیں۔

(۴) حج بدل کرنے والا تنہا ایک مجموعہ عنہ کی طرف سے حج واحد کی نیت کرے مثلاً احرمت عن فلان یا اللہم لبیک عن فلان^۱ اگر اس کی طرف سے نیت نہ کی یا دوج کی نیت کی ایک اس کی طرف سے ایک اپنی طرف سے یا دو شخصوں کی طرف سے نیت کی ایک اس کی جانب ایک منیب آخر کی جانب سے، تو کافی نہ ہوگا۔

(۵) یہ حج بامر مجموعہ عنہ ہو بلا اجازت دوسرے کی طرف سے حج کافی نہ ہوگا مگر جبکہ وارث اپنے مورث کی طرف سے حج کرے یا کرائے لقیامہ مقامہ خلافت۔

(۶) مصارفِ آمد و رفت و سائر نفقہ حج کل یا اکثر مال مجموعہ عنہ سے ہوں۔

(۷) حج اگر بحیات مجموعہ عنہ ہو تو جسے اس نے امر کیا وہی حج کرے، وہ دوسرے سے کرا دے گا تو ادا نہ ہوگا اور اگر بعد وفات مجموعہ عنہ ہے تو مامور دوسرے کو بھی اپنی جگہ قائم کر سکتا ہے اگرچہ میت نے اس کا نام لے کر وصیت کی ہو کہ فلاں میری طرف سے حج کرے، ہاں اگر صراحۃً اس نے نہیں کر دی تھی کہ وہی کرے، نہ دوسرا، تو اب دوسرا کافی نہیں۔

(۸) حج بدل کرنے والا اکثر راستہ سواری پر طے کرے اگر باوصف گنجائش نفقہ پیادہ حج کرے گا نفقہ واپس دے دے گا اور حج اس کی طرف سے نہ ہوگا۔

(۹) مجموعہ عنہ جب اہل آفاق سے ہو تو لازم ہے کہ اس کی طرف سے حج آفاقی کیا جائے اگر اس نے حج کو بھیجا اس نے عمرہ کا احرام باندھا بعد عمرہ مکہ معظمہ سے احرام حج باندھا اس کی طرف سے حج نہ ہوگا کہ یہ حج مکی ہو انہ آفاقی، ہاں اگر قریب حج میقات کی طرف نکل کر احرام حج میقات سے باندھے تو جائز ہے کہ حج آفاقی ہو انہ مکی۔

(۱۰) مخالفت نہ کرے مگر تنہا حج کے لیے امر کیا تھا اس نے قرآن یا تمتع کیا نفقہ واپس دے گا اور حج اس کی طرف سے نہ ہوگا۔

(۱۱) حج بدل کرنے والا حج صحیح اس دفعہ میں ادا کرے، ناعاقل سمجھ یا مجنون کا حج کافی نہیں، ہاں مراہق کا کافی ہے، یونہی اگر وہ حج فاسد کر دیا کافی نہ ہوگا اگرچہ قضا بھی کرے۔ بیس^{۲۰} شریطیں منسک منقطع میں ہیں انہیں گیارہ میں آگئیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

^۱ المنسک المنقطع مع ارشاد الساری باب الحج عن الغیر دار الکتب العربیہ بیروت ص ۲۹۲

مسئلہ ۲۸۴: ازمارہہ مطہرہ درگاہ مقدس حضرت سید حامد حسن میاں صاحب قبلہ دامت برکاتہم ۱۶ شوال ۱۳۳۱ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک بیوہ بچپن برس کی عمر ہے دوبارہ پہلے اپنی طرف سے لوگوں کو بھیج کر حج بدل کراچکی ہے اُس سے بعض صاحبوں نے کہا کہ وہ حج نہ ہوئے خود حج کو جائس نے محرم نہ ہونے کی وجہ سے نکاح کیا مگر ضعیفہ مریضہ ہے اس صورت میں اس کے وہ حج بدل ادا ہو گئے یا اب خود اس پر حج لازم ہے یا کیا حکم ہے؟ بینو اتوجروا

الجواب:

زندگی میں جو کوئی حج بدل اپنی طرف سے بوجہ عجز و مجبوری کرائے اس حج کی صحت کے لیے شرط ہے کہ وہ مجبوری آخر عمر تک مستمر رہے، اگر حج کے بعد مجبوری جاتی رہی اور بذاتِ خود حج کرنے پر قدرت پائی تو اس سے پہلے جتنے حج بدل اپنی طرف سے کرائے ہوں سب ساقط ہو گئے حج نفل کا ثواب رہ گیا فرض ادا نہ ہوا، اب اس پر فرض ہے کہ خود حج کرے پھر اگر غفلت کی اور وقت گزر گیا اور اب دوبارہ مجبوری لاحق ہوئی تو از سر نو حج بدل کرانا ضرور ہے، ہاں اگر کسی کی معذوری ایسی ہو جو عادتاً اصلاً زوال پذیر نہیں اور اس نے حج بدل کر لیا اور اس کے بعد بمحض قدرت الہی مثلاً کسی ولی کی کرامت سے وہ عذر ناقابل الزوال زائل ہو گیا مثلاً اندھے نے حج بدل کرایا تھا پھر رب العزۃ نے اسے آنکھیں دے دیں تو اس کا وہ حج بدل ساقط نہ ہوا وہی کافی ہے، خود اگر حج کرے سعادت ہے ورنہ فرض ادا ہو گیا، ایسا زوال عذر کہ کرامت خرق عادت ہو معتبر نہیں، مسئلہ شرعیہ تو یہ ہے اور صورتِ سوال سے ظاہر کہ عورت نے پہلے جو دو حج بدل کرائے یا تو وہ حقیقتاً ایسی مجبوری نہ تھی کہ خود نہ جاسکتی یا مرض وضعف وغیرہ کی وجہ سے مجبوری تھی اور بعد کو وہ مجبوری زائل ہو گئی کہ اس نے خود حج کا قصد کیا جس پر دلیل روشن، اسی نیت سے اس کا نکاح کرنا ہے ورنہ بچپن سالہ عورت کو نکاح کی کیا حاجت تھی، بہر حال ان دونوں صورتوں میں کوئی شکل ہو وہ دونوں حج بدل یا تو سرے سے ناکافی تھے یا اب ساقط ہو گئے، صرف ثواب نفل رہا، فرض گردن پر باقی ہے خود ادا کرے، اور مجبور و ناامید ہو تو پھر حج بدل کرائے۔ وبالله التوفیق واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۹ محرم ۱۳۳۲ھ

از پیر بہوڑ بائنی پورا از محمد عصمت اللہ صاحب

مسئلہ ۲۸۵ تا ۲۸۸:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک خوشحال شخص اپنی متوفی بیوی کی طرف سے (جو دولت مند تھیں اور شوقِ حج کا مصمم ارادہ رکھتی تھیں) حج بدل کرانا چاہتے ہیں لہذا ان کو امور ذیل میں حکم شرع شریف ناطق فرمایا جائے:

- (۱) مستطیع شخص جو اپنا فرض ادا کر چکا کسی دوسرے کی طرف سے حج بدل کر سکتا ہے یا نہیں؟
- (۲) غیر مستطیع جس پر حج فرض نہیں ہے حج بدل کے واسطے مقرر ہو سکتا ہے یا نہیں؟
- (۳) بہر کیف حج بدل کرنے والے کو خاص مکہ معظمہ میں وہاں کا زمانہ حج کا خرچ دے کر مقرر کر لینا کافی ہے یا نہیں؟
- (۴) حج بدل کرنے والا شخص مبدل منہ کے مقام قیام کے قریب باش لیا جائے اور آمد و رفت کا تمام خرچ اس کو دیا جائے تو یہ افضل ہوگا یا صرف بمبئی یا خاص مکہ معظمہ میں حج تک مقرر کر لیا جائے؟ و بینو ابحو الہ الکتاب توجروا عند اللہ الوہاب (کتاب کے حوالے سے بیان کیجئے اللہ وہاب سے اجر پائیے۔ ت)

الجواب:

- (۱) کر سکتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔
- (۲) اس میں اختلاف ہے اور بہتر احتراز واللہ تعالیٰ اعلم۔
- (۳) اس قسم کے حج بدل جو کرائے جاتے ہیں ان سے فرض تو اتر سکتا نہیں، حج عبادت بدنی اور مالی دونوں سے مرکب ہے، جس پر حج فرض تھا اور معاذ اللہ بے کئے مرگیا ظاہر ہے کہ بدنی حصہ سے تو عاجز ہو گیا رب عزوجل کی رحمت کہ صرف مالی حصہ سے اس کی طرف سے حج بدل قبول فرماتا ہے جبکہ وہ وصیت کر جائے اور رحمت پر رحمت یہ کہ وارث کا حج کرانا بھی قبول فرمایا جاتا ہے اگرچہ میت نے وصیت نہ کی، حج بدل والے کو اسی شہر سے جانا چاہئے جو شہر میت کا تھا تاکہ مالی صرف پورا ہو، مکہ معظمہ سے حج کر دینا اس میں داخل نہیں، رہا ثواب اس کی امید بھی بخیر ہے، حج کرانے والے صاحب اس پر اجرت لیتے ہیں اور جب اجرت لی ثواب کہاں، اور جب انہیں کو ثواب نہ ملا میت کو کیا پہنچائیں گے، خصوصاً بعض مستور یہ ظلم کرتے ہیں کہ چار چار شخصوں سے حج بدل کے روپے لے لیتے ہیں، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت فرمائے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) اس کا جواب اوپر آچکا اور خرچ آمد و رفت دونوں دیا جائے واللہ تعالیٰ اعلم

۲۲ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

مسئلہ ۲۸۹: از میرٹھ ڈاک خانہ بہادر گڑھ مسئولہ محمد صادق صاحب

علماء عظام و کرام! اس مسئلہ میں کیا ارشاد ہوتا ہے کہ کوئی شخص حج بدل کو گیا اور حج کرنے والے نے چالیس روپے اس کے بال بچوں کے خرچ کے واسطے چار ماہ کے لیے دیے اور پچاس روپے اس کو خرچ کے واسطے مکہ معظمہ تک دیے اور کہا کہ باقی خرچ مکہ معظمہ جا کر دے دوں گا، اور ٹکٹ جہاز کا حج

کرنے والے کی طرف سے اس نے لے لیا خداوند تعالیٰ کے حکم سے جہاز چھ سو میل جا کر بوجہ آگ لگنے کے واپس آگیا، اب حج کرانے والے نے کہا کہ ٹکٹ جہاز کا مجھے واپس کر دو، تو اس نے فوراً واپس کر دیا اور اس حج بدل کرنے والے نے یہ کہا کہ آپ ٹکٹ واپس کیوں لیتے ہیں، اب میں دوسرے جہاز میں چلا جاؤنگا چاہے آپ جائیں یا نہ جائیں باقی اور خرچ مجھے دے دیجئے، حج کرانے والے نے کہا کہ میں خود تو جاتا ہی نہیں ہوں اب میں باپ کی طرف سے نہیں کرانا ہوں، تو حج بدل کرانے والے نے فوراً ٹکٹ واپس کر دیا اور ڈیڑھ ماہ حج بدل کرنے والے نے اس پچاس روپے میں سے کھایا اور کرایہ ریل کا ممبئی سے مراد آباد تک انہیں پچاس روپے سے خرچ ہوا ایک طرف، اب حج بدل کرنے والے نے یہ فرماتے ہیں کہ حساب کر کے جو روپیہ تمہارے پاس بچا ہے وہ ہم کو دے دو، حج بدل کر نیوالے نے یہ کہا کہ میرے پاس سب خرچ ہو گیا، اب حج بدل کرنے والے کے ذمہ روپیہ دینا آتا ہے یا نہیں، اور حج بدل کرنے والے کا خرچ دو ماہ کا ہوا اور حج بدل کرنے والے کی آمدنی ماہوار بتیس روپے کی تھی۔

الجواب:

اگر وہ روپے شخص مذکور نے اُسی کام میں اٹھائے تو ان کا تاوان اس پر نہیں اور اگر اس سے جدا کسی اپنے ذاتی کام میں اٹھائے تو تاوان لازم ہے اور اس بات میں کہ اسی کام میں وہ روپے صرف ہوئے شخص مذکور کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے اور حرجہ پانے کا اسے استحقاق نہیں اگرچہ اس کی ماہوار آمدنی ہزار روپے ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۳ رمضان المبارک ۱۳۲۱ھ

از پٹنہ عظیم آباد مرسلہ محمد عمر صاحب

مسئلہ ۲۹۰ تا ۲۹۱:

(۱) ایک شخص عازم بیت اللہ شریف ہے اور اس کے ایک عارضہ یہ ہے کہ بعد اجابت قطراتِ سرخ زلد از ایک گھنٹہ برابر آیا کرتے ہیں کہ بغیر لنگوٹ نہیں رہ سکتا ہے، بعد ایک گھنٹے کے جب قطرات موقوف ہوں تب استنجا کر کے کپڑا پہنتا ہے، تو ایسا شخص جو بغیر لنگوٹ نہیں رہ سکتا احرام کیونکر باندھے کیونکہ لنگ احرام تو روز ناپاک ہوا کرے گا اور بسبب پیری اور بیماریوں کے غسل سے بھی مجبور ہے تو صرف تیمم بعوض غسل کر لے یا کیا؟

(۲) سرما میں سوا چادر احرام کے کوئی کبمل وغیرہ اوپر سے اوڑھ سکتا ہے یا کیا؟ اور نہیں تو صدمہ سرما سے محفوظ رہنے کی کیا صورت ہے؟ بینوا تو جروا

الجواب:

احرام میں لنگوٹ باندھنا مطلقاً جائز ہے سلا نہ ہو کہ ممانعت لبس مخیطہ بروجہ معتاد سے ہے یا سر اور منہ کے چھپانے سے اور نادو ختہ لنگوٹ میں دونوں باتیں نہیں۔

در مختار میں ہے محرم چہرہ اور سر کو ڈھانپنے سے پرہیز کرے بخلاف بقیۃ البدن ولبس قمیص و سراویل ای کل معمول علی قدر بدن او بعضہ و قباء و لولم یدخل ید یہ فی کمیہ جاز الا ان یزررہ او یخللہ ویجوز ان یرتدی بقمیص وجبۃ ویلتحف بہ فی نوم وغیرہ اتفاقاً¹۔	در مختار میں ہے محرم چہرہ اور سر کو ڈھانپنے سے پرہیز کرے بخلاف بقیۃ البدن ولبس قمیص و سراویل ای کل معمول علی قدر بدن او بعضہ و قباء و لولم یدخل ید یہ فی کمیہ جاز الا ان یزررہ او یخللہ ویجوز ان یرتدی بقمیص وجبۃ ویلتحف بہ فی نوم وغیرہ اتفاقاً¹۔

اور ایسی ضرورت شدیدہ کی حالت میں تو اگر لنگوٹ ناجائز بھی ہوتا اجازت دی جاتی لان الضرورات تبیح المحظورات (ضرورتیں ممنوعات کو بھی مباح کر دیتی ہیں۔ ت) ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سفر حج میں اپنے حاملان محمل کریم کو ایک ضرورت خاصہ کے سبب تہ بند کے نیچے تنہا یعنی جانگیا پہننے کا حکم دیا کہما فی صحیح البخاری² (جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے۔ ت) مکمل یا بانات یا اوئی چادر وغیرہ بے سلع کپڑے اگرچہ دو چار ہوں اوڑھنے کی اجازت ہے بلکہ سوتے وقت اوپر روئی کا انگر کھانچے لبادہ چہرہ چھوڑ کر بدن پر ڈال لینا یا نیچے بچھالینا بھی ممنوع نہیں بلکہ بیداری میں بھی انہیں کندھوں پر ڈال سکتا ہے جبکہ آستین میں ہاتھ نہ ڈالے، نہ بند باندھے، نہ کسی اور ذریعہ سے بندش کرے کہما قد مناہ عن الدر وذلک لانہ لیس من اللبس المعتاد (جیسا کہ ہم در کے حوالے سے بیان کر آئے کیونکہ یہ عادی پہننے کی طرح نہیں ہیں۔ ت) بائیں ہمہ ضعیف کمزور کو دو تہ پیریں اور ملحوظ رہیں تو انب اولاً تمتع کرے کہ تنہا کرنے سے افضل بھی ہے اور احرام کی مدت بھی کم ہوگی یعنی محاذات یلم سے کہ سمندر میں عدن سے آگے آئیگی، صرف عمرے کا احرام

¹ در مختار کتاب الحج فصل فی الاحرام مطبع مجتبائی دہلی ۱۶۴/۱

² صحیح بخاری باب ما لبس المحرم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۰۹/۱

باندھے، مکہ معظمہ پہنچتے ہی طواف وسعی سے عمرہ بجالا کر احرام کھول دے، اب بلا تکلف ہشتم ذی الحجہ تک بلا احرام مکہ معظمہ میں قیام کر سکتا ہے جو چاہے پہنے، اوڑھے، سر سے عمامہ باندھے، جو چاہے کرے۔ یہ احرام صرف پانچ روز رکھنا ہوگا۔ بعدہ آٹھویں کو پھر احرام حج کا باندھے منیٰ کو جائے، عرفات و مزدلفہ سے پلٹ کر دسویں تاریخ جب پھر منیٰ میں آئیگا اور حجرۃ العقبہ کی رمی کر کے قربانی جو اس پر بوجہ تمتع واجب تھی بجالائیگا، اس کے بعد سر منڈائے یا بال کتروائے، احرام کھل گیا سوا عورتوں کے (کہ بعد طواف زیارت حلال ہوں گی) جو کچھ احرام نے حرام کیا تھا سب حلال ہو گیا، تو یہ احرام پورے تین دن بھی نہ رہا۔

ثانیاً یہاں بمبئی سے دالان کی شکل کی ایک چیز کھینچوں کی بنوائے جس کی تین دیواریں ہوں ہر ایک آدھ گز یا قدرے زائد کی اور اوپر چھت پٹی ہو اور دروازہ زمین بالکل خالی ہو، تینوں دیوار اور چھت کو زوئی وغیرہ جس سے چاہیں منڈھ لیں، سوتے وقت سر ہانے اس مکان کو رکھ کر سر اس کے دروازہ سے داخل کریں کہ چہرہ اس کے سائے میں رہے، باقی بدن پر کپڑا ڈال لیں، اب اس مکان کی وجہ سے سر ہوائے سرد سے محفوظ ہو گیا اور رو، و سر کا چھپانا بھی لازم نہ آیا،

در مختار کی فصل احرام میں ہے (محرم) کا حمام میں جانا یا ایسے گھریا کجاوہ کے سایہ میں جانا منع نہیں جو اس کے سر اور چہرہ کو نہ ڈھانپے، اگر ان میں سے کسی کو ڈھانپتا ہے تو مکروہ ہے اور اس میں یہ بھی ہے فقہانے کہا ہے کہ اگر محرم غلاف کعبہ کے نیچے داخل ہو گیا اور اس کے سر یا چہرہ کو غلاف لگا تو کراہت ہے اور اگر نہیں تو کوئی حرج نہیں۔ (ت)	فی الدر المختار من فصل الاحرام، لا یتقی (ای) المحرم الاستحمام والا ستظلال ببیت ومحمل لم یصب راسه او وجهه فلو اصاب احدهما کرہ^۱ اھ و فیہ ایضاً قالوا لو دخل تحت ستر الکعبۃ فاصاب راسه او وجهه کرہ والا فلا بأس به^۲۔

جنابت سے طہارت کے لیے تو آپ ہی تیمم کرے گا، جبکہ نہانے پر قادر نہ ہو، اور احرام کے وقت جو غسل مسنون ہے اس پر قدرت نہ ہو تو اس کے عوض تیمم مشروع نہیں کہ وہ غسل نطافت کے لیے ہے نہ طہارت کے لیے، کہ طہارت تو حاصل ہے اور تیمم سے طہارت ہوتی نہ نطافت بلکہ بدن پر غبار لگنا خلاف نطافت ہے، تو ایسا شخص اس غسل کے عوض کچھ نہ کرے صرف وضو کافی ہے۔

^۱ در مختار کتاب الحج فصل فی الاحرام مطبع مجتہدائی دہلی ۱/۱۶۴

^۲ در مختار کتاب الحج فصل فی الاحرام مطبع مجتہدائی دہلی ۱/۱۶۴

در مختار میں ہے جس نے احرام کا ارادہ کیا وہ وضو کرے، غسل اس کے لیے افضل ہے اور یہ بات نظافت کے پیش نظر ہے طہارت کے لیے نہیں، اگر محرم کے پاس پانی نہیں تو وضو کی جگہ تیمم نہ کرے کیونکہ یہ تو مٹی میں ملوث ہونا ہے اہ یعنی یہ تلوث ان صورتوں میں لازم آتا ہے جہاں غبار ہو، اگر دھوئے ہوئے سنگِ مرمر پر تیمم کیا تو جائز ہوگا کیونکہ اب تلوث کا خطرہ نہیں۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم (ت)	فی الدر المختار من شاء الاحرام توضاً وغسله احب، وهو للنظافة لا للطهارة فالتيمم له عند العجز من الماء ليس بمشروع لانه تلوث اه^۱ ای فی بعض الصور حیث یصیب الغبار والافن تیمم علی مرمر مغسول جاز ولم یکن تلوثاً۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۹۲: از بمبئی محلہ قضا باں متصل کرافٹ مارکیٹ مکان گورے بابو صاحب مسئلہ حضرت سید حامد حسین میاں صاحب دام ظلہم ۴ ذیقعدہ ۱۳۲۹ھ

معظمیٰ مکرمی مدظلہ العالی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، حجاج قطعی معلم بدویان کے قبضہ میں ہوتے ہیں اکثر، ۷ ذی الحجہ کو روانہ ہو کر منیٰ میں قیام کرتے ہیں اور شبِ نہم منیٰ شریف سے روانہ ہو کر صبح پہنچتے ہیں اور مزدلفہ سے بھی کچھلی شب میں روانہ ہو جاتے ہیں، آپ حضرات بدویان کی سخت مزاجی سے خوب واقف ہیں وہ کسی کا کہا نہیں سنتے، کیا کیا جائے بجز اس کے کہ آپ دعا فرمادیں کہ بدویان انہیں اوقات میں روزانہ ہوں جن کی بابت حکم ہے، فقیر کوششِ تبلیغ کرے گا بشرطیکہ دیگر حجاج نے میرے کلام کی تائید کی، اگر فقیر تنہا ہوتا تو کچھ قافلہ کی ہمراہی کی پروانہ کرتا اور پورے طور پر حسب تحریر رسالہ، اوقات معینہ کی پابندی کرتا اور اب بھی ان شاء اللہ حتی المقدور پابندی کرے گا، اللہ تعالیٰ میری امداد فرمائے، آمین ثم آمین! دوم یہ کہ عورت معذور اور غیر معذور کی جانب سے وکالت ہر سہ یوم رمی جائز ہے یا نہیں، کیونکہ علاوہ مجمع بارہویں تاریخ قبل دوپہر قافلہ روانہ ہوتا ہے میں تنہا جاؤں گا، بعد زوال رمی کر کے قافلہ سے آملوں گا، والسلام

الجواب:

بشرف ملاحظہ عالیہ بابرکت والا درجت حضرت مولانا سید حامد حسین میاں صاحب قبلہ دامت برکاتہم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بعد ادائے آداب معروض، مطوفون کو اگر اہل قافلہ مل کر

^۱ در مختار کتاب الحج فصل فی الاحرام مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۶۳

یا ایک ہی شخص جو ان کے نزدیک ذی وجاہت ہو مجبور کریں تو ان کو ماننا پڑتا ہے، فقیر کو اس کا تجربہ ہے اور اگر نہ مانیں اور مجبوری ہو تو نویں رات منیٰ میں صبح تک ٹھہرنا اور آفتاب چمکنے پر عرفات کو چلنا سنت ہے مجبورانہ اس کے ترک سے حج میں کوئی نقص نہ آئے گا مزدلفہ کی حدود کے اندر دسویں تاریخ کے طلوع صبح صادق سے طلوع آفتاب تک کسی طرح موجود ہونا اگرچہ ایک لحظہ ہو ادا واجب کے لیے کافی ہے تو اگر حدود مزدلفہ سے نکل جانے سے پہلے صبح صادق ہو گئی تو واجب ادا ہو گیا اگرچہ سنت ترک ہو گئی، ہاں اگر اتنی رات سے چل دیا کہ صبح صادق نہ ہونے پائی اور مزدلفہ کی حدود سے نکل گیا تو بے شک واجب ترک ہوا، قربانی دینی آئے گی مگر بدوی ایسا نہیں کرتے اور عورتوں اور نہایت کمزور مردوں اور بیماروں کو بخوف ہجوم خود شرع بھی رات سے چل دینے کی اجازت فرماتی ہے، انہیں کوئی جرمانہ دینا نہ ہوگا، بارہویں تاریخ قبل زوال چل دینے کی ضرورت اب وہاں عادت نکالی ہے، اور یہ ہمارے مذہب و ظاہر الروایۃ میں گناہ ہے، فقیر نے تو جمالوں کو مجبور کیا اور بحمد اللہ ان کو رکنا پڑا کہ میں اور میرے ساتھ کے سب مرد و عورت بعد زوال رمی کر کے روانہ ہوئے جہاں وہ ہر گز نہ مانیں اور پیچھے رہ جانے میں اندیشہ صحیح ہو تو یہ صورت مجبوری کی ہے، ضعیف روایت پر عمل کر کے قبل زوال رمی کر کے جاسکتا ہے، عورت ہونا رمی میں نیابت کے لیے عذر نہیں، ہاں ایسا بیمار ہو کہ رمی کو نہ جاسکے تو اس سے اجازت لے کر دوسرا اس کی طرف سے رمی کر سکتا ہے یا جو غشی میں ہو تو اسکی بلا اجازت اسکی طرف سے رمی ہو سکتی ہے، لباب و شرح لباب سنن حج میں ہے:

والخروج من مكة الى عرفة يوم التروية والبيوتۃ بمنى ليلة عرفة الاحداث من الضروريات والدفع منه الى عرفة بعد طلوع الشمس ¹	یوم ترویہ کو مکہ سے عرفات کی طرف حاجی نکلے اور عرفہ کی رات منیٰ میں بسر کرے بشرطیکہ کوئی مانع اور مجبوری نہ ہو اور پھر منیٰ سے طلوع آفتاب کے بعد عرفات جائے۔ (ت)

اسی کی فصل الرواح الی منیٰ میں ہے:

وان بات بغیر منی تلك الليلة جاز و اساء ²	اگر منیٰ کے علاوہ کسی اور جگہ حاجی نے یہ رات بسر کی تو جائز مگر خلاف ادب ہے۔ (ت)

¹ لباب و شرح لباب مع ارشاد الساری باب سنن الحج دار الکتب العربی بیروت ص ۵۱

² لباب و شرح لباب مع ارشاد الساری فصل فی الرواح الی منیٰ دار الکتب العربی بیروت ص ۱۲

اسی کی فصل وقوف بالمزدلفہ میں ہے:

مزدلفہ کا وقوف لازم ہے، ابتدا اس کی یوم نحر کی طلوع فجر ثانی سے ہوتی ہے اور اس کا اخیر وقت اسی دن کا طلوع آفتاب ہے توجہ طلوع فجر سے پہلے یا طلوع شمس کے بعد مزدلفہ میں ٹھہرا سکے ٹھہرنے کا اعتبار نہیں (یعنی وقوف معتبر نہیں ہوگا) مقدار واجب ایک ساعت ہے اور اس کا رکن یہ ہے کہ اس مدت میں وہاں خود موجود ہونا اپنے عمل سے یا غیر کے عمل سے ہو، نیت ہو یا نہ ہو، اسے مزدلفہ کا علم ہو یا نہ ہو، اگر مزدلفہ کا وقوف ترک کر کے رات کو ہی حاجی واپس آگیا تو ایسی صورت میں دم لازم ہوگا، اگر کوئی مرض ہو یا کبر و صغر کی وجہ سے واضح ہو یا کوئی خاتون ہو جو از دحام سے ڈرتی ہو تو اب کوئی شے لازم نہ ہوگی۔ (ت)	الوقوف بها واجب واول وقته طلوع الفجر الثاني من يوم النحر وأخر طلوع الشمس منه فمن وقف بها قبل طلوع الفجر او بعد طلوع الشمس لا يعتد به. وقدر الواجب منه ساعة وركنه كينونته بمزدلفة بفعل نفسه او غيره. نواه اولم ينو علم بها اولم يعلم ولو ترك الوقوف بها فدفع ليلا فعليه دم الا اذا كان لمرض او ضعف بيّنة من كبر او صغر او يكون امرأة تخاف الزحام فلا شئ عليه¹

اسی کی فصل وقت الرمی فی الیومین میں ہے:

ایام نحر میں دوسرے اور تیسرے دن تینوں جہرات کورمی کا وقت زوال کے بعد ہوتا ہے مشہور روایت یعنی جمہور کے ہاں زوال سے پہلے رمی جائز نہیں بعض نے کہا جائز ہے لیکن یہ ظاہر الروایت کے خلاف ہے، اس مسئلہ میں ایک اور روایت بھی ہے جو ایام تشریق کے دوسرے دن کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ مرغینانی میں مذکور ہے: اور اگر حاجی نے اس دن لوٹنے کا ارادہ کر لیا ہے تو زوال سے پہلے رمی کر سکتا ہے، ہاں بعد از زوال کرے تو افضل ہوگی، اور زوال سے پہلے اس شخص کے لیے رمی	وقت رمی الجمار الثالث فی الیوم الثاني یجوز قبله فی المشهور ای عند الجمهور، وقيل یجوز وهو خلاف ظاهر الرواية، وفي المسألة رواية اخرى مختصة بالیوم الثاني من ایام التشریق، لما فی المرغینانی لو اراد ان ینفر فی هذا الیوم له ان یرمی قبل الزوال وان رمی بعده فهو افضل وانما لا یجوز قبل الزوال، من

¹ لباب وشرح لباب مع ارشاد الساری فصل فی الوقوف بالمزدلفہ دار الکتاب العربی بیروت ص ۱۷۷

لا یرید النفر کذا روی الحسن عن ابی حنیفۃ^۱۔

جائز نہیں جو لوٹنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو۔ امام حسن نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یوں ہی نقل کیا ہے۔ (ت)

اسی کی فصل شرائط رمی میں ہے:

الخامس ان یرمی بنفسه فلا تجوز النیابة عند القدرة تجوز عند العذر، فلورمی عن مریض لا یستطیع الرمی بامرہ او مغلی علیہ ولوبغیر امرہ او صبی غیر ممیز او مجنون جاز، والا فضل ان توضع الحصی فی الکفہم فیرمونہا ای رفقاءؤہم ففی الحاوی عن المنتقی عن محمد، اذا کان المریض بحیث یصلی جالساً رمی عنہ ولا شئ علیہ اھ ولعل وجہہ انہ اذا کان یصلی قائماً فله القدرة علی حضور المرمی را کباً او محمولاً فلا یجوز النیابہ عنہ^۲ اھ ملخصات واللہ تعالیٰ اعلم۔

پانچویں شرط یہ ہے کہ خود رمی کرے قدرت کے باوجود نائب بنانا درست نہیں، ہاں عذر کے وقت جائز ہے، اگر کسی نے ایسے مریض کے کہنے پر رمی کی جو طاقت نہیں رکھتا، یا حاجی پر غشی طاری تھی اگرچہ اس نے رمی کا نہ کہا ہو، یا جس بچے کو شعور نہ ہو اس کی طرف سے یاد پوانے کی طرف سے رمی کردی تو جائز ہوگی۔ افضل یہ ہے کہ سنگہ زے معذوروں کے ہاتھوں میں رکھ دئے جائیں تو ان کے رفیق رمی کریں۔ حاوی میں المنتقی سے امام محمد سے مروی ہے جب مریض اس حال میں ہو کہ صرف بیٹھ کر نماز ادا کرتا ہو تو اس کی طرف سے کسی نے رمی کردی تو اس پر کوئی شے لازم نہ ہوگی اھ شاید اسکی وجہ یہ ہے کہ جب وہ نماز کھڑے ہو کر ادا کر سکتا ہو تو اب اس کے لیے رمی کے لیے جانے کی قدرت ہوگی خواہ سوار ہو کر جائے یا اسے اٹھا کر لے جایا جائے اب اس کی طرف سے نائب بنانا درست نہ ہوگا اھ ملخصات واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۹۳:

از شہر بریلی مسئلہ حضرت ستنابی بی صاحبہ مدظلہا

جج میں ایک اونٹ آٹھ آدمیوں نے شریک ہو کر قربانی کی تو حج ہوا یا نہیں اور قربانی دوبارہ کرے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

حج ہو گیا پھر احرام باندھتے وقت تنہا حج کی نیت باندھی تھی تو قربانی اصلاً ضرور نہ تھی نہ اب اس کے بدلے کسی چیز کی حاجت ہے، ہاں اگر احرام میں حج اور عمرہ دونوں کی نیت ایک ساتھ باندھی تھی یا احرام میں فقط

^۱ لباب و شرح لباب مع ارشاد الساری فصل فی وقت الرمی فی الیومین دارالکتب العربی بیروت ص ۸۵۲ تا ۸۵۱

^۲ لباب و شرح لباب مع ارشاد الساری فصل فی احکام الرمی و شرائط الحج دارالکتب العربی بیروت ص ۱۶۶

عمرہ کی نیت کر کے ادا کر کے پھر حج کا احرام مکہ معظمہ میں باندھا تھا تو البتہ قربانی واجب تھی اور ایک اونٹ میں سات ۷ سے زیادہ شریک نہ ہو سکتے تھے تو وہ قربانی نہ ہوئی، اس صورت میں البتہ دو قربانیاں لازم ہیں ایک اصل اور ایک جرمانہ کی، ان کی قیمت بھیج کر حرم شریف میں کرائی جائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۹۳ تا ۲۹۵:

- (۱) ایک حاجی نے دم شکر یہ کے عوض اس کی قیمت خیرات کی، اب یہ دم شکر یہ اس کی جانب سے ادا ہوا یا نہیں؟ دوسرے صاحب نے دم تقصیر کی قیمت خیرات کی، اس کی ذمہ سے دم ادا ہوا یا نہیں؟
- (۲) اگر وہ صاحب جنہوں نے دم شکر یہ اور دم تقصیر منیٰ میں نہ ذبح کیا وہ یہاں آ کر ایک گائے خرید کر مثل قربانی کے شریک ہو کر اور اس کو ذبح کر کے خیرات یہاں کر دیں تو وہ فعل ہند میں درست ہوگا یا نہیں؟ بیذنا تو جروا

الجواب:

(۱) نہ، کہ یہاں خود ذبح مقصود ہے اور اللہ عزوجل کے لیے جان دینا، تو قیمت اس کے بدلے میں کافی نہیں، لباب میں ہے:

لا تجوز القیمة فی ہدی النذر کما لا تجوز فی غیرہ من الهدایا ^۱ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	نذر کے ہدی کی قیمت ادا کرنا جائز نہیں جیسا کہ دیگر ہدیوں میں جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

اگر ہندوستان میں ہزار گائیں یا اونٹ ذبح کر دیں ادا نہ ہوگا کہ اس کے لیے حرم شرط ہے۔ در مختار میں ہے:

یتعین الحرم المنیٰ ^۲ ای لدم شکرو جبر قال الشامی لما تقدم انه اسم لما يهدى من النعم الى الحرم الخ قلت وقد قال تعالى هَذَا لِلَّهِ الْكَعْبَةُ ^۳ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم	حرم متعین ہے منیٰ کچھ خاص نہیں اہ یعنی دم شکر اور اس دم کے لیے جو نقصان کے ازالہ کے لیے ہو، امام شامی نے کہا کہ پہلے گزرا کہ یہ ان ہدایا کا نام ہے جو جانور حرم کی طرف لے جائے جاتے ہیں الخ، میں کہتا ہوں اللہ تعالیٰ کا فرمان مبارک یوں ہے وہ ہدی جو کعبہ کو پہنچنے والی ہے، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

^۱ لباب المناسک مع ارشاد الساری فصل فی ایجاب الہدی دار الکتب العربی بیروت ص ۳۱۵

^۲ در مختار کتاب الحج مطبع مجتبائی دہلی ۱۸۳/۱

^۳ رد المحتار مصطفیٰ البانی مصر ۲۷۲/۲

مسئلہ ۲۹۶: از پبلی بھیت مرسلہ حضرت مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۱۳ رمضان ۱۳۲۵ھ جو شخص دُور دراز سفر کر کے حج نفل کرے اور زیارتِ سرورِ کائنات علیہ التحیۃ والصلوٰۃ نہ کرے تو وہ مصداق اس حدیث کا ہو سکتا ہے کہ "جو شخص حج کرے اور میری زیارت نہ کرے تو اس نے مجھ پر ظلم کیا"۔ جو لوگ کہ ساکن مکہ معظمہ کے ہیں اور نفل حج کے بعد روضہ اقدس کی زیارت نہ کریں تو اس حدیث کے مصداق ہیں یا نہیں؟

الجواب:

من حج (جس نے بھی حج کیا۔ت) یقیناً عام ہے کئی واقعات سب کو شامل اور تکرار سبب تکرار حکم کو مستلزم، اور لم یزرنی (میری زیارت نہ کی۔ت) کے صدق کو ترک کلی کی طرف مشیر ماننا خلاف اصل متبادر، نظر ایمانی میں بلاشبہ ہر بار زیارت لازم، اور اسی پر مسلمین کا عمل لاجرم، فاکہی مکی متوفی ۹۸۲ھ کتاب حسن التوسل فی زیارة افضل الرسل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں فرماتے ہیں:

جب مامور بہ کسی ایسے سبب پر مترتب ہو جس میں تکرار ہے تو سبب کے تکرار پر مکلف سے مامور بہ کے مطالبہ کا بھی تکرار ہوگا، مؤذن کی دعوت نماز کو قبول کرنا بھی اسی قبیل سے ہے، تو جب بھی اذان کا تکرار ہوگا اجابت کا مطالبہ ہوگا جیسا کہ ایک جماعت کا قول ہے اس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ صاحب استطاعت جب بھی حج کرے اس اور دیگر فرمان نبوی کی بنا پر، دربار نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں حاضری دے، غیر مکی لوگوں کی نسبت مکی لوگوں کو اس کی زیادہ تاکید ہے کہ حج کے بعد خصوصاً حج کی ادائیگی کے سال، زیارت کیلئے حاضری کو فوت نہ کرے کیونکہ قرب دار، قریبی کو پڑوسی بنا دیتا

الہا موریہ اذا کان مرتباً علی سبب یتکرر طلبہ من المكلف بتکرر السبب، فمن ذلك اجابة المؤذن فتطلب الاجابة، علی مآقاله جمع کلاً وجد الاذان و یتکرر، ومنه فیما یظهر الزیارة للمستطیع کلاً حاج، بناء علی مقتضى هذا الخبر ونحوه فیتأكد علی نحو الہکی اکثر من تأکده علی غیرہ ان لایفوت الزیارة بعد حجه لاسیما فی عام حجه فان قرب الدار یصیر القریب کالجار والجار التارک للہزار قد جار، سیما اذا کان یرتکب الدیون فی تحصیل شہوتہ، وعدم قطع عادته ولا یرتکبها فیما هو اشرف عباداتہ^۱

^۱ حسن التوسل فی زیارۃ افضل الرسل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

قلت وانما جعل التأكد على المكي اكثر لان عذره اقل كما اشار اليه - والله تعالى اعلم -	ہے اور پڑوسی ہو کر زیارت کا تارک ہو تو گویا اس نے ظلم کیا، خصوصاً جب اپنے شوق اور عادت کو پورا کرنے میں تو قرض تک کا ارتکاب کرتا ہو اور ان اعمال میں خرچ نہیں کرتا جو عبادات میں افضل ہیں اہ میں کہتا ہوں مکی لوگوں پر یہ تاکید اکثر ہوگی کیونکہ ان کا عذر اقل ہے جیسا کہ انہوں نے اس طرف اشارہ فرمایا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۹۸۵ تا ۲۹۸۶: حافظ محمد ایاز صاحب از نجیب آباد ضلع بجنور محلہ پٹھان پورہ محرم ۱۳۳۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں بموجب حکم شرع شریف ارشاد فرمائیے اللہ تعالیٰ اجر عظیم عطا
فرمائے۔

(۱) اگر ماہ شعبان میں کوئی شخص مکہ معظمہ پہنچ جائے اور رمضان شریف میں وہاں قیام کرے اور نہایت اطمینان سے طواف
وسنگ اسود شریف کا بوسہ وغیرہ ادا کرے تو جیسا ثواب ایام حج میں ہوتا ہے ویسا ہی ہوگا یا اس میں اور اس میں کچھ فرق ہوگا اور
وہی ثواب ایک نماز کا ملے گا جیسا کہ ایک لاکھ کا اور صدقات وغیرہ میں بھی اسی کے مثل ہوگا یا نہیں، حالانکہ شخص مذکور ایام حج
میں بھی ارکان حج ضرور ادا کرے گا۔

(۲) اگر ماہ شعبان میں کوئی شخص مدینہ پہنچ جائے اور وہاں رمضان المبارک میں قیام کرے اور روضہ مطہرہ کی زیارت کرتا
رہے اور ہمراہ قافلہ مدینہ منورہ کے مکہ معظمہ پہنچ کر حج کے ارکان ادا کرے یا ماہ شوال میں اول مدینہ منورہ جائے اور وہاں
زیارت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اطمینان کے ساتھ فراغت پا کر مکہ معظمہ جائے اور وہاں حج کے ارکان ادا کر کے
اپنے مکان کو چلا آئے، تو ان صورتوں میں شخص مذکورہ کو ثواب اسی درجہ ملے گا جیسا کہ حج بیت اللہ شریف کے بعد مدینہ طیبہ
جانے کا ہوتا ہے یا کچھ کم ہوگا؟ حاصل کلام یہ کہ اول مدینہ منورہ جانا اور وہاں سے قافلہ کے ساتھ بیت اللہ شریف آنا اور ارکان
حج ادا کر کے مکان کو واپس آ جانا درست ہے یا نہیں اور اس کا ثواب مثل بعد مدینہ شریف جانے کے ہے یا نہیں؟ عند اللہ جواب
سے مشرف فرمائیے، اس کے اوپر یہاں بہت جھگڑا ہو رہا ہے، اللہ تعالیٰ ثواب دارین عطا فرمائے۔

الجواب:

(۱) حرم محترم کے اعمال کا ثواب اُس زمین پاک کے اعتبار سے ہے، نہ زمان حج کی خصوصیت سے، ایک نیکی پر لاکھ کا ثواب جیسے
زمانہ حج میں ہوگا ویسے ہی دیگر اوقات میں، اور طواف کعبہ معظمہ جو حج میں کیا جائے گا اگر وہ طواف فرض ہے جب تو ظاہر ہے
کہ فرض کے ثواب کو دوسری چیز نہیں پہنچ سکتی اور

اگر وہ طوافِ عمرہ ہے تو رمضان مبارک میں اس کا طواف ذی الحجہ سے بہت زیادہ ہوگا لا اختلاف العلماء فی نفس جواز العمرۃ شہر الحج (کیونکہ علماء کا حج کے مہینے میں جوازِ عمرہ کے بارے میں اختلاف ہے۔ ت) حدیث میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

عمرۃ فی رمضان تعدل حجة معی۔ ^۱ واللہ تعالیٰ اعلم۔	رمضان مبارک میں ایک عمرہ میرے ساتھ حج کے برابر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

علمائے کرام نے دونوں صورتیں لکھی ہیں چاہے پہلے سرکارِ اعظم میں حاضر ہو اُس کے بعد حج کرے یہ ایسا ہوگا جیسے صبح کے فرضوں سے سنتیں مقدم ہیں اور حاضری بارگاہِ مقدس اس کے لیے قبول حج کا سامان فرمادے گی ان شاء اللہ الکریم ثم رسولہ الرؤف الرحیم علیہ وعلیٰ آلہ اکرم الصلوٰۃ والتسلیم، اور چاہے توج کے بعد حاضر ہو یہ ایسا ہوگا جیسے مغرب کے فرضوں کے بعد سنتیں۔ حج اگر مبرور ہے اُسے گناہوں سے پاک کر کے اس قابل کر دے گا کہ زیارت قبر انور کرے ع پاک شاول و پس دیدہ برآں پاک انداز

(پہلے پاک ہو جاؤ پھر مبارک ادا والوں کی زیارت کا شرف پاؤت)

یہ سب اس صورت میں ہے کہ مکہ معظمہ کو جاتے میں مدینہ طیبہ راستہ میں نہ پڑے اور اگر ایسا ہے جیسا شام سے آنے والوں کے لیے تو پہلے حاضری دربارِ انور ضروری ہے، خلافِ ادب ہے کہ بے حاضر ہوئے حج کو چلا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۹۹: پیش کردہ منشی محمد عتیق احمد صاحب ساکن پبلی بھیت بتارنخ ۱۲ رجب ۱۳۲۱ھ

بحضرت علم العلماء افضل الفضلاء واکمل الکلماء، آفتابِ آسمان شریعت، ماہتاب درخشاش طریقت، نور بخش قلوب مومنین، روشن فرمائے دین و دنیا، حاکم محکمہ ایمان، ماتحت حبیب الرحمان سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، حامی دینِ متین، اہل سنت، ماحی ضلالت و کفر و بدعت، صاحبِ حجتِ قاہرہ، مجدد مانتہ حاضرہ، آیت من آیات اللہ، فضیلت پناہ، حقیقت آگاہ، امام العلماء والفضلاء، حاج الحرمین الشریفین مولانا و مقتدانا، عالی جناب مولوی محمد احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی دامت برکاتہم وافاضاتہم، اس بارے میں کیا ارشاد ہے کہ حجاز ریلوے جو حرمین شریفین زاد ہما اللہ شرفاً وتعظیماً کے سفر و زیارت وغیرہ کو مسلمانوں پر آسان کر دے گی اور وہاں کے ساکنین خصوصاً حرم محترم مدینہ منورہ کے رہنے والوں کو ہر شئی بہ آسانی میسر آنے

کا

^۱ صحیح مسلم باب فضل العمرۃ فی رمضان قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۴۰۹ھ

ذریعہ ہوگی ان شاء اللہ تعالیٰ قابل امداد واعانت اہل اسلام ہے یا نہیں، جبکہ حضور سلطان المعظم اُس کو خاص مسلمانوں کے روپے سے تعمیر و اجرا کرانے میں بہت سعی و کوشش فرما رہے ہیں اور اس اعانت کو اجر چندہ دہندگان کو ملے گا یا نہیں؟ کیونکہ بعض کو گمان ہوتا ہے کہ ریل کا بننا ہی غلط بیانی ہے، بعض تردد کرتے ہیں کہ روپیہ وہاں تک پہنچتا ہی نہیں، حالانکہ یہ امر قابل اطمینان پایا گیا ہے، قسطنطنیہ سے رسیدات مہری ڈاکخانہ وغیرہ بسند کافی آئی ہیں، بعض مقاموں خاص کر پہلی بھیت میں مسلمانوں نے یہ معلوم کر کے کہ حضور والا نے چندہ دینے کو منع فرمایا ہے اس سبب سے سب مسلمان کہ مطیع حکم حضور کے رہتے ہیں جو دراصل صحیح حکم خدا اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہوتا ہے، چندہ دینے لینے سے باز رہے لیکن اس بارے میں ارشاد حضور کیا ہے؟ بینو اتوجروا

الجواب:

جواز ریلوے مسلمانوں کے نفع و آرام کی چیز ہے، نیت صالحہ سے اس میں شرکت ان شاء اللہ تعالیٰ باعث اجر و برکت ہے۔ بعض حاجیوں کو یہ خیال کہ ریل بننا ہی غلط ہے بلکہ بیچ کے لوگوں نے یہ شعبہ اٹھار کھا ہے روپیہ جو جاتا ہے تغلب خاندان میں آتا ہے، اس میں پہلا فقرہ محض غلط و سوائے ظن ہے وہ بھی صریح یقین کے مقابل، اور مجھلا فقرہ اگرچہ بعض مواضع پر صحیح ہونا ممکن، اور تجربہ شاہد ہے کہ ضرور کہیں صحیح ہوگا، ایسے معاملات میں بہت کاذب و خائن کھڑے ہو جاتے ہیں، مگر نہ سب یکساں ہیں نہ بعد حصول ذرائع اطمینان، اجازت سوائے گمان ہے اور بالفرض ہو بھی، تو مسلمان جس نے لوجہ اللہ تعالیٰ دیا اپنی نیت پر اجر پائے گا فَقَدْ وَفَّهٖ اَجْرُہٗ عَلٰی اللہ^۱ (تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہو گیا۔ ت) فقیر نے اس میں اعانت پر کبھی انکار نہ کیا، البتہ بعض جاہلان علم ادعا نے یہ کہہ دیا تھا کہ اس کی اعانت فرض ہے کہ بے امنی راہ کے باعث فرضیت حج میں خلل ہے، ریل کا بننا اس خلل کا ازالہ کرے گا، اور مقدمہ فرض فرض ہوتا ہے اس کا میں نے رد کیا تھا کہ یہ محض جہالت ہے، اول بحمد للہ تعالیٰ ہر گز راہ میں بے امنی نہیں، جسے حق سبحانہ نے وہ سفر کریم بخشا اور اس کے ساتھ ایمان کی آنکھ اور عقل سلیم عطا کی ہے اُس نے موازنہ کیا اور معلوم کر لیا ہے وہاں بالکل بارہ منزل کے اندر صرف دو ایک چوکیاں ہیں، بحمد تعالیٰ وہ امن وامان رہتی ہے کہ یہاں قدم قدم پر چوکی پہرے کی حالت میں ہو، جس قافلہ میں یہ فقیر ۱۲۹۵ھ میں اپنے رب کے دربار سے اس کے حبیب کی سرکار میں حاضر ہوتا تھا جلّ جلالہ، و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، قافلہ بعد زوال ظہر و عصر پڑھ کر وہاں ہوتا اور وقت مغرب خفیف قیام کرتا کہ لوگ مغرب و عشاء کے فرض و وتر پڑھ لیتے، شافعیہ اپنے مذہب پر ایسا کرتے اور حنفیہ بضرورت تقلید غیر پر عامل ہوتے کہ بحالت ضرورت اُن شرائط پر کہ فقہ میں مفصل ہیں

^۱ القرآن ۱۰۰/۴

ایسا روا ہے، مگر یہ فقیر بجز اللہ اپنے امام رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق مذہب، ہر نماز خاص اُس کے وقت مقرر ہی میں پڑھتا جن کی تعیین اللہ و رسول جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمادی ہے، مجھے عصر و عشاء کے لیے اُترنا پڑتا، قافلہ دُور نکل جاتا، میں جلدی کر کے مل جاتا، قضائے حاجت کے لیے بھی لوگ اس خیال سے کہ قافلہ بعید نہ ہو جائے نزدیک ہی بیٹھ جاتے ہیں، مجھے یہ پسند نہ آتا اور دور کسی پیڑ یا پہاڑ کی آڑ میں جاتا اس میں بھی لوگ، قافلہ دور نکل جاتا، دن کی تنہائیوں اور رات کی اندھیروں میں بارہا بدوی ملے وہ مسلح تھے اور میں نہتا، مگر کبھی سوا السلام علیکم وعلیکم السلام، مساکم اللہ بالخییر والسعادة صبحکم اللہ بالرضاء والنعیم (تم پر سلام ہو اور تم پر بھی سلام ہو، اللہ تعالیٰ رات خیر اور صبح مبارک کرے، اللہ اپنی خوشنودی اور انعامات سے نوازے۔ ت) کے اصلاً کسی نے کوئی تعرض نہ کیا واللہ الحمد، اتفاقاً کہیں کوئی واقعہ ہو جانا بد امنی نہیں کہلاتا، یہاں شہر سے اسٹیشن کو جاتے ہوئے شب میں متعدد واردات ہو چکیں اور رات کو آنولے سے بدایوں جانے میں تو کتنے ہی واقعے ہوئے، کوئی عاقل ایسے اتفاقیات پر شہر یا راہ میں بد امنی نہ مانے گا پھر وہاں اس حال پر کہ بارہ "منزل تک بیچ میں صرف ایک قلعہ رابغ ملتا ہے جگہ جگہ چوکی پہروں کا نشان نہیں، اگر اتفاقی واردات ہو جائیں تو اُس کے باعث بد امنی ماننا، فرضیت حج میں خلل جانا، ضعف ایمان نہیں، تو کیا ہے، لنیم الطبع لوگ جو قافلوں میں بدویوں سے دناست و خست کا برتاؤ کرتے ہیں اور اس کے سبب وہ ان کی خدمت گزاری کہ ان پر شرعاً عرفاً کسی طرح لازم نہیں، پوری نہیں کرتے (حالانکہ مشاہدہ و تجربہ ہے کہ وہ کریم الطبع بندے قلیل پر کثیر راضی ہو جاتے اور ادنیٰ خدمت گار سے بڑھ کر کام دیتے ہیں، ہاں خسیں دنی الطبع کو ضرور مکروہ رکھتے ہیں) اس باعث سے اگر کوئی تکلیف ان سفہاء کو پہنچ جاتی ہے تو انہیں کی لوم و خست کا نتیجہ ہے اسے طرح طرح کی رنگ آمیزیوں کے ساتھ یہاں آکر بیان کرتے اور محض بے اصل نئی پرانی افواہ اپنے حواشی بڑھا کر مسلمانوں کو سناتے اور انہیں حاضری بارگاہِ خدا و رسول سے بد دل کرتے ہیں یہ اُن کی ایمانی حالت کا خاکہ ہے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم وحسبنا اللہ ونعم الوکیل اور اگر معاذ اللہ بد امنی اس حد کی فرض کی جائے، کہ مانع فرضیت حج ہو، تو اب یہ ریل اگر مورث امن وامان بھی لی جائے تو مقدمہ فرض نہ ہوگی کہ بسبب بے امنی حج فرض ہی نہیں، ہاں مقدمہ فرضیت ہوگی کہ یہ ہو جائے تو حج فرض ہو اور مقدمہ فرضیت، فرض درکنار مستحب بھی نہیں ہوتا، مثلاً اتنا مال جمع کرنا کہ حوائجِ اصلیہ سے بچ کر قدر نصاب رہے اور اس پر سال گزرے، مقدمہ فرضیت زکوٰۃ ہے کہ ایسا ہو تو زکوٰۃ فرض ہو مگر وہ اصلاً مستحب نہیں، غرض ہر عاقل جانتا ہے کہ اسباب ادائے واجب کامیاب کرنا واجب ہوتا ہے، نہ کہ اسباب وجوب کا۔ درمختار میں ہے:

اگر والد نے بیٹے کو حج کے لیے مال ہبہ کیا تو اس پر

لو وہب الاب لابنہ مالاً، یحب بہ

لم يجب قبوله لان شرائط الوجوب لا يجب تحصيلها ¹ ۔	قبول کرنا لازم نہیں کیونکہ شرائط کا حاصل کرنا لازم نہیں۔ (ت)

یہ ان جاہلان عالم نما کی جہالت کا رد تھا ورنہ نفس ریل و اعانت چندہ پر فقیر نے کبھی اعتراض نہ کیا، مسلمانوں کو اتنا ضرور ہے کہ اس امر خیر میں ہمت کریں تو ذرائع اطمینان حاصل کر لیں اور اپنے شہر کے معتمد متدین صلحا مثل جناب مولانا الاسد الاسد الاشدر الارشد مولانا مولوی محمد وصی احمد صاحب محدث سورتی یا مولانا مولوی حکیم محمد خلیل الرحمن صاحب یا مولانا قاضی حافظ خلیل الدین حسن صاحب یا مکر مناشی محمد عتیق احمد صاحب سلمہ کو متوسط کریں، وبالله التوفیق، واللہ تعالیٰ اعلم۔



¹ در مختار کتاب الحج مطبع متجانبی دہلی ۱۶۰/۱

صِیْلُ الرِّیْنِ عَنْ اَحْکَامِ مَجَاوِرَةِ الْحَرَمِیْنِ (حریم شریفین میں سکونت کے احکام سے متعلق شبہات کا ازالہ)

مسئلہ ۳۰۰: از گورکھ پور محلہ گھوسی پورہ مسئلہ مولانا مولوی حکیم عبداللہ صاحب ۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۵ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے علماء کرام (اللہ تم پر رحمت فرمائے) اس مکلف کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے جس کے ایسے والدین اور دو بیٹیاں ہیں جو معاشی اعتبار سے اس شخص کی محتاج نہیں، اس شخص کے لیے زادراہ اور سواری وغیرہ بھی ہو، اور وہ چاہتا ہے کہ وہ تنہا حریم شریفین (اللہ تعالیٰ ان کے شرف و عظمت میں اور اضافہ فرمائے) ہجرت کر جائے کیونکہ وہ تمام کے خرچہ کی طاقت نہیں رکھتا اور یہ بھی گمان رکھتا ہے کہ اگر ان	ماقولکم رحمکم اللہ تعالیٰ فی رجل مکلف له ابوان و بنتان صغیرتان لا یفتقرون الیه فی المعاش وله زاد و راحلة یریدان یتہاجر وحده الی الحرمین الشریفین زادھما اللہ شرفاً و تعظیماً و ذلک لانه لا یجد مالا، یسع زادھم جیباً و یظن انه لو استجازھم فی الهجرة لا یجیزوہ اصلاً، فعہل تجوز لہ الهجرة بحکم الشرع ام لا، بینوا بسند

الکتاب والعبارة توجرو ایوم الحساب بالبشارة۔	مذکورہ افراد سے ہجرت کی اجازت چاہئے گا تو وہ اجازت نہیں دیں گے ایسی صورت میں اس کے لیے شرعاً ہجرت جائز ہے یا نہیں؟ کتاب وسنت کی روشنی میں واضح فرمادیں، اللہ تعالیٰ تمہیں یوم قیامت اجر عطا فرمائے گا۔ (ت)

الجواب:

اللهم هداية الحق والصواب الحمد لله وحده و الصلوة والسلام على من لا نبى بعده وعلى آله وصحبه المكرمين عنده بر الوالدین من اعظم الواجبات واهم القربات حتى قرن النبوى سبحانه وتعالى شكرها بشكركه. اذ امر عز من امر. ان اشكر لى ولوالديك ، وقد فضله النبى صلى الله تعالى عليه وسلم على الجهاد فى سبيل الله (اخرج احمد و الشيخان وابوداؤد والنسائى عن عبد الله بن مسعود رضى الله تعالى عنه. قال سألت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم اى العمل احب الى الله قال الصلوة على وقتها. قلت ثم اى. قال ابو الوالدین. قلت ثم اى. قال الجهاد فى سبيل الله اقلت. وليس	اے اللہ حق و صواب کی توفیق عطا فرمائیں، حمد ہے اللہ کے لیے جو ذات صفات میں لا شریک ہے، صلوة و سلام ہو اس ذات پر جس کے بعد کوئی نبی نہیں اور مکرم و محترم آل واصحاب پر۔ والدین کے ساتھ حسن سلوک اعظم واجبات اور اہم عبادات میں سے ہے حتی کہ اللہ تعالیٰ سبحانہ و تعالیٰ نے ان کی شکر گزاری کو اپنے شکر یہ کے ساتھ متصل فرماتے ہوئے یہ حکم دیا "میرے شکر گزار بنو اور اپنے والدین کے" اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے والدین کے ساتھ نیکی کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد سے افضل قرار دیا ہے۔ امام احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا: اللہ تعالیٰ کے ہاں کون سا عمل زیادہ محبوب ہے؟ فرمایا: وقت پر نماز، میں نے عرض کیا: اس کے بعد کون سا عمل ہے؟ فرمایا: والدین کے ساتھ حسن سلوک۔ عرض کیا: اس کے بعد؟ فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد،

¹ صحیح بخاری کتاب الادب قدیمی کتب خانہ کراچی ۸۸۲/۲

البر ان لاتعصبيهما اذا صرحا بشي وتخالقهما في ما سوى ذلك ولكن البر ان لاتاقي ما يكرهانه وان لم يخاطبك فيه بشي فانه الطاعة والارضاء كلاهما واجبان والمعصية والاسخاط جبيعا محرمان ولهذا ن اعنى السخط والرضا لا يختصان بما تقدمما فيه بصريح البيان كما لا يخفى - وحسبك ما اخرج الترمذى وابن حبان والحاكم وصححه والطبرانى عن عبد الله بن عمرو، والبزار عن عبد الله بن عمر رضى الله تعالى عنهم انه صلى الله تعالى عليه وسلم قال رضى الرب فى رضى الوالد وسخط الرب فى سخط الوالد¹، ولفظ البزار والدين فى الموضعين² وقد اشار النبى صلى الله تعالى عليه وسلم من اراد الجهاد و الهجرة اليه صلى الله تعالى عليه وسلم ان يرجع فيخدم ابويه وليس فى الحديث انها كانا مفتقرين اليه، اخرج احمد والستة الا ابن ماجة

میں کہتا ہوں نیکی ان کے ساتھ یہ نہیں کہ ان کے حکم کی صریح کی تو نافرمانی نہ کی جائے اور اس کے علاوہ میں ان کی مخالفت کی جائے، ہاں نیکی یہ ہے کہ کسی معاملہ میں بھی انھیں پریشان نہ کیا جائے اگرچہ وہ اولاد کو کسی معاملہ کا حکم نہ دیں، کیونکہ طاعت اور راضی کرنا دونوں واجب ہیں اور نافرمانی اور ناراض کرنا دونوں حرام ہیں اور یہ ناراض اور راضی کرنا ان کے صریح حکم کے ساتھ ہی مخصوص نہیں، جیسا کہ مخفی نہیں۔ اس پر دلیل یہ روایت ہی کافی ہے کہ امام ترمذی، ابن حبان، حاکم (انھوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور طبرانی نے حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور بزار نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ رحمۃ اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رب کی رضا والد کی رضا میں ہے اور رب کی ناراضگی والد کی ناراضگی میں ہے، مسند بزار میں دونوں مقامات پر والد کی جگہ والدین کا لفظ ہے، کچھ لوگوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس رہنے کی اجازت چاہی آپ نے انھیں والدین کی خدمت کا حکم دیا، ان احادیث میں یہ کہیں تصریح نہیں کہ والدین ان کی خدمت کے محتاج تھے، امام احمد، ابن ماجہ

¹ جامع الترمذی باب ماجاء من الفضل فی رضا الوالدین امین کتبی دہلی ۱۲/۲

² الترغیب والترہیب بحوالہ البراز کتاب البر والصلۃ مصطفیٰ البانی مصر ۳۲۲/۳

کے علاوہ ائمہ ستہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے، اور مسلم اور دیگر محدثین نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر جہاد پر جانے کی اجازت چاہی، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا تیرے والدین زندہ ہیں؟ عرض کی:

ہاں۔ فرمایا: جاؤ ان کی خدمت میں محنت کرو،

میں کہتا ہوں میں یہ نہیں کہہ رہا ہوں کہ محض عدم ذکر ذکر عدم ہے، حتیٰ کہ یہ اعتراض ہو کہ یہ تو ایک مخصوص واقعہ ہے جس کا حکم عام نہیں، کیا علم کہ وہ والدین محتاج خدمت ہوں، میں تو یہ کہہ رہا ہوں کہ سائل نے ان کی محتاجی بیان نہیں کی اور نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی تفصیل پوچھی، سوال کا نہ کرنا اس بات پر دلیل ہے کہ محتاج ہونا ضروری نہیں۔

امام مسلم نے ایک روایت میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ایک شخص نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا، آقا! میں اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب کی خاطر ہجرت اور اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے آپ کے دست اقدس پر بیعت چاہتا ہوں، آپ نے پوچھا: تیرے والدین میں سے کوئی ایک

عن عبداللہ بن عمر و بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم، و مسلم و غیرہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، قال جاء رجل الى النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاستأذنه فی الجہاد فقال احی والدک، قال نعم، قال ففیہما فجاہد¹۔

قلت ولا اقول ان مجرد عدم الذکر ذکر العدم، حتی ترجع تقول واقعة حال فلا شمول، فبایدریک لعلہا کنا مقتقرین الیہ، وانما اقول ان المسائل لم یبین، والنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لم یستنب، فترك السؤال دلیل الارسال۔

واخرج مسلم فی رواية له عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال اقبل رجل الى رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، فقال ابایعک علی الهجرة والجهاد ابتغی الاجر من اللہ تعالیٰ، قال فهل من والدیک احد حی،

¹ صحیح مسلم باب بر الوالدین قدیمی کتب خانہ کراچی ۳۱۳/۲

زندہ ہے؟ عرض کیا: ہاں جبکہ دونوں زندہ ہیں، فرمایا: تو اللہ تعالیٰ سے ثواب و اجر چاہتا ہے، عرض کیا: ہاں۔ فرمایا: والدین کے پاس جاؤ اور ان کی خوب خدمت کرو۔

قال نعم بل كلاهما. قال فتنبتني الاجر من الله تعالى
قال نعم. قال فارجع الى والديك فاحسن صحبتتهما
1-

امام ابو داؤد نے اسی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان الفاظ میں روایت ذکر کی ہے ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا میں آپ کے پاس ہجرت پر بیعت کے لیے آیا ہوں اس حال میں کہ میں والدین کو روتے ہوئے چھوڑ آیا ہوں، فرمایا: ان کی خدمت میں واپس جاؤ اور اس طرح خوش کرو جیسے تم نے انھیں رُلا یا ہے۔

واخرج ابو داؤد عنه رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلفظ جاء رجل الى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فقال جئت اباعك على الهجرة وتركت ابوي يبكيان، قال فارجع اليهما فاحكما كما ابكيتهما²۔

انھوں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ بھی روایت کیا ہے کہ ایک شخص یمن سے ہجرت کر کے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں آیا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا: یمن میں تیرا کوئی عزیز ہے؟ عرض کیا: میرے والدین ہیں، فرمایا: انھوں نے تجھے اس بات کی اجازت دی ہے؟ عرض کیا: نہیں، فرمایا: ان کی خدمت میں جا کر اجازت طلب کرو اگر تجھے اجازت دے دیں تو جہاد پر جاؤ اور اگر اجازت نہ دیں تو والدین کی خدمت کرو۔

واخرج ايضا عن ابى سعيد الخدرى رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رجلا هاجر من اليمن الى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فقال هل لك احد باليمن، فقال ابواى، قال اذنا لك، قال لا، قال فارجع اليهما فاستاذنهما فان اذنا لك فجاهد والا فبرهما³۔

¹ صحیح مسلم باب بر الوالدین قدیمی کتب خانہ کراچی ۳۱۳/۲

² سنن ابو داؤد کتاب الجہاد آفتاب عالم پریس لاہور ۳۴۲/۱

³ سنن ابو داؤد کتاب الجہاد آفتاب عالم پریس لاہور ۳۴۲-۳۴۳

واخرج النسائي وابن ماجة وحاکم وقال صحيح على شرط مسلم، والطبرانی باسناد جيد، عن معاوية بن جاهمة ان جاهمة رضى الله تعالى عنه جاء الى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، فقال يا رسول الله! اردت ان اغزو وقد جئتك استشيرك، فقال هل لك من امر، قال نعم، قال فالزمها فان الجنة عند رجليها¹۔

ولفظ الطبرانی قال اتيت النبي صلى الله تعالى عليه وسلم استشيره في الجهاد، فقال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم الك والدان، قلت نعم، قال الزمها فان الجنة تحت ارجلها²۔

واخرج هذا اعنى الطبرانی عن طلحة بن معوية السلمي رضى الله تعالى عنه، قال اتيت النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، فقلت يا رسول الله اني اريد الجهاد في سبيل الله، قال امك حية، قلت نعم، قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم الزم

نسائی، ابن ماجہ، حاکم (اور کہا یہ شرط مسلم کے مطابق صحیح ہے) اور طبرانی نے سند جيد کے ساتھ حضرت معاویہ بن جاہمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا کہ حضرت جاہمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں آئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں جہاد کا ارادہ رکھتا ہوں آپ کی خدمت میں مشورہ کے لیے حاضر ہوا ہوں، فرمایا: تمہاری والدہ ہیں؟ عرض کیا: ہیں۔ فرمایا: پس ان کی خدمت کرو کیونکہ جنت ان کے قدموں میں ہے۔

اور طبرانی میں روایت کے الفاظ یہ ہیں حضرت جاہمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر جہاد کے لیے مشورہ طلب کیا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: کیا تمہارے والدین زندہ ہیں؟ عرض کیا: زندہ ہیں۔ فرمایا، ان کی خدمت کو لازم جانو کیونکہ جنت ان کے قدموں میں ہے۔ طبرانی نے حضرت طلحہ بن معاویہ السلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں اللہ کی راہ میں جہاد کا ارادہ رکھتا ہوں، فرمایا: تمہاری والدہ زندہ ہیں؟ عرض کیا: ہاں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کے قدموں میں

¹ سنن نسائی کتاب الجہاد مکتبہ سلفیہ لاہور ۲/۸۸

² المعجم الکبیر حدیث ۲۲۰۲ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۲/۲۸۹

رجلیہا فثم الجنة^۱۔

فہذا فتویٰ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الهجرة
الی المدینة ورسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
بین اظہر ہم، فکیف بجوار احد الحرمین بعد وفاة
سید الکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فانظر کیف
امر ہم ان یرجعوا ویلزموا ارجل ابائهم
وامہاتہم، وانظر کیف امر من لم یستأذن، ان
یرجع فلیستأذن، وانظر کیف ہدی من اتی
وترکھا یبکیان، ان یضحکھا کما ابکاھا وانت ان
استأذنت، فقد علمت انہما لایأذنان ان استأذنت
فقد علمت انہما لاشد حزنا وجدا، بک ان فارقت
وما اذنت، فایاک ثم ایاک ان تترکھا وھما یبکیان۔

وهذا خير التابعين بشهادة سيد العالمين صلی اللہ
تعالیٰ علیہ

رہو، وہیں جنت ہے۔

یہ مدینہ کی طرف ہجرت کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کا اس وقت کا فتویٰ ہے جب آپ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم صحابہ کے درمیان ظاہری حیات کے ساتھ تشریف
فرماتے اب سید الکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال
کے بعد حرمین میں سے کسی ایک میں جانے کا حال کیا ہوگا!
ذرا غور کیجئے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں کو
اپنے اباؤ اور امہات کی خدمت میں لوٹنے کا کس انداز میں
حکم دیا ہے، یہ ملاحظہ بھی کیجئے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نے اس شخص کو کیا حکم دیا جو والدین سے اجازت لیے بغیر
آیا تھا کہ واپس جاؤ اور اجازت لو، اس پر یہ بھی توجہ کیجئے کہ
آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس شخص کی کتنی پیاری
رہنمائی فرمائی جو اپنے والدین کو روتا ہوا چھوڑ کر آیا تھا کہ جاؤ
ان کو اسی طرح ہنسناؤ جس طرح انھیں رلا یا ہے، جب آپ
نے یہ سب کچھ پڑھ لیا تو اب صورت مذکورہ میں اگر والدین
سے اجازت مانگے وہ اجازت نہیں دے رہے تو واضح بات ہے
کہ وہ تمھاری جدائی پر سخت پریشان و غمگین ہوں گے جیسی تو وہ
آپ کو اجازت نہیں دے رہے، تو اب روتے ہوئے چھوڑ کر
جانا ہر گز جائز نہیں۔

آئیے ایک ایسی شخصیت کا عمل پڑھتے ہیں جن کے بارے میں
امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت عمر رضی اللہ

^۱ المعجم الکبیر حدیث ۸۱۶۲ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۳/۷۲۸

تعالیٰ عنہ سے اور حاکم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا کہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام تابعین میں افضل شخصیت ہے یعنی ولی اللہ حضرت سیدنا اولیس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ انھیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں آکر اعلیٰ و افضل مقام حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت پانے سے مانع فقط والدہ کی خدمت اور حسن سلوک ہی تھا، اب ذرا سوچئے اس عمل کا کیا مقام ہے جسے لوگوں نے ہجرت کا نام دے رکھا ہے حالانکہ یہ ہر گز ہجرت نہیں، ہجرت تو حقیقہ گناہوں کا چھوڑنا ہے، ہم رب قلوب سے اسکی توفیق کے طلبگار ہیں۔

بخاری، ابوداؤد اور نسائی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرا مسلمان محفوظ ہوا ورمہاجر وہ ہے جو ان چیزوں کو چھوڑ دے جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔

اور اخوالعجم نے کیا خوب کہا ہے:

اگر تو یمن میں ہے اور میرے تصور میں ہے تو میرے سامنے ہے اور اگر تو میرے سامنے ہے لیکن میرے تصور میں نہیں تو تو یمن میں ہے، کسی اور شاعر نے بھی یہی بات یوں کہی ہے:

وسلم المروية من طريق عمر رضى الله تعالى عنه. عند مسلم¹ في صحيحه ومن حديث علي كرم الله وجهه عند الحاكم² بسند صحيح اعنى ولي الله سيدنا اويس القرني رضى الله تعالى عنه منعه خدمة امه والبر بها ان ياتي رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ويتشرف بذلك الشرف الالهم الاعظم. هو صحبة نبي الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فما ظنك بهذا الذي يسييه الناس هجرة وما هو بهجرة وانما الهجرة هجران الذنوب. نسأل توفيقه من رب القلوب۔

اخرج البخارى وابوداؤد والنسائى عن ابن عمر رضى الله تعالى عنهما قال قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده والمهاجر من هجر ما نهى الله تعالى عنه³۔

وما حسن ما قال اخوالعجم

گرد یمنی و بامنی پیش منی

ور پیش منی و بے منی در یمنی

و هو معنی ما قال اخرف

¹ صحیح مسلم باب من فضائل اولیس قرنی قدیمی کتب خانہ کراچی ۳۱۱/۲

² المستدرک للحاکم مناقب اولیس قرنی دار الفکر بیروت ۴۰۳/۳

³ صحیح بخاری باب من سلم المسلمون من لسانه قدیمی کتب خانہ کراچی ۶/۱

بہت سے دور رہنے والے مراد پالیتے ہیں اور بہت سے قریب رہنے والے محروم و نامراد مرتے ہیں۔

سیدی عارف باللہ ابو محمد المرحانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: بہت سے لوگ ہمارے ساتھ رہتے ہوئے بھی ہمارے ساتھ نہیں اور بہت سے ہم سے دور ہیں مگر ہمارے ساتھ ہوتے ہیں اھ جس پر شیطان کے وساوس مخفی ہوں اس انسان پر شر و خیر میں التباس ہو جاتا ہے اور شیطان اسے حسنات سے سیئات کی طرف لے جاتا ہے اور اس بات سے باعمل علماء ہی آگاہ ہو سکتے ہیں۔ اسی وجہ سے بغیر دین فہمی کے عبادت کرنے والے کی مذمت آئی ہے اور ایسے عابد کی اس حدیث میں بُری مثال بیان ہوئی جو ابو نعیم نے حلیہ میں حضرت واثلہ بن اسحق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے، یہ اس سے سخت ہے جسے ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابد سے زیادہ سخت ہے۔

ہجرت کا ارادہ کرنے والا اگر یہ جان لے کہ

و کم من بعید الدار نال مرادہ

و کم من قریب الدار مات کئیبا

و کان سیّدی العارف باللہ ابو محمد المرحانی رحمہ اللہ تعالیٰ یقول:

کم من هو معنا و لیس هو معنا و کم من هو بعید عنا، و هو معنا^۱ اھ

و من اخفی و سائس الشیطان تلبس الشر بالخیر علی الانسان، فیزھب بہ علی السیئات من باب الحسنات. و لا یعرف ذلک الا العلماء العاملون لذا ورد ذم المتعبد بغیر فقہ و ضرب لہ مثل سوء فی حدیث عند ابی نعیم فی حلیۃ الاولیاء^۲ عند واثلہ بن اسحق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ و هذا شرما اخرج الترمذی و ابن ماجہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد^۳۔

فہذا الذی یرید الهجرة

^۲ حلیۃ الاولیاء ترجمہ ۳۱۸ خالد بن معدان دار الکتاب العربی بیروت ۲۱۹/۵

^۳ جامع الترمذی باب ماجاء فی فضل الفقہ امین کمینی دہلی ۹۳/۲

والدین کو پریشان کرنے میں کیا سزا ہے تو ہجرت کا ارادہ ترک کر دے۔ جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہے کہ جرتج راہب فقیہ وعالم ہوتا تو اسے معلوم ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت سے والدہ کے بلاؤں کا جواب اولیٰ ہے، حسن بن سفین نے مسند میں، حکیم ترمذی نے نوادر میں، ابن قانع نے معجم میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں شہر بن حوشب سے، انھوں نے حوشب بن یزید سے، انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیان کیا ہے:

یہ تو احادیث تھیں، باقی رہے فقہاء تو علامہ البحر نے بحر الرائق میں تفصیلاً رخصت کی تفصیل تحریر کی، اور جبکہ اجازت والد کے بغیر اولاد کو حج کرنے سے منع کیا پھر فرمایا یہ تمام بحث حج فرض میں ہے، رہا نفل حج، تو اس میں اطاعت والدین ہر حال میں اولیٰ ہے جیسا کہ ملتقط میں ہے اھ اسے علامہ ابن عابدین نے رد المحتار میں نقل کیا ہے۔

میں کہتا ہوں یہ انھوں نے حج کے بارے میں حکم دیا ہے جس میں تو واپس کوچ کا ارادہ رکھتا ہے یہ کیسے جائز ہو سکتا ہے جبکہ تو واپس نہ ہو نیکا عزم رکھتا ہے۔ فتاویٰ ہندیہ میں ایسے مسائل کے بارے میں بہت عمدہ ضابطہ بیان کیا ہے، وہ یہ ہے

لو علم ما فی احزان الوالدین وادخال الغم علیہما لہما ارادہا کما ورد عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انه قال لو کان جریج الراہب فقیہاً عالمًا لعلم ان اجابة دعاء امہ اولی من عبادۃ ربہ ^۱ اخرجه الحسن بن سفین فی مسنده والحکیم المولی الترمذی فی نوادره وابن قانع فی معجمه، والبیہقی فی شعب الایمان عن شہر بن حوشب عن حوشب بن یزید عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

فهذا الحدیث وان بقيت الفقه فقد نقل العلامة البحر فی البحر الرائق تفصیلاً برخصة ونهى فی مسئلة حج الولد بلا اذن الوالد ثم قال هذا كله فی حج الفرض اما حج النفل فطاعة الوالدین اولی مطلقاً کما صرح به فی الملتقط ^۲ اھ نقله العلامة ابن عابدین فی رد المحتار۔

قلت فاذا کان هذا حکمهم فی الحج وانت تريد القفول، فكيف وانت عازم ان لا ترجع. وقد وضع فی الهندیة، ضابطة حسنًا فی امثال هذه المسائل

^۱ نوادر الاصول الاصل السالط عشر والمائة دار صادر بیروت ص ۱۵۲، شعب الایمان باب فی بر الوالدین حدیث ۷۸۸۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۹۵/۶

^۲ بحر الرائق کتاب الحج ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳۰۹/۲

حيث قال الابن البالغ يعمل عملاً لا ضرر فيه ديناً ولا دنياً بالديه وهما يكرهانه فلا بد من الاستئذان فيه اذا كان له منه بدل¹ اه فقد حكم ان لا محيد من الاستئذان وان لم يكن بهما ضرر اصلاً فيما اراد، فهذا حكم المسئلة كما ترى، و مالى التكلّم فى هذا وذاك ولكن اقول ان المجاورة لاتحل من اصلها وان اذن الابوان، فكيف اذا كرها وحزنا بها هذا هو قول الامام وبقوله قال الخائفون المحتاطون من العلماء كما فى الشامى عن الاحياء وبه جزم المجمع وغيره۔

کہ بالغ اولاد کوئی دینی یا دنیوی ایسا کام نہ کرے جو والدین کے لیے غیر مضر اور ناپسند ہو، اور اگر ضروری ہو تو والدین سے اجازت لینا ضروری ہوگا۔ یعنی اگرچہ نقصان دہ نہ بھی ہو تب بھی والدین کی اجازت کے بغیر چارہ نہیں، یہ تو مسئلہ کا حکم تھا لیکن مجھے اس میں کلام نہیں ہے اور جبکہ میں یہ کہتا ہوں کہ مجاورت اس صورت میں بھی جائز نہیں جبکہ والدین اجازت دیں تو اس وقت کیسے جائز ہوگی جب وہ اسے پسند نہ کریں اور اس پر پریشان ہوں، اور یہی امام صاحب کا قول ہے، محتاط اور خائف اہل علم نے آپ کے اسی قول کو اختیار کیا ہے جیسا کہ شامی میں احیاء سے ہے۔ مجمع وغیرہ میں اس پر جزم کا اظہار کیا ہے۔

قلت و هو لا قوى دليل ولا احسن تاويلا والا صلح تعويلا والا قوم قايلا وليس لحنفى ان يجتاز من قوله ويختار قول غيره كصاحبيه مثلاً الا لضعف بين فى دليله او ضرورة تدعو الى مخالفة قبيله، حتى صرح الفاضلان العلامةتان مولنا زين بن نجيم المصرى والشيوخ خير الدين الرملی، انه لا يعمل ولا يفتى الا بقوله رضى الله تعالى عنه ولا يعدل عن قول الى قولهما

میں کہتا ہوں یہ قول دلیل کے اعتبار سے قوی تاویل کے لحاظ سے احسن ہے، اعتماد کے لحاظ سے اصل اور قیل و قال کے لحاظ سے معتدل ہے۔ اور کسی حنفی کے لیے یہ اجازت نہیں کہ وہ آپ کے قول کو ترک کر کے کسی دوسرے مثلاً صاحبین کے قول پر عمل کرے، ہاں اس صورت میں جائز ہوتا ہے جب آپ کے قول کی دلیل واضح طور پر کمزور ہو یا آپ کے قول کی مخالفت کی اشد ضرورت درپیش ہو، حتیٰ کہ دو عظیم فاضل اہل علم مولانا بن نجیم مصری اور شیخ خیر الدین رملی نے تصریح کی ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول پر عمل اور فتویٰ دیا جائے گا، اس سے صاحبین یا کسی اور کے

¹ فتاویٰ ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب السادس والعشرون نورانی مکتب خانہ پشاور ۳۶۵/۵

قول کی طرف اعراض کی اجازت نہیں البتہ اس صورت میں جو مذکور ہے اگرچہ کچھ مشائخ نے تصریح کی ہے کہ فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے جیسا کہ بحر کے باب الصلوٰۃ میں اور فتاویٰ خیر یہ کے باب الشہادات میں ہے حالانکہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھتے وہ جب حج سے فارغ ہوتے تو لوگوں میں دورہ کرتے اور فرماتے: اے اہل یمن! یمن چلے جاؤ، اے اہل عراق! عراق چلے جاؤ، اے اہل شام! اپنے وطن شام لوٹ جاؤ تا کہ تمہارے ذہنوں میں تمہارے رب کی گھر کی ہیبت خوب قائم رہے۔

میں کہتا ہوں یہ اس دور کی بات ہے جب صحابہ یا تابعین تھے جو نہایت مؤدب اور نہایت ہی احترام و اکرام کرنے والے تھے، ہمارے اس دور کا کیا حال ہوگا، اللہ تعالیٰ ہی اصلاح و احوال کی توفیق دے، امام دارالبحر، عالم مدینہ حضرت امام مالک بن انس رحمہ اللہ تعالیٰ سے پوچھا گیا کہ آپ کو مجاورت محبوب ہے یا لوٹنا؟ فرمایا: سنت یہ ہے کہ حج کیا جائے پھر واپس ہو، جیسا کہ علامہ محمد عبد ریی نے مدخل میں ذکر کیا ہے۔

او قول احدهما بالضرورة وان صرح المشائخ بأن الفتوى على قولهما¹ كما في صلوٰۃ البحر وشهادات الخيرية وهذا امير المومنين عمر الفاروق الاعظم رضى الله تعالى عنه، كان اذا فرغ من حجه يدور في الناس و يقول يا اهل اليمن يمينكم ويا اهل العراق عراقكم ويا اهل الشام شامكم² فانه اهيب لبيت ربكم في اعينكم، او كما يقول رضى الله تعالى عنه

قلت وكان هذا والناس انما هم صحابة او تابعون و هم ما هم من غاية الادب ونهاية الاجلال، فما بال اهل الزمان اهل كيت وذيت، والله المستعان لاصلاح الاحوال، وقد سئل امام دار الهجرة، عالم المدينة مالك بن انس رحمه الله تعالى ايما احب اليك المجاورة او القفول فاجاب ان السنة الحج ثم القفول³ كما نقله العلامة محمد العبدري في مدخله۔

¹ فتاویٰ خیر یہ کتاب الشہادات دار المعرفۃ بیروت ۳۳/۲، بحر الرائق کتاب الصلوٰۃ ۱/۱۱۶، سید کمپنی کراچی ۲۴۶/۱

² المدخل فصل فی ذکر بعض ما یعتور الحاج فی حجب دار الکتاب العربی بیروت ۲۵۳/۴

³ المدخل فصل فی ذکر بعض ما یعتور الحاج فی حجب دار الکتاب العربی بیروت ۲۵۳/۴

قلت یہاں امام مالک نے سنت سے مراد غیر مہاجرین صحابہ کی سنت لی ہے، رہے مہاجرین صحابہ، تو ان کے لیے مکہ میں اقامت ممنوع تھی، لہذا ان کا لوٹنا سنت پر دال نہیں جیسا کہ واضح ہے۔ پھر شیخ عبد رے نے بعض اکابر اولیاء قدست اسرارہم کے بارے میں یہ بھی نقل کیا کہ وہ چالیس سال مکہ میں رہے مگر حرم کعبہ میں پیشاب نہ کرتے اور نہ ہی وہاں لیٹتے تھے، پھر فرمایا ایسے لوگوں کے لیے مجاورت مستحب ہے، یا انھیں کو اجازت دی جاسکتی ہے اور یہ مقام سراپا نفع ہے خسارہ نہیں تو قلت ادب اور قلت احترام کی بنا پر انسان خود کو نفع سے محروم نہ کرے، پھر فرمایا مجھے السید الجلیل ابو عبد اللہ القاضی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں بیان کیا گیا کہ انھیں شہر مدینہ میں رفع حاجت کی ضرورت پیش آئی تو وہ شہر میں ایک مقام کی طرف گئے اور وہاں قضاء حاجت کا ارادہ کیا تو غیب سے آواز آئی جو اس عمل سے انھیں منع کر رہی تھی تو انھوں نے کہا تمام حجاج ایسا کرتے ہیں، تو جواب میں تین دفعہ آواز آئی، کہاں کے حجاج، کہاں کے حجاج، کہاں کے حجاج۔ پھر وہ شہر سے باہر چلے گئے اور رفع حاجت کی اور پھر لوٹے اھ طویل گفتگو کے بعد لکھتے ہیں کہ بالفرض مجاورت کرنے والا کوئی ایسا عمل نہیں کرتا جو ذکر ہو اتواس کے

قلت وانما اراد سنة الصحابة ما عدا المهاجرين اما المهاجرون فقد كانوا عن الإقامة محجورين، فلا يدل قفولهم على استنانه كما لا يخفى، ثم ان العبد رے نقل من بعض اكابر الاولياء قدست اسرارهم، ان جاور بمكة اربعين سنة ولم يبيل في الحرم ولم يضطجع، قال فمثل هذا تستحب له المجاورة اويو مربها والموضع موضع ربح لا موضع خسارة، فيحرم نفسه الربح لقلّة الادب الذي يصدر منه وقلة الاحترام "قال" وقد حكى لي السيد الجليل ابو عبد الله القاضى رحمة الله تعالى عليه انه احتاج الى قضاء حاجة الانسان وهو في المدينة فخرج الى موضع من تلك المواضع وعزم ان يقضى حاجته فيه، فسمع هاتفاً ينهاه عن ذلك فقال الحجاج يعبلون هذا، فاجابه الهاتف، بان قال واين الحجاج واين الحجاج واين الحجاج ثلاث مرات، فخرج من البلد حتى قضى حاجة ثم رجع¹ اھ

"وقد اطلال الكلام فيه الى ان قال" ثم لو فرض ان المهاجور لا يبأشر

¹ المدخل فصل في ذكر بعض ما يعتور الحاج في حجب دار الكتاب العربی بیروت ۲۵۳/۴

حق میں مجاورت مستحب ہوگی بشرطیکہ اس سے کوئی بڑی عبادت درمیان میں حائل نہ ہو مثلاً بوڑھے والدین کے ساتھ حسن سلوک و خدمت اور ان لوگوں کی خدمت جو صلہ رحمی کی بناء پر لازم ہے اور وہ اس کے موجود ہونے کا تقاضا کرتا ہو نہ کہ محض تحریری سلام وغیرہ کا، پھر لکھا مقصود شرع شریف کے احکام کو مقدم کرنا ہے، لہذا جسے شریعت نے مقدم رکھا ہے اسے مقدم رکھا جائے اور جسے شریعت نے مؤخر رکھا ہے اسے مؤخر رکھا جائے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مجاورت آپ کے اوامر کی اتباع اور نواہی سے اجتناب کی صورت میں ہے خواہ انسان کسی جگہ مقیم ہو، اور اصلاً مجاورت یہی ہے، اور فرمایا کتاب القوت (للامام ابوطالب مکی رحمہ اللہ تعالیٰ) میں بعض اسلاف سے ہے بہت سے خراسان میں رہائش پذیر اس بیت اللہ کے ان لوگوں سے زیادہ قریب ہیں جو اس کا طواف کر رہے ہیں، بعض نے فرمایا بندہ اپنے شہر میں ہو اور اس کا دل اللہ تعالیٰ کے گھر سے متعلق ہو یہ اس سے بہتر ہے کہ بندہ بیت اللہ میں ہو اور دل کسی اور شہر کے ساتھ وابستہ ہو اھ اختصاراً۔

اگر میں چاہوں تو اس مقصد پر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اور بھی طویل گفتگو کی جاسکتی ہے لیکن اس مقام پر مجھے امام ابن ہمام کی گفتگو ہی کافی ہے کیونکہ

شیئاً مما تقدم ذكره حينئذ تكون المجاورة مستحبة في حقه، ما لم يخل بعبادة اخرى هي اكبر منها: كبر الوالدين والقيام بما وجب عليه، من صلة الرحم لمن يحب ذلك بالحضور معه، دون ارسال السلام بالكتابة وغيره" قال "والمقصود ان يقدم امتثال الشرع الشريف فيقدم ما قدمه ويؤخر ما اخره، فالجاورة مع النبي صلى الله تعالى عليه وسلم باتباع او امره واجتناب نواهيہ في اى موضع كان هذه هي المجاورة" قال "ومن كتاب القوت (اى السیدی ابی طالب المکی رحمہ اللہ تعالیٰ) قال بعض السلف کم من رجل بارض خراسان اقرب الى هذا البيت ممن يطوف به، وكان بعضهم يقول، لان تكون ببلدك وقلبك مشتاق متعلق بهذا البيت خير لك من ان تكون فيه وانت متبرم بمقامك وقلبك متعلق الى بلد غيره² اھ ملتقطاً۔

انی لو شئت لطولت الكلام بتوفيق العلامة في تحقيق المرام ولكن حسبي في هذا المقام كلام الامام بن الهمام

¹ المدخل فصل فی ذکر بعض مایعتور الحاج فی حجاج دار لکتاب العربی بیروت ۲۵۵/۴

² المدخل فصل فی ذکر بعض مایعتور الحاج فی حجاج دار لکتاب العربی بیروت ۲۵۶/۴

شادی کے بعد عطر کیا کرنا ہے انھوں نے (اللہ تعالیٰ ہمیں دارین میں ان کے علوم و فیوض سے بہرہ ور فرمائے) نے فتح القدیر شرح ہدایہ میں فرمایا: مکہ مکرمہ کی مجاورت مکروہ ہے یا نہیں، اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے، بعض شوافع نے کہا کہ مختار قول کے مطابق مستحب ہے لیکن جب غالب گمان ممنوعات کے ارتکاب کا ہو تو پھر مکروہ ہے، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کا بھی یہی قول ہے امام ابو حنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک مجاورت مکروہ ہے۔

میں کہتا ہوں یہاں کراہت سے مراد تحریمی ہے کیونکہ جب لفظ کراہت مطلقاً ہو تو اس سے یہی مراد ہوتی ہے۔ اہ محقق کا آئندہ قول بھی اسی پر دلیل ہے کہ قلیل لوگوں کے حال کو جواز مجاورت کے لیے بطور قید ذکر نہیں کیا جاتا۔

آگے لکھا امام ابو حنیفہ نے فرمایا مکہ مقام دارالہجرت نہیں، امام مالک سے جب اسی بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا لوگوں کے لیے مناسب یہی ہے کہ وہ حج ادا کر کے واپس ہو جائیں، اور یہ قول نہایت محبوب ہے اور یہی احوط ہے کیونکہ اس کے خلاف کرنے میں اپنے آپ کو خطرے میں ڈالنا ہے کیونکہ انسانی طبیعت یہ ہے کہ بار بار خلاف خواہش کرنے سے اس کی زندگی میں ملال و پریشانی پیدا ہوتی ہے، اسی طرح

اذ لا عطر بعد عروس قال قد سننا الله تعالى بسره الكريم ونفعنا في الدارين بفضلله، الفخيم في فتح القدیر شرح الهدایة اختلاف العلماء في كراهة المجاورة بمكة وعدمها فذكر بعض الشافعية ان المختار استحبابها الا ان يغلب على ظنه الوقوع في المحذور وهذا قول ابي يوسف ومحمد رحمهما الله تعالى وذهب وابو حنيفة ومالك رحمهما الله تعالى الى كراهتها¹۔

قلت والمراد كراهة التحريم اذا هو المحمل عندا لاطلاق وبدليل قول المحقق فيما سيأتي "لا يذکر حالهم قيدا في جواز الجوار"²۔

(قال) وكان ابو حنيفة يقول انها ليست بدار هجرة وقال مالك وقد سئل عن ذلك، ما كان الناس يرحلون اليها الا على نية الحج، والرجوع وهو اعجب وهذا احوط لما في خلافه من تعريض النفس على الخطر اذ طبع الانسان التبرم والملل من تواردها ما يخالف هواه في المعيشة وزيادة الانبساط المخل

¹ فتح القدیر کتاب الحج مسائل منشورہ نوریہ رضویہ سحر ۹۳/۳

² فتح القدیر کتاب الحج مسائل منشورہ نوریہ رضویہ سحر ۹۴/۳

بما یحب من الاحترام لما یکثر تکرره علیہ ومداومه نظره الیہ وایضاً الانسان محل الخطاء کما قال علیہ السلام کل بنی آدم خطاء¹۔

قلت اخرجه احمد والترمذی وابن ماجه والحاکم عن انس عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کل بنی آدم خطاء وخیر الخطائین التوابون²۔

(قال) والمعاصی تضاعف، علی ماروی عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ان صح والا فلا شک، انها فی حرم اللہ افحش واغلظ فتنتهض سبباً لغلظ البوجب و هو العقاب (وساق الکلام الی ان قال) وکل من هذه الامور سبب لمقت اللہ تعالیٰ واذاکان هذا سببیهة البشر فالسبیل النزوح عن ساحتہ، وقل من یطمئن الی نفسه فی دعواها البرائة من هذه الامور، الا وهو فی ذلک مغرور، لایری الی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم المحبیین الیہ المدعولہ کیف اتخذ

کثرت کے ساتھ ادب کے منافی ہے بے تکلفی اور بار بار دیکھنے سے ادب واحترام میں کمی واقع ہو جاتی ہے اور یہ بھی کہ انسان خطاء کا محل ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ السلام کا مبارک ارشاد ہے: ہر آدمی محل خطاء ہے۔

میں کہتا ہوں اسے امام احمد، ترمذی اور ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر آدم محل خطاء ہے اور بہتر خطاکار وہ ہیں جو توبہ کر لینے والے ہوتے ہیں اھ

پھر لکھا گناہوں پر سزا بھی کئی گناہ ہے جیسا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، اگر یہ روایت صحیح ہے تو فہماور نہ اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ کے حرم میں گناہ نہایت ہی بد بختی اور سخت قابل گرفت جرم ہے جو عقاب وسزا کا مستحق بنا دے گا (آگے چل کر لکھا) ان میں ہر امر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب ہے، اور جب یہ بشری تقاضا ہے تو بچنے کی صورت فقط اس میدان سے نکل جانا ہے، اور کوئی بھی ان امور سے بچنے کا دعویٰ نہیں کر سکتا ماسوائے ان لوگوں کے جو دھوکا میں ہیں، کیا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں علم نہیں جو صحابی رسول ہیں، محبوب لوگوں میں سے ہیں، اور ان کے لیے حضور کی دعا ہے ہجرت کر کے وہ طائف چلے گئے۔

¹ فتح القدیر کتاب الحج مسائل منشورہ نوریہ رضویہ سحر ۹۳/۳

² مسند احمد بن حنبل مروی از انس رضی اللہ عنہ دار الفکر بیروت ۱۹۸/۳

الطائف دارًا، وقال لان اذن ذنب حسين ذنباً برؤكبة. وهو موضع بقرب الطائف احب الى من ان اذن ذنب واحد ابكة¹.

قلت يشير بالدعاء الى قوله صلى الله تعالى عليه وسلم اللهم فقهه في الدين²، وقوله صلى الله تعالى عليه وسلم اللهم علمه الكتاب³، اخرجهما الشيخان، وانما الفقيه كما قاله الامام الحسن البصري رحمه الله تعالى الزاهد في الدنيا الراغب في الآخرة البصيرة بعيوب نفسه ومثل هذا يتأهل للجوار لا شك والله قد كان ابن عباس من اعظم اهله و لكن الاكابر انفسهم يستصغرون فانظر الى الفرق، من لا يسئم يخشى السامة ومن لا يسلم يدعى السلامة.

(قال) وعن ابن مسعود رضى الله تعالى عنه ما من بلدة يؤخذ العبد فيها بالهداية قبل العمل الامكة و

اور فرمایا: رُكْبَةُ (طائف کے قریب جگہ کا نام ہے) کے مقام پر پچاس گناہ کرنا مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں مکہ میں ایک گناہ کروں۔

میں کہتا ہوں دعا سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس دعا کی طرف اشارہ ہے: "اے اللہ! ابن عباس کو دین کی سمجھ عطا فرما۔" اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ دعا بھی ہے: "اے اللہ! ابن عباس کو کتاب کا علم عطا فرما۔" یہ دونوں دعائیں بخاری و مسلم میں ہیں، فقیہ کی تعریف امام حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے یوں کی ہے: دنیا سے اعراض کرنے والا، آخرت کا شوق رکھنے والا، اور اپنے عیوب سے آگاہ شخص فقیہ کہلاتا ہے۔ ایسے لوگ بلاشبہ مجاورت مکہ کے اہل ہیں اور اللہ کی قسم حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان اہل لوگوں میں سے بھی بڑے ہیں لیکن اکابر ہمیشہ اپنے آپ کو چھوٹا اور عاجز سمجھتے ہیں، غور تو کیجئے کتنا فرق ہے ان میں کہ جو غلطی نہیں کرتا وہ عذاب سے ڈرتا ہے اور جو گناہ سے محفوظ نہیں وہ سلامتی کا دعویٰ کرتا ہے۔

پھر لکھا حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ کسی شہر میں عمل سے پہلے محض برائی کے ارادے پر گرفت نہیں مگر مکہ میں، پھر یہ آیت تلاوت کی:

¹ فتح القدیر کتاب الحج مسائل منشورہ نوریہ رضویہ ستمبر ۹۳/۳

² صحیح بخاری باب وضع الماء عند الحلاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۶/۱

³ صحیح بخاری باب قول البنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللهم علمه الكتاب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۷/۱

اور جو اس میں کسی زیادتی کا ناحق ارادہ کرے تو ہم اسے درو ناک عذاب چکھائیں گے، اور حضرت بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ طیبہ سے طلب علم کے لیے مکہ آنے والے سے فرمایا: مدینہ طیبہ کی طرف واپس چلے جاؤ ہم نے سن رکھا ہے کہ ساکن مکہ نہیں فوت ہوگا حتیٰ کہ حرم اس کے ہاں بمنزل حل کے ہو جاتی ہے کیونکہ وہ اس کی حرمت کا پاس نہیں کرتا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے: مکہ میں کیا جانے والا گناہ دوسرے مقام کے سترگناہوں سے بدتر ہوتا ہے، ہاں اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہوتے ہیں جنہوں نے اپنی طبائع کے تقاضوں کو صاف و خاص کر لیا ہے وہی اس پڑوس و مجاورت کے اہل ہیں، وہ ہی حسنات اور عبادات کے فضیلت و درجات پانے والے ہیں اور وہ سینات اور گناہوں سے محفوظ رہتے ہیں، (پھر اس سلسلہ میں احادیث ذکر کریں) پھر کہا: لیکن گناہوں میں گرنے سے محفوظ و سلامتی کے ساتھ کامیاب ہونے والے بہت ہی کم ہوتے ہیں اور قلیل لوگوں کے اعتبار سے فقہی حکم کی بنا نہیں ہوتی اور نہ ہی جواز مجاورت کے لیے ان کے حال کو بطور قید ذکر کیا جاتا ہے، کیونکہ انسانی فطرت یہ ہے کہ جھوٹے دعویٰ اور تجربہ کے اعلان میں پیش رفت کرتے ہوئے اور شرائط پر قدرت کا اظہار کرتے ہوئے مطلوب کی طرف بڑھتا ہے حالانکہ وہ

تلا هذه الآية ومن يرد فيه بالحد بظلم نذقه من عذاب اليم، وقال سعيد بن المسيب للذي جاء من اهل المدينة يطلب العلم ارجع الى المدينة۔ فاننا نسمع ان ساكن مكة لا يموت حتى يكون الحرم عنده بمنزلة الحل لما يستحل من حرمها، وعن عمر رضي الله تعالى عنه خطيئة اصبها بمكة اعز على من سبعين خطيئة بغيرها، نعم افراد من عباد الله استخلصهم وخلصهم من مقتضيات الطباع، فاولئك هم اهل الجوار الفائزون بفضيلة من تضاعف الحسنات والصلوات من غير ما يحبطها من الخطيئات والسيئات¹ (ثم سرد احاديث في ذلك) ثم قال لكن الفائز بهذا مع السلامة من احباطه اقل القليل، فلا يبنى الفقه باعتبارهم ولا يذكر حالهم قيذا في جواز الجوار، لان شان النفوس الدعوى الكاذبة والبيادة الى دعوة الملكة والقدرة على ما يشترط فيها تتوجه اليه وتطلبه، وانها لا كذب

¹ فتح القدير كتاب الحج مسائل منشورة مكتبة نوريه رضويه سحر ۹۳/۳-۹۳

ما یکون اذا حلفت فكيف اذا ادعت والله تعالى اعلم
وعلى هذا فيجب كون الجوار في المدينة المشرفة
كذلك فان تضاعف السيئات وتعاظمها وان فقد
فيها¹۔

(قلت وذلك لان الرحمة في المدينة اكثر والطف
اوفر والكرم اوسع والعفو اسرع كما هو شاہد مجرب
والحمد لله رب العالمين ومع ذلك) فمخافة السامة
وقلت الادب المفضى الى الاخلال بواجب التوقير
والاجلال، قائم وهو ايضا مانع. الا للافراد ذوى
الملكات² المختصر اوضحاً

وهو كما ترى من الحسن بمكان فقد افادوا جاد،
اثابه الجواد تبارك وتعالى، وابان ان الامر، وان كان
في الواقع على جواز الجوار بشرط التوثيق وهو
التوفيق عند التحقيق كما نص عليه وصححه في
شرح اللباب وجزم به في الدر المختار الا ان اهل
التوثيق لما كانوا اقل قليل واحكام الفقه انما تبتنى
على الغالب الكثير دون النادر اليسير فالوجه هو
اطلاق المنع كما

اپنی قسموں میں نہایت جھوٹا ہوتا ہے تو اپنے دعووں میں وہ
کیا ہوگا، اور اللہ تعالیٰ ہی بہتر جاننے والا ہے، اس بنا پر یہ
ضروری ہے کہ مدینہ طیبہ میں مجاورت کا بھی حکم ہو اگر
چہ یہاں گناہوں پر سزا میں اضافہ یا ان کی شدت مفقود ہے۔
میں کہتا ہوں، کیونکہ مدینہ طیبہ میں رحمت اکثر لطف وافر،
کرم سب سے وسیع اور عفو سب سے جلدی ہوتا ہے جیسا کہ
شاہد مجرب ہے والحمد لله رب العالمین، اس کے بوجہ اکتا
نے کا ڈر اور وہاں کے احترام و توقیر میں قلت ادب کا خوف تو
موجود ہے اور یہ بھی تو مجاورت سے مانع ہے، ہاں وہ افراد جو
فرشتہ صفت ہوں تو ان کا وہاں ٹھہرنا اور فوت ہونا سعادت
کاملہ ہے اہ اختصاراً

آپ نے دیکھا اس جگہ محقق نے کتنی اچھی گفتگو کی یہ نہایت
ہی عمدہ تفصیل ہے اللہ تعالیٰ انھیں اجر عطا فرمائے، انھوں
نے یہ واضح فرمادیا کہ اگرچہ مجاورت کا معاملہ جائز ہے مگر
بشرط توثیق جو بصورت توفیق الہی ہی حاصل ہو سکتی ہے جیسا
کہ اس پر انھوں نے تصریح کی ہے شرح اللباب میں اس کو
صحیح کہا، در مختار میں اسی پر جزم کا اظہار کیا مگر چونکہ اہل توثیق
بہت ہی کم ہوتے ہیں اور احکام فقہ کی بناء نادر و قليل پر نہیں
ہوتی بلکہ غالب کثیر پر ہوتی ہے تو اب مطلقاً منع کہنا ہی بہتر
ہے جیسا کہ

¹ فتح القدیر کتاب الحج مسائل منشورہ مکتبہ نوریہ رضویہ ستمبر ۱۳۹۳

² فتح القدیر کتاب الحج مسائل منشورہ مکتبہ نوریہ رضویہ ستمبر ۱۳۹۳

هو مذهب الامام رضى الله تعالى عنه و لذا اخذ
 الفاضلون المحشون العلامة الحلبي ثم الطحطاوى
 ثم الشامي كلهم في حواشى الدر، في اشتراطه التوثيق
 حيث نقلوا كلام الفتح، ثم قالوا وهو وجيه، فكان
 ينبغى للشارح ان ينص على الكراهة ويترك التقليد
 بالتوثيق¹ اهـ زاد ابن عابدين اى اعتبار للغالب من
 حال الناس لاسيما اهل هذا الزمان والله المستعان² هـ
 ولقد اعجبني قول العلامة على القارى، في مسلك
 المتقسط شرح المنسك المتوسط، مع تصحيحه ما
 علمت حيث يقول لو كانت الائمة في زماننا وتحقق
 لهم شأننا لصرحوا بالحرمة³ الخ۔

قلت ونظيره ما قال في الدر المختار في مسئلة دخول
 المرأة الحمام ان في زماننا لا شك في الكراهة لتحقيق
 كشف العورة⁴ اهـ وقد سبقه الى ذلك المحقق على
 الاطلاق في الفتح، ونحوها ما ذكر العلائى ايضا في
 الدر المنتقى شرح الملتقى

امام رضى الله تعالى عنه كالمذهب ہے، یہی وجہ ہے کہ در مختار پر
 حواشی لکھنے والے فاضل علماء حلبی، طحطاوی پھر شامی سب نے
 فتح القدیر کی عبارت نقل کر کے توثیق کی شرط لگائی اور پھر کہا
 یہی بہتر ہے لہذا شارح کو چاہئے تھا کہ وہ کراہت پر تصریح
 کرنا اور توثیق کی قید ترک کر دیتا اہ ابن عابدین نے یہ اضافہ
 کیا کہ یہ اکثر لوگوں کے حال کے اعتبار خصوصاً اس دور کے
 حوالے سے ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ ہی مدد فرمانے والا ہے اہ
 مجھے علامہ ملا علی قاری کا "مسلك متقسط شرح المنسك
 المتوسط" میں یہ قول بہت پسند آیا، جیسا مجھے معلوم ہے انھوں
 نے مذکور گفتگو کی تصحیح کرتے ہوئے کہا اگر یہ ائمہ ہمارے
 دور میں ہوتے اور ہمارے احوال سے آگاہ ہوتے تو مجاورت
 کے حرام ہونے کی تصریح کرتے الخ

میں کہتا ہوں اس کی نظیر در مختار میں "عورت کا حمام میں
 جانا" کے تحت ہے کہ ہمارے دور میں یہ مکروہ ہے کیونکہ بے
 پردگی ہوتی ہے اہ اور اس سے پہلے فتح میں محقق علی الاطلاق
 نے بھی یہی لکھا ہے وہ بھی اسی کی مثل ہے جو حافظ علائی نے
 الدر المنتقى شرح الملتقى میں طالب علم کے وجوب نفقہ کے
 بارے

¹ طحطاوی علی الدر المختار کتاب الحج باب الہدی دار المعرفہ بیروت ۵۶۲/۱

² رد المختار کتاب الحج مطلب فی المجاورۃ بالمدينة الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۵۶/۲

³ مسلك متقسط مع ارشاد الساری فصل اجمعوا علی افضل البلاد الخ دار الکتب العربی بیروت ص ۳۵۲

⁴ در مختار باب الاجارۃ الفاسدة مطبع مجتبائی دہلی ۱۷۸/۲

میں لکھا کہ یہ اس وقت ہے جب اس میں نیکی ہو اور بے رواہ روی نہ ہو، جیسا کہ خلاصہ میں ہے، اسی لیے صاحب منیہ و قنیہ نے کہا میں عدم وجوب کا فتویٰ دیتا ہوں کیونکہ ان میں بہت کم طلبہ اچھے کردار کے حامل اور علم دین کے حاصل کرنے والے ہیں اور ان میں سے اکثر (ایسے ایسے ہیں اور پھر اپنے دور کے طلبہ کا ذکر کیا۔ پھر حصکفی نے کہا) جو ان کے خلاف ہیں وہ اس دور میں بہت کم ہیں اور اب مصلح اور مفسد میں فرق مشکل ہو جانے کی وجہ سے ان کے لیے الگ حکم بیان نہیں کیا جاسکتا الخ

میں کہتا ہوں اسی قبیل سے سماع کا حرام ہونا ہے خواہ وہ مزامیر کے ساتھ نہ ہو، کیونکہ وہ دل کے جذبات کو ابھارتا ہے، اور اب اکثر لوگ شہوات نفسانیہ کے قیدی بن چکے ہیں۔ لہذا فتنہ کے دروازے کو بند کرنے کے لیے سماع سے منع کرنا ہی درست ہے اگرچہ یہ ایسے کچھ لوگوں کے لیے نافع بھی ہے جو فضائل سے مزین، رذائل سے خالی ہو اور ان کی نفسانی خواہشات مرچکی ہوں بلکہ ان کی ذوات سراپا خشوع و خضوع ہو چکی ہو تو پھر سماع واقعہً نافع ہوتا ہے۔ اس مسئلہ میں جو طویل نزاع ہے اس سے وہ بھی ختم ہو جاتا ہے اولیاء میں سے جس نے سماع سنا اس نے درست کیا اور اس کے لیے خبر بنا فقہاء میں سے جس نے

فی وجوب نفقة طالب العلم، ان هذا اذا كان به رشد، كما في الخلاصة ولذا قال صاحب المنيّة والقنيّة انما افق بعدم وجوبها فان قليلا منهم حسن السيرة مشغلا بالعلم الديني واكثرهم (كذا وكذا وذكر من مساويهم، ثم قال اعني الحصكفي) وامام كان بخلافهم فنادر في هذا الزمان فلا يفرد بالحكم دفعا لخرج التمييز بين المصلح والمفسد الخ۔

قلت ومن هذا القبيل حكيمهم بتحريم السماع المجرّد عن المزامير فانه يهيج مكا من القلوب واكثر الناس اسارى الشهوات فالوجه المنع سدا لباب الفتنة وان كان نفع شئ في حق رجال تحلوا بالفضائل وتخلوا عن الرذائل وماتت شهواتهم بل قنت ذواتهم فبقى السماع محض الانتفاع وبه انقطع تطويل النزاع، فمن فعله من الاولياء فقد اصاب خيرة ومن منعه من الفقهاء فقد ازال ضيرة فلهم الاجر بما نصحوا

¹ الدر المنقش علی حاشیہ مجمع الانهر فصل فی نفقة الطفل دار احیاء التراث العربی بیروت ۵۰۰/۱

وللقوم الاذن لما صلحوا ولكل ثواب وبشرى،
الصواب، والحمد لله رب الارباب۔

منع کیا تھا تو انھوں نے اس کے نقصانات کا ازالہ کیا ان کی اس
خیر خواہی پر ان کے لیے اجر ہی اجر ہے اور لوگوں کے لیے اس
میں اجازت ہے جو صلاحیت رکھتے ہوں اور ہر ایک کے لیے
ثواب اور بشارت ہے، درستی اور حمد رب الارباب کے لیے
ہے۔

بالجملہ ہمارے دور میں مجاورت کی قطعاً اجازت نہیں۔ عقلمند
اپنے لیے فقط احتیاط ہی کی راہ اپناتا ہے اور ہر اس راستہ سے
اجتناب کرتا ہے جس سے ہلاکت میں گرنے کا خدشہ ہو، جس
نے اپنے نفس کو سچا سمجھا اس نے جھوٹی کی تصدیق کی اور
خود اس کا مشاہدہ بھی کرے گا برائی سے بچنے اور نیکی بجالانے
کی طاقت اللہ تعالیٰ جو بلند و عظیم ہے کی توفیق کے بغیر نہیں،
جب معاملہ یہ ہے جو یہاں بیان ہوا تو اب سرے سے سوال ہی
ختم ہو گیا کیونکہ جس شے کو سائل نے خیر تصور کیا تھا وہ خیر
ہی نہیں، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے وہ خیر کی توفیق دے اور نقصان
سے بچائے اور وہی مقدس واعلم ہے اس کا علم کامل و اکمل
ہے، اس کے رسول اور ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم پر درود و سلام ہو اور آپ کے آل و اصحاب پر
بھی۔ (ت)

وبالجملة فالحكم عدم جواز الجوار اصلا في زماننا
والعقل لا يسعه الا الاحتياط لنفسه والاحتراز عن
سلوك مسالك تفضي غالبا الى المهالك ومن صدق
نفسه فقد صدق كذو باوسيري ذلك "ولا حول
ولا قوة الا بالله العلي العظيم" واذ كان الامر وصف
هنالك سقط منشأ السؤال رأسا، اذ تبين ان ليس
مأبظنه خيرا، خيرا والله المسئول ان يرزق الخير
وبقى الضير وهو سبحانه وتعالى اعلم و علمه جل
مجده اتم واحكم وصلى الله تعالى على سيدنا محمد
واله وصحبه وبارك وسلم۔

شرائط حج

مسئلہ ۳۰۱: از پٹنہ عظیم آباد بخشی محلہ مسئلہ منشی علی حسین صاحب ۲۵ شعبان ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید معمر قریب ہفتاد سال مریض ریشہ کہ تنہا سفر کے قابل نہیں کبھی اپنے زمانہ صحت و شباب میں اتنے مال کا مالک نہ ہوا کہ اس پر حج فرض ہوتا، اب کہ حالت یہ ہے اس نے اپنا مال وغیرہ بیچا اور پانچ سو روپے اس کے پاس ہو گئے کہ یہی کل سرمایہ اس کا ہے۔ بوجہ ضعف و امراض دوسرے شہر میں جہاں اس کے اعزہ ہیں سکونت کرنا اور وہاں مکان خریدنا چاہتا ہے، اس صورت میں اس پر خدج کو جانا یا روپیہ دے کر حج بدل کرنا واجب ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

صورت مستفسرہ میں زید پر حج اصلاً واجب نہیں۔ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب مصحح ظاہر الروایۃ میں تو ایسی تندرستی جو اس سفر مبارک کے قابل ہو شرط وجوب ہے کہ بغیر اس پر حج سرے سے واجب ہی نہ ہوتا، نہ خود جانا نہ دوسرے کو بھیجتا، اور صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے مذہب مصحح میں اگرچہ تندرستی مذکور شرط وجوب نہیں، شرط وجوب ادا ہے کہ وہ نہ ہو تو خود جانا لازم نہیں مگر اپنے عوض اپنے روپے سے اپنی حیات میں یا بعد موت حج کرنا واجب ہے مگر مال جملہ حاجات سے فاضل، جانے آنے کے قابل باتفاق فقہائے کرام شرط وجوب ہے کہ بے اس کے حج واجب ہی نہیں ہوتا، اور مکان حاجات اصلیہ سے ہے اس کی خریداری یا بنانے کے بعد اس زمانے میں کہ اب مصارف حج بہت قریب گزرے ہوئے زمانے سے تقریباً دو چاند ہو گئے

اتنا چنانکہ اس سے حج کے لیے جانے آنے رہنے کے بھی تمام مصارف ہوں اور زید کے لیے اس حالت میں کہ نہ اور مال نہ کسب پر قدرت، کچھ ذریعہ معاش بچ بھی رہے معقول نہیں لہذا بالاتفاق ورنہ علی التزلیل صاحب مذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب صحیح مرنج پر تو بلاشبہ زید پر حج کرانا بھی نہیں اور خود حج کو جانا تو بالاجماع اصلا صورت وجوب نہیں رکھتا لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا¹ (اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کی طاقت بھر۔ ت) تنویر الابصار ودر مختار ودر المختار میں ہے:

حج ہر مسلم آزاد بالغ صحت مند پر لازم ہے (یعنی ہر اس آفت سے محفوظ ہو جس کے باوجود سفر نہیں کیا جاسکتا، پس لوے، فالج زدہ اور ایسے بڑے بوڑھے پر حج فرض نہیں جو سواری پر قائم نہیں رہ سکتا۔ اسی طرح نابینا پر بھی فرض نہیں اگرچہ کوئی اس کا معاون ہو، امام صاحب کے ظاہر مذہب کے مطابق نہ ان کی ذوات پر لازم اور نہ ان پر نائب بنانا لازم ہے، اور ایک روایت صاحبین سے یہی ہے۔ ظاہر الروایۃ صاحبین سے یہ ہے کہ ان پر حج بدل کروانا لازم ہے، تحفہ سے ظاہراً یہی معلوم ہوتا ہے کہ صاحبین کا قول مختار ہے، اسبیجانی میں اسی طرح ہے فتح میں اس کو قوی کہا۔ اللباب میں تصحیح اقوال میں اختلاف منقول ہے، اسی کی شرح میں ہے کہ نہایہ میں پہلے قول کو لیا گیا ہے، بحر العمیق میں ہے کہ یہی مذہب صحیح ہے، قاضیخان نے شرح الجامع میں دوسرے قول کو صحیح کہا ہے، اور اسے کثیر المشائخ نے اختیار کیا (ش) ایسے زادراہ اور سواری پر قادر ہو

الحج فرض علی مسلم حر مکلف صحیح البدن² (ای سالم عن الأوقات البانعة عن القيام بمألا بد منه في السفر فلا يجب على مقعد ومفلوج وشيخ كبير لا يثبت على الرحلة بنفسه واعى وان وجد قائدا لا بأنفسهم ولا بالنيابة في ظاهر المذهب عن الامام وهو رواية عنهما وظاهر الرواية عنهما وجوب الاحجاج عليهم، وظاهر التحفة اختيار قولهما وكذا الاسبيجاني وقواه في الفتح، وحكى في اللباب اختلاف التصحيح وفي شرح انه مشى على الاول في النهاية وقال في البحر العميق، انه المذهب الصحيح وان الثاني صححه قاضيخان في شرح الجامع واختاره كثير من المشائخ³ (اھش) بصیر ذی زادوراحلہ

¹ القرآن ۲/۲۸۶

² در مختار شرح تنویر الابصار کتاب الحج مطبع مجتہائی دہلی ۱۶۰۱-۱۵۹

³ رد المختار کتاب الحج مصطفیٰ البانی مصر ۱۵۳/۲

جو اس کی ضروریات سے زائد ہو، ان میں اس کی رہائش اور اس کی مرمت بھی ہے، اگر اس کے پاس مال ہے کہ وہ رہائش اور خادم خریدتا ہے اور باقی اتمانہ نہیں بچتا جو حج کے لیے کافی ہو اس پر حج فرض نہیں ہوگا، خلاصہ۔ اور نھر میں ہے اگر وہ کسی کاروبار کا محتاج ہے تو اس کے لیے سرمایہ کا باقی رہنا بھی شرط ہے اور اگر محتاج نہیں تو پھر یہ شرط نہ ہوگی، مختلف لوگوں کے اعتبار سے سرمایہ مختلف ہو سکتا ہے، بحر۔ اور کاروبار سے مراد اتنا ہے جس سے اپنی اور اپنے عیال کے لیے بقدر کفایت روزی حاصل ہو سکے اھ اختصار۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم (ت)

فضلاً عما لا بد منه ومنه المسکین ومرمتہ ولوکان عندہ ما لو اشتري به مسکنا و خادماً لا یبقی بعدہ ما یکفی للحج لایلزمہ خلاصہ، وحرر فی النہرانہ یشتتر بقاء راس مال لحر فتنہ ان احتاجت لذلك و الا لا^۱ (وراس المال یختلف باختلاف الناس بحر، والمراد ما یمكنه الا کتساب به قدر کفایتہ و کفایۃ عیالہ^۲ اھ ملتقطات واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۰۲:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ادائے حج ہندہ پر مدت سے فرض تھا اب جانے کا قصد کیا تو محرم اس کے بجہت موانع نہیں جاسکتے، ایک محرم کو کہ ار تکاب منای سے بیباک ہے اور انصرام سفر کے کاموں کا اس سے متوقع نہیں۔ لے جانا ممکن ہے اور ایک عورت متقیہ اور ایک بھتیجا شوہر ہندہ کا کہ بچپن سے اس کے سامنے ہوتی دیندار و ہوشیار ہے جاتے ہیں ان کے ساتھ نہ جائے گی تو پھر جانے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی، فرض رہ جائے گا، اس صورت میں ہندہ کو جانا چاہئے یا نہیں؟ اور جائے تو کس کے ساتھ جائے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

عورت کو بغیر محرم کے حج خواہ کسی اور کام کے واسطے سفر کرنا ناجائز ہے اور بھتیجا شوہر کا محرم نہیں، اور محرم فاسق بیکار ہے اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے اور معیت زن متقیہ کی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کافی نہیں لیکن اگر بغیر محرم کے چلی گئی اور حج کر لیا تو فرض ساقط اور حج مع الکرہ ادا، اس فعل ناجائز کی معصیت جدا، پس جب ہندہ پر بسبب اجتماع شرائط کے حج فرض ہو گیا تھا اور اب معیت محرم کی نہیں ملتی تو چارہ کار یہی ہے

^۱ در مختار شرح تنویر الابصار کتاب الحج مطبع مجتہبی دہلی ۱۶۰/۱

^۲ رد المحتار کتاب الحج مصطفیٰ البابی مصر ۱۵۶/۲

کہ نکاح کرے، اگر یہ خوف ہو کہ شاید اس نے نکاح کر لیا اور پھر نہ گیا تو یہ پھنس گئی اور حج بھی نہ ہوا، یا اندیشہ ہو کہ شوہر موافق مزاج نہ نکلے چاہئے تو تھا چند روز کے لیے اور پابند ہو گئی عمر بھر کی، یا سرے سے اسے پابند شوہر رہنا منظور ہی نہ ہو، صرف اس ضرورت کی رفع تک کہ نکاح چاہئے، تو اقول: (میں کہتا ہوں۔ ت) اس کی تدبیر یہ ہے کہ اس شرط پر نکاح کرے کہ اگر تو اس سال میرے ساتھ حج کو نہ جائے تو مجھ پر ایک طلاق بائن ہو اور جب بعد حج میں واپس آؤں اور اپنے مکان میں قدم رکھوں تو فوراً مجھ پر طلاق بائن ہو، یوں اگر وہ نہ گیا تو طلاق ہو جائے گی اور اگر گیا تو واپسی پر عورت جس وقت اپنے مکان میں قدم رکھے گی نکاح سے نکل جائے گی، اور بہتر اور آسان تر یہ ہے کہ اس شرط پر نکاح کرے کہ مجھے ہر وقت اپنے نفس کا اختیار ہو کہ جب کبھی چاہوں اپنے آپ کو ایک طلاق بائن دے لوں، یوں اس کے نہ جانے یا واپس آنے پر اور اس کے بعد بھی ہر وقت عورت کو اختیار رہے گا مرضی ہو اس کی زوجیت میں رہے نہ مرضی ہو اپنے آپ کو ایک طلاق بائن دے کر جدا ہو جائے، درمختار میں ہے:

مع زوج او محرم بالغ عاقل غیر مجوسی ولا فاسق لامرأة ولو عجو زاً وهل يلزمها التزوج قولان ولو حجت بلامحرم جائز مع الكراهة ^۱	عورت خواہ بوڑھی ہو اس کے لیے خاوند یا محرم بالغ کا ہونا ضروری ہے بشرطیکہ وہ محرم فاسق اور مجوسی نہ ہو کیا عورت پر حج کے لیے نکاح ضروری ہے، اس بارے میں دو قول ہیں، اگر عورت نے بغیر محرم حج کر لیا تو جائز مع الکراہت ہوگا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قوله قولان هما مبنيان على ان وجود الزوج او المحرم شرط وجوب امر شرط وجوب الاداء والذي اختاره في الفتح انه مع الصحة وأمن الطريق شرط وجوب الاداء فيجب الايصاء ان منع المرض وخوف الطريق اولم يوجد زوج ولا محرم ويجب عليها التزوج عند فقد المحرم وعلى الاول لا يجب شي من ذلك	قوله قولان، یہ دونوں اس بنا پر ہیں کہ خاوند یا محرم کا ہونا نفس وجوب کے لیے شرط ہے یا وجوب ادا کے لیے، فتح میں جو مختار ہے وہ یہ ہے کہ صحت اور راہ پر امن ہو تو وجوب ادا کے لیے شرط ہے، اگر مرض یا راستہ کا خوف مانع ہے تو حج کے بارے میں وصیت لازم ہوگی یا خاوند اور محرم نہیں تو محرم کی عدم موجودگی میں نکاح کرنا ضروری ہوگا، اور پہلے قول پر ان میں سے کوئی چیز بھی واجب نہیں

^۱ درمختار کتاب الحج مطبع مجتبائی دہلی ۱۶۱/۱-۱۶۰

جیسا کہ بحر اور نہر میں ہے، بدائع نے اول کو صحیح بتایا اور نہایہ نے قاضی خاں کی اتباع میں دوسرے کو ترجیح دی ہے، اور فتح میں بھی اسی کو اختیار کیا ہے اھ

میں کہتا ہوں اللباب میں اس پر جزم ہے کہ اس عورت پر نکاح کرنا لازم نہیں باوجودیکہ انھوں نے بھی یہ کہا کہ محرم یا خاوند وجوب ادا کے لیے شرط ہے اسے جوہرہ میں اور ابن امیر حاج نے المناسک میں اسی کو ترجیح دی، جیسا کہ مصنف نے اپنی مخ میں کہا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ نکاح سے اس عورت کی غرض کا پورا ہونا ضروری نہیں ممکن ہے خاوند نکاح کے بعد اجازت نہ دے اور وہ عورت اس سے خلاصی پر قادر بھی نہ ہو، بہت دفعہ خاوند بیوی میں موافقت نہیں رہتی لہذا نکاح سے نقصان ہوگا بخلاف محرم کے، اگر وہ عورت کی موافقت کرے گا تو اس پر خرچ کرے گی اور اگر وہ رک جاتا ہے تو وہ خرچ بھی روک کر حج چھوڑ دے گی اھ فافہم ما فی ش

اقول: (میں کہتا ہوں۔ ت) ان تمام صورتوں میں بچت س میں ہے جو ہم نے ذکر کیا، عورت اس شرط پر نکاح کرے کہ عورت طلاق بائنہ کی مالک ہوگی اور جب چاہے اپنے آپ کو دے سکے گی اب اگر خاوند اس کے ساتھ نہیں جاتا یا موافقت نہیں کرتا یا جواب نہیں دیتا تو اس سے خلاصی پائے اور اس پر کوئی تنگی نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

کما فی البحر ح وفي النهر وصح الاول فی البدائع ورجح الثانی فی النہایة تبعاً لقاضی خاں واختاره فی الفتح اھ

قلت لکن جزم فی اللباب بانہ لایجب علیہا التزوج مع انہ مشی علی جعل المحرم او الزوج شرط اداء، ورجح هذا فی الجوہرۃ وابن امیر حاج فی المناسک کما قالہ المصنف فی منحه قال ووجهہ انہ لا یحصل غرضہا بالتزوج لان الزوج لہ ان یستنع من الخروج معہا بعد ان یملکہا ولا تقدر علی الخلاص منه وربما لا یوافقہا فتتضرر منه بخلاف المحرم فأنہ ان وفقہا انفقت علیہ وان امتنع امسکت نفقتہا وترکت الحج اھ فافہم^۱ اھ ما فی ش اقول: نعم المخلص من هذه کلہا ماذکرت من ان تتزوج بشرط ان تملک طلاقۃ بائنۃ تطلق بہا نفسہا متی شاءت فان لم یخرج معہا ولم یوافقہا ولم تردہ تخلص نفسہا ولا حرج علیہا واللہ تعالیٰ اعلم۔

^۱ رد المحتار کتاب الحج مصطفیٰ البابی مصر ۱۵۸/۲

مسئلہ ۳۰۳: از پبلی بھیت محلہ بشیر خاں مرسلہ محمد عبداللطیف خاں صاحب رئیس ۸ شوال ۱۳۲۲ھ

جناب مولوی صاحب مخدوم بندہ سلامت، بعد سلام نیاز کے عرض یہ ہے میری بھوج بیوہ فی الحال ارادہ حج بیت اللہ شریف کے جانے کا رکھتی ہیں بلکہ بھوج صاحبہ کا قصد حال میں روانگی کا ہے مگر ہمراہ ان کے کوئی شخص محرم نہیں ہے، جو شخص کہ ان کے ہمراہ جاتا ہے وہ ان کے دور کے رشتہ کا بھائی ہے اور عرصہ سے بھوج صاحبہ کے پاس ملازم ہے مگر شخص مذکور محتاط نہیں ہے یہاں کے علماء نامحرم شخص کے ہمراہ جانے سے منع فرماتے ہیں اور بھوج صاحبہ کے حقیقی بھائی مکہ شریف سال گزشتہ میں گئے ہوئے ہیں واپس میں وہ ان کے ہمراہ آئیں گے، جناب بموجب شرع شریف یہ ارقام فرمائے کہ بھوج صاحبہ کا ایسے شخص کے ہمراہ جانا جائز ہے یا ناجائز؟ جواب سے جلد مطلع فرمائے۔

الجواب:

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا یحل لامرأة تؤمن بالله والیوم الآخر ان تسافر مسیریة یوم وليلة الا مع ذی رحم محرم یقوم علیہا	حلال نہیں اس عورت کو کہ ایمان رکھتی ہو اللہ اور قیامت پر کہ ایک منزل کا بھی سفر کرے مگر محرم کے ساتھ جو اس کی حفاظت کرے۔

یعنی بچہ یا مجنون یا مجوسی یا بے غیرت فاسق نہ ہو ایسا اگر محرم ہو تو اس کے ساتھ بھی سفر حرام ہے کہ اس سے حفاظت نہ ہو سکے گی یا نا حفاظتی کا اندیشہ ہوگا، حج کا جانا ثواب کے لیے ہے اور بے محرم جانے میں ثواب کے بدلے ہر قدم پر گناہ لکھا جائے گا، میں خاص اس موقع کے لیے نہیں کہتا بلکہ عام مسئلہ بتاتا ہوں کہ جو عورت حج کو جانا چاہے اور محرم نہ پائے اور شوہر نہ رکھتی ہو اس کا طریقہ یہ ہے کہ کسی کفو سے نکاح کر کے اسے ساتھ لے جائے پھر اگر نکاح کو باقی رکھنا نہ چاہے اور اندیشہ ہو کہ دوسرے کی پابند ہو جائیگی تو اس کی تدبیر یہ ہے کہ (فلاس) کفو کے ساتھ نکاح کرنے کا اس شرط پر کہ جب میں سفر حج سے اپنے مکان پر واپس آؤں مکان میں قدم رکھتے ہی فوراً مجھ پر ایک طلاق بائن ہو، پھر وکیل کرے

¹ صحیح بخاری باب فی کم یقصر الصلوۃ وسمہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوماً وليلة قدیمی کتب خانہ کراچی ۴۸۱/۱-۴۷۱، صحیح مسلم باب سفر المراءۃ مع محرم الی حج وغیرہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۳۴۱/۱-۳۳۳، سنن ابوداؤد کتاب المناسک باب المراءۃ حج بغیر محرم آفتاب عالم پریس لاہور ۲۴۱/۱، الترغیب والترہیب ترمذی المراءۃ ان تسافر الخ مصطفیٰ البانی مصر ۷۲/۱

یہ وکیل یونہی نکاح کرے یعنی ان سے کہے میں نے فلانہ بنت فلاں بن فلاں اپنی موکلہ کو اتنے مہر کے عوض اس شرط پر تیرے نکاح میں دیا کہ جب وہ عورت بعد حج اپنے گھر واپس آئے مکان میں داخل ہو فوراً اس پر ایک طلاق بائن ہو، شوہر کہے میں نے اسے اس شرط پر قبول کیا، اب بعد واپسی گھر میں آتے ہی فوراً اس کے نکاح سے نکل جائے گی جسے وہ کسی طرح نہیں روک سکتا، اور جسے مکہ معظمہ سے واپسی پر محرم ملنے کا یقین ہو یوں شرط کرے کہ مکہ معظمہ پہنچتے ہی مجھ پر طلاق بائن ہو کہ مکہ معظمہ پہنچتے ہی طلاق بائن واقع ہو جائے گی، مگر اگر بیچ میں خلوت واقع ہو دے تو اتنا انقضائے ایام عدت وہاں (مکہ معظمہ) قیام لازم ہوگا اور خلوت نہ ہو تو یہ دقت بھی نہ ہوگی اور ہر حال میں جو عورت ولی رکھتی ہو اس کے لیے یہ ضرور ہوگا کہ نکاح مذکور ایسے شخص سے کرے جو قوم یا مذہب یا پیشے یا چال چلن میں ایسا کم نہ ہو کہ اس سے نکاح اس کے ولی کے لیے باعث ننگ و عار ہو، یا اگر ایسا شخص ہے تو ولی اس کے اس حال پر مطلع ہو کر پیش از نکاح صریح اجازت دے دے ورنہ نکاح نہ ہوگا، واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۰۴: عبد الجبار خاں صاحب از محلہ جصولی بریلی ۸ شوال ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اس بارے میں کہ ایک بیوہ عورت مالدار جس کو مقدور حج بیت اللہ شریف کے جانے کا ہو، جس کی عمر تخمیناً چالیس یا پینتالیس سال کی ہے اور اس کو بیوہ ہوئے عرصہ ۲۳ یا ۲۴ سال کا ہو اور اس کے منہ میں دو ایک دانت داڑھ باقی ہیں اور سر کھچڑی ہے، وہ بیوہ سفر حج بیت اللہ شریف بوساطت یا ہمراہ اپنے رشتہ کے ماموں جن کے سامنے روز پیدائش سے اس وقت تک بے پردہ مثل اپنے والدہ کے آتی ہے اور نیز اس کی اور ہمشیرگان و والدہ وغیرہ ان کے سامنے بے پردہ آتی ہوں، اور ماموں کی عمر تخمیناً ۷۰ یا ۸۰ برس کی ہے اور وہ ماموں مع اپنی بی بی اور بچہ اور نیز ایک غلام خاوند زاد و دیگر عورات ملازمہ کے حج بیت اللہ شریف جاتے ہیں، اگر وہ بیوہ مذکور اپنے ایسے ماموں رشتہ دار جن کی تعریف اوپر ہو چکی ہے جس کو حقیقی ماموں سے کم خیال نہیں کیا جاسکتا ہے ان کے ہمراہ اپنے خرچ سے سفر بیت اللہ شریف کو جائے اور حج و زیارت سے مشرف ہو کر اپنے وطن کو واپس آجائے تو اس کی صورت دیکھنا اور اس سے ملنا اس کے رشتہ داروں کو حرام ہے یا حلال؟ یا جائز ہے یا ناجائز؟ یا ثواب پائے گی یا عذاب؟ یا کچھ نہیں؟

الجواب:

لا تبدیل لحکم اللہ، اللہ کے حکم کو کوئی بدلنے والا نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا یحل لا مرأۃ تؤمن باللہ والیوم الآخران تسافر	حلال نہیں کسی عورت کو جو اللہ تعالیٰ اور قیمت کے دن پر
ثلاثۃ ایام، وفی	ایمان رکھتی ہو کہ ایک منزل بھی سفر کو جائے

روایۃ یوماً وليلة الاومعها زوجها او ذور حم محرم منها ^۱ او کمالفظہ و هذا معناه۔	جب تک ساتھ میں شوہر یا وہ رشتہ دار نہ ہو جس سے ہمیشہ کو نکاح حرام ہے۔

جانا چاہے تو اس پر لازم ہے کہ اپنے کسی محرم کو ساتھ لے یا حج سے واپسی تک کے لیے نکاح کر لے اگرچہ ستر اسی برس کی عمر والے سے جو اس کے ساتھ جائے آئے کہ مقصود صرف یہ ہے کہ بے محرم یا شوہر کے جانا صادق نہ ہو، باقی مقاصد زوجیت ہونے نہ ہونے سے بحث نہیں، اور اگر اندیشہ ہو کہ وہ بعد واپسی کے طلاق نہ دے گا تو نکاح یوں کیا جائے کہ عورت کہے میں نے اپنے نفس کو تیرے نکاح میں دیا اس شرط پر کہ جب تو مجھے حج کو لے جائے اور واپس آئے تو واپس اپنے مکان پر پہنچتے ہی مجھ پر طلاق بائن ہو یا اگر تو اس سال اس قافلہ کے ساتھ حج کو میرے ہمراہ نہ جائے تو مجھ پر طلاق بائن ہو مرد کہے میں نے یہ قبول کیا اس شرط پر کہ جب میں تجھے حج کو لے جاؤں (الی آخرہ) یوں اگر وہ ساتھ نہ جائے تو طلاق ہو جائے گی، اور ساتھ جائے تو واپس پہنچتے ہی طلاق ہو جائے گی بغیر اس کے جو قدم رکھے گی گناہ لکھا جائے گا، ان گناہان کثیرہ کے باعث اگر رشتہ دار اس سے نہ ملیں تو بے جا نہیں۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۰۵: مسئلہ حافظ محمد عبداللطیف صاحب علی گڑھی ۲۷ محرم ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت ضعیفہ ستر سال یا نوجوان عقیفہ نے تن تنہا یا غیر محرم کے ساتھ بقصد حج حرمین کا سفر کیا جب بہت کچھ مسافت طے کر چکی تو اس کو راستہ سے اسی حالت میں واپس کرا لیا جائے اور اگر وہ خانہ کعبہ اور عرفات میں پہنچ گئی اور ارکان حج بتمامہ مع سنن و واجبات و فرائض ادا کئے تو اس کا حج ادا ہوگا یا نہیں؟ اور سفر کی تنہائی مانع و مفسد حج ہوگی یا نہیں؟ اور اس راستہ سے لوٹنا مناسب ہوگا یا نہیں؟ بینوا بالکتاب والسنۃ وتوجروا ببیان احکام القرآن والشریعة (کتاب وسنہ سے اس کی تفصیل بیان کیجئے، احکام قرآن و شریعت کے بیان پر اللہ تعالیٰ تمہیں اجر عطا فرمائے گا۔ ت)

الجواب:

عورت اگرچہ عقیفہ یا ضعیفہ ہو اسے بے شوہر یا محرم سفر کو جانا حرام ہے، یہ عقیفہ ہے تو جن سے اس پر

^۱ صحیح بخاری باب فی کم یقصر الصلوۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۸۱-۱۳۷، صحیح مسلم باب سفر المرأة مع محرم الی حج وغیرہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۳۳-۳۳۴، سنن ابوداؤد باب المرأة حج بغیر محرم آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۴۲، الترغیب والترہیب تہذیب المرآة ان تسافر وحدہا بغیر محرم مصطفیٰ البابی مصر ۱/ ۲۴

اندیشہ ہے وہ تو عقیف نہیں، اور یہ ضعیف ہے تو سفر خصوصاً حج میں اور زیادہ محتاج محرم ہے کہ جہاز یا اونٹ پر چڑھانے اتارنے کے لیے ضعیف کو دوسرے شخص کی زیادہ حاجت ہے۔ ہاں اگر چلی جائے گی گنہ گار ہوگی، ہر قدم پر گناہ لکھا جائے گا، مگر حج ہو جائے گا کہ معیت محرم شرط صحت حج نہیں، رہی واپسی اگر اس کا شوہر یا محرم اس کے ساتھ حج کو جاسکتا ہے تو یہی مناسب ہے۔ اس صورت میں واپسی کرنا مناسب نہیں، اگر زوج یا محرم کوئی نہیں یا ہے مگر حج کو نہیں جاسکتا تو اگر ابھی مدت سفر تک نہیں گئی ہے واپسی لازم ہے، اور اگر مدت سفر تک قطع کر چکی تو شوہر یا محرم ہو تو واپس لائیں کہ اس میں ازالہ گناہ ہے اور ازالہ گناہ فرض ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل کو آگ سے بچالو۔ (ت) اور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ کا فرمان مبارک ہے: تم میں سے جو برائی دیکھے اسے طاقت سے روکے۔ (ت)	قال اللہ تعالیٰ یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا^۱ وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من رأى منكم منكرا فليغيره بيده^۲

اور اگر شوہر و محرم نہیں رکھتی تو اگر اتنی دور پہنچ گئی کہ مکہ معظمہ تک مدت سفر نہیں مثلاً جدہ پہنچ گئی تو اب چلی جائے اور واپس نہ ہو کہ واپسی میں سفر بلا محرم ہے اور وہ حرام ہے۔

مثلاً اس عورت کو خاوند نے طلاق بائن دے دی یا وہ فوت ہو گیا اگر وہ شہر تھا اور اس عورت اور اس کے وطن کے درمیان مدت سفر نہیں تو وہ عورت لوٹ آئے اور اگر اس کے وطن کے لیے مدت سفر ہو اور مقصد کے لیے مدت سفر کم ہو تو سفر جاری رکھے۔ (ت)	وكانت كمن ابانها زوجها اومات عنها ولو في مصر وليس بينها وبين مصرها مدة سفر رجعت ولو بين مصرها مدة وبين مقصدها اقل مضت۔

پھر بعد حج مکہ معظمہ میں اقامت کرے بلا محرم گھر کو واپس آنا بلکہ مدینہ طیبہ کی حاضری ناممکن ہے، یہ وہ عورت ہے جس نے خود اپنے آپ کو بلا میں ڈالا، اس کے لیے چارہ کار نہیں مگر یہ کہ اس کا کوئی محرم جا کر اسے لائے، یوں کہ اس سال وہ جانا چاہتا تھا اس سال گیا یا یوں کہ اس سال تک اس کا کوئی محرم نابالغ تھا اب بالغ ہوا اور لاسکتا ہے، اور یہ بھی نہ ہو تو چارہ کار نکاح ہے نکاح کرے پھر شوہر کے ساتھ چاہے واپس آئے یا وہیں مقیم رہے، اور اگر

^۱ القرآن ۶۶/۶

^۲ صحیح مسلم باب بیان کون النہی عن المنکر من الایمان قدیمی مکتب خانہ کراچی ۵۱/۱

دونوں طرف مدت سفر ہے تو بلا سخت تر ہے اور جانا یا آنا کوئی بھی بے گناہ نہیں ہو سکتا، مگر بہ حصول محرم یا تحصیل شوہر، شوہر کے قبضے میں اگر ہمیشہ رہنا نہ چاہے تو اس کا یہ علاج ہے کہ اس شرط پر نکاح کرے کہ میرا کام میرے ہاتھ میں رہے گا جب چاہوں اپنے آپ کو طلاق بائن دے لوں، اور اگر یہ بھی ناممکن ہو تو سب طرف سے دروازے بند ہیں پوری مضطر ہے، اگر ثقہ معتمدہ عورتیں واپسی کے لیے ملیں تو مذہب امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر عمل کر کے ساتھ واپس آئے، اور جانے کے لیے ملیں تو ان کے ساتھ جائے انھیں کے ساتھ واپس آئے کہ تقلید غیر عند الضرورة بلاشبہ جائز ہے کما فی الدر المختار وغیرہ (جیسا کہ در مختار وغیرہ میں ہے۔ ت) اس لیے ارشاد ہوا کہ اختلاف اصحابی لکم رحمة^۱ (میرے صحابہ کا اختلاف تمہارے لیے رحمت ہے۔ ت) هذا ما ظهر لي والعلم بالحق عند ربی فلیحرر وليراجع (یہ مجھ پر واضح ہوا اور حق کا علم میرے رب کے پاس ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۰۶ و ۳۰۷: مرسلہ حافظ محمد آیاز صاحب از قصبہ نجب آباد ضلع بجنور محلہ پٹھان پور ۲۳ محرم الحرام ۱۳۳۲ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں موافق حکم شرع شریف بموجب قرآن و حدیث عقائد اہل سنت ارشاد فرمائے اللہ تعالیٰ اجر عظیم عطا فرمائے:

(۱) جس کے پاس روپیہ تنخواہ و رشوت وغیرہ کا شامل ہو اور اس کے خرچ خانگی وغیرہ سے فاضل ہو تو اس شخص پر حج بیت اللہ شریف فرض ہے یا نہیں؟ اگر فرض ہے تو اس روپے سے حج ادا ہو گا یا نہیں؟ اگر نہیں ادا ہو گا تو اس کے واسطے کیا صورت ہونی چاہئے کہ جس سے حج بھی ادا ہو جائے اور ثواب کا بھی مستحق ہو؟

(۲) جس شخص کے پاس روپیہ واسطے خرچ حج بیت اللہ شریف موجود ہے لیکن وہ شخص بوجہ پوری تندرستی نہ ہونے کے خود جانے سے معذور ہے تو اس پر حج فرض ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو وہ کس صورت سے حج ادا ہو سکتا ہے کہ جس سے یہ شخص سبکدوش ہو؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

(۱) اگر اس کے پاس مال حلال کبھی اتنا نہ ہوا جس سے حج کر سکے اگرچہ رشوت کے ہزار بار روپے ہوئے تو اس پر حج فرض ہی نہ ہوا کہ مال رشوت مثل معصوب ہے وہ اس کا مالک ہی نہیں، اور اگر مال حلال

^۱ تہذیب تاریخ دمشق ترجمہ سلیمان بن کثیر دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۸۵، کنز العمال حدیث ۱۰۰۲ موسیٰ الرسالہ بیروت ۱/۱۹۹

اس قدر اس کے پاس ہے یا کسی موسم میں ہوا تھا تو اس پر حج فرض ہے مگر رشوت وغیرہ حرام مال کا اس میں صرف کرنا حرام ہے اور وہ حج قابل قبول نہ ہوگا اگرچہ فرض ساقط ہو جائے گا، حدیث میں ارشاد ہوا جو مال حرام لے کر حج کو جاتا ہے جب وہ لبیک کہتا ہے فرشتہ جواب دیتا ہے:

لا لبیک ولا سعدیک حتی تردما فی یدیک وحجک مردود علیک ^۱ ۔	نہ تیری حاضری قبول نہ تیری خدمت قبول، اور تیرا حج تیرے منہ پر مردود، جب تک تو یہ حرام مال جو تیرے ہاتھ میں ہے واپس نہ دے۔

اس کے لیے چارہ کاری یہ ہے کہ قرض لے کر فرض ادا کرے۔

(۲) عذر اگر ایسا ہو کہ مانع سفر ہے مثلاً آنکھیں یا پاؤں نہیں اور اس عذر کے زوال کی کوئی امید نہیں تو اپنی طرف سے حج بدل کرادے، اور اگر عذر مانع سفر نہیں تو خود جائے، اور اگر مانع سفر ہے مثلاً زوال کی امید ہے جیسے تپ شدید یا درد وغیرہ تو حج بدل نہیں کر سکتا بلکہ زوال کا انتظار کرے، جب شفاء ہو جائے خود جائے، اور اگر قبل شفا وقت آجائے تو حج بدل کی وصیت کر جائے، اگر اپنی طرف سے کوئی تفسیر نہ کی تھی یعنی جب سے حج فرض ہوا تھا نہ مانع سفر لاحق تھا اور قبل زوال وقت آگیا اس پر مواخذہ نہ ہوگا، اور اگر ایک سال بھی ایسا گزر گیا تھا کہ جاسکتا تھا اور نہ گیا تو گنہ گار ہوا، استغفار واجب ہے۔ اور حج بدل کرنا فرض ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۰۸: مسؤلہ حافظ محمد ایاز صاحب از قصبہ نجیب آباد ضلع بجنور ۲۰ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں حضور نے پہلے استفتاء میں بابت حج بیت اللہ شریف یہ ارشاد فرمایا ہے کہ جس کے پاس مال رشوت وغیرہ کا شامل ہے اس کو چاہئے قرض لے کر حج ادا کرے انتھی، اب آئندہ یہ ارشاد فرمائے کہ وہ قرضہ کہاں سے ادا کرے؟ معترض کہتا ہے کہ اول تو جب رشوت وغیرہ کاروبار اس کی ملک نہیں ہے تو اس کے پاس اور کچھ نہیں اور قرض لے کر حج ادا کرنے کی ممانعت ہے، اور بالفرض اگر قرض لے کر حج کے واسطے رکھا اور اپنے روپے سے جو رشوت وغیرہ کا اس کے پاس ہے اس سے قرض ادا کر دیا تو وہ کیا ہوا اسی اپنے روپے کی وجہ سے تو اس نے قرض لیا تھا لہذا یہ روپیہ بھی یعنی اپنے ہی روپے کی مثل ہوا تو اس واسطے دلیل و ثبوت کافی ارشاد ہو کہ تسکین ہو جائے یہ شخص حج کے واسطے جانے کا بہت ہی مشتاق ہے۔

^۱ ارشاد الساری الی مناسک لملا علی قاری باب المتفرقات دارالکتب العربی بیروت ص ۳۲۳

الجواب:

روپیہ کہ قرض لیا گیا کہ ایک مال حلال ہے کہ عقد صحیح شرع سے حاصل کیا تو اس میں خبث کی کوئی وجہ نہیں، عالمگیری وغیرہ کتب معتمدہ میں تصریح ہے کہ جس کا مال حرام ہے وہ اگر زید کی دعوت کرے یا اسے کچھ دے اور کہے ورثتہ واستقرضتہ¹ یہ مال مجھے ترکہ میں ملا ہے یا میں نے قرض لیا ہے، تو اس کا لینا اور دعوت کھانا حلال ہے اور جب حج اس کے فرض ہو چکا تھا اور اب اس کے پاس مال حلال نہ رہا صرف مال حرام ہے اور مال حرام سے حج مردود ہے، تو چارہ کار سوا اس کے کیا ہے کہ کسی ذریعہ سے حلال مال حاصل کر کے حج کو جائے اور فرض ادا کرے، قرض بھی ذریعہ حلال ہے، پھر فرض تو ادا ہو گیا، ہاں ادائے قرض میں اس پر دقت ہے کہ مال حرام کو اپنے کسی مصرف میں صرف کرنا اسے جائز نہیں، مگر یہ مسئلہ جدا گانہ ہے حج سے اسے تعلق نہیں، اپنی نجات چاہے تو مال حرام اس کے مالک کو یا وارثوں کو پہنچائے اور نہ ملیں تو تصدق کرے اور وجہ حلال سے مال پیدا کر کے قرض ادا کرے اگر ادا ہو گیا فہماور نہ حدیث میں ارشاد ہوا ہے کہ حج یا جہاد یا نکاح کے لیے قرض لے وہ قرض اللہ عزوجل کے ذمہ کرم پر ہے،² اور اگر پیروی نفس کی اور مال حلال کی طرف توجہ نہ کی اسی حرام سے قرض ادا کیا اور اپنے مصارف میں صرف کرتا رہا تو یہ ایک گناہ ہے اور حج ادا نہ کرتا تو دو گناہ تھے ایک گناہ سے بچ گیا یہ کیا کم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۰۹: مولوی ابو المحاسن محمد سجاد بہاری صاحب مدرس اول و مہتمم مدرسہ انوار العلوم شہر گیا ۱۲ شوال ۱۳۳۴ھ مولانا صاحب اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج شریف! باعث تحریر عریضہ ہدایہ ہے کہ اس سال نظر بحالات موجودہ حج کے متعلق عام مسلمین کو کیا حکم دیا جائے، جناب عالی کی رائے صائب ہوگی کیا خبر احوال شریف مکہ و موجودہ جنگ کے واقعات مسقط و جب ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر بالفرض اس قسم کا احتمال مسقط و جب ہو بھی تو ایسے موقع پر فتویٰ کیا دینا چاہئے، امید کہ جواب بالصواب سے سرفراز فرمائیں گے۔

الجواب:

افواہ کا اعتبار اگر واقعی ثابت ہو کہ راستہ میں امن نہیں تو وجوب نہ ہوگا کہ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا³ (جو اس تک چل سکے۔ ت) صادق نہ آیا مگر یہ اس کے لیے ہے جس پر اسی سال وجوب حج ہوتا اور جن

¹ فتاویٰ ہندیہ الباب الثانی عشر فی الہدایہ والاضیافات نورانی کتب خانہ پشاور ۳۴۲/۵

² مجمع الزوائد باب فیمن نوى دینہ واهتم بہ دار الکتاب بیروت ۱۳۳/۴

³ القرآن ۹۷/۳

پر پہلے سے واجب ہو لیا ہے اور اپنی کابلی سے اب تک ادا نہ کیا ان پر سے وجوب ساقط نہیں ہو سکتا، غایت یہ کہ جس سال امن نہ ہو نا ثابت ہو، وجوب ادا نہ ہوگا جب باذنہ تعالیٰ امن ہو جائے واجب الادا ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۱۰: از قادری گنج ضلع پیرم بھوم ملک بنگالہ مرسلہ سید ظہور الحسین صاحب قادری رزاقی کرمانی ۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

حضور سرور کائنات (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا مزار اقدس بلکہ مدینہ طیبہ عرش و کرسی و کعبہ شریف سے افضل ہے یا نہیں؟

الجواب:

ثُرْبَتِ اطهر یعنی وہ زمین کہ جسم انور سے متصل ہے کعبہ معظمہ بلکہ عرش سے بھی افضل ہے^۱ صرح بہ عقیل الحنبلی و تلقاہ العلماء بالقبول (اس پر ابو عقیل حنبلی نے تصریح کی اور تمام علماء نے اسے قبول کیا۔ ت)

باقی مزار شریف کا بالائی حصہ اس میں داخل نہیں کعبہ معظمہ مدینہ طیبہ سے افضل ہے، ہاں اس میں اختلاف ہے کہ مدینہ طیبہ سوائے موضع تربتِ اطهر اور مکہ معظمہ سوائے کعبہ مکرمہ ان دونوں میں کون افضل ہے، اکثر جانب ثانی ہیں اور اپنا مسلک اول اور یہی مذہب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے، طبرانی کی حدیث میں تصریح ہے کہ المدینۃ افضل من مکہ^۲ (مدینہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) مکہ سے افضل ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

^۱ مسلک منقبط مع ارشاد الساری باب زیارة سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم دار الکتب العربیہ بیروت ص ۳۳۶

^۲ المعجم الکبیر للطبرانی حدیث ۴۳۵۰ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۲۸۸/۴



باب الجنایات فی الحج

(جنایات حج کا بیان)

مسئلہ ۳۱۱: ازواجین مکان میر خادم علی صاحب اسٹنٹ مرسلہ ملا یعقوب علی خاں ۴ رجب ۱۳۱۱ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص احرام میں ذرا دیر سر پر بھولے سے کپڑا ڈال لے تو حکم ہے کہ من گیہوں
دے اور جو مکہ میں نہ دے یہاں دے کیا حکم ہے؟ حج میں تو خلل نہیں کہ یہ مستحب ہے اور اگر کسی عذر کے سبب سر چھپانا پڑے
تو کیا حکم ہے؟

الجواب:

جو مرد اپنا سارا یا چوتھائی سر بحالت احرام بچھپائے جسے عادتہ سر چھپانا کہیں، جیسے ٹوپی پہننا، عمامہ سر باندھنا، سر سے چادر اوڑھنا،
دُھوپ کے باعث سر پر کپڑا ڈالنا، درد کے سبب سر کٹنا، زخم کی وجہ سے پٹی باندھنا (نہ کٹھڑی یا صندوق یا خوان وغیرہ کا سر پر اٹھانا
کہ یہ سر چھپانے میں داخل نہیں) اس پر مطلقاً جرم مانہ واجب ہے اگرچہ بھولے سے، اگرچہ سوتے میں، اگرچہ بیہوشی میں اگر
چہ عذر سے، مگر صحت حج میں خلل نہیں، ہاں ایک طرح کا قصور ہے جس کی تلافی کو جرم مانہ مقرر ہوا، جیسے نماز میں سہو اگر ترک
واجب سے سجدہ، عذر و بے عذر میں اتنا فرق ہے اگر بے عذر ایک دن کامل یا ایک رات کامل یا اس سے زائد سر چھپا رہا تو خاص
حرم میں ایک قربانی ہی کرنی ہوگی جب چاہے کرے، دوسرا طریقہ کفارہ کا نہیں اور عذر مثلاً بخار یا سردی یا زخم یا درد کے سبب
اتنی مدت چھپایا تو اختیار ہوگا حرم میں قربانی کرے یا جہاں چاہے جب چاہے یا تین^۳ صاع گیہوں یا مثلاً چھ^۴ صاع جو، چھ^۵
مسکینوں کو دے یا تین^۳

روزے جس طرح چاہے رکھ لے، اور اگر کامل دن یا رات کی مدت سے کم چھپا رہا اگرچہ کتنی ہی تھوڑی دیر کو توبہ عذری کی صورت میں صدقہ فطر کی طرح خاص صدقہ ہی لازم ہوگا، یعنی نیم صاع گیہوں یا مثلاً ایک صاع جو کہ جہاں چاہے دے اور بصورت عذر مختار ہوگا چاہے یہ صدقہ دے یا ایک روزہ جہاں چاہے رکھ لے۔ ایک صاع دو سو ستر تولے کا ہوتا ہے اور سکھ انگریزی روپیہ سوا گیارہ ماشے کا، تو جہاں سو روپے بھر کا سیر ہے جیسے ہمارے شہر بریلی میں وہاں کی تول سے صاع پانچ ماشے پانچ رتی اوپر آدھ پاؤ پونے تین سیر کا ہوا، اور نصف صاع دو ماشے ساڑھے چھ رتی اوپر تین چھٹانک سوا سیر کا یعنی کچھ کم ڈیڑھ سیر، اس نصف صاع کے آدھے کو عربی میں مد اور من کہتے ہیں۔ تو ذرا دیر کپڑا سر پر ڈالنے میں من بھر گیہوں کا حکم نہیں بلکہ متعمد روایت میں دو من کا ہے۔

در مختار اور ردالمحتار میں ہے ہر محرم بالغ پر دم واجب ہوتا ہے خواہ اس نے وہ عمل نسیاناً یا جہالتاً یا مجبوراً کیا ہو یا حالت نیند میں محرم نے اگر بطور عادت پورا دن یا پوری رات سر ڈھانپ لیا (تمام سر یا چوتھائی سر) تو دم لازم ہوگا، اگر کسی نے ٹب یا گھڑی اٹھائی تو کوئی شے لازم نہیں، اور اگر دن سے کم وقت سر ڈھانپا (لفظ اقل ایک ساعت اور اس سے کم کو بھی شامل ہے) تو گندم کا ایک صاع صدقہ کیا جائیگا جیسے فطرانہ (یہ عبارت بتا رہی ہے کہ نصف صاع گندم کا تذکرہ اتفاقی ہے احترازی نہیں، تو ایک صاع کھجور یا جو دے سکتے ہیں، قہستانی) اگرچہ عذر کی وجہ سے ہو (اعذار میں سے بخار، سردی، زخم، پھوڑا، شقیقہ و سر کا درد اور جُوح کا ہونا ہے لیکن عمل خطا، نسیاناً، انعام، مجبوری نیند یا کفارہ پر عدم قدرت، یہ عذر نہیں بن سکتے) اسے اختیار ہے چاہے حرم میں دم ذبح کرے یا جہاں چاہے چھ مساکین کو تین صاع طعام دے دے یا تین روزے متفرق طور پر رکھ لے (یہ اس صورت میں ہے	فی الدر المختار، الواجب دم علی محرم بالغ ولو ناسیاً او جأهلاً او مكرهاً فيجب علی نائم غطی راسه او ستر راسه (ای کلہ او ربعه) بعتاد، اما بحمل اجانة او عدل فلا شی علیہ. یوماً كاملاً او لیلة كاملة وفي الاقل (شمل) الاقل الساعه الواحدة او مادونها تصدق بنصف صاع من بر، كالفطرة (افادان التقييد بنصف الصاع من البر اتفاقاً فيجوز اخراج الصاع من التبر والاشعير من القهستانی) وبعذر (ومن الاعذار الحی والبرد والجرح والقرح والصداع والشقیقة والقمل) و(اما الخطاء والنسيان والاعمام والاكراد والنوم وعدم القدرة على الكفارة فليست باعذار) خير ان شاء ذبح في الحرم او تصدق بثلاثة اصوع طعام على ستة مساكين اين شاء او صام ثلاثة ايام ولو متفرقة

جہاں دم لازم ہوتا ہے اور جس صورت میں صدقہ لازم ہوگا تو اگر چاہے تو نصف صاع یا اس سے کم کسی مسکین کو دے دے یا ایک دن کا روزہ رکھ لے، اللباب) اھ دونوں عبارتیں مختصر ہیں، اور فتاویٰ شامی میں بھی اسی طرح ہے کہ اور اسی طرح روزہ حرم کے ساتھ مخصوص نہیں جہاں چاہے رکھ سکتا ہے اھ، اور اس میں یہ بھی ہے کہ تمام کفارات واجبہ کی ادائیگی فی الفور لازم نہیں لہذا وہ جس وقت بھی ادا کرے ادا ہو جائے گا اھ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)	(هذا فيما يجب فيه الدم اما ما يجب فيه الصدقة ان شاء تصدق بما وجب عليه من نصف صاع او اقل على مسكين او صام يوما كما في اللباب) ^۱ اھ ملتقطين وفي الشامية ايضا وكذا الصوم لا يتقيد بالحرم فيصومه اين شاء ^۲ اھ وفيها ايضا الكفارات كلها واجبة على التراخي فيكون مؤديا في اي وقت ^۳ اھ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۱۲: از حافظ عبد المجید قصبہ تحصیل سوار خاص علاقہ ریاست رامپور بروز سہ شنبہ ۱۰ ربیع الآخر ۱۳۳۲ھ
محرم کو احرام میں جوڑ لگانا عند الشرع جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

سبلی ہوئی چیز سے بچنا چاہئے اور حالت ضرورت مستثنیٰ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۱۳: از بمبئی محلہ قضا باں متصل کرافٹ مارکیٹ مکان گورے بابو صاحب مسئلہ حضرت سید حامد حسین میاں صاحب قبلہ دام ظلہم ۴ ذیقعدہ ۱۳۲۹ھ
معظمیٰ مکرمی مد ظلہ العالی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ چند امور دریافت طلب ہیں بہ گوارائے تکلیف بوایسی ڈاک مطلع فرمائیے بعید از شفقت بزرگانہ نہ ہوگا،

اول: یہ کہ مستورات منہ پر پنکھا کھجور کا لگا لیتی ہیں یقیناً وہ پنکھا کپٹی اور ناک اور منہ سے لگتا ہے اور چہرہ پوشیدہ بھی رہتا ہے احرام کی حالت میں کیا کرنا چاہئے، نماز پڑھتے وقت جبکہ پردہ کی جگہ نہ ہو پنکھا اونچا اٹھا ہو مشکل سے رکے گا، علاوہ ازیں چہرہ نامحرمان کی نظر سے مخفی رکھنا دشوار ہے اس کے متعلق صاف

^۱ در مختار باب الجنایات مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۱۷ھ ۱۷۵، رد المحتار باب الجنایات مصطفیٰ البابی مصر ۱۲/۲۸۸

^۲ رد المحتار باب الجنایات مصطفیٰ البابی مصر ۲۲۸/۲

^۳ رد المحتار باب الجنایات مصطفیٰ البابی مصر ۲۱۷/۲

الفاظ میں تحریر فرمائیے جو سمجھ میں آسکے۔

دوم: یہ کہ فقیر تمباکو پان کو ساتھ کھانے کا عادی ہے اگرچہ لعاب ایک قطرہ بھی حلق سے نیچے نہیں اترتا، تمباکو نہ کھانے کے سبب سخت تکلیف ہوگی، اس تمباکو میں قدرے قلیل مشک وزعفران کا ہونا بھی بیان کیا جاتا ہے آپ کے ملاحظہ کے واسطے قدرے تمباکو مرسل ہے۔

الجواب:

بشرف ملاحظہ عالیہ حضرات بابرکت والا درجت حضرت مولانا سید شاہ حامد حسین میاں صاحب قبلہ دامت برکاتہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، بعد اداۓ آداب معروض پیکھا سر پر مضبوط باندھیں کہ اٹھا رہے اور بڑا ہو کہ اٹھا رہنے کی عادت میں چہرہ اجانب سے چھپا رہے پھر بھی اگر احیاناً چہرہ پر ڈھلک آئے یا کپٹنی یا ناک یا منہ سے لگے اگر منہ کی ٹکلی کے چہارم تک نہ پہنچے تو کفارہ کچھ نہیں، نہ قربانی نہ صدقہ کہ نہ چہارم منہ چھپایا نہ چار پہر تک اسے دوام رہا، اس صورت میں کراہت و معصیت ہوتی مگر جبکہ وہ بلا قصد ہے اور اسے قائم رکھا گیا تو مواخذہ نہیں، ہاں اگر چہارم منہ کی ٹکلی چھپ جائے گی تو ضرور صدقہ دینا آئے گا، احکام جو شرع مطہر نے ارشاد فرمائے صدق دل سے ان کا اہتمام ہو تو وہی جس کے احکام ہیں مدد فرماتا اور آسان کر دیتا ہے، تمباکو کو قوام میں خوشبو ڈال کر پکائی گئی جب تو اس کا کھانا مطلقاً جائز ہے اگرچہ خوشبو دیتی ہو، ہاں خوشبو ہی کے قصد سے اسے اختیار کرنا کراہت سے خالی نہیں اور نظر جانب خوشبو نہ ہو بلکہ حسب عادت دیگر منافع تمباکو کی طرف تو کچھ حرج نہیں اور اگر بے پکائے خوشبو مشک وغیرہ اس میں شامل ہو اور خوشبو دے رہا ہو جب بھی کفارہ کچھ نہیں البتہ کراہت ضرور ہے، یہ کراہت پیک لگنے پر موقوف نہیں کہ خوشبو کا آئچل میں باندھنا بھی ناجائز ہے، ہاں اگر مشک اتنی کم پڑی کہ خوشبو نہ دے یا مدت گزرنے سے اتر گئی کہ اب خوشبو جاتی رہی تو کراہت بھی نہیں، لباب و شرح لباب میں ہے:

الطیب اذا اخلطه بطعام قد طبخ فلا شی علیہ اتفاقاً سواء یوجد ریحہ اولاً لانہ بالخلط والطبخ یصیر مستهلکاً فلا یعتبر وجودہ اصلاً وان خلطہ بمایوکل بلا طبخ کالزعفران بالملح فالعبرة بالغلبۃ، فان کان الغالب الملح ای اجزاء لا طبعہ ولونہ	اگر خوشبو کسی ایسے کھانے میں ملائی جسے پکایا گیا تو اب محرم پر کوئی شی لازم نہ ہوگی خواہ مہک باقی ہو یا نہ ہو کیونکہ وہ اختلاط اور پکنے سے ہلاک و ختم ہو گئی اب اس کے وجود کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا، اور اگر وہ کھانے والی چیز میں ملی لیکن اس میں پکی نہیں جیسے زعفران نمک میں مل جائے تو غلبہ کا اعتبار ہوگا، اگر نمک کے اجزاء (ذائقہ اور رنگ نہیں) زائد ہیں تو اب کوئی شی لازم

فلاشی علیہ من الجزاء غیرانہ اذا کان رائحته موجودة کرہ اکلہ مغلوباً غیر مطبوخ وان کان الغالب الطیب ففيہ الدم فأنه حينئذ کالزعفران الخالص فيجب الجزاء وان لم تظهر رائحته ¹ اه ملخصاً محرراً۔	نہ ہوگی ماسوائے اس کے کہ اگر مہک باقی تھی تو اس کا کھانا مکروہ ہوگا کیونکہ وہ مغلوب ہے مگر پکی ہوئی نہیں، اور اگر غالب خوشبو ہے تو اس میں دم آئیگا کیونکہ وہ خالص زعفران کی طرح ہوگا تو اب سزا لازم ہوگی خواہ مہک نہ ہوگی اھ ملخصاً محرراً۔ (ت)

اسی کے محرماتِ احرام میں ہے:

التطیب واکل الطیب وشده بطرف ثوبه ای ربط طیب یفوح ریحہ ² واللہ تعالیٰ اعلم۔	خوشبو لگانا، خوشبو کھانا، کپڑے کے کنارے میں ایسی خوشبو باندھنا جس کی مہک پھیل رہی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۳۱۵: مسئلہ شفقت علی از محلہ ذخیرہ بریلی شہر ۳ ربیع الآخر ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت جس کے پاس اس کے باپ بھائی خاوند کا دیا ہوا اتنا سرمایہ موجود ہے کہ جس سے وہ بخوبی حج کر سکتی ہے مسماۃ مذکورہ کا ارادہ اب کے سال حج کرنے کا مصمم ہے مگر باوجود ہر منت و سماجت کے اس کا خاوند اس کو اجازت نہیں دیتا، اس کے حقیقی بھائی بھی اب کی مرتبہ حج کا ارادہ رکھتے ہیں، یہ موقع بھی مسماۃ مذکور نے نہایت مناسب سمجھا ہے اس صورت میں یہ عورت بلا اجازت اپنے خاوند کے اپنے بھائیوں کے ہمراہ جا کر حج ادا کر سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب:

جبکہ عورت پر حج فرض ہے اجازت شوہر کی ہر گز حاجت نہیں،

فلاصح ان افتراض الحج فوری وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا طاعة لاحد فی معصیة اللہ ³ ۔	یہی درست کہ فریضہ حج فوراً ادا کیا جائے، اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں کرنی چاہئے۔ (ت)

¹ لباب وشرح لباب مع ارشاد الساری فصل فی اکل الطیب وشر بہ دارالکتب العربیہ بیروت ص ۲۱۱ تا ۲۱۳

² لباب وشرح لباب مع ارشاد الساری فی محرمات الاحرام دارالکتب العربیہ بیروت ص ۸۱

³ مسند احمد بن حنبل یقینہ حدیث حکم بن عمرو الغفاری دارالفکر بیروت ۶۷/۵

عورت کے لیے ایک بڑی شرط شوہر یا محرم کا ساتھ رہنا ہے، اس وقت تو اس کا بھائی جا رہا ہے کیا معلوم کہ آگے کوئی محرم ساتھ کونہ ملے توج سے محروم رہے، نہایت جلدی کرے اور فوراً بھائی کے ساتھ چلی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۱۶: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زیارت حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کیا حکم ہے اور باوجود قدرت اس کا تارک یا مانع و منکر فضل شرعاً کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

زیارت سراپا طہارت حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالقطع والیقین باجماع مسلمین افضل قربات واعظم حسنات سے ہے جس کی فضیلت و خوبی کا انکار نہ کرے گا مگر گمراہ بد دین یا کوئی سخت جاہل، سفیہ غافل، سخرہ شیطین والعیاذ باللہ رب العالمین۔ اس قدر پر تو اجماع قطعی قائم، اور کیوں نہ ہو، خود قرآن عظیم اس کی طرف بلاتا اور مسلمانوں کو رغبت دلاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یعنی اگر ایسا ہو کہ وہ جب اپنی جانوں پر ظلم یعنی گناہ و جرم کریں تیری بارگاہِ بیکس پناہ میں حاضر ہو پھر خدا سے مغفرت مانگیں اور مغفرت چاہے ان کے لیے رسول، تو بیشک اللہ عزوجل کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں،	وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا حِيمًا ۝۱

امام سبکی شفاء السقام اور شیخ محقق جذب القلوب میں فرماتے ہیں:

"علمائے اس آیت سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حال حیات و حال وفات دونوں حالتوں کو شمول سمجھا اور ہر مذہب کے ائمہ مصنفین مناسک نے وقت حاضری مزار پر انوار اس آیت کی تلاوت کو آداب زیارت سے گنا۔"²

علامہ سمہودی شافعی وفاء الوفاء میں فرماتے ہیں:

"خفیہ زیارت شریف کو قریب بہ واجب کہتے ہیں، اور اسی طرح مالکیہ و حنبلیہ نے تصریح کی۔"³

¹ القرآن ۶۴/۴

² جذب القلوب باب پانزدہم در بیان حکم زیارت قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نوکسور لکھنؤ ص ۲۱۱

³ وفاء الوفاء الفصل الثانی فی بقیۃ ادنیۃ الزیارات الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۶۶/۲

ہماری کتب مذہب میں مناسک فارسی و طرابلسی و کرمانی و اختیار شرح مختار و فتاویٰ ظہیریہ و فتح القدر و خزائن المفتین و منسک متوسط و مسلک منقسط و منح الغفار و مراقی الفلاح و حاشیہ طحاویہ علی المراقی و مجمع الانہر و سنن الہدیٰ و عالمگیری وغیرہ میں اس کے قریب واجب ہونے کی تصریح کی بلکہ خود صاحب مذہب سیدنا امام اعظم سے اس پر نص منقول، جذب القلوب میں ہے:

زیارت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نزد ابی حنیفہ از افضل مندوبات و اوکد مستحبات است قریب بہ درجہ واجبات۔ ^۱	زیارت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک افضل مندوبات و اعلیٰ مستحبات سے ہے درجہ واجبات کے قریب۔ (ت)

اور بعض ائمہ مالکیہ و شافعیہ تو صاف صاف واجب کہتے ہیں اور یہی مذہب ظاہریہ سے منقول۔ امام ابن الحاج مکی مالکی مدخل اور امام سبکی شافعی تہذیب الطالب امام عبدالحق بن محمد سے نقل فرماتے ہیں:

"امام ابو عمران فاسی مالکی نے فرمایا قبر شریف حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت واجب ہے۔"^۲

امام قاضی عیاض مالکی شفا شریف میں امام ابو عمرو سے ناقل:

"قبر اقدس حضور والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سفر کر کے جانا واجب ہے۔"^۳

اسی طرف امام قسطلانی شارح صحیح بخاری شافعی و امام ابن حجر مکی شافعی و علامہ علی قاری حنفی وغیرہم علماء کامیلان ہے بلکہ بعض کلمات امام سبکی بھی اسی طرف ناظر، شفا شریف میں فرمایا:

"زیارت قبر میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ہے اور نبی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم واجب۔"^۴

اسی طرح مواہب لدنیہ شریف میں ہے، اور شک نہیں کہ ظاہر دلیل اسی کو مقتضی۔ ابن عدی وغیرہ کی حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من حج البيت ولم يزرني فقد جفائي ^۵	جو حج کرے اور میری زیارت کو حاضر نہ ہو بیشک اس نے مجھ پر جفا کی۔

^۱ جذب القلوب باب پانزدہم در بیان حکم زیارت قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نوکشتور لکھنؤ ص ۲۱۰

^۲ وفاء الوفاء بحوالہ عبدالحق الفصل الثانی فی بقیۃ اولیاء الزیارة دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۶۴/۲

^۳ کتاب الشفا قاضی عیاض فصل فی حکم زیارت قبر مطبوعہ شرکت صحافیہ فی البلاد العثمانیہ ۵۵/۲

^۴ شفاء النقام الباب الخامس فی تقریر کون الزیارة قبرہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۸۳

^۵ کامل ابن عدی ترجمہ النعمان شبلی الباہلی دار الفکر بیروت ۲۴۸۰/۷

علامہ علی قاری شرح لباب میں اس کی سند کو حسن اور وہی شرح شفاء ودرہ مضیہ اور امام ابن حجر جوہر منظم میں محتج بہ فرماتے ہیں، انہی دونوں کتابوں میں فرمایا:

"نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جفا حرام ہے تو زیارت نہ کرنا منقمن جفا ہے حرام ہوا¹۔"

مدارج النبوة میں ہے:

"صاحب مواہب گفتمہ این ظاہر است در حرمت ترک زیارت زیر اکہ دریں جفا واذائے اوست و جفاء واذائے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حرام ست باجماع پس واجب باشد ازالہ جفا وآن زیارت خواہد پس زیارت واجب باشد۔"²	صاحب مواہب نے فرمایا کہ زیارت نہ کرنے کی حرمت پر یہ ظاہر ہے کیونکہ اس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جفا ہے اور آپ کو ایذا ہے جبکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جفا اور ایذاء بالاجماع حرام ہے، تو اس جفا کے ازالہ کے لیے زیارت واجب ہے۔ (ت)

امام قسطلانی اس عبارت کے بعد فرماتے ہیں: "بالجملہ جو باوجود قدرت کے ترک زیارت کرے اس نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جفا کی اور حضور کا ہم پر یہ حق نہ تھا،"³

اسی طرح ترک زیارت کے موجب جفا ہونے میں متعدد حدیثیں آئیں کہ حضرت والد علام قدس سرہ نے جوہر البیان شریف میں ذکر فرمائیں اور شک نہیں کہ افراد میں اگرچہ کلام ہو مجموع حسن تک مترقی، اور حسن اگرچہ لغیرہ ہو محل احتجاج میں کافی، اور اسی کے مناسب قصہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے کہ امام ابن عساکر وغیرہ نے حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اور امام سبکی نے شفاء اور علامہ سمودی نے وفا اور امام ابن حجر نے جوہر میں اس کی سند کو جید کہا کہ جب حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شام میں سکونت اختیار فرمائی خواب میں حضور پر نور سید المحبوبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے شرفیاب ہوئے کہ ارشاد فرماتے ہیں:

ماہذہ الجفوة یا بلال اما آن لك ان تزورنی یا بلال!	اے بلال! یہ کیا جفا ہے، اے بلال! کیا بھی تجھے وہ وقت یاد نہ آیا کہ میری زیارت کو حاضر ہو۔

بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ غمگین و ترساں و ہراساں بیدار ہوئے اور فوراً قصد مزار پر انوار جانب مدینہ شد الرحال

¹ الجوہر المنظم ابن حجر مکی فصل اول مطبعہ خیریہ مصر ص ۸

² مدارج النبوة و صل در ذکر غم والم مفارقت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱۴۴۲ھ

³ المواہب اللدنیہ مقصد عاشر فصل ثانی الترغیب فی زیارتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم المکتبہ الاسلامیہ بیروت ۱۴۱۳ھ

فرمایا، جب شرف حضور پایا قبر انور کے حضور رونا اور منہ اس خاک پر ملنا شروع کیا، دونوں صاحبزادے حضرات حسین و حسن رضی اللہ تعالیٰ علیٰ جہما وعلیہما وبارک وسلم تشریف لائے، بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ انھیں گے لگا کر پیار کرنے لگے، شہزادوں نے فرمایا ہم تمہاری اذان کے مشتاق ہیں یہ سقف مسجد انور پر جہاں زمانہ اقدس میں اذان دیتے تھے گئے، جس وقت اللہ اکبر اللہ اکبر کہا تمام مدینہ میں لرزہ پڑ گیا، جب اشہد ان لا الہ الا اللہ کہا مدینہ کا لرزہ دوبالا ہوا، جب اس لفظ پر پہنچے کہ اشہد ان محمد رسول اللہ کنواری نوجوان لڑکیاں پردوں سے نکل آئیں اور لوگوں میں غل پڑ گیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مزار پر انوار سے باہر تشریف لے آئے، انتقال حضور محبوب ذی الجلال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی دن مدینہ منورہ کے مرد و زن میں وہ رونا نہ پڑا تھا جو اس دن ہوا¹

در نماز غم ابروئے تو بر یاد آمد
حالتے رفت کہ محراب بفر یاد آمد

(جب آپ کی کمان ابرو، مجھے نماز میں یاد آئی، تو بخودی کی حالت میں مسجد آہ و بکا میں مصروف ہو گئی)

اور نیز وہ حدیث بھی مؤید وجوب ہو سکتی ہے جسے امام ابن عساکر اور امام ابن النجار نے کتاب الدرۃ الثمینہ میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ما من احد من امتی له سعة ثم لم یزرنی فلیس له عذر ²	میرا جو امتی باوصف مقدرت میری زیارت نہ کرے اس کے لیے کوئی عذر نہیں۔

حتیٰ کہ بعض ائمہ شافعیہ زیارت شریفہ کو مثل حج فرض بتاتے ہیں، علامہ عبدالغنی بن احمد بن شاہ عبدالقدوس چشتی گنگوہی قدس سرہ شاگر امام علامہ ابن حجر مکی رحمہم اللہ تعالیٰ سنن الہدیٰ میں فرماتے ہیں: "میں نے اپنے استاذ ابن حجر (اید اللہ الاسلام ببقائہ) کو فرماتے سنا کہ زیارت شریفہ ہمارے بعض اصحاب شافعیہ کے نزدیک مثل حج واجب ہے اور ان کے نزدیک واجب فرض میں کچھ فرق نہیں۔"³

بالجملہ قول وجوب من حیث الدلیل اظہر اور نظر ایمانی میں احب و اذہر ہے اور قریب وجوب کہ علمائے مذاہب اربعہ بلکہ خود امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا منصوص اس کے قریب اور حکمًا مقارب، اور قول سنت

¹ شفاء القام الباب الثالث مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۵۳

² الموہب اللدنیہ مقصد عاشر فصل ثانی الترغیب فی زیارة صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم المکتب الاسلامی بیروت ۱۴/۵

³ سنن الہدیٰ عبدالغنی بن احمد

اس کے منافی نہیں فقہاء واجب کو بھی "کہ سنت یعنی جو حدیث سے ثابت ہو" سنت بولتے ہیں۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے نماز عید کو کہ حنیفہ کے نزدیک واجب، ہے سنت کہا بلکہ اطلاق اعم میں مستحب و مندوب بھی واجبات کو شامل، اور فرض و واجب جبکہ حکم عمل و اثم تارک میں مشارک، اور شافعیہ کے یہاں فرق اصطلاح نہیں تو ان کے نزدیک واجب پر اطلاع فرض اور حج سے تمثیل بعید نہیں، اس تقریر پر سب افعال متفق ہو جائیں گے اور بہ تصریح علماء مثل علامہ شامی وغیرہ اہدائے وفاق ابقائے خلاف، سے اولیٰ اور بیشک وجوب و قرب وجوب کہ جمہور ائمہ مذاہب جس کی تصریح کرتے ہیں، تارک کے اثم پر یک زبان، بہر حال جزم کیا جاتا ہے کہ باوجود قدرت تارک زیارت قطعاً محروم و ملوم و بد بخت و مشوم و آثم و گنہگار و ظالم و جفاکار ہے، والعیاذ باللہ مما لا یرضاه، لاجرم سلفاً و خلفاً علماء دین و ائمہ معتمدین تارک زیارت پر طعن شدید و تشنیع مدید کرتے آئے کہ ترک مستحب ہر گز نہیں ہو سکتی، علامہ رحمت اللہ علیہ رحمۃ اللہ تلمیذ امام ابن ہمام نے لباب میں فرمایا: "ترک زیارت بڑی غفلت اور سخت بے ادبی ہے۔"¹

اور امام ابن حجر مکی قدس سرہ المملکی نے توجہ منظم میں تارک زیارت پر قیامت کبریٰ قائم فرمائی، فرماتے ہیں رحمہ اللہ تعالیٰ: "خبردار ہو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تجھے ترک زیارت سے حد درجہ ڈرایا اور اس کی آفتوں سے وہ کچھ بیان فرمایا کہ اگر تو اسے غور سے سمجھے تو اپنے اوپر ہلاکت و بد انجامی کا خوف کرے، حضور نے صاف فرمادیا کہ ترک زیارت جفا ہے۔ اور یونہی صحیح حدیث میں آیا کہ "میرا ذکر سن کر مجھ پر درود نہ پڑھنا جفا ہے۔" اس سے ثابت ہوا کہ باوجود قدرت ترک زیارت اور ذکر اقدس سن کر ترک درود، دونوں یکساں ہیں کہ دونوں جفا ہیں، تو تارک زیارت پر ان سب عذابوں اور شنائعتوں کا خوف ہے جو تارک درود کے لیے حدیثوں میں آئیں کہ وہ شقی، نامراد ذلیل و خوار، مستحق نار، خدا اور سول سے دور ہے، اس پر ان سب عذابوں اور نیز مردود بارگاہ ہونے کی دعا جبریل امین و حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمائی، وہ راہ جنت بھول گیا، حد بھر کا بخیل، ملعون، بے دین ہے، اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دیدار جمال جہاں آرا سے محروم رہے گا، والعیاذ باللہ تبارک و تعالیٰ ان باتوں کو یاد کر کے اسے خبر دے جس نے باوصف قدرت براہ سستی و کسل، زیارت شریف نہ کی، شاید

¹ لباب المناسک مع ارشاد الساری باب زیارة سید المرسلین دار الکتب العربی بیروت ص ۳۳۴

یہ سن کر ان برائیوں سے توبہ کرے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لائے، اپنے اس نبی پر جفا نہ کرے جو اس کا اور تمام جہاں کا اللہ عزوجل کی طرف سے وسیلہ ہیں، اور ہم نے بہت تارکانِ زیارت بحال قدرت کو دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے چہروں پر صریح محسوس تاریکی ظاہر کر دی اور نیکیوں میں انھیں ایسا ست کر دیا کہ عبادت چھوڑ کر دنیا میں پڑ گئے اور مرتے دم تک اس حال پر رہے۔¹ "المخضا) والعیاذ باللہ سبحانہ وتعالیٰ۔

اس کے بعد امام نے وہ سخت ہولناک واقعے لکھے جنھیں سن کر مسلمان کا دل کانپ اٹھے، اللہ تعالیٰ اپنی امان میں رکھے صدقہ اپنے پیارے حبیب قریب مجیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا، آمین! مسلمان غور کرے جب تارکِ زیارت کا یہ حال، اس کے مانع یا منکر فضیلت کا کیا حال ہوگا! آفتاب سے زیادہ روشن کہ ایسا شخص گمراہ، بد دین، خارق اجماعِ مسلمین، مستحق وعید شدید، نُوْلُہ مَاتُوْا وَلِیْہِ جَہَنَّمُ وَسَاءَتْ مَصِیْرًا ﴿۳۰﴾ (ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بری جگہ پلٹنے کی، ت) ہے۔

امام ابن حجر افضل القریٰ میں فرماتے ہیں: "جو اس کی خوبی میں نزاع کرے گا اس کا نزاع کرنا دنیا و آخرت میں اس کی تباہی و رو سیاہی کا باعث ہوگا۔² "امام سبکی شفاء السقام شریف میں فرماتے ہیں: "نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت و اطراف عالم سے اس کی طرف سفر اعظم قربات الہی سے ہے جیسا کہ مدتوں سے شرق و غرب کے مسلمانوں میں معروف ہے، آج کل بعض مردود (یعنی ابن تیمیہ اور اس کے ہواخواہ) شیطان کے سکھائے سے اس میں شک ڈالنے لگے مگر ہیبت یہ مسلمان کے دل میں کہاں جگہ پاتی، یہ تو ایک مردود کی فتنہ پر دازی ہے جس کا وبال اسی پر پڑے گا۔³ امام احمد قسطلانی مواہب شریفہ میں فرماتے ہیں: "قبر مبارک کی زیارت بہت بڑی قربت اور بہت بڑی امید کی اطاعت اور نہایت بلند درجوں کی طرف راہ ہے جو اس کے خلاف اعتقاد کرے اس نے رسنِ اسلام کا حلقہ اپنی گردن سے نکال دیا اور خدا اور رسول و جماعت مشاہیر ائمہ کا خلاف کیا۔"⁴

¹ جوہر منظم ابن حجر مکی عربی فصل ثالث فی التحدیر من ترک زیارت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مطبعہ خیر یہ مصر ص ۲۸ تا ۳۰

² القرآن ۱۱۵/۳

³ افضل القریٰ

⁴ شفاء السقام الباب السادس فی کون السفر الیہا قریۃ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۱۰۲

⁵ المواہب اللدنیہ مقصد عاشر فصل ثانی الترغیب فی زیارۃ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم المکتب الاسلامی بیروت ۱۴۰۷ھ

یہاں تک کہ بعض علماء صراحۃً زیارت شریفہ کے قربت ہونے کو ضروریاتِ دین سے اور اس کے منکر کو کافر بتاتے ہیں، درہ مضیہ مولنا علی قاری میں ہے: "بعض فضلاء نے مبالغہ کیا کہ فرماتے ہیں زیارت شریفہ کا قربت ہونا دین سے ضرورۃً معلوم ہے اور اس کے منکر پر کفر کا حکم۔" ¹ علامہ شہاب الدین خفاجی مصری نسیم الریاض شرح شفاء قاضی عیاض میں فرماتے ہیں: "قبر اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت اور اس کی طرف سفر کو ابن تیمیہ اور اس کے اتباع مثل ابن قیم نے منع کیا اور یہ اس کا وہ کلام شنیع ہے جس کے سبب علماء نے اس کی تکفیر کی اور امام سبکی نے اس میں مستقل کتاب لکھی ²۔"

اقول: قول تکفیر کی نفیس تقریر و عمدہ توجیہ مع جواب وجیہ فقیر غفر اللہ تعالیٰ نے توفیق اللہ تعالیٰ اصل فتویٰ میں ذکر کی، یہاں اس قدر کافی، مولیٰ تعالیٰ صدقہ اپنے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ان کی سچی محبت اور سچا ادب بخشے اور انہی کی محبت و تعظیم و ادب و تکریم پر دنیا سے اٹھائے اور اپنے کرم عظیم و فضل عظیم سے دنیا و آخرت میں ان کی زیارت سے مشرف و بہرہ مند فرمائے آمین یا ارحم الراحمین و صلی اللہ تعالیٰ علی سید المرسلین محمد و آلہ و صحبہ اجمعین،

واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

محمدی حنفی قادری

کتبہ

عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ عند بہ محمد المصطفیٰ النبی الامی

صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم

¹ درہ مضیہ

² نسیم الریاض فصل فی حکم زیارت قبرہ علیہ الصلوٰۃ والسلام دار الفکر بیروت ۵۱۴/۳

انوار البشارة فی مسائل الحج والزیارة ۱۳۲۹ھ (حج و زیارت کے مسائل میں خوشی کی بہاریں)

الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

بسم الله الرحمن الرحيم ط

امّا بعد، یہ چند حروف ہدایت حجاج کے لیے ہیں، ان میں اکثر کتاب مستطاب جواہر البیان شریف تصنیف لطیف اقدس حضرت خاتم المحققین سیدنا مولانا مولوی محمد نقی علی خاں صاحب قادری برکاتی قدس سرہ الشریف سے التقاط^{عہ} کئے ہیں، ۳ شوال ۱۳۲۹ھ کو والا جناب حضرت سید محمد احسن صاحب بریلوی نے فقیر احمد رضا خاں قادری غفرلہ سے فرمایا کہ ۱۰ شوال کو میرا ارادہ حج ہے بہت لوگ جاتے ہیں حج کا طریقہ اور آداب

عہ: اور صدمہ مسائل اپنے رسائل اور منک متوسط وغیرہ سے اضافہ کیے ۱۲ منہ (م)

لکھ کر چھاپ دے، حضرت سید صاحب کے حکم سے بحال استعجابی یہ چند سطور تحریر ہوئیں، امید کہ بہ برکت سادات کرام، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور مسلمان بھائیوں کو نفع پہنچائے، آمین!

فصل اول آداب سفر و مقدمات حج میں

(۱) جس کا قرض آتا ہو یا امانت پاس ہو ادا کرے، جن کے مال ناحق لیے ہوں واپس دے یا معاف کرائے، پتانہ چلے تو مال فقیروں کو دے دے۔

(۲) نماز، روزہ، زکوٰۃ جتنی عبادات ذمہ پر ہوں ادا کرے اور تائب ہو۔

(۳) جس کی بے اجازت سفر مکروہ ہے جیسے ماں، باپ، شوہر، اسے رضامند کرے جس کا اس پر قرض آتا ہے، اس وقت نہ دے سکے تو اس سے بھی اجازت لے، پھر بھی حج کسی کی اجازت نہ دینے سے رک نہیں سکتا، اجازت میں کوشش کرے نہ ملے جب بھی چلا جائے،

(۴) اس سفر سے مقصود صرف اللہ و رسول ہوں۔

(۵) عورت کے ساتھ جب تک شوہر یا محرم بالغ قابل اطمینان نہ ہو جس سے نکاح ہمیشہ کو حرام ہے سفر حرام ہے، اگر کرے گی حج ہو جائے گا مگر ہر قدم پر گناہ لکھا جائے گا۔

(۶) توشہ مال حلال سے ہو ورنہ قبول حج کی امید نہیں اگرچہ فرض اتر جائے گا۔

(۷) حاجت سے زیادہ توشہ لے کر رفیقوں کی مدد اور فقیروں پر صدقہ کرنا چلے، یہ حج مبرور کی نشانی ہے۔

(۸) عام کتب فقہ بقدر کفایت ساتھ لے ورنہ کسی عالم کے ساتھ چلا جائے، یہ بھی نہ ملے تو کم از کم یہ رسالہ ہمراہ ہو۔

(۹) آئینہ، سُرمہ، کنگھا، مسواک ساتھ رکھے کہ سنت ہے،

(۱۰) اکیلا سفر نہ کرے منع ہے، رفیق دیندار ہو کہ بد دین کی ہمراہی سے اکیلا بہتر ہے۔

(۱۱) حدیث میں ہے: جب تین آدمی سفر کو جائیں اپنے میں ایک کو سردار بنالیں^۱۔ اس میں کاموں کا انتظام رہتا ہے، سردار اسے بنائیں جو خوش خلق، عاقل دیندار ہو، سردار کو چاہئے رفیقوں کے آرام کو اپنی آسائش پر مقدم رکھے۔

چلتے وقت اپنے دوستوں عزیزوں سے ملے اور اپنے قصور معاف کرائے، اور ان پر لازم ہے کہ دل سے معاف کر دیں، حدیث میں ہے کہ جس کے پاس اس کا مسلمان بھائی معذرت لائے واجب ہے

^۱ مشکوٰۃ المصابیح کتاب الجہاد باب آداب السفر مطبع مجتبائی دہلی ص ۳۳۹

کہ قبول کر لے ورنہ حوض کوثر پر آنا نہ ملے گا۔^۱

(۱۳) وقت رخصت سب سے دعا لے کہ برکت پائے گا۔

(۱۴) ان سب کے دین، جان، اولاد، مال، تندرستی، عافیت خدا کو سونپے،

(۱۵) لباس سفر پہن کر گھر میں چار رکعت نفل، الحمد و قل سے پڑھ کر باہر نکلے، وہ رکعتیں واپس آنے تک اس کے اہل و مال کی نگہبانی کریں گی،

(۱۶) جدھر سفر کو جائے جمعرات یا ہفتہ یا پیر کا دن ہو، اور صبح کا وقت مبارک ہے، اور اہل جمعہ کو روز جمعہ قبل جمعہ سفر اچھا نہیں۔

(۱۷) دروازے سے باہر نکلتے ہی کہے:

بِسْمِ اللَّهِ وَأَمَنْتُ بِاللَّهِ وَتَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ اللَّهُمَّ إِنَّا نَعُوْذُ بِكَ مِنْ أَنْ نَزِلَّ أَوْ نُضِلَّ وَنُضَلَّ أَوْ نُظْلِمَ أَوْ نُظْلَمَ أَوْ نُجْهَلَ أَوْ يُجْهَلَ عَلَيْنَا أَحَدٌ۔^۲

(۱۸) سب سے رخصت کے بعد اپنی مسجد سے رخصت ہو، وقتِ کراہت نہ ہو تو اس میں دو رکعت نفل پڑھے۔

(۱۹) چلتے وقت کہے: واپسی تک مال اور اہل و عیال محفوظ رہیں گے،

اللَّهُمَّ إِنَّا نَعُوْذُ بِكَ مِنْ وَعْشَاءِ السَّفَرِ وَكَآبَةِ الْمُنْقَلَبِ وَسُوءِ الْمُنْظَرِ فِي الْمَالِ وَالْأَهْلِ وَالْوَلَدِ۔^۳

عہ ۱: ترجمہ: اللہ کے نام سے اور اللہ کی مدد سے، اور میں نے اللہ پر بھروسہ کیا، اور نہ گناہوں سے پھرنا نہ طاعت کی طاقت مگر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے، الٰہی! ہم تیری پناہ چاہتے ہیں اس سے کہ خود لغزش کریں یا دوسرا ہمیں لغزش دے یا خود بہکیں یا دوسرا بہکائے یا ظلم کریں یا ہم پر ظلم ہو یا جہل کریں یا ہم پر کوئی جہل کرے۔ (ت)

عہ ۲: الٰہی! ہم تیری پناہ مانگتے ہیں سفر کی مشقت اور واپسی کی بد حالی اور مال یا اولاد میں کوئی بری حالت نظر آنے سے (م)

^۱ الترغیب والترہیب الترمذی المرقوم الخ مصطفیٰ البانی مصر ۱۳۹۱/۳

^۲ کتاب ادعیہ الحج والعمرة ملحق ارشاد الساری فصل فی الوداع دار الکتب العربی بیروت ص ۲

^۳ کتاب ادعیہ الحج والعمرة ملحق ارشاد الساری فصل فی الوداع دار الکتب العربی بیروت ص ۳

(۲۰) اسی وقت تَبَّتْ کے سوا قُلْ يَا سے قُلْ اَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ تک پانچ سورتیں سب مع بسم اللہ پڑھے، پھر آخر میں ایک بار بسم اللہ شریف پڑھ لے، راستے بھر آرام رہے گا۔

(۲۱) نیز اس وقت اِنَّ عَسَاۤءَ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لَرَاٰكَ اِلٰی مَعَادٍ^۱ ایک بار پھر پڑھ لے بالآخر واپس آئے گا۔

(۲۲) ریل وغیرہ جس پر سوار ہو بِسْمِ اللّٰہِ کہے پھر اللہ اکْبَرُ اور سُبْحَانَ اللّٰہِ تین تین بار، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ ایک بار، پھر کہے: عَسَاۤءَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ۝ وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ۝^۲ اس کے شر سے بچے۔

(۲۳) ہر بلندی پر چڑھے اللہ اکْبَر اور ڈھال میں اُترتے سُبْحَانَ اللّٰہِ۔^۳

(۲۴) جس منزل پر اُترے عَسَاۤءَ اَعُوذُ بِكَمَلَّتِ اللّٰہُ التَّامَّاتُ كُلُّهَا مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ^۴ کہے ہر نقصان سے بچے گا۔

(۲۵) جب وہ بستی نظر پڑے جس میں ٹھہرنا چاہتا ہے کہے:

عَسَاۤءَ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ خَيْرَ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ وَخَيْرِ اَهْلِهَا وَخَيْرِ مَا فِيْهَا وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ وَشَرِّ اَهْلِهَا وَشَرِّ مَا فِيْهَا^۵۔ ہر بلا سے محفوظ رہے گا۔

ترجمہ: عہ۱: بیشک وہ جس نے تجھ پر قرآن فرض کیا ضرور تجھے پھرنے کی جگہ واپس لائے گا۔ (م)

عہ۲: پاکی ہے اسے جس نے اسے ہمارے بس میں کر دیا اور ہم میں اس کی طاقت نہ تھی بیشک ہم ضرور اپنے رب کی طرف پلٹنے والے ہیں۔ (م)

عہ۳: میں اللہ تعالیٰ کی کامل باتوں کی پناہ مانگتا ہوں اس سب مخلوق کی شر سے۔ (م)

عہ۴: الٰہی ہم تجھ سے مانگتے ہیں اس بستی کی بھلائی اور اس بستی والوں کی بھلائی اور اس بستی میں جو کچھ ہے اس کی بھلائی اور تیری پناہ مانگتے ہیں اس بستی کی برائی سے اور اس میں جو کچھ ہے اس کی بُرائی سے۔ (م)

^۱ القرآن ۸۵/۲۸

^۲ القرآن ۱۳/۴۳

^۳ کتاب ادعیۃ الحج والعمرة ملحق ارشاد الساری فصل فی الركوب دارالکتب العربی بیروت ص ۳

^۴ کتاب ادعیۃ الحج والعمرة ملحق ارشاد الساری فصل فی الركوب دارالکتب العربی بیروت ص ۳

^۵ الاذکار امام نووی باب ما یقول اذا راٰ قریۃ الحج فصل فی الركوب ص ۲۰۱

(۲۶) جس شہر میں جائے وہاں کے سُنی عالموں اور باشرع فقیروں کے پاس ادب سے حاضر ہو، مزارات کی زیارت کرے، فضول سیر تماشے میں وقت نہ کھودے۔

(۲۷) جس عالم کی خدمت میں جائے وہ مکان میں ہو تو آواز نہ دے باہر آنے کا انتظار کرے اس کے حضور بے ضرورت کلام نہ کرے، بے اجازت لیے مسئلہ نہ پوچھے، اس کی کوئی بات اپنی نظر میں خلاف شرع ہو تو اعتراض نہ کرے اور دل میں نیک گمان رکھے، مگر یہ سُنی عالم کے لیے، بد مذہب کے سامنے سے بھاگے،

(۲۸) ذکر خدا سے دل بہلائے کہ فرشتہ ساتھ رہے گا، نہ کہ شعر و لغویات سے کہ شیطان ساتھ ہوگا، رات کو زیادہ چلے کہ سفر جلد طے ہوتا ہے۔

(۲۹) منزل میں راستے سے بچ کر اترے کہ وہاں سانپ وغیرہ موزیوں کا گزرنا ہوتا ہے۔

(۳۰) راستے پر پیشاب وغیرہ باعث لعنت ہے۔

(۳۱) منزل میں متفرق ہو کر نہ اتریں ایک جگہ اُتریں۔

(۳۲) ہر سفر خصوصاً سفر حج میں اپنے اور اپنے عزیزوں دوستوں کے لیے دعا سے غافل نہ رہے کہ مسافر کی دعا قبول ہے

(۳۳) جب دریا میں سوار ہو کہے:

بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرَہَا وَ مَرْسَہَا اِنْ سَآءَ لِعَقُوۡمِیْ رَآحِیۡمٌ ۝ وَاَمَّا قَدْرُ اللّٰهِ فَحَقُّ قَدْرٍ ۝ وَالْاَرْضُ جَبَّیۡعًا قَبَضَتْہُ یَوْمَ الْقِیَمٰتِ وَالسَّوۡتُ مَطْوِیۡتٌ بَیۡنَیۡنِہٖ ۝ سُبْحٰنَہٗ وَ تَعٰلٰی عَمَّا یُشْرَکُوۡنَ ۝ ۱؎ ڈوبنے سے محفوظ رہے گا۔ جب کسی مشکل میں مدد کی حاجت ہو تین بار کہے: یَا عِبَادَ اللّٰهِ اَعِیۡنُوۡنِیْ ۲؎ اللہ کے بندو! میری مدد کرو، غیب سے مدد ہوگی، یہ حکم حدیث ہے۔

عہ: ترجمہ: اللہ کے نام سے ہے اس کشتی کا چلنا اور ٹھہرنا، بیشک میرا رب ضرور بخشنے والا مہربان ہے، کافروں نے خدا ہی کی قدر جیسے چاہے تھی نہ پہچانی، حالانکہ ساری زمین قیامت کے دن بہت حقیر سی کی طرح اس کے قبضہ میں ہے اور سب آسمان اس کی قدرت سے لپٹ جائیں گے، وہ پاک و بلند ہے ان کی شرکت سے ۱۲ منہ (م)

¹ کتاب عمل الیوم واللیلیۃ باب ما یقول اذا الركب فی السفینۃ مجلس دائرة المعارف حیدر آباد دکن ص ۱۳۴

² مجمع الزوائد باب ما یقول اذا اقلعت دابتہ الخ دار الکتاب العربی بیروت ۱۳۲۱/۱۰، کنز العمال بحوالہ طب عن عتبہ بن غزوہ حدیث ۱۷۴۹۸ موسیٰ

(۳۴) ^{عہ} یَا صَدُّ ۱۳۴ بار روزانہ پڑھے بھوک و پیاس سے بچے گا۔

(۳۵) اگر دشمنی یا ریزن کا ڈر ہو یا تلف پڑھے، ہر بلا سے امان رہے۔

(۳۶) سوتے وقت آیہ الکرسی ایک بار ہمیشہ پڑھے کہ چور اور شیطان سے امان رہے،

(۳۷) اگر کوئی چیز گم ہو جائے تو کہے: ^{عہ} یَا جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَا رَيْبَ فِيهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ الْوَعْدَ ۝ اَجْمَعُ بَيْنِي وَبَيْنَ ضَالَّتِي ^۱۔

ان شاء اللہ تعالیٰ مل جائے گی۔

(۳۸) کرایہ کے اونٹ وغیرہ جو کچھ بار کرنا ہو اس کے مالک کو دکھائے اور اس سے زیادہ بغیر اس کی اجازت کے نہ رکھے۔

(۳۹) جانور کے ساتھ نرمی کرے، طاقت سے زیادہ کام نہ لے، بے سبب نہ مارے، نہ کبھی پونچھ پر مارے، حتیٰ المقدور اس پر نہ

سوئے کہ سونے کا بوجھ زیادہ ہوتا ہے، کسی سے بات وغیرہ کرنے کو کچھ دیر ٹھہرنا ہو تو اتر لے اگر ممکن ہو۔

(۴۰) صبح و شام اتر کر کچھ دیر پیادہ چل لینے میں دینی دنیوی بہت فائدے ہیں۔

(۴۱) بدوؤں اور سب عربوں سے بہت نرمی کے ساتھ پیش آئے، اگر وہ سختی کریں ادب سے تحمل کرے، اس پر شفاعت نصیب

ہونے کا وعدہ فرمایا ہے، خصوصاً اہل حرمین خصوصاً اہل مدینہ، اہل عرب کے افعال پر اعتراض نہ کرے، نہ دل میں کدورت

لائے، اس میں دونوں جہان کی سعادت ہے،

(۴۲) جمال یعنی اونٹ والوں کو یہاں کے کرایہ والے نہ سمجھے بلکہ اپنا مخدوم جانے اور کھانے پینے میں ان سے بخل نہ کرے کہ

وہ المیوں سے ناراض ہوتے ہیں اور تھوڑی بات میں بہت خوش ہو جاتے ہیں اور امید سے زیادہ کام آتے ہیں۔

(۴۳) سفر مدینہ طیبہ میں قافلہ نہ ٹھہرنے کے باعث بمجبوری ظہر و عصر ملا کر پڑھنی ہوتی ہے اس کے لیے لازم ہے

عہ: اتر جمہ: اے بے نیاز۔ (م)

عہ: ۲ ترجمہ: اے یقینی دن کے لیے سب لوگوں کے جمع فرمانے والے بیشک اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا مجھے میری گئی چیز ملا دے

۱۲ منہ (م)

^۱ درمنثور تحت آیہ انک جامع الناس مکتبۃ آیہ اللہ العظمیٰ قم ایران ۹/۲

کہ ظہر کے فرضوں سے فارغ ہونے سے پہلے ارادہ کر لے کہ اسی وقت عصر پڑھوں گا، اور فرض ظہر کے بعد فوراً عصر کی نماز پڑھے یہاں تک کہ بیچ میں ظہر کی سنتیں بھی نہ ہوں، اسی طرح مغرب کے ساتھ عشاء انہی شرطوں سے مغرب کے وقت نکلنے سے پہلے ارادہ کر لے کہ ان کو عصر و عشاء کے ساتھ پڑھوں گا۔

(۴۴) واپسی میں بھی وہی طریقہ ملحوظ رکھے جو یہاں تک بیان ہوا۔

(۴۵) مکان پر اپنے آنے کی تاریخ و وقت کی اطلاع پہلے سے دے دے، بے اطلاع ہر گز نہ جائے خصوصاً رات میں۔

(۴۶) سب سے پہلے اپنی مسجد سے دور رکعت نفل کے ساتھ ملے۔

(۴۷) دور رکعت گھر میں آکر پڑھے پھر سب سے بکثادہ پیشانی ملے۔

(۴۸) دوستوں کے لیے کچھ نہ کچھ تحفہ ضرور لائے اور حاجی کا تحفہ تبرکات حرمین شریفین سے زیادہ کیا ہے اور دوسرا تحفہ دعا کہ مکان میں پہنچنے سے پہلے استقبال کرنے والوں اور سب مسلمانوں کے لیے کرے کہ قبول ہے۔

فصل دوم احرام اور اس کے احکام اور داخلی حرم محترم و مکہ مکرمہ و مسجد الحرام

(۱) ہندیوں کے لیے میقات (جہاں سے احرام باندھنے کا حکم ہے) کوہ یلم کی محاذات ہے یہ جگہ کامران سے نکل کر سمندروں میں آتی ہے، جب جدہ دو تین میل رہ جاتا ہے جہاز والے اطلاع دیتے ہیں پہلے سے احرام کا سامان تیار کر رکھیں۔

(۲) جب وہ جگہ قریب آئے خوب مل کر نہائیں اور نہ نہائیں تو صرف وضو کر لیں۔

(۳) چاہیں مرد سر منڈالیں کہ احرام میں بالوں کی حفاظت سے نجات ملے گی ورنہ کنگھی کر کے خوشبودار تیل ڈالیں۔

(۴) ناخن کتریں، خط بنوائیں، موئے بغل و زیر ناف دور کریں۔

(۵) خوشبودار لگائیں کہ سنت ہے۔

(۶) مرد سہلے کپڑے اتاریں، ایک چادر نئی یا دھلی اوڑھیں اور ایک ایسا ہی تہبند باندھیں، یہ کپڑے سفید بہتر ہیں۔

(۷) جب وہ جگہ آئے دور رکعت بہ نیت احرام پڑھیں، پہلی میں فاتحہ کے بعد قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ، دوسری میں قُلْ هُوَ

اللہ۔

(۸) اب حج تین طرح کا ہوتا ہے۔

ایک یہ کہ نراج کرے اسے افراد کہتے ہیں، اس میں بعد سلام یوں کہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ فِیْسِرَہٗ لِیْ وَتَقَبَّلْهُ مِنِّیْ نُوِیْتُ الْحَجَّ مُخْلِصًا لِلّٰہِ تَعَالٰی ^۱۔

دوسرا یہ کہ یہاں سے نرے عمرے کی نیت کرے، مکہ معظمہ میں حج کا احرام باندھے اسے تمتع کہتے ہیں اس میں بعد سلام یوں کہے:

اَللّٰهُمَّ اُرِیْدُ الْعُمْرَةَ فِیْسِرَہٗ لِیْ وَتَقَبَّلْہَا مِنِّیْ نُوِیْتُ الْعُمْرَةَ مُخْلِصًا لِلّٰہِ تَعَالٰی ^۲۔

تیسرا یہ کہ حج و عمرہ کی یہیں سے نیت کرے اور یہ سب سے افضل ہے اسے قرآن کہتے ہیں، اس میں بعد سلام یوں کہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فِیْسِرَہٗ لِیْ وَتَقَبَّلْہُمَا مِنِّیْ نُوِیْتُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰہِ تَعَالٰی ^۳۔

اور تینوں صورتوں میں اس نیت کے بعد لبیک باوازی بلند کہے، لبیک یہ ہے:

لَبَّیْکَ اَللّٰهُمَّ لَبَّیْکَ ط لَبَّیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ ط اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَکَ وَالْمُلْکَ ط لَا شَرِیْکَ لَکَ ط ^۴

(۹) یہ احرام تھا اس کے ہوتے ہی یہ کام حرام ہو گئے۔

عورت سے صحبت، ^۱بوسہ، ^۲مساس، ^۳گلے لگانا، اس کی ^۴اندام نہانی پر نگاہ، جبکہ یہ چاروں باتیں بشہوت ہوں، ^۵عورتوں کے سامنے اس کا نام لینا، ^۶فحش گناہ، ہمیشہ حرام تھے اب اور سخت حرام ہو گئے، کسی سے ^۷دینی لڑائی جھگڑا، ^۸جنگل کا شکار، اس کی طرف شکار کرنے کو اشارہ کرنا یا کسی طرح بتانا، بندوق

عہ: ترجمہ: الہی! میں حج کا ارادہ کرتا ہوں تو اسے میرے لیے آسان کر دے اور مجھ سے قبول فرما، میں نے خاص اللہ تعالیٰ کے لیے حج کی نیت کی۔ (م)

^۱ منک متوسط مع ارشاد الساری فصل یصلی رکعتین بعد اللبس دار الکتاب العربی بیروت ص ۶۹

^۲ منک متوسط مع ارشاد الساری فصل یصلی رکعتین بعد اللبس دار الکتاب العربی بیروت ص ۷۰

^۳ منک متوسط مع ارشاد الساری فصل یصلی رکعتین بعد اللبس دار الکتاب العربی بیروت ص ۷۰

^۴ منک متوسط مع ارشاد الساری فصل یصلی رکعتین بعد اللبس دار الکتاب العربی بیروت ص ۶۹

یا^{۲۲} بارود یا اس کے ذبح کے لیے^{۲۳} چھری دینا،^{۲۴} اس کے انڈے توڑنا،^{۲۵} پراکھانا،^{۲۶} پاؤں یا بازو توڑنا، اس کا^{۲۷} دودھ دوہنا، اس کا گوشت یا^{۲۸} انڈے پکانا،^{۲۹} بھونا،^{۳۰} بیچنا،^{۳۱} خریدنا،^{۳۲} کھانا،^{۳۳} ناخن کترنا،^{۳۴} سر سے پاؤں تک کہیں سے کوئی بال جدا کرنا،^{۳۵} منہ یا^{۳۶} سر کسی کپڑے وغیرہ سے چھپانا،^{۳۷} بستر یا کپڑے^{۳۸} کی بفتی یا گٹھڑی سر پر رکھنا،^{۳۹} عمامہ باندھنا،^{۴۰} برقع و دستار پہننا،^{۴۱} موزے یا جرابیں وغیرہ جو پنڈلی اور^{۴۲} اقدام کے جوڑ کو چھپائے پہننا،^{۴۳} سلا کپڑا پہننا،^{۴۴} خوشبو بالوں یا^{۴۵} بدن یا کپڑوں میں لگانا،^{۴۶} ملا گیری یا کسم کیسر غرض کسی خوشبو کے رنگے^{۴۷} کپڑے پہننا جبکہ ابھی خوشبو دے رہے ہوں،^{۴۸} خالص خوشبو مشک، عنبر، زعفران، جاوتری، لونگ، الاچھی، دار چینی، زنجبیل وغیرہ کھانا،^{۴۹} ایسی خوشبو کا آنچل میں باندھنا^{۵۰} جس میں فی الحال مہک ہو،^{۵۱} جیسے مشک، عنبر، زعفران، سریا ڈاڑھی خطمی یا کسی^{۵۲} خوشبودار ایسی چیز سے دھونا^{۵۳} جس سے جوئیں مرجائیں،^{۵۴} وسمہ یا^{۵۵} مہندی کا خضاب لگانا، گوند وغیرہ سے^{۵۶} بال جمانا، زیتون یا تل کا^{۵۷} تیل اگرچہ بے خوشبو ہو^{۵۸} بدن یا بالوں میں لگانا، کسی کا^{۵۹} سر مونڈنا اگرچہ اس کا احرام نہ ہو،^{۶۰} جوں مارنا پھینکنا، کسی کو اس کے مارنے کا اشارہ کرنا، کپڑا اس کے مارنے^{۶۱} کو دھونا یا^{۶۲} دھوپ میں ڈالنا، بالوں^{۶۳} میں پارہ وغیرہ اس کے^{۶۴} مرنے کو لگانا، غرض جوں کے ہلاک پر کسی پر کسی طرح باعث ہونا،

(۱۰) احرام میں یہ باتیں مکروہ ہیں:

بدن کا میل چھڑانا، بال یا بدن کھلی یا صابون وغیرہ بے خوشبو کی چیز سے دھونا، کنگھی کرنا، اس طرح کھانا کہ بال ٹوٹے یا جوں گرے، انگر کھا، کُرتا یا چغہ پہننے کی طرح کندھوں پر ڈالنا، خوشبوں کی دھونی دیا ہوا کپڑا کہ ابھی خوشبو دے رہا ہوں پہننا، اوڑھنا، قصداً خوشبو سوگھنا اگرچہ خوشبودار پھل یا پتہ ہو جیسے لیموں، نارنگی، پودینہ، عطر دانہ، سریامنہ پر پٹی باندھنا، غلاف کعبہ مکہ معظمہ کے اندر اس طرح داخل ہونا کہ غلاف شریف سریامنہ سے لگے، ناک وغیرہ منہ کا کوئی حصہ کپڑے سے چھپائے، یا کوئی ایسی چیز کھانا پینا جس میں خوشبو پڑی ہو اور نہ ہو پکائی گئی ہو نہ زائل ہو گئی ہو، بے سلا کپڑا ر فوکیا یا پوند لگا ہوا پہننا، تکیہ پر منہ رکھ کر

عہ: لو حمل المحرم علی راسه شیاً یلبسه الناس یکون لا بسا، وان کان لا یلبسه الناس کالاجانۃ ونحوہ فلا^۱ اھ
ش عن النهر والخانیۃ منہ (م)
اگر محرم نے کئی ایسی شئی اٹھائی جسے لوگ پہنتے ہیں تو اب لباس پہننے والا سمجھا جائیگا، اور اگر لوگ اسے نہیں پہنتے مثلاً ٹب وغیرہ تو اب لابس نہ ہوگا، اھ ش نہر اور خانہ کے حوالے سے ہے۔ ۱۲ منہ (ت)

^۱ رد المحتار فصل فی الاحرام مصطفیٰ البانی مصر ۱۷۶/۲

اوندھنا لینا، مہکتی خوشبو ہاتھ سے چھونا جبکہ ہاتھ میں نہ لگ جائے ورنہ حرام ہے، بازو یا گلے پر تعویذ باندھا اگرچہ بے سلا کپڑے میں لپیٹ کر، بلا عذر بدن عد پر پٹی باندھنا، سنگھار کرنا، چادر اوڑھ کر اس کے آنچلوں میں گرہ دے لینا، تہبند باندھ کر بند سے کنا،

(۱۱) یہ باتیں احرام میں جائز ہیں:

انگر کھا، کُرتا، چغہ لپیٹ کر اوپر سے اس طرح ڈال لینا کہ سر اور منہ نہ چھپے، ان چیزوں یا پاجامہ کا تہبند باندھنا، ہمیانی پا پٹی باندھنا، بے میل چڑائے حمام کرنا، کسی چیز کے سائے میں بیٹھنا، چھتری لگانا، انگوٹھی پہننا، بے خوشبو کا سرمہ لگانا، فصد بغیر بال مونڈے، بچھنے لینا، آنکھ میں جو بال نکلے اسے جدا کرنا، سریا بدن اس طرح کھانا کہ بال نہ ٹوٹے، جوں نہ گرے، احرام سے پہلے جو خوشبو لگائی اس کا لگار ہنا، پالتو جانور اونٹ، گائے، بکری، مرغی کا ذبح کرنا، پکانا، کھانا، اس کا دودھ دوہنا، انڈے توڑنا، بھوننا، کھانا، کھانے کے لیے مچھلی کا شکار کرنا، کسی دریائی جانور کا مارنا دوا یا غذا کے لیے نہ ہو، نری تفریح منظور ہو جس طرح لوگوں میں رائج ہے تو شکار دریا ہو یا جنگل خود ہی حرام ہے، اور احرام میں سخت تر حرام، منہ اور سر کا سوا کسی اور جگہ زخم پر پٹی باندھنا، سریا گال کے نیچے تکیہ رکھنا، سریا ناک پر اپنا یا دوسرے کا ہاتھ رکھنا، کان کپڑے سے چھپانا، ٹھوڑی سے نیچے داڑھی پر کپڑا آنا، سر پر سینی اور بوری اٹھانا، جس کھانے کے پکنے میں مشک وغیرہ پڑے ہوں اگرچہ خوشبو دیں یا بے پکائے جس میں خوشبو ڈالی اور وہ بو نہیں دیتی اس کا کھانا پینا، گھی یا چربی یا کڑوا تیل یا ناریل یا بادام یا کدو یا کاہو کا تیل کہ بسا یا نہ ہو بدن یا بالوں میں لگانا، خوشبو کے رنگے کپڑے پہننا جبکہ ان کی خوشبو جاتی رہی ہو

اگر کسی نے سر پر یا لڑی پر پٹی باندھی اگرچہ ایک دن یا رات ہو تو اس پر صدقہ ہوگا، اور اگر سر کے علاوہ جسم کے کسی اور حصہ پر پٹی باندھی خواہ کسی تکلیف کی وجہ سے تھی یا بلا وجہ، تو کوئی شیئی لازم نہ ہوگی، ہاں بلا وجہ باندھنا مکروہ ہوگا، اھ فتح القدیر ۱۲/۱۲ (ت)

عہ: یکرہ تعصیب راسہ ولو عصبہ یوما او لیلا فعلیہ
صدقۃ ولا شیع علیہ لو عصب غیرہ من بدنہ لعلۃ او لغیر
علۃ لکنہ یکرہ بلا علۃ^۱ اھ فتح القدیر منہ (م)

^۱ فتح القدیر باب الاحرام مکتبہ نوریہ رضویہ سحر ۳۴۹/۲

مگر کسم کیسر کا رنگ مرد کو ویسے ہی حرام ہے، دین کے لیے لڑنا جھگڑنا بلکہ حسب حاجت فرض و واجب ہے، جو تا پہننا جو پاؤں کے جوڑ کو نہ چھپائے، بے سِلے کپڑے میں لپیٹ کر تعذیب گلے میں ڈالنا، آئینہ دیکھنا، ایسی خوشبو کا چھونا جس میں فی الحال مہک نہیں جیسے اگر لوبان، صندل یا اس کا آنچل میں باندھنا، نکاح کرنا،

(۱۲) ان مسائل میں مرد و عورت برابر ہیں مگر عورت کو چند باتیں جائز ہیں: سر چھپانا، بلکہ نامحرم کے سامنے اور نماز میں فرض ہے تو سر پر بستر بقیچہ اٹھانا، بدرجہ اولیٰ، گوند وغیرہ سے بال جمانا، سرو وغیرہ پر پٹی خواہ بازو یا گلے پر تعویذ باندھنا اگرچہ سی کر، غلاف کعبہ کے اندریوں داخل ہونا کہ سر پر رہے منہ پر نہ آئے، دستانے موزے سِلے کپڑے پہننا، عورت اتنی آواز سے لبیک نہ کہے کہ نامحرم سنے، ہاں اتنی آواز ہر پڑھنے میں ہمیشہ سب کو ضرور ہے کہ اپنے کان تک آواز آئے،

تنبیہ: احرام میں منہ چھپانا عورت کو بھی حرام ہے، نامحرم کے آگے کوئی پنکھا وغیرہ منہ سے بچا ہوا سامنے رکھے۔ (۱۳) جو باتیں احرام میں ناجائز ہیں وہ اگر کسی عذر سے یا بھول کر ہوں تو گناہ نہیں، مگر ان پر جو جرمانہ مقرر ہے ہر طرح دینا آئے گا اگرچہ بے قصد ہوں سہو یا جبراً یا سوتے میں۔

(۱۴) وقت احرام سے رمی جمرہ تک (جس کا ذکر آئے گا) اکثر اوقات لبیک کی بے شمار کثرت رکھے خصوصاً چڑھائی پر چڑھتے اترتے، دو قافلوں کے ملتے، صبح و شام، کچھلی رات، پانچویں نمازوں کے بعد مرد و عورت دونوں کو لبیک کہیں مگر اتنی بلند کہ اپنے آپ یا دوسرے کو تکلیف نہ ہو،

(۱۵) جب حرم کے متصل پہنچے سر جھکائے، آنکھیں شرم گناہ سے نیچی کیے خشوع و خضوع سے داخل ہو، اور ہو سکے تو پیادہ ننگے پاؤں اور لبیک و دعا کی کثرت رکھے، اور بہتر یہ کہ دن کو داخل ہو نہ کر،

(۱۶) مکہ مکرمہ کے گرد اگر دکنی کوس کا جنگل ہے، ہر طرف اس کی حدیں بنی ہوئی ہیں ان حدوں کے اندر ترگھاس اکھاڑنا، خود رو پیڑ کا کاٹنا، وہاں سے کے وحشی جانوروں کو تکلیف دینا حرام ہے۔ یہاں تک کہ اگر سخت دھوپ ہو اور ایک ہی پیڑ ہے اس کے سایہ میں ہرن بیٹھا ہے تو جائز نہیں کہ اپنے بیٹھنے کے لیے اسے اٹھائے، اور اگر کوئی وحشی جانور بیرون حرم کا اس کے ہاتھ میں تھا اسے لیے ہوئے حرم میں داخل ہو گیا، اب وہ جانور حرم کا ہو گیا، فرض ہے کہ فوراً اسے آزاد کرے، مکہ معظمہ میں جنگلی کبوتر بکثرت ہیں ہر مکان میں

عہ: چیل، کوا، چوہا، چھکلی، سانپ، بچھو، کھٹل، مچھر، پسو وغیرہ خبیث اور موزی جانوروں کا قتل حرم میں بھی جائز ہے اور احرام میں بھی (م)

رہتے ہیں خبردار ہر گز انھیں نہ اڑائے نہ ڈرائے نہ کوئی ایذا پہنچائے، بعض ادھر ادھر کے لوگ جو مکے میں بسے کبوتروں کا ادب نہیں کرتے، ان کی ریس نہ کرے، مگر برا انھیں بھی نہ کہے، جب وہاں کے جانوروں کا ادب ہے تو مسلمانوں کا کیا کہنا، (۱۷) جب رب العالمین جل جلالہ، کا شہر نظر پڑے ٹھہر کر دعا مانگے اور درود شریف کی کثرت کرے اور افضل یہ ہے کہ نہا دھو کر داخل ہو اور مدفونین جنت المعلیٰ کے لیے فاتحہ پڑھے،

(۱۸) جب مدلی میں پہنچے جہاں کعبہ معظمہ نظر آئے اللہ اکبر یہ عظیم قبول واجابت کا وقت ہے صدق دل سے اپنے اور تمام عزیزوں دوستوں مسلمانوں کے لیے مغفرت وعافیت مانگے، اور فقیر دعائے جامع عرض کرتا ہے درود شریف کی کثرت کرے اور اسے کم از کم تین بار پڑھیں،

عَاللّٰهُمَّ هَذَا بَيْنُكَ وَآنَا عَبْدُكَ اَسْأَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي الدِّينِ وَالْ دُنْيَا وَالْآخِرَةِ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَلِعَبْدِكَ اَحْمَدَ رَضًا ابْنِ نَقِي عَلِيٍّ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْهُمَا وَارْحَمْهُمَا وَانصُرْهُ تَصْنَعًا عَزِيْزًا پھر درود شریف پڑھیں۔

(۱۹) یونہی ذکر خدا اور رسول اور اپنے تمام مسلمانوں کے لیے دعائے فلاح دارین کرتا ہوا باب السلام تک پہنچے اور اس آستانہ پاک کو بوسہ دے کر داہنا پاؤں پہلے رکھ کر داخل ہو اور کہے:

بِسْمِ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآزْوَاجِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ۔

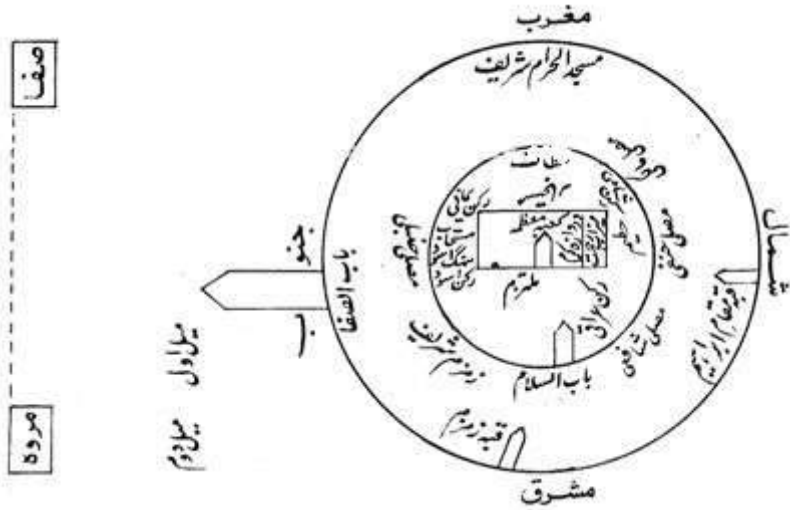
عہ ۱: ترجمہ: الہی! یہ تیرا گھر ہے او میں تیرا بندہ، الہی! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں، گناہوں کی معافی اور دین و دنیا و آخرت میں ہر بلا سے محفوظی اپنے لیے اور اپنے ماں باپ اور سب مردوں عورتوں اور تیرے حقیر بندے احمد رضا خاں علی کے لیے، الہی! اس کی زبردست امداد فرما، آمین!

عہ ۲: اللہ کے نام سے اور سب خوبیاں خدا کو اور رسول اللہ پر سلام، الہی درود بھیج ہمارے آقا محمد اور ان کی آل اور ان کی بیبیوں پر، الہی! میرے گناہ بخش دے اور میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔ (م)

(۲۰) یہ دعا خوب یاد رکھے جب کبھی مسجد الحرام شریف خواہ مسجد میں داخل ہو اسی طرح جائے اور یہ دعا پڑھے، اور جب کسی مسجد سے باہر آئے پہلے بایاں پاؤں باہر رکھے اور یہی دعا پڑھے مگر اخیر میں رَحْمَتِكَ کی جگہ فَضْلِكَ کہے اور یہ لفظ اور بڑھائے: وَسَهِّلْ عَآبَآءَ رِزْقِكَ۔ اس کی برکات دین و دنیا میں بے شمار ہیں۔ والحمد للہ۔

فصل سوم طواف وسعی صفا و مروہ کا بیان

اب کہ مسجد الحرام میں داخل ہوا اگر جماعت قائم یا نماز فرض خواہ وتر یا سنتِ موکدہ کے فوت ہونے کا خوف نہ ہو، تو سب کاموں سے پہلے متوجہ طواف ہو، کعبہ شمع ہے اور تو پروانہ، دیکھتا نہیں کہ پروانہ شمع کے گرد کیسے قربان ہوتا ہے تو بھی اس شمع پر قربان ہونے کے لیے مستعد ہو جا، پہلے اس مقام کریم کا نقشہ دیکھے کہ جو بات کہی جائے خوب ذہن میں آجائے۔



مسجد الحرام ایک گول وسیع احاطہ ہے، جس کے کنارے کنارے بہ کثرت دالان اور آنے جانے کے دروازے ہیں اور بیچ میں مطاف ایک گول دائرہ ہے جس میں سنگ مرمر بچھا ہے اس کے بیچ میں کعبہ معظمہ ہے بنی صلی اللہ

عہ: اپنے رزق کے دروازوں میں آسانی فرما۔ (ت)

عہ: جنوٓا شہآ چھ ہاتھ کعبہ کی زمین ہے اور بعض کہتے ہیں سات ہاتھ اور بعض کا خیال ہے کہ سارا حطیم ہے۔ (م)

نہ ہو، ناواقف آدمی اندھے کی طرح کام کرتا ہے اور جو سمجھ لیا وہ اٹھیا رہا ہے۔ اب اپنے رب عزوجل کا نام پاک لے کر طواف کیجئے۔

(۱) شروع طواف سے پہلے مرد اضطباع کرے یعنی چادر کی سیدھی جانب دہنی بغل کے نیچے سے نکالے کہ سیدھا شانہ کھلا رہے اور دونوں آنچل بائیں کندھے پر ڈال لے۔

(۲) اب روبہ کعبہ حجر اسود کی دہنی طرف رکن یمانی کی جانب سنگ اسود کے قریب یوں کھڑے ہو کہ تمام پتھر اپنے سیدھے ہاتھ کو رہے۔ پھر طواف کی نیت کرو:

اللهم انی ارید طواف بیتک المحرم فی سیرۃ لی وتقبلہ منی۔

(۳) اس نیت کے بعد کعبہ کو منہ کیے اپنی داہنی سمت چلو، جب سنگ اسود کے مقابل ہو (اور یہ بات ادنیٰ حرکت میں حاصل ہو جائے گی) کانوں تک ہاتھ اس طرح اٹھاؤ کہ ہتھیلیاں حجر کی طرف رہیں اور کہو:

بسم اللہ والحمد للہ واللہ اکبر ط والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ۔^۱

(۴) میسر ہو سکے تو حجر اسود مطہر پر دونوں ہتھیلیاں اور ان کے بیچ میں منہ رکھ کر یوں بوسہ دو کہ آواز پیدا ہو سکے۔ تین بار ایسا ہی کرو، یہ نصیب ہو تو کمال سعادت ہے، یقیناً تمہارے محبوب و مولیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے بوسہ دیا اور روئے اقدس اس پر رکھا ہے زہے خوش نصیبی کہ تمہارا منہ وہاں تک پہنچے، اور ہجوم کے سبب نہ ہو سکے تو نہ اوروں کو ایذا دو اور نہ آپ دبوچلو، بلکہ اس کے عوض ہاتھ سے اور ہاتھ نہ پہنچے تو لکڑی سے سنگ اسود مبارک چھو کر اسے چوم لو، اور یہ بھی نہ بن پڑے تو ہاتھوں سے اس کی طرف اشارہ کر کے اسے بوسہ دے، محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منہ رکھنے کی جگہ پر نگاہ پڑ رہی ہے یہی کیا کم ہے!

(۵) اللهم ایماننا بک واتبعنا لسنة نبیک محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم^۲

عہ ۱: اے اللہ! میں تیرے مبارک و معزز گھر کا طواف کرنے لگا ہوں اسے میرے لیے آسان فرما اور اسے میری طرف سے قبول فرما۔ (ت)

عہ ۲: اللہ کے نام سے، تمام حمد اللہ کے لیے، اللہ سب سے بڑا ہے اور صلوة و سلام ہو اللہ کے رسول پر (ت)

عہ ۳: الہی تجھ پر ایمان لا کر اور تیرے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی کو یہ طواف کرتا ہوں ۲۲ منہ (م)

^۱ منک متوسط مع ارشاد الساری فصل فی صفۃ الشرع فی الطواف دار الکتب العربی بیروت ص ۸۹

^۲ الاذکار امام نووی فصل فی اذکار الطواف دار الکتب العربی بیروت ص ۱۶

کہتے ہوئے در کعبہ تک بڑھو، جب حجر مبارک کے سامنے سے گزر جاؤ سیدھے ہو لو خانہ کعبہ کو اپنے بائیں ہاتھ پر لے کر یوں چلو کہ کسی کو ایذا نہ دو۔

(۶) مرد رمل کرتا چلے یعنی جلد جلد چھوٹے قدم رکھتا شانے ہلاتا جیسے قوی و بہادر لوگ چلتے ہیں، نہ کو دتا نہ دوڑتا، جہاں زیادہ ہجوم ہو جائے اور رمل میں اپنی یا غیر کی ایذا ہوتی دیر رمل ترک کرو۔

(۷) طواف میں جس قدر خانہ کعبہ سے نزدیک ہو بہتر ہے، مگر نہ اتنے کہ پشتہ دیوار پر جسم یا کپڑا لگے اور نزدیکی میں کثرت ہجوم کے سبب رمل نہ ہو سکے تو دوری بہتر ہے۔

(۸) جب ملتزم، پھر رکن عراقی، پھر میزاب الرحمۃ، پھر رکن شامی کے سامنے آؤ تو یہ سب دعا کے مواقع ہیں ان کے لیے خاص خاص دعائیں کہ جو جواہر البیان شریف میں مذکور ہیں سب کا یاد کرنا دشوار ہے اس سے وہ اختیار کرو جو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سچے وعدے سے تمام دعاؤں سے بہتر و افضل ہیں یعنی یہاں اور تمام مواقع میں اپنے لیے دعا کے بدلے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود بھیجو، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا يكفي هبك ويغفر لك ذنبك^۱۔ ایسا کرے گا تو اللہ تعالیٰ تمہارے سب کام بنادے گا اور تیرے گناہ معاف فرمادے گا۔

(۹) طواف میں دعا و درود کے لیے رکن نہیں بلکہ چلتے میں پڑھو۔

(۱۰) دعا و درود چلا چلا کر نہ پڑھو جس طرح مطوف پڑھاتے ہیں بلکہ آہستہ اس قدر کہ اپنے کان تک آواز آئے۔

(۱۱) جب رکن یمانی کے پاس آؤ تو اسے دونوں ہاتھ یاد بنے ہاتھ سے تبرک چھوؤ، نہ صرف بائیں ہاتھ سے، اور چاہو تو اسے بوسہ بھی دو، اور نہ ہو سکے تو لکڑی سے چھونا یا اشارہ کر کے ہاتھ چومنا نہیں۔

(۱۲) جب اس سے بڑھو تو یہ مستجاب جہاں ستر ہزار فرشتے دعا پر آمین کہیں گے وہی دعائے جامع پڑھئے یا اپنے اور سب احباب و مسلمین اور اس حقیر و ذلیل کی نیت سے صرف درود شریف کافی ہے۔

(۱۳) اب جو دوبارہ حجر تک آئے یہ ایک پھیرا ہوا، یونہی سات پھیرے کرو، مگر باقی پھیروں میں وہ نیت کرنا نہیں کہ نیت تو ابتداء میں ہو چکی، اور رمل صرف اگلے تین پھیروں میں ہے، اور باقی چار میں آہستہ بے جنبش شانہ معمولی چال سے چلو۔

^۱ الترغیب والترہیب الترغیب فی الآثار الصلوۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مصطفیٰ البابی مصر ۱۰۵/۲

(۱۴) جب ساتوں پھیرے ہو جائیں آخر میں پھر حجر کو بوسہ دو یا وہی طریقہ ہاتھ یا لکڑی کے برتو،

(۱۵) بعد طواف مقام ابراہیم میں آکر آیہ کریمہ ^{عہ} "وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى" پڑھ کر دو رکعت طواف کہ واجب ہیں قُلْ یَا اٰوْرَقُلْ هُوَ اللّٰهُ سے پڑھو، اگر وقت کراہت مثلاً طلوع صبح سے بلندی آفتاب تک یا دوپہر یا نماز عصر کے بعد غروب تک نہ ہو ورنہ وقت نکل جانے پر بعد کو پڑھو، یہ رکعتیں پڑھ کر دعا مانگو، یہاں حدیث میں ایک دعا ارشاد ہوئی جس کے فائدوں کی عظمت اس سے کہنا ہی چاہتی ہے:

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ تَعْلَمُ سِرِّيْ وَعَلَانِيَتِيْ فَاقْبَلْ مَعْذِرَتِيْ وَتَعْلَمُ حَاجَتِيْ فَاعْطِنِيْ سُوْلِيْ وَتَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ فَاعْفُ عَنِّيْ
ذُنُوْبِيْ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْأَلُكَ اِيْمَانًا يُبَاشِرُ قَلْبِيْ وَيَقِيْنًا صَادِقًا حَتّٰى اَعْلَمَ اَنَّهُ لَا يُصِيبُنِيْ اِلَّا مَا كَتَبْتَ لِيْ وَارْضُ مِنْ
الْمَعِيشَةِ بِمَا قَسَمْتَ لِيْ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ^۲

حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ عزوجل فرماتا ہے جو یہ دعا کرے گا اس کی خطا بخش دوں گا، غم دور کروں گا، محتاجی سے نکالوں گا، ہر تاجر سے بڑھ کر اس کی تجارت رکھوں گا، دنیا ناچار و مجبور اس کے پاس آئے گی گو وہ اسے نہ چاہے۔

(۱۶) پھر ملترزم پر جاؤ اور قریب حجر اس سے لپٹو اور اپنا سینہ اور پیٹ اور کبھی دہنار خسارہ کبھی بایاں رخسارہ اس پر رکھو اور دونوں ہاتھ سر سے اونچے کر کے دیوار پر پھیلاؤ، یاد اہنا ہاتھ دروازے اور بایاں سنگ اسود کی طرف، اور یہاں کی دعا یہ ہے:

عہ ۱: اور مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بناؤ ۲ امنہ (م)

عہ ۲: الٰہی! تو میرا چھپا اور ظاہر سب جانتا ہے، تو میرا عذر قبول فرما اور میری حاجت تجھے معلوم ہے، تو میری مراد دے اور جو میرے دل میں ہے تو جانتا ہے، تو میرے گناہ بخش دے، الٰہی! میں تجھ سے مانگتا ہوں وہ ایمان جو میرے دل میں پیوست ہو جائے، اور سچا یقین کہ میں جانوں کہ مجھے وہی ملے گا جو تو نے میرے لیے لکھ دیا ہے اور میں اس معاش پر راضی ہوں تو نے مجھے نصیب کی ہے اے سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ۲ امنہ (م)

^۱ القرآن ۱۲۵/۲

^۲ مسلک منتقط مع ارشاد الساری فصل فی صفیۃ الشروع فی الطواف دار الکتب العربیہ بیروت ص ۹۴

يَا وَاجِدُ ۞ يَا مَاجِدُ لَا تَزِلْ عَنِّي نِعْمَةً أَنْعَمْتَ بِهَا عَلَيَّ¹

حدیث میں فرمایا: میں جب چاہتا ہوں جبریل کو دیکھتا ہوں کہ ملترم سے لپٹے ہوئے یہ دعا کر رہے ہیں۔

(۱۷) پھر زمزم پر آؤ اور ہو سکے تو خواہ ایک ڈول کھینچو ورنہ بھرنے والوں سے لے لو اور کعبہ کو منہ کر کے تین سانسوں میں پیٹ بھر کے جتنا پیا جائے پیو، ہر بار بسم اللہ سے شروع اور الحمد للہ پر ختم، باقی بدن پر ڈال لو اور پیتے وقت دعا کرو کہ قبول ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: زمزم جس مراد سے پیا جائے اسی کے لیے ہے، یہاں وہی دعائے جامع پڑھو اور حاضری مکہ معظمہ تک پینا تو بار بار نصیب ہوگا، قیامت کی پیاس سے بچنے کے لیے پیو، کبھی عذاب قبر سے محفوظی کو، کبھی محبت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو، کبھی وسعت رزق، کبھی شفاء امراض، کبھی حصول علم وغیرہ خاص مرادوں کے لیے پیو۔

(۱۸) وہاں جب پیو خوب پیٹ بھر کر پیو، حدیث میں ہے: ہم میں اور منافقوں میں یہ فرق ہے کہ وہ زمزم کو کھ بھر کر نہیں پیتے۔²

(۱۹) چاہ زمزم کے اندر بھی نظر کرو کہ بحکم حدیث دافع نفاق ہے۔³

(۲۰) اب اگر کوئی عذر تکان وغیرہ کا نہ ہو تو ابھی ورنہ آرام لے کر صفامردہ میں سعی کے لیے پھر حجر اسود کے پاس آؤ اور اسی طرح تکبیر وغیرہ کہہ کر چومو، اور نہ ہو سکے تو اس کی طرف منہ کر کے فوراً باب صفا سے جانب صفاروانہ ہو، دروازے سے پہلے بایاں پاؤں نکالو اور دہنا پہلے جوتے میں ڈالو، اور یہ ادب ہر مسجد سے باہر آتے ہمیشہ ملحوظ رکھو۔

(۲۱) ذکر و درود میں مشغول صفا کی سیڑھیوں پر اتنا چڑھو کہ کعبہ معظمہ نظر آئے اور یہ بات جہاں پہلی ہی سیڑھی سے حاصل ہے پھر رخ کعبہ ہو کر دونوں ہاتھ دعا کی طرح پہلے شانوں تک اٹھاؤ اور دیر تک تسبیح و تہلیل و درود دعا کرو کہ محل اجابت ہے، یہاں بھی دعائے جامع پڑھو، پھر اتر کر ذکر و

عہ: اے قدرت والے اے عزت والے مجھ سے زائل نہ کر جو نعمت تو نے مجھے بخشی ہے ۲ منہ (م)

¹ مسلک منقسط مع ارشاد الساری فصل فی صفۃ الشروع فی الطواف دار الکتاب العربی بیروت ص ۹۴

² مسلک منقسط مع ارشاد الساری فصل فی صفۃ الشروع فی الطواف دار الکتاب العربی بیروت ص ۹۵

³ مسلک منقسط مع ارشاد الساری فصل یتحب الاکتار من شرب ماء زمزم دار الکتاب العربی بیروت ص ۳۲۹

درود میں مشغول مروہ کو چلو۔

(۲۲) جب پہلا میل آئے مرد دوڑنا شروع کریں (مگر نہ حد سے زائد نہ کسی کو ایذا دیتے) یہاں تک کہ دوسرے میل سے نکل جائیں، اس درمیان میں سب دعا بہ کوشش تمام کرو۔ یہاں کی دعا یہ ہے:

رَبِّ عَالَمِينَ اغْفِرْ لِي وَارْحَمْ وَأَنْتَ الْكَرِيمُ^۱۔

(۲۳) دوسرے میل سے نکل کر پھر آہستہ ہو لو یہاں تک کہ مروہ پہنچو، یہاں پہلی سیڑھی چڑھنے بلکہ اس کے قریب کھڑے ہونے سے مروہ پر صعود مل جاتا ہے، یہاں اگرچہ عمارتیں بن جانے سے کعبہ نظر نہیں آتا مگر رو بہ کعبہ ہو کر جیسا صفا پر کیا تھا کرو، یہ ایک پھیرا ہوا۔

(۲۴) پھر صفا کو جاؤ پھر آؤ، یہاں تک کہ ساتواں پھیرا مروہ پر ختم ہو، ہر پھیرے میں اسی طرح کریں، اس کا نام سعی ہے۔ واضح ہو کہ عمرہ صرف انہی افعال طواف و سعی کا نام ہے، قرآن و تمتع والے کے لیے بھی یہی عمرہ ہو گیا اور افراد والے کے لیے یہ طواف قدوم ہوا یعنی حاضری دربار کا مجرا۔

(۲۵) قرآن یعنی جس نے قرآن کیا ہے اس کے بعد طواف قدوم کی نیت سے ایک طواف و سعی اور بجالائے۔

(۲۶) قارن اور مفرد جن نے افراد کیا تھا بلیک کہتے ہوئے احرام کے ساتھ مکہ میں ٹھہریں، ان کی لبیک دسویں تاریخ رمی جمرہ کے وقت ختم ہوگی، جہی احرام سے نکلیں گے جس کا ذکر ان شاء اللہ تعالیٰ آتا ہے، مگر تمتع جس نے تمتع کیا تھا وہ اور معتمر یعنی نرا عمرہ کرنے والا شروع طواف کعبہ معظمہ سے سنگ اسود شریف کا پہلا بوسہ لیتے ہی لبیک چھوڑ دیں اور طواف و سعی مذکور کے بعد حلق کریں یعنی مرد سارا سر منڈا دیں یا تقصیر یعنی مرد و عورت بال کتروائیں اور احرام عہد^۲ سے باہر آئیں، پھر تمتع چاہے تو آٹھویں ذی الحجہ تک بے احرام رہے، مگر افضل یہ ہے کہ جلد حج کا احرام باندھ لے، اگر یہ خیال نہ ہو کہ دن زیادہ ہیں یہ

عہد^۱: اے میرے رب بخش دے اور رحم فرما تو ہی سب سے زیادہ عزت والا سب سے بڑھ کر کرم والا ۱۲ (م)

عہد^۲: کبھی احرام کے ساتھ ہی منیٰ میں قربانی کے لیے جانور ہمراہ لیتے ہیں اسے سوق ہدی کہتے ہیں، اگر کسی تمتع نے ایسا احرام باندھا تو اب عمرہ کے بعد احرام کھولنا جائز ہوگا بلکہ قارن کی طرح احرام میں رہے اور لبیک کہہ کر یہاں تک کہ دسویں کو رمی کے ساتھ لبیک چھوڑے، پھر قربانی کے بعد حلق یا تقصیر کر کے احرام سے باہر آئے ۱۲ (م)

^۱ مسلک منقطع مع ارشاد الساری باب السعی بین الصفا والمروة دار الکتب العربی بیروت ص ۱۱

قیدیں نہ نبھیں گی۔

تنبیہ: طواف قدوم میں اضطباع و رمل اور اس کے بعد صفا و مروہ میں سعی ضرور نہیں، مگر اب نہ کرے گا تو طواف الزیارت میں کہ حج کا طواف فرض ہے جس کا ذکر ان شاء اللہ آتا ہے، یہ سب کام کرنے ہوں گے، اور اس وقت ہجوم بہت ہوتا ہے عجب نہیں کہ طواف میں رمل اور سعی میں دوڑنا نہ ہو سکے اور اس وقت ہو چکا تو طواف میں ان کی حاجت نہ ہوگی، لہذا ہم نے ان کو مطلقاً داخل ترکیب کر دیا۔

(۲۷) مفرد و قارن توجج کے رمل و سعی سے طواف قدوم میں فارغ ہو لیے مگر متمتع نے جو طواف و سعی کیے وہ عمرہ کے تھے، حج کے رمل و سعی اس سے ادا نہ ہوئے اور اس پر طواف قدوم ہے نہیں کہ قارن کی طرح اس میں یہ امور کر کے فراغت پالے، لہذا اگر وہ بھی پہلے سے فارغ ہو لینا چاہے تو جب حج کا احرام باندھے گا اس کے بعد ایک نفل طواف میں رمل و سعی کرے اب اسے طواف الزیارت میں ان کی حاجت نہ ہوگی،

(۲۸) اب یہ سب حجاج، قارن، متمتع، مفرد، کوئی ہو، کہ منیٰ جانے کے لیے مکہ معظمہ میں آٹھویں تاریخ کا انتظار کر رہے ہیں، ایام اقامت میں جس قدر ہو سکے نرا طواف بے اضطباع و رمل و سعی کرتے رہیں، باہر والوں کے لیے یہ سب سے بہتر عبادت ہے اور ہر سات پھیروں پر مقام ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام میں دو رکعت پڑھیں۔

(۲۹) اب خواہ منیٰ سے واپسی پر جب کبھی رات میں جتنی بار کعبہ معظمہ پر نظر پڑے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ تین تین بار کہیں اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود بھیجیں، دعا کریں کہ یہ وقت قبول ہے،

(۳۰) طواف اگرچہ نفل ہو اس میں یہ باتیں حرام ہیں:

بے وضو طواف کرنا، کوئی عضو جو ستر میں داخل ہے اس کا چہرہ کھلا ہونا مثلاً ران یا آزاد عورت کا کان، بے مجبوری سواری پر یا کسی کی گود میں یا کندھوں پر طواف کرنا، بلا عذر بیٹھ کر سر کنایا گھٹنوں چلنا، کعبہ کو داہنے ہاتھ پر لے کر الٹا طواف کرنا، طواف میں حطیم کے اندر ہو کر گزرنا، سات پھیروں سے کم کرنا۔

(۳۱) یہ باتیں طواف میں مکروہ ہیں:

افضل بات کرنا،^۱ بیچنا،^۲ خریدنا،^۳ حمد و نعت و منقبت کے سوا کوئی شعر پڑھنا^۴ ذکر یا دعا یا تلاوت یا کوئی کلام بلند آواز سے کرنا۔^۵ ناپاک کپڑے میں طواف کرنا،^۶ رمل یا اضطباع یا بوسہ سنگِ اسود جہاں جہاں ان کا حکم ہے ترک کرنا،^۷ طواف کے پھیروں میں زیادہ فاصلہ دینا یعنی کچھ پھیرے کر لیے پھر دیر تک ٹھہر گئے یا اور^۸ کسی کام میں لگ گئے، باقی پھیرے بعد کو کیے مگر وضو جاتا رہا تو کر آئے یا جماعت قائم ہوئی اور اس نے نماز ابھی نہ پڑھی ہو تو شریک ہو جائے بلکہ جنازہ کی جماعت میں بھی طواف چھوڑ کر رمل کر سکتا ہے، باقی جہاں سے چھوڑا تھا

آکر پورا کرے، "یونہی پیشاب پاخانہ کی ضرورت ہو تو چلا جائے وضو کر کے باقی پورا کرے،" ایک طواف کے بعد جب تک اس کی رکعتیں نہ پڑھ لیں دوسرا طواف شروع کر دینا مگر کراہت نماز کا وقت ہو جیسے صبح صادق سے طلوع آفتاب یا نماز عصر پڑھنے کے بعد سے غروب آفتاب تک کہ اس میں متعدد طواف بے فصل نماز جائز ہیں، وقت کراہت نکل جائے تو ہر طواف کے لیے دو رکعت ادا کرے، "خطبہ امام کے وقت طواف کرنا، ہاں اگر خود پہلی جماعت میں پڑھ چکا تو باقی جماعتوں کے وقت طواف کرنے میں حرج نہیں اور نمازیوں کے سامنے سے گزر سکتا ہے کہ "طواف بھی مثل نماز ہی ہے، طواف میں کچھ کھانا،^{۱۵} پیشاب یا پاخانہ یا ریح کے تقاضے میں طواف کرنا،

(۳۲) یہ باتیں طواف وسعی دونوں میں مباح ہیں:

اسلام کرنا، اجواب دینا،^۳ پانی پینا،^۴ حمد و نعت و منقبت کے اشعار آہستہ پڑھنا، اور^۵ سعی میں کھانا کھا سکتا ہے۔^۱ حاجت کے لیے کلام کرنا،^۶ فتویٰ پوچھنا، فتویٰ دینا۔

(۳۳) طواف کی طرح سعی بھی بلا ضرورت سوار ہو کر یا بیٹھ کر ناجائز و گناہ ہے۔

(۳۴) سعی میں دو باتیں مکروہ ہیں:

۱۔ بے حاجت اس کے پھیروں میں زیادہ فصل دینا مگر جماعت قائم ہو تو چلا جائے، یونہی شرکت جنازہ یا قضائے حاجت یا تجدید وضو کو اگرچہ سعی میں ضرور نہیں، خرید و فروخت،^۲ فضول کلام،^۳ صفایا مروہ پر نہ پڑھنا،^۴ مرد کا مسعی میں بلا عذر نہ دوڑنا،^۵ طواف کے بعد بہت تاخیر کر کے سعی کرنا،^۶ ستر عورت نہ ہونا،^۷ پریشان نظری یعنی ادھر ادھر فضول دیکھنا سعی میں بھی مکروہ ہے اور طواف میں اور زیادہ مکروہ۔

مسئلہ: بے وضو بھی سعی میں کوئی حرج نہیں، ہاں با وضو مستحب ہے،

(۳۵) طواف وسعی کے سب مسائل مذکورہ میں عورتیں بھی شامل ہیں مگر اضطباع،^۲ رمل،^۳ سعی میں دوڑنا ان کے لیے نہیں،^۴ مزاحمت کے ساتھ بوسہ سنگ اسود یا مس رکن یمانی یا اقرب کعبہ یا زمزم کے اندر نظریا^۵ خود پانی بھرنے کی کوشش نہ کریں، یہ باتیں یوں مل سکیں کہ نامحرم سے بدن نہ چھوئے تو خیر ورنہ الگ تھلگ رہنا اس کے لیے سب سے بہتر ہے۔

فصل چہارم منیٰ کی روانگی اور عرفہ کا وقوف

(۱) ساتویں تاریخ مسجد حرام میں بعد نماز ظہر امام خطبہ پڑھے گا اسے سنو۔

(۲) یوم الترویہ کہ آٹھ تاریخ کا نام ہے جس نے احرام نہ باندھا ہو یا باندھ لے اور ایک نفل طواف میں رمل وسعی جیسا کہ اوپر گزرا۔

(۳) جب آفتاب نکل آئے منیٰ کو چلو اور ہو سکے تو پیادہ کہ جب تک مکہ معظمہ پلٹ کر آؤ گے ہر قدم پر سات سو نیکیاں لکھی جائیں گی، سو ہزار کالا کھ، سولہ لاکھ کا کروڑ، سو کروڑ کا ارب، سو ارب کا کھرب، یہ نیکیاں تحمیداً ۷۸ کھرب ۳۰ ارب ہوتی ہیں، اور اللہ کا فضل اس نبی کے صدقہ میں اس امت پر بے شمار ہے جل و علا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ، والحمد للہ رب العالمین۔

(۴) راستے بھر لبیک و دعا اور درود و ثنا کی کثرت کرو۔

(۵) جب منیٰ نظر آئے کہو: اللہمَّ ھٰذِہٖ مِنِّیْ فَاْمُنْ عَلَیْ بِمَا مَنَنْتَ بِہِ عَلٰی اَوْلِیَائِکَ^۱۔

(۶) یہاں رات کو ٹھہرو، آج ظہر سے نویں کی صبح تک پانچ نمازیں مسجد خیف میں پڑھو، آج کل بعض مطوفوں نے یہ نکالی ہے کہ آٹھویں کو منیٰ نہیں ٹھہرتے سیدھے عرفات پہنچتے ہیں، ان کی نہ مانے اور اس سنت عظیمہ کو ہر گز نہ چھوڑے، قافلہ کے اصرار سے ان کو بھی مجبور ہونا پڑے گا،

(۷) شب عرفہ منیٰ میں ذکر و عبادت سے جاگ کر صبح کرو، سونے کے بہت دن پڑے ہیں، اور نہ ہو تو کم از کم عشاء و صبح تو جماعت اولیٰ سے پڑھو کہ شب بیداری کا ثواب ملے گا، اور با وضو سوؤ کہ روح عرش تک بلند ہوگی۔

(۸) صبح تک مستحب وقت نماز پڑھ کر لبیک و ذکر و درود میں مشغول رہو یہاں تک کہ آفتاب کوہ ثبیر پر کہ مسجد خیف شریف کے سامنے ہے چمکے، اب عرفات کو چلو، دل کو خیال غیر سے پاک کرنے میں کوشش کرو کہ آج وہ دن ہے کہ کچھ کاج قبول کریں گے اور کچھ ان کے صدقے بخش دیں گے، محروم ہو جو آج محروم رہا، و سو سے آئیں تو ان سے لڑائی نہ باندھو کہ یوں بھی دشمن کا مطلب حاصل ہے وہ تو یہ چاہتا ہے کہ تم اور خیال میں لگ جاؤ، لڑائی باندھی جائے جب بھی تو اور خیال پڑے، بلکہ ان کی طرف دھیان ہی نہ کرو، یہ سمجھ لو کہ کوئی اور وجود ہے جو ایسے خیالات لا رہا ہے مجھے اپنے رب سے کام ہے یوں ان شاء اللہ وہ مردود و ناکام واپس جائے گا۔

(۹) راستے بھر ذکر و درود میں بسر کرو، بے ضرورت کچھ بات نہ کرو، لبیک کی بار بار کثرت کرتے چلو،

(۱۰) جب نگاہ جبل رحمت پر پڑے ان امور میں اور زیادہ کوشش کرو کہ ان شاء اللہ تعالیٰ وقت قبول ہے۔

عہ: الہی! یہ منیٰ ہے تو مجھ پر وہ احسان کر جو تو نے اپنے دوستوں پر کئے^{۱۲} منہ (م)

^۱مکتب ادعیہ الحج والعمرة ملحق ارشاد الساری فصل فاذا کان الیوم الثانی الخ دار الکتب العربیہ بیروت ص ۱۷

(۱۱) عرفات میں اس کوہ مبارک کے پاس یا جہاں جگہ ملے شارع عام سے بچ کر اترو۔

(۱۲) آج کے ہجوم میں کہ لاکھوں آدمی، ہزاروں ڈیرے خیمے ہوتے ہیں، اپنے ڈیرے سے جا کر واپسی میں اس کا ملنا دشوار ہوتا ہے اس لیے پہچان کا نشان قائم کر کے دور سے نظر آئے۔

(۱۳) مستورات ساتھ ہوں تو ان کے برقعہ پر کوئی خاص کپڑا علامت چمکتے رنگ کا لگا دو کہ دور سے دیکھ کر تمیز کر سکو اور دل میں تشویش نہ رہے۔

(۱۴) دوپہر تک زیادہ وقت اللہ کے حضور زاری اور باخلاص نیت حسب استطاعت تصدق و خیرات و ذکر و لبیک و درود و دعا و استغفار و کلمہ توحید میں مشغول رہو، حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: سب سے بہتر وہ چیز جو آج کے دن میں نے اور مجھ سے پہلے انبیاء نے کبھی یہ ہے:

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَيُمِيتُ ط وَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ ط بَيِّدَهُ الْخَبِيرُ ط وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ^۱

(۱۵) دوپہر سے پہلے کھانے پینے وغیرہ ضروریات سے فارغ ہو لو کہ دل کسی طرف لگانہ رہے، آج کے دن جیسے حاجی کو روزہ مناسب نہیں کہ دعا میں ضعف ہوگا، یونہی پیٹ بھر کر کھانا سخت ضرر اور غفلت و کسل کا باعث ہے، تین روٹی کی بھوک والا ایک ہی کھائے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تو ہمیشہ کے لیے یہی حکم دیا ہے، اور خود دنیا سے تشریف لے گئے اور جو کی روٹی کبھی پیٹ بھر کر نہ کھائی حالانکہ اللہ کے حکم سے تمام جہان اختیار میں تھا اور ہے، اور اگر انوار و برکات لینا چاہو تو صرف آج بلکہ حرمین شریفین میں جب تک حاضر ہو تہائی پیٹ سے زیادہ ہر گز نہ کھاؤ، مانو گے تو اس کا فائدہ، نہ مانو گے تو اس کا نقصان آنکھوں سے دیکھ لو گے، ہفتہ بھر اس پر عمل کر کے تو دیکھو، اگلی حالت سے فرق نہ پاؤ، جی کہنا جی بچے تو کھانے پینے کے بہت دن ہیں، یہاں تو نور و ذوق کے لیے جگہ خالی رکھو۔

بھراتن دوبارہ کیا بھرے گا

عہ: اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں، وہ ایک اکیلا، اس کا کوئی سا جھی نہیں، اسی کی بادشاہی ہے اور اسی کے لیے سب خوبیاں، وہی جلائے وہ ماریے، اور وہ زندہ ہے کہ کبھی نہ مرے گا، سب بھلائیاں اسی کے قبضہ میں ہیں اور وہ سب کچھ کر سکتا ہے ۱۲ (م)

^۱ کتاب ادعیۃ الحج والعمرة ملحق ارشاد الساری فصل فی التوجہ الی العرفات دار الکتب العربی بیروت ص ۱۷

(۱۶) جب دوپہر قریب آئے نہاؤ کہ سنتِ موکدہ ہے اور نہ ہو سکے تو صرف وضو۔

(۱۷) دوپہر ڈھلتے ہی بلکہ اس سے پہلے کہ امام کے قریب جگہ ملے مسجد نمبرہ جاؤ سنتیں پڑھ کر خطبہ سن کر امام کے ساتھ ظہر پڑھو، بیچ میں سلام و قیام تو کیا معنی سنتیں بھی نہ پڑھو، اور بعد عصر بھی نفل نہیں، یہ ظہر و عصر ملا کر پڑھنا جہی جائز ہے کہ نماز یا تو سلطان خود پڑھائے یا وہ جو حج میں اس کا نائب ہو کر آتا ہے، جس نے ظہر اکیلے یا اپنی خاص جماعت سے پڑھی اسے وقت سے پہلے عصر پڑھنا حلال نہ ہوگا، اور جس حکمت کے لیے شرع نے یہاں ظہر کے ساتھ عصر ملانے کا حکم فرمایا ہے یعنی غروب آفتاب تک دعا کے لیے وقت خالی ملتا ہے وہ جاتی رہے گی،

(۱۸) خیال کرو جب شرع کو یہ وقت دعا کے لیے فارغ کرنے کا اس قدر اہتمام ہے تو اس وقت اور کام میں مشغولی کس قدر بیہودہ ہے، بعض احمقوں کو دیکھا ہے کہ امام تو نماز میں ہے یا نماز پڑھ کر موقف^{عہ} کو گیا اور وہ کھانے پینے حقے چائے اڑانے میں مصروف ہیں خبردار ایسا نہ کرو، امام کے ساتھ نماز پڑھتے ہی فوراً موقف کو روانہ ہو جاؤ، اور ممکن ہو تو اونٹ پر کہ سنت بھی ہے اور ہجوم میں دبے کچلنے سے محافظت بھی۔

(۱۹) بعض مطوف اس مجمع میں جانے سے منع کرتے ہیں اور طرح طرح سے ڈراتے ہیں ان کی نہ سنو کہ وہ خاص نزول رحمت عام کی جگہ ہے، ہاں عورات اور کمزور مرد یہیں کھڑے ہوئے دعا میں شامل ہوں کہ بطنِ عرنہ^{عہ} کے سوا یہ سارا میدان موقف ہے اور یہ لوگ بھی تصور یہی کریں کہ ہم اس مجمع میں حاضر ہیں اپنی ڈیڑھ اینٹ کی الگ نہ سمجھیں، اس مجمع میں یقیناً بکثرت اولیاء بلکہ الیاس و خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام نبی اللہ موجود ہیں، یہ تصور کریں کہ انوار و برکات جو اس مجمع میں ان پر اترا ہے ہیں ان کا صدقہ ہم بھکاریوں کو بھی پہنچتا ہے، یوں الگ ہو کر بھی شامل رہیں گے، اور جس سے ہو سکے تو وہاں کی حاضری چھوڑنے کی چیز نہیں۔

(۲۰) افضل یہ ہے کہ امام سے نزدیک جبلِ رحمت کے قریب جہاں سیاہ پتھر کا فرش ہے رو بقبلہ پس پشت امام کھڑا ہو جبکہ ان فضائل کے حصول میں دقت یا کسی کی اذیت نہ ہو ورنہ جہاں اور جس طرح ہو سکے وقوف^{عہ} کرو۔ امام کی دہنی جانب اور بائیں رو برو سے افضل ہے، یہ وقوف ہی حج کی جان اور اس کا بڑا رکن ہے۔

عہ ۱: وہ جگہ کہ نماز کے بعد سے غروب آفتاب تک وہاں کھڑے ہو کر ذکر و دعا کا حکم ہے۔ (م)

عہ ۲: بطنِ عرنہ عرفات میں حرم کے نالوں میں سے ایک نالہ ہے مسجد نمبرہ کے مغرب یعنی مکہ معظمہ کی طرف وہاں موقف محض ناجائز ہے۔ (م)

عہ ۳: وہاں ذکر و دعا کے لیے کھڑا ہونا۔ (م)

(۲۱) بعض جاہل یہ حرکت کرتے ہیں کہ پہاڑ پر چڑھ جاتے ہیں اور وہاں کھڑے رومال ہلاتے رہتے ہیں اس سے بچو اور ان کی طرف بھی، برا خیال نہ کرو، یہ وقت اوروں کے عیب دیکھنے کا نہیں اپنے عیبوں پر شرمساری اور گریہ وزاری کا ہے۔

(۲۲) اب وہ کہ یہاں ہیں اور کہ ڈیروں میں ہیں سب ہمہ تن صدق دل سے اپنے کریم مہربان رب کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور میدان قیامت میں حساب اعمال کے لیے اس کے حضور حاضری کا تصور کرو، نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ لرزتے، کانپتے، ڈرتے، امید کرتے، آنکھیں بند کیے، گردن جھکائے، دست دعا آسمان کی طرف سر سے اونچے پھیلاؤ، تکبیر، تہلیل، تسبیح، لبیک، حمد، ذکر، دعا، توبہ، استغفار میں ڈوب جاؤ، کوشش کرو کہ ایک قطرہ آنسوؤں کا ٹپکے کہ دلیل اجابت و سعادت ہے ورنہ رونے کا سامنہ بناؤ کہ اچھوں کی صورت بھی اچھی، اثنائے دعا و ذکر میں لبیک کی بار بار تکرار کرو۔ آج کے دن کی دعائیں بہت منقول ہیں، اور دعائے جامع کہ اوپر گزری کافی ہے، چند بار اسے کہہ لو، اور سب سے بہتر یہ ہے کہ سارا وقت درود، ذکر، تلاوت قرآن میں گزارو کہ بوعده حدیث دعا والوں سے زیادہ پاؤ گے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دامن پکڑو، غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے توسل کرو، اپنے گناہ اور اس کی قہاری یاد کرو بید کی طرح لرزو اور یقین جانو کہ اس کی مار سے اسی کے پاس پناہ ہے۔ اس سے بھاگ کر کہیں جانہیں سکتے، اس کے در کے سوا کہیں ٹھکانا نہیں، لہذا ان شفیعوں کا دامن لیے اس کے عذاب سے اسی کی پناہ مانگو اور اسی حالت میں رہو کہ کبھی اس کی رحمت عام کی امید سے مرجھا یا دل نہال ہو جاتا ہے اور یونہی تضرع وزاری میں رہو یہاں تک کہ آفتاب ڈوب جائے اور رات کا لطیف جزا آجائے اس سے پہلے کوچ منع ہے، بعض جلد باز دن ہی سے چل دیتے ہیں ان کا ساتھ نہ دو۔ غروب تک ٹھہرنے کی ضرورت نہ ہوتی تو عصر ظہر سے ملا کر پڑھنے کا حکم کیوں ہوتا، اور کیا معلوم کہ رحمت الہی کس وقت توجہ فرمائے، اگر تمہارے چل دینے کے بعد اتنی تو معاذ اللہ کیسا خسارہ ہے، اور اگر غروب سے پہلے حدود عرفات سے نکل گئے جب تو پورا جرم ہے اور جرمانے میں قربانی دینی آئے گی، بعض مطوف یوں ڈراتے ہیں کہ رات میں خطرہ ہے یہ دوا یک کے لیے ٹھیک ہے اور جب قافلہ کا قافلہ ٹھہرے گا تو ان شاء اللہ کچھ اندیشہ نہیں۔

(۲۳) ایک ادب واجب الحفظ اس روز کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سچے وعدوں پر بھروسہ کر کے یقین کرے کہ آج میں گناہوں سے ایسا پاک ہو گیا جیسا جس دن ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا، اب کوشش کرو کہ آئندہ گناہ نہ ہوں اور جو داغ اللہ تعالیٰ نے بمحض رحمت میری پیشانی سے دھویا ہے پھر نہ لگے،

(۲۴) یہاں یہ باتیں مکروہ ہیں۔ غروب آفتاب سے پہلے وقوف چھوڑ کر روانگی جب کہ غروب تک

حدود عرفات سے باہر نہ ہو جائے ورنہ حرام ہے۔ نماز ظہر و عصر ملانے کے بعد موقف کو جانے میں دیر اس وقت سے غروب تک کھانے پینے یا توجہ بخدا کسی کام میں مشغول ہونا، کوئی دنیوی بات کرنا، غروب پر یقین ہو جانے کے بعد روانگی میں تاخیر کرنا، مغرب یا عشاء عرفات میں پڑھنا،

تنبیہ: موقوف میں چھتری لگانے یا کسی طرح سایہ چاہنے سے حتی المقدور بچو، ہاں جو مجبور ہے معذور ہے،

تنبیہ ضروری، اشد ضروری

بد نگاہی ہمیشہ حرام ہے نہ کہ احرام میں نہ کہ موقف میں، یا مسجد الحرام میں نہ کہ کعبہ معظمہ کے سامنے نہ کہ طواف، بیت الحرام میں، یہ تمہارے بہت امتحان کا موقع ہے۔ عورتوں کو حکم دیا گیا ہے کہ یہاں منہ نہ چھپاؤ اور تمہیں حکم دیا گیا ہے کہ ان کی طرف نگاہ نہ کرو، یقین جانو کہ یہ بڑے عزت والے بادشاہ کی باندیاں ہیں اور اس وقت تم اور وہ سب خاص دربار میں حاضر ہو کر بلا تشبیہ شیر کا بچہ اس کی بغل میں ہو اس وقت کون اس کی طرف نگاہ اٹھا سکتا ہے، تو اللہ تعالیٰ واحد قہار کی کنیزیں کہ اس کے خاص دربار میں حاضر ہیں ان پر بد نگاہی کس قدر سخت ہوگی وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْأَعْلٰیؕ (اور اللہ تعالیٰ ہی کی شان سب سے بلند ہے) ہاں ہاں ہوشیار، ایمان بچائے ہوئے، قلب و نگاہ سنبھالے ہوئے، حرم وہ جگہ ہے جہاں گناہ کے ارادے پر پکڑا جاتا ہے اور ایک گناہ لاکھ گناہ کے برابر ٹھہرتا ہے، الہی! خیر کی توفیق دے۔ آمین!

فصل پنجم منیٰ و مزدلفہ و باقی افعال حج

- (۱) جب غروب آفتاب کا یقین ہو جائے فوراً مزدلفہ کو چلو، اور امام کا ساتھ افضل ہے مگر وہ دیر کرے تو اس کا انتظار نہ کرو۔
- (۲) راستے بھر ذکر، درود و دعا لیک و زاری و بکا میں مصروف رہو۔
- (۳) راستہ میں جہاں گنجائش پاؤ اور اپنی یاد دوسرے کی ایذا کا احتمال نہ ہو تو اتنی دیر اتنی دور تیز چلو، پیادہ ہو خواہ سوار۔
- (۴) جب مزدلفہ نظر آئے بشرط قدرت پیادہ ہو لینا بہتر ہے اور نہ داخل ہونا افضل ہے۔
- (۵) وہاں پہنچ کر حتی الامکان جبل قریح کے پاس راستے سے بچ کر اترو ورنہ جہاں جگہ ملے۔
- (۶) غالباً وہاں پہنچتے پہنچتے شفق ڈوب جائے گی، مغرب کا وقت نکل جائے گا، اونٹ کھولنے،

اسباب اتارنے سے پہلے امام کے ساتھ مغرب و عشاء پڑھو، اور اگر وقت باقی رہے جب بھی ابھی مغرب ہر گز نہ پڑھو نہ راہ میں کہ اس دن یہاں نماز مغرب وقت مغرب میں پڑھنا گناہ ہے اگر پڑھ لو گے عشاء کے وقت پھر پڑھنی ہوگی، غرض یہاں پہنچ کر مغرب و عشاء میں بہ نیت ادا نہ کہ بہ نیت قضاء حتی الامکان امام کے ساتھ پڑھو، اس کا سلام ہوتے ہی معا عشاء کی جماعت ہوگی، عشاء کے فرض پڑھو، اس کے بعد مغرب و عشا کی سنتیں اور وتر پڑھو، اگر امام کے ساتھ نماز مل سکے تو اپنی جماعت کر لو اور نہ ہو سکے تو تنہا پڑھو۔

(۷) باقی رات ذکر لبیک و درود و دعا میں گزار رو کہ یہ بہت افضل جگہ ہے اور بہت افضل رات ہے زندگی ہو تو اور سونے کو بہت سی راتیں ملیں گی اور یہاں یہ رات خدا جانے دوبارہ کیسے ملے اور نہ ہو سکے تو خیر با طہارت سو رہو کہ فضول باتوں سے سونا بہتر ہے اور اتنے پہلے اٹھ کر صبح چمکنے سے پہلے ضروریات و طہارت سے فارغ ہو لو، آج نماز صبح بہت اندھیرے سے پڑھی جائے گی، کوشش کرو کہ جماعت امام بلکہ پہلی تکبیر فوت نہ ہو کہ عشاء و صبح جماعت سے پڑھنے والا پوری شب بیداری کا ثواب پاتا ہے۔

(۸) اب دربارہ اعظم کی دوسری حاضری کا وقت آیا۔ ہاں ہاں کرم کے دروازے کھولے گئے ہیں کل عرفات میں حقوق اللہ معاف، یہاں حقوق العباد معاف فرمانے کا وعدہ ہے۔ مشعر الحرام میں یعنی خاص پہاڑی پر اور جگہ نہ ملے تو اس کے دامن میں، اور نہ ہو سکے تو وادی محسر کے سوا جہاں گنجائش پاؤ و قوف کرو اور تمام باتیں کہ وقوف عرفات میں مذکور ہوئیں ملحوظ رکھو۔

(۹) جب طلوع آفتاب میں دو رکعت پڑھنے کا وقت رہ جائے امام کے ساتھ منیٰ کو چلو اور یہاں سے ساتھ چھوٹی چھوٹی کنکریاں دانہ خرمائے برابر پاک جگہ سے اٹھا کر تین بار دھولو کسی پتھر کو توڑ کر کنکریاں نہ بناؤ۔

(۱۰) راستے بھر بدستور ذکر و دعا و درود و بکثرت لبیک میں مشغول رہو۔

(۱۱) جب وادی محسر پہنچو پانچ سو پنتالیس ہاتھ بہت جلدی تیزی کے ساتھ چل کر نکل جاؤ مگر نہ وہ تیزی جس سے کسی کو ایذا ہو اور اس عرصہ میں یہ دعا کرتے جاؤ: **اللَّهُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِكَ وَلَا تَهْلِكْنَا بَعْدَ اِيَّاكَ**

عہ: ۱: یہ منیٰ مزدلفہ کے بیچ میں ایک نالہ دونوں کی حدود سے خارج مزدلفہ سے منیٰ کو جاتے بائیں ہاتھ کو جو پہاڑ پڑتا ہے اس کی چوٹی سے شروع ہو کر ۵۴۵ ہاتھ تک ہے یہاں اصحاب الفیل آ کر ٹھہرے تھے اور ان پر عذاب ابابیل اترا تھا اس سے جلد گزرنا اور عذاب الہی سے پناہ مانگنا چاہئے ۱۲ منہ (م)

عہ: ۲: الہی! اپنے غضب سے ہمیں قتل نہ کرو اور اپنے عذاب سے ہمیں ہلاک نہ کرو اور اس سے پہلے ہمیں عافیت دے۔ ۱۲ منہ (م)

وَعَاَفَنَّا قَبْلَ ذَلِكَ^۱

(۱۲) جب منیٰ نظر آئے وہی دعا پڑھو جو مکہ سے آتے منیٰ کو دیکھ کر پڑھی تھی۔

(۱۳) جب منیٰ پہنچو سب کاموں سے پہلے جمرۃ العقبہ^۲ کو جاؤ جو ادھر سے بچھلا، جمرہ ہے اور مکہ معظمہ سے پہلے نالے کے وسط میں، سواری پر جمرے سے پانچ ہاتھ بٹے ہوئے یوں کھڑے ہو کہ منیٰ داپنے ہاتھ پر اور کعبہ بایں کو اور جمرہ کی طرف منہ ہو، سات کنکریاں جدا جدا سیدھا ہاتھ اٹھا کر کہ سیدی بغل ظاہر ہو ہر ایک پر بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر مارو۔ بہتر یہ ہے کہ کنکریاں جمرہ تک پہنچیں ورنہ تین ہاتھ کے فاصلے پر گریں۔ اس سے زیادہ فاصلے پر گری تو وہ کنکری شمار میں نہ آئے گی۔ پہلی کنکری سے لبیک موقوف کرو۔

(۱۴) جب سات پوری ہو جائیں وہاں نہ ٹھہرو، فوراً ذکر کرو، دعا کرتے پلٹ آؤ۔

(۱۵) اب قربانی میں مشغول ہو، یہ وہ قربانی نہیں جو عید میں ہوتی ہے کہ وہ تو مسافر پر اصلاً نہیں اور مقیم مالدار پر واجب ہے اگر چہ حج میں ہو بلکہ یہ حج کا شکرانہ ہے۔ قارن و متمتع پر واجب اگر چہ فقیر ہو۔ اور مفرد کے لیے مستحب اگر چہ غنی ہو، جانور کی عمرو اعضاء میں وہی شرطیں ہیں جو عید کی قربانی میں۔

(۱۶) ذبح کرنا آتا ہو تو آپ ذبح کرو کہ سنت ہے ورنہ وقت ذبح حاضر رہو۔

(۱۷) رو قبلہ لٹا کر خود بھی رو قبلہ رہو اور تکبیر کہتے ہوئے نہایت تیز چھری سے بہت جلد اتنی پھیرو کہ چاروں رگیں کٹ جائیں، زیادہ ہاتھ نہ بڑھاؤ کہ بے سبب کی تکلیف ہے۔

عہ ۱: منیٰ اور مکہ کے بیچ میں تین ستون بنے ہوئے ہیں ان کو جمرہ کہتے ہیں، پہلا جو منیٰ سے قریب ہے جمرہ اولیٰ کہلاتا ہے اور بیچ کا جمرہ وسطیٰ اور اخیر کا مکہ معظمہ سے قریب ہے جمرۃ العقبیٰ^۳ (م)

عہ ۲: مسئلہ: محتاج محض جس کی ملک میں نہ قربانی کے لائق کوئی جانور ہو نہ اتنا نقد یا اسباب کہ اسے بیچ کر لے سکے وہ اگر قرآن یا تمتع کی نیت کرے گا تو اس پر قربانی کے بدلے دس روزے واجب ہوں گے تین توجج کے مہینوں میں یعنی یکم شوال سے نویں ذی الحج تک احرام باندھنے کے بعد اس بیچ میں جب چاہے رکھ لے ایک ساتھ خواہ جدا جدا۔ اور بہتر ہے ۷، ۸ اور ۹ کو ہوں اور باقی سات تیرہویں کے بعد جب چاہے رکھے، اور بہتر یہ ہے کہ گھر پہنچ کر ہوں۔ (م)

^۱ مسلک منقسط مع ارشاد الساری فصل فی آداب التوجہ الی منیٰ دار الکتاب العربی بیروت ص ۸۸
^۲ کتاب اوعیہ الحج والعمرة ملحق ارشاد الساری فصل فاذا کان یوم الثانی الخ دار الکتاب العربی بیروت ص ۷۱

(۱۸) بہتر یہ ہے کہ وقت ذبح قربانی والے جانور کے دونوں ہاتھ اور ایک پاؤں باندھ لو، ذبح کر کے کھول دو۔
 (۱۹) اونٹ ہو تو اسے کھڑا کر کے سینہ میں گلے کے انتہا پر تکبیر کہہ کر نیزہ مارو کہ سنت یونہی ہے اور اس کا ذبح کرنا مکروہ۔ مگر حلال ذبح سے بھی ہو جائے گا اور گلے پر ایک جگہ سے ذبح کرے۔ جاہلوں میں جو مشہور ہے کہ اونٹ تین جگہ سے ذبح ہوتا ہے غلط و خلاف سنت اور مفت کی اذیت و مکروہ ہے۔

(۲۰) کسی ذبیحہ کو جب تک سرد نہ ہو کھال نہ کھینچو، اعضا نہ کاٹو کہ ایذا ہے۔
 (۲۱) یہ قربانی کر کے اپنے اور تمام مسلمانوں کے حج و قربانی قبول ہو جانے کی دعا کرو۔
 (۲۲) بعد قربانی رو بقبلہ بیٹھ کر مرد حلق کریں یعنی سارا سر منڈائیں کہ افضل ہے یا بال کتروائیں کہ رخصت ہے۔ اور عورتوں کو حلق حرام ہے ایک پور برابر بال کتروادیں۔

(۲۳) حلق ہو یا تقصیر دہنی طرف سے ابتداء کرو اور اس وقت **اللّٰهُ اَكْبَرُ ط لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ط وَاللّٰهُ اَكْبَرُ ط**
اللّٰهُ اَكْبَرُ ط وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ ط بعد فراغت بھی کہو، سب مسلمانوں کی بخشش مانگو۔^۱
 (۲۴) بال دفن کرو اور ہمیشہ بدن سے جو چیز بال، ناخن، کھال جدا ہو دفن کرو۔
 (۲۵) یہاں حلق یا تقصیر سے پہلے ناخن نہ کترائے، خطہ نہ بنوائے۔

(۲۶) اب عورت سے صحبت کرنے، شہوت سے ہاتھ لگانے، گلے لگانے، بوسہ لینے، دیکھنے کے سوا جو کچھ احرام نے حرام کیا تھا سب حلال ہو گیا۔

(۲۷) افضل یہ ہے کہ آج دسویں ہی تاریخ فرض طواف کے لیے جسے طواف الزیارة کہتے ہیں مکہ معظمہ جاؤ بدستور مذکورہ پیادہ باطہارت و ستر عورت طواف کرو مگر اس طواف میں اضطباع نہیں۔

(۲۸) قارن و مفرد طواف قدوم میں اور متمتع بعد احرام حج کسی طواف نفل میں حج کے رمل و سعی دونوں خواہ صرف سعی کر چکے ہوں تو اس طواف میں رمل و سعی کچھ نہ کریں اور اگر اس میں رمل و سعی کچھ نہ کیا ہو یا صرف رمل کیا ہو یا جس طواف میں کئے تھے وہ عمرہ کا تھا جیسے قارن و متمتع کا پہلا طواف یا وہ طواف بے طہارت کیا تھا تو ان چاروں صورتوں میں رمل و سعی دونوں اس طواف فرض میں کریں۔

(۲۹) کمزور اور عورتیں اگر بھیڑ کے سبب دسویں کو نہ جائیں تو اس کے بعد گیارہویں کو افضل ہے اور اس دن یہ بڑا نفع ہے کہ مطاف خالی ملتا ہے، گنتی کے بیس بیس آدمی ہوتے ہیں۔ عورتوں کو بھی باطمینان تمام

^۱ مسلک منقطع مع ارشاد الساری فصل فی الحلق و التقصیر دار الکتب العربی بیروت ص ۱۵۲

ہر پھیرے میں سنگ اسود کا بوسہ ملتا ہے۔

(۳۰) جو گیارہویں کو نہ جائے بارہویں کو کر لے۔ اس کے بعد بلا عذر تاخیر گناہ ہے۔ جرمانہ میں ایک قربانی ہوگی، ہاں مثلاً عورت کو حیض یا نفاس آگیا تو وہ ان کے ختم کے بعد کرے۔

(۳۱) بہر حال بعد طواف دو رکعت ضرور پڑھیں۔ اس طواف سے عورتیں بھی حلال ہو جائیں گی، حج پورا ہو گیا کہ اس کا دوسرا رکن یہ طواف تھا۔

(۳۲) دسویں، گیارہویں، بارہویں راتیں منیٰ ہی میں بسر کرنا سنت ہے، نہ مزدلفہ میں نہ مکہ میں نہ راہ میں۔ تو جو دس یا گیارہ کو طواف کے لیے گیا واپس آ کر رات منیٰ ہی میں گزارے۔

(۳۳) گیارہویں تاریخ بعد نماز ظہر امام کا خطبہ سن کر پھر رمی کو چلو، ان ایام میں رمی جمرۃ اولیٰ سے شروع کرو جو مسجد خیف سے قریب مزدلفہ کی طرف ہے اس کی رمی کو راہ مکہ کی طرف سے آکر چڑھو کہ یہ جگہ بہ نسبت جمرۃ العقبہ کے مبہلند ہے، یہاں رو بہ کعبہ سات کنکریاں بطور مذکور مار کر جمرہ سے کچھ آگے بڑھ جاؤ اور دعا میں ہاتھ یوں اٹھاؤ کہ ہتھیلیاں قبلہ کو رہیں، حضور قلب سے حمد و درود و دعا و استغفار میں کم سے کم بیس آیتیں پڑھنے کی قدر مشغول ہو ورنہ پون پارہ یا سورہ بقرہ پڑھنے کی مقدار تک۔

(۳۴) پھر جمرہ وسطیٰ پر جا کر ایسا ہی کرو۔

(۳۵) پھر جمرہ عقبہ پر مگر یہاں رمی کر کے نہ ٹھہرو، معالط آؤ۔ پلٹنے میں دعا کرو۔

(۳۶) بعینہ اسی طرح بارہویں تاریخ تینوں جمرے بعد زوال رمی کرو۔ بعض لوگ آج دوپہر سے پہلے رمی کر کے مکہ معظمہ کو چل دیتے ہیں، یہ ہمارے اصل مذہب کے خلاف اور ایک ضعیف روایت ہے۔

(۳۷) بارہویں کی رمی کر کے غروب آفتاب سے پہلے اختیار ہے کہ مکہ معظمہ روانہ ہو جاؤ۔ مگر بعد غروب چلا جانا معیوب ہے۔ اب ایک دن اور ٹھہرنا اور تیرہویں کو بدستور دوپہر ڈھلے رمی کر کے مکہ جانا ہوگا اور یہی افضل ہے مگر عام لوگ بارہویں کو چلے جاتے ہیں تو ایک رات دن یہاں قیام میں قلیل جماعت کو دقت ہے۔

(۳۸) حلق رمی سے پہلے جائز نہیں۔

(۳۹) گیارہویں بارہویں کی رمی دوپہر سے پہلے اصلاً صحیح نہیں۔

(۴۰) رمی میں یہ امور مکروہ ہیں:

۱۔ دسویں کی رمی دوپہر بعد کرنا، تیرہویں کی رمی دوپہر سے پہلے کرنا، ۲۔ رمی میں بڑا پتھر مارنا، ۳۔ توڑ کر بڑے پتھر کی کنکریاں مارنا، ۴۔ جمرہ کے نیچے جو کنکریاں پڑی ہیں اٹھا کر مارنا کہ یہ مردود کنکریاں ہیں جو قبول ہوتی ہیں۔ قیامت کے دن نیکیوں کے پلے میں رکھنے کو اٹھائی جاتی ہیں ورنہ جمرہ کے گرد پہاڑ جمع ہو جاتے، ۵۔ ناپاک کنکریاں مارنا، سات

سے زیادہ مارنا۔ رمی کے لیے جو جہت مذکور ہوئی اس کا خلاف کرنا، جمرہ سے پانچ ہاتھ سے کم فاصلہ پر کھڑا ہونا، زیادہ کا مضائقہ نہیں، جمرہ میں خلاف ترتیب کرنا، مارنے کے بدلے کنکری جمرے کے پاس ڈال دینا۔

(۴۱) اخیر دن یعنی بارہویں خواہ تیرہویں کو جب منیٰ سے رخصت ہو کر مکہ معظمہ چلو تو وادی محصب عہ میں کہ جنۃ المعلیٰ کے قریب ہے سواری سے اتر لو بے اترے کچھ دیر ٹھہر کر مشغول دعا ہو، اور افضل یہ ہے کہ عشاء تک نمازیں پڑھو ایک نیند لے کر داخل مکہ معظمہ ہو۔

(۴۲) اب تیرہویں کے بعد جب تک مکہ میں ٹھہرو اپنے پیر استاد، ماں باپ خصوصاً حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب و عترت اور حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرف سے جتنے ہو سکیں عمرے کرتے رہو، تنعیم کو جو مکہ معظمہ سے شمال یعنی مدینہ طیبہ کی طرف تین میل کے فاصلے پر ہے جاؤ وہاں سے عمرہ کا احرام جس طرح اوپر بیان ہوا باندھ کر آؤ اور طواف وسعی حسب دستور کر کے حلق یا تقصیر کر لو عمرہ ہو گیا، جو حلق کر چکا اور مثلاً اسی دن دوسرا عمرہ کیا وہ سر پر استرا پھر والے کافی ہے۔ یوں ہی وہ جس کے سر پر قدرتی بال نہ ہوں۔

(۴۳) مکہ معظمہ میں کم از کم ایک بار ختم قرآن مجید سے محروم نہ رہے۔

(۴۴) جنۃ المعلیٰ حاضر ہو کرام المؤمنین خدیجۃ الکبریٰ و دیگر مدفونین کی زیارت کرے۔

(۴۵) مکان ولادت اقدس حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بھی زیارت سے مشرف ہو۔

(۴۶) حضرت عبدالمطلب کی زیارت کریں اور ابوطالب کی قبر پر نہ جاؤ، یونہی جدہ میں جو لوگوں نے حضرت حواری رضی اللہ عنہا کا مزار کئی سو ہاتھ کا بنا رکھا ہے وہاں بھی نہ جاؤ کہ بے اصل ہے۔

(۴۷) علماء کی خدمت سے شرف لو خصوصاً اکابر جیسے آج کل حضرت مولانا عبدالحق صاحب مہاجر الہ آبادی کہ حمید یہ محل کے قریب تشریف فرما اور مسلمانان ہند کے لیے رحمت مجسم ہیں اور حضرت شیخ العلماء مولانا محمد سعید بابصیل اور حضرت شیخ الائمہ مولانا احمد ابوالخیر مروا و قریب صفا اور حضرت عماد السنۃ مولانا شیخ صالح کمال قریب باب الاسلام اور حضرت مولانا سعید اسماعیل آفندی حافظ کتب الحرم حرم شریف کے کتب خانے میں وغیرہم حفظہم عہ اللہ تعالیٰ۔

عہ ۱: جنۃ المعلیٰ کہ مکہ کا قبرستان ہے اس کے پاس ایک پہاڑ ہے اور وہ دوسرے پہاڑ کے سامنے مکہ کو جاتے ہوئے داہنے ہاتھ پر نالے کے پیٹ سے جدا ہے۔ ان دونوں پہاڑوں کے بیچ کا نالہ وادی محصب ہے، جنۃ المعلیٰ محصب میں داخل نہیں۔ (م)

عہ ۲: یہ سب حضرات رخصت ہو چکے ہیں۔ (م)

(۴۸) کعبہ معظمہ کی داخلی کمال سعادت ہے اگر جائز طور پر نصیب ہو، حرم عام میں داخلی ہوتی ہے مگر سخت کش مکش کمزور مرد کا کام ہی نہیں، نہ عورتوں کو ایسے جہوم میں جرات کی اجازت، نہ زبردست مرد اگر آپ ایذا سے بچ بھی گیا تو اوروں کو دھکے دے کر ایذا دے گا۔ اور یہ جائز نہیں۔ نہ یوں حاضری میں کچھ ذوق ملے اور خاص داخلی بے لین دین اور اس پر لینا بھی حرام اور دینا بھی۔ حرام کے ذریعہ ایک مستحب ملا بھی تو وہ بھی حرام ہو گیا، ان مفاسد سے نجات نہ ملے تو حطیم شریف کی حاضری غنیمت جانے اوپر گزرا کہ وہ بھی کعبہ ہی کی زمین ہے اور اگر شاید بن پڑے یوں کہ خدام کعبہ سے ٹھہر جائے کہ داخلی کے عوض میں کچھ نہ دیں گے۔ اس کے بعد یا قبل چاہے ہزاروں روپے دے دو تو کمال آداب ظاہر و باطن کی رعایت سے آنکھیں نیچے کئے، گردن جھکائے گناہوں پر شرماتے۔ جلال رب البیت سے لرزتے کانپتے بسم اللہ کہہ کر پہلے سیدھا پاؤں بڑھا کر داخل ہوا و رسائے کی دیوار تک اتنا پڑھو کہ تین ہاتھ کا فاصلہ رہے۔ وہاں دو رکعت نفل غیر وقت مکروہ میں پڑھو کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مصلیٰ ہے۔ پھر دیوار پر رخسار اور منہ رکھ کر حمد و درود اور دعائیں کوشش کرو۔ یوں ہی نگاہیں نیچے کئے چار گوشوں پر جاؤ اور دعا کرو اور ستونوں سے چٹو اور پھر اس دولت کاملنا اور حج و زیارت کا قبول مانگو اور یونہی آنکھیں نیچے کئے واپس آؤ اور پھر ادھر ادھر ہر گز نہ دیکھو۔ اور بڑے فضل کی امید کرو کہ وہ فرماتا ہے جو اس گھر میں داخل ہوا وہ امان میں۔ والحمد للہ

(۴۹) بچی ہوئی بتی وغیرہ جو یہاں یا مدینہ طیبہ میں خدام دیتے ہیں ہر گز نہ لو بلکہ اپنے پاس سے بتی وہاں روشن کر کے باقی اٹھالو۔

(۵۰) جب عزم رخصت ہو طواف و داع بے رمل و سعی واضطباع بجالاؤ کہ باہر والوں پر واجب ہے۔ ہاں وقت رخصت عورت حیض و نفاس میں ہو تو اس پر نہیں۔ پھر دو رکعت مقام ابراہیم میں پڑھو۔

(۵۱) پھر زمزم پر آکر اسی طرح پانی پیو۔ بدن پر ڈالو۔

(۵۲) پھر دروازہ کعبہ پر کھڑے ہو کر آستانہ پاک کو بوسہ دو اور قبول و بار بار حاضری کی دعا مانگو اور وہی دعائے جامع پڑھو۔

(۵۳) پھر ملتمز پر آکر غلاف کعبہ تھام کر اسی طرح چٹوڑ کر دو اور دعا کی کثرت کرو۔

(۵۴) پھر حجر اسود کو بوسہ دو اور جو آنسو رکھتے ہو گراؤ۔

(۵۵) پھر اٹے پاؤں رخ بہ کعبہ یا سیدھے چلنے میں بار بار پھر کر کعبہ کو حسرت سے دیکھئے۔ اس کی جدائی پر روتے یا رونے کا منہ

بناتے مسجد کریم کے دروازے سے بایاں پاؤں پہلے بڑھا کر نکلو اور دعائے مذکور پڑھو اور اس کے لیے بہتر باب الحزورہ ہے۔

(۵۶) حیض و نفاس والی دروازے پر کھڑے ہو کر کعبہ کو بہ نگاہ حسرت دیکھے اور دعا کرتی پلٹے۔
(۵۷) پھر بقدر قدرت فقرائے مکہ معظمہ پر تصدق کر کے متوجہ سرکار اعظم مدینہ طیبہ ہو، وباللہ التوفیق۔

فصل ششم جرم اور ان کے کفارے

ان کی تفصیل موجب تطویل اور رسالہ مختصر اور وقت قلیل، اور جو طریقے بتادے ہیں ان پر عمل کرنا ان شاء اللہ تعالیٰ جرم مانے سے بچنے کا کفیل۔ لہذا یہاں صرف اجمالاً معدود مسائل کا بیان ہوتا ہے۔

تمبیہ: اس فصل میں جہاں دم کہیں گے اس سے مراد ایک بھیڑ یا بکری ہوگی، اور بدنہ اونٹ یا گائے۔ یہ سب جانور انھیں شرائط کے ہوں جو قربانی میں ہوں، اور صدقہ سے مراد انگہ نری روپے سے ایک سو پچھتر (۱۷۵) روپے آٹھ آنے بھر کہ سو روپے کے سیر سے پونے دو سیر ہوئے اٹھنی بھر اوپر گندم یا اس کے دوئے جو یا کھجور یا ان کی قیمت۔

مسئلہ: جہاں دم کا حکم ہے وہ جرم اگر بیماری یا سخت گرمی یا شدید سردی یا زخم یا پھوڑے یا جُلوؤں کے ایذا کے باعث ہوگا تو اسے جرم غیر اختیاری کہتے ہیں اس میں اختیار ہوگا کہ دم کے بدلے چھ مسکینوں کو ایک ایک صدقہ دے دے یا تین روزے رکھ لے۔ اور اگر اس میں صدقہ کا حکم ہے اور بہ مجبوری کیا تھا اختیار ہوگا کہ صدقے کے بدلے ایک روزہ رکھ لے۔ اب احکام سنئے:

(۱) سلا کپڑا یا خوشبو کا رنگا چار پہر عہ کامل یا لگاتار زیادہ دنوں پہنا تو دم واجب ہے، اور چار پہر سے کم اگرچہ عہ ایک لحظہ تو صدقہ۔

(۲) اگر دن کو پہنا اور رات کو گرمی کے باعث اتار ڈالا، یا رات کو سردی کے سبب پہنا دن کو اتار دیا اور باز آنے کی نیت سے اتارا دوسرے دن پھر پہنا تو دوسرا جرم مانہ ہوگا، اسی طرح جتنی بار کرے۔

(۳) بیماری کے سبب پہنا تو جب تک وہ بیماری رہے گی ایک جرم ہے اور اگر وہ بیماری یقیناً جاتی رہی دوسری بیماری شروع ہو گئی اور اس میں بھی پہننے کی ضرورت ہے جب بھی یہ دوسرا جرم ہوگا مگر غیر اختیاری۔

عہ ۱: چار پہر سے مراد ایک دن یا رات کی مقدار ہے۔ مثلاً طلوع سے غروب یا غروب سے طلوع یا دو پہر سے آدھی رات یا آدھی رات سے دو پہر تک ۲ امنہ (م)

عہ ۲: یعنی لمحہ بھر پہنا اور پھر اتار ڈالنا جب بھی صدقہ ہے ۱۲ امنہ (م)

(۴) بیماری وغیرہ سے اگر سر سے عہہ پاؤں تک سب کپڑے پہننے کی ضرورت ہوئی تو ایک ہی جرم غیر اختیاری ہے اور اگر مثلاً ضرورت صرف عمامہ کی تھی اور اس نے کرتا بھی پہنا تو دو جرم ہیں عمامہ کا غیر اختیاری اور ۲ کرتا کا اختیاری۔

(۵) مرد سارا سر یا چہارم یا مرد خواہ عورت منہ کی ٹکلی ساری یا چہارم چار پہریاز یا زیادہ لگاتار چھپائیں تو دم ہے اور چہارم سے کم چار پہر تک یا زیادہ لگاتار چھپائیں تو دم ہے اور چہارم سے کم چار پہر تک یا چار سے کم اگر چہ سارا سر یا منہ تو صدقہ ہے اور چہارم سے کم کو چار پہر سے کم تک چھپائیں تو گناہ ہے کفارہ نہیں۔

(۶) خوشبو اگر بہت سی لگائی جسے دیکھ کر بہت لوگ بتائیں اگر چہ عضو کے تھوڑے ٹکڑے پر یا کوئی بڑا عضو جیسے سر یا منہ یا ران یا پنڈلی پورا سان دیا اگر چہ تھوڑی ہی خوشبو سے، جب تو اس پر دم ہے، اور اگر تھوڑی سی خوشبو تھوڑے حصے میں لگائی تو صدقہ ہے۔

مسئلہ: سنگ اسود شریف پر خوشبو ملی جاتی ہے وہ اگر بوسہ لینے میں بحالت احرام منہ کو بہت سی لگ گئی تو دم دینا ہوگا اور تھوڑی سے صدقہ۔

(۷) سر پر تیل مہندی کا خضاب کیا کہ بال نہ چھپائے تو ایک دم ہے اور اگر گاڑھی تھوپی اور چار پہر گزرے تو مرد پر دو دم عہہ ہیں اور چار پہر سے کم تو ایک صدقہ عہہ اور ایک دم، اور عورت عہہ ۳ پر بہر حال ایک دم۔

(۸) ایک جلسہ میں کتنے ہی بدن پر خوشبو لگائے ایک جرم اور مختلف جلسوں میں ہر بار نیا جرم۔

(۹) تھوڑی سی خوشبو بدن کے متفرق حصوں عہہ پر لگائی اگر جمع کرنے سے ایک بڑے عضو کا مل کی مقدار ہو جائے تو دم ہے ورنہ صدقہ۔ (۱۰) خوشبو دار سرمہ تین بار یا زیادہ بار لگایا تو دم ہے ورنہ صدقہ۔

عہہ ۱ مسئلہ: یونہی پوری ہتھیلی یا تلوے پر مہندی لگائے تو دم ہے، عورت ہو یا مرد، اور چاروں میں ایک ہی جلسہ میں لگائی تو ایک ہی دم، ورنہ ہر جلسہ پر ایک دم، اور ہاتھ یا پاؤں کے کسی حصہ پر لگائی تو صدقہ ۱۲ منہ (م)

عہہ ۲: ایک سارے عضو پر خوشبو کا دوسرا چار پہر سر چھپانے کا ۱۲ منہ (م)

عہہ ۳: خوشبو پر دم اور چار پہر سے کم سے کم سر چھپانے پر صدقہ ۱۲ منہ (م)

عہہ ۴: صرف خوشبو کا دم ہے اس لیے کہ سر چھپانا تو اسے روا ہے ۲ منہ (م)

عہہ ۵: قیدت بہ لان الطیب الکثیر لایتنقید بکمال | یہ قید اس لیے لگائی ہے کہ کثیر خوشبو کی صورت میں کمال عضو کے ساتھ مقید نہیں کیا جاتا پس متوجہ رہو ۱۲ منہ (ت)

العضو فتنبہ ۱۲ منہ (م)

(۱۱) اگر خالص خوشبو کی چیز اتنی کھائی کہ اکثر منہ عہ میں لگ گئی تو دم ہے ورنہ صدقہ۔

(۱۲) کھانے میں خوشبو اگر پکنے میں پڑی یا فنا ہو گئی جب تو کچھ نہیں ورنہ اگر خوشبو کے اجزاء زیادہ ہوں تو وہ خالص خوشبو کے حکم میں ہے، اور اگر کھانے کا حصہ زیادہ ہے تو عام کتابوں میں مطلق حکم دیا کہ اس میں کفارہ کچھ نہیں، ہاں خوشبو آئی تو کراہت ہے۔

(۱۳) پینے کی چیز میں خوشبو ملائی اگر خوشبو کا حصہ غالب ہے یا تین بار یا زیادہ پیا تو دم ہے ورنہ صدقہ۔
مسئلہ: خمیرہ تمباکو نہ پینا بہتر مگر منع یا کفارہ نہیں عہ۔

(۱۴) اگر چہارم سر یا داڑھی کے بال زیادہ کسی طرح دور کئے تو دم ہے اور کم میں صدقہ۔

(۱۵) اگر چند لا ہے یا داڑھی بہت ہلکی چھدری تو یہ دیکھیں کہ اتنے بال اس جگہ کی چہارم مقدار تک پہنچتے ہیں یا نہیں؟

(۱۶) یونہی چند جگہ سے دور کئے تو لا کر چہارم کی مقدار دیکھیں گے۔

(۱۷) اگر سارے بدن کے بال ایک جلسہ میں دور کئے تو ایک ہی جرم ہے اور مختلف جلسے تو ہر بار نیا جرم۔

(۱۸) مونچھیں اگر چہ پوری ہوں صرف صدقہ ہے۔

(۱۹) گردن یا ایک بغل پوری ہو تو دم ہے اور کم میں اگر چہ نصف یا زائد ہو صدقہ۔ یونہی مونے زیر ناف چہارم کو سب کے برابر ٹھہرانا صرف سر اور داڑھی میں ہے۔

(۲۰) دونوں بغلیں پوری منڈائے جب بھی ایک ہی دم ہے۔

(۲۱) سر اور داڑھی اور زیر ناف اور بغل کے سوا باقی اعضاء کے منڈانے میں صرف صدقہ ہے۔

عہ ۱: اقول: لم يقل فيه الدم كما قال كثيرون لانه لم يلتزق بالكثير فمه، لا يلزم الدم بالخالص فكيف بالمخلوط ووقع ههنا في شرح اللباب في النقل عن الحلبي تحريف او سقط فاجتنبه كما بيناه على هامشه ۱۲ منه (م)

میں کہتا ہوں یہ نہیں کہا اس میں دم ہے جیسا کہ کثیر حضرات نے کہا کیونکہ حجر اسود سے کثیر چہرہ کا حصہ مس نہیں کرتا تو جب خالص خوشبو کی وجہ سے دم لازم نہیں تو مخلوط کے ساتھ کیسے ہوگا یہاں شرح لباب میں حلبي سے نقل کرتے ہوئے تحریف ہو گئی ہے یا الفاظ ساقط ہو گئے ہیں جیسا کہ ہم نے وہاں حاشیہ میں بیان کر دیا

ہے ۱۲ منہ (ت)

جیسا کہ ہم نے تفصیل حاشیہ رد المحتار میں دی ہے۔ (ت)

عہ ۲: كما حققناه في ما على رد المحتار ۱۲ منه (م)

- (۲۲) مونڈنا، کترنا، موچنہ سے لینا، نورہ لگانا سب کا ایک حکم ہے۔
- (۲۳) عورت اگر سارے یا چہارم سر کے بال ایک پورہ برابر کترے تو دم ہے اور کم میں صدقہ۔
- (۲۴) وضو^۱ کرنے یا کھانے یا کنگھی کرنے میں جو بال گرے اس پر بھی پورا صدقہ ہے۔ اور بعض نے کہا دو تین بال تک ہر بال کے لیے ایک مٹھی اناج یا ایک روٹی کا ٹکڑا یا ایک چھوہارا۔
- (۲۵) بال آپ گر جائے بے اس کا ہاتھ لگائے یا بیماری سے تمام بال گر پڑیں تو کچھ نہیں۔
- (۲۶) ایک ہاتھ ایک پاؤں کے پانچوں ناخن کترے یا بیسوں ایک ساتھ تو ایک دم ہے۔ اور اگر کسی ہاتھ پاؤں کے پورے پورے پانچ نہ کترے تو ہر ناخن پر ایک صدقہ، یہاں تک کہ چاروں ہاتھ پاؤں کے چار چار کترے تو سولہ صدقے دے مگر یہ کہ صدقوں کی قیمت ایک دم کے برابر ہو جائے تو کچھ کم کر لے۔
- (۲۷) اگر ایک جلسہ میں ایک ہاتھ یا پاؤں کے کترے، دوسرے میں دوسرے کے، تو دو دم دے، یونہی چار جلسوں میں چاروں کے تو چار دم۔
- (۲۸) کوئی ناخن ٹوٹ گیا کہ اب اگنے کے قابل نہ رہا اس کا بقیہ اس نے کاٹ لیا تو کچھ نہیں۔
- (۲۹) شہوت کے ساتھ بوس و کنار و مساس میں دم^۲ ہے اگرچہ انزال نہ ہو اور بلا شہوت میں کچھ نہیں۔
- (۳۰) اندام نہانی پر نگاہ کرنے سے کچھ نہیں اگرچہ انزال ہو جائے۔ مکروہ ضرور ہے۔
- (۳۱) جلق سے انزال ہو جائے تو دم ہے ورنہ مکروہ ہے۔
- (۳۲) طواف فرض کلی یا اکثر جنابت میں یا حیض و نفاس میں کیا تو بد نہ ہے، اور بے وضو تو دم ہے اور پہلی صورت میں طہارت کے ساتھ اس کا اعادہ واجب، دوسری میں مستحب۔
- (۳۳) نصف سے کم پھیرے بے طہارت کے کئے تو ہر پھیرے کے لیے ایک صدقہ۔
- (۳۴) طواف فرض کلی یا اکثر بلا عذر اپنے پاؤں چل کر نہ کیا بلکہ سواری یا گود میں یا بیٹھے بیٹھے۔
- (۳۵) یا بے ستر عورت کیا مثلاً عورت کی چہارم کلائی یا چہارم سر کے بال کھلے تھے۔
- (۳۶) یا کعبہ کو دہنے ہاتھ پر لے کے الٹا کیا۔
- (۳۷) یا اس میں حطیم کے اندر ہو کر گزرا۔
- (۳۸) یا بارہویں کے بعد کیا تو ان پانچوں صورتوں میں دم دے۔

عہ۱: یہاں بھی جلسہ کا اعتبار چاہے ایک جلسہ میں ایک بال یا کل ٹوٹیں تو ایک صدقہ اور متعدد جلسوں میں تو متعدد ۲ امنہ (م)

عہ۲: مسئلہ: مرد کے ان افعال سے عورت کو لذت آئے تو بھی دم ہے ۲ امنہ (م)

- (۳۹) اس کے چار سے کم پھیرے بالکل نہ کئے تو دم دے دے اور بارہویں کے بعد کئے تو ہر پھیرے پر صدقہ ہے۔
- (۴۰) طواف فرض کے سوا اور کوئی طواف ناپاکی میں کیا تو دم ہے، اور بے وضو تو صدقہ۔
- (۴۱) فرض وغیرہ کوئی طواف ہو جیسے ناقص طور پر کیا کہ کفارہ لازم ہوا، جب کامل اعادہ کر لیا کفارہ اتر گیا مگر بارہویں کے بعد ہونے سے جو نقصان طواف فرض کے سوا کسی پھیرے میں آیا اس کا اعادہ ناممکن بارہویں تو گزر گئی۔
- (۴۲) نجس کپڑوں سے طواف مکروہ ہے کفارہ نہیں۔
- (۴۳) سعی کے چار پھیرے یا زیادہ بلاعذر اصلاً نہ کئے، یا سواری پر کئے تو دم ہے اور حج گیا اور چار سے کم میں ہر پھیرے پر صدقہ دے۔
- (۴۴) طواف سے پہلے سعی کر لی پھر کرے، نہ کرے گا تو دم لازم۔
- (۴۵) دسویں کی صبح بلاعذر مزدلفہ میں وقوف نہ کیا تو دم دے۔ ہاں کمزور یا عورت بخوفِ زحمت ترک کرے تو جرمانہ نہیں۔
- (۴۶) حلق حرم میں نہ کیا حد و حرم سے باہر کیا یا بارہویں کے بعد کیا تو دم ہے۔
- (۴۷) رمی سے پہلے حلق کر لیا دم دے۔
- (۴۸) قارن یا متمتع رمی سے پہلے قربانی یا قربانی سے پہلے حلق کریں تو دم دیں۔
- (۴۹) اگر رمی کسی دن اصلاً نہ کی۔
- (۵۰) یا کسی ایک دن کی بالکل یا اکثر ترک کر دی مثلاً دسویں کو تین کنکریوں تک ماریں یا گیارہویں کو دس کنکریوں تک۔
- (۵۱) یا کسی ایک دن کی بالکل یا اکثر اس کے بعد دوسرے دن کی، تو ان صورتوں میں دم دے، اور اگر کسی دن کی رمی اس کے بعد آنے والی رات کر لی تو کفارہ نہیں۔
- (۵۲) اگر کسی دن کے نصف سے کم رمی مثلاً دسویں کی تین کنکریاں اور دن کی دس بالکل چھوڑ دیں یا دوسرے دن کیں، تو ہر کنکری پر ایک صدقہ دے۔ ان صدقوں کی قیمت دم کے برابر ہو جائے تو کچھ کم کر لے۔
- (۵۳) احرام والے نے کسی دوسرے کے بال مونڈے یا ناخن کترے اگر وہ بھی احرام میں ہے تو یہ صدقہ دے اور وہ صدقہ یا دم اسی تفصیل پر کہ اوپر گزری۔ اور اگر وہ احرام میں نہیں تو کچھ خیرات کر دے اگرچہ ایک مٹھی، اور وہ کچھ نہیں۔

(۵۴) اور اگر اس کو سِلے کپڑے پہنائے یا خوشبو اس طرح لگائی کہ اپنے نہ لگی تو اس پر کفارہ نہیں، ہاں گناہ ہوگا، اگر وہ بھی احرام میں تھا۔ اور وہ حسب تفصیل مذکور دم یا صدقہ دے گا۔

(۵۵) وقوف عرفہ سے پہلے جماع کیا تو حج نہ ہوا اسے حج ہی کی طرف پورا کر کے دم دے اور پھر فوراً ہی سال آئندہ اس کی قضا کر لے۔ عورت بھی احرام حج میں تھی تو اس پر لازم ہے اور مناسب ہے کہ حج کے احرام سے ختم تک دونوں اس طرح جدا رہیں کہ ایک دوسرے کو نہ دیکھے، اگر خوف ہو کہ پھر اس بلا میں پڑ جائیں گے اور وقوف کے بعد صحبت کرنے سے حج تو نہ جائے گا مگر اگر حلق و طواف سے پہلے کیا تو بندہ دے اور دونوں کے بیچ میں کیا تو دم، اور بہتر عاب بھی بندہ ہے اور دونوں کے بعد کچھ نہیں (۵۶) عمرہ میں طواف کے چار پھیروں سے پہلے جماع کیا تو عمرہ جاتا رہا دم دے اور عمرہ پھر کرے اور چار کے بعد دم دے عمرہ صحیح ہے۔

(۵۷) اپنی جوں اپنے بدن یا کپڑوں میں ماری یا پھینک دی تو ایک میں روٹی کا ٹکڑا دے۔ اور دو ہوں تو مٹھی بھر اناج اور زیادہ میں صدقہ دے۔

(۵۸) جو کسے مارنے کو سر یا کپڑا دھویا یا دھوپ میں ڈالاجب بھی یہی کفارے جو خود قتل میں تھے۔
(۵۹) یونہی دوسرے نے اس کے کہنے یا اشارہ کرنے سے اس کی جوں کو ماراجب بھی اس پر کفارہ ہے اگرچہ وہ دوسرا احرام میں نہ ہو۔

(۶۰) زمین وغیرہ پر گری ہوئی جوں یا دوسرے کے بدن یا کپڑوں کی مارنے میں اس پر کچھ نہیں اگرچہ وہ دوسرا بھی احرام میں ہو۔

مسئلہ: جہاں ایک دم یا صدقہ ہے قارن پر دو ہیں۔
مسئلہ: کفارہ کی قربانی یا قارن و متمتع کے شکرانہ کی غیر حرم میں نہیں ہو سکتی مگر شکرانہ کی قربانی سے آپ کھائے، غنی کو کھلائے، اور کفارہ کی صرف محتاجوں کا حق ہے۔

نصیحت: کفارے اس لیے ہیں کہ بھول چوک سے یا سونے میں یا مجبوری سے جرم ہوں تو کفارہ سے پاک ہو جائیں، نہ اس لیے کہ جان بوجھ کر بلا عذر جرم کرو اور کہو کفارہ دے دیں گے، دینا تو جب بھی آئیگا، مگر قصداً حکم الہی کی مخالفت سخت ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ حق سبحانہ توفیق طاعت عطا فرما کر مدینہ کی زیارت کرائے۔ آمین!

عہ: ذکر تہ خرو جاً عن خلاف قوی ۱۲ منہ (م)
میں نے اس کو اس لیے ذکر کیا ہے تاکہ قوی اختلاف سے خروج ہو جائے۔ (ت)

فصل ہفتم حاضری سرکار اعظم مدینہ طیبہ حضور حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

(۱) زیارت اقدس قریب بواجب ہے بہت لوگ دوست بن کر طرح طرح ڈراتے ہیں، راہ میں خطرہ ہے وہاں بیماری ہے، خبردار! کسی کی نہ سنو، اور ہر گز محرومی کا داغ لے کر نہ پلٹو، جان ایک دن جانی ضرور ہے اس سے کیا بہتر ہے کہ ان کی راہ میں جائے۔ اور تجربہ ہے کہ جو ان کا دامن تھام لیتا ہے اسے اپنے سایہ میں آرام لے جاتے ہیں کیل کا کھکا نہیں ہوتا۔ والحمد للہ۔

(۲) حاضری میں خاص زیارت اقدس کی نیت کرو یہاں تک کہ امام ابن المہام فرماتے ہیں اس بار مسجد شریف کی بھی نیت نہ کرے۔

(۳) راستہ بھر درود و ذکر شریف میں ڈوب جاؤ۔

(۴) جب حرم مدینہ نظر آئے بہتر یہ ہے کہ پیادہ ہو لو، روتے، سر جھکاتے، آنکھیں نیچی کئے، اور ہو سکے تو ننگے پاؤں چلو بلکہ

جائے سراست اینکہ تو پائی نہی
پائے نہ بینی کہ کجائی نہی
حرم کی زمین اور قدم رکھ کے چلنا
ارے سر کا موقع ہے او جانے والے

(۵) جب قبہ انور پر نگاہ پڑے درود و سلام کی کثرت کرو۔

(۶) جب شہر اقدس تک پہنچو جلال و جمال محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تصور میں غرق ہو جاؤ۔

(۷) حاضری مسجد سے پہلے تمام ضروریات جن کا لگاؤ دل بٹنے کا باعث ہو نہایت جلد فارغ ہو، ان کے سوا کسی بیکار بات میں مشغول نہ ہو۔ معاً وضو اور مسواک کرو اور غسل بہتر، سفید و پاکیزہ کپڑے پہنو اور نئے بہتر، سرمہ اور خوشبو لگاؤ اور مشک افضل ہے۔

(۸) اب فوراً آستانہ اقدس کی طرف نہایت خشوع و خضوع سے متوجہ ہو، رونانہ آئے تو رونے کا منہ بناؤ، اور دل کو بزور رونے پر لاؤ اور اپنی سنگدلی سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف متوجہ کرو۔

(۹) جب در مسجد پر حاضر ہو صلوٰۃ و سلام عرض کر کے تھوڑا ٹھہرو جیسے سرکار سے حاضری کی اجازت مانگتے ہو، بسم اللہ کہہ کر سیدھا پاؤں پہلے رکھ کہ ہمہ تن ادب ہو کر داخل ہو۔

(۱۰) اس وقت جو ادب و تعظیم فرض ہے ہر مسلمان کا دل جانتا ہے کہ آنکھوں کان، زبان، ہاتھ، پاؤں، دل سب خیال غیر سے پاک کرو۔ مسجد اقدس کے نقش و نگار نہ دیکھو۔

(۱۱) اگر کوئی ایسا سامنے آجائے جس سے سلام کلام ضرور ہو تو جہاں تک بنے کتر اجاؤ، ورنہ ضرورت سے زیادہ نہ بڑھو، پھر بھی دل سرکار ہی کی طرف ہو۔

(۱۲) ہر گز ہر گز مسجد اقدس میں کوئی حرف چلا کر نہ نکلے۔

(۱۳) یقین جانو کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سچی حقیقی دنیاوی جسمانی حیات سے ویسے ہی زندہ ہیں جیسے وفات شریف سے پہلے تھے۔ ان کی اور تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی موت صرف وعدہ خدا کی تصدیق کو ایک آن کے لیے تھی۔ ان کا انتقال صرف نظر عوام سے چھپ جانا ہے۔

امام محمد ابن الحاج مکی مدخل اور امام احمد قسطلانی مواہب اللدنیہ میں اور ائمہ دین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین فرماتے ہیں:

لَا فَرْقَ بَيْنَ مَوْتِهِ وَحَيَاتِهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مُشَاهَدَتِهِ لِأُمَّتِهِ وَمَعْرِفَتِهِ بِأَحْوَالِهِمْ وَنِيَّاتِهِمْ وَ عَزَائِهِمْ وَخَوَاطِرِهِمْ وَذَلِكَ عِنْدَهُ جَلِّي لَاحِفَاءَ بِهِ¹	حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات و وفات میں اس بات میں کچھ فرق نہیں کہ وہ اپنی امت کو دیکھ رہے ہیں اور ان کی حالتوں اور ان کی نیتوں، ان کے ارادوں، ان کے دلوں کے خیالوں کو پہچانتے ہیں، اور یہ سب حضور پر ایسا روشن ہے جس میں اصلاً کوئی پوشیدگی نہیں۔

امام رحمہ اللہ تلمیذ امام محقق ابن المہام سنک متوسط اور علی قاری مکی اس کی شرح مسلک منقسط میں فرماتے ہیں:

أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِمَ بِحُضُورِكَ وَقِيَامِكَ وَسَلَامِكَ أَيْ بَلَّ بِجَمِيعِ أَعْمَالِكَ وَأَحْوَالِكَ وَأَزْتِحَالِكَ وَمَقَامِكَ²	بیٹک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تیری حاضری اور تیرے کھڑے ہونے اور تیرے سلام بلکہ تیرے تمام افعال واحوال و کوچ و مقام سے آگاہ ہیں۔

(۱۴) اب اگر جماعت قائم ہو شریک ہو جاؤ کہ اس میں تحیۃ المسجد بھی ادا ہو جائیگی ورنہ اگر غلبہ شوق

¹ المدخل لابن الحاج فصل فی زیارة القبور دار الکتاب العربی بیروت ۲۵۲/۱، شرح مواہب زر قانی المقصد العاشر مطبعہ عامرہ مصر ۳۴۸/۸

² مسلک منقسط مع ارشاد الساری باب زیارة سید المرسلین دار الکتاب العربی بیروت ص ۳۳۸

مہلت دے اور اس وقت کراہت نہ ہو تو دو رکعت تحیۃ المسجد و شکرانہ حاضری دربارہ اقدس صرف قُلْ یَا اور قُلْ سے بہت بلکی مگر رعایت سنت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کی جگہ جہاں اب وسط کریم میں محراب بنی ہے اور وہاں نہ ملے تو جہاں تک ہو سکے اس کے نزدیک ادا کرو، پھر سجدہ شکر میں دعا کرو کہ الہی! اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ادب اور ان کا اور اپنا قبول نصیب کر۔ آمین!

(۱۵) اب کمال ادب میں ڈوبے ہوئے گردن جھکائے آنکھیں نیچی کیے، لرزتے، کانپتے، گناہوں کی ندامت سے پسینہ پسینہ ہوتے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عفو و کرم کی امید رکھتے حضور والا کی پائیں یعنی مشرق کی طرف سے مواجہہ عالیہ میں حاضر ہو کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مزار انور میں رو قبلہ جلوہ فرما ہیں اس سمت سے حاضر ہو کہ حضور کی نگاہ بیکس پناہ تمھاری طرف ہوگی اور یہ بات تمھارے لیے دونوں جہان میں کافی ہے۔ والحمد للہ۔

(۱۶) اب کمال ادب و ہیبت و خوف و امید کے ساتھ زیر قندیل اس چاندی کی کیل کے جو حجرہ مطہرہ کی جنوبی دیوار میں چہرہ انور کے مقابل لگی ہے کم از کم چار ہاتھ کے فاصلہ سے قبلہ کو پیٹھ اور مزار انور کو منہ کر کے نماز کی طرح ہاتھ باندھے کھڑے ہو، لباب و شرح لباب و اختصار شرح مختار، فتاویٰ عالمگیری وغیرہا معتمد کتابوں میں اس کی تصریح فرمائی کہ یقف کما فی الصلوٰۃ^۱ حضور کے سامنے ایسا کھڑا ہو جیسا نماز میں کھڑا ہوتا ہے، یہ عبارت عالمگیری و اختیار کی ہے، اور لباب میں فرمایا: وَاضْعَا يَدَيْكَ، عَلَى شِمَالِهِ^۲ دست بستہ دہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر کھڑا ہو،

(۱۷) خبردار جالی شریف کو بوسہ دینے یا ہاتھ لگانے سے بچو کہ خلاف ادب ہے بلکہ چار ہاتھ فاصلہ سے زیادہ قریب نہ جاؤ یہ ان کی رحمت کیا کم ہے کہ تم کو اپنے حضور بلا یا اور اپنے مواجہہ اقدس میں جگہ بخشی، ان کی نگاہ کریم اگرچہ تمھاری طرف تھی اب خصوصیت اور اس درجہ قرب کے ساتھ ہے والحمد للہ۔

(۱۸) الحمد للہ اب کہ دل کی طرح تمھارا منہ بھی اس پاک جالی کی طرف ہے جو اللہ عز و جل کے محبوب عظیم الشان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آرام گاہ ہے نہایت ادب و وقار کے ساتھ باوازیں و صورت درد آگیں، دل شرمناک و جگر چاک چاک، معتدل آواز سے نہ بلند و سخت (کہ ان کے حضور آواز

^۱ فتاویٰ ہندیہ خاتمہ فی زیارۃ قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نورانی کتب خانہ پشاور ۲۶۵/۱

^۲ شرح لباب مع ارشاد الساری باب فی زیارت سید المرسلین دار الکتاب العربی بیروت ص ۳۳

بلند کرنے سے عمل اکارت ہو جاتے ہیں) نہ نہایت نرم و پست (کہ سنت کے خلاف ہے اگرچہ وہ تمہارے دلوں کے خطروں تک سے آگاہ ہیں جیسا کہ ابھی تصریحات ائمہ سے گزرا) مجرا و تسلیم بجالاؤ اور عرض کرو:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَيْرَ خَلْقِ اللَّهِ۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا شَفِيعَ الْمُنْذِرِينَ۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ وَعَلَىٰ آلِكَ وَأَصْحَابِكَ وَأُمَّتِكَ أَجْمَعِينَ۔¹

(اے پیارے نبی! آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت و برکات ہوں، اے اللہ کے رسول! آپ پر سلام ہو۔ اے مخلوق خدا میں سب سے بہتر آپ پر سلام ہو۔ اے گنہ گاروں کی شفاعت فرمانے والے آپ پر سلام ہو۔ آپ پر۔ اور آپ کے آل و اصحاب پر اور تمام امت پر سلام ہو۔ ت)

(۹) جہاں تک ممکن ہو اور زبان یاری دے اور ملال و کسل نہ ہو صلوٰۃ و سلام کی کثرت کرو۔ حضور سے اپنے لیے اور اپنے ماں باپ۔ پیر، استاد، اولاد، عزیزوں، دوستوں اور سب مسلمانوں کے لیے شفاعت مانگو، بار بار عرض کرو۔ اَسْأَلُكَ الشَّفَاعَةَ يَا رَسُولَ اللَّهِ² (اے اللہ کے رسول! آپ سے شفاعت کا سوالی ہوں۔ ت)

(۲۰) پھر اگر کسی نے عرض سلام کی وصیت کی بجالاؤ۔ شرعاً اس کا حکم ہے۔ اور یہ فقیر ذلیل ان مسلمانوں کو جو اس رسالہ کو دیکھیں وصیت کرتا ہے کہ جب انھیں حاضری نصیب ہو بارگاہ نصیب ہو فقیر کی زندگی میں یا بعد کم از کم تین بار مواجہہ اقدس میں ضرور یہ الفاظ عرض کر کے اس نالائق ننگِ خلاق پر احسان فرمائیں، اللہ ان کو دونوں جہاں میں جزا بخشے۔ آمین:

اَلصَّلٰوَةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَعَلَىٰ آلِكَ وَذُرِّيَّتِكَ فِي كُلِّ اَنٍ وَلَحْظَةٍ عَدَدَ كُلِّ ذَرَّةٍ اَلْفَ اَلْفَ مَرَّةٍ مِنْ عُبْدِكَ اَحْمَدُ رَضًا ابْنِ نَقِيٍّ عَلَىٰ يَسْتَأْذِنُكَ الشَّفَاعَةَ فَاشْفَعْ لَهُ وَلِلْمُسْلِمِينَ۔

(اے اللہ کے رسول آپ پر صلوٰۃ و سلام ہو، آپ کی آل و ذریت پر بھی ہر ذرہ کے برابر، لاکھوں مرتبہ آپ کے غلام احمد رضا بن نقی علی پر، اور وہ آپ سے شفاعت کا خواستگار ہے اس کی اور تمام مسلمانوں کی شفاعت فرمائیے۔ ت)

¹ شرح لباب مع ارشاد الساری باب فی زیارت سید المرسلین دار الکتب العربی بیروت ص ۳۳۸

² شرح لباب مع ارشاد الساری باب فی زیارت سید المرسلین دار الکتب العربی بیروت ص ۳۳۹

(۲۱) پھر اپنے دہنے ہاتھ یعنی مشرق کی طرف ہاتھ بھرہٹ کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرہ نورانی کے سامنے کھڑے ہو کر عرض کرو:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَلِيفَةَ رَسُولِ اللّٰهِ۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا صَاحِبَ رَسُولِ اللّٰهِ فِي الْغَارِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ^۱۔
(اے اللہ کے رسول کے خلیفہ! آپ پر سلام۔ اے رسول اللہ کے یار غار! آپ پر سلام اور اللہ کی رحمت و برکات کا نزول ہو۔)
(ت)

(۲۲) پھر اتنا ہی اور ہٹ کر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رو برو کھڑے ہو کر عرض کرو:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ط اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُتِمِّمَ الْاَرْبَعِيْنَ ط اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا عَزَّالِ الْاِسْلَامِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ^۲۔

(اے امیر المؤمنین آپ پر سلام۔ اے چالیس مسلمان پورے فرمانے والے! آپ پر سلام۔ اے اسلام اور مسلمانوں کی عزت! آپ پر سلام اور رحمت و برکات الہی کا نزول ہو۔ ت)

(۲۳) پھر باشت بھر مغرب کی طرف پلٹو اور صدیق و فاروق کے درمیان کھڑے ہو کر عرض کرو:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا خَلِيفَتَيَّ رَسُولِ اللّٰهِ ط اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا وَزِيْرَيَّ رَسُولِ اللّٰهِ ط اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا صَاحِبَيْ رَسُولِ اللّٰهِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، ط اَسْئَلُكُمْ الشَّفَاعَةَ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلَيْكُمْ اَوْ بَارَكَ وَسَلَّم^۳۔

(اے رسول اللہ کے دونوں خلیفہ! تم پر سلام ہو، اے رسول اللہ کے دونوں وزیرو! تم پر سلام ہو۔ اے رسول اللہ کے پہلو میں لیٹنے والو! تم پر سلام اور اللہ کی رحمتوں و برکات کا نزول ہو، آپ دونوں سے درخواست ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیکما وبارک وسلم کی خدمت اقدس میں میرے لیے شفاعت کا وسیلہ اور سہارا بنو۔ ت)

(۲۴) یہ سب حضریاں محل اجابت ہیں دعائیں کو شش کرو، دعائے جامع کرو۔ درود پر قناعت بہتر ہے۔

^۱ شرح لباب مع ارشاد الساری باب زیارة سید المرسلین دار الکتب العربی بیروت ص ۳۳۹

^۲ شرح لباب مع ارشاد الساری باب زیارة سید المرسلین دار الکتب العربی بیروت ص ۳۳۹

^۳ شرح لباب مع ارشاد الساری باب زیارة سید المرسلین دار الکتب العربی بیروت ص ۳۴۰

(۲۵) پھر منبر اطہر کے قریب دعا مانگو۔

(۲۶) پھر روضہ جنت میں (یعنی جو جگہ منبر و حجرہ منورہ کے درمیان ہے اور اسے حدیث میں جنت کی کیاری فرمایا ^۱ کر دور کعت نفل غیر وقت مکروہ میں پڑھ کر دعا کرو۔

(۲۷) یونہی مسجد شریف کے ہر ستون کے پاس نماز پڑھو اور دعا مانگو کہ محل برکات ہیں خصوصاً بعض میں خاص خصوصیت۔

(۲۸) جب تک مدینہ طیبہ کی حاضری نصیب ہر ایک سانس بیکار نہ جائے وہ ضروریات کے سوا اکثر وقت مسجد شریف میں باطہارت حاضر ہو، نماز و تلاوت و درود میں وقت گزارو دنیا کی بات کسی مسجد میں نہیں چاہئے نہ کہ یہاں۔

(۲۹) ہمیشہ ہر مسجد میں جائے اعتکاف کی نیت کرلو۔ یہاں تمھاری یاد دہانی ہی کو دروازے سے بڑھتے ہی یہ کتبہ ملے گا۔ نَوَيْتُ سُنَّةَ الْإِعْتِكَافِ ط (میں سنت اعتکاف کی نیت کرتا ہوں۔ ت)

(۳۰) مدینہ طیبہ میں روزہ نصیب ہو خصوصاً گرمی میں تو کیا کہنا کہ اس پر وعدہ شفاعت ہے۔

(۳۱) یہاں ہر نیکی ایک کی پچاس ہزار لکھی جاتی ہے لہذا عبادت میں زیادہ کوشش کرو، کھانے پینے کی کمی ضرور کرو۔

(۳۲) قرآن مجید کا کم سے کم ایک ختم یہاں اور حطیم کعبہ معظمہ میں کرلو۔

(۳۳) روضہ انور پر نظر بھی عبادت ہے جیسے کعبہ معظمہ یا قرآن مجید کا دیکھنا تو ادب کے ساتھ اس کی کثرت کرو اور درود و سلام عرض کرو۔

(۳۴) پنجگانہ یا کم از کم صبح و شام مواجہہ شریف میں عرض سلام کے لیے حاضر رہو۔

(۳۵) شہر میں یا شہر سے باہر جہاں کہیں گنبد مبارک پر نظر پڑے فوراً دست بستہ ادھر منہ کر کے صلوٰۃ و سلام عرض کرو بغیر اس کے ہر گز نہ گزرو کہ خلاف ادب ہے۔

(۳۶) ترک جماعت بلا عذر ہر جگہ گناہ ہے اور کئی بار ہو تو سخت حرام و گناہ کبیرہ، اور یہاں ٹوگناہ کے علاوہ کیسی سخت محرومی ہے

والعیاذ باللہ تعالیٰ، صحیح حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جسے میری مسجد میں چالیس نمازیں فوت نہ ہوں اس کے لیے دوزخ و نفاق سے آزادیاں لکھی جائیں ^۲۔

^۱ شرح لباب مع ارشاد الساری باب زیارة سید المرسلین دار الکتاب العربی بیروت ص ۳۴۱

^۲ مسند احمد بن حنبل مروی از انس بن مالک دار الفکر بیروت ۱۵۵/۳

(۳۷) قبر کریم کو ہر گز پیٹھ نہ کرو اور حتی الامکان نماز میں بھی ایسی جگہ کھڑے ہو کہ پیٹھ کرنی نہ پڑے۔
 (۳۸) روضہ انور کا طواف کرو۔ نہ سجدہ، نہ اتنا جھکنا کہ رکوع کے برابر ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ان کی اطاعت میں ہے۔

(۳۹) بقیع واحد و قبا کی زیارت سنت ہے۔ مسجد قبا کی دو رکعت کا ثواب ایک عمرے کے برابر ہے اور چاہو تو یہیں حاضر رہو، سیدی ابن ابی جمرہ قدس سرہ، جب حضور ہوتے آٹھوں پہر برابر حضوری میں کھڑے رہتے۔ ایک دن بقیع وغیرہ کی زیارت کا خیال آیا پھر فرمایا یہ ہے اللہ کا دروازہ بھیک مانگنے والوں کے لیے کھلا ہے اسے چھوڑ کر کہاں جاؤں ع

سرایں جا سجدہ این جا بندگی ایں جا قرار ایں جا

(۴۰) وقت رخصت مواجہہ انور میں حاضر ہو اور حضور سے بار بار اس نعت کی عطا کا سوال کرو، اور تمام آداب کہ کعبہ معظمہ سے رخصت میں گزرے ملحوظ رکھو اور سچے دل سے دعا کرو کہ الہی! ایمان و سنت پر مدینہ طیبہ میں مرنا اور بقیع پاک میں دفن ہونا نصیب ہو۔ اللہم ارزقنا آمین آمین یا ارحم الراحمین و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد و آلہ و صحبہ و ابنہ و حزبہ اجمعین و الحمد للہ رب العالمین۔



النَّيِّرَةُ الرَّضِيَّةُ شَرْحُ الْجَوْهَرَةِ الْمَضِيَّةِ ١٢٩٥ھ

مع حاشیہ

الطُّرَّةُ الرَّضِيَّةُ عَلَى النَّيِّرَةِ الْمَضِيَّةِ

متن

از عالم اجل مولانا سید حسین بن صالح جمل اللیل فاطمی حسینی امام و خطیب شافعیہ مکہ مکرمہ رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۹۱ھ)

شرح و حاشیہ

از اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا شاہ احمد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہ العزیز

حج، عمرہ اور زیارت سراپا طہارت کے آداب و مسائل

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

الحمد لله الذي هدانا لهذا الذي كنا لنهتدي لولا فضل الله العظيم والصلوة والسلام على من لا نبي بعده
وضيعة وعلى آله وصحبه الذي السلام عليهم على تلك

إلا الله وحده، لا شريك له، واشهد ان محمدا عبده، ورسوله صلى الله تعالى عليه وسلم، وعلى آله وصحبه الى يوم القيمة
امين! اما بعد

فقیر عبدالمصطفیٰ احمد رضا غفرلہ واصلح عملہ نے زمانہ تالیف "النيرة الوضیة شرح الجوهرۃ المضیة" میں اس پر بعض
نیہات تفسیلات لطیفہ پر مشتمل بغرض اظہارِ مرام یا اتمامِ کلام یا ازہاقِ اوہام لکھے تھے۔ اب دیگر حواشی مفیدہ توضیح مسائل یا
تخریج احادیث یا زیادتِ فوائد کو متضمن اور اضافہ کیے، مقصود اس تعلیق مختصر مسمیٰ بہا لطرۃ الرضیۃ علی النیرۃ الوضیۃ سے صرف
برادر ان دینی کے لیے کم از کم پانسو ورق کی کتاب درکار۔ اسأل الله ان ینفع بہما وبسائر تصانیفی المسلمین
ویجعلہا جیبعا حجة لی لاعلیٰ یوم الدین وصلى الله تعالى على سيدنا ومولانا محمد وآله وصحبه اجمعین۔
شرح میں کہ کمال اختصار منظور تھا خطبہ متن کا ترجمہ بھی نہ لکھا مگر اس میں متن ناقص رہتا ہے، لہذا یہاں تحریر ہوتا ہے۔
قال المصنف رحمه الله تعالى بسم الله الرحمن الرحيم۔

- م: حمد المن انزل فرض الحج ودلنا على سوى النهج
ت: سب خوبیاں اسے جس نے حج کا فرض اتارا اور ہمیں سب راہوں میں سیدھی راہ بتائی۔
م: ثم صلوة الله والسلام على نبي دينه الاسلام
پھر خدا کے درود و سلام اس نبی پر جن کا دین اسلام ہے۔
م: محمد وآله الكرام وصحبه الافاضل الاعلام
ت: یعنی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کی کرم والی آل اور بڑی فضیلت و شہرت والے یاروں پر۔
م: وبعد ايقول ذا الفقير وجمال الليل هو الشهيد
ت: اس کے بعد کہتا ہے یہ فقیر کہ جمال اللیل کے لقب سے مشہور ہے۔
م: حسين نجل صالح اخي الهدى للشافعية امام مقتديت:
حسین پسر صالح کہ صاحب رہنمائی تھے شافعیہ کے امام پیشوا۔
م: هذي اتار جوزه للناسك تنفع في معرفة المناسك:
یہ ایک رجز ہے حاجی کے لیے کہ نفع دے گی مسائل حج پہچاننے میں۔
ش: ناسک کے اصل معنی عبادوں قربانی کندہ، یہاں حاجی مراد ہے کہ حج عمدہ عبادات سے ہے اور وجوب یا استحبابا قربانی پر مشتمل، اور
رجز ایک قسم نظم یا نثر مستحکم کی ہے علی اختلاف العروضیین فیہ۔
م: سييتها الجوهرۃ المضیة تضحي بها نفس الفتى وضیة

ت: میں نے اس کا جوہرہ مضیہ نام رکھا، مردانِ راہ علم کی جان اس سے روشنی پائے گی۔

م: مؤملاً من ربی القبولاً بہ انال الفوز والمآولات:

اپنے رب سے قبول کی تمنا کرتا ہوا میں اسی سے پاؤں گام و مراد۔

م: من عندہ التوفیق للصواب ونحوہ المرجع فی المآلات:

اسی کے پاس ہے راستی کے سامان درست فرمانا اور اسی کی طرف ہے انتہا میں پلٹ جانا۔

م: مقدمة فی وجوب الخ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

الحمد لله الذي فرض الحجة، وأوضح الحججة^ع، والصلاة والسلام على نبيّه الذي اقام الحجة، فقوم اقواماً معوجة^ع، وعلى آله وصحبه الذين اظهروا زقاق^ع الدين وفجة^ع حتى وقعت بالسبلت من لجة^ع مدائحهم رجة^ع، واشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمداً عبده، ورسوله صلى الله تعالى عليه وسلم ماتدا لطم الامواج في لجة^ع۔

بعد حمد و صلوة کے واضح ہو کہ جب توفیق و عنایت الہی و اعانت حضرت رسالت پناہی علیہ الصلوٰۃ والسلام الغیر المتناہی نے دستگیری فرمائی اور ۱۲۹۵ھ میں فقیر سراپا تقصیر عبد المصطفیٰ احمد رضا حنفی قادری برکاتی بریلوی غفرلہ ماجنی کو بہ ہمراہی رکاب، سعادت انتساب، حضرت افضل المحققین، امثال المقدققین، حامی السنۃ السنیۃ، ماج الفتن الدینیۃ، خدمت والدم، قبلہ اعظم حضرت مولانا مولوی محمد نقی علی خاں صاحب قادری برکاتی مدظلہم العالی مدی تعاقب الايام واللیالی، خلف حضرت قدوة العارفین، زبدۃ الفاضلین، حجة اللہ فی الارضین، معجزہ من معجزات سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم حضرت مولانا محمد رضا علی خاں صاحب قادری قدس شرہ العلی، نعمت حاضری بلدہ معظمہ مکہ مکرمہ زادہا اللہ تعالیٰ شرفاً و تکریمًا ہاتھ آئی، حُسن اتفاق سے ایک روز جناب مولانا سیدی حسین بن صالح جمل اللیل علوی فاطمی قادری مکی امام و خطیب شافعیہ سے مقام ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے

عہ ۱: راہِ راست (۱۲) عہ ۲: من الاعوجاج کج و انار است (۱۲)

عہ ۳: بالضم کوچہ و راہِ تنگ (عہ ۴: بفتح راہ کشادہ و فراخ و البراد بہما ظواہر الدین و دقائقہ (۱۲)

عہ ۵: شور و غوغا و آواز (۱۲) عہ ۶: لرزہ (۱۲)

عہ ۷: میان دریا و قعر، دریا و دریائے شرف و البراد احد الطرفين ۱۲ منہ غفرلہ)

قریب کہ فقیر رکعات طواف اور وہ جناب امامتِ نمازِ مغرب سے فارغ ہوئے تھے ملازمت حاصل ہوئی۔ سبحان اللہ! عجب بزرگ خوش اوقات و بابرکات ہیں، اکثر عرب و جادہ و داغستان و غیرہ بلادِ نزدیک و دور کے ہزاروں آدمی ان کے بلکہ ان کے مریدوں کے مرید اور شرفِ بیعت و سلسلہٴ تلمذ سے مستفیض ہیں، اول نماز میں حد^{عہ} سے زیادہ تلطف فرمایا، فقیر کا ہاتھ اپنے دستِ مبارک میں لیے دولت خانہ تک کہ نزدیک باب صفا واقع ہے لے گئے اور تاقیام مکہ معظمہ حاضری کا تقاضا فرمایا، فقیر حسب وعدہ حاضر ہوا، مسائل حج میں ایک ارجوزہ اپنا مسماً بالجوہرۃ المضیۃ فقیر کو سنایا، پھر فرمایا کہ اکثر اہل اس سے مستفیض نہیں ہو سکتے، ایک تو زبانِ عربی دوسرے مذہب شافعی اور ہندی اکثر حنفی ہیں، میں چاہتا ہوں تو اس کی زبانِ اردو تشریح اور اس میں مذاہبِ حنفیہ کی توضیح کر دے۔ فقیر نے باعثِ اجر جزیل اور ثوابِ جمیل سمجھ قبول کیا اگرچہ وہاں فرصت نہ تھی نہ کتابیں پاس۔ روزِ اول دو بیت کے متعلق صرف تفصیل مسائل میں تین ورق طویل سے زائد لکھے گئے۔ جب بطور نمودج حاضر کیے جناب مولانا نے فرمایا: میرا مقصود تطویل اور اس قدر تفصیل نہیں کہ عوام اس سے کم منتفع و متمتع ہوتے ہیں صرف ہمارے کلام کا ترجمہ^{عہ} و خلاصہ مطلب اور جہاں حنفیہ کا اختلاف ہو ان کا بیان مذہب ہو جائے۔ فقیر نے امتثالِ امر لازم اور یہی امر فرصتِ حاصلہ کے ملائم دیکھ کر بتاریخ، ہفتم ذی الحجہ روزِ جاں افروز دوشنبہ یہ مختصر جملے لکھ دئے اور النیدۃ الوضیۃ فی شرح الجوہرۃ المضیۃ سے ملقب کئے اگرچہ بعض^{عہ} ضروریات پر بھی مشتمل نہیں مگر حسبِ استدعائے مصنف ہے اور بیانِ مذہب حنفیہ میں اختیارِ راجح اور ترک^{عہ} مروج کے ساتھ متصف۔ "م" سے مراد متن ہے اور "ت" ترجمہ "ش" شرح

عہ ۱: حالانکہ اس وقت کوئی تعارف نہ تھا وہ فقیر کو کیا جانتے، فقیر نے بھی اس سے پہلے انہیں نہ دیکھا تھا پھر جو کچھ کلمات انہوں نے فرمائے فقیر دنیا و آخرت میں ان کی برکات کی امید رکھتا ہے ۱۲ منہ غفرلہ)

عہ ۲: حسب الارشادِ مصنف بیانِ شافعیہ میں صرف ترجمہ و شرح متن پر قناعت کی تنفیج و ترجیح سے غرض نہ رکھی اگرچہ مکہ معظمہ میں اس کا عمدہ سامان مینا تھا، مکتب شافعیہ بکثرت ملتیں مگر اس میں ایک تو دیر ہوتی دوسرے مقصود اصلی اس شرح سے ہندیوں کا نفع تھا ان کے اہل سنت عموماً حنفی، پھر مذہب شافعیہ کی تنفیج ہونی نہ ہونی ایک سی ۱۲ منہ۔)

عہ ۳: سفرِ حرمین طیبین سے معاودت کے بعد حضرت والدِ علام قدس سرہ، نے جواہر البیان شریف تصنیف فرمائی، فقیر نے اس کے بعض کلمات کا خلاصہ اس شرح کے آخر میں لکھ کر مکملہ کر دیا جس کے باعث بحمد اللہ اب یہ مختصر تحریر ضروریات پر مشتمل ہو گئی البتہ ایک جرمانہ کا بیان کہ دفتر چاہتا ہے اور محرم احتیاط رکھے تو اس کی حاجت بھی نہیں پڑتی متروک رہا جسے کسی امر کی ضرورت ہو علماء سے دریافت کر سکتا ہے ۱۲ منہ

عہ ۴: مگر نادرا و قول بھی بیان میں آئے جہاں دونوں جانب قوتِ قویہ تھی پھر جسے اس وقت اتویٰ سمجھا بیان میں مقدم رکھا ۱۲ منہ

(-

"م" سے مراد متن ہے اور "ت" ترجمہ "ش" شرح "ف" فائدہ عہ۔ واللہ نسأل التوفیق، منہ الوصول الی سواء الطريق (اور اللہ تعالیٰ سے ہی ہم توفیق کا سوال کرتے ہیں اور اسی کے کرم سے صراط مستقیم تک رسائی ہے۔ ت)

م: مقدمۃ فی وجوب حجۃ الاسلام

ت: حج عہ اسلام کے واجب ہونے میں۔

ش: یعنی حج کب واجب ہوتا ہے اور اس کے وجوب کے لئے کیا کیا شرطیں درکار ہیں۔

م: شروطها التكليف والاسلام والعقل والحرية والتمام

ت: شرطیں اس کے مکلف مسلمان عاقل ہونا اور پوری آزادی۔

ش: یعنی شرائط وجوب حج کہ جب وہ جمع ہوں حج فرض ہو جائے اور ان میں سے ایک بھی فوت ہو تو نہیں، پانچ ہیں:

اول: بلوغ: کہ بچہ پر فرض نہیں، کرے عہ گا تو نفل ہو گا اور ثواب اسی کے لئے ہے۔ باپ عہ وغیرہ مرئی تعلیم و ترتیب کا اجر پائیں گے۔ پھر بعد بلوغ شرطیں جمع ہوں گی اس پر حج فرض ہو جائے گا، بچپن کا حج کفایت نہ کریگا۔

دوم: اسلام: کہ کافر پر ایمان لانے کے سوا کوئی عبادت فرض نہیں، نہ اُس کے ادا کیے ادا ہو سکیں، جب مسلمان ہو گا تو سب احکام اس کی طرف متوجہ ہونگے۔

سوم: عقل: کہ مجنون و معتوہ پر فرض نہیں۔ معتوہ وہ جس کے ہوش و حواس درست نہ ہوں، بھکی بھکی باتیں کرے، رائے میں فساد ہو، پھر اس عہ کے ساتھ مارے، گالیاں دے تو مجنون ہے۔

عہ ۱: "ف" وہاں آئی جہاں کوئی تازہ بات لکھی یا قولِ متن پر کچھ کلام کیا یا مذہبِ حنفیہ کا خلاف بتایا (۱۲ منہ)

عہ ۲: حج اسلام حج فرض کو کہتے ہیں یعنی پہلا حج کہ مکلف ادا کرے (۱۲ منہ)

عہ ۳: قید عقل خود مفاد عبارت ہے ظاہر ہے کہ اُس کا حج کرنا جبھی کہیں گے کہ اتنی سمجھ رکھتا ہو اور بے سمجھ بچہ کی عبادت کچھ معتبر نہیں، نہ وہ فرض ہونہ نفل واللہ تعالیٰ اعلم (۱۲ منہ)

عہ ۴: یعنی یہ جو عوام میں مشہور ہے کہ بچوں کی عبادت کا ثواب ماں باپ پاتے ہیں انہیں نہیں ہوتا، غلط ہے، بلکہ عبادت کا ثواب انہیں اور تعلیم کا (۱۲ منہ)۔

عہ ۵: هذا احسن ما قيل في الفرق بينهما شامی عن | دونوں میں فرق کی بابت اقوال میں سے یہ احسن ہے، یہ شامی نے بحر سے نقل کیا ہے (ت)

البحر ۱۲ منہ (م)

چہارم^۴ پوری آزادی: کہ مکاتب و مدر و ام ولد^۵ پر فرض نہیں، جب تک کامل آزاد نہ ہوں، ہاں کر لیں تو نفل ہوگا۔ پھر بعد آزادی کامل اجتماع شرائط ہو اتوجح فرض ادا کرنا پڑے گا۔

ف: مولیٰ نے اپنے غلام سے کہا میں نے تجھے مال پر مکاتب کیا یا اتنا مال مقرر کیا کہ مال لادے تو آزاد ہو۔ اور غلام نے قبول کر لیا۔ اسے عقد کتابت کہتے ہیں اور اس غلام کو مکاتب۔ اور جو کہا تو میرے بعد آزاد ہے تو یہ مدر ہوا، اور جو کنیز اپنے مولیٰ کے نطفے^۶ سے بچہ^۷ جنے وہ ام ولد ہے، ان سب کی غلامی میں ایک طرح کافرق آجاتا ہے پر حج فرض ہونے کو پوری حریت درکار ہے۔

ف: مکلف عاقل بالغ کو کہتے ہیں تو بعد ذکر تکلیف، ذکر عقل کی حاجت نہ تھی، پر جناب مصنف نے فرمایا میری مراد تکلیف سے صرف بلوغ ہے۔

ف: کافروں پر ایمان کے سوا اور عبادتیں فرض ہونے میں علماء کو اختلاف ہے۔ شافعیہ کے نزدیک فرض ہیں اور یہی مذہب علمائے عراقین^۸ عہ ۴ کا ہے اور یہی معتمد عہ ۵ و راجح تر ہے، فقیر کہتا ہے اس تقدیر پر اسلام کو

عہ ۱: یونہی معتق البعض ۲ (منہ)

عہ ۲: اشارة الى انه لا يشترط تحبها بجماع المولى حق
لو استدخلت منيه في فرجها فحبلت وولدت صارت ام ولد كما في الدرر ۲ (منہ)
ام ولد بننے کے لیے مالک کے جماع سے حاملہ بننا شرط نہیں بلکہ کسی طرح مالک کی منی کو اپنی شرمگاہ میں ڈالنے سے حاملہ ہو جائے تو بھی ام ولد بن جائیگی جیسا کہ دُر میں ہے ۲ (منہ)

عہ ۳: عند الله اسی قدر سے ام ولد ہو جاتی ہے کمانی الدرہاں قضاء پہلی بار مولیٰ کا اقرار بھی شرط ہے یعنی وہ کہے کہ یہ بچہ میرا ہے۔ جس کنیز کے لیے ایک دفعہ یہ اقرار کر لیا دوسرے بچے میں قضاء بھی یہ اقرار شرط نہ رہا البتہ نفی سے مستثنیٰ ہو جائے گا اگر زمانہ دراز تک ساقط نہ رہا ہو کہ فراش متوسط ہے قوی نہیں ۱۲ (منہ)

عہ ۴: مشائخ سمرقند اصلاً فرض نہیں مانتے، ائمہ بخارا فرماتے ہیں ان پر فرائض کا اعتقاد فرض ہے ادا فرض نہیں۔ منار میں اسی کو صحیح کہا، ثمرہ اختلاف یہ ہے کہ سمرقندیوں کے نزدیک کافروں پر صرف ترک ایمان کے سبب عذاب ہوگا۔ بخاریوں کے نزدیک فرائض کے نہ ماننے پر بھی عراقیوں کے نزدیک ان کے بچانہ لانے پر بھی ۱۲ (منہ غفرلہ۔)

عہ ۵: علامہ ابن نجیم و محقق علائی نے فرمایا:

^۱ در مختار باب الاستیلاء مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۸۷

شرط وجوب عہ^۱ ٹھہرانے میں تامل ہے بلکہ شرط صحت عہ^۲ ادا ہے۔ مگر یہ کہا جائے کہ وجوب سے مراد وہ وجوب ہے جس کے باعث دنیا میں مواخذہ ہو سکے کہ کفار پر ترک فرائض میں احتساب نہیں، نتو کہم وما یدینون فافہم (ان کے دین کے معاملہ میں ان سے تعرض نہ کریں گے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

م: ثم استطاعة السبيل شرطها فليك بالحفظ لهدى ضبطها

ت: پھر راہ پر قدرت شرط حج ہے۔ پس چاہئے کہ انھیں حفظ کر کے خوب خیال میں رکھا جائے۔
ش: یعنی شرط پنجم استطاعت ہے کہ علاوہ مصارف ضروری کے اس قدر مال کا مالک ہو جو مکہ تک اپنی خواہ کرایہ کی سواری میں، کھانے پینے کا متوسط، صرف کرتا جائے اور حج کر کے اسی طرح لوٹ آئے اور ضروری مصارف (بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) وهو المعتمد لان ظاہر النصوص يشهد لهم وخلافه تاويل^۱۔ (م)
قرآن مجید میں صاف ارشاد ہوا:

مَا سَأَلَكُمْ فِي سَقَا ۖ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ ۚ
وَلَمْ نَكُ نَطْعُمُ الْبُسْكِينَ ۚ وَكُنَّا خَوْضَ مَعَ الْخَائِضِينَ ۚ
وَكُنَّا نَكْدِبُ بِيَوْمِ الدِّينِ ۚ حَتَّىٰ أَتَيْنَا الْيَقِينَ ۚ ۱۲ منہ (م)
تمہیں کس چیز نے جہنم میں پہنچایا، انھوں نے کہا ہم نمازی نہ تھے اور مسکینوں کو کھانا نہ کھلاتے اور سازشیں کر نیوالوں کے ساتھ شریک ہو کر ہم بھی حصہ لیتے اور ہم یوم جزاکا انکار کرتے یہاں تک کہ موت آگئی ۱۲ منہ (ت)

عہ ۱: کہ اس مذہب صحیح پر وجوب درکنار وجوب ادا ہے لہذا شرائط مر سوم یعنی صحت ادا کی طرف عدول کیا ۱۲ منہ
عہ ۲: اقول: بل لك ان تقول لما لم يكن الكافر من من اهل النية والنية شرط الصحة كان الاسلام مندرجا فيها لا شرطاً بحياله واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ (م)
میں کہتا ہوں، آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ کافر جب نیت کرنے کا اہل نہیں جبکہ نیت صحت حج کے لیے شرط ہے تو یوں اسلام کا شرط ہونا پایا گیا، علیحدہ شرط نہ سہی، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

^۱ کشف الاستار حاشیہ در مختار حاشیہ نمبر ۴ کتاب الحج مطبع مجتبائی دہلی ۱۶۰/۱

^۲ القرآن ۴۴/ ۴۷ تا ۴۸

جیسے رہنے کا مکان، پہننے کے کپڑے، گھر کا اثاثہ، اہل و عیال کا نفقہ، قرض خواہوں کا قرض، پیشہ ور کو آلات حرفہ۔ سوداگر کو اتنی پونجی جس سے اپنی اور اپنے بال بچوں کی کفایت کے لائق کما سکے، طالب علم کے لیے ضروری عہدہ دینی کتابیں، اور جنھیں سواری ہتھیار کی حاجت ہو ان کے لیے یہ بھی۔

ف: یہ استطاعت حج کے مہینوں میں درکار ہے یعنی شوال، ذیقعدہ، ذی الحجہ، اور جو دور کے ساکن ہیں کہ پہلے سے چلتے ہیں تو جب اس شہر کے لوگ جائیں ورنہ اس سے پہلے اگر استطاعت تھی اور یہ وقت نہ آنے پایا کہ جاتی رہی تو حج فرض عہدہ نہ ہوگا، ف: ہمارے امام کے نزدیک تندرستی شرط ہے یعنی بدن میں وہ آفت نہ ہو جو سفر سے معذور کر دے جیسے اپانچ، مفلوج، اتنا بوڑھا کہ سواری پر نہ ٹھہر سکے، مگر صاحبین فرماتے ہیں ان پر حج بدل کرانا فرض ہے۔

م: صفة الاحرام

ش: یعنی احرام کی کیفیت اور اس کے سنت و فرض کا بیان

مر: تجود عن المخیط واجب لِمُحَرِّمٍ مِنْ غَيْرِ عَذْرِ لَازِبٍ

ت: سہلے کپڑے اتارنے واجب ہیں احرام والے پر، اگر کوئی عذر لاحق نہ ہو عہدہ ۳۔

ف: اگر کسی عذر کے سبب سلا کپڑا پہن لے گا تو کنگار نہ ہوگا ہمارے نزدیک عہدہ ۴۔ ورنہ کفارہ تو ہر حال دینا لازم آئے گا۔

ت: یونہی احرام دو کپڑوں میں ہے بے سہلے پاک ستھرے۔

ش: یعنی جب احرام چاہے سہلے کپڑے، عمامہ، ٹوپی، موزے اتارے، چادر، تہبند بے سہلی اوڑھے باندھے۔

عہدہ ۱: منطق فلسفہ کی کتابیں اس میں داخل نہیں ۱۲ منہ)

عہدہ ۲: یعنی جس سال استطاعت ہوئی اسی سال وقت آنے سے پہلے جاتی رہی ورنہ اگر ایک سال وقت تک باقی تھی تو حج فرض ہو چکا اب

ساقط نہ ہوگا اگرچہ دوسرے برس وقت سے پہلے استطاعت زائل ہو جائے ۱۲)

عہدہ ۳: اللازب اللازم ولا یشترط لزوم العذر بل وجودہ لازم کو کہتے ہیں، جبکہ عذر کا لزوم نہیں بلکہ ممنوع کے

ارتکاب کے وقت اس کا وجہ شرط ہے، اسی لیے اس کی تفسیر میں حین ارتکاب المحذور فلذا فسرہ باللاحق ۱۲ منہ (مر)

لاحق کہا ہے ۱۲ منہ (م)

ف: نئے سفید ہوں تو بہتر ورنہ دھلے اُجلے اور ان میں رنویا پیوند بھی اچھا نہیں، پر جائز ہے۔ اور ہمیانی یا تلوار کے پر تلے کا ڈر نہیں۔

م: ینوی اداء النسك بالجنان وفضله في القول باللسان

ت: نیت کرے حج یا عمرہ کی دل سے اور زیادہ خوبی زبان سے کہنے میں ہے۔

ش: یعنی جامع احرام پہن کر اب جو کچھ ادا کیا جاتا ہے (حج خواہ عمرہ یا دونوں) اس کی نیت دل سے کرے اور زبان سے بھی الفاظ نیت کہنا بہتر ہے، مثلاً الی میں حج کی نیت کرتا ہوں اسے میرے لئے آسان کر اور قبول فرما۔

م: ملبیا جہرا من المیقات وذاکر اللہ فی الحالات

ت: لبیک کہتا ہوا آواز میقات سے اور خدا کی یاد کرتا ہوا مختلف حالوں میں۔

ش: میقات ان مقاموں کو کہتے ہیں جو شرع مطہر نے احرام کے لیے مقرر کیے ہیں کہ باہر^۱ سے مکہ معظمہ کا قصد کرنے والے کو بے احرام ان مقاموں سے آگے بڑھنا حرام ہے، ہندیوں کو وہ جگہ سمندر میں آتی ہے جب کوہ یلم کی یدھ میں پہنچتے ہیں۔

ف: رکن احرام کے صرف دو ہیں، دل سے نیت اور اس کے ساتھ زبان سے وہ ذکر جس میں اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہو، خواہ لبیک یا کچھ اور مثل سبحان اللہ یا الحمد للہ یا اللہ اکبر یا اللہم اغفر لی^۲ وغیرہ ذلک، جب یہ دونوں^۳ باتیں پائی گئیں احرام باندھ گیا اور جو کچھ محرم پر حرام تھا

عہ ۱: باہر سے مکہ مکرمہ کا قصد اس لیے کہا کہ اگر آفاقی یعنی باہر والا میقات کے اندر کسی مکان مثل جدہ یا خلیص کا قصد کر کے میقات میں داخل ہو جائے تو اب آفاقی نہ رہا میقاتی ہو گیا اسے وہاں سے مکہ معظمہ میں بے احرام جانا جائز ہے ۱۲ منہ)

عہ ۲: اشارة الى انه لا يشترط كون الذكر خالصا كما في تحریمہ میں ہوتا ہے بلکہ دعائیہ کلمات بھی ملے ہوں تو صحیح ہے جیسا کہ مسلک منقطع میں ہے ۱۲ منہ) | هو الصحيح كما في المسلك المتقسط ۱۲ منہ (م)۔

عہ ۳: احرام کبھی تقلید و سوقِ بدنہ سے ہوتا ہے مگر اس کے بیان میں طول تھا اور ہندیوں میں اس کا رواج نہیں لہذا اسی پر اکتفاء کیا گیا ۱۲ منہ)

^۱ مسلک منقطع مع ارشادی الساری باب الاحرام دار الکتاب العربی بیروت ص ۷۰

حرام ہو گیا۔ بربلیک کہنا سنت^۱ اور مُحَرَّم کے لیے ہر ذکر سے بہتر ہے جہاں تک ہو سکے اس کی کثرت کرے۔ اس کے

لباب میں مذکور ہے کہ تلبیہ ایک مرتبہ فرض ہے، اور نہر اور در میں ہے کہ ایک بار شرط ہے۔ ملا علی قاری نے کہا کہ یہ صرف شروع میں ہے۔ لیکن تحقیق یہ ہے کہ فرض اور شرط تلبیہ نہیں بلکہ مطلقاً ذکر ہے جیسا کہ بحر میں اس کی تحقیق ہے انھوں نے کہا کہ جس نے کہا تلبیہ شرط ہے اس کی مراد یہ ہے کہ تعظیم پر مشتمل ذکر نہ کہ خاص تلبیہ، مکمل بحث ردالمحتار میں ہے اقوال: لباب میں تصریح ہے کہ جو ذکر تعظیم پر مشتمل ہو وہ تلبیہ کے قائم مقام ہوتا ہے اہ اسی میں باب الاحرام کے شروع میں ہے کہ احرام کے صحیح ہونے کی شرط اسلام، نیت، ذکر اور بدنہ کے گلے میں قلاوہ باندھنا ہے اہ پھر اس کی سنتوں میں تلبیہ کو ذکر کیا، ملا علی قاری نے کہا کہ یہاں تلبیہ یا اس کے قائم مقام احرام کے فرائض ہیں ہمارے اصحاب کے ہاں اہ در میں ہے کہ حج، مطلق خواہ صرف دل سے (باقی اگلے صفحہ پر)

عہ: وقع في اللباب ان التلبية مرة فرض¹ وفي النهر والدر انها مرة شرط قال القاري² وهو عند الشروع لا غير³ لكن التحقيق ان الفرض والشرط انما هو مطلق الذكر لا خصوص التلبية كما حققه في البحر قال وقول من قال انها شرط مراده ذكر يقصد به التعظيم لا خصوصها⁴ وتبامه في ردالمحتار اقول وقد نص في اللباب قبيل ما مران كل ذكر يقصد به تعظيم الله سبحانه يقوم مقامه التلبية⁵ اه وفيه في صدر باب الاحرام شرائط صحته الاسلام والنية والذكر وتقليد البدنة⁶ اه ثم عد من سننه تعيين التلبية قال القاري هناك التلبية او ما يقوم مقامها من فرائض الاحرام عند اصحابنا⁷ اه وفي الدر يصح الحج بطلق النية ولو بقلبه

¹ لباب المناسك مع ارشاد الساري فصل وشرط التلبية الخ دار الكتب العربي بيروت ص ۷۰

² در مختار فصل في الاحرام مطبع مجتبائی دہلی ۱۶۳/۱

³ مسلک منقطع مع ارشاد الساري فصل وشرط التلبية الخ دار الكتب العربي بيروت ص ۷۰

⁴ بحر الرائق باب الاحرام ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳۲۲/۲

⁵ لباب المناسك مع ارشاد الساري فصل وشرط التلبية الخ دار الكتب العربي بيروت ص ۷۰

⁶ لباب المناسك مع ارشاد الساري فصل وشرط التلبية الخ دار الكتب العربي بيروت ص ۷۲

⁷ مسلک منقطع مع ارشاد الساري باب الاحرام دار الكتب العربي بيروت ص ۷۲

الفاظ مسنونہ یہ ہیں:

میں تیرے دربار میں حاضر ہو گیا الٰہی! میں تیری بارگاہ میں حاضر ہو گیا، میں حاضر ہو گیا ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہو گیا ہوں، بلاشبہ تعریف اور نعمت اور ملک تیرے ہی لیے ہے، تیرا کوئی شریک نہیں۔ (ت)	لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ ط لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ ط اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكُ عَ لَا شَرِيْكَ لَكَ

صبح و شام کے وقت اور ہر نماز کے بعد اور بلندی پر چڑھتے۔ پستی میں اترتے، دوسرے قافلہ سے ملتے، ستاروں کے ڈوبتے، نکلتے کھڑے ہوتے، بیٹھتے، چلتے، ٹھہرتے غرض ہر حالت کے بدلنے زیادہ کثرت کرے۔

ف: احرام کا مسنون و مستحب طریقہ یہ ہے کہ غسل کرے، بدن سے میل اتارے، ناخن ترشوائے، خط بنوائے، موئے بغل و زیر ناف دُور کرے، سرمندانے کی عادت ہو تو منڈائے ورنہ کنگھی کرے، تیل ڈالے، بدن میں خوشبو لگائے، پھر جامہ احرام پہن کر دو رکعت نماز بہ نیت سنت احرام پڑھے۔ پھر وہیں قبلہ رو بیٹھا دل و زبان سے نیت

(ابقہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

لکن بشرط و مقارنتھا بذکر یقصد بہ التعظیم^۱ اھ
فانکشف الغطاء والحمد لله رب العالمین ۱۲ منہ (م)
العلیین ۱۲ منہ (ت)

عہ: قوله الملك استحسن الوقف عليه لئلا يتوهم ان ما بعد خبره^۲ شرح اللباب ونقل بعضهم انه مستحب عند الائمة الاربعة^۳ اھ رد المحتار، اقول ولم يجب لان المعنى الوهم ايضا صحيح في نفسه وان لم مراد ۱۲ منہ (م)

لفظ "الملك" پر وقف بہتر ہے تاکہ ما بعد کے خبر ہونے کا احتمال پیدا نہ ہو، شرح لباب، اور بعض نے نقل کیا ہے کہ یہاں وقف، ائمہ اربعہ کے ہاں مستحب ہے اھ رد المحتار، اقول یہ وقف واجب نہیں کیونکہ بعد کے ساتھ ملانے سے جس معنی کا وہم ہو سکتا ہے وہ بھی درست ہے اگرچہ وہ معنی یہاں مراد نہیں ۱۲ منہ (ت)

^۱ در مختار فصل فی الاحرام مطبع مجتبائی دہلی ۱۶۳/۱

^۲ مسلک منقسط مع ارشاد الساری فصل ثم یصلی رکعتین دار الکتاب العربی بیروت ص ۶۹

^۳ رد المحتار فصل فی الاحرام مصطفیٰ البابی مصر ۱۷۳/۲

کرے باواز تین^۳ بار لبیک کہے، آسانی و قبول کی دعا مانگے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود بھیجے۔

م: محرمات الاحرام

ت: وہ باتیں جن کا احرام میں کرنا حرام ہے

م: لبس مخیط الثیاب حرماً من غیر علة علی من احراماً

ت: سلا کپڑا پہننا حرام ہے بے کسی بیماری کے احرام والے پر۔

ف: واضح ہو کہ جو باتیں احرام میں حرام ہیں وہ اگر کسی عذر سے کیں یا بھول کر ہوئیں تو گناہ نہیں پر ان کا جو جرمانہ مقرر ہے وہ ہر طرح دینا ہوگا اگرچہ بے قصد واقع ہوں یا سہو سے یا مجبوری کو یا کسی کے جبر سے یا سوتے میں یا کسی طرح اور، سلا کپڑا احرام جب ہے کہ بطور معتاد استعمال میں آئے ورنہ جبہ یا کرتے کا تہ بند باندھا لنگر کھایا یا جامہ بدن پر ڈال کر سویا تو حرام نہیں اگرچہ چاہئے نہ تھا۔

م: ویحرم الطیب کمثل الأس و دهن شعر لحیة وراس

ت: اور حرام ہے خوشبو جیسے آس^۱ اور تیل لگانا ڈاڑھی یا سر کے بالوں میں۔

ف: بدن یا کپڑوں^۲ میں خوشبو لگانا حرام ہے اور سونگھنا مکروہ، اور خوشبو کا تیل اور روغن زیتون

عہ: ۱: مگر نہ حد سے زائد جس میں اذیت ہو، اور عنقریب آتا ہے کہ عورت آہستہ کہے۔

ووقع فی المنسک المتوسط انه یستحب ان یرفع بها صوتہ الا ان یکون فی مصر^۱، اھولم ارہ لغیرہ ثم وجہہ القاری بخوف الریاء والسبعة اقول وفیہ نظر ظاہر ولذا قال القاری ان الاظہر ان یکون یتضرر فصحت علی بعض من حرر^۲ ۱۳ منہ (م)

عہ: ۲: بفارسی درخت مورد نامند بروزن دوست ۱۴

فاری میں دوست کے وزن پر، مورد ایک درخت کا نام ہے ۱۲ (ت)

عہ: ۳: احرام سے پہلے جو خوشبو لگائی وہ لگی رہی تو مضائقہ نہیں بعد احرام کے لگانا حرام ہے ۱۲ (منہ)

^۱ منسک متوسط مع ارشاد الساری فصل و شرط التلبیہ دار الکتب العربی بیروت ص ۷۱ و ۷۲

^۲ منسک متوسط مع ارشاد الساری فصل و شرط التلبیہ دار الکتب العربی بیروت ص ۷۲

اور تل کا تیل عہ۱ اگرچہ خالص ہوں بالوں میں یا بدن میں لگانا جائز نہیں، اور گھی یا چربی جائز ہے۔

مر: حلق شعر ثم قلم ظفر عقد النکاح ثم صید البر

ت: اور بال مونڈنا، ناخن کترنا، عقد نکاح، جنگلی شکار۔

ش: یعنی سر سے پاؤں تک کسی جگہ کے بال مونڈ کر، کتر کر، نورہ سے، موجینہ سے، آپ یا دوسرے کے ہاتھ سے دور کرنا اصلاً جائز نہیں، مگر جو بال آنکھ میں نکلے، اور نکاح کرنا حقیقہ کے نزدیک اور دریا کا شکار عہ۲ بالاتفاق جائز ہے۔

ف: اس کے سوا منہ عہ۳ یا سر کو ڈھانکنا اگرچہ سوتے میں، یا کسی سے ناحق لڑنا، یا جماع کرنا، یا شہوت سے بوسہ لینا عہ۴، یا مساس کرنا، یا عورتوں کے آگے جماع کا تذکرہ کرنا، کسی کا سر مونڈنا اگرچہ اس کا احرام نہ ہو، جنگلی شکار عہ۵ کے ہلاک میں کسی طرح شریک ہونا مثلاً شکاری کو بتانا، اشارہ کرنا، بندوق یا بارود دینا، ذبح کے لیے پھری دینا، اس کے انڈے توڑنا، پراکھاڑنا، پاؤں یا بازو توڑنا، اس کا دودھ دوہنا، اس کا گوشت یا

عہ۱: ان دو تیلوں میں اگرچہ خوشبو نہیں ناجائز ہیں، ان کے سوا اور بے خوشبو کے تیل جیسے روغن بادام وغیرہ، درمختار سے ان کا جواز نکلتا ہے اور شرح لباب میں مطلقاً ناجائز کہا، واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ)

عہ۲: یعنی جبکہ خاص کھانے یا دوا کی غرض سے ہو، یا مذہب رائج پر بطور پیشہ و حرفت بھی، ورنہ تفریحاً شکار جیسا کہ آجکل عوام میں رائج، دریا کا ہو یا جنگل کا، احرام میں ہو یا غیر احرام میں، ہر طرح حرام ہے کما فی الدر المختار وغیرہ (جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے۔ ت ۱۲ منہ)

عہ۳: یعنی کل منہ یا بعض، یہاں تک کہ تکیہ پر منہ رکھ کر اونڈھے لیٹنا جائز نہیں، ہاں چت یا کروٹ سے روا ہے اگرچہ اس میں رخسارے یا سر کے ایک ٹکڑے کا ڈھانکنا ہو کہ شرع میں خاص اس کی اجازت ہے اور اس میں مرد و زن کا ایک حکم ہے یہاں تک کہ اسے منہ چھپانے کے لیے روا نہیں کہ پنکھا وغیرہ منہ پر رکھ لے بلکہ سر پر منہ سے الگ یوں رکھے کہ آڑ ہو جائے۔ ہاں سر کا ڈھانکنا عورت کو احرام میں بھی ضرور ہے ۱۲ منہ غفرلہ)

عہ۴: یعنی اپنی عورت یا کنیز شرعی کے ساتھ بھی یہ باتیں بشوت ناروا ہیں پھر غیر کے ساتھ دوہرا گناہ، ایک تو فعل آپ ہی ناجائز دوسرے احرام کا محذور ۱۲ منہ)

عہ۵: پالتو جانور جیسے اونٹ، گائے، بکری، مرغی کے ذبح کرنے، کھانے پکانے میں حرج نہیں ۱۲ منہ غفرلہ)

یا انڈے پکانا، بچنا، خریدنا، کھانا، بچوں کے ہلاک پر کسی طور باعث ہونا مثلاً مارنا، پھینکنا، کسی کو اس کے مارنے کا اشارہ کرنا، کپڑا اس کے مر جانے کے لیے دھونا یا دھوپ میں ڈالنا،
وسمہ^۱ یا مہندی کا خضاب لگانا، بال خطمی سے دھونا، گوند وغیرہ سے جمانا سب ناجائز ہے۔ اسی طرح تمام چھوٹے بڑے گناہ کو ہمیشہ بُرے ہیں اور احرام میں بہت زیادہ بُرے۔

مر: وحکم مرأة کذاکنما احرامہا فی وجہہا فلزم

ان لاتغطیه و فی لباسہا البخیط تبقی و غطاء راسہا
ت: اور اسی طرح عورت کا حکم ہے لیکن اس کا احرام صرف چہرے میں ہے تو لازم ہوا کہ منہ چھپائے اور سلع کپڑوں میں رہے۔ سر ڈھکے۔
ش: یعنی اوپر جو باتیں گزریں ان میں عورت مثل مرد کے ہے مگر اسے سلع کپڑے پہننا، سر ڈھکنا روا ہے صرف چہرے پر کپڑا نہ^۲ آنے دے۔

ف: پردہ نشین عورت کوئی پنکھا وغیرہ منہ سے بچا ہوا سامنے رکھے اور عورتیں لبیک باواز^۳ نہ کہیں،

عہ۱: مہندی دو وجہ سے حرام ہوئی: ایک تو خوشبو ہے، دوسرے اس کے لگانے سے بال چھپ جاتے ہیں تو سرمایہ منہ کا ڈھانکنا ہوا، اور
وسمہ اگرچہ خوشبو نہیں بال چھپائے گا، پھر سیاہ خضاب ہمیشہ ناجائز ہے مگر جہاد میں، تو محرم کو بدرجہ اولیٰ ناجائز ہوا۔ حدیث میں ہے:
دوسری حدیث میں ہے:

"وہ جنت یک بونہ سو نکھیں گے^۱۔" ہاں اگر کوئی رقیق تیل بے خوشبو جس سے بال کالے نہ ہوں لگایا جائے تو وہ اس اختلاف قاری و علائی پر ہوگا جو اوپر گزرا، واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ)

عہ۲: کپڑے سے مراد ہر چھپانے والی چیز ہے، نیکھے کا مسئلہ اس پر دلیل ہے ۱۲ منہ)
عہ۳: باواز کے یہ معنی نہیں کہ چلا کر نہ ہو بلکہ یہ مراد ہے کہ آپ ہی سنے کسی اجنبی مرد کے کان تک نہ جائے کہ

^۱ کنز العمال منظورات الخضاب حدیث ۱۷۳۳۲ موسیٰ الرسالہ بیروت ۶/۶۷

مر: والحج بالجماع بتأیفسد
قضاءۃ فی قابل یؤکد
مالم یکن ذاجاہلاً و ناسیاً
فما علیہ ان یكون فادیاً

ت: اور حج جماع سے بے شبہ فاسد ہو جاتا ہے قضا اس کی سال^{عہ} آئندہ میں ضروری ہوتی ہے، جب تک یہ شخص ناواقف یا بھولا ہوا نہ ہو کہ اس پر فدیہ دینا لازم نہیں۔

مر: ولا فدا لیبیع التی فدا کرہت
وطأ ولا فساد فیما قد قضت

ش: خلاصہ یہ کہ اگر حج میں قبل تحلل اول^{عہ} دسویں تاریخ منیٰ میں ہوتا ہے یا عمرہ میں قبل اس سے فراغ کلی کے باختیار خود قصداً جماع کیا اور اس کی حرمت سے آگاہ بھی تھا تو وہ حج یا عمرہ فاسد ہو جائے گا اور اس پر فرض ہے کہ اسے پورا کر کے پھر اعادہ کرے اور جرمانہ میں بدنہ یعنی ایک اونٹ دے، اور جو بعد اس کے کیا یا حرمت نہ جانتا تھا یا بھولے سے کر بیٹھا یا کسی کا جبر تھا تو مذہب اصح پر نہ حج و عمرہ فاسد ہونہ فدیہ آئے۔

ف: یہ سب تفصیل مذہب شافعیہ کی تھی اور حنفیہ کے نزدیک اگر حج میں وقوف عرفہ سے پہلے جماع کیا تو حج فاسد، اور اسے بدستور پورا کر کے ذبح شاة (بکری) و اعادہ لازم، اور وقوف کے بعد کئے سے حج اصلاً فاسد نہیں ہوتا، پھر اگر حلق و طواف فرض سے بھی فارغ ہو کر کیا تو کچھ جرمانہ بھی نہیں، اور ان دونوں سے پہلے کیا تو بدنہ لازم آئے گا یعنی اونٹ یا گائے، اور دونوں کے بیچ میں واقع ہوا یعنی طواف زیارت کے بعد

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) اس میں فتنہ ہے اور اپنا سننا ہر گز ذکر و قرأت و کلام میں ضرور ہے اس کے بغیر فقط زبان ہلانے کا کچھ اعتبار نہیں یہاں تک کہ نماز میں قرأت ایسی پڑھی کہ اپنے کان تک نہ آئے وہ قرأت نہ ٹھہرے گی اور اصح مذہب پر نماز نہ ہوگی، بہت لوگ اس مسئلہ سے ناواقف ہیں ۲۱ منہ)

عہ ۱: یعنی اس میں یہ نہیں کہ اب فاسد تو ہو گیا ہے جب چاہیں گے قضاء کر لیں گے، بلکہ فوراً سال آئندہ ہی قضاء کر لیں ۱۲ منہ غفرلہ)
عہ ۲: دسویں کو جو رمی جمار کرتے ہیں سب کچھ حلال ہو جاتا ہے مگر عورتیں، یہ پہلا تحلل ہوا، پھر جب طواف زیارت کیا عورتیں بھی حلال ہو گئیں، یہ تحلل آخر و تحلل تام ہوا، یہ مذہب امام شافعی کا ہے۔ ہمارے نزدیک پہلا تحلل حلق سے ہوتا ہے جب تک حلق نہ کیا کوئی چیز حلال نہیں اگرچہ رمی کر چکے ۱۲ منہ

حلق سے پہلے یا بالعکس تو بکری دینی آئے گی مگر بہت علماء صورتِ عکس عہ امیں بدنہ کہتے ہیں، اور عمرہ میں چار طواف سے پہلے فساد ہے اور اتمام وزبح شاة واعادہ ضرور، اور چار کے بعد صرف ذبح ہے فساد نہیں، اور ان احکام میں برابر ہے قصد یا بھولے سے، باخیثار خود یا جبر سے، دانستہ یا نادانستہ، واللہ تعالیٰ اعلم

م: ارکان الحج

ش: یعنی حج و عمرہ کے رکن

ف: رکن شے کا وہ ہے جس سے اس کے نفس ذات کا قوام ہو جیسے نماز کے لیے رکوع، سجود، قیام، قعود اور شرط خارج موقوف علیہ کو کہتے ہیں یعنی حقیقت شے میں داخل نہ ہو پر اس کے بغیر شے موجود نہ ہو

عہ: یعنی جبکہ جماع حتیٰ کے بعد طواف سے پہلے ہو

ففى الهداية والكافى والمجمع واللباب والتنوير والدر
وغيرها ان فيه شاة¹ قال فى ردالمحتار هو ما عليه المتون
ومشى فى المبسوط والبدائع والاسبجلى على وجوب
البدنة وفى الفتح انه الاوجه لاطلاق ظاهر الرواية
وناقشه فى البحر والنهر² اه وكذا حكاة فى اللباب وعلى
الاول مشى القدورى وشراحه وبالجملۃ فالبوضع نزاع
والاول ارفق وهذا احوط واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ (م)

تو ہدایہ، کافی، مجمع، لباب، تنویر اور در وغیرہ میں ہے کہ اس میں بکری لازم ہے۔ ردالمحتار میں کہا کہ اس پر متون وارد ہیں۔ اور مبسوط، بدائع، الاستیجابی اس پر بدنہ کے وجوب کے قائل ہیں، اور فتح میں ہے کہ یہی ظاہر الروایت کے اطلاق سے موافق ہے۔ اور بحر اور نہر میں اس پر مناقشہ بیان کیا ہے اھ اور یوں ہی لباب میں حکایت کیا گیا ہے، اور پہلے قول پر قدوری اور اس کے شارحین نے رجحان ظاہر کیا ہے، غرضیکہ یہ مقام نزاع ہے، پہلا قول آسان ہے اور دوسرا احتیاط پر مبنی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ (ت)

¹ در مختار باب الجنایات مطبع مجتبائی دہلی ۱۷۵/۱

² ردالمحتار باب الجنایات مصطفیٰ البانی مصر ۲/۲۳۰

جیسے نماز کے لیے وضو، نیت، استقبال، تکبیر اور کسی عمل کے فرائض وہ ہیں جن کے ترک عہ^۱ سے عمل باطل ہو جائے اور واجبات کے ترک سے باطل نہیں ہوتا، اس میں خلل آتا اور ناقص ہو جاتا ہے جیسے نماز میں الحمد، سورت، التحیات وغیرہ۔

م: للحج ارکان تعدستہ لابدان تحفظهن البتة

ت: حج عہ^۲ کے چھ رکن ہیں ضرور ہے کہ تو انھیں یاد کرے جزئاً

مسلك منقطع میں ہے کہ فرائض، ارکان و شرائط وغیرہ سے عام ہیں جیسا کہ عبادت میں اخلاص اقول میرے ہاں ظاہر یہ ہے کہ یہ معاملہ نفس فرض کا ہے جس میں سے اخلاص بھی ہے کہ یہ مکمل فرض ہے حالانکہ یہ نماز کے فرائض میں سے نہیں ہے ورنہ نماز ریاکاری سے فاسد ہو جائے، لیکن غیر میں کوئی فرض ہو تو اس کے لیے ضروری ہے کہ اس فرض پر اس غیر کا وجود موقوف ہو یعنی اس کے بغیر اس غیر کی صحت نہ ہو سکے، تو اب یہ فرض اس غیر میں داخل ہو تو رکن کملائے گا اور اگر خارج ہو کر موقوف علیہ بنے تو شرط ہوگا، ہاں شرط میں کبھی وجود کے اعتبار سے مقدم ہونا اور بقاء کے اعتبار سے موقوف کے ساتھ رہنا بھی ملحوظ ہوتا ہے جیسا کہ نماز کی ان شرائط کی ترتیب جو ایک رکعت میں مکرر نہیں آتیں۔

عہ: یہ تعریف رکن و شرط دونوں کو شامل، تو فرض ان سے عام ہے، وفي المسلك المنقطع الفرائض اعم من الارکان والشرائط وغیرہما کا اخلاص فی العبادة^۱ اقول يظهر لی ان هذا فی الفرض فی نفسه ومنه الاخلاص فانه فرض بحیالہ وليس من فرائض الصلوة مثلاً والا لبطلت بالریاء اما الفرض فی غیره فلا بد ان يتوقف وجوده عليه بمعنى انه لا يصح الا به فان دخل فركن وان كان خارجاً موقوفاً عليه وهذا هو معنى الشرط نعم قد يوضح في الشرط تقدمه وجوداً والمعية بقاء كشرط الصلوة^۲ واسطة كترتيب ما لا يتكرر في ركعة فافهم ۱۲ منه غفر له۔ (م)

عہ ۲: یہ چھ کہ مصنف نے ذکر فرمائے ان میں ہمارے نزدیک تو اکثر رکن نہیں اور بعض بطور شافعیہ بھی محل کلام، فقیر نے ایضاً امام نووی میں کہ شافعیہ کے عمدہ مذہب واحد الشیخین میں مطالعہ کیا کہ انھوں نے ارکان حج صرف پانچ گنے ترتیب کو واجبات میں شمار کیا ولعل هذه رواية اخرى في مذههم (ہو سکتا ہے کہ ان کے مذہب کی یہ دوسری روایت ہو۔ ت واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ)

^۱ مسلك منقطع مع ارشاد الساری باب فرائض الحج دار الکتاب العربی بیروت ص ۴۵

^۲ یہ عبارت نہیں پڑھی گئی ۱۲

مر: للحج ارکان تعدستہ لابدان تحفظهن البنتہ

ت: حج کے چھ رکن ہیں ضرور ہے کہ تو انھیں یاد کرے جزاً

مر: فذیہ الحج اول الصفة ثم الوقوف معهم بعرفة

ت: پس نیت حج کی ساری ترکیب میں پہلے ہے پھر حاجیوں کے ساتھ عرفہ کے دن وقوف کرنا۔

ش: اس وقوف کے لیے جس طرح دن مقرر ہے یعنی عرفہ ۱۰ ذی الحجہ کی نویں تاریخ ہے یونہی مکان بھی معین ہے یعنی عرفات کہ مکہ معظمہ سے پورب کو نو کوس ہے۔ تو مصنف کا فرمانا کہ حاجیوں کے ساتھ وقوف کرنا وہ اس سے تعین مکان کی طرف اشارہ فرماتے ہیں جہاں حجاج ٹھہرتے ہیں وہاں ٹھہرنا ورنہ وقوف میں اوروں ۲ کے ساتھ ہونا ضرور نہیں۔

مر: ثم طواف ثم سعی بالصفاء والحلق والترتیب فیہما وصفاً

ت: پھر طواف زیارت پھر صفاء میں دوڑنا اور سر منڈانا اور ان افعال میں ترتیب۔

ش: یعنی پہلے نیت پھر وقوف پھر طواف پھر سعی، لیکن طواف و حلق میں ترتیب ضرور نہیں، اور حلق سے مراد عام ہے سر منڈانا یا بال کترانا، ہاں منڈانا افضل ہے۔

ف: ہمارے نزدیک رکن حج کے صرف ۳ دو ہیں، سب میں بڑا رکن وقوف عرفہ، اس کے بعد طواف زیارت باقی نیت شرط ہے اور فرائض میں ترتیب فرض اور سعی و حلق واجب۔

مر: هذه كذا للعمرة الاركان سوى الوقوف هكذا البيان

ت: یونہی یہ چیزیں عمرہ کی رکن ہیں سوا وقوف کے اسی طرح بیان چاہیے۔

ف: ہمارے ہاں رکن عمرہ صرف طوف ہے اور نیت شرط اور سعی و حلق واجب۔

ف: یہ نیت کہ حج و عمرہ میں شرط مانی گئی اس کے دو معنی ہیں ایک تو شروع میں حج یا عمرہ کا عزم

عہ ۱: آگے شرح میں آتا ہے کہ وقوف کا وقت عرفہ کے دو پہر ڈھلے سے دسویں کی طلوع فجر تک ہے مگر یہ رات نویں تاریخ ہی کی رات گنی جاتی ہے، علماء نے فرمایا راتیں ہمیشہ آنے والے دن کے تابع ہوتی ہیں، مثلاً جمعہ کی رات وہ ہے جس کی صبح کو جمعہ ہو، پر ایام حج کی راتیں گزرے دنوں کی تابع ہیں مثلاً شب عرفہ وہ رات ہے جو نویں تاریخ کے بعد آئے گی اور شبِ نحر دسویں کے بعد ۱۲ منہ عہ ۲: دفع دخل مقدار ۱۲ منہ)

عہ ۳: ان کے سوا احرام میں بھی باآئکہ شرط ہے کئی مشابہتیں رکن کی ہیں کما بینہ فی رد المحتار اقول ولی فی اکثرہن کلام بینتہ علی ہامشہ ۱۲ منہ جیسا کہ رد المحتار میں بیان کیا ہے، میں کہتا ہوں کہ ان میں سے اکثر میں میری کلام ہے جو میں نے اس حاشیہ میں بیان کی ہے۔ ت)

یہ یعنی احرام ہے یعنی دل سے قصد اور اس کے ساتھ زبان سے ذکر خدا، دوسرے طوافِ رکن میں نیت طواف کہ وہ فرض ہے اور بے نیت عہہ ادا نہیں ہوتا تو اس کی نیت بھی شرط ٹھہری۔

حج کے فرض

ف: یہ فصل جناب مصنف نے نہ لکھی، ہمارے نزدیک رکن کے سوا اور بھی فرض ہیں اور واجبات الگ، لہذا اپنے طور پر بیان کرتے ہیں، حج میں دس فرض ہیں: احرام، ۱ وقوف، ۲ طواف کے چار عہہ ۳ پھیرے، ۴ ان میں طواف کی نیت، ۵ وقوف کا عرفات میں ہونا، ۶ اپنے وقت میں ہونا کہ زوال عہہ ۳ عرفہ سے فجر نحر تک ہے۔ ۷ طواف کا مسجد الحرام میں ہونا، ۸ اپنے وقت میں ہونا کہ فجر نحر سے آکر عمر تک ہے۔ ۹ فرضوں میں ترتیب کہ پہلے احرام عہہ ۳ ہو پھر وقوف پھر طواف، ۱۰ وقوف سے پہلے جماع عہہ ۵ سے بچنا، ان دس ۱۱ میں سے ایک بھی رہ جائے تو حج نہ ہو والعیاذ باللہ۔

واجبات الحج

حج کے واجب

کذا بمرز دلغة المنام

الرمی للجماد والاحرام

مر:

ت: جمروں پر سنگریزے مارنا اور احرام، ایسا ہی مزدلفہ میں سونا۔

عہہ ۱: یہ اس لیے کہ دیا کہ وقوف عرفہ بھی فرض بلکہ رکن اعظم ہے پر وہ بے نیت بھی ادا ہو جاتا ہے تو اس کی نیت شرط نہیں ہو سکتی ۱۲ منہ۔ ۲: ہر طواف میں سات پھیرے ہوتے ہیں یونہی اس طواف فرض میں بھی، مگر ان سے فرض فقط چار ہیں، انہی کے اعتبار سے اسے طواف فرض کہا جاتا ہے۔ باقی تین واجب ہیں نہ کیے تو دم دے گا، حج ہو گیا۔ اور چار سے کم کیے تو حج ہی نہ ہوا ۱۲ منہ

عہہ ۳: نویں تاریخ دوپہر ڈھلے سے دسویں پونچھے تک اس بیچ میں وقوف کا وقت ہے۔ اگر زوال عرفہ سے پہلے وقوف کر کے حدود عرفات سے باہر ہو گیا اور وقت میں اعادہ نہ کیا یا پہلے نہ کیا تھا صبح نحر چکنے کے بعد کیا تو حج نہ ہوگا ۱۲ منہ

عہہ ۴: اس فرض کو تین فرض کہہ سکتے ہیں احرام کا وقوف سے پہلے ہونا ایک، طواف پر تقدم دو، وقوف کا طواف سے پیشتر ہونا تین ۱۲

منہ۔ ۵: جماع سے بچنا ہمیشہ حج میں واجب ہے جب تک مطلقاً طواف فرض سے فارغ نہ ہو جائے پرو وقوف تک احتراز فرض ہے کہ ا

س سے پہلے جماع موجب فساد ہوتا ہے پھر فساد نہیں کہا مر ۱۲ منہ

ف: ہمارے نزدیک احرام فرض ہے کما سَبَقَ (جیسا کہ پیچھے گزرا۔ ت) ہاں اس کامیقات ^{عہ} سے ہونا واجب ہے۔
ش: منیٰ ایک بستی ہے مکہ معظمہ سے عرفات کی طرف تین کوس، وہاں تین جگہ ستون بنے ہیں انھیں جمار و جمرات کہتے ہیں اور ہر ایک جمرہ۔ دسویں تاریخ سے ان پر کنکریاں مارتے ہیں اور ت منیٰ سے تین کوس مزدلفہ ہے نویں شام کو عرفات سے پلٹ کر یہاں رات گزارتے ہیں دسویں کو منیٰ آتے ہیں۔ شافعیہ کے نزدیک رات کا بڑا حصہ یہاں بسر کرنا واجب ہے، اسی لیے ^{عہ} جناب مصنف سونا فرمایا ورنہ حقیقتہً سونے کا حکم کچھ نہیں۔

ف: ہمارے نزدیک واجب صرف اس قدر ہے کہ ^۲مغرب و عشاء یہیں پڑھے ^۳صبح کو کچھ دیر وقوف کرے، باقی رات کو رہنا واجب نہیں سنت ہے۔

مر: ثم البیت بمنیٰ للرمی ثم الطواف للوداع ینوی

ت: پھر رات کو ^۴منیٰ جمار کے لیے رہنا پھر ^۵طواف رخصت کی نیت کرے

ف: منیٰ میں دسویں، گیارہویں، بارہویں دن رمی جمار واجب ہے، شب باشی ہمارے نزدیک سنت ہے اور طواف وداع کو رخصت کے لیے کرتے ہیں آفاقی یعنی باہر والے پر واجب ہے مکی تو دس دن کا ساکن ہے نہ کہ رخصت ہونے والا۔

ف: یہاں تک ہمارے مذہب کے پانچ واجب گزرے اور ان کے سوا اور بہت ہیں مثلاً صفا

^{عہ} ۱: لوگ تین قسم ہیں، اہل حرم جو مکہ معظمہ یا اس کے گرد ان مقاموں میں رہتے ہیں جہاں تک شکار وغیرہ حرام ہے۔ اہل حل جو حرم سے باہر موافقت کے اندر ہیں، اہل آفاق جو موافقت سے بھی باہر ہیں آفاقیوں کے لے جج و عمرہ دونوں کی میقات انھیں موافقت کے جیسے ہندیوں کے لے محاذات لمسلم، اہل حل کی میقات حل ہے یعنی جب جج یا عمرہ کو جائیں حرم میں پہنچنے سے پہلے احرام باندھ لیں اور اہل حرم کے لے میقات جج حرم سے یعنی مسجد الحرام شریف خواہ اپنے گھر ہی سے، غرض حرم کی کسی جگہ سے احرام کریں اور عمرہ کے لے حل یعنی حرم سے باہر جا کر عمرہ کا احرام باندھیں۔

ف: مکی کے لیے احرام و عمرہ میں افضل تعیم ہے کہ مدینہ طیبہ کی طرف تین کوس پر ہے، یونہی جب حجاج جج سے فارغ ہو کر مکہ میں چند روز ٹھہریں وہیں سے عمرہ لائیں کہ نزدیک بھی ہے اور افضل بھی۔ واللہ تعالیٰ علم ^{۱۲}منہ۔ ^{عہ} ۲: دفع دخل مقدر۔

مرودہ میں سعی اور اس کا ایک طواف کامل^{عہ} کے بعد صفا سے شروع اور سات پھیرے اور ہر بار پوری مسافت قطع اور بشرط قدرت پیادہ ہونا، دن میں^{عہ} وقوف عرفہ کرنے والے کو غروب شمس کے بعد تک انتظار کرنا، اس کا امام^{عہ} کے ساتھ عرفات سے کوچ کرنا یعنی امام کے چلنے سے پہلے حدود عرفہ سے باہر نہ ہونا بشرطیکہ امام وقت^{عہ} پر کوچ کرے اور ہمراہی میں حرج نہ ہو، جمرۃ العقبیٰ کی رمی کہ دہم کو ہے حلق سے پہلے ہونا، ہر دن کی رمی اسی دن ہو جانا، حلق یا تقصیر اور ان کا ایام نحر میں خاص زمین میں ہونا، طواف فرض کا بارھویں^{عہ} تک ہو جانا حجر اسود سے شروع ہونا، ساتھ پھیرے حطیم سے باہر با وضو ستر عورت کے ساتھ، بشرط قدرت پیادہ، اپنی دہنی طرف سے آغاز ہونا یعنی کعبہ معظمہ بائیں ہاتھ کو رکھنا، قارن^{عہ} و متمتع کا شکر کی قربانی حلق سے پہلے رمی کے بعد ایام نحر میں کرنا وغیر ذالک۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عہ ۱: طواف کامل یہ ہے کہ شرائط صحت کو جامع اور جنابت و حیض سے پاک ہو عام ازیں کہ فرض ہو جیسے طواف زیارت یا واجب جیسے طواف الوداع کما سیأتی (جیسا کہ آگے آئیگا۔ ت) یا سنت جیسے طواف القدوم یا نفل جیسے متمتع حج کی سعی طواف زیارت سے پہلے کرنی چاہئے تو ایک طواف نفل کر کے ادا کرے۔ اس کے سوا کامل کے یہ معنی نہیں کہ ساتویں پھیروں کے بعد ہو بلکہ چار کے بعد ہونا کافی ہے۔ سعی صحیح اور واجب ادا ہو جائیگا، اگرچہ سنت یونہی ہے کہ ساتویں پھیروں کے بعد کرے، ہاں اگرچہ پھیروں سے پشتر کی توسعی ادا نہ ہوگی اور طواف کے بعد سے بعدیت متصلہ مراد نہیں اگرچہ مستحب فوراً ہوتا ہے مگر پہلے طواف ہو لیا تو پھر جب کبھی سعی کریگا صحیح ہوگی ۱۲ منہ)

عہ ۲: یہ قید اس لیے لگادی کہ جو نویں تاریخ وقت نہ کر سکا ہو اور دسویں شب کو کرے اس پر کچھ واجب نہیں ایک لمحہ کے لیے زمین عرفات میں گزر جانا کافی ہے کہ فرض اسی قدر ہے ۱۲ منہ)

عہ ۳: اس کا اس لیے کہا جو رات کو وقوف کرے اس پر امام کے ساتھ کوچ بھی واجب نہیں کہ امام تو اس کے آنے سے پہلے جا چکا ۱۲ منہ)

عہ ۴: یعنی اگر امام نے ترک واجب کر کے غروب سے پہلے کوچ کر دیا تو ساتھ نہ دیں یونہی اگر غروب کے بعد اس نے دیر کی یہ روانہ ہو جائیں ۱۲ منہ)

عہ ۵: یعنی اس کے چار پھیرے جو فرض ہیں بارھویں تک ہو گئے تو واجب ادا ہو لیا اگرچہ باقی تین پھر کبھی ہوں، ہاں سنت یونہی ہے کہ پورا طواف انہی دنوں میں ہو لے بلکہ ساتویں پھیرے ایک ساتھ ہو ۱۲ منہ)

عہ ۶: مفرد کو یہ قربانی مستحب ہے ۱۲ منہ غفرلہ)

بعض سنن الحج

مر:

حج کی بعض سنتیں

ت:

والحجر الاسود فیہ یستلم

قدس للبرء الطواف ان قدم

مر:

ت: باہر سے آنے والے کو ایک طواف سنت ہے، طواف میں سنگ اسود کا بوسہ لے

ش: یہ پہلا طواف ہے جو مفرد حاضر^{عہ} ہوتے ہی کرتا ہے اور قارن عمرہ کے بعد، اسے طواف قدوم کہتے ہیں گویا حاضری دربار اعظم کا مجرا۔ف: یہ طواف متمتع^{عہ} کے لیے نہیں نہ اہل مکہ کو کہ وہ ہر وقت حاضر بارگاہ میں اور سنگ اسود کا بوسہ نہ اسی طواف بلکہ ہر طواف میں سنت ہے، طواف اسی سے شروع اور اسی پر ختم ہوتا ہے۔

ور کعتان للطواف یا فلنیت:

والاضطباع ثم رمل قدائی

مر:

سنتوں کے شمار میں اضطباع پھر رمل آیا اور وہ رکعتیں طواف کی اے جوان!

ش: اضطباع یہ کہ چادر دہنے بغل کے نیچے سے نکال کر یہ آنچل بانیں شانے پر ڈال لے جس میں دہنا کندھا کھلا رہے۔ اور رمل یہ کہ طواف میں جلد جلد چھوٹے قدم رکھنا شانوں کو جنبش دیتا چلے۔

ف: یہ دونوں سنتیں خاص مردوں کے لیے ہیں وہ بھی صرف اس طواف میں جس کے بعد صفا مروہ میں سعی ہوتی ہے یعنی طواف عمرہ اور حج میں طواف قدوم کہ اکثر بخیاں^{عہ} زحمت و کمی فرصت اسی کے بعد سعی کرتے ہیں، ہاں جس سے رہ گئی وہ طواف زیارت^{عہ} کے بعد کرے گا تو اس طواف میں رمل کرے مگر

عہ: ۱: مفرد، قارن، متمتع کے معنی عنقریب مکملہ میں آتے ہیں ان شاء اللہ تعالیٰ (۱۲ منہ)

عہ: ۲: اس لیے کہ وہ آتے وقت عمرہ لایا اور عمرہ میں طواف قدوم نہیں۔ جب عمرہ کر لیا مکی ہو گیا اور مکی کو یہ طواف نہیں (۱۲ منہ)

عہ: ۳: آگے آتا ہے کہ مفرد کو طواف زیارت کے بعد کی افضل ہے پر اس دن بہت ہجوم ہوتا ہے اور کئی کام اس لیے طواف قدوم پر کر لیتے ہیں اور قارن کے لیے افضل ہی یہ ہے (۱۲ منہ)

عہ: ۴: جس نے طواف زیارت کے بعد بھی سعی نہ کی وہ طواف الوداع کے بعد کر لے کہ سعی کا کوئی وقت معین نہیں ہے اور اب اس طواف میں رمل بھی بجالائے۔

لان الرمل بعد طواف یعقبہ سعی افادہ

کیونکہ رمل ایسے طواف کے بعد ہوتا ہے جس کے بعد
(باقی بر صفحہ آئندہ)

اضطباع ساقط ہو گیا۔

ف: اضطباع طواف میں ہوتا ہے اور رمل صرف اگلے تین پھیروں میں، باقی چار میں اپنی چال، اور ہجوم کے سبب رمل میں اپنی یا اور کی ایذا ہو تو رک رہے۔ جب غول نکل جائے پھر رمل کرتا چلے۔
ف: ہر طواف کے بعد دو رکعتیں ہمارے نزدیک سنت نہیں بلکہ واجب ہیں۔

م: ورکعتا الاحرام ثم الغسل له وفي جهر الملبی فضل

ت: اور احرام کی دو رکعتیں پھر اس کے لیے نہانا اور لبیک کے باواز کہنے میں فضیلت ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

العلامة الخیر الرمّل قال ولم اره صریحاً و ان علم فی
اطلاقهم^۱ اھ رد المحتار
اقول: لا کلام فی جوازہ قد صرحوا ان لا توقیت و انما
الکلا فی انه یومر بأیقاع السعی بعد طواف الصدور ولوند
بأول لعل الوجه فیہ ان یقع سعيه متصلاً بالطواف کما ہوا
لمستحب لکن یعارضہ مستحب آخر و هو ان لا یکون بین
طوافہ للصدر ونفرہ من مکہ حائل کما نصوا علیہ وقد
اوجب ذلک الامام الشافعی ویوافقہ رواية عن ابی یوسف
والحسن بن زیاد رحمہم اللہ تعالیٰ فتا کذا الاستحباب
خروجاً عن الخلاف فافہم واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم ۱۲
منہ

سعی ہو اس کا افادہ علامہ خیر الدین رملی نے کیا اور فرمایا اور میں
نے صراحۃً یہ دیکھا کہ نہیں اگرچہ فقہاء کے اطلاق سے معلوم
ہو سکتا ہے اھ رد المحتار اقول: اس کے جواز میں کوئی کلام نہیں ہے
جبکہ وہ تصریح کر چکے ہیں کہ اس میں وقت مقرر نہیں۔ اس میں
ضرور کلام ہے کہ کیا طواف وداع کے بعد سعی کا استحباب بھی حکم
ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وجہ یہ ہو کہ طواف کے بعد متصل سعی
ہو جائے تو مستحب ہے لیکن یہاں ایک دوسرا مستحب اڑے آ رہا ہے
وہ یہ کہ طواف وداع اور کوچ کرنے میں کوئی چیز درمیان میں
حائل نہ ہو جیسا کہ فقہاء نے اس کی تصریح کی ہے جبکہ امام شافعی
اس کو واجب قرار دیتے ہیں اور اس کی موافقت ابو یوسف اور حسن
بن زیاد کی روایت بھی کرتی ہے تو فوراً بعد میں روانہ ہونے کا
استحباب واضح ہو گیا، اس کو سمجھو، واللہ سبحانہ وتعالیٰ
اعلم ۱۲ منہ (ت)

عہ: یہاں تک کہ اگر اول پھیروں میں بھول گیا تو بھی ان چار میں اور اگر پہلے پھیرے میں یاد نہ رہا تو دوبارہ میں کرے اور دو میں
بھولا تو ایک ہی میں ۱۲ منہ

^۱ رد المحتار مطلب فی طواف الزیارة مصطفیٰ البابی مصر ۲/ ۱۹۸

ش: یہ مسائل ہم اوپر لکھ چکے اور یہ بھی کہ عورت لبیک آہستہ کہے۔ غسل نماز احرام کلام مصنف میں ذکر مؤخر ہے و توہما مقدم۔

مر: وفي منى البيت ليل عرفة ومن سنة فافهم اخي بعرفة

ت: اور منیٰ میں نویں رات شب باشی سنت ہے پس اے برادر! اسے پہچان کر سمجھ لے۔

مر: والجمع بين الليل والنهار بعرفات جاء في الآثار

ت: اور عرفات میں شب و روز کا جمع کرنا حدیثوں میں آیا ہے۔

ش: یعنی نویں تاریخ جو وقت سے عرفات میں وقوف کرتے ہیں اسے دن میں ختم کریں بلکہ اتنا ٹھہریں کہ سورج وہیں ڈوبے اور ایک لطیف^{عہ} حصہ رات کا آجائے۔ اس کے بعد مزدلفہ چلیں۔

ف: وقوف فرض تو اس قدر ہے کہ عرفہ کی دوپہر ڈھلے سے دسویں شب کی صبح صادق تک عرفات میں ہونا پایا جائے اگرچہ ایک^{عہ} لمحہ۔ پھر جو رات کو وقوف کرے اگرچہ مکروہ ہے اسے کچھ دیر لگانا ضرور نہیں اور جو دن کو بعد زوال وقوف کرے کہ سنت یہی ہے اس پر ہمارے نزدیک امور مذکورہ یعنی غروب شمس تک ٹھہرنا اور جزو قلیل شب کا لے لینا واجب ہیں مگر بعد غروب دیر نہ کرے کہ مکروہ ہے۔

مر: سن الوقوف جانب الصخرات والمشعر^{عہ} الحرام حين يأتي

ت: سنت ہے ٹھہرنا پتھروں کی طرف اور مشعر حرام میں جب آئے۔

ش: عرفات میں سب سے اونچا میدان سیاہ چٹانوں کے پاس جس میں قبلہ رو کھڑے ہو تو جبل الرحمة دینے ہاتھ

عہ: ۱: اس سے یہ مراد کہ آفتاب کا غروب یقینی ہو جائے اس کے بعد ہی فوراً کوچ کر دیں کہ پھر توقف مکروہ ہے اور ظاہر کہ بعد غروب ایک آن بھی گزریہ تو رات کا ایک لطیف حصہ آگیا ۱۲ منہ)

عہ: ۲: اگرچہ بلا قصد، اگرچہ سوتا ہوا، اگرچہ بیہوش، اگرچہ بالا کراہ، اگرچہ بحالت حدث حیض یا نفاس یا حنابت، اگرچہ جانتا بھی نہ ہو کہ یہ مقام عرفات ہے فرض ہر طرح ادا ہو جائے گا ۱۲ منہ)

عہ: ۳: قلت: فی ضبط اعرابہ شعرایو افقہ زنة وقافیة

میں نے الشعر الحرام کے اعراب کو ضبط کرنے میں شعر کہا ہے جو

وزن اور قافیہ میں اس شعر کے موافق ہے:

اسے "یأتی" فعل کے مفعول ہونے کی بنا پر نصب دے یا

"الصخرات" پر عطف ہونے کی بنا پر جردے۔ ۱۲ منہ (ت)

انصبہ مفعولا لفعل یأتی

او جُزّہ، عطفاً علی الصخرات

۱۲ منہ غفرلہ۔

کو رہتا ہے۔ اسے حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مکانِ وقوف گمان کیا جاتا ہے بہت افضل ہے کہ کسی کی ایذا نہ ہو تو وہاں وقوف کرے۔

ف: یہ تو مستحب ہے اور مشعر الحرام کو مزدلفہ میں ایک خاص مقام کا نام ہے بالخصوص وہاں وقوف مسنون، ورنہ مزدلفہ کا وقوف ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ ہمارے نزدیک واجب ہے۔

م: اخذ الحصار یا صاحب من مزدلفۃ من سنۃ وغسلہا ان اردفہ

ت: مزدلفہ سے کنکریاں لینا اے رفیق میرے! سنت ہے اور ان کا دھولینا اگر اس کے بعد کرے۔

ش: دسویں کی صبح کو مزدلفہ سے منیٰ جاتے ہیں تو آج وہاں ایک جمرہ پر کنکریاں ماریں گے اس کے لیے مستحب ہے کہ سات^۱ سنگریزے یہاں سے اٹھالے۔ اور دھونا تو ہر طرح مستحب ہے کہیں^۲ سے اٹھائے۔

عہ ۱: اور وہ جو بعض لوگ باقی دنوں کی رمی جمرات ثلاثہ کو بھی سنگریزے بیہیں سے لیتے ہیں مباح ہے نہ کہ کچھ مندوب نہ کچھ معیوب (۱۲ منہ)

عہ ۲: اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سنگریزے ہر جگہ سے لینے جائز ہیں، ہاں جمرات کے پاس سے نہ اٹھائے کہ وہ پھینکی ہوئی کنکریاں ہوتی ہیں اور حدیث میں ہے: "جس کی قبول ہوتی ہیں فرشتے اٹھالے جاتے ہیں ورنہ تمہیں پہلا نظر آتھے" اس^۱ سے معلوم ہوا کہ جو پڑی رہ جاتی ہے وہ معاذ اللہ مردود ہوتی ہیں تو انہیں اپنے حج میں کیوں استعمال کیجیو، غور کرو تو یہ بھی ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کھلا معجزہ ہے۔ اسلام میں حج ہوتے تیرہ سو برس کے قریب گزرے۔ ہر سال لاکھوں بندگان خدا ہوتے ہیں ایک روایت میں چھ لاکھ ایک روایت میں آٹھ لاکھ حضرت حسن بصری کے اثر میں پندرہ لاکھ ان سے کم ہوتے نہیں، تو فرشتے عدد پورا کرتے ہیں اور قاعدہ ہے کہ ایسی جگہ عدد زائد ماخوذ ہوتا ہے کہ کم اس کا منافی نہیں۔ فقیر جس سال حاضر ہوا یعنی ۱۲۹۵ھ حاجیوں کی مردم شماری اٹھارہ لاکھ سنی گئی پھر ہر شخص ۴۹ یا ۷۰ کنکریاں مارتا ہے ۴۹ ہی رکھئے تو پندرہ لاکھ میں ضرب دینے سے سات کروڑ پینتیس لاکھ (۷۳۵۰۰۰۰۰) کنکریاں جمع ہوئیں، جمع کیجئے تو ہر سال پہلا بنتا ہے پھر جب دیکھئے تو ہجرے خالی ہوتے ہیں منیٰ میں کچھ گنتی کنکریاں نظر آتی ہیں، یہ خدا کی شان ہے اور حقیقت اسلام کی صریح برہانہ الحمد للہ تعالیٰ رب العلمین۔)

ف: یو نہی مسجد کی کنکریاں نہ لے کہ بے ادبی اور اسی کی چیز کا اپنے تصرف میں لانا ہے اسی طرح ناپاک کنکری بھی نہ لینا چاہئے کہ ان پر خدا کا نام لیا جاتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم (۱۲ منہ)

^۱ کنز العمال حدیث ۱۲۱۳۱، ۸۱/۵، الترغیب والترہیب، الترغیب فی رمی الجمار الخ ۲/۲۰۸

م: وفي منى لا تتركن الاضحية كذا صلوة العيد مع الحسن النية

ت: اور منی میں عید کی قربانی نہ چھوڑ، یونہی عید کی نماز نیک نیت ہے۔

ف: ہمارے نزدیک نماز عید و قربانی دونوں مقیم مالدار پر واجب ہیں اور شافعیہ سنت کہتے ہیں، لہذا مصنفِ علام نے اپنے مذہب کے موافق انھیں سنن میں گنا، مگر یہاں واجب التنبیہ یہ بات ہے کہ ہمارے علماء ذخیرہ و محیط وغیرہا میں تصریح فرماتے ہیں کہ منیٰ میں نماز عید اصلاً نہیں کہ وہاں لوگوں کو امور حج سے فرصت نہیں ہوتی۔ علامہ ابراہیم حلبی نے فرمایا: ہاں بالاتفاق نماز عید نہ پڑھے۔ علامہ علی قاری نے فرمایا: اس پر تمام علمائے امت کا اجماع ہے کذا فی رد المحتار^۱ فافہم واللہ تعالیٰ اعلم (جیسا کہ رد المحتار میں ہے لہذا غور کیجئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ت)

وہی قربانی وہ مذہب راجح میں مقیم پر واجب ہے جیسے اہل مکہ و منیٰ اگرچہ احرام میں ہوں، اور مسافر سے تو اس کا مطالبہ ہی نہیں۔

م: وسنة في فعلها الثواب ليس على تاركها العقاب

ت: اور سنت کے کرنے میں ثواب ہے چھوڑنے میں عذاب نہیں۔

ف: مگر سنن موکدہ کے ترک میں سخت ملامت ہوگی، اور عیاذ باللہ شفاعت سے محرومی بھی وارد۔ بلکہ محققین فرماتے ہیں ان کے ترک میں تھوڑا سا گناہ^{عہ} بھی ہے اگرچہ نہ ترک واجب کے برابر۔ انہی وجوہ سے سنت کو مستحب سے امتیاز ہے ورنہ جتنی بات متن میں گزری مستحب کو بھی شامل۔

م: وانبايؤ اخذ المرء على اهمال فرض قد اتى مفصلاً

ت: یوں ہی ہے کہ آدمی پر مواخذہ فرض چھوڑنے میں ہے جو بتفصیل وارد ہوا۔

ش: یعنی جس کے ثبوت میں کوئی جمال و اشکال نہیں تو وصف^{عہ} کاشف ہے کہ فرض سب ایسے ہوتے ہیں اور بقرینہ سابق ظاہر کہ مواخذہ سے مراد عذاب ہے ورنہ ملامت کہ ترک سنن پر ہوگی خود گرفت و مواخذہ ہے۔

عہ: من اراد تحقيق ذلك فعليه بالبحر الرائق ورد المختار وغيرهما من الاسفار ۱۲ منہ (م) عہ ۲: یمکن ان یراد به ما اتی ای سبق بیانه مفصلاً فعلى هذا يكون اشارة الى فروض الحج المبارقة في الواجبات على مذهب المصنف لكن الذي يعطيه سوق الكلام ان المقصود بيان حكم السنة والغرض مطلقاً فلذا مطلقاً فلذا افسرناه بما فسرنا ۱۲ منہ (م)

جوس کی تحقیق چاہتا ہے اسے چاہئے کہ وہ بحر الرائق و رد المختار وغیرہ کتب کو دیکھے ۱۲ منہ (ت) ممکن ہے اس سے مراد وہ ہو جو مفصلاً گزرا ہے اس بناء پر حج کے ان فرائض کی طرف اشارہ ہوگا جو مصنف کے مذہب کے مطابق واجبات میں گزرا لیکن سوق کلام جو مستفاد ہو رہا ہے وہ یہ ہے کہ یہاں مطلق سنت اور فرض سے کا حکم بیان کرنا مقصود ہے اسی لیے ہم نے مذکورہ تفسیر کی ہے ۱۲ منہ (ت)

^۱ رد المختار کتاب الحج مطلب فی حکم صلوة العيد والجمعة فی منیٰ مصطفیٰ البابی مصر ۲۰۰/۲

ف: شافعیہ واجب و فرض میں فرق نہیں کرتے۔ ہمارے نزدیک وہ دو چیزیں جدا جدا ہیں اور دونوں کے ترک پر استحقاق عذاب اگرچہ واجب میں کم فرض میں زیادہ۔ والعیاذ باللہ۔

مر: ذی جملۃ من السنن الشہیرۃ اجل من شمس لدی الظہیرۃ

ت: یہ چند مشہور سنتیں ہیں، مہر نیمروز سے جلالت میں افزوں۔

ف: ان کے سوا آٹھویں تاریخ مکہ معظمہ سے منیٰ، نویں کو بعد طلوع شمس منیٰ سے عرفات جانا، وہاں نہانا، مزدلفہ میں رات بسر کرنا، دسویں کو وہاں سے قبل طلوع شمس منیٰ کو جانا۔ وہاں ایام رمی جمار میں راتوں کو رہنا، مکہ معظمہ کو یہاں سے جاتے وادی محصب عہ امیں اترا وغیر ذلک کہ یہ سب سنن موکدہ ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

م: الفدیۃ

ت: جرمانہ کا بیان

مر: ما یفسد الحج ففیہ بُدنة وفي سواہ ذبح شاة حُسنة

ت: حج فاسد ہو جاتا ہے جماع سے بشرط مذکورہ، اور ہم نے حقیقۃً کا اختلاف بہ تفصیل بیان کر دیا، بدنہ ان کے یہاں صرف اونٹ کو کہتے ہیں ہمارے عہ^۲ یہاں گائے کو بھی شامل، عمدہ بکری یہ کہ ان عیبوں سے پاک ہو جو اُضیہ میں ناجائز ہیں اور فقہ میں بہ تفصیل مذکور۔

ف: یہ دونوں قاعدے کہ جناب مصنف نے ذکر کیے ہمارے مذہب کے مطابق نہیں جماع قبل الوقوف سے ہمارے نزدیک حج فاسد اور بدنہ لازم نہیں اور بعد الوقوف قبل الحلق والطواف سے بدنہ لازم۔ حج

عہ^۱: یہ وادی مکہ معظمہ کی آبادی سے ملی ہوئی ہے۔ مقبرہ مکہ مکرمہ یعنی جنت المعلیٰ کے متصل دو کوچے ہیں ان کے مقابل منیٰ کو جاتے ہوئے بائیں ہاتھ پر بطن وادی سے اوپر کچھ پہاڑیاں ہیں ان کو بچیوں اور پہاڑیوں کے درمیان جتنی وادی رہی وہ وادی محصب ہے جب منیٰ سے رمی جمار کر کے مکہ معظمہ جائیں یہاں ٹھہرنا ضرور اور بلا عذر اس کا ترک بُرا، افضل طریقہ اس کا مکملہ میں آئے گا اور زیادہ نہ ہو سکے تو اسی قدر کافی کہ سواری روک کر کچھ دیر دعاء کر لیں ۱۲ منہ)

عہ^۲: تو جہاں بدنہ لازم آئے گا ان کے نزدیک خاص اونٹ واجب ہوگا ہمارے نزدیک گائے بھی کفایت کر جائے گی کما نص علیہ فی الفتح (جیسا کہ فتح القدیر میں اس پر وضاحت کی گئی ہے۔ ت ۱۲ منہ۔)

فاسد نہیں۔

مر: فی کل شعرة من الطعام مُد ویفدی الغیر بالصیّام

ت: ہر بال میں انانج سے چہارم صاع ہے اور ماوراکا جرمانہ روزے۔

ف: بال وغیرہ کے جرمانہ میں ہمارے یہاں بہت تفصیل ہے جس کا بیان موجب تطویل ہے وقت حاجت علماء سے دریافت کر لیں۔

مر: وما عدا الهذی التی قد ذکرتم احکامها فیما سواها سطرت

ت: ان مذکورات کے سوا اور چیزوں کے احکام اس رسالہ کے ماورامیں مسطور ہیں۔

مر: وانما ذی جملة لیسهلا لمن اتی لحفظه مؤملا

ت: اور یہ تو چند باتیں تاکہ آسانی ہو اس کے لیے جو اسے یاد کرنے کی امید میں آئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

م: الزیادة

ت: زیارت سراپا طہارت سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بیان

مر: واقصد اذا حجت للزیارة لقبر طه فلك البشارة

ت: اور جب حج کر چکے تو زیارت قبر طہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قصد کر کہ تیرے لیے خوشخبری ہے۔

ف: علماء مختلف ہیں کہ پہلے حج کرے یا زیارت، لباب میں ہے: حج نقل میں مختار ہے، اور فرض

عہ: ہمد شافعیہ و حنفیہ دونوں کے نزدیک چہارم صاع ہے مگر صاع میں اختلاف ہے۔ ہم ۸ رطل کا کہتے ہیں تو مد ۲ رطل ہوا وہ ۵ - ۳/۱ رطل تو ۱ - ۲/۱ ہوا، اور صاع عند التحقیق دو سو ستر تولے کا ہے۔ تو ہمارے حساب پر بریلی کے سیر سے کہ سو روپیہ بھر کا ہے، ایک صاع آدھ پاؤ کم تین سیر سے ۵ ماشے ۵ رتی زیادہ، اور نیم صاع کہ وہ گندم سے ایک آدمی کے فطر کا صدقہ اور ایک روزہ کا فدیہ اور کفارہ میں ایک مسکین کا حصہ یعنی ایک سیر سات چھٹانک دو ماشے ساڑھے چھ رتی (یہاں عبارت میں کچھ اختصار کیا گیا ہے ۱۲ شرف قادری) رامپور کے سیر سے کہ ۹۶ روپے بھر کا ہے (یعنی پورے نوے تولے کا) (فتاویٰ رضویہ) حساب بہت سیدھا ہے پورے تین سیر کا صاع ہوا دہلی کے سیر سے کہ ۸۰ روپے بھر کا ہے (یعنی ۷۵ تولے ہے ۱۲ فتاویٰ رضویہ) صاع ۳ - ۳/۵ ہوا یعنی ساڑھے تین سیر سے دسواں حصہ سیر کا زائد اور نیم صاع یعنی دو سیر سے پانچواں حصہ سیر کا کم، یہ حساب یاد رکھنا چاہئے بحمد اللہ تعالیٰ کمال تحقیق ہے۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ

ہو تو پہلے حج، مگر مدینہ طیبہ راہ میں آئے تو تقدیم زیارت لازم^۱ انتہی "یعنی بے زیارت گزر جانا گستاخی، اور فقیر کہ علامہ سبکی کا یہ ارشاد بہت بھایا پہلے حج کرے تاکہ پاک کی زیارت پاک ہو کر ملے۔

پاک شوا اول و پس دیدہ براں پاک انداز
(پہلے پاک ہو اور پھر اس پاک ہستی پر نظر ڈال)

ف: جناب مصنف کے کلام میں صاف اشارہ ہے کہ سفر مدینہ طیبہ خاص بقصد زیارت شریفہ ہو اور بیشک یہ امر شرعاً محمود اور

زیارت اقدس اعظم مقصود اور حدیث میں لفظ عہ لا تعبلہ (ف) الا زیارتی^۲ موجود یعنی

عہ: ۱: فائدہ جلیلہ: یہ حدیث صحیح ہے
رواہ الطبرانی الکبیر والدارقطنی فی الامالی وابوبکر
المقبری فی المعجم والحافظ السلفی وابن عساکر وابو
نعیم والحافظ ابو علی وسعید بن السکن البغدادی فی
کتاب السنن الصحاح عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ
تعالیٰ عنہما

امام ابن سکن اشارہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی صحت پر ائمہ حدیث کا اجماع ہے۔ دوسری حدیث میں ہے:
زارنی متعبداً^۳۔ رواہ العقیلی والبہیقی وابن عساکر۔
بالقصد میری زیارت کرے، اس کو عقیلی، بیہقی اور ابن عساکر نے
روایت کیا۔ (ت)

تیسری حدیث میں ہے:
زارنی بالمدینۃ محتسباً^۴۔ اخراجہ ابن ابی الدنیا
ثواب کی نیت سے میری زیارت کے لیے مدینہ میں
(باقی اگلے صفحہ پر)

^۱ لباب و شرح لباب مع ارشاد الساری باب زیارة سید المرسلین دارالکتب العربی بیروت ص ۳۵-۳۳۴

^۲ معجم کبیر، مروی از عبد اللہ ابن عمر حدیث ۱۳۱۴۹ مکتبہ فیصلہ بیروت ۲۹/۱۲، کنز العمال حدیث ۳۴۹۲۸ موسۃ الرسالہ بیروت ۲۵۶/۱۲

^۳ شعب الایمان، حدیث ۴۱۵۲ باب المناسک دارالکتب العلمیۃ بیروت ۳/۸۸

^۴ شعب الایمان، حدیث ۴۱۵۷ باب المناسک، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۳/۹۰

اسے کوئی کام نہ ہو میری زیارت کے سوا۔ امام ابن المہام فرماتے ہیں میرے نزدیک افضل یہ ہے کہ سفر خاص بقصد
(لغیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

والبیہقی وابن الجوزی عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ (انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تخریج کی۔ ت)

عنہ۔

چوتھی حدیث میں ہے:

قصدنی فی مسجدی^۱۔ اور دہ فی جذب القلوب۔

میرا قصد کر کے میری مسجد میں آئے (اکو جذب القلوب میں ذکر کیا گیا ہے۔ ت)

اقول: علاوہ بریں وہ تمام احادیث جن میں زیارت قبر شریف کی ترغیب و تاکید اور اس کے ترک پر وعید و تہدید ہمارے مدعا کی گواہ و شہید، طرفہ بات یہ ہے کہ شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس امر کی طرف تاکید بلائیں اور اس کے ترک پر وعید فرمائیں اس کا قصد ناجائز قرار پائے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: انما الاعمال بالنیات^۲۔ (تمام اعمال کا مدار نیتوں پر ہے۔ ت) یہ عجب کار ثواب ہے جس کی نیت موجب عذاب ہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

رہی حدیث "لا تشد الرحال" ائمہ دین نے تصریح فرمائی ہے کہ وہاں ان تینوں مسجدوں کے سوا اور مسجد کے لیے بالقصد سفر کرنے سے ممانعت ہے ورنہ زہار الفاظ حدیث طلب علم و اصلاح مسلمانین و جہاد و اعداء و نشر دین و تجارت حلال و ملاقات صالحین وغیرہ مقاصد کے لیے سفر سے مانع نہیں۔ اور قاطع نزاع یہ ہے کہ بعینہ یہی حدیث بروایت حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مسند میں بسند حسن یوں روایت کی:

لا ینبغی للمطی ان تشد رحالہ الی مسجد تبتنغی فیہ
الصلوۃ غیر المسجد الحرام والمسجد الاقصیٰ و
مسجدی ہذا^۳۔

ناقہ کو سزاوار نہیں کہ اس کے کجاوے کسی مسجد کی طرف بغرض نماز کے جائیں سوائے مسجد حرام و مسجد اقصیٰ اور میری مسجد کے۔

تو خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد سے حضور کی مراد واضح ہو گئی والحمد للہ رب العلمین ۱۲ منہ

^۱ جذب القلوب باب چہار و ہم در فضائل زیارۃ المرسلین مطبوعہ نوکشتور لکھنؤ ص ۱۹۶

^۲ صحیح بخاری باب کیف کان بدی الوحی قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱

^۳ مسند احمد بن حنبل مروی از ابو سعید خدری دار الفکر بیروت ۳/۲۳

زیارت والا کرے یہاں تک کہ اس کے ساتھ مسجد شریف کا بھی ارادہ نہ ہو کہ اس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم زیادہ ہے جب حاضر ہوگا حاضری مسجد خود ہو جائے گی یا اس کی نیت دوسرے سفر پر رکھے۔

مر: ان زیارة النبی لازمة صلوٰ علیہ فالصلوة واجبة

ت: بے شک زیارت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی لازم ہے درود بھیجوان پر کہ درود فرض ہے، ش: علماء فرماتے ہیں زیارت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اعظم قربات وافضل طاعات سے ہے۔ بہت برآرندہ مقاصد وحاجات، قریب بدرجہ موکدہ واجبات، بلکہ بعض نے وجوب عہ کی تصریح فرمائی۔

فقیر کہتا ہے دلیل اسی کو مقتضی، وهو الذی نود ان نقول بہ (ہم یہی کہنا چاہتے ہیں۔ ت) اسی طرح حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود غمر میں ایک بار تو بالاجماع فرض قطعی ہے اور امام شافعی ہر نماز میں فرض اور ہر بار کہ ذکر شریف آئے علماء کو وجوب واستحباب میں اختلاف، وامام طحاوی کا مذہب ہر مرتبہ وجوب ہے ذاکرو سامع پر، باقلانی و حلبی وصاحب بحر الرائق وتنویر الابصار وغیرہم اکابر علماء نے اسی کو صحیح و رائج و معتد فرمایا اور دلیل اسی کو مقتضیو هو الذی ندب اللہ بہ (یہی اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے۔ ت) البتہ در صورت اتحاد مجلس دفعاً للخرج تداخل مسلم عہ۔ واللہ اعلم

مر: ویستجی الزائر الشفاعة فیما روتہ ثقة الجماعة

ت: اور زیارت کرنے والا مستحق شفاعت ہے اس حدیث کی رو سے جسے ثقہ جماعت نے روایت کیا۔

عہ: یعنی الوجوب المصطلح عند الحنفیة لا كما تقول القدماء الظاهرية ان الزيارة الكريمة واجبة ولا يفرقون بين الواجب والفرض اما احادهم الهنود فقد امنوا بأبن تبيبة وتفوهو بمالا تعسطه الديمة الدومية ولا حول ولا قوة الا باللہ ۱۲ منہ (مر)

عہ: ۲: المعتمد عندنا الوجوب والتداخل افاده في المرقاة

۱۲ منہ (مر)

ہمارے نزدیک قابل اعتماد وجوب اور تداخل ہے اس کا افادہ مرقات میں ہے ۱۲ منہ (ت)

ش: حدیث ۱: حدیث صحیح میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں، جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو گئی۔^۱

حدیث ۲: جو میری زیارت کو آیا کہ اسے سوا زیارت کے کچھ کام نہ تھا مجھ پر حق ہو گیا کہ روز قیامت اس کا شفیع ہوں۔^۲

عہ ۱: رواہ ابن خزیمہ فی صحیحہ و ابن ابی الدنیا والطبرانی فی المحامی والبزار والعقيلي و ابن عدی والدارقطنی والبیہقی وابوالشیخ وابن عساکر وابوطاھر السلفی وعبدالحق فی الاحکامین والذہبی وابن الجوزی کلہم عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما وصحہ عبدالحق وحسنہ الذہبی اقول بعد الحسن فلا شک فی صحته لکثرة الطرق ففی لباب عن بکر بن عبد اللہ رواہ ابو الحسن یحیٰ بن الحسن فی اخبار المدينة وعن الفاروق وعن ابن عباس وعن انس بن مالک وعن ابی ہریرۃ رحمہم اللہ تعالیٰ عنہم کما سیأتی ۱۲ منہ	اسے ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اور ابن ابی الدنیا، طبرانی، محامی، بزار، عقيلي، ابن عدی، ابوطاھر سلفی، اور عبدالحق نے احکامین میں اور ذہبی اور ابن جوزی سب نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا، اور عبدالحق نے اسے صحیح کہا اور ذہبی نے اس کی تحسین کی اقول تحسین کے بعد اس کی صحت میں کثرت طرق کی بنا پر شک نہ رہا اس باب میں بکر بن عبد اللہ سے روایت ہے اسے ابوالحسن یحییٰ بن الحسن نے اخبار مدینہ میں ذکر کیا اور عمر فاروق سے ابن عباس سے انس بن مالک اور ابو ہریرہ رحمہم اللہ تعالیٰ عنہم سے روایات مروی ہیں جیسا کہ آگے آ رہا ہے ۲ منہ (ت)

عہ ۲: یہ حدیث بھی صحیح ہے جس کی تخریج شروع فصل کے حواشی میں گزری۔

عجیب لطیف: امام اجل خاتمہ الحفاظ والمحدثین امام زین الدین عراقی استاذ امام جبل الحفاظ، اسناد المحدثین امام ابن حجر عسقلانی رحمہما اللہ تعالیٰ زیارت مزار پُر انوار حضرت سید ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جاتے تھے بعض حنبلی حضرت کے ہمراہ رکاب تھے حنبلی نے باتباع ابن تیمیہ کہ مدعی حنبلیت تھایوں کہا کہ میں نے مسجد خلیل اللہ (باقی صفحہ آئندہ)

^۱ سنن الدارقطنی کتاب الحج باب المواقیف نشر النیملتان ۲/ ۲۷۸

^۲ معجم الکبیر مروی از عبد اللہ بن عمر حدیث ۱۳۱۳۹ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱۲/ ۲۹۱، کنز العمال حدیث ۳۴۹۲۸ مؤسسہ رسالہ بیروت ۱۲/ ۲۵۶

حدیث ۳۱۴: جو مدینہ میں بہ نیت ثواب میری زیارت کرنے آئے میں اس کا شفع و گواہ ہوں۔^۱

حدیث ۳۲: جو میرے انتقال کے بعد میری زیارت کرے گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) علیہ الصلوٰۃ والسلام میں نماز پڑھنے کی نیت کی امام نے فرمایا میں نے زیارت قبر سیدنا خلیل اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نیت کی، پھر حنبلی سے فرمایا تم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مخالفت کی کہ حضور نے مساجد ثلاثہ کے سوا چوتھی مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے سفر سے ممانعت کی اور میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اتباع کیا کہ حضور نے فرمایا: قبور کی زیارت کرو۔ کیا اس کے ساتھ کہیں یہ بھی فرمادیا ہے کہ قبور انبیاء کی زیارت نہ کرو، حنبلی کو سوا حیرت کے کچھ بن نہ آیا۔^۲

نقله العلامة القسطلانی فی البواہب عن الشیخ ولی الدین عراقی عن ابیہ الامام زین الدین العراقي رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ (م)

دیکھئے خدا کی شان جس حدیث سے یہ لوگ زعم میں مزارات کی طرف سفر کی ممانعت نکالتے تھے خدا تعالیٰ نے اسی حدیث سے ان پر الزام قائم فرمایا واللہ الحجة السامیۃ ۲ امنہ

عہ ۱: رواہ ابن ابی الدنیا والبیہقی وابو الفرج ابن الجوزی عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۲ امنہ (م)

عہ ۲: رواہ العقیلبی وابن عساكر عن ابن عباس والیعقوبی فی جزئہ الحدیثی عن ابی ہریرۃ، وابن النجار فی الدرۃ الثمینۃ عن انس بن مالک وصدر الحدیث مروی عن ابن عمر

اسے ابن ابی الدنیا، بیہقی اور ابو الفرج ابن جوزی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ۱۲ امنہ (ت) عقیلبی اور ابن عساكر نے ابن عباس سے، اور یعقوبی نے جزء الحدیثی میں ابو ہریرہ سے اور ابن النجار نے الدرۃ الثمینۃ میں انس بن مالک سے روایت کیا ہے اور صدر حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما (باقی بر صفحہ آئندہ)

^۱ شعب الایمان باب المناسک حدیث ۴۱۵۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/ ۴۵۷

^۲ المواہب اللدنیۃ حکم نذر الزیارة المکتب الاسلامیہ بیروت ۴/ ۷۴-۷۵

اور میں روز قیامت اپنے زائر کا گواہ یا شفیع ہوں گا۔^۱

حدیث ۵^۱: جو میری قبر کی، یا فرمایا میری زیارت کرے میں اس کا شافع و شاہد ہوں^۲۔ غرض یہ مضمون بہت حدیثوں میں وارد۔

حدیث ۶^۲: مکہ جا کر حج کرے پھر میرے قصد سے میری مسجد حاضر ہوا اس کے لیے دو حج مبرور لکھے جائیں^۳۔ اور فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم: حج مبرور^۴ کی جزا سوا جنت کے کچھ نہیں^۴۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

رضی اللہ تعالیٰ عنہما، رواہ سعید بن منصور و البیہقی و الطبرانی و ابویعلیٰ و ابن عدی و الدار قطنی و البیہقی و ابن عساکر و ابن الجوزی و ابن النجار و عن حاطب رواہ الدار قطنی و البیہقی و ابن عساکر و عن علی کریم اللہ وجہہ رواہ یحییٰ بن جعفر الحسینی فی اخبار المدینۃ، و اوردہ ابو سعید فی شرف المصطفیٰ ۱۲ منہ (م)

سے مروی ہے۔ اسے سعید بن منصور، محاملی، طبرانی، ابویعلیٰ، ابن عدی، دار قطنی، بیہقی، ابن عساکر، ابن نجار نے روایت کیا، اور حاطب سے مروی ہے، اسے دار قطنی، محاملی، بیہقی اور ابن عساکر نے روایت کیا اور حضرت علی کریم اللہ وجہہ سے مروی ہے اسے یحییٰ بن جعفر الحسینی نے اخبار المدینہ میں روایت کیا، اور ابو سعید نے اسے شرف المصطفیٰ میں بیان کیا ۱۲ منہ (ت)

فصل کے شروع میں گزرا ۱۲ منہ (ت)

اسے امام مالک، احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، اصہبانی اور بیہقی (باقی صفحہ آئندہ)

۱۵: رواہ ابوداؤد الطیاسی و البیہقی و ابونعیم و ابن عساکر عن امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۲ منہ (م)

عہ ۲: مرفی صدر الفصل ۱۲ منہ (م)

عہ ۳: رواہ مالک و احمد و البخاری و مسلم و ابو داؤد و الترمذی و النسائی و ابن ماجہ

^۱ کتاب الضعفاء الکبیر ترجمہ ۱۵۱۳ فضائل بن سعید دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳/ ۵۷۷

^۲ مسند ابوداؤد طیالسی حدیث من زائر قبری دار المعرفۃ ص ۱۲ و ۱۳

^۳ جذب القلوب باب چہارم در فضائل زیارت سید المرسلین نوکشتور لکھنؤ ص ۱۹۶

^۴ صحیح بخاری ابواب العمرة باب وجوب العمرة و فضل الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۳۸/۱

حدیث ۷^۱: جو بالقصد میری زیارت کو حاضر ہو روز قیامت میرے سایہ دامن میں ہو۔^۱

حدیث ۸^۲: جو حجۃ الاسلام بجالائے اور میری قبر کی زیارت سے مشرف ہو اور ایک جہاد کرے اور بیت المقدس میں نماز پڑھے اللہ تعالیٰ اس سے فرائض کا حساب نہ لے۔^۲

حدیث ۹^۳: جس نے حج کیا اور میری زیارت کو نہ آیا اس نے مجھ پر جفا کی۔^۳

والاصبهانی والبيهقي عن ابى هريرة واحمد عن عامر بن ربيعة وعن جابر بن عبد الله والطبراني في المعجم الكبير عن ابن عباس واحمد والترمذي والنسائي وابن خزيمة وابن حبان في صحيحهما عن عبد الله بن مسعود رضى الله تعالى عنهم. قال الترمذي حسن صحيح. قلت وقد روى من غير وجه ۱۲ منہ غفرلہ (م)

متعدد وجوہ سے مروی ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

فصل کے شروع میں پیچھے اس کا ذکر ہو چکا ۱۲ منہ (ت)

اسے ابوالفتح ازدی نے بطریق سفیان الثوری منصور سے ابراہیم سے علقمہ سے ابن مسعود رضى الله تعالى عنه سے روایت کیا ۱۲ منہ (ت)

۷^۱: سبق ذکرہ فی صدر الفصل ۱۲ منہ (م)

۸^۲: رواہ ابوالفتح الازدی بطریق سفیان الثوری عن منصور عن ابراهيم عن علقمة عن ابن مسعود رضى الله تعالى عنه ۱۲ منہ (م)

^۱ شعب الایمان حدیث ۴۱۵ باب المناک دارالکتب العلمیہ بیروت ۳/۲۹۰

^۲ تنزیہ الشریعہ المرفوعہ بحوالہ (فت) کتاب الحج فصل ثالث ۱۵۱/۲

^۳ اکامل فی ضعفاء الرجال ترجمہ نعمان بن شبل دارالفکر بیروت ۷/۲۳۸۰

حدیث ۱۰: جو امتی میرا قدرت رکھتا ہو پھر میری زیارت نہ کرے اس کے لیے کوئی عذر نہیں^۱۔

حدیث ۱۱: ۲ جو مجھ پر سلام عرض کرتا ہے میں اسے جواب دیتا ہوں^۲، السلام علیک ایہا النبی ورحمة اللہ وبرکاتہ۔

حدیث ۱۲: ۳ جو مجھ پر میری قبر کے پاس سلام عرض کرے اللہ تعالیٰ اس پر ایک فرشتہ مقرر فرمائے^۳ کہ اس کا سلام مجھے پہنچائے اور اس کے دنیا و آخرت کے کاموں کی کفایت فرمائے اور روز قیامت میں اس کا شفیع یا گواہ ہوں^۳۔

حدیث ۱۳: ۵ اللہ تعالیٰ نے دنیا میرے سامنے اٹھائی کہ وہ جو کچھ قیامت تک اس میں ہونے والا ہے سب کو ایسا دیکھ رہا ہوں جیسا اپنی ہتھیلی کو^۴۔

۱۵: رواہ ابن النجار عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے ابن نجار نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ۱۲ منہ (ت)

۲: رواہ الامام احمد وابوداؤد عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ باسناد صحیح قالہ المناوی ۱۲ منہ (م)

۳: رواہ الامام احمد وابوداؤد عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ باسناد صحیح قالہ المناوی ۱۲ منہ (م)

۴: هذا حدیث ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دہ فی الجوہر النظم ذکرہ العلامة الزرقانی فی شرح المواہب کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

۵: در بارشانی کا ادب ہے کہ حاضرین کی عرض بھی عرض بیگی کے ذریعہ سے ہوتی ہے ورنہ حضور پر دلوں کے ارادے تک روشن ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

۵: رواہ الطبرانی عن ابن عمر الفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے طبرانی نے حضرت ابن عمر الفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ۱۲ منہ (ت)

^۱ تنزیہ الشریعۃ المرفوعہ بحوالہ تاریخ ابن نجار کتاب الحج فصل ثانی دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۴۲/۲

^۲ سنن ابوداؤد کتاب المناسک باب زیارة القبور آفتاب عالم پریس لاہور ۱۴۹/۲

^۳ شعب الایمان باب فی المناسک حدیث ۴۱۵۶ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۳۸۹/۳

^۴ کنز العمال بحوالہ نعیم بن حماد فی الفتن حدیث ۳۱۸۱۰ موسیۃ الرسالہ بیروت ۳۷۸/۱۱ وکنز العمال بحوالہ طب وحل عن ابن عمر حدیث ۱۳۹۷۲

موسیۃ الرسالہ بیروت ۲۲۰/۱۱

حدیث ۱۴^{عہ}: میرا علم میری وفات کے بعد ایسا ہی ہے جیسا میری زندگی میں۔^۱

حدیث ۱۵^{عہ}: میری حیات و ممات دونوں تمھارے لیے بہتر ہیں، تمھارے اعمال میرے حضور پیش کئے جاتے ہیں میں نیکیوں پر شکر کرتا ہوں اور برائیوں پر تمھارے لیے استغفار فرماتا ہوں۔^۲

حدیث ۱۶^{عہ}: بیشک اللہ تعالیٰ نے زمین پر پیغمبروں کا جسم کھانا حرام کیا ہے تو اللہ کا نبی زندہ ہے اور روزی

عہ: ۱: أخرجه الاصبهاني وابن عدي في الكامل عن انس رضي الله تعالى عنه ۱۲ منہ (م)
اسے اصبہانی اور ابن عدی نے کامل میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ۱۲ منہ (ت)

عہ: ۲: رواه الحارث في مسنده وابن سعد في طبقات والقاضي السمعيل بسند صحيح عن بكر بن عبد الله المزني التابعي الثقة مرسلًا والبخاري في صحيحه مرسلًا
حارث نے اپنی مسند میں اور ابن سعد نے اپنی طبقات میں اور قاضی اسمعیل نے بسند صحیح بکر بن عبد اللہ المزنی التابعی الثقہ سے مرسلًا اور ایسے ہی صحیح اسناد کے ساتھ بزار نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

حدیث کا ابتدائی حصہ یہ ہے اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے زمین پر کہ وہ انبیاء کے اجسام کو کھائے۔

عہ: ۳: صدر الحديث ان الله حرم على الارض ان تاكل اجساد الانبياء^۳ أخرجه الاثمة احمد وابوداؤد والنسائي وابن ماجه والدارقطني وابن خزيمة وابن حبان وابو نعيم وغيرهم عن اوس بن اوس رضي الله تعالى عنه وصححه ابن خزيمة وحبان والدارقطني وحسنه عبد الغني والمنذري وقال ابن دحيه انه صحيح محفوظ بنقل العدل عن العدل اه وأخرجه الطبراني

اس کو ائمہ کرام ابوداؤد، ابن ماجہ، حاکم، دارقطنی، ابن خزیمہ، ابن حبان، وابو نعیم وغیرہم نے اوس بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تخریج کیا ہے اور اس کو ابن خزیمہ، ابن حبان اور دارقطنی نے صحیح کہا ہے اور عبد الغنی اور منذری نے اس کو حسن کہا ہے اور ابن دحیہ نے کہا کہ یہ صحیح محفوظ ہے اور اس کے تمام راوی عادل ہیں، اور طبرانی اور بیہقی نے ابو ہریرہ سے اور ابن عدی (باقی بر صفحہ آئندہ)

^۱ جذب القلوب باب چہار دہم در زیارت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نوکشتور لکھنؤ ص ۱۹۹

^۲ کنز العمال بحوالہ ابن سعد عن بکر بن عبد اللہ المزنی حدیث ۳۱۹۰۳ موسیٰ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۳۰۷

^۳ سنن ابن ماجہ ابواب الجنائز ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۹

دیا جاتا ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم^۱۔

حدیث ۱۷: میری اس مسجد میں نماز اور مسجدوں کی ہزار نماز سے افضل ہے سوائے مسجد الحرام کے^۲۔

حدیث ۱۸: جو حرمین میں سے کسی حرم میں مرے روز قیامت بے خوف اٹھے^۳۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اس کوائمہ کرام ابو داؤد، ابن ماجہ، حاکم، دارقطنی، ابن خزیمہ، ابن حبان، وابو نعیم وغیرہم نے اوس بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تخریج کیا ہے اور اس کو ابن خزیمہ، ابن حبان اور دارقطنی نے صحیح کہا ہے اور عبد الغنی اور منذری نے اس کو حسن کہا ہے اور ابن وحیہ نے کہا کہ یہ صحیح محفوظ ہے اور اس کے تمام راوی عادل ہیں، اور طبرانی اور بیہقی نے ابو ہریرہ سے اور ابن عدی نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے اس اضافہ "تو اللہ کا نبی زندہ ہے روزی دیا جاتا ہے" کو ابن ماجہ نے صحیح سند کے ساتھ ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے روایت کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

یہ بیہقی کے ہاں انس بن مالک اور بکر بن عبد اللہ، حاطب اور امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے یہ پہلی، چوتھی، پانچویں اور ساتویں حدیث کا تتمہ ہے۔ اس کی تخریج گزر چکیں ۱۲ منہ (ت)

والبیہقی عن ابی ہریرۃ وابن عدی عن انس ومع زیادة فبنی اللہ حی یزق^۴ رواہ ابن ماجۃ بسند صحیح عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ۱۲ منہ (م)

عہ: رواہ احمد والستۃ الا ابداؤد عن ابی ہریرۃ واحمد ومسلم والنسائی وابن ماجۃ عن ابن عمر ومسلم عن امر المومنین میونۃ واحمد عن جبیر بن مطعم وعن وسعد وعن الارقم بن ابی الارقم وکابن ماجۃ عن جابر بن عبد اللہ وکابن حبان عن عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ۱۲ منہ (م)

عہ: مروی عن انس بن مالک عند البیہقی وعن بکر بن عبد اللہ وعن حاطب وعن امیر المومنین عمر وعن غیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم تتبۃ للحدیث الاول والرابع والخامس والسابع وقد مر تخاریجها ۱۲ منہ (م)

^۱ سنن ابن ماجہ ابواب الجنائز ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۹

^۲ صحیح مسلم باب فضل الصلوۃ بمسجدی مکہ والمدینہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۳۶۱/۱

^۳ شعب الایمان باب فی المناسک حدیث ۴۱۵۸ دارالکتب العلمیہ بیروت ۳/۳۹۰

^۴ سنن ابن ماجہ ابواب الجنائز ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۹

حدیث ۱۹: مدینہ مکہ سے افضل ہے^۱

حدیث ۲۰: جس سے مدینہ میں مرنا ہو سکے تو اسی میں مرے کہ جو مدینہ میں مرے گا میں اس کی شفاعت فرماؤں گا^۲۔
اللهم ارزقنا على الايمان والسنة بجاهه عندك باعظم المنه امين امين وصلى الله تعالى على سيدنا
ومولانا محمد وآله وصحبه اجمعين۔

م: هنالك يا معشر الحجاج اذ جئتم من ابعد الفجاءت:

اے گروہ حاجیاں! تمہیں خردہ جب آئے تم دور دراز راہوں سے۔

ت: وقد حوِيتم عظيم المنه والحج مبرورًا جزاء الجنة

ت: اور بیشک تم نے بڑا احسان جمع کیا اور اچھے حج کا بدلہ بہشت ہے۔

ش: یہ اخبار بہ طور رجا ہے، بنظر احادیث کثیرہ عہد کمرہ اسی معنی میں وارد ہوئیں یاد عامراد ہے اور تخصیص مغفرت

عہ: ۱: رواه الطبرانی في الكبير والدارقطني في الافراد عن اس کو طبرانی نے کبیر میں اور دارقطنی نے افراد میں رافع بن

رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۲ منہ (م) خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے، ۱۲ منہ (ت)

عہ: ۲: رواه احمد والترمذی وابن ماجه وابن حبان عن اس کو احمد، ترمذی، ابن ماجہ اور ابن حبان نے ابن عمر رضی اللہ

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما وصححه الترمذی ۱۲ منہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے اور ترمذی نے اسے صحیح کہا ۱۲ منہ

(ت)

(م)

عہ: ۳: اس بارے میں احادیث کثیرہ وارد ہیں، فضائل حج و عمرہ میں حضرت والد قدس سرہ الماجد نے جو اہر البیان شریف

(باقی بر صفحہ آئندہ)

^۱ المعجم الکبیر مروی از رافع بن خدیج المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۲۸۸/۴

^۲ جامع الترمذی ابواب المناقب باب ماجاء فی فضل المدینۃ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲۳۱/۲

کے یہ معنی نہیں کہ خاص تمہاری مغفرت ہو، بلکہ یہ کہ تمہاری خاص مغفرت ^{عہ} ہو۔

مر: فَاذْكُرُوا الْحَمْدَ لِلَّهِ وَالشُّكْرَ اذْهَذِهِ النِّعْمَةُ مِنْهُ الْكَبْرَى

ت: تو حمد و شکر الہی کا التزام کر لو کہ یہ نعمت اس کی بہت بڑی ہے۔

مر: وَعَظَمُوا النَّبِيَّ بِالْإِسْلَامِ عَلَيْهِ فَهُوَ الْمَسْكُ الْخِتَامُ

ت: اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کرو ان پر سلام بھیج کر، کیونکہ یہ مشک ہے مہر خاتمہ کے لیے۔

مر: وَالْهَ خِلَاصَةُ الْإِنَامِ مَعَ صَحْبِهِ الْفَاضِلِ الْكِرَامِ

ت: اور ان کی ال پر کہ خلاصہ مخلوقات ہیں مع صحابہ کے کہ بہت فضیلت و کرم والے ہیں۔

ف: اس قسم کے کلمات مقام مدح میں استعمال کرتے ہیں مثلاً امام ابو حنیفہ سید الاولیاء حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما بلکہ علماء و سادات عصر کو لکھتے ہیں، افضل المحققین، اکمل المدققین، خلاصہ دودمان مصطفوی، نقادہ خاندان مرتضوی اور ان الفاظ سے عموم و استغراق حقیقی مراد نہیں لیتے۔ ورنہ بایں معنی امام ائمہ و سیدنا الاولیاء حضور اقدس سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں و بس، اور اگر امت ^{عہ} میں لیجئے تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اسی طرح خلاصہ دودمان مصطفوی حضرت بتول زہرا ہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

میں ستر سے زائد حدیثیں ذکر فرمائیں ان میں بہت احادیث اس معنی کی مفید ملیں گی، سب سے اعلیٰ یہ ہے کہ صحیحین میں آیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو حج کرے اور اس میں رفت و گناہ سے بچے ایسا پاک ہو کر پلٹے جیسا جس دن ماں کے پیٹ سے نکلا تھا۔^{۱۲} منہ۔

عہ ۱: یعنی مغفرت عامہ سے جدا و ممتاز ۱۲ منہ

عہ ۲: یہ اس لیے کہہ دیا کہ اولیاء کا اطلاق کبھی بمعنی اعم آتا ہے یعنی ہر محبوب خدا، تو انبیاء بلکہ ملائکہ کو بھی شامل، اس معنی پر قرآن عظیم میں فرمایا: اَلَا اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ^۱ (سن لو بیشک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ غم۔ ت) بایں معنی سید الاولیاء حضور سید المحبوبین ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، اور کبھی ماورائے انبیاء و مرسلین مراد لیتے ہیں ہزاروں بار سنا ہوگا انبیاء و اولیاء اور عطف مقتضی مغایرت ہے اس معنی پر سید الاولیاء حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں کہ باجماع اہل سنت تمام امت سے افضل و اکمل (باقی اگلے صفحہ پر)

^۱ الترغیب والترہیب کتاب الحج الترغیب فی الحج مصطفیٰ البابی مصر ۱۳/۲، صحیح بخاری کتاب المناسک قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۰۶/۱

اور اوپر سے لیجئے تو حضرت مولانا مشکل کشا اور نقادہ خاندان مرتضوی حسن عہ مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ہیں اور اس لفظ کا تیسرا اطلاق اخص اور ہے جس میں صحابہ بلکہ تابعین کو بھی شامل نہیں رکھتے کہ وہ اسمائے خاصہ سے ممتاز ہیں، جیسے کہتے ہیں اس مسئلہ پر صحابہ و تابعین و اولیائے امت و علمائے ملت کا اجماع ہے اس وقت یہ لفظ اصطلاح مشائخ و صوفیہ کا ہم عنوان ہوتا ہے، اس معنی پر بیشک حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سید الاولیاء ہیں لایخص منہ نفس الا ان یقوم دلیل (اس معنی کہ اولیاء میں آپ بلا تخصیص سب کے سردار ہیں بغیر دلیل کسی ولی کی تخصیص نہ ہوگی) تو فرمان واجب الاذعان "قدمی ہذا علی رقبۃ کل ولی اللہ" (میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے۔ ت) میں تخصیص بلا محض کی اصلاً حاجت نہیں، کما حقناہ فی المجید المعظم (جیسا کہ ہم نے المجید المعظم میں اس کی تخصیص کی ہے ۱۲ منہ غفرلہ۔

عہ: ہم نے اپنی کتاب "مطلع القبرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین" کے منہیات پر متعدد حدیثوں سے ثابت کیا کہ حضرت سبط اکبر حضرت سبط اصغر سے افضل ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہما، از انجملہ حدیث طبرانی کہ حضور والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"حسن کے لیے میری ہیبت و سرداری ہے اور حسین کے لیے میری جرات و بخشش۔" ¹

دوم: حدیث احمد و ابوداؤد کہ فرمایا: "حسن میرا ہے اور حسین علی کا۔" ²

سوم حدیث ابویعلیٰ کہ فرمایا: "حسن تمام جو انان اہل جنت کے سردار ہیں۔" ³

وہذا حدیث حسن، نص صریح فمآ قلنا (یہ حدیث ہمارے دعوٰی پر صریح نص ہے۔ ت) فقیر بدلیل احادیث یہی گمان کرتا تھا یہاں تک کہ تیسرے شرح جامع صغیر میں اس معنی کی تصریح پائی والحمد للہ ۱۲ منہ غفرلہ۔

¹ مجمع الزوائد باب فیما اشترک الحسن والحسین الخ دار الکتاب العربی بیروت ۱۸۵/۹

² مسند احمد بن حنبل مروی از مقدم بن معدیکرب دار الفکر بیروت ۱۳۲/۴

³ مجمع الزوائد باب ما جاء فی الحسن بن علی دار الکتاب العربی بیروت ۱۷۸/۹

پس واضح ہو گیا کہ طور متعارف پر حضرات آل اطہار کو خلاصہ مخلوقات کہنا بہت صحیح ہے اور اس سے ان کی فضیلت انبیاء و مرسلین بلکہ خلفائے ثلاثہ رضوان تعالیٰ علیہم اجمعین پر لازم نہیں آتی کہ جو امور عقائد حقہ میں متفق ہو چکے وہ خود ایضاً مراد کو بس ہیں۔ والحمد للہ اولا و آخراً والصلوة والسلام کثیراً وافرّاً علی الحبیب الجلیل باطناً و ظاہراً والہ وصحبہ سادۃ الوریٰ ما طلعت شمس و بدر ساری۔

تکمّلہ

حج و عمرہ کی ترکیب اور اول سے آخر تک ان کے افعال کی ترتیب اور آداب زیارت قبر حبیب علیہ صلوٰۃ القریب المحیب میں یہ شرح کہ حسب فرمائش حضرت مصنف نہایت مختصر لکھی گئی اگرچہ بحمد اللہ کارآمد مسائل پر مشتمل اور اختیار رائج و ترک مرجوع میں تام و کامل، جسے نہ جانے گا مگر وہ کہ کتب کثیرہ فقہیہ جمع کر کے نظر تدقیق و فکر عمیق سے کام لے سکے اور اس کے ساتھ وقت اختلاف ترجیح یا عدم تصریح بافتاء و تصحیح رسم افتاء و آداب مفتی کے مسالک بعیدہ و معارک عدیدہ میں مہارت رکھے بایں ہمہ بحمد اللہ جابجا ارشادات لطیفہ و تنقیدات شریفہ ہیں جن پر اطلاع ذہن ثاقب کا کام، والحمد للہ ولی الانعام، قلنتہ شکراً لا بطراً و فخراً و العیاذ باللہ مما لا یرضاه، مگر ازاں جا کہ اول تا آخر ترکیب اعمال و ترتیب افعال بیان نہ ہوئی جس کی طرف حجاج کو عموماً اور عوام کو خصوصاً حاجت اور اس کے نہ جاننے سے اکثر اوقات کم علم مسلمانوں کو دقت ہوتی ہے۔ لہذا فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے چاہا کہ امور مذکورہ سے شرح کی تکمیل اور آخر میں قدرے آداب زیارت سراپا طہارت کی مختصر تفصیل کروں کہ عام مومنین کو ان شاء اللہ تعالیٰ خود بصیرت ملے اور مطوفوں، مزہروں کی حاجت نہ رہے۔ سفر مبارک حریم طہیین سے معاودت فرما کر حضرت تاج العلماء سراج الکلماء، سید الفقہاء، سند الفضلاء حضرت والد قدس سرہ الماجد نے کتاب مستطاب "جواہر البیان فی اسرار الارکان" میں اس جلیل کام کو نہایت تک پہنچایا اور طہارت و صلوٰۃ و صوم و زکوٰۃ کے اسرار و دقیقہ و لطائف اتیقہ ارشاد فرما کر حج و زیارت کا بیان بے شیل و عدیل تحریر فرمایا۔

جزاه اللہ تعالیٰ خیر جزاء واعلیٰ درجاتہ فی دار اللقاء اٰمین! اس جمیل کتاب جلیل مستطاب کی لطافت و خوبی و دلکشی ع

ذوق این مے نشناسی بخدا تانہ چشی

(بخدا چکھے بغیر اس شراب کا ذائقہ معلوم نہ ہو سکے گا)

اس مبارک کتاب کے نصف سے زائد میں یہی بیان جانفزا ہے۔ فقیر اس کی دو فصلوں سے چند حروف تلخیص ع^۱ کرتا ہے و باللہ التوفیق و ہدایۃ الطریق۔

حج و عمرہ کی ترکیب

احرام کی ترکیب تو ہم اوپر لکھ چکے ہیں یہاں اتنا جانئے کہ حاجیوں ع^۲ کا احرام تین طرح کا ہوتا ہے، تنہا حج کی نیت ع^۳ سے افراد کہتے ہیں، اور ایسے حاجی کو مفرد، یا یہ کہ میقات ع^۴ پر صرف عمرہ ع^۵ کا ارادہ کرے، مکہ معظمہ پہنچ کر

ع^۱: غالباً اسی کا خلاصہ ہے اگرچہ کہیں کہیں کچھ حرف زائد کیے گئے ۱۲ منہ

ع^۲: چوتھا احرام تنہا عمرہ کا ہے جو تمتع و قرآن سے جدا ہوا سے افراد بالعمہ کہتے ہیں، وہ حاجی کا احرام نہیں ۱۲ منہ

ع^۳: یعنی جس کے وقوف عرفہ کو ہو جانے تک احرام عمرہ نہ ہو ورنہ نیت حج نیت عمرہ مجتمع ہو کر قرآن کی شکل آ جائیگی۔ کیا فصلناہ علی ہامش رد المحتار (جیسا کہ ہم نے رد المحتار کے حاشیہ میں اس کی وضاحت کی ہے۔ ت) ۱۲ منہ

ع^۴: قید بالمیقات لبیان الطريق للشروع للمیتة فان غیر الافاق لا یجوز له التمتع والافاق لا یجوز له التجاوز بغیر احرام والافان تمتع المکی او تجاوز الافاق ثم تمتع کان متعة بلا شک وان اثبا خلافا لہما یوہمہ بعض العبارات والروایات من ارتاب فعلیہ بشرح اللباب ۱۲ منہ (م)

میقات کی قید تمتع کے مشروع طریقہ کو بیان کرنے کے لیے ہے کیونکہ تمتع آفاقی یعنی میقات کے باہر والوں کے لیے جائز ہے غیر آفاقی کے لیے جائز نہیں، جبکہ آفاقی کو میقات سے آگے احرام کے بغیر گزرنا منع ہے ورنہ اگر مکی نے تمتع کر لیا اور آفاقی نے بغیر احرام میقات سے گزر کر تمتع کر لیا تو دونوں کے تمتع ہو جائیں گے۔ اگرچہ ان کو گناہ ہوگا، اس کے خلاف بعض عبارات و روایات سے وہم ہوتا ہے جس سے بعض حضرات کو وہم ہوا ہے ایسے حضرات کو چاہئے کہ وہ شرح لباب کی طرف رجوع کریں ۱۲ منہ (ت)

ع^۵: میقات سے نہ کہا کہ میقات سے ابتدائے احرام ضرور نہیں میقات پر محرم ہونا درکار ہے خاص وہیں سے باندھے یا پھیلے سے باندھا ہو تا کہ تجاوز بے احرام نہ ہو بل الافضل هو التقدید علی المیقات کافی بشرطہ کہما نصوا علیہ (بلکہ میقات مکانی پر مقدم ہونا افضل ہے کہ وہ شرط ہے جیسا کہ اس پر نص ہے ۱۲ منہ (ت)

اشہر الحج^{عہ} میں عمرہ^{عہ} کر کے وہیں حج کا احرام باندھے اسے تمتع کہتے ہیں اور اس حاجی کو تمتع، یا یہ کہ حج و عمرہ دونوں کی نیت جمع^{عہ} کرے اسے قرآن^{عہ} کہتے ہیں اور حاجی کو قارن اور زیادہ ثواب اسی میں ہے۔

جب حرم مکہ کے متصل پہنچے بادب و خشوع پیادہ پا داخل ہو اور برہنہ پاؤں بہتر ہے، جب مکہ معظمہ تک آئے نہا کر جانا مستحب ہے جب کعبہ معظمہ پر نظر پڑے دعا مانگے کہ محل اجابت ہے، باب السلام پر جا کر آستانہ پاک کو بوسہ دے، دہنا پاؤں پہلے رکھ کر بسم اللہ کہہ کر داخل ہو بعدہ اگر جماعت قائم یا نماز فرض خواہ وتر یا سنت مؤکدہ کے فوت کا خوف نہ ہو تو سب کاموں سے پہلے متوجہ طواف ہو مرد اضطباع^{عہ} کر کے اور

عہ ۱: اشہر حج یکم شوال سے دہم ذی الحجہ تک ہیں ۱۲ امنہ

عہ ۲: تمتع کے لیے اکثر طواف عمرہ یعنی چار پھیروں کا ان مہینوں میں واقع ہونا ضرور ہے اگرچہ پورا عمرہ ان میں نہ ہو مثلاً تین پھیرے رمضان میں کر لیے چار شوال میں کیے ہوں، یوں بھی تمتع ہو سکتا ہے کہ اکثر کے لیے حکم کل کا ہے تو جن دنوں میں اکثر طواف واقع ہو گا انہی میں عمرہ ہونا ٹھہرے گا ۱۲ امنہ

عہ ۳: وہیں اس لیے کہہ دیا کہ عمرہ کے احرام سے نکل کر اپنے وطن کو واپس جائے اس کے بعد آ کر حج کا احرام باندھے تو تمتع نہ ہوگا، عمرہ الگ رہا حج الگ رہا، اگرچہ اسی سال کرے، دوسرا فائدہ اس قید کا یہ ہے کہ حج کا احرام وہیں یعنی حرم سے باندھے کہ اس کا حکم مثل مکی کے ہے اور مکی کے لیے حج کا میقات حرم ہے اگر حل سے باندھے دم دے گا۔ ہاں غیر مکی کا تمتع یوں بھی صحیح ہے پر یہاں جائز و مسنون شکل کا بیان ہے ۲ امنہ

عہ ۴: جمع کرنے کے ظاہر متبادر معنی یہ ہیں کہ ایک ہی وقت میں دونوں کی نیت کرے یہ شکل خاص سنت ہے، اور اگر پہلے عمرہ کا احرام باندھا اور ہنوز اس کے چار پھیرے نہ کئے تھے کہ حج کا احرام کر لیا جب بھی تو قرآن ہو گیا، یونہی اگر پہلے فقط حج کا احرام کیا تھا اور وقوف عرفہ سے پہلے عمرہ کا احرام کر لیا تو بھی قارن ہوا مگر خلاف سنت کیا خصوصاً جبکہ احرام عمرہ بعض افعال حج میں شروع کے بعد ہو کہ زیادہ بُرا ہے ۲ امنہ قدس سرہ العزیز۔

عہ ۵: تنبیہ: احرام کی بارہ صورتیں ہیں جن میں ایک تمتع ہے اور باقی گیارہ میں بعض ائمہ کے طور پر پانچ افراد ہیں اور چھ قرآن، اور بعض محققین کی تحقیق پر آٹھ افراد ہیں تین قرآن۔ اس کی نفیس و جلیل توضیح و تفصیل ہم نے ہوا مش رد المحتار پر کی کہ غالباً دوسری جگہ نہ ملے گی، وہاں سے ان تین قسموں کی پوری پوری جامع مانع تعریف ظاہر ہوتی ہے یہاں صرف صاف صاف عام فہم بات لکھ دی ہے ۱۲

منہ۔ عہ ۶: تنبیہ: طواف قدوم میں رمل واضطباع وسعی کرنے نہ کرنے کا اختیار ہے، اگر کرے گا تو طواف زیارت میں جس کا بیان آگے آتا ہے ان امور کی حاجت نہ ہوگی ورنہ وہاں کرنے ہوں گے اور اس دن ہجوم بہت ہوتا ہے اور کام بھی زیادہ۔ لہذا ہم نے بنظر آسانی مطلقاً ان امور کو داخل ترتیب کر دیا اور قارن کو تو خود افضل ہی یہ ہے کہ یہ باتیں اسی طواف میں بجالائے ۱۲ منہ

اور عورت بے اضطباع حجر اسود کی دہنی طرف رکن یمانی کی جانب سنگ مکرم کے قریب یوں کھڑا ہو کہ تمام پتھر اپنے اپنے دستِ راست کی طرف رہے پھر طواف کی نیت کر کے کعبہ کو منہ کئے اپنی دہنی سمت چلے، جب سنگ اسود کے مقابل ہو اور یہ بات ادنیٰ حرکت سے حاصل ہو جائے گی، کانوں تک ہاتھ اس طرح اٹھا کر کہ ہتھیلیاں جانب حجر رہیں، بسم اللہ والحمد للہ واللہ اکبر والصلوة والسلام علی رسول اللہ کہے اور پھر حجر مطہر پر دونوں کف دست اور ان کے بیچ میں منہ رکھ کر یوں بوسہ لے کہ آواز عہدہ پیدا ہو۔ تین بار ایسا ہی کرے، اگر بے ایذا و کشمکش میسر آئے ورنہ ہاتھ یا لکڑی سے مس کر کے انھیں چوم لے، اور یہ بھی نہ ہو سکے تو ہاتھوں سے اس کی طرف اشارہ کر کے انھیں بوسہ دے لے، پھر در کعبہ کی طرف بڑھے، جب محاذات حجر سے گزر جائے سیدھا ہولے اور خانہ کعبہ کو اپنی طرف کر کے بے ایذا و مزاحمت مرد رمل کرتا (اور عورت بے رمل) چلے۔ طواف میں کعبہ سے جتنا پاس ہو بہتر۔ مگر اتنا نہ کہ پشتہ دیوار پر جسم یا کپڑا لگے اور نزدیکی میں ازدحام سے رمل نہ کر کے تو دوری افضل ہے جب رکن یمانی پر آئے اسے دونوں ہاتھوں یا دہنے سے تبرک چھوئے، نہ صرف بائیں سے اور چاہے تو بوسہ بھی دے اور نہ ہو سکے تو کچھ نہیں عہدہ، یہاں تک کہ حجر اسود تک آجائے۔ یہ ایک پھیرا ہوا، یوں ہی سات پھیرے کرے، مگر رمل تین پھیروں کے بعد نہیں، ختم طواف میں بھی حجر اسود پر بوسہ دے، پھر مقام ابراہیم میں آکر جہاں تک مر مر بچھا ہے دو رکعت طواف پڑھے بشرطیکہ وقت مکروہ نہ ہو ورنہ تاخیر کرے، اس کے بعد دعا مانگے۔ پھر ملتزم میں آئے کہ اس پارہ دیور کا نام ہے جو درمیان حجر اسود و در کعبہ کے ہے، یہاں قریب حجر ملتزم سے لپٹے اور اپنا سینہ، پیٹ، دھنار خسارہ کبھی بایاں کبھی تمام منہ اس پر رکھے۔ دونوں ہاتھ سر سے بلند کر کے دیوار پر پھیلانے یا دھنار وازے اور بایاں حجر کی طرف اور دعا کرے۔ پھر زمزم پر آئے۔ ہو سکے تو خود ایک ڈول کھینچے ورنہ کسی سے لے کر آبِ مطہر رو کعبہ تین سانسوں میں ہر بار بسم اللہ سے شروع، الحمد پر ختم کرتا خوب پیٹ بھر کر پیسے۔ باقی بدن پر ڈال لے۔ پیتے وقت دعا کرے کہ قبول ہے۔ کنویں کے اندر بھی نظر کرے کہ دافع نفاق ہے، اب اگر کوئی عذر مثل استراحت وغیرہ نہ ہو تو صفامروہ میں سعی کے لیے پھر حجر اسود کو بطور مذکور چومے۔ اور نہ ہو سکے تو فقط اس کی طرف منہ کر کے فوراً باب صفا سے جانب صفاروانہ ہو، دروازے سے بایاں پاؤں پہلے نکالے اور داہنا پہلے جوتے میں ڈالے پھر صفا کی سیڑھی پر چڑھے کہ کعبہ نظر آئے، رو کعبہ ہو کر دونوں ہاتھ آسمان کی طرف پھیلے شانوں تک اٹھائے جیسے دعا میں کرتے ہیں۔ دیر تک تکبیر،

عہدہ: یہ ادب ہر بوسہ تعظیم مثلاً اولیاء و علماء کے دست و پا چومنے میں بھی ملحوظ رکھے ۱۲ منہ۔

عہدہ: ۲ یعنی بوسہ و مس نہ ملے تو یہاں یہ نہیں کہ لکڑی سے چھو کر اسے چومے یا ہاتھوں سے اشارہ کر کے بوسہ دے یہ باتیں صرف حجر اسود میں تھیں ۱۲ منہ

تہلیل، درود و دعا میں رہے کہ محل اجابت ہے پھر اتر کر ذکر و درود میں مشغول مردہ کو چلے۔ ان دونوں کے بیچ میں بائیں ہاتھ کو دیوار مسجد الحرام میں دو جگہ سبز علامتیں بنی ہیں جنہیں میلین اخضرین کہتے ہیں، مرد پہلے میل سے دوڑنا شروع کریں مگر نہ حد سے زائد کسی کو ایذا دیتے۔ یہاں تک کہ دوسرے میل سے نکل جائیں۔ اتنے راستے کو "مسعی" کہتے ہیں، عورتیں نہ دوڑیں۔ اس مابین میں دعا بجمد کرے میل دوم سے پھر آہستہ ہو لے یہاں تک کہ مردہ پر پہنچے یہاں گو کعبہ نظر نہیں آتا مگر استقبال کر کے جیسے صفا پر کیا تھا کرے۔ یہ ایک پھیرا ہوا۔ پھر صفا پر جائے اور مسعی میں دوڑے یہاں تک کہ ساتواں پھیرا مردہ پر ختم ہو۔ واضح ہو کہ عمرہ صرف انہی افعال طواف و سعی کا نام ہے۔ قارن و متمتع کے لیے یہی عمرہ عہہ ہو گیا۔

اور مفرد کے لیے طواف قدوم مگر قارن اسی طرح بہ نیت طواف قدوم ایک طواف و سعی اور کرے۔ اور وہ اور مفرد دونوں احرام میں رہیں۔ لبیک گویاں مقیم مکہ ہوں، بخلاف متمتع کہ تنہا عمرہ والے کی طرح شروع سے بوسہ حجر لیتے ہی لبیک چھوڑ دے اور طواف و سعی مذکور کے بعد حلق یا تقصیر کر کے احرام عہہ سے باہر آئے، پھر چاہے تو ہشتم ذی الحجہ تک بے احرام رہے، مگر افضل یہ ہے کہ جلد احرام حج باندھ لے اگر یہ خیال نہ ہو کہ دن زیادہ ہیں احرام کی قیدیں مجھ سے نہ نبھیں گی۔

ایام اقامت میں یہ سب حجاج عہہ جس قدر ہو سکے نرا طواف بے سعی و رمل واضطباع کرتے رہیں اور ہر سات پھیروں پر مقام ابراہیم میں دو رکعت پڑھیں۔

ساتویں تاریخ بعد نماز ظہر مسجد الحرام شریف میں امام کا خطبہ سنے۔ آٹھویں تاریخ جس نے عہہ ۱۴ بھی احرام نہ باندھا ہو باندھ لے۔ اور حج کے رمل عہہ و سعی پیشتر کرنا چاہے

عہہ ۱: اگرچہ انہوں نے ان افعال میں نیت عمرہ نہ کی ہو ۱۲ منہ

عہہ ۲: مگر جس متمتع نے سوق ہدی کیا ہو اسے قارن کی طرح احرام سے باہر آنا روا نہیں ۱۲ منہ

عہہ ۳: یعنی یہ چند سطریں بیچ میں خاص متمتع کے بیان میں تھیں آگے پھر عام احکام ہیں جن میں قارن، متمتع مفرد سب شریک ۱۲ منہ

عہہ ۴: اور وہ وہی متمتع ہو گا جو عمرہ کر کے احرام سے باہر آیا یا مکہ کی جس نے ابھی حج کا احرام نہ کیا ۱۲ منہ

عہہ ۵: مفرد قارن نے طواف قدوم میں جو رمل و سعی کی وہ حج کی تھی اب انھیں طواف زیارت میں فراغت رہے گی پر متمتع کے لیے طواف قدوم نہیں اور وہ رمل و سعی کہ اس نے کی تھی عمرہ کی تھی اس سے حج کی رمل و سعی ادا نہ ہوئی تو اسے طواف زیارت میں کرنے ہوں گے لہذا اگر بخیاں زحمت و قلت فرصت یہ بھی پیشتر فارغ ہو لینا چاہے تو ایک نفلی طواف کے ساتھ ادا کرے ۱۲ منہ

تو ایک طواف نفل کے ساتھ کر لے، جب آفتاب نکل آئے سب منیٰ کو چلیں بشرط قوت پیادہ کہ جب تک مکہ پلٹ کر آئے گا ہر قدم پر سات کروڑ^۱ نیکیاں لکھی جائیں گی۔ سو ہزار کالا لکھ، سولا لکھ کا کروڑ، سو کروڑ کا ارب، سو ارب کا کھرب، یہ نیکیاں تخمیناً ۱۰^{۱۰} اٹھتر کھرب چالیس ارب آتی ہیں اور خدا کا فضل اس نبی کے صدقے میں اس امت پر بہت ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم راہ میں لبیک و دعا و درود و ثنا کی کثرت کرے۔ منیٰ دیکھ کر دعا مانگے۔ وہاں شب باش ہو کر آج کی ظہر سے نویں کی صبح تک پانچ نمازیں پڑھے۔ یہ رات ذکر و عبادت میں جاگتا یا باطہارت سوتا گزارے۔ جب صبح ہو نماز مستحب وقت پڑھ کر لبیک و ذکر میں رہے یہاں تک کہ آفتاب "کوہ ثبیر" پر کہ مسجد الحنف شریف کے مقابل ہے چمکے۔ اب عرفات کو چلے قلب کو خیال غیر سے پاک کرنے میں جہد کامل کرے۔ راستہ کثرت لبیک و ذکر و درود و توبہ و استغفار میں کاٹے۔ جب نگاہ جبل رحمت پر پڑے ان امور میں جہد تام کرے کہ ان شاء اللہ وقت قبول ہے۔ عرفات میں اس کوہ مبارک کے پاس یا جہاں جگہ ملے شارع عام سے بچ کر اترے۔ دوپہر تک تضرع و ابتمال اور باخلاص نیت حسب استطاعت تصدق و خیرات و ذکر و لبیک و درود و دعا و استغفار و کلمہ توحید ۱۰۰۰ میں مشغول رہے، پھر زوال آفتاب سے کچھ پہلے نہائے کہ سنت موکدہ ہے یا وضو کرے اور قبل از زوال کھانے پینے، وغیرہا ضروریات سے فارغ ہو لے کہ قلب کو کسی جانب تعلق نہ رہے۔ آج کے دن جیسے کہ حاجی کو روزہ مناسب نہیں کہ دعا میں ضعف نہ ہو، یوں پیٹ بھر کھانا سخت زہر و غفلت و کسل کا باعث، تین روٹی بھوک والا

عہ۱: حدیث میں یوں ہے کہ پیادہ جانوالے کو ہر قدم پر سات سو نیکیاں ملتی ہیں حرم کی نیکیوں سے^۱ اور دوسری حدیث سے ثابت ہے کہ حرم کی ہر نیکی لاکھ نیکیوں کے برابر ہے^۲ تو سات سو کو لاکھ میں ضرب دینے سے سات کروڑ ہوئے ۱۲ منہ۔

عہ۲: عرفات کہ معظمہ سے نو کوس گنی جاتی ہے آتے جاتے اٹھارہ کوس ہوئے، اور فقیر نے تجربہ کیا کہ عرفی کوس ۱، ۵/۱۳ ہوتا ہے تو تخمیناً ۲۸ میل سمجھو، ہر میل کے چار ہزار قدم، ۲۸ کو ۴۰۰۰ میں ضرب دینے سے ایک لاکھ بارہ ہزار قدم ہوئے انھیں سات کروڑ میں ضرب دیکھئے تو وہی ۷۸ کھرب ۴۰ ارب نیکیاں ہوتی ہیں، اور اگر عرفات کو مکہ معظمہ سے ۹ میل ہی رکھتے تو ۷۲ ہزار قدم ہوئے جن کی ۵۰ کھرب ۴۰ ارب نیکیاں یہ کیا تھوڑی ہیں، اور اللہ تعالیٰ کا فضل بہت بڑا ہے ۱۲ غفرلہ

عہ۳: یعنی لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک و لہ الحمد یحییٰ و یمیت و هو حی لا یموت بیدہ الخیر و هو علی کل شیء قدیدر۔ حدیث میں فرمایا: بہتر وہ کلمہ جو آج عرفہ کے دن میں نے اور مجھ سے پہلے انبیاء نے فرمایا یہ ہے ۱۲ منہ

^۱ فتح القدیر کتاب الحج مسائل منثورہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۸۷/۳

^۲ فتح القدیر کتاب الحج مسائل منثورہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۸۷/۳

ایک ہی کھائے، عہ جب زوال ہو لے بلکہ اس سے پہلے کہ امام کے قریب جگہ ملے مسجد نمبرہ جائے سنتیں پڑھ کر خطبہ سن کر امام کے ساتھ ظہر پڑھے اس کے بعد بے توقف عصر کی تکبیر ہوگی معاً جماعت میں عصر پڑھ لے بیچ میں سلام کلام تو کیا معنی۔ ظہر کی کچھلی سنتیں بھی نہ پڑھے اور بعد عصر بھی نفل نہیں۔ یہ ظہر و عصر کی جمع جہی جائز ہے کہ نماز امام اعظم یعنی سلطان یا اس کے نائب ماذون کے پیچھے ہو ورنہ عصر وقت سے پہلے باطل ہوگی۔ بعد نماز فوراً فوراً موقف کو جائے۔ افضل یہ ہے کہ اونٹ پر امام سے نزدیک جبل الرحمتہ کے قریب جہاں سیاہ پتھروں کا فرش ہے رو قبلہ پس پشت امام کھڑا ہو جبکہ ان فضائل کے حصول میں دقت یا کسی کی اذیت نہ ہو ورنہ جہاں عہ^۱ اور جس طرح ہو سکے وقوف کرے۔ امام کی دہنی جانب بائیں اور بائیں رو برو سے افضل ہے۔ اب غایت خشوع و خضوع کے ساتھ لرزتا، کانپتا، ڈرتا، امید کرتا، آنکھیں بند کئے، گردن جھکائے، دست دعا آسمان کی طرف اٹھائے، تکبیر، تہلیل، تسبیح، حمد، درود، دعا، توبہ، استغفار میں ڈوب جائے، کوشش کرے کہ ایک قطرہ آنسوؤں کا ٹپکے کہ دلیل اجابت و کمال سعادت ہے ورنہ رونے والوں کا سامنہ بنائے کہ مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ (جس نے جس قوم کی مشابہت اختیار کی وہ انہی میں سے ہوگا۔ ت) اثنائے دعا و ذکر میں لبیک کی بار بار تکرار کرے، آج کے دن دعائیں بہت مقبول ہیں، مگر سب میں بہت

عہ^۱: حدیث میں ہمیشہ تہائی پیٹ کھانے کو فرمایا ہے^۱ ہم حریصوں سے مدام عمل نہیں ہوتا تو کاش ایام اقامت حرمین میں تو اس پر عامل رہیں ورنہ جان برادرے

انائے کہ پر شد و گرچوں پر د

(پیٹ جب پر ہوتا ہے تو دوسرے امور ہاتھ سے جاتے رہتے ہیں)

اے عزیز! ہفتہ بھر اس پر عمل کر دیجے۔ پھر اگر اگلی حالت سے کچھ فرق دیکھے ماننا ورنہ اختیار ہے زندگی ہے تو کھانے پینے کے بہت دن ہیں۔ حرمین کی اقامت تو نشاط سے گزرے، جان برادر! اگر اتنا صبر بھی شاق ہے تو ۸ سے ۱۳ تک خاص اعمال حج کے دن ہیں اور آٹھ دس روز مدینہ طیبہ کے کہ حضوری مبارک کے ایام ہیں ذرا نفس کی باگ کڑی کر لے ورنہ یقین جان کہ

بسیار خوارست بسیار خوار

(بسیار خوری — کثیر ذلت ہے) ۲۲ منہ

عہ^۲: یعنی بطن غرنہ سے بچ کر وہاں وقوف محض ناجائز ہے وہ عرفات میں ایک نالہ ہے حرم محترم کے نالوں سے مسجد عرفات سے جسے مسجد نمبرہ کہتے ہیں پچھال یعنی کعبہ معظمہ کی طرف ۱۲ منہ

^۱ الترغیب والترہیب بحوالہ ترمذی حدیث ۲ الترہیب من الامعان فی الشیخ الخ مصطفیٰ البابی مصر ۳/ ۱۳۶

یہ ہے کہ دعا کے بدلے سارا وقت درود ذکر و تلاوت قرآن میں گزارے کہ دعا والوں ^{عہ} سے زیادہ پائے گا۔

غرض اسی حالت تضرع و زاری پر رہے یہاں تک کہ سورج ڈوب جائے اور ایک جز و لطیف ^{عہ} رات کا آجائے، اس سے پہلے کوچ منع ہے اور ایک ادب واجب الحفظ اس روز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سچے وعدوں پر بھروسہ کر کے یقین جانے کہ آج میں گناہوں سے ایسا پاک ہو گیا جیسا جس دن ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔ اب کوشش کروں گا کہ آئندہ گناہ نہ ہو، اور جو داغ اللہ تعالیٰ نے بہ محض رحمت میری پیشانی سے دھویا ہے پھر نہ لگے۔ بعد تین غروب نوراً سیکھ دو قار کے ساتھ ہمراہ امام ^{عہ}، لبیک و تکبیر ذکر و درود میں مشغول مزدلفہ جائیں۔ راہ میں وسعت ملے اور کسی کی ایذا نہ ہو تو سیر میں شتابی کریں۔ نماز مغرب و عشاء عرفات خواہ راہ میں نہ پڑھیں، جب مزدلفہ نظر آئے بشرط قدرت پیادہ ہو جائے اور نہاں کے تو بہتر، یہاں جبل قریح کے قریب راہ سے بچ کر اتریں، اسباب اتارنے، اونٹ کھولنے سے پہلے وقت عشاء میں بعد اذان و اقامت نماز مغرب بہ نیت ادا اور اس کے بعد بے تکبیر یا تکبیر کہہ کر بے فصل سنت و نفل معا عشاء پڑھ لیں، اس جمع میں جماعت شرط نہیں۔ صبح تک بقدر قدرت یاد خدا و درود دعا میں رہیں، جب صبح ہو نماز صبح اول وقت خوب تیار کی میں پڑھ کر مشعر الحرام میں آئیں، امام کے پیچھے رو بقبہ ذکر و لبیک و درود دعا میں جہد رکھیں۔ اللہ جل جلالہ سے بقرع تمام حقوق العباد سے خلاصی مانگیں، یہاں سے سات کنکریاں اٹھا کر دھو کر رکھ لیں۔ جب خوب روشنی ہو جائے اور آفتاب قریب طلوع آئے ہمراہ امام لبیک و ذکر میں مشغول منیٰ کو چلیں، جب وادی محسر ^{عہ} پہنچیں بقدر پانسو پینتالیس گز شرعی کے سیر میں

^{عہ} ۱: یہ امر حدیثوں سے ثابت ہے جسے ان کا دیکھنا ہو جو اہر البیان شریف مطالعہ کرے، خلاصہ ان کا یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: "اگر تو اپنی سب دعاؤں کے عوض مجھ پر درود بھیجا کرے گا تو اللہ تعالیٰ تیرے سب کام بنادے گا اور تیرے گناہ معاف فرمائے گا" ^۱۔ "تبیہ کی حدیث میں ہے: "رب العزت جل جلالہ فرماتا ہے جو میرے ذکر کے سبب دعا کی فرصت نہ پائے اسے سب مانگنے والوں سے زیادہ دوں" ^۲۔ "ترمذی کی حدیث میں ہے: "مولا تعالیٰ فرماتا ہے جسے تلاوت قرآن، ذکر و دعا کی مہلت نہ دے اسے سب سانکوں سے افضل عطا کروں" ^۳ ۱۳ منہ ^{عہ} ۲: اس کے معنی ہم اوپر لکھ چکے کہ غروب آفتاب کا یقینی ہو جانا مراد ہے پھر دیر نہ کرے ۱۲ منہ ^{عہ} ۳: اوپر گزرا کہ ہمراہی امام سنت ہے اور اگر وہ وقت مسنون پر کوچ کرے اور معیت میں اپنی یا غیر کی اذیت نہ ہو ۱۲ منہ۔ ^{عہ} ۴: یہ منیٰ و مزدلفہ کے بیچ میں ایک نالہ ہے دونوں کی حدود سے خارج مزدلفہ سے منیٰ کو جاتے ہوئے بائیں ہاتھ کو جو پہاڑ پڑتا ہے اس کی چوٹی سے شروع ہوا ہے ۵۴ گز طول رکھتا ہے یہاں آکر اصحاب الفیل ٹھہرے اور ان پر عذاب ابابیل اترتا تھا اس لیے اس سے جلد گزرا اور عذاب الہی سے پناہ مانگنا چاہئے ۱۲ منہ

^۱ مشکوٰۃ المصابیح باب الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فصل ثانی مطبع مجتبائی دہلی ص ۸۶

^۲ شعب الایمان حدیث ۵۷۳ بیروت ۱/۴۱۳

^۳ جامع الترمذی ابواب فضائل القرآن امین کمپنی مکتب رشیدیہ دہلی ۱۱۶/۲

بے ایذائے احدے تیزی کریں اور اس عرصہ میں غضب و عذاب الہی سے پناہ مانگیں، جب منی پہنچیں سب کاموں سے پہلے جمرہ عقبہ کو کہ ادھر سے بچھلا جمرہ ہے اور مکہ معظمہ سے پہلا، جائیں اور بطن وادی میں سواری پر جمرہ سے پانچ گز شرعی چھوڑ کر کھڑے ہوں کہ منی دہنے ہاتھ پر رہے اور کعبہ بائیں پر۔ پس رخ بجمرہ سات کنکریاں جدا جدا سیدھا ہاتھ خوب اٹھا کر کہ سپیدی بغل ظاہر ہو، ہر ایک پر "بسم اللہ اللہ اکبر" کہہ کر ماریں۔ بہتر یہ ہے کہ کنکریاں جمرہ تک پہنچیں ورنہ تین گز شرعی کے فاصلہ تک گریں، اس سے زیادہ میں وہ کنکری شمار میں نہ آئے گی، پہلی کنکری سے لبیک موقوف کریں، جب سات پوری ہو جائیں فوراً ذکر و دعا کرتے پلٹ آئیں، اب قربانی عہہ^۱ میں کہ متمتع و قارن پر واجب اور مفرد کو مستحب ہے مشغول ہو، اگر ذبح کرنا آئے خود ذبح کریں ورنہ ذبح میں حاضر ہوں، دنوں ہاتھ اور ایک پاؤں اس کا باندھ کر و بقبلہ لٹائیں اور تکبیر کہہ کر نہایت تیز چھری بسرعت تمام پھیر دیں، بعدہ ہاتھ پاؤں کھول دیں، اونٹ ہو تو اسے کھڑا کر کے سینہ میں منتائے گلو پر نیز ماریں کہ سنت یونہی ہے اور اس کا ذبح مکروہ، اگرچہ حلت میں کافی ہے۔ بعد فراغ اپنے اور تمام مسلمانوں کے لیے قبول حج و قربانی کی دعا کریں، جب تک سرد نہ ہو کھال نہ کھینچیں کہ ایذا ہے، بعدہ رو بقبلہ بیٹھ کر مرد سارا سر منڈائیں کہ افضل ہے یا بال کتروائیں کہ رخصت ہے، ابتداء دہنی جانب سے کریں، وقت حلق اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر واللہ الحمد کہتے جائیں، بعد فراغ بھی کہیں، سب مسلمانوں کی مغفرت مانگیں، بال دفن کر دیں، حلق سے پہلے ناخن نہ کتروائیں، خط نہ بنوائیں، عورتوں کو حلق روا نہیں ایک پور برابر بال کتروادیں، اب جماع و دوائی جماع کے سوا جو کچھ احرام نے حرام کیا تھا سب حلال ہو گیا۔ افضل یہ ہے کہ آج دسویں ہی تاریخ طواف فرض کے لیے جسے "طواف زیارۃ" کہتے ہیں، مکہ معظمہ جائیں بدستور مذکور پیادہ پا باطہارت و ستر عورت بے اضطباع عہہ^۲ کریں، اسی طرح عہہ^۳ جو مفرد متمتع مثل قارن رمل و سعی حج دونوں خواہ صرف سعی حج، سے کسی طواف عہہ کامل باطہارت میں

عہہ^۱: یہ قربانی عید کی قربانی سے جدا ہے وہ مسافر پر اصلاً نہیں اور مقیم مالدار پر واجب ہے اگرچہ حاجی ہو ۱۲ منہ

عہہ^۲: ہم اوپر لکھ چکے کہ اس طواف میں اضطباع اصلاً نہیں اگرچہ پیشتر نہ کیا ہو ۱۲ منہ

عہہ^۳: توضیح مسئلہ یہ ہے کہ قارن کو طواف قدوم میں رمل و سعی کر لینی افضل ہے و ہذہ معنی قولہ مثل قارن (اس کے قول "مثل قارن" کا یہی معنی ہے۔ ت) اور مفرد کو بھی بخیاں زحمت و قلت فرصت اجازت اور متمتع کے لیے اگرچہ طواف قدوم نہیں کیا بینا من قبل (جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کر دیا ہے۔ ت) مگر اسے (باقی بر صفحہ آئندہ)

فارغ ہو چکا ہے وہ رمل و سعی کرے ورنہ اب دونوں بجالائے۔ بعد طواف دو رکعت مقام ابراہیم میں پڑھیں اس سے عورتیں بھی حلال ہو گئیں، بارہویں تک اس کی تاخیر روا۔ اس کے بعد بلا عذر مکروہ تحریمی موجب دم۔

اب دسویں تاریخ نماز ظہر مکہ معظمہ میں پڑھ کر پھر منیٰ ^ع جائے، گیارہویں شب وہیں بسر کرے، نہ مکہ میں نہ راہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ہم اوپر لکھ آئے کہ پہلے کر لینا چاہئے تو ایک نفل کے ساتھ کر لے اب یہ لوگ اگر پیشتر ان کاموں سے فارغ ہو لئے تھے فہما، آج حاجت نہ پڑے گی مگر جس نے نہ کئے خواہ قارن ہو یا مفرد یا متمتع، اسے اب کرنے چاہئیں، پر رمل اسی طواف میں مشروع ہے جس کے بعد سعی ہو تو جس نے ہنوز دونوں نہ کئے ہوں ہو تو ظاہر ہے کہ اس طواف کے ساتھ دونوں کرے گا اور جس نے سعی نہ کی اور رمل کر لیا وہ بھی اب دونوں کرے۔ سعی تو یوں کہ باقی تھی اور رمل یوں کہ پہلا رمل جو طواف بے سعی میں واقع ہوا نامشروع تھا، اب بروجہ مشروع بجالائے اور جس نے سعی کر لی تھی رمل نہ کیا تھا وہ اب کچھ نہ کرے۔ سعی تو یوں کر چکا ہے اور رمل یوں کہ کرتا ہے تو بے سعی واقع ہوگا اور سعی دوبارہ نہیں ہو سکتی ۱۲ منہ

عہ ۴: طواف کا رمل کے معنی فصل واجبات میں گزرے ۱۲ منہ

(حاشیہ صفحہ ہذا)

عہ ۱: قدرت الہی کا ایک عجیب تماشا ہر کس و ناکس نے منیٰ میں ان آنکھوں سے دیکھا ہے جس سے بحمد اللہ حقانیت اسلام و معجزہ باہرہ حضور سید الانام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام ظاہر ہو۔ منیٰ چند پہاڑوں کے درمیان ایک چھوٹی سی جگہ کا نام ہے جس کا عرض تو بہت ہی قلیل ہے اور طول دو میل، سارا قہر ایک مربع میل سے بھی کم سمجھئے، یہاں چار پانچ روز تمام حجاج کا ہجوم رہتا ہے پھر یوں نہیں جیسے نماز کی صفیں یا مجلس کی گنجائش بلکہ جس طرح شہروں میں بستے ہیں ہزار ہا خیمے، ڈیرے، قناتیں، پردے، ہر ایک اپنی اپنی جد منزل میں، پھر اصل آبادی کی عمارتیں علاوہ۔ اور ہم اوپر لکھ آئے کہ کسی سال پندرہ لاکھ سے کم نہیں ہوتے، فقیر جس سال حاضر تھا اٹھارہ لاکھ کی مردم شماری سننے میں آئی۔ پھر کبھی نہ دیکھئے گا کہ منیٰ بھر گئی یا کسی وقت حاضرین سے تنگ ہو گئی۔ سب اہل گلبہ فراعنت پھیلنے، چلتے پھرتے، سوتے، بستے، کام کاج کرتے ہیں، یہ بحمد اللہ صریح تصدیق ہے اس حدیث کی کہ ارشاد ہوا: "منیٰ حاجیوں کے لیے ایسی پھیلتی ہے کہ جیسے ماں کا پیٹ بچہ کے لیے کہ جتنا بچہ بڑھتا جاتا ہے ماں کا پیٹ جگہ دیتا ہے" ^۱۔ "اشھدان الا سلام حق والکفر باطل والحمد للہ رب العالمین ۱۲ منہ غفرلہ۔

^۱ کنز العمال بحوالہ طس عن ابی الدرداء حدیث ۳۳۷۹۹ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۲۳۰/۱۲، درمنثور واذ کرو اللہ فی ایام معدودات کے تحت مذکور ہے منشورات آیۃ اللہ العظمیٰ قم ایران ۲۳۵/۱

مکروہ ہے، روز یازدہم بعد نماز ظہر امام کا خطبہ سن کر متوجہ رمی ہو، ان ایام میں رمی جمرہ اولیٰ سے شروع کرے جو مزدلفہ کی طرف مسجد خیف سے قریب ہے، راہ مکہ کی طرف سے آکر چڑھائی پر چڑھے کہ یہ جگہ نسبت جمرۃ العقبہ کے بلند ہے رو بہ کعبہ بطور مذکور سات کنکریاں مار کر جمرہ سے قدرے آگے بڑھے، مستقبل قبلہ ہاتھ دعا میں یوں اٹھا کر ہتھیلیاں رو بہ قبلہ رہیں حضور قلب سے حمد و درود دعا و استغفار میں بقدر قراءت یا سورہ بقرہ یا کم سے کم بمقدار بست آیت مشغول رہے۔

آگے جمرہ وسطیٰ ہے وہاں بھی ایسا ہی کرے پھر جمرہ عقبہ ہے یہاں رمی کر کے نہ ٹھہرے معالط آئے، پلٹتے میں دعا کرے، شب دواز دہم یہیں اپنی فرودگاہ پر گزاریں۔ بارہویں تاریخ جمرات ثلاثہ کو بعد زوال اسی طریقے سے رمی کرے۔ اب تا بہ غروب آفتاب مختار ہے کہ جانب مکہ روانہ ہو اور ایک دن اور ٹھہرے تو افضل ہے مگر بعد غروب چلا جانا معیوب۔ پس اگر تیرہویں کو بھی ٹھہرا تو اسی طرح رمی جمرات کر کے متوجہ مکہ معظمہ ہو۔ جب وادی محصب میں کہ جنت المعلیٰ کے قریب ہے، پہنچے، سواری اتر لے یا بے اترے کچھ دیر ٹھہر کر مشغول دعا ہو، بہتر تو یہ ہے کہ عشاء تک نمازیں یہیں پڑھے، نیند لے کر داخل مکہ معظمہ ہو۔ اب اپنے اور اپنے والدین و مشائخ و اولیائے نعمت خصوصاً حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب و عترت علیہم الصلوٰۃ والتحیۃ کی طرف سے جتنے ہو سکیں عمرے کرتا رہے، جب عزم سفر ہو طواف وداع بے رمل و سعی واضطباع کرے، دو رکعت مطلوبہ پڑھے۔ پھر زمزم پہرے پر آئے، پانی بہ طریق مذکور پیئے، بدن پر ڈالے۔

عہ: قدرت ربانی کا صریح نمونہ اس مبارک کنویں میں ہے، چھوٹا سا کنواں ذرا سا دور، اور لاکھوں کا جہوم، آٹھ پہر میں ایک دم کو پانی تھمنے نہیں پاتا۔ ہزاروں پیٹے ہیں، ہزاروں وضو کرتے ہیں، ہزاروں نہا رہے ہیں، ہزاروں مشکیں شہر میں جاری ہیں ایک غول سر کا دوسرا آیا بٹھنے پایا کہ تیسرا آیا، پھر کوئی بتا دے کہ فلاں وقت کنویں کا پانی کچھ کم کر گیا۔ واللہ برکت والے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی برکت ہے۔ کوئی بڑے سے بڑا، گہرے سے گہرا کنواں فرض کیجئے اور ایک دن میں پندرہ لاکھ، اٹھارہ لاکھ کا جہوم اس پر آنے دیجئے، دم کے دم میں سن لیجئے گا کہ تلی میں خاک بھی نہ رہی، ایک بار صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے زمانہ میں زمزم شریف میں ایک زنگی گر کر مر گیا، سب پانی کھینچتا تھا، تھک تھک گئے۔ شل ہو گئے بہزار مشکل قدرے گھٹا کہ دفعۃً حجر اسود کی طرف سے ایک موسلا دھار پر نالہ اسی جوش سے گرا کہ آن کی آن میں پھر ویسا ہی کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کی بے شمار درودیں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کی آل پر ۱۲ منہ غفرلہ۔

پھر روبروئے در اقدس کھڑا ہو۔ آستانہ پاک کو بوسہ دے۔ فلاح دارین، قبول حج، مغفرت ذنوب، توفیق حسن عود بارہا کی دعا کرے، ملتزم پر آکر بہ نیچ مذکور غلاف کعبہ تھام کر چپٹے، تضرع، خشوع، دعا، بکاء، ذکر، درود کی جو تکثیر ہو سکے بجالائے۔ حجر مطہر کو بوسہ دے کر اگلے پاؤں رخ بہ کعبہ یاسیدھے چلنے میں بار بار پھر کر کعبہ کو بہ نگاہ حسرت دیکھتا اور فراق بیت پر روتا یا رونے کی صورت بنانا مسجد مقدس کے دروازہ مستحکم بہ "باب الخروہ" سے نکلے پھر بقدر استطاعت فقراے حرم پر تصدق کر کے متوجہ مدینہ طیبہ ہو۔

حاضری دربار دربار مدینہ طیبہ

اس سفر سراپا ظفر میں نیت لحاظ غیر سے خالص اور درود و ذکر شریف حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نہایت کثرت کرے جب حرم مدینہ میں داخل ہو، احسن یہ ہے کہ سواری سے اتر پڑے، روتا، سر جھکائے، آنکھیں نیچے کئے چلے۔ ہو سکے تو ہر ہنہ پانی بہتر بلکہ۔

جائے سراسر است اینکہ تو پائے می نہی پائے نہ بینی کہ کجای نہی

(حرم کی زمین اور قدم رکھ کے چلنا ارے سر کا موقع ہے او جانیوالے)

جب نگاہ قہ سعاد و برج کرامت پر پڑے صلوٰۃ و سلام کی کثرت کرے، جب خاص شہر اقدس تک پہنچے قبل دخول اور نہ بن پڑے تو بعد دخول، پیش از حضور مسجد، وضو و مسواک کرے اور غسل احسن، جامہ سفید پاکیزہ پہنے۔ نیا بہتر، سرمہ و خوشبو لگائے، مشک افضل، جب دروازہ شہر میں داخل ہو تمام ہمت اپنی تکثیر صلوٰۃ و سلام میں مصروف کرے۔ مراقبہ جلال و جمال محبوب ذی الجلال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ڈوب جائے، اب ان ضروریات و حوائج سے جن کا لگاؤ باعث تشویش خاطر ہو بسر عمت تمام فراغ پا کر پہلا کام یہ کرے کہ آستانہ والا کی طرف بہ نہایت خشوع و خضوع متوجہ ہو۔ اگر رونانہ آئے رونے کا منہ بنائے اور دل کو بہ زور رونے پر لائے۔ اپنی سختی دل سے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف التجا کرے۔ جب در مسجد پر حاضر ہو صلوٰۃ و سلام عرض کر کے قدرے توقف کرے گویا سرکار سے اذن حضوری طلب کرتا ہے، پھر دہنا پاؤں پہلے رکھتا سر سے پاؤں تک ادب بنتا داخل ہو، اس وقت جواب و تعظیم واجب ہے مسلمان کا قلب خود واقف ہے دل و جوارح کو خیال غیر و حرکات عبث سے باز رکھے، مسجد اقدس کی آرائش و زینت ظاہری کی طرف نگاہ نہ کرے۔ اگر کوئی ایسا سامنے آئے جس سے سلام و کلام ضروری ہو حتی الوسع اعراض کر جائے۔ نہ بن پڑے تو قدر ضرورت سے تجاوز نہ کرے۔ پھر بھی دل اسی طرف متوجہ ہو

زہار زہار اس مسجد مقدس میں کوئی حرف چلا کر نہ کہے۔ یقین جان کہ وہ جناب عہد امرازا عطر و انور میں بحیات ظاہری، دنیاوی، حقیقی ویسے ہی زندہ ہیں جیسے پیش از وفات تھے^۱۔ موت ان کی ایک امر آتی تھی، اور انتقال ان کا صرف نظر عوام سے چھپ جانا۔

ائمہ دین فرماتے ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے ایک ایک قول عہد^۲ و فعل بلکہ دل کے خطروں عہد^۳ پر مطلع ہیں^۲۔ اب اگر جماعت قائم ہو شریک ہو جائے کہ اس میں تحیۃ المسجد بھی ادا ہو جائے گی ورنہ اگر غلبہ شوق اجازت دے تو دور کعت تحیۃ المسجد و شکرانہ حاضری صرف سورہ کافرون و اخلاص سے بہت تخفیف کے ساتھ مگر بہ مراعات سنن، مصلائے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں جہاں اب وسط مسجد میں محراب بنی ہے اور وہاں میسر نہ آئے تو حتی الوسع اس کے نزدیک ادا کرے۔ بعدہ سجدہ شکر میں گرے اور دعا مانگے کہ الہی! اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ادب نصیب فرما۔

اب وہ وقت آیا کہ منہ اس کا مثل دل کے اس شباک پاک کی طرف ہو گیا جو اللہ تعالیٰ کے محبوب عظیم الشان کی آرام گاہ رفیع المکان ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، گردن جھکائے، آنکھیں نیچی کئے، لرزتا، کانپتا، بید کی طرح تھر تھرتا، ندامت گناہ سے عرق شرم میں ڈوبا، قدم بڑھا۔ خضوع و وقار و خشوع و انکساری کا کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ کر، سوا سجدہ عبادت کے جو بات ادب و اجلال میں اکمل ہو بجالا، حضور والا کے پائیں یعنی شرق

عہد ۱: اس نفیس مقام پر کتاب مستطاب جواہر البیان شریف میں وہ نفحات جاں افروز و نفحات دشمن سوز ہیں جن کی شرح میں فقیر نے کتاب "سلطنت المصطفیٰ فی ملکوت کل الودی" تحریر کی، جسے ان حقائق کی تفصیل دیکھنی منظور ہو اس کی طرف رجوع کرے ان شاء اللہ تعالیٰ حق کا رنگ رچا ملے گا اور باطل کا سر لچا، ذلک من فضل اللہ علینا و علی الناس و لکن اکثر الناس لا یشکرون ۱۲ منہ

عہد ۲: علامہ علی قاری نے فرمایا حضور سے کچھ پوشیدہ نہیں وہ تیرے تمام افعال و احوال و کوچ و مقام سے آگاہ ہیں ۱۳ منہ

عہد ۳: امام علامہ محدث شہاب الدین احمد قسطلانی شارح بخاری نے مواہب لدنیہ اور علامہ ابن الحاج مکی محمد عبد رے نے مدخل میں اور ان کے ماسوا اور اکابر علماء نے اس معنی کی تصریح فرمائی ۱۴ منہ غفرلہ

^۱ شرح مواہب زر قانی المقصد العاشر مطبعہ عامرہ مصر ۸/ ۳۲۸

^۲ المدخل فصل فی زیارۃ القبور دار الکتاب العربی بیروت ۱/ ۲۵۲

^۳ مسلک منتقط مع ارشاد الساری باب زیارۃ سید المرسلین ص ۳۳۸

کی سمت سے آ، کہ وہ جناب مزار پر انوار میں رو بقبلہ جلوہ فرما ہیں جب تو اس سمت سے حاضر ہوگا حضور کی نگاہ بیکس پناہ تیری طرف ہوگی اور یہ امر تیرے لیے دو جہاں میں بس ہے۔

پھر زیر قندیل میخ سیمیں کے محاذی جود یوار حجرہ مقدسہ میں چہرہ انور کے مقابل مرکز ہے پہنچ کر پشت بہ قبلہ دست بستہ مثل نماز کھڑا ہو عہدہ کتب معتمدہ^۱ میں اس معنی کی تصریح ہے اور زہار جالی شریف کے بوسہ و مس سے دور رہ کہ خلاف ادب ہے، اب نہایت ہیبت و وقار کے ساتھ مجرا و تسلیم بجالا بہ آواز حزیں و صورت درد آگیاں و دل شرمناک و جگر صد چاک، معتدل آواز سے نہ نہایت نرم و پست نہ بہت بلند و سخت عرض کر: السلام عليك ايها النبي ورحمة الله وبركاته، السلام عليك يا رسول الله، السلام عليك يا خير خلق الله، السلام عليك يا شفيع المذنبين، السلام عليك وعلى اهلك واصحابك اجمعين^۲۔

جہاں تک ممکن ہو اور زبان یاری دے اور ملال و کسل نہ ہو۔ صلوٰۃ و سلام کی کثرت کر۔ حضور سے اپنے اور اپنے والدین و مشائخ و احباب تمام اہل اسلام کے لیے شفاعت مانگ۔ بار بار عرض کر: استئلك الشفاعة يا رسول الله^۳۔ پھر کسی نے عرض سلام کی وصیت کی تو بجالا، عرض کر: السلام عليك يا رسول الله من عبدك عہدہ^۴ وابن عبدك احمد رضا بن نقی علی

عہدہ ۱: مثل اختیار شرح مختار و فتاویٰ عالمگیری و لباب و شرح لباب وغیرہا ۱۲ منہ

عہدہ ۲: اطلاق عبد بمعنی غلام قطعاً جائز و شائع اور قرآن و حدیث میں واقع، فقیر غفر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب "البارق الشارقة علی مآرقہ المشارقة" میں اس کی تحقیق مشع کھی اور اپنے رسالہ "مجید معظم شرح قصیدہ اکسیر اعظم" (۱۳۰۲ھ) میں بھی قدرے توضیح اور گیارہ احادیث پر قناعت کی۔ یہاں اسی قدر کافی کہ رب الارباب عز جلالہ قرآن عظیم میں فرماتا ہے:

وَأَنذِرْهُمْ أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّهُمْ غَالِقُونَ فِي إِلَهِهِمْ يَنْتَسِبُونَ

نکاح کرد و اپنوں میں ان کا جو بے نکاح ہوں اور

^۱ فتاویٰ ہندیہ خاتمہ فی زیارۃ قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نورانی کتب خانہ پشاور ۲۶۵/۱

^۲ شرح لباب مع ارشاد الساری باب زیارۃ سید المرسلین دار الکتاب العربی بیروت ص ۳۳۸

^۳ شرح لباب مع ارشاد الساری باب زیارۃ سید المرسلین دار الکتاب العربی بیروت ص ۳۳۹

يسئلك الشفاعة فاشفع له وللمسلمين۔

فقیر اپنے مسلمان بھائیوں سے عاجزانہ درخواست کرتا ہے جو صاحب اس رسالہ پر واقف ہوں اور اللہ عز وجلالہ حاضری روضہ اقدس عطا فرمائے ان الفاظ کو عرض کر کے ثواب جزیل پائیں اور نالائق ننگِ خلافت کو ممنون احسان بنائیں، اللہ تعالیٰ تمہیں دونوں جہان میں جزائے خیر بخشے۔ آمین!

بعدہ ایک گز شرعی اپنے دہنے ہاتھ یعنی مشرق کی جانب ہٹ کر مقابل چہرہ انور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑا ہو کر عرض کر: السلام عليك يا خليفة رسول الله۔ السلام عليك يا وزير رسول الله۔ السلام عليك يا صاحب رسول الله في الغار ورحمة الله وبركاته،¹

پھر اس قدر ہٹ کر دروئے جناب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ قیام کر کے کہ: السلام عليك يا امير المؤمنين۔ السلام عليك يا متمم الاربعة۔ السلام عليك يا عز الاسلام والمسلمين ورحمة الله وبركاته،²

پھر بقدر نصف گز شرعی کے پلٹ آ، اور صدیق و فاروق کے درمیان کھڑا ہو کر عرض کر: السلام عليك يا صاحب رسول الله۔ السلام عليك يا خليفة رسول الله۔ السلام عليك يا وزير رسول الله ورحمة الله وبركاته،³

ان سب حاضریوں میں بہ جہد تام دعا کرے کہ محل قبول ہے۔ پھر منبر اطہر کے قریب آ کر دعا کرے، پھر روضہ منورہ میں یعنی جو جگہ منبر انور و روضہ مطہرہ کے ہے اور اسے حدیث میں جنت کی کیاری فرمایا آ کر دو رکعت نفل پڑھے اور دعا کرے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اپنے لائق غلاموں اور کنیزوں کا۔ (ت)

عِبَادُكُمْ وَاِمَائِكُمْ⁴

دیکھو اللہ تعالیٰ نے ہمارے غلاموں کو ہمارا عبد فرمایا اگرچہ ہمیں اپنے غلام کو یا عبدی نہ کہنا چاہیے، کہ تواضع کے خلاف ہے حدیث میں اس کی ممانعت آئی نہ یہ کہ غلام بھی اپنے آپ کو آقا کا عبد نہ کہے^{۱۲} منہ

¹ شرح للباب مع ارشاد الساری باب زیارة سید المرسلین دار الکتب العربی بیروت ص ۳۳۹

² شرح للباب مع ارشاد الساری باب زیارة سید المرسلین دار الکتب العربی بیروت ص ۳۳۹

³ شرح للباب مع ارشاد الساری باب زیارة سید المرسلین دار الکتب العربی بیروت ص ۳۴۰

⁴ القرآن ۳۲/۲۴

پھر روزہ منورہ میں یعنی جو جگہ منبر انور و روزہ مطہرہ کے ہے اور اسے حدیث میں جنت کی کیاری فرمایا آ کر دو رکعت نفل پڑھے اور دعا کرے۔ اسی طرح مسجد شریف کے ستونوں کے پاس نمازیں پڑھے۔ دعائیں مانگے کہ محل برکات ہیں۔ خصوصاً بعض عہد میں خصوصیات خاصہ، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ: اس سواد جنت آباد کی اقامت غنیمت جانے، جُود کرے کہ کوئی نفس بیکار نہ گزرے۔ مسجد انور سے ضروریات کے سوا باہر نہ جائے۔ باطہارت حاضر رہے مگر حاشا کہ دنیوی باتوں، عبث کاموں میں وقت ضائع نہ کرے۔

مسئلہ: ہمیشہ جلوس مسجد عہد میں نیت اعتکاف رکھے، اور روزہ نصیب ہو خصوصاً ایام گرما میں تو

عہد ۱: حضرت والد قدس سرہ نے جواہر البیان شریف میں سات ستونوں کی تفصیل فرمائی قال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان میں ایک ستون وہ ہے جو محراب مکرم کے دہنی طرف مصلائے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی علامت ہے، ستونِ حنانہ اس کے آگے تھا۔ دوسرا ستون ام المومنین عائشہ صدیقہ کا کہ امام اگر مصلائے شریف میں نماز پڑھے تو اس کے پیچھے کی صف میں جو ستون واقع ہوں ان میں سے منبر سے جانب مشرق تیسرا ستون ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چند روز اس کی طرف نماز پڑھی۔ اس کے پاس دعا مقبول ہوتی ہے، تیسرا اسطوانہ توبہ، اور وہ ستون عائشہ اور ستون ملاصق بہ دیوار حجرہ کے بیچ میں ہے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی طرف نماز پڑھی اور وہاں اعتکاف فرمایا تھا۔ چوتھا اسطوانہ السریہ کہ جالی شریف سے ملحق ہے اسطوانہ توبہ سے مشرق کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے پاس اعتکاف کیا۔ پانچواں ستون علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور وہ شمال کی طرف اسطوانہ توبہ کے پیچھے ہے جناب مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ یہاں بیٹھتے اور نماز پڑھتے۔ چھٹا اسطوانہ الوفود کہ وہ اسی جانب اسطوانہ علی کے پیچھے ہے اس میں اور اسطوانہ توبہ میں صرف ستون علی حائل ہے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور افاضل صحابہ یہاں رونق افروز ہوتے۔ ساتواں اسطوانہ التجبر کہ بیت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے ہے ۱۲ منہ

عہد ۲: روایت مفتی بہار پر اعتکاف کے لیے کوئی مقدار معین نہیں ایک لمحہ کا بھی ہو سکتا ہے، نہ اس کے لیے روزہ شرط، تو آدمی کو ہر مسجد میں ہر وقت اس کا لحاظ کرنا چاہئے کہ جب داخل ہو اعتکاف کی نیت کر لے جب تک رہے گا اعتکاف کا بھی ثواب پائے گا، پھر یہ نیت اسے کچھ پابند نہ کرے گی۔ جب چاہے باہر آئے اسی وقت اعتکاف ختم ہو جائے گا فان الخروج فی النفل المطلق منہ لامفسد کما نصوا علیہ (کیونکہ نفلی طواف میں مسجد سے نکلنا اعتکاف کا اختتام ہے مفسد نہیں جیسا کہ اس پر تصریح کی گئی ہے۔ ت) لوگ اپنی ناواقفی یا بے خیالی سے اس ثواب عظیم کو مفت کھوتے ہیں، وفقنا اللہ تعالیٰ للحسنات بجاہ سید الکائنات علی افضل الصلوات والتحيات آمین ۱۲ منہ

کیا کہنا اس پر وعدہ عہد شفاعت ہے۔

مسئلہ: یہاں ہر عمل صالح پچاس ہزار تک مضاعف ہوتا ہے لہذا عبادات میں جہد لازم، شب بیداری رہے، کھانے پینے کی تقلیل رکھے، قرآن مجید کا کم سے کم ایک ختم تو یہاں اور حطیم عہد معظّمہ میں کر لے۔

مسئلہ: نظر حجرہ منورہ و قبة معطرہ کی طرف عبادت ہے جیسے کعبہ کی طرف، تو خشوع و ادب کے ساتھ اس کی کثرت کرے۔

مسئلہ: پنجگانہ نماز کے بعد حضور میں حاضر ہو کر صلوٰۃ و سلام عرض کیا کرے۔

مسئلہ: جب محاذات گنبد اقدس میں گزارے اگرچہ بیرون مسجد اگرچہ بیرون مدینہ جہاں سے قبة کریمہ نظر آئے بے ٹھہرے اور صلوٰۃ و سلام عرض کئے نہ گزرے کہ ترک ادب ہے۔

مسئلہ: ترک جماعت ہر جگہ بُرا ہے مگر یہاں سخت محرومی، والعیاذ باللہ، حدیث عہد میں ہے: جس سے چالیس

عہد ۱: حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: میرا جو امتی مدینہ کی شدت و سختی پر صبر کرے گا میں قیامت کے روز اس کا شفیع ہوں گا^۱ (رواہ مسلم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور پر ظاہر کہ روزہ میں شدت و محنت پر صبر ہوتا ہے خصوصاً بلاد گرم میں خصوصاً جبکہ موسم گرم ہو، خود حدیث میں آیا: الصوم نصف الصبر^۲ روزہ آدھا صبر ہے۔

فائدہ جلیلہ: جن چیزوں پر وعدہ شفاعت فرمایا گیا جیسے یہ حدیث یا حدیث زیارت شریفہ یا حدیث موت فی المدینہ یا حدیث سوال و سیلہ وغیرہا وہ بحمد اللہ حسن خاتمہ کی بشارت جمیلہ ہیں کہ یہاں وعدہ شفاعت ہے اور وعدہ حضور وعدہ رب غفور، إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ الْوَعْدَ^۳ (بیشک اللہ وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔ ت) اور کافر کی شفاعت محال، تو لاجرم بشارت فرماتے ہیں کہ سختی مدینہ پر صابر اور حضور پر نور کا زائر اور مدینہ طیبہ میں مرنے والا اور حضور کے لیے سوال و سیلہ کرنے والا ایمان پر خاتمہ پائے گا وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ اللَّهُمَّ ارْزُقْنَا آمِينَ ۱۲ منہ

عہد ۲: کعبہ معظّمہ سے جو متصل جانب شمال جو ایک چھوٹی سی دیوار قوسی شکل پر ہے اس کے اندر کی زمین کو حطیم کہتے ہیں اس کا بڑا ٹکڑا بنائے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام میں داخل کعبہ تھا قریش نے تنگی خرچ کے سبب بنائے جدید میں خارج کر دیا ۱۲ منہ

عہد ۳: رواہ الامام احمد فی مسندہ بسند صحیح عن انس اسے امام احمد نے بسند صحیح اپنی مسند میں انس بن مالک رضی اللہ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ والحمد لله رب العالمین۔ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (ت)

^۱ صحیح مسلم باب الترغیب فی سبکی المدینۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۴۴۴/۱

^۲ مسند احمد بن حنبل حدیث رجل من بنی سلیم دار الفکر بیروت ۲۶۰/۲

^۳ القرآن ۳۱/۱۳

نمازیں میری مسجد میں فوت نہ ہوں اس کے لیے دوزخ و نفاق و عذاب سے آزادیاں لکھی جائیں¹۔

مسئلہ: دیوار حجرہ کو مس نہ کرے نہ اس سے چٹے بلکہ کم سے کم تین گز شرعی کا فاصلہ رکھے کہ ادب یہی ہے

مسئلہ: قبر اطہر و اعطر کو ہر گنہگار نہ کرے نماز میں نہ غیر نماز میں۔

مسئلہ: روضہ انور کا طواف نہ کرے، نہ زمین چومے۔ نہ پیٹھ مثل رکوع بھکائے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ان کی اطاعت میں ہے۔

مسئلہ: حسب استحسان علماء زیارت بقیع واحد و قبا و دیگر آثار شریفہ کا قصد ہو تو ان کی تفصیل کتاب علماء سے دریافت کرے ورنہ حجرہ مطہرہ کے حضور حاضر رہنے کے برابر کون سی دولت ہے اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں ان کا قرب عطا فرمائے، آمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولانا محمد و آلہ و صحبہ اجمعین۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

تمت الطرۃ الرضیۃ علی النیرۃ الوضیۃ شرح الجوہرۃ المضیۃ و الحمد للہ۔

¹ مسند احمد بن حنبل مروی از انس بن مالک رضی اللہ عنہ دار الفکر بیروت ۱۵۵/۳

ڈائمند اردو بکس

پی ڈی ایف دنیا کا ایک منفرد اور الگ گروپ

- ✳ - ڈائمند اردو بکس میں سب کا خیر مقدم کرتے ہیں
- ✳ - یہاں آپ کو ملے گا کتابوں کا خزانہ
- ✳ - پی ڈی ایف میں موجود ہر طرح کی کتاب آپ کی ڈیمانڈ کرنے پہ بھیج دی جائے گی
- ✳ - ماہانہ رسائل ، ڈائجسٹس ، ناولز ، اسلامی کتب ، درسی کتب ، تدریسی کتب کے علاوہ یہاں آپ کو ہر قسم کی پی ڈی ایف کتاب پڑھنے کو ملے گی
- ✳ - ٹیم ڈائمند اردو بکس جن کا ایک ہی مشن ہے اور وہ کتابوں کی ترسیل ، ادب کی خدمت ، کتاب دوستی کی ترویج و اشاعت
- ✳ - ٹیم ڈائمند اردو بکس نے آپ سب کی انٹرٹینمنٹ کے لیے بھی مختلف گروپس تشکیل دیئے ہیں جن میں شامل ہو کر آپ اپنی ادبی اور معلوماتی تسکین کو پورا کر سکتے ہیں
- ✳ - ہمارے تمام گروپس کی کوئی فیس نہیں ، تمام کتب اور مواد آپ کو پی ڈی ایف بھیجا جاتا ہے
- ✳ - قادیانی مرتد ، گستاخ انبیا ، گستاخ صحابہ و اہل بیت ، منکرین حدیث ، گستاخ اولیاء ہمارے گروپس سے دور رہیں ، معلوم پڑنے پر ریموو کر دیا جائے گا
- ✳ - واٹس ایپ گروپس کے علاوہ آپ ہمارے ٹیلی گرام کے گروپس کو بھی جوائن کر سکتے ہیں جہاں ایک لاکھ اسی ہزار کتابوں کا خزانہ محفوظ ہے بس ایک کلک کر کے آپ اپنی کتاب خود بھی ڈاؤن لوڈ کر سکتے ہیں۔۔

ٹیم ڈائمند اردو بکس کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

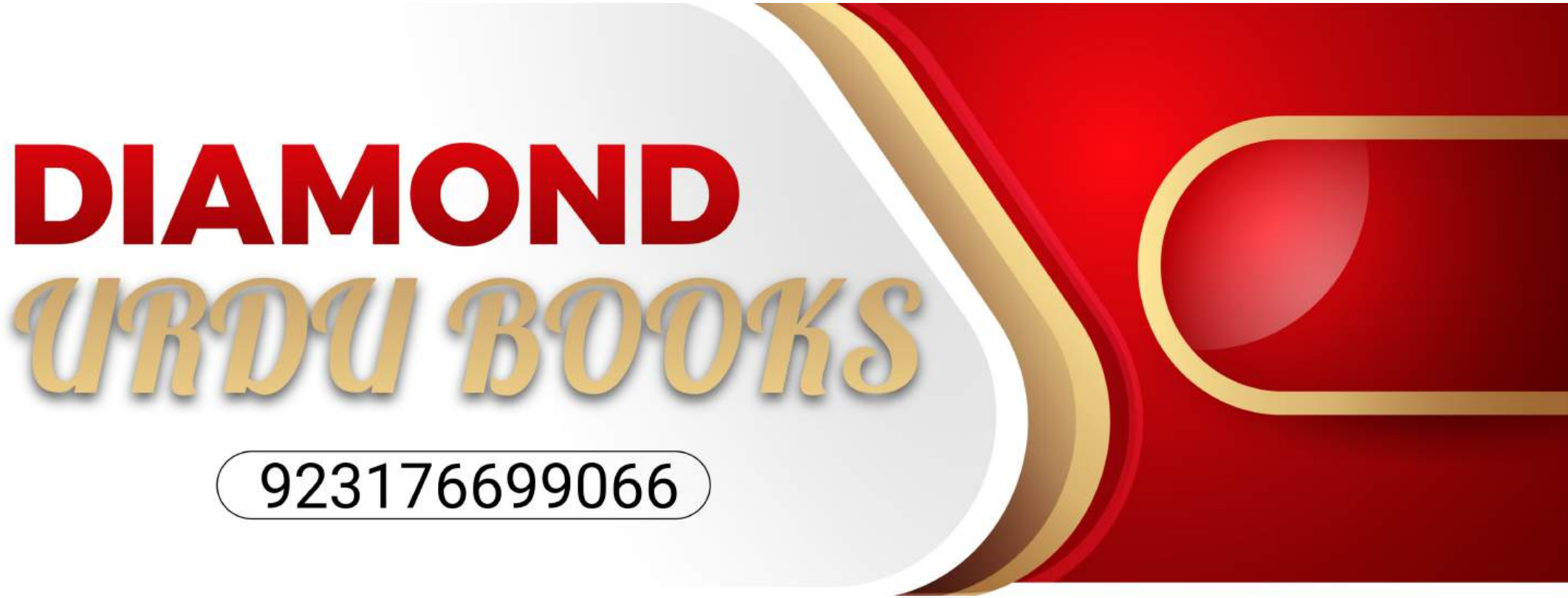
جزاکم اللہ خیرا کثی؟

ڈائمند اردو بکس ٹیم

شاہ زر خانج 03176699066

ایڈمنج 03415008107 cool

گروپس میں شامل ہونے کے لیے ہمارے
ایڈمن پینل سے واٹس ایپ پہ رابطہ کیجیے

The logo features a stylized graphic on the right side consisting of a red rectangle with a white and gold border, and a large gold 'D' shape. The text 'DIAMOND' is in bold red capital letters, and 'URDU BOOKS' is in a gold, italicized serif font.

DIAMOND

URDU BOOKS

923176699066